فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

بار اول	....	مارچ 2015ء
پرنٹرز	....	آصف صدیق پرنٹرز
تعداد	....	1100/-
ناشر	....	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	/= روپے

فہرست

عنوان	صفحہ
74۔بردباری، سوچ بچار کر کے کام کرنا.....	15
اسلام قبول کر لیا	15
نرمی سختی میں بدل جاتی	17
مسلمانوں پر جود و کرم امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	18
اخلاقِ نبوت	19
نرمی کی فضیلت کا بیان	20
فتاوی رضویہ کے اہم اقتباسات	22
قساوتِ قلبی	23
دل کی سختی کے مرض میں مبتلا	23
غصہ پینے کا انعام	24
غلام آزاد کر دیا	24
مومنوں پر تین احسان کرو!	26
بلند ترین درجات	28
75۔درگزر کرنا اور جاہلوں سے اعراض کرنا.....	28
بیعت عقبہ اولیٰ	30
بیعت عقبہ ثانیہ	31
اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام	33
طائف وغیرہ کا سفر	35
غصہ کب برا کب اچھا ہے؟	37
غصہ کا علاج	37
76۔تکالیف برداشت کرنا.....	38
ان دو پہاڑوں کو ملا دوں؟	38
77۔شریعت کی بے حرمتی پر غصہ کرنا.....	39
سامنے سے کھانا اٹھوا دیا	41
78۔حکام کو رعایا پر نرمی کرنے کا حکم.....	45
حسنِ سلوک	47
رعایا کے آداب	50
گانے پر ٹیکس	52
79۔منصف حکمران	54
سات خوش نصیب	56
عادل حکمران پر عرش کا سایہ	60
80۔جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت.....	60
انوکھی عاجزی	62
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح	62
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دورِ خلافت	66
بقدرِ استطاعت پیروی کرے	69

عادل حکمران پر عرش کا سایہ	71	راز فاش کرنا	97
81-امارۃ ومنصب کا طلب کرنا منع ہے	75	86-وعدہ وفا کرنا اور عہد نبھانا	97
دنیا سے کنارہ کشی	79	امانت میں خیانت	98
82-سلطان کو اچھے وزیر کا انتخاب کرنے کی ترغیب دینا	80	باتوں، کاموں اور عہدوں کی امانت	100
83-حکومت وقضاء کا منصب حریص اور طلبگار کو دینا منع ہے	83	87-جس کار خیر کو اپنائے اس پر پابندی کرے	102
2-کِتَابُ الْاَدَبِ	84	جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا	103
84-حیاء اور اس کی فضیلت.....	84	88-ملاقات کے وقت خوش کلامی.....	104
حیاء کسے کہتے ہیں؟	84	اچھی باتوں کا فائدہ اور بری باتوں کا نقصان	105
سب سے بڑا حیاء الحق	85	اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو	105
حیاء کی 2 قسمیں	85	اچھی بات کے علاوہ کچھ کہتے ہوئے نہ سنا	106
فطری اور شرعی حیاء	85	89-مخاطب کے لیے بات کی وضاحت.....	108
حیاء میں تمام اسلامی اُحکام پوشیدہ ہیں	86	بات چیت کرنے کی سنتیں اور آداب	109
حیاء کے اَحکام	86	90-مجلس کی بات کان لگا کر سننا	110
حیاء کرنے کا حق	87	مسلمان کا قتل	111
سر کی حیاء	87	91-وعظ اور اس میں میانہ روی	112
زبان کی حیاء	87	92-وقار وسکون کا تذکرہ	119
جنّت حرام ہے	87	قہقہہ کی مذمت	120
جہنّمی بھی بیزار	87	93-نماز، علم وغیرہ کے لیے سکون ووقار سے آنا مستحب ہے	120
خواہش نفس ایک طرح کا نابینا پن	88	94-مہمان کی عزت وتکریم کرنا	122
85-راز کی حفاظت کرنا	90	مہمان نوازی کی سنتیں اور آداب	126
حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	92	مہمان باعث خیر وبرکت ہے	127

عنوان	صفحہ
مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے	127
دس فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں	127
95۔اچھی خبر پر مبارک باد اور خوشخبری دینا	127
حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	129
بندے کے لئے اللہ عزّ وجلّ کی محبت کا بیان	142
96۔ساتھی کو رخصت کرنا	143
گھر میں آنے جانے کی سنتیں اور آداب	148
گھر سے نکلتے وقت کیا کہے	152
گھر سے نکلتے وقت خوشی خوشی باہر نکلے	152
محمود غزنوی کی بارگاہِ رسالت میں مقبولیت	156
97۔استخارہ اور مشورہ کا ذکر	157
98۔عید،عیادت مریض،حج،غزوہ،جنازہ وغیرہ کا ذکر.....	160
قیامت کے دن زمین ہر اس عمل کے بارے میں بتائے گی	161
99۔ہر عزت والے کام میں دائیں جانب کو مقدم کرنا.....	162
کھانا کھانے کے آداب	165
پانی پینے کے آداب	165
سیدھے ہاتھ سے کیوں کہ سنت ہے	165
اُلٹے ہاتھ سے کھانا، پینا، لینا، دینا شیطان کا طریقہ ہے	166
ہر کام میں اُلٹا ہاتھ کیوں؟	166
عمامہ کے فضائل	166
جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب	169
لباس پہننے کی سنتیں اور آداب	170
لباس پہننے کی سنتیں اور آداب	171
وضو کی سنتیں	172
عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم	174
3-کِتَابُ أدَابِ الطَّعَامِ	176
100۔ کھانے کے شروع میں بسم اللہ.....	176
کھانے کو شیطان سے بچاؤ	181
بوقتِ ذبح الرحمن الرحیم نہ پڑھنے کی حکمت	182
اُنیس حُروف کی حکمتیں	182
101۔ کھانے کا عیب نہ نکالنا.....	184
دعوت میں کھانے کے آداب	184
کھانے میں عیب اپنے گھر میں نکالنا	185
102۔روزہ دار کے سامنے کھانا آئے.....	186
103۔جس کی دعوت ہے اس کے ساتھ کوئی اور بھی چلا جائے.....	187
104۔اپنے سامنے سے کھانا.....	189
بچوں کو پڑھانے والے کے آداب	190
تکبر کا معنی	191
تکبر کی اقسام	192
105۔اجتماعی کھانا.....	192
زمین سے چُن چُن کر ٹکڑے کھانا	193
106۔جو کھا کر سیر نہیں ہوتا.....	194

عنوان	صفحہ
107۔ پیالہ کے کنارہ سے کھانے کا حکم	195
108۔ ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے	197
109۔ تین انگلیوں سے کھانا	199
انگلیاں چاٹنا سنت ہے	202
نہ معلوم کھانے کے کس حصے میں برکت ہے	203
انگلیاں چاٹنے کی ترتیب	203
اُنگلیاں تین مرتبہ چاٹنا سنّت ہے	203
برتن چاٹنا سنت ہے	204
آخر میں برکت زیادہ ہوتی ہے	204
برتن دعائے مغفرت کرتا ہے	204
ایمان افروز ارشاد!	204
ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب	205
دھوکر پینے کا طریقہ	205
دھوکر پینے کے بعد بچے ہوئے قطرے	205
برتن دھوکر پینے کے طبی فوائد	205
شیطان کے لئے نہ چھوڑے	206
110۔ کھانے پر آدمیوں کا زیادہ ہوجانا.....	208
قناعت کی تعلیم	209
تنخواہ کم کروادی	209
کھانا کتنا کھانا چاہئے	210
کھانے کی نیت کس طرح کریں	210
نیت کی اہمیت	210
سرمہ کیوں ڈالا؟	211
111- پینے کے آداب......	211
پانی پینے کا طریقہ	212
112۔ مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پینا.....	216
پانی پینے کی سنتیں اور آداب	217
ایمان کی نشانی	218
بسترِ موت پر عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	218
حضرت علی اور محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	218
مسلمان کا بچا ہوا پانی پینے کی فضیلت	219
113۔ پانی میں پھونک مارنا مکروہ ہے.....	219
114۔ کھڑے ہوکر پینا جائز ہے.....	220
کھڑے ہوکر کھانے کے طبی نقصانات	223
سنت سے محبت	224
115۔ مستحب ہے کہ پلانے والا آخر میں پیے	224
116۔ سونے چاندی کے سوا تمام پاک برتنوں میں پانی پینا...	225
پیٹ میں جہنم کی آگ	235
4- کِتَابُ اللِّبَاسِ	236
117۔ سفید کپڑا مستحب ہے.....	236
شمائل وخصائل	239
عمامہ کے فضائل	243

تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات	243	127۔ آدمی سوتے وقت کون سی دعا پڑھے؟....	282
حکایت	244	سونے کے آداب	288
عمامہ کے آداب	244	128۔چت لیٹنا اور پاؤں پر پاؤں رکھنا.....	289
موزوں پر مسح کرنے کے مسائل	248	عاجزی اختیار کرو	292
118۔ قمیص پہننا مستحب ہے.....	248	129۔ مجلس اور ہم نشینی کے آداب	292
محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم	250	بیٹھنے کی سنتیں اور آداب	298
119۔ قمیص آستین اور ازار کی لمبائی.....	251	بیٹھنے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں	298
متکبرین کی مذمت	257	اپنی ثنا بھی قبول نہیں فرماتا	303
اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	265	130۔خواب اور اس کے متعلقات کا بیان	304
120۔عاجزی اختیار کرتے ہوئے اعلیٰ لباس ترک کرنا...	268	خواب اور اس کے متعلقات کا بیان	304
ادنی لباس کو ترجیح دینا	269	اچھے خواب بیان کرنے کی اجازت	305
121۔لباس میں میانہ روی پر اکتفا کرنا.....	269	صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طرز عمل	305
122۔خارش کی بیماری والے کو ریشم پہننے کی اجازت ہے...	270	باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے	306
ریشم کا جبہ	270	میں آخری نبی اور میری امت آخری امت ہے	309
ریشم مت پہنا کرو	271	جھوٹوں میں سے ایک	311
ریشم کے کپڑوں سے متعلق چند احکام	271	6- کِتَابُ السَّلَامِ	313
123۔ چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور سوار ہونا منع ہے	275	سلام کا بیان	313
124۔ آدمی جب نیا کپڑا یا جوتا وغیرہ پہنے.....	278	131۔سلام کی فضیلت اور اس کو عام کرنے کا حکم	313
125۔ آدمی جب نیا کپڑا یا جوتا وغیرہ پہنے.....	280	غریبوں اور محتاجوں پر رحم	315
126۔دائیں جانب سے لباس پہننے کی ابتداء کرنا.....	281	حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام	318
5- کِتَابُ آدَابِ النَّوْمِ	282	132۔سلام کی کیفیت کا بیان	320

عنوان	صفحہ
سلام کرنے کی سنتیں اور آداب	320
انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے	326
انجیل میں آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے اوصاف	326
قبرستان میں سلام کا طریقہ	327
133-آداب سلام	328
سلام میں پہل کیجئے	329
134-دوبارہ سلام کرنا مستحب ہے.....	329
135-گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مستحب ہے	332
136-بچوں کو سلام کرنا	333
137-مرد کا اپنی بیوی اور محرم عورتوں کو سلام کہنا.....	333
بوڑھی عورت کو سلام	334
138-کافر کو سلام میں ہمارا ابتداء کرنا حرام ہے...	337
بادشاہ روم کے دربار میں ذکر مصطفی	338
139-جب مجلس سے اٹھے یا ساتھیوں سے جدا ہو تو.....	340
140-اجازت طلب کرنے کے آداب	341
اگر اجازت نہ ملے؟	342
باہر والے کی نظر نہ پڑے	343
کسی کے گھر میں مت جھانکئے	343
گھر میں داخلے کی اجازت کے آداب	344
141-سنت طریقہ یہ ہے کہ.....	345
اجازت مانگنا سنت	351
142-چھینکنے والا جب الحمد اللہ تعالیٰ کہے.....	353
143-ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا.....	358
مصافحہ ومعانقہ وبوسہ وقیام	358
بوسہ کی چھ قسمیں	368
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	369
7-كِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ	371
1-مریض کی بیمار پرسی کرنے.....	371
مریض کی عیادت کرنے کا ثواب	371
حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق اور مریض کی عیادت	373
کون سا صدقہ افضل ہے؟	375
عیادت کا بیان	376
تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں	376
عرش کے سائے میں	377
2-مریض کے لیے دعا کرنا.....	380
لعاب مبارک	381
پاؤں کا انگوٹھا	381
آشوبِ چشم سے شفاء	382
آنکھوں میں اپنا لعاب دہن	382
آنکھ عطا کر دی	383
زنا کی اجازت مانگنے والا نوجوان	384
چمکتا چہرہ	385

عنوان	صفحہ
ہاتھ ہر مرض کی دوا	385
کرامت	385
حضرت خضر علیہ السلام کی بتائی ہوئی دعا	386
مریضوں کو شفاء دینا اور مردوں کو زندہ کرنا	387
مریض کا علاج	387
بخار سے رہائی عطا فرمادی	387
حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوشخبری	388
تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں	390
ننانوے بیماریوں کی دوا	392
3۔مریض کے گھر والوں سے مریض کا حال پوچھنا.....	393
4۔جو زندگی سے نا اُمید ہو وہ کیا پڑھے؟	393
5۔مریض کے گھر والوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت	395
کیا عہدِ رسالت میں گواہی سے زنا کا ثبوت ہوا؟	396
مریضِ عشقِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ	396
6۔مریض کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں	397
7۔مرنے والے کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا	399
حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	400
میت کے متعلقات	401
تلقین کا طریقہ	401
8۔میت کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے	402
9۔میت کے پاس کیا کہا جائے.....	403
مصیبت پر نعم البدل ملنے کی دعاء	405
مصیبت زدہ سے تعزیت	405
تیرے لئے جنت کا دروازہ کھولے؟	406
جنت کے کسی دروازے پر	407
سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صبر	408
10۔میت پر رونے کا جواز.....	408
نوحہ کرنے والیوں کے لیے وعید	410
11۔میت سے ناپسندیدہ چیز نظر آئے.....	413
رضائے الٰہی عزوجل کے لئے میت کو غسل دینے کا ثواب	413
12۔میت پر نماز جنازہ پڑھنا.....	414
نماز جنازہ پڑھا کرو	414
بہت سارے قیراط ضائع کر دیئے	415
عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا	416
13۔نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا زیادہ ہونا.....	417
مرنے والے کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا	417
اپنی صفیں درست کرلو	418
14۔نماز جنازہ میں کیا پڑھا جائے	420
نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو	420
ادعیہ بعد تکبیر سوم	423
ترجمہ ادعیہ منقولہ	427
15۔جنازہ کو جلدی لے جانا	434

نماز جنازہ میں جلدی کرنا	435
16۔میت کے قرض ادا کرنے میں عجلت کرنا.....	436
اب میت اس سے بری ہے	436
17۔قبر کے پاس نصیحت	437
18۔میت کو دفن کرنے کے بعد دعا کرنا.....	439
طریقہ تلقین قبر	441
19۔میت کی طرف سے صدقہ کرنا.....	443
ایصال ثواب	444
20۔لوگوں کا میت کی تعریف کرنا	446
21۔اس کی فضیلت جس کی نابالغ اولاد فوت ہوجائے...	449
یقیناوہ شخص میں ہی ہوں	449
ایک یہودی کا قبول اسلام	450
22۔ظالموں کی قبروں کے پاس سے گزرتے وقت رونا...	453
حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور قوم ثمود	454
8-كِتَابُ آدَابُ السَّفَرِ	456
23۔جمعرات کے دن اور پہلے پہر سفر پر نکلنا.....	456
24۔ساتھیوں میں کسی ایک کو اپنا امیر بنانا.....	458
انسان کا تنہا سفر کرنا	459
25۔سفر میں چلنے اترنے رات گزارنے کے آداب.....	461
26۔رفیق سفر کی مدد کا بیان	469
مسافر کی مدد	472
27۔سفر کے لیے سواری پر سوار ہو تو کیا کہے	473
فرشتہ شریک سفر	475
اللہ عزوجل نظر رحمت	475
28۔مسافر جب بلندی وغیرہ پر چڑھے تو تکبیر کہے...	478
نعرہ تکبیر کی برکت	479
29۔سفر میں دعا کا مستحب ہونا	484
30۔آدمی جب لوگوں وغیرہ سے ڈرے تو...	485
31۔آدمی جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے.....	486
32۔مسافر کو گھر لوٹنے میں جلدی کرنا.....	488
33۔سفر سے واپس گھر دن کے وقت آنا چاہیے	489
34۔جب سفر سے واپس لوٹے	491
تائبین اور صالحین کی علامات	491
35۔سفر سے آنے والے کا پہلے قریبی مسجد میں آنا...	492
36۔عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے	493
الجواب	493
گناہوں کو بھول جانا	494
9-كِتَابُ الْفَضَائِلِ	495
37۔قرآن کریم پڑھنے کی فضیلت	495
38۔قرآن پاک کا خیال رکھنے کا حکم	505
39۔قرآن پاک کو خوش آوازی سے پڑھنا.....	506
رضائے الٰہی کیلئے قرآن مجید سیکھنے، سکھانے، سننے	507

عنوان	صفحہ
40۔ مخصوص سورتیں اور آیتیں پڑھنے کی ترغیب.....	513
جنت میں ایک محل	517
اللہ عزوجل محبت فرماتا ہے	517
سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی فضیلت اور ثواب	519
نجات دلانے والی	520
عذاب قبر سے روک	520
عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ	521
آسمان کا دروازہ	521
زمین وآسمان کے درمیان چراغ	522
41۔ تلاوت قرآن کے لیے جمع ہونا.....	531
42۔ وضو کی فضیلت کا بیان	532
43۔ اذان کی فضیلت کا بیان	544
پہلی صف میں نماز پڑھنے کا ثواب	545
اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اذان دینے کا ثواب	546
وضاحت	547
اَلْفَزَعُ الْاَکْبَرُ سے بے خوفی	548
لمبی گردنوں والے	548
ایک ہی بندے کے شایانِ شان	551
اذان کا جواب دینے والا جنتی ہوگیا	552
44۔ نمازوں کی فضیلت	554
پانچ مرتبہ غوطے	555
45۔ نماز صبح وعصر کی فضیلت کا بیان	559
میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟	559
46۔ مساجد کی طرف جانے کی فضیلت کا بیان	564
کیا تم جانتے ہو؟	566
احرام باندھنے والے حاجی کی طرح	568
47۔ نماز کے انتظار کی فضیلت کا بیان	570
حُسنِ نیت کی بدولت	570
48۔ باجماعت نماز کی فضیلت کا بیان	573
منافقت سے براءت	573
باجماعت نماز کی فضیلت	574
49۔ صبح وعشاء کی جماعت میں حاضر ہونا.....	582
ساری رات عبادت کرنے سے بہتر	583
اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو	583
50۔ فرض نمازوں کی حفاظت کا حکم.....	584
جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا	593
آنکھوں کی سیاہی	593
51۔ پہلی صف کی فضیلت.....	601
52۔ فرائض کے ساتھ والی مؤکدہ سنتیں.....	615
53۔ فجر کی دوسنتوں کی تاکید کا ذکر	617
54۔ فجر کی دوسنتوں کو مختصر پڑھنے کا بیان.....	620
سنتوں اور نفلوں کا بیان	621

وتر کی تین رکعتیں تھیں 622

چوتھائی قرآن 625

قل ھو اللہ احد پڑھنے کا ثواب 625

اللہ عزوجل اس سے محبت فرماتا ہے 626

55۔فجر کی رکعت پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا..... 626

56۔ظہر کی سنتوں کا بیان 629

پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فکر مدینہ..... 630

57۔عصر کی سنتیں 635

اچھوں کی نقل بھی اچھا بنا دیتی ہے 636

58۔مغرب کے بعد اور پہلے کی سنتوں کا بیان 636

اللہ عزوجل کے عرش تک پہنچ جائے گا 637

59۔عشاء سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان 639

60۔جمعہ کی سنتوں کا بیان 640

61۔نوافل گھر میں ادا کرنا مستحب ہے..... 642

الجواب 643

62۔نماز وتر کی ترغیب..... 646

63۔نماز چاشت کی فضیلت..... 649

64۔چاشت کی نماز..... 652

65۔تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز کی ترغیب..... 653

66۔وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا..... 654

67۔جمعہ کے دن کی فضیلت..... 655

جمعہ کی خاص گھڑی 666

جمعہ دنوں کا سردار 666

68۔ظاہری نعمت ملنے پر سجدہ شکر ادا کرنا..... 668

69۔رات کے وقت قیام کرنے کی فضیلت 670

نماز تہجد کے آداب 670

میاں بیوی کا نماز کے لئے ایک دوسرے کو جگانا 672

زیادہ نرم بستر 673

لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ 679

چند ایمان افروز روایات 683

بزرگوں کا سونا جاگنا دونوں باعث برکت 684

نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب 685

نور کے چہرے کا نور 691

عبادت گزاروں کا راستہ اور تابعین کا طریقہ 695

عبادت گزار کیسا ہو؟ 695

70۔قیام رمضان کا استحباب..... 695

71۔لیلۃ القدر کے قیام کی فضیلت..... 697

امت محمدیہ کی خصوصیت 699

اعتکاف عبادت ہے 700

72۔مسواک کی فضیلت..... 703

مسواک پسندیدہ 706

73۔زکوٰۃ کے فرض ہونے کی تاکید..... 713

زکوٰۃ کا بیان	714
سونے کے دروازے	722
صدقہ کیا ہوا مینڈھا	723
حضرت جریر کے حق میں دعا	724
74۔رمضان کے روزوں کی فرضیت.....	730
روزے کا ثواب دیدارِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ ہے	733
75۔ماہِ رمضان میں سخاوت.....	739
76۔نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا منع ہے.....	742
77۔پہلی کا چاند دیکھنے کی دعا کا بیان	749
78۔سحری کو مؤخر کرنے کی فضیلت.....	750
79۔جلد افطار کی فضیلت.....	753
سٹّو سے افطاری	756
سیّدُنا عُتبہ غلام علیہ رحمۃ اللہ السلام کی حکایت	758
80۔خلاف شرع امور سے روزہ دار کو بچنے کا حکم.....	760
81۔روزوں کے مسائل کا بیان	761

◆◆◆◆◆

دعائے مصطفیٰ ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ

قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ

خُلَفَاءُکَ قَالَ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ

مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ

وَیُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیثِ مصطفیٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے
اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما، ہم نے عرض کی
یارسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا
وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں
گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے ۔

(الترغیب والترھیب ج ۱، ص ۱۱۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

74-بَابُ الْحِلْمِ وَالْاَنَاةِ وَالرِّفْقِ
بردباری سوچ بچار کر کے کام کرنا اور نرمی برتنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) (آل عمران: 134)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شرح: اسلام قبول کرلیا

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اس مکان کے پڑوس میں ایک یہودی کا مکان تھا اور حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حجرہ اس یہودی کے مکان کے دروازے کے قریب تھا۔ اس یہودی نے ایک پرنالہ بنا رکھا تھا اور ہمیشہ اس پرنالہ کی راہ سے نجاست حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر میں پھینکا کرتا تھا۔ اس نے مدت تک ایسا ہی کیا۔ مگر حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے کبھی شکایت نہ فرمائی۔

آخر ایک دن اس یہودی نے خود ہی حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا: حضرت! آپ کو میرے پرنالے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ہوتی تو ہے مگر میں نے ایک ٹوکری اور جھاڑو رکھ چھوڑی ہے۔ جو نجاست گرتی ہے، اس سے صاف کر دیتا ہوں۔ اس یہودی نے کہا: آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ اور آپ کو غصہ کیوں نہیں آتا؟ فرمایا: میرے پیارے اللہ عزوجل کا قرآن میں فرمان عالیشان ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں۔ (پ ۴، ال عمران ۱۳۴)

یہ آیات مقدسہ سن کر وہ یہودی بہت متاثر ہوا، اور یوں عرض گزار ہوا، یقیناً آپ کا دین نہایت ہی عمدہ ہے۔ آج سے میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔ پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ذکر مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ج ۱، ص ۵۱)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الأعراف: 199)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: معاف کرنے کا طریقہ اپنائیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ (فصلت: 34-35)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نیکی اور برائی برابر نہیں اس طریقہ سے ٹال جو اچھا ہے۔ پس اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا۔ کہ تیرے اور جس کے درمیان دشمنی ہے گہرے دوست بن جاؤ گے۔ یہ توفیق انہیں ہی عطا ہوتی ہے جنہوں نے صبر کیا اور یہ توفیق انہیں نصیب ہوتی ہے جو بڑے حصہ والے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ (الشوریٰ: 43)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے صبر کیا اور معاف کیا یقیناً یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔

(635) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ: "إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس کو ارشاد فرمایا تجھ میں دو خوبیاں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ وشرائع الدین والدعا الیہ، ج۱ص۳۶ رقم: ۱۲۶، الاداب للبیہقی، باب فی الحلم والتؤدۃ ج۱ص۸۰ رقم: ۱۳۰، المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمہ محمد ج۲ص۷۰ رقم: ۷۹۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التأنی والعجلۃ، ج۳ص۳۶۶ رقم: ۲۰۱۱، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب وفد عبد القیس، ج۱ص۳۱۳ رقم: ۲۰۷۱)

(636) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے اور تمام معاملات میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرفق فی الامر کلہ، ج۴ص۱۱۰ رقم: ۶۰۲۴، صحیح مسلم، باب النہی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام، ج۷ص۳ رقم: ۵۷۸۳، الاداب للبیہقی، باب السلام علی اھل الذمۃ والرد علیہم، ج۱ص۱۲۸ رقم: ۲۲۰، المعجم الصغیر، باب من اسمہ حبوش، ج۱ص۲۶۲ رقم: ۴۲۹، سنن ابن ماجہ، باب الرفق، ج۳ص۱۲۱۶ رقم: ۳۶۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ رفیق یعنی کریم و رحیم ہے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا گناہ بخشتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بھی اپنے ماتحتوں اپنے ساتھیوں پر رحیم و کریم ہوں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو عام محاورہ میں رفیق کہنا جائز نہیں یہ لفظ اسماء الہیہ سے نہیں ہے، یہاں لغوی معنی سے استعمال ہوا۔

دنیا و آخرت کے نرمی سے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے، اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں، نرمی سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں اور بگڑتے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

یا طالب الرزق الهینی بقوۃ   هیهات انت بباطل مشغوف

اکل العقاب بقوۃ جیف القلا   درعی الذباب الشهد وهو ضعیف

یعنی سختی سے روزی نہ کماؤ نرمی سے کماؤ، عقاب سختی کی وجہ سے مردار ہی کھاتا ہے، شہد کی مکھی نرمی کی وجہ سے پھول چوستی ہے۔ (مرقات)

بدگوئی نتیجہ ہے سختی کا اولاً دل میں سختی آتی ہے، پھر بدگوئی، زبان درازی، پھر ہاتھا پائی یعنی مار پیٹ، پھر قتل و خون خدا محفوظ رکھے، شیطان پر سخت رہو بھائی مسلمان پر نرم۔

یعنی اگر حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو وہ عزیز بن جائے گا، عظیم الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر ہو جائے گا۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ   خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

لوہا نرم ہو کر اوزار بنتا ہے، سونا نرم ہو کر زیور، زمین نرم ہو کر قابل کاشت ہوتی ہے، انسان نرم ہو کر ولی بن جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۰۳)

نرمی سختی میں بدل جاتی

جب حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی برائی دیکھتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نرمی سختی میں بدل جاتی، آنکھیں سُرخ ہو کر چڑھ جاتیں، رگیں پھول جاتیں اور جب بھی کوئی خلافِ شرع کام دیکھتے تو اس کا قلع قمع کر دیتے۔ ایک دن ایک شخص کے پاس کچھ آلاتِ لہو و لعب دیکھے تو اس سے لے لئے۔ اس نے اُٹھانے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زوردار ضرب لگائی، اس کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آلات کو توڑ دیا اور گھر لوٹ آئے۔ اور اس شدّتِ ضرب کی وجہ سے دو ماہ تک گھر میں تنہا رہے۔

حضرت سیدنا خطیب بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیبت سے اتنے دُور رہتے ہیں کہ میں نے کبھی ان کو دشمن کی غیبت کرتے ہوئے بھی نہیں سنا۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزّ وجلّ کی قسم! آپ اس معاملے میں بہت سمجھ دار ہیں کہ کسی ایسی چیز کو اپنی نیکیوں پر مُسلّط کریں جو انہیں (دوسرے کے نامۂ اعمال میں) منتقل کر دے۔

حضرت سیدنا علی بن عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اگر نصف اہلِ زمین کی عقلوں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی عقل کا موازنہ کیا جائے تو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل زیادہ ہوگی۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ماذکر من وفور عقل ابی حنیفۃ وفطنتہ وتلطفہ، ج ۱۳، ص ۳۶۱)

منقول ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت سیّدُنا علقمہ اور حضرت سیّدُنا اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں اس مقام پر نہیں کہ ان کا موازنہ کروں سوائے اس کے کہ ان کی عزت وعظمت کے پیش نظر ان کے لئے دُعا واستغفار کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ ان میں افضل کون ہے۔ (ربیع الابرار، باب التفاضل والتفاوت والاختلاف والاشتباہ وما قارب ذلک ورفاہ، ج ۱، ص ۳۵۳)

مسلمانوں پر جود وکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیّدُنا قیس بن ربیع علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کمائی سے مالِ تجارت جمع کرتے پھر اس سے کپڑے خرید کر مشائخ، محدثین اور حاجت مندوں کو پیش کرتے اور فرماتے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حمد وثناء کرو کہ اُسی نے تمہیں یہ عطا فرمایا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نے اپنے مال میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کوئی شخص حاضر ہوتا تو اس کے متعلق دریافت کرتے، اگر وہ محتاج ہوتا تو کچھ عطا فرماتے۔ چنانچہ، ایک شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس کے کپڑے بوسیدہ تھے، جب لوگ چلے گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا جب وہ تنہا رہ گیا تو ارشاد فرمایا: اس مُصَلّٰی کو اُٹھاؤ اور نیچے سے ہزار درہم لے کر اپنی حالت اچھی کرلو۔ اس نے عرض کی: حضور! میں تو خوشحال ہوں، نعمتوں میں ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر بندے پر دیکھے۔

(جامع الترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء ان اللہ عَزَّ وَجَلَّ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ، الحدیث ۲۸۱۹، ص ۱۹۳۴)

تجھے اپنی حالت بدلنی چاہیے تاکہ تیرا دوست تیری حالت سے غمگین نہ ہو۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ماذکر من جود ابی حنیفۃ وسماحتہ وحسن عہدہ، ج ۳، ص ۳۵۷۔ ۳۵۸، بتغیر)

جو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے پورا فرما دیتے۔

(الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۳۲۱)

(637) وَعَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ، مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے۔ نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو اس کے علاوہ پر نہیں عطا فرماتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرفق، ج۸ص۲۲، رقم: ۶۷۶۶، الاداب للبیہقی باب فی الرفق فی الامور

ج۲ص۸۳، رقم: ۱۳۱ المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهیم، ج۲ص۲۰۶، رقم: ۲۹۲۳ صحیح ابن حبان، باب الرفق، ج۲ص۲۰۹، رقم: ۵۵۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۹۰۲)

شرح حدیث: اخلاقِ نبوت

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بارے میں خلق خدا سے کیا پوچھنا؟ جب کہ خود خالق اخلاق نے یہ فرمادیا کہ یعنی اے حبیب! بلاشبہ آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہیں۔ (پ۲۹، القلم: ۴)

آج تقریباً چودہ سو برس گزر جانے کے بعد دشمنان رسول کی کیا مجال کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بد اخلاق کہہ سکیں اس وقت جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کے مجمعوں میں اپنے عملی کردار کا مظاہرہ فرما رہے تھے۔ خداوند قدوس نے قرآن میں اعلان فرمایا کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ (پ۴، ال عمرٰن: ۱۵۹)

(اے حبیب) خدا کی رحمت سے آپ لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں اگر آپ کہیں بد اخلاق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے۔ (آل عمران)

دشمنانِ رسول نے قرآن کی زبان سے یہ خدائی اعلان سنا مگر کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ اس کے خلاف کوئی بیان دیتا یا اس آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت کو جھٹلاتا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے سے بڑے دشمن نے بھی اس کا اعتراف کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ہی بلند اخلاق، نرم خو اور رحیم و کریم ہیں۔

بہر حال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محاسن اخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔ یعنی حلم وعفو، رحم وکرم، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار وقربانی، مہمان نوازی، عدم تشدد، شجاعت، ایفاء عہد، حسن معاملہ، صبر وقناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلفی، تواضع وانکساری، حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائز وسرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن یعنی تعلیمات قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ذکر اخبار رویت فی شمائلہ... الخ، ج۱، ص۳۰۹)

اخلاق نبوت کا ایک مفصل وعظ ہم نے اپنی کتاب حقانی تقریریں میں تحریر کردیا ہے یہاں بھی ہم اخلاق نبوت کے شجرۃ الخلد کی چند شاخوں کے کچھ پھول پھل پیش کردیتے ہیں تاکہ ہم اور آپ ان پر عمل کر کے اپنی اسلامی زندگی کو کامل و اکمل بنا کر عالم اسلام میں مکمل مسلمان بن جائیں اور دار العمل سے دار الجزاء تک خداوند عزوجل کے شامیانہ رحمت میں س کے اعلیٰ وافضل انعاموں کے میٹھے میٹھے پھل کھاتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق و المعین.

(638) وَ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نرمی جس چیز میں ہو اس کو مزین کردیتی ہے۔ اور جس چیز سے چھینی جاتی ہے اس کو عیب دار کردیتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرفق، ج۲ص۳۲۲ رقم: ۶۷۶۶، شعب الایمان، فصل فی الحلم والتؤدۃ والرفق فی الامور کلھا، ج۶ص۳۲۶ رقم: ۸۲۱۸، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی الرفق، ج۳ص۵۲۲ رقم: ۲۶۲۶، مشکوٰۃ المصابیح، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، الفصل الاوّل، ج۲ص۹۹ رقم: ۵۰۶۸)

شرح حدیث: نرمی کی فضیلت کا بیان

جان لو! نرمی قابل تعریف ہے اور یہ اچھے اخلاق کا نتیجہ ہے، اس کی ضد سخت مزاجی اور گرمی ہے۔

سید المبلغین، رحمۃ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: جس شخص کو نرمی سے حصہ ملا اسے دنیا وآخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ دنیا وآخرت کی بھلائی سے محروم رہا۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عائشۃ، الحدیث ۴۵۱۳، ج۴، ص۱۱۸۔۱۱۹)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ أَهْلَ بَيْتٍ أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرِّفْقَ۔

ترجمہ: اللہ عزّ وجلّ جب کسی گھرانے کو پسند فرماتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کردیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ۲۴۴۸۱، ج۹، ص۳۴۵، اذا احب: بدلہ: اذا اراد)

(639) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامَ النَّاسُ إِلَيْهِ لِيَقَعُوا فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُوهُ وَأَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ، أَوْ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کردیا۔ لوگ اس کی طرف اٹھے کہ اس کو سزا دیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول انڈیل دو تم آسانی دینے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ تنگی کرنے والے نہیں۔ (بخاری)

"السَّجْلُ" بِفَتْحِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ الْجِيمِ: وَهِيَ الدَّلْوُ الْمُمْتَلِئَةُ مَاءً، وَكَذٰلِكَ الذَّنُوبُ.

سَجل اور ذَنوب: سین مہملہ پر زبر اور جیم ساکن کے ساتھ پانی سے بھرا ہوا ڈول دونوں کے ایک ہی معنی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صب الماء علی البول فی المسجد، ج۱ص۸۹ رقم: ۲۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب طھارۃ الارض من البول، ج۲ص۳۲۸ رقم: ۴۳۱۰، سنن ابوداؤد، باب الارض یصیبھا البول، ج۱ص۱۰۰ رقم: ۳۸۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی البول یصیب الارض، ج۱ص۲۷۵ رقم: ۱۴۷، سنن الکبریٰ للنسائی، باب ترک التوقیت فی الماء، ج۱ص۷۷ رقم: ۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسے نہ مارو پیٹو کیونکہ یہ شرعی احکام سے ناواقف ہے۔ اسلام سے پہلے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور سب کے سامنے ننگے ہونے کو عیب نہ جانتے تھے، نیز وہ مسجد کے آداب وغیرہ سے بے علم تھے۔ معلوم ہوا کہ ناواقف پر سختی نہ کی جائے اسے نرمی سے سمجھایا جائے۔

بعض نے فرمایا کہ سَجْل اور ذَنوب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی ڈول بڑا ہو یا چھوٹا۔ بعض نے کہا ہے کہ سَجْل بڑے ڈول کو کہتے ہیں، اور ذَنوب مطلقًا ڈول کو۔ خیال رہے کہ یہ سَجْل س کے زبر، ج اور ل کے سکون سے ہے، س اور ج کے زیر اور ل کے شد سے سِجِلّ، بمعنی کاتب ومنشی، یونہی ذَنوب ذ کے زبر سے بمعنی ڈول اور ذ کے پیش سے ذنب کی جمع، بمعنے گناہ۔

خیال رہے کہ زمین اگرچہ سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے لیکن زمین کا دھونا بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے گندگی کا رنگ و بو بھی جلدی جاتا رہتا ہے اور اس سے تیمم بھی جائز ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناپاک زمین بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد دھلوانا اس لئے تھا کہ وقت نماز قریب تھا، زمین جلدی سوکھ کر پاک نہ ہو سکتی تھی، نیز مسجد میں پاکی کے علاوہ صفائی بھی چاہیئے اور یہ دھلنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۲۶۳)

(640) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی کرو تنگی نہ کرو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ، ج۱ص۲۵، رقم: ۶۹، صحیح مسلم، باب فی الامر بالتیسیر وترک التنفیر، ج۳ص۱۳۵۹، رقم: ۱۷۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۲ص۲۲، رقم: ۱۰۷۶۳، السنن الکبرٰی للنسائی، باب التخول بالموعظۃ، ج۳ص۴۴۹، رقم: ۵۸۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میٹھی و نرم باتیں سنا کر اسلام کی آسانیاں بتا کر خود سچے پکے مسلمان بن کر دکھا کر رعایا کو تسکین دو، تمہارے عمل ایسے نہ ہوں کہ لوگ اسلام سے ہی بھڑک جائیں۔ مقولہ ہے کہ میٹھی زبان میں خرچ کچھ نہیں ہوتا ہے مگر اس سے نفع بہت ہو جاتا ہے، بادشاہ و حکام کے درست ہو جانے سے لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں الناس علی دین ملوکھم لوگ بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں، مولویوں کے ہزار وعظ ایک طرف اور سلطان یا حکام کا صرف اچھا عمل ایک طرف، حکام کا عمل بہترین مبلغ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۶۲۱)

فتاوٰی رضویہ کے اہم اقتباسات

ایسا دینی کام جس سے مسلمانوں میں نفرت کی کیفیت جنم لینے لگے اور اس کا کرنا فرض، واجب یا سُنّتِ مؤکّدہ نہ ہو تو اُس کام کو ترک کرنا ہی مناسب ہے اگرچہ افضل و مُستحب ہو۔ چنانچہ ایک مقام پر میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمانوں کے اتحاد کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کیلئے نقل فرماتے ہیں: لوگوں کی تالیفِ قلبی (یعنی دلجوئی) اور ان کو مجتمع (متحد) رکھنے کے لئے اَفضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ ہو جائے جیسا کہ نبیِّ کریم، رءوف رَّحیم علیہ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم نے بیتُ اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے اہلِ قریش کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ جو لوگ نئے نئے اسلام لائے وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ (فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج 7 ص 680 ملخصاً)

تنفیرِ مسلمین (یعنی مسلمانوں کو نفرت میں مبتلا کرنے) سے بچنے کیلئے ضرورتاً مُستحب کو ترک کر دینے کا حکم ہے۔ جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمانوں کے درمیان پیار و محبت کی فضا قائم رکھنے کا ایک مدنی اُصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اِتیانِ مُستحب و ترکِ غیر اَولیٰ پر مُدارات خلق و مراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ (فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج 4 ص 528)

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دَرْءُ الْمَفَاسِدِ اَھَمُّ مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِح یعنی خرابیوں کے اسباب دور کرنا خوبیوں کے اسباب حاصل کرنے سے اہم ہے۔

(فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج 9 ص 551 رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیاء لاہور)

(641) وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ، يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو نرمی سے محروم ہوا وہ ساری بھلائی سے محروم ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرفق، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۲۵۹۲،سنن ابوداود، باب فی الرفق، ج۴ص۲۰۳، رقم: ۴۸۰۹، سنن ابن ماجه، باب الرفق، ج۲ص۱۲۱۶، رقم: ۳۶۸۷، سنن الکبری للبیهقی، باب بیان مکارم الاخلاق، ج۱۰ص۱۹۳، رقم: ۲۰۵۹۳، صحیح ابن حبان، باب الرفق، ج۲ص۳۰۹، رقم: ۵۴۸، مسند امام احمد، ومن حدیث جریر بن عبد الله، ج۷ص۳۶۶، رقم: ۱۹۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس پر رب مہربان ہوتا ہے اسے نرم دل بنا دیتا ہے، جس پر رب کا قہر ہوتا ہے اسے سخت دل کر دیتا ہے، سخت دل میں کسی کا وعظ اثر نہیں کرتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۸۹۶)

قساوتِ قلبی

مروی ہے کہ ایک عورت نے اُم المؤمنین حضرتِ سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قساوتِ قلبی (یعنی دل کی سختی) کا ذکر کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جائے گا۔ جب اس عورت نے ایسا کیا تو اس کا دل نرم ہو گیا پس اس نے اُم المؤمنین حضرتِ سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شکریہ ادا کیا۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۵۴)

ایک شخص نے حضرتِ سیّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: دعا فرمائیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے دل کو نرم کر دے۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اس دعا کی تلقین فرمائی: یَا مُلَیِّنَ الْقُلُوْبِ! لَیِّنْ قَلْبِیْ قَبْلَ اَنْ تُلَیِّنَه، عِنْدَ الْمَوْتِ یعنی اے دلوں کو نرم فرمانے والے! میرے دل کو بھی نرم کر دے اس سے پہلے کہ تو موت کے وقت اسے نرم کرے۔ (آمین) (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۲۵۳)

دل کی سختی کے مرض میں مبتلا

حضرتِ سیّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ العلی فرماتے ہیں کہ میں دل کی سختی کے مرض میں مبتلا تھا اور مجھے حضرتِ سیّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی دعا کی برکت سے چھٹکارا مل گیا۔ ہوا یوں کہ میں نمازِ عید پڑھنے کے بعد واپس لوٹ رہا تھا کہ حضرتِ سیّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جس کے بال اُلجھے ہوئے تھے۔ دل ٹوٹنے کے سبب روئے جا رہا تھا۔ میں نے عرض کی: یاسیّدی! کیا ہوا؟ آپ کے ساتھ یہ بچہ کیوں روئے جا رہا ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا: میں نے چند بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا لیکن یہ بچہ ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ ان بچوں کے ساتھ نہ کھیلنے کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے بچے سے پوچھا تو اس نے بتایا: میں یتیم ہوں، میرا باپ انتقال کر گیا ہے، میرا کوئی سہارا نہیں اور میرے پاس کچھ رقم بھی نہیں کہ میں اخروٹ خرید کر ان بچوں کے ساتھ کھیل سکوں۔ چنانچہ، میں اس کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں تاکہ اس کے لئے گٹھلیاں اکٹھی کروں جن سے یہ اخروٹ خرید کر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل سکے۔ میں نے عرض کی: آپ یہ بچہ مجھے دے دیں تاکہ میں اس کی حالت بدل سکوں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: چلو اس کو پکڑ لو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا دل ایمان کی برکت سے غنی کرے اور اپنے راستے کی ظاہری و باطنی پہچان عطا فرما دے۔

حضرتِ سیّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں اس بچے کو لے کر بازار چلا گیا اور اچھے کپڑے پہنائے، اخروٹ خرید کر دیئے اور وہ عید کے دن دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے چلا گیا۔ دوسرے بچوں نے پوچھا: تجھ پر یہ احسان کس نے کیا؟ اس نے جواب دیا: حضرتِ سیّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی اور سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے۔ جب بچے کھیل کود کے بعد چلے گئے تو وہ بچہ خوشی خوشی میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا: بتاؤ! عید کا دن کیسا

گزرا؟ اس نے کہا: اے میرے محترم! آپ نے مجھے اچھا کپڑا پہنایا، مجھے خوش کر کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے بھیجا، میرے ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑا، اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کو اپنی بارگاہ میں حاضری کی پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے لئے اپنا راستہ کھول دے۔ حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ مجھے بچے کے اس کلام سے بے حد خوشی ہوئی جس نے عید کی خوشیاں دوبالا کر دیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ج۱، حصہ اول، حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی، ص ۲۴۲۔۲۴۳ ملخصاً)

(642) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِي. قَالَ: "لَا تَغْضَبْ"، فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: "لَا تَغْضَبْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے وصیت فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا: غصہ نہ کر اس نے بار بار یہی عرض کیا: آپ نے ہر بار فرمایا غصہ نہ کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحذر من الغضب ج۴ص۱۳۱ رقم:۶۱۱۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۶۶ رقم:۱۰۰۱۲ جامع العلوم والحکم لابن رجب الحدیث السادس عشر، ص۱۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شاید یہ سائل غصہ بہت کرتا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو وہ ہی دوا بتاتے ہیں جو اس کے لائق ہیں۔ نفسانی غضب و غصہ شیطانی اثر ہے اس میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، غصہ کی حالت میں اس سے باطل کام و کلام سرزد ہونے لگتے ہیں۔ غصہ کا علاج اعوذ باللہ پڑھنا ہے یا وضو کر لینا یا یہ خیال کر لینا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہے۔ رحمانی غضب عبادت ہے فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا یا جیسے غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۶۲۹)

غصہ پینے کا انعام

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: مومن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ نہیں، اور جو غصہ نافذ کرنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الحلم، رقم ۱۱۸۶، ج ۴، ص ۴۶۳)

غلام آزاد کر دیا

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے ان پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر بھی جا گرا، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تیز نظر سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: میرے آقا! وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (اور غصہ پینے والے) (ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں سے

درگزر کرنے والے) آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔غلام نے عرض کی: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) (پ ۴، آل عمران: ۱۳۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جا، تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔ (بحر الدموع ص ۲۷۳)

(643) وَعَنْ أَبِيْ يَعْلٰى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے، تو جب تم دشمن کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة، ج۲، ص۶۷، رقم: ۵۱۶۷، السنن الكبرى للبيهقي، باب قتل المشركين بعد الاسار بضرب الاعناق، ج۹، ص۶۸، رقم: ۱۸۰۵۰، المعجم الصغير، باب الميم من اسمه محمد، ج۲، ص۲۲۱، رقم: ۱۰۶۲، المنتقى لابن الجارود، باب جراح العمد، ص۲۱۳، رقم: ۸۳۹، سنن ابوداؤد، باب في النهي ان تصبر البهائم والرفق بالذبيحة، ج۳، ص۸۷، رقم: ۲۸۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں کیونکہ اوس اور حسان دونوں ثابت کے بیٹے ہیں، خود بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد یعنی ثابت ابن منذر بھی صحابی ہیں، حضرت ابوالدرداء اور عبادہ ابن صامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شداد ابن اوس کو علم وحلم دونوں عطا فرمائے۔ (اشعۃ اللمعات)

(ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے) یعنی انسان ہو یا جانور مؤمن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی وسلوک کرنا لازم ہے۔ ظلم کسی پر جائز نہیں، یہ ہے حضور کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی شان۔

(اچھے طریقے سے) یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء نہ کاٹو مثلہ نہ کرو پتھر کی چھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔

(اچھی طرح ذبح کرو) اس بھلائی کی کئی صورتیں ہیں: مثلاً جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے، مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ

تمام باتیں ظلم و زیادتی ہیں۔

(اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے) تیز چھری سے ذبح کر دینے میں راحت ہے، کھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے اس سے بچے، پوری گردن نہ کاٹ دے صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۶۸)

مؤمنوں پر تین احسان کرو!

حضرت سیّدنا یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: تم سے مؤمنوں کو اگر تین فوائد حاصل ہوں تو تم مُحسنین (یعنی احسان کرنے والوں) میں شمار کئے جاؤ گے (۱) اگر انہیں نفع نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی نہ پہنچاؤ (۲) انہیں خوش نہیں کر سکتے تو رنجیدہ بھی نہ کرو (۳) ان کی تعریف نہیں کر سکتے تو برائی بھی مت کرو۔ (تنبیہ الغافلین ص ۸۸)

(644) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا، كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ. وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ، فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کام کو اختیار کرتے اگر وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو سب لوگوں سے زیادہ اس کام سے دور ہوتے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہ لیا لیکن اگر اللہ کی حرمت والے کام کی بے حرمتی ہوتی، تو آپ اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کم التعزیر والادب، ج۴، ص۱۶۷، رقم: ۶۸۵۳، صحیح مسلم، باب مباعدته صلی اللہ علیه وسلم للآثام واختیاره من المباح، ج۴، ص۸۰، رقم: ۶۱۱۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی اللہ عنها، ج۹، ص۳۱، رقم: ۲۴۰۸۰، موطا امام مالك، باب ما جاء فی حسن الخلق، ج۲، ص۴۲۲، رقم: ۲۲۵۱، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب لم یکن له اذا سمع المنکر ترك المنکر، ج۷، ص۱۳، رقم: ۱۳۲۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ آسان کام کو اختیار کرتے) ظاہر یہ ہے کہ اختیار دینے والا اللہ تعالیٰ ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ حضور انور کو دو کاموں کا اختیار دیتا تو آپ آسان کام اختیار فرماتے تاکہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اختیار دینے والے یا کفار ہوتے یا مسلمان کہ اگر یہ لوگ دو باتیں حضور پر پیش کرتے تو آپ آسان اختیار فرماتے جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا مشورہ دیا گیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا بھی، تو حضور انور نے حضور ابوبکر صدیق کا مشورہ فدیہ قبول فرمایا یہ ہے آسان کو اختیار فرمانا، پھر رب تعالیٰ نے اس فدیہ لے کر چھوڑنے کو قانون بنا دیا کہ فرمایا: فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً۔ اس کی مفصل بحث ہماری تفسیر میں دیکھو۔

(توسب لوگوں سے زیادہ اس کام سے دور ہوتے) اگر اختیار دینے والا رب تعالیٰ ہے تو گناہ سے مراد ہے کسی جائز کام کا گناہ کا ذریعہ بننا ایسے کام سے حضور دور رہتے جیسے رب نے حضور کو اختیار دیا کہ یا آپ شاہانہ زندگی اختیار فرمائیں خزانے آپ کے ساتھ رہیں یا آپ سادہ زندگی قبول فرماویں، چونکہ شاہانہ زندگی دنیا میں مشغولیت نیکیوں میں کمی کا ذریعہ بن سکتی تھی اس لیے حضور انور نے سادہ زندگی اختیار فرمائی۔ شعر

عجز اللہ رہے تمہارا کہ شہ کل ہو کر زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

(آپ اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے) یعنی حضور انور نے اپنی ذات کے لیے کسی موذی سے بدلہ نہ لیا، جس سے بدلہ لیا دین کی حرمت کے لیے، حضور نے اپنے جن دشمنوں کو قتل کرایا ہے یا قتل کیا ہے وہ بھی درحقیقت دین ہی کے دشمن تھے جیسے عقبہ بن ابی معیط، عبداللہ ابن خطل کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرایا کہ وہ درحقیقت دین کے دشمن تھے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں مالی جرم کا عوض مراد ہے آبرو کے دشمنوں سے بدلہ لیا ہے۔ (مرقات، اشعہ) مگر پہلی بات قوی ہے۔ حضور نے ہندہ وحشی عکرمہ کو معافی دے دی کہ وہ اپنے دشمن تھے مگر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوا دیا کہ اس نے چوری کی تھی قانون اسلامی کا جرم کیا تھا، اس موقع پر کسی کی سفارش قبول نہ فرمائی بلکہ سفارش پر ناراضی فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۷۶)

(645) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ؛ اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؛ تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ، هَيِّنٍ، لَيِّنٍ، سَهْلٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دوں جس پر آگ حرام ہے یہ ہر آدمی پر حرام ہے' جو قرب والا نرم رفتار' نرم گفتار اور نرم کردار ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج ۴ص ۲۵۶، رقم ۲۴۹۶، اتحاف الخیرة المهرة، باب الخصال التی تدخل الجنة وتنجی من النار، ج ۱ص ۱۵۷، رقم: ۱۶۳، المعجم الصغیر، من اسمه احمد، ج ۱ص ۶۷، رقم: ۸۹، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج ۲ص ۲۱۵، رقم: ۴۶۹، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ص ۴۱۵، رقم: ۳۹۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آگ اس پر حرام ہوتی ہے) لازم وملزوم ہیں کہ دوزخ کی آگ پر وہ حرام ہو جائے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے کہ نہ آگ اس تک پہنچے نہ آگ تک وہ پہنچے اور اگر وہ کسی وقت دوزخیوں کو نکالنے کے لیے دوزخ میں جائے تو اس کو آگ کی گرمی نہ پہنچے۔

(نرم گفتار اور نرم کردار ہو) ھین اور لین ی کی شد سے بھی آتا ہے اور ی کے سکون سے بھی دونوں کے معنی ہیں نرم مگر

جب یہ دونوں جمع ہو جاویں تو ایک سے مراد نرم طبیعت ہوتا ہے دوسرے سے مراد نرم زبان۔ سہل کے معنی ہیں کہ یعنی لوگوں کی زیادتیوں سے درگزر کر جانے والا، قریب کے معنی ہیں لوگوں سے نزدیک رہنے والا کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو حاضر ہو جائے اگر لوگ اس سے مستغنی ہوں تو یہ بھی بے نیاز رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج٦ص٩١٠)

بلندترین درجات

جاننا چاہیے! اُخوت دو آدمیوں کے درمیان رابطہ ہوتا ہے جس طرح میاں بیوی کے درمیان عقد نکاح ہے۔ جب بھائی چارہ قائم ہو جائے تو یہ تیرے مال، نفس، زبان اور دل پر کچھ حقوق لازم کرتا ہے کہ تم اسے معاف کرو، اس کے لئے دعا کرو، اخلاص و وفا سے پیش آؤ اور تکلیف و تکلّف کو چھوڑ دو۔

(۱) مال: یہ حق مال کے متعلق ہے اور اس میں سب سے کم مرتبہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے غلام کی طرح سمجھو اور اس کی ضرورت پوری کرنا تمہارا مقصد ہو اور اس میں درمیانہ درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے جیسا سمجھو کیونکہ اخوت شرکت اور مساوات کو لازم کرتی ہے اور اس میں بلند درجہ یہ ہے کہ تو اسے اپنے اوپر ترجیح دے اس طرح کہ تو اپنی حاجت چھوڑ دے تاکہ اس کی حالت درست ہو جائے اور یہ بلندترین درجات میں سے ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ چنانچہ، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ (اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے) دوستی اختیار کرتے ہیں تو ان میں سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی پر زیادہ نرمی کرنے والا ہوتا ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الصحبۃ والمجالسۃ، الحدیث ۵٦۷، ج۱، ص۳۸۸، مفہوماً)

75-بَابُ الْعَفْوِ وَالْإِعْرَاضِ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

درگزر کرنا اور جاہلوں سے اعراض کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الْأَعراف: 199)

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: معاف کرنے کا طریقہ اپنا بھلائی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ) (الحجر: 85)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اچھے طریقہ سے درگزر کر۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ) (النور: 22)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ان کو چاہیے کہ معاف کریں اور اعراض کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمادے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) (آل عمران: 134)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالٰی بھلائی کرنے والوں کو

پسند کرتا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ﴾ (الشورٰی: 43)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ضرور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یقینا یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ.

اس باب میں آیات بکثرت معلوم ومشہور ہیں۔

(646) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ أَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: "لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِيْ إِلٰى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ، وَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِيْ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ-عَلَيْهِ السَّلَامُ-، فَنَادَانِيْ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ. فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبِّيْ إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِيْ بِأَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ". فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَلْ أَرْجُوْ أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ پر احد سے زیادہ سخت دن کوئی آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے تیری قوم سے مصائب وتکالیف اٹھائی ہیں۔ سب سے زیادہ پر مشقت عقبہ کا دن تھا۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا اس نے میری بات کو قبول نہ کیا میں غمزدہ ہو کر اپنے چہرہ کے رخ پر چل پڑا۔ مجھے قرن الثعالب پہنچنے سے پہلے افاقہ نہ ہوا (جب افاقہ ہوا) تو میں نے سر اٹھایا میں نے اپنے اوپر ایک بادل کو سایہ کرنے والا پایا میں نے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے پکارا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے۔ اور جس طرح انہوں نے انکار کیا ہے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے۔ آپ اس کو جو چاہیں ان کے بارے حکم فرمائیں۔ تو مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا اس نے سلام عرض کیا: پھر کہا: اے محمد (ﷺ)! یقینا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ مجھے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں حکم فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر پہاڑوں کو ملا دوں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لیکن مجھے امید ہے کہ

اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا' جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (متفق علیہ)

"اَلْاَخْشَبَانِ": اَلْجَبَلَانِ الْمُحِيطَانِ بِمَكَّةَ. وَالْاَخْشَبُ: هُوَ الْجَبَلُ الْغَلِيظُ.

اَلْاَخْشَبَانِ: مکہ کے گرد احاطہ کرنے والے دو پہاڑ۔ اَلْاَخْشَبُ: سخت اور بڑے پہاڑ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ذکر الملائکۃ، ج۲ص۳۸۶، رقم: ۳۲۳۱ صحیح مسلم، باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المشرکین والمنافقین، ج۳ص۱۴۲۰، رقم: ۱۷۹۵ اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر قرن الثعالب وما جاء فیہ، ج۴ص۱۲۶، رقم: ۲۴۵۵ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مقدام، ج۸ص۳۷۰، رقم: ۸۹۰۲ صحیح ابن حبان، کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۴ص۵۱۹، رقم: ۶۵۶۱)

شرح حدیث: بیعت عقبہ اولیٰ

سن 12 نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ احکامِ اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل پسیج گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادتِ ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ اوس بھی دامنِ اسلام میں آ گیا۔

اسی سال بقولِ مشہور ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحالت بیداری معراجِ جسمانی ہوئی۔ اور اسی سفرِ معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ معجزات کے باب میں آئے گا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعب بن عمیر، ص ۱۷۱۔ ۱۷۴)

بیعت عقبہ ثانیہ

اس کے ایک سال بعد سن 13 نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کردیں گے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ اُن کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طیش میں آکر کہنے لگے کہ ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عیہ وسلم ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہوجانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ چلے جائیں۔ یہ سنکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ تمہارا خون میرا خون ہے اور یقین کرو میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، العقبۃ الاولٰی ومصعب بن عمیر، ص۱۷۵،۱۷۶ و شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ ... الخ، ج ۲، ص۸۵۔۸۸ ملتقطاً)

جب انصار یہ بیعت کر رہے تھے تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا حضرت عباس بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے؟ کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ انصار نے طیش میں آکر نہایت ہی پرجوش لہجے میں کہا کہ ہاں! ہاں! ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہوجانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلۂ اوس کے تھے جن کے مبارک نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۲) حضرت سعد بن ربیع (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۴) حضرت رافع بن مالک (۵) حضرت براء بن معرور (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو (۷) حضرت سعد بن عبادہ (۸) حضرت منذر بن عمر (۹) حضرت عبادہ بن ثابت۔ یہ نو آدمی قبیلہ خزرج کے ہیں۔ (۱۰) حضرت اُسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔ یہ تین شخص قبیلہ اوس کے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، اسماء النقباء الاثنی عشر۔۔۔ الخ، ص ۱۷۷، ۱۷۸ و شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر عرض المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۸۰، ۸۷)

اس کے بعد یہ تمام حضرات اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ان لوگوں نے ڈانٹ کر مدینہ والوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بیعت کی ہے؟ انصار کے کچھ ساتھیوں نے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ یہ سن کر قریش واپس چلے گئے مگر جب تفتیش و تحقیقات کے بعد کچھ انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے تعاقب کیا مگر قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکڑ سکے۔ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا مگر جب جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کو پتہ چلا تو ان دونوں نے قریش کو سمجھایا کہ خدا کے لئے سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فوراً چھوڑ دو ورنہ تمہاری ملک شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ یہ سن کر قریش نے حضرت سعد بن عبادہ کو قید سے رہا کر دیا اور وہ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، اسماء النقباء الاثنی عشر۔۔۔ الخ، ص ۱۷۸۔۱۷۹)

(647) وَعَنْهَا، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَاَةً وَّلَا خَادِمًا، إِلَّا أَنْ يُّجَاهِدَ فِي سَبِيْلِ اللهِ، وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ، إِلَّا أَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللهِ تَعَالٰى، فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کسی کو کبھی نہیں مارا کسی عورت کو یا خادم کو بھی نہیں لیکن اللہ کی راہ میں جہاد کے دوران (یہ الگ بات ہے) اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کو تکلیف پہنچائی گئی ہو تو آپ نے اس کا بدلہ لیا ہو۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی پامالی ہو اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للاثام واختیارہ من المباح، ج، ص ۸۰، رقم: ۶۱۹۵، السنن الکبری للبیھقی، باب ما امرہ اللہ تعالی بہ من ان یدفع بالتی ھی احسن، ج، ص ۲۵، رقم ۱۳۶۹۳، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، ج ۵، ص ۳۲، رقم: ۵۲۲۸، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۶، ص ۳۱، رقم: ۲۴۰۸۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کسی کو کبھی نہیں مارا) یہاں شیئاً سے مراد آدمی ہے یعنی حضور نے کسی آدمی کو کبھی نہ مارا اونٹ گھوڑے کو بارہا مارا ہے، ایک بار بچھو بھی مارا ہے، سانپ کے مارنے کا حکم دیا ہے۔

(کسی عورت کو یا خادم کو بھی نہیں) چونکہ انسان کو اپنی بیویوں خادموں سے تعلق بہت رہتا ہے اکثر انہیں مارنا پڑتا ہے

اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ورنہ شیئًا میں یہ بھی داخل تھے کہ یہ بھی آدمی ہی ہیں۔

(اللہ کی راہ میں جہاد کے دوران) حضور انور نے غزوہ احد میں ابی ابن خلف کو اپنے ہاتھ شریف سے قتل کیا۔ (مرقات) صرف یہ ہی ایک کافر حضور کے ہاتھوں سے قتل ہوا ہے۔ یہاں شرعی سزائیں تعزیرات مراد نہیں وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرموں پر جاری فرمائی ہیں، یہ تمام قتل وغیرہ اپنی ذات کے لیے نہ تھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھے اور اگر کوئی شخص قانون اسلامی کی مخالفت کرتا چوری زنا کرتا تو اس کو سزا ضرور دیتے تھے اور اگر کوئی شخص آپ کا کوئی حق مار لیتا تو آپ اسے معاف فرما دیتے تھے اس سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص۹۱۰)

اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام

فتح خیبر کے بعد چند روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن وامان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بدباطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس زہریلے لقمہ سے عمر بھر تالو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہوگئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۲ ملخصاً)

(648) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ اَمْشِي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ. فَاَدْرَكَهُ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيْدَةً. فَنَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ. ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِيْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ. فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ پر موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی۔ آپ کو ایک بدو ملا اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کندھے کے سرے کو دیکھا تو زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر کے کنارے نے اس میں نشان ڈال دیا تھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! میرے لیے اللہ کے اس

فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مال میں سے کچھ حکم فرمائیں جو آپ کے پاس ہے۔ آپ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا پڑے۔ پھر آپ نے اس کے لیے عطیہ کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم، ج۲ص۱۴، رقم: ۳۱۴۹، صحیح مسلم، باب اعطاء من سال بفحش وغلظۃ، ج۳ص۱۰۳، رقم: ۲۴۷۶، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۴ص۱۵۲، رقم: ۱۲۵۸۰، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ذکر اخبار رویت فی شمائلہ واخلاقہ، ج۱ص۲۹۳، رقم: ۲۶۰، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی شیء من اخلاقہ، ج۱۲ص۲۵۸، رقم: ۸۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نجران یمن کی مشہور بستی ہے جہاں کے عیسائی حضور انور سے مناظرہ کرنے آئے تھے، حضور انور نے انہیں مباہلہ کے لیے کہا انہوں نے نہیں کیا۔ بعض کے نزدیک حجاز اور یمن کے درمیان ہے وہاں موٹے اون کی چادریں بہت بنتی تھیں جن کے کنارے بہت زیادہ موٹے ہوتے تھے۔

اس بدوی نے اس طرح حضور انور سے بھیک مانگی وہ آداب تو کیا طریقہ گفتگو سے بھی بے خبر تھا، حضور انور نے اس کی اس بے ادبی پر ناراضی نہ فرمائی خیال فرمایا کہ یہ آداب گفتگو سے واقف نہیں ہے۔ شعر

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں (اعلیٰ حضرت)

(اس میں سے میرے لیے بھی حکم دیجئے) غالباً یہ بدوی نو مسلم تھا جو ابھی دین کے مسائل سے پورا واقف بھی نہ تھا اور بات کرنے کا طریقہ بھی نہ جانتا تھا اور تھا بھی مؤلفۃ القلوب سے جن کو دین پر پختہ کیا جاتا ہے اس لیے حضور انور کو صرف نام شریف سے پکارا اور اس پر کوئی گرفت نہیں فرمائی گئی۔ (مرقات) وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے پاس فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے زکوۃ وصدقات کے مال ہیں میں بھی فقیر ہوں مجھے بھی اس میں سے دیجئے۔

(پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطا کا حکم دیا) یعنی حضور انور اس کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی یہ بات سن کر مسکرائے اور صحابہ کو حکم دیا کہ اسے مال زکوۃ سے کچھ دے دیں۔ اس عطاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کافر یا منافق نہ تھا کہ کفار و منافقین کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حکام بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو چاہیے کہ رعایا کی سختی پر صبر و تحمل سے کام لیا کریں اس صبر کے پھل بہت شیریں ہوتے ہیں۔ شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

(مرآۃ المناجیح، ج۸ ص ۶۲)

(649) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے

وَسَلَّمَ یَحْکِی نَبِیًّا مِّنَ الْأَنْبِیَاءِ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَیْهِمْ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَیَقُوْلُ: "اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ، فَإِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ اس کو اس کی قوم نے خون آلود کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون کو صاف کرتے اور کہتے یا اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے (کہ میں کون ہوں۔) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب اذا عرض الذمی وغیرہ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴ص ۴۱۱، رقم: ۶۹۲۹، صحیح مسلم، باب غزوۃ أحد، ج ۲ص ۲۷۹، رقم: ۱۷۹۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سہل بن سعد الساعدی، ج ۶ص ۱۶۲، رقم: ۵۸۶۲، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۱ص ۲۵۳، رقم: ۹۷۲، اطراف المسند المعتلی لعسقلانی، من اسمہ شقیق بن سلمۃ، ج ۴ص ۱۵۰، رقم: ۵۵۲۲، سنن ابن ماجہ، باب الصبر علی البلاء، ج ۴ص ۳۷۵، رقم: ۴۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ہے تصور رسول حضرات صحابہ کرام حضور کی اداؤں کے تصور میں رہتے تھے!

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا   تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

نبی سے مراد یا نوح علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے بڑی مصیبت اٹھاتے تھے حتی کہ کئی کئی دن بے ہوش رہتے تھے، ہوش آنے پر پھر جاتے تبلیغ فرماتے یا خود حضور کی ذات ہے، یہ واقعہ طائف کی تبلیغ اور احد شریف کے جہاد کا ہے کہ حضور انوران ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے تھے، چہرہ پاک سے خون صاف کرتے جاتے تھے۔ (اشعہ)

تاکہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پڑے یا زمین پر نہ گرے، زمیں پر گرنے سے عذاب الٰہی آجانے کا اندیشہ تھا۔

(میری قوم کو بخش دے) بخش دے کے معنی یہ ہیں کہ تو انہیں ایمان کی توفیق دے عذاب نہ دے، ورنہ کفر کے لیے بخشش کی دعا بحکم قرآن ممنوع ہے۔ نہ جانتے کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں اگر پہچانتے ہوتے تو یہ حرکت نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ جاہل کا گناہ ہلکا ہوتا ہے عالم کے گناہ سے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ص ۱۵۴)

طائف وغیرہ کا سفر

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوسی نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا رُخ کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا بھی سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ طائف میں بڑے بڑے اُمراء اور مالدار لوگ رہتے تھے۔ ان رئیسوں میں عمرو کا خاندان تمام قبائل کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ تین بھائی تھے۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان

تینوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ انتہائی بیہودہ اور گستاخانہ جواب دیا۔ ان بدنصیبوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ طائف کے شریر غنڈوں کو ابھار دیا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برا سلوک کریں۔ چنانچہ لچوں لفنگوں کا یہ شریر گروہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑا اور یہ شرارتوں کے مجسمے آپ پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ آپ کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہان ہو گئے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، وفاۃ خدیجۃ وابی طالب، ج ۲، ص ۵۰، ۵۱)

اور آپ کے موزے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخموں سے بے تاب ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ ظالم انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرتے اور ساتھ ساتھ طعنہ زنی کرتے۔ گالیاں دیتے۔ تالیاں بجاتے۔ ہنسی اڑاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑ دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچاتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی خون میں نہا گئے اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے قابو ہو گئے۔ یہاں تک کہ آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگور کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مکہ کے ایک مشہور کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کو آپ پر رحم آ گیا اور کافر ہونے کے باوجود خاندانی حمیت نے جوش مارا۔ چنانچہ ان دونوں کافروں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے نصرانی غلام عداس کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ بھیجا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر خوشہ کو ہاتھ لگایا تو عداس تعجب سے کہنے لگا کہ اس اطراف کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولا کرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ عداس نے کہا کہ میں شہر نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ وہ بھی میری طرح خدا عزوجل کے پیغمبر تھے۔ یہ سن کر عداس آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً ہی آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(المواھب اللدنیۃ، ھجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۱۳۶، ۱۳۷)

(650) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کو نیچے گرانے والا پہلوان نہیں۔ پہلوان وہ ہے جو سخت غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحذر من الغضب، ج ۴ ص ۱۳۰، رقم: ۶۱۱۴ صحیح مسلم باب فضل من یملك نفسه عند الغضب ج ۲ ص ۳۰، رقم: ۶۸۱۰ الآداب للبیهقی، باب کظم الغیظ وترك الغضب ص ۷۷، رقم: ۱۲۲ سنن الکبری للنسائی باب الشاعر یکثر الوقیعة فی الناس، ج ۲ ص ۸۶، رقم: ۷۱۵۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه ج

۲،ص۲۲۶، رقم: ۲۶۱۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں ہوتا) کیونکہ یہ جسمانی پہلوانی فانی ہے اس کا اعتبار نہیں دو دن کے بخار میں پہلوانی ختم ہوجاتی ہے۔

(اپنے آپ پر قابو رکھے) کیونکہ غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے، اس کا مقابلہ کرنا، اسے پچھاڑ دینا بڑی بہادری کا کام ہے، نیز نفس قوت روحانی سے مغلوب ہوتا ہے اور آدمی قوت جسمانی سے پچھاڑا جاتا ہے، قوت روحانی قوت جسمانی سے اعلیٰ و افضل ہے لہذا اپنے نفس پر قابو پانے والا بڑا بہادر پہلوان ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص۶۲۶)

غصہ کب بُرا کب اچھا ہے؟

غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ غصہ بذات خود نہ اچھا ہے نہ برا۔ درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دار و مدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے۔ اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ اچھا ہے۔ مثلاً کسی بھوک پیاس سے دودھ پیتے بچے کے رونے پر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بچے کا گلا گھونٹ دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی بے محل ہے اس لئے یہ غصہ برا ہے اور اگر کسی ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے وقت دیکھ کر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بندوق چلا کر اس ڈاکو کا خاتمہ کر دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل برمحل ہے۔ لہٰذا یہ غصہ برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ حدیث شریف میں جس غصہ کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی غصہ ہے جو بے محل ہو اور جس کے اثرات برے ہوں۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ غصہ میں رحم کی جگہ بے رحمی اور عدل کی جگہ ظلم، شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر، ہو تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غصہ اچھا ہے؟ یقیناً یہ غصہ برا ہے اور یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے اس سے بچنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم ہے۔

غصہ کا علاج

جب بے محل غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہوجائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اس کو چاہے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے۔ اس لئے کہ بے محل اور مضر غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے اس لئے وضو غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقال عند الغضب، رقم ۴۷۸۴، ج۴، ص۳۲۷)

اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آجائے تو آدمی کو چاہے کہ فوراً بیٹھ جائے تو غصہ اتر جائے گا۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اترے تو لیٹ جائے تا کہ غصہ ختم ہوجائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ذر، رقم ۲۱۴۰۶، ج ۸، ص ۸۰)

76-بَابُ احْتِمَالِ الْاَذٰی

تکالیف برداشت کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) (آل عمران: 134).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور غصہ کو پی جانے والے لوگوں کو معاف کرنے والے اور احسان کرنے والوں سے اللہ محبت فرماتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ) (الشوری: 43)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے صبر کیا اور معاف کیا۔ یقیناً یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔

وَفِي الْبَابِ: اَلْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اس باب میں گزشتہ باب والی احادیث ہیں۔

(651) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِيْ، وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَيَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ ! فَقَالَ: "لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِيْ بَابِ صِلَةِ الْاَرْحَامِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں صلۂ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ اچھائی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی سے پیش آتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تحمل سے پیش آتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر یہی معاملہ رہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ میں راکھ ڈال رہا ہے جب تک اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے خلاف تیرا مددگار رہے گا۔ (مسلم) اور اُس کی شرح صلہ رحمی کے باب میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتہا، ج۸ص۸، رقم: ۶۶۸۹، صحیح ابن حبان، باب صلۃ الرحم وقطیعتہا، ج۲ص۱۹۵، رقم: ۴۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۰۰، رقم: ۹۰۰۹، مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام، ج۳ص۶۷، رقم: ۴۹۲۴، کنز العمال، حرف المیم، ج۱۲ص۱۳۳، رقم: ۶۹۲۴)

شرح حدیث: ان دو پہاڑوں کو ملا دوں؟

اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلَّم! کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر اُحد کے دن سے بھی زیادہ کوئی سخت دن گزرا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک مجھے تمہاری قوم سے، بہت ایذاء پہنچی ہے جب میں نے خود کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا تو اس نے میری دعوت قبول نہ کی لہٰذا میں رنجیدہ چہرہ لئے چل دیا، جب میں قَرْنُ الثَّعَالِبْ (جو ایک جگہ کا نام ہے وہاں) پہنچا تب مجھے افاقہ ہوا، اچانک میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے اسے دیکھا تو اس میں جبریلِ امین (علیہ السلام) نظر آئے انہوں نے مجھے پکار کر عرض کی: اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اپنی قوم سے گفتگو اور ان کا جواب سن کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں مَلَکُ الْجِبَال (یعنی پہاڑوں پر مقرر فرشتے) کو بھیجا ہے تا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اسے اپنی قوم کے بارے میں جو چاہیں حکم ارشاد فرمائیں۔ پھر مَلَکُ الْجِبَال نے مجھے مخاطب کر کے سلام کیا اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! بیشک اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اپنی قوم کو دی گئی دعوت اور ان کے جواب کو بھی سن لیا ہے، میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں، مجھے اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے تا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مجھے اپنی قوم کے بارے میں جو چاہیں حکم ارشاد فرمائیں، اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم چاہیں تو میں ان پر ان دو پہاڑوں کو ملا دوں؟ تو میں نے کہا: مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب مالقی النبی۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۷۹۵، ص ۹۹۸)

77-بَابُ الْغَضَبِ اِذَا انْتُهِكَتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ وَالْاِنْتِصَارِ لِدِيْنِ اللهِ تَعَالٰى

شریعت کی بے حرمتی پر غصہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے انتقام لینا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ) (الحج: 30)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کی تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ) (محمد: 7)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم ثابت کر دے گا۔

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ عَائِشَةَ السَّابِقِ فِيْ بَابِ الْعَفْوِ.

اس باب میں (حضرت) عائشہ صدیقہ والی حدیث باب العفو میں گزر چکی ہے۔

(652) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ

حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا! فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيُوجِزْ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْكَبِيرَ وَالصَّغِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حاضر ہوا کہا کہ میں فلاں کی وجہ سے صبح کی جماعت سے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ لمبی نماز پڑھاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے وعظ کے دوران نبی اکرم ﷺ کو اس قدر غصہ میں کبھی نہ دیکھا۔ جتنا غصہ وعظ کے دوران اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کچھ نفرت پھیلانے والے ہیں۔ تم میں سے جو لوگوں کی جماعت کروائے اسے چاہیے کہ مختصر کرے کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے اور بچے اور کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۷۰۲، صحیح مسلم، باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ فی تمام، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۰۶۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عقبۃ بن عمرو ابومسعود، ج۱۷ص۲۰۶، رقم: ۱۳۲۳۳، المنتقی لابن الجارود، باب تخفیف الصلاۃ بالناس، ص۸۹، رقم: ۳۲۶، سنن الدارمی، باب ما امر الامام من التخفیف فی الصلاۃ، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۲۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بنا پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گنہگار وہ نہیں ہے بلکہ امام، نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے، نہ یہ غیبت ہے اور نہ امام کی سرتابی، نیز حاکم مقتدیوں کے سامنے امام پر سختی بھی کر سکتا ہے اور ملامت بھی، اس میں اس کی اصلاح ہے نہ کہ ذلیل کرنا۔ درازی نماز اگرچہ عبادت ہے مگر جب کہ اس سے کوئی خرابی نہ پیدا ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۵۶)

(653) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهُ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ، أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللّٰهِ!" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے میں نے ڈیوڑھی کو باریک کپڑے سے ڈھانپ دیا تھا۔ اس کپڑے میں تصاویر تھی۔ جب اسے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو اس کو خراب کر دیا اور آپ کے چہرہ انور کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تخلیق میں اس سے مقابلہ کرتے ہیں۔

"اَلسَّهْوَةُ": كَالصُّفَّةِ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ. وَالْقِرَامُ بِكَسْرِ الْقَافِ: سِتْرٌ رَقِيْقٌ، وَ"هَتَكَهُ": أَفْسَدَ الصُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهِ.

اَلسَّهْوَةُ: گھر کے سامنے چبوترہ نما کوئی چیز۔ قِرَامٌ: قاف کی زیر کے ساتھ' باریک پردہ۔ هَتَكَهُ: اس تصویر کو خراب کیا جو اس میں تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما وطی من التصاویر ج۴ص۱۶۸رقم: ۵۹۵۴صحیح مسلم باب لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا صورۃ ج۶ص۱۵۸ رقم: ۵۶۵۰السنن الکبری للبیھقی باب الرخصۃ فیما یوطا من الصور او یقطع رؤسھا ج۷ص۲۶۹ رقم: ۱۴۹۷۶مسند امام احمد حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج۹ص۲۱۹ رقم: ۲۵۸۸۱سنن النسائی باب ذکر اشد الناس عذاباً ج۸ص۲۱۳ رقم: ۵۳۵۶)

شرح حدیث: سامنے سے کھانا اُٹھوا دیا

امیر المؤمنین فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا زمانہ خلافت ہے آپ مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے نماز پڑھ کر تشریف لئے جاتے ہیں۔ایک مسافر نے کھانا مانگا،امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے ہمراہ لے آئے۔ خادم بحکم امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھانا حاضر کرتا ہے۔اتفاقاً کھاتے کھاتے اس کی زبان سے ایک بدمذہبی کا فقرہ نکل جاتا ہے جس پر حضور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً اُس کے سامنے سے کھانا اُٹھوا لیتے ہیں اور خادم کو حکم دیتے ہیں کہ اُسے نکال دے۔(کنز العمال، کتاب العلم، الحدیث ۲۹۳۸۴، ج۱۰، ص۱۱۷)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دین کے لئے غصہ میری اُمت کے بہترین اور نیک لوگوں ہی کو آتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب حرف الحاء، الحدیث: ۵۸۰۰، ج۳، ص۵۵)

(654) وَعَنْهَا: أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ، فَقَالُوْا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا: مَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللهِ تَعَالَى؟!" ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ. ثُمَّ قَالَ: "إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ

انہی سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملہ نے پریشانی میں ڈال دیا جس نے چوری کی تھی' تو انہوں نے کہا اس عورت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس کی جرأت رسول اللہ ﷺ کے محبوب اسامہ بن زید ہی کو ہو سکتی ہے' تو حضرت اُسامہ نے اس سلسلہ میں آپ سے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا' تو اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کرتا ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ آپ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: تم

اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ، لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی سردار چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اور اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرلیتی' تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کراهیة الشفاعة فی الحد، ج۴ص۱۱۰، رقم: ۶۷۸۸، صحیح مسلم، باب قطع السارق الشریف وغیره والنهی عن الشفاعة فی الحدود، ج۵ص۱۱۷، رقم: ۴۵۰۵، السنن الصغری للبیهقی، باب ما لا قطع فیه، ج۳ص۱، رقم: ۳۲۰۱، سنن ابوداؤد، باب فی الحد یشفع فیه، ج۴ص۲۲۰، رقم: ۴۳۷۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة ان یشفع فی الحدود، ج۳ص۷۷، رقم: ۱۴۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابوجہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابوسلمٰی کی بھتیجی، بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں اور یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہٰذا اس پر جرمانہ وغیرہ کر دیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر سفارش کی کہ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے۔ غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔

(کیا تم اللہ تعالٰی کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو) یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل مند ایسی سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا لہٰذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کر سکتا ہے اور مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کر سکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا۔

(اس وجہ سے ہلاک کیے گئے) اھل یا معروف ہے تو اس کا فاعل انھم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بدنظمی ہے۔

(جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے) یعنی یہود و نصارٰی میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لیے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کر دیں۔ ملکی انتظام

صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ" یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ در پیش تھا اس لیے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہ ہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری وغیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالٰی ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔

بصری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے بمعنی برکت اور یہاں اقسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی بمعنی قسم بہر حال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔

سبحان اللہ! یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا ورنہ مراد ساری اولاد ازواج وعزیز واقارب ہیں صلوۃ اللہ وسلامہ علی ابیہا وبعلہا وعلیہا وابنہا۔ اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم وتالی ناممکن ہیں جیسے اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔

اس عورت کی پہچان کرانے کے لیے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لیے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایک بار چوری کر لی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحٰق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر۔ واللہ اعلم! مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریحی ذکر ہے۔ (اشعہ و مرقات)

فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریۃ کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی تھی۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جب کہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کرا دینے میں حرج نہیں۔ (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے، زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کر کے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۱۵)

(655) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُؤِيَ فِي وَجْهِهٖ: فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهٖ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی دیوار میں تھوک لگا ہوا دیکھا تو آپ پر یہ ناگوار گزرا حتیٰ کہ آثار ناراضگی آپ کے چہرہ پر ظاہر

فَقَالَ: "اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ، وَاِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ" ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ: "اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ہو گئے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ دیا۔ پھر فرمایا تم میں سے کوئی جب نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے سرگوشی کرتا ہے۔ اور بے شک اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔ تو کوئی اپنے سامنے ہرگز نہ تھوکے لیکن اپنی بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکے پھر آپ نے چادر کے گوشے کو پکڑ کر اس میں تھوکا پھر اس کے بعض کو دوسرے بعض پر مل دیا پھر فرمایا یا اس طرح کرے۔ (متفق علیہ)

وَالْاَمْرُ بِالْبُصَاقِ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ هُوَ فِيْمَا اِذَا كَانَ فِيْ غَيْرِ الْمَسْجِدِ فَاَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ اِلَّا فِيْ ثَوْبِهٖ۔

بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنے والا حکم اس صورت میں ہے جب مسجد میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ بہرحال جب مسجد میں ہو تو صرف اپنے کپڑے میں ہی تھوکے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حك البزاق باليد في المسجد، ج۱ص۱۵۹، رقم: ۴۰۵، صحیح مسلم، باب النهی عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها، ج۲ص۷۶، رقم: ۱۲۵۸، السنن الکبری للبیهقی، باب من بزق وهو يصلی، ج۲ص۲۹۲ رقم: ۳۶۲۸، المستدرك للحاكم، باب التامين، ج۱ص۳۲۱، رقم: ۸۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قبلہ کی دیوار میں۔ اس سے محراب مراد نہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسجدوں میں محرابیں نہ تھیں، محراب حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی بدعت ہے جبکہ ولید ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے۔ جہاں اب محراب النبی بنی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ تھی۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسجد میں گندگی ڈالنا نبی کریم کی ناراضی کا باعث ہے۔ ۲ دوسرے یہ کہ مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا حضور کی سنت ہے اسی لیے ل علماء مشائخ بلکہ اسلامی بادشاہ بھی اپنے ہاتھ سے بھی مسجد صاف کرتے تھے۔

(بے شک اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے) یعنی اس کی رحمت خاص سامنے ہوتی ہے، نیز کعبہ بھی سامنے ہے۔ بعض لوگ نماز کے علاوہ بھی کعبہ کی طرف تھوکنے کو منع کرتے تھے۔

(پاؤں کے نیچے تھوکے) یہ بھی وہاں جہاں مسجد کا فرش کچا یا بجری ہو جس سے تھوک کو دبایا جاسکے، پکے فرش میں قطعًا

منع کہ اس میں مسجد کی گندگی ہے، ایسے موقع کے لیے اگلی ہدایت آرہی ہے۔
(فرمایا یا اس طرح کرے) یہ عمل مسجد کے پکے فرشوں اور قیمتی مصلوں پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چادر اوڑھے رہنا حضور کی سنت ہے اور نماز میں اتنا تھوڑا عمل ضرورۃً جائز ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۴۰۳)

78-بَابُ اَمْرِ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ بِالرِّفْقِ بِرَعَايَاهُمْ وَنَصِيْحَتِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالنَّهْيِ عَنْ غِشِّهِمْ وَالتَّشْدِيْدِ عَلَيْهِمْ وَاِهْمَالِ مَصَالِحِهِمْ وَالْغَفْلَةِ عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَائِجِهِمْ

حکام کو رعایا پر نرمی کرنے ان کی خیر خواہی چاہنے اور ان پر شفقت کرنے کا حکم اور ان کو دھوکہ دینے اور ان پر سختی کرنے اور ان کی ضروریات اور حاجات کا خیال نہ کرنے کی ممانعت کا حکم

قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) (الشعراء: 215).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنا پہلو ایمان دار پیروی کرنے والوں کے لیے جھکا دو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالىٰ: (اِنَّ اللهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ) (النحل: 90)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی برائی اور سرکشی سے روکتا ہے۔ تم کو اس کی نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(656) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ: الْاِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں ہر کوئی حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ حکمران نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے سوال ہوگا۔ آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر پر نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگران ہے۔ اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق

پوچھا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ج ۱ص۳۰۴، رقم: ۸۹۳، صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر، ج ۲ص۷۰، رقم: ۱۸۲۹، سنن ابوداؤد، باب ما یلزم الامام من حق الرعیۃ، ج ۳ص۱۱۹ رقم: ۲۹۲۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الامام، ج ۳ص۲۰۸، رقم: ۱۷۰۵، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ، ج ۱۰ص۳۴۲ رقم: ۴۴۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے ماتحت چرنیوالوں کے متعلق سوال ہوگا) یعنی یہ نہ سمجھو کہ صرف بادشاہ سے ہی اس کی رعایا کا سوال ہوگا ہم آزاد رہیں گے نہیں بلکہ ہر شخص سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے ان کے دینی و دنیاوی حقوق ادا کیے یا نہیں۔ راعی کے لغوی معنے ہیں چرواہا، اصطلاح میں ہر محافظ اور حاکم کو راعی کہہ دیتے ہیں کہ جیسے چرواہا ساری بکریوں کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ اگر ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو بکری والا اس سے مطالبہ کرتا ہے ایسے ہی رب تعالٰی اس سے ماتحت بندوں کے متعلق سوال فرمائے گا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا مثلاً والد سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنی بیوی بچوں کو رزق کیوں نہ پہنچایا، یہ بھی سوال ہوگا کہ انہیں نیک کیوں نہ بنایا چونکہ سلطان کی حکومت وسیع ہے اس لیے اسکا حساب بھی وسیع ہوگا۔ وزیر کے معنے ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزر بوجھ کو کہتے ہیں، چونکہ اس پر تمام سلطنت کا بوجھ ہوتا ہے اس لیے اسے وزیر کہا جاتا ہے اسی لیے متقی لوگ حکومت، قضا اور سلطنت قبول نہ کرتے تھے۔

یعنی مرد سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنی بیوی بچوں کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں، جن کا خرچہ تیرے ذمہ تھا انہیں خرچ دیا یا نہیں اور جن کی تعلیم تجھ پر لازم تھی انہیں تعلیم دی یا نہیں اور عورت سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنے خاوند کی خدمت کی یا نہیں، خاوند کے مال اور اولاد کی خیر خواہی کی یا نہیں، بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اس لیے ماں پر لازم ہے کہ انکی پرورش اور تربیت اچھی کرے، ماں فاطمہ زہرا جیسی پرہیزگار بنے تاکہ اس کی اولاد حسین جیسی ہونہار ہو اسی لیے اچھی لڑکیوں سے نکاح کرنا اچھا ہے کہ زمین اچھی ہو تو پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے۔ شعر

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں   معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

بتولے باش و پنہاں شو ازیں   عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

کہ تو نے مولیٰ کے مال میں خیانت تو نہیں کی اور اس کی خیر خواہی کی یا نہیں۔

یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ہر شخص خود اپنے نفس اور اپنے اعضاء کا راعی و ذمہ دار ہے کہ اس سے اپنے اوقات، اپنے حالات، اپنے خیالات، آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہوگا کہ کہاں استعمال کیے، رب تعالٰی فرماتا ہے: مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے اس کی بھی نگرانی ہوتی ہے۔ شعر

عقل و ہوش و گوش نعمہائے عرش   خرچ کردی وچہ آوردی زفرش

غرضکہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کو متعلق پُرسش ہوگی، اللہ تعالیٰ ہی ہم گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے پردے رکھے لغزشیں معاف کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ص ۲۰۳ ۷)

حُسنِ سلوک

مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ، اولاد، غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے ان کو کھانا کھلانا، کپڑے مہیا کرنا اور دینی (فرض) اُمور کی تعلیم دینا بھی اس پر لازم ہے اور یہ سب حلال طریقہ سے کرے اور اس کے لئے ان معاملات میں کسی بھی وجہ سے کوتاہی جائز نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اُس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (پ28، تحریم:6)

(اس آیتِ کریمہ میں) اللہ عزوجل نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچائے اور اپنے گھر والوں کو بھی اسی طرح اس سے بچائے جس طرح اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروزِ قیامت ہر حاکم سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اُس سے اُن کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے مال میں حاکم ہے اس سے اس کے متعلق باز پُرس ہوگی۔

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مرد اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہ ہوگا کہ وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں سے لاعلم رہا تھا۔

مروی ہے کہ مرد سے تعلق رکھنے والوں میں پہلے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ہے، یہ سب (یعنی بیوی، بچے قیامت میں) اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اس شخص سے ہمارا حق لے کر دے، کیونکہ اس نے کبھی ہمیں دینی اُمور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہ تھا پھر اس شخص کو حرام کمانے پر اس قدر مارا جائے گا کہ اس کا گوشت جھڑ جائے گا پھر اس کو میزان کے پاس لایا جائے گا، فرشتے پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں لائیں گے تو اس کے عیال میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر کہے گا: میری نیکیاں کم ہیں۔ تو وہ اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا، پھر دوسرا آکر کہے گا: تُو نے مجھے سود کھلایا تھا۔ اور اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا اس طرح اس کے گھر والے اس کی سب نیکیاں لے جائیں گے اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف حسرت ویاس سے دیکھ کر کہے گا: اب میری گردن

پروہ گناہ ومظالم رہ گئے جو میں نے تمہارے لئے کئے تھے۔

(اس وقت) فرشتے کہیں گے: یہ وہ (بدنصیب) شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے گھر والے لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔

پس مرد پر واجب ہے کہ وہ حرام سے بچے اور اپنے گھر والوں سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے۔

(قُرّۃُ العُیُون ومُفَرِّحُ القَلْبِ المَحْزُون ص ۸۷)

(657) وَعَنْ أَبِي يعلى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابویعلی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو اللہ تعالیٰ رعایا کا نگہبان بنا دے پھر وہ اپنی رعایا کو دھوکہ دینے کی حالت میں مر جائے تو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ: "فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهِ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ".

ایک اور روایت میں ہے پھر ان کی پوری خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو کو بھی نہ سونگھے گا۔

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَا مِنْ أَمِيرٍ يلي أمور الْمُسْلِمِيْنَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ لَهُمْ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ".

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو امیر مسلمانوں کے معاملات کا والی بنے پھر ان کے لیے کوشش نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے تو ان کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من استرعی رعیة فلم ینصح، ج۴ص۴۲ رقم: ۷۱۵۱، صحیح مسلم، باب استحقاق الوالی الغاش لرعیته النار، ج۱ص۸۷ رقم: ۳۸۰، السنن الکبری للبیہقی، باب ما علی الوالی من امر الجیش، ج۹ص۴۱ رقم: ۱۸۳۵۹، سنن الدارمی، باب فی العدل بین الرعیة، ج۲ص۳۱۶ رقم: ۲۷۹۶، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج۱۰ص۳۴۶ رقم: ۴۴۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معقل میم کے فتحہ اور عین کے کسرہ سے، آپ شجرہ والے صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی تھی، بصرہ میں قیام رہا، خواجہ حسن بصری آپ کے شاگرد ہیں۔ (اشعہ) امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

یہاں والی سے عام والی مراد ہے سلطان ہو یا حاکم، استاذ ہو یا ماں باپ، مسلمان رعایا کا ذکر اتفاقی ہے ورنہ اپنے ماتحت کفار رعایا اور کفار نوکر چاکروں کا بھی حساب ہوگا کہ ان کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں۔

غاش بنا ہے غش سے بمعنی ملاوٹ وکھوٹ، یہاں غاش سے مراد ہے ان کے حقوق نہ ادا کرنے والا اور یا ان پر حق سے زیادہ بوجھ ڈالنے والا۔ (مرقات) اس میں بھاری ٹیکس وغیرہ سب داخل ہیں۔

(تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے) لہٰذا وہ نجات پانے والے مؤمنوں کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا اور اگر ان جرموں کو حلال جانتا تھا تو کبھی جنت میں نہ جائے گا یا ایسے ظالم کے متعلق اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ خراب ہو اور وہ دائمی دوزخی بن جائے، یہاں موت کا ذکر فرما کر یہ بتایا کہ مرتے دم تک توبہ کا اسے موقعہ ہے مگر جیسی خیانت ویسی توبہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۵۸۶)

(658) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا: "اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! جو کوئی میری اُمت کی حکومت کے کسی کام کا ذمہ دار بنے پھر ان پر سختی کرے تو اس پر سختی کر اور جو میری اُمت کی حکومت کے کسی کام کا ذمہ دار بنے پھر ان پر نرمی کرے تو اس کے ساتھ نرمی فرما۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر، ج۱ص۱۰، رقم: ۱۸۲۸، السنن الکبری للبیہقی، باب القاضی لا یعمر الخصمین، ج۱۰ص۱۳۶، رقم: ۲۰۸۰۰، صحیح ابن حبان، باب الرفق، ج۲ص۳۱۲ رقم: ۵۵۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۴۹، رقم: ۲۴۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ اس آقائے دو جہاں کی بددعا ہے جو رحمۃ اللعالمین ہیں، امت پر ظلم سے قلب پاک کو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔ ظالم حاکم کی دنیا بھی برباد آخرت بھی خراب ہے، یہ بددعا دونوں مشقتوں کو شامل ہے۔ شعر

چنداشت ستم گر کہ ستم بر ما کرد بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

یہ دعا بھی بہت شاندار ہے رحمدل حاکم کو دین و دنیا میں کامیابی کی دعا ہے۔ حکام وسلاطین کو چاہیے کہ اپنے پیارے نبی کی دعا لیں۔ شعر

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۵۸۹)

ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف میں فرماتے ہیں:

رعایا کے آداب

(حاکم کو چاہیے کہ) نرمی کی عادت اپنائے، ملامت نہ کرے، کسی بھی کام کا حکم دینے سے پہلے اس میں خوب غور وفکر کرلے، خاص لوگوں پر بڑائی نہ چاہے، ان سے مؤاخذہ بھی نہ کرے، نرم طبیعت اپناتے ہوئے عام لوگوں کے ساتھ محبت والفت سے پیش آئے، رعایا کے معاملات کی خبر رکھے، اہلِ علم کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے، اہلِ علم، دوستوں اور رشتے داروں پر وسعت وکشادگی کرے، اگر کسی سے کوئی جرم ہو جائے تو اس سے نرمی کرے اور رعایا کے معاملات کی حفاظت ونگرانی کرے۔ (الادب فی الدین ص ۵۴)

(659) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَاِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُوْنُ بَعْدِيْ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ"، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: "اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، ثُمَّ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، وَاسْاَلُوا اللهَ الَّذِيْ لَكُمْ، فَاِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء فرماتے جب بھی ایک نبی فوت ہوتا تو اس کے پیچھے اور نبی ہوتا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے جو بکثرت ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا' یارسول اللہ! پھر ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا: جس سے پہلے بیعت' کی اس کی بیعت پوری کرو پھر باقی میں سے پہلے کی پھر تم انہیں ان کا حق دو اور جو تمہارے لیے ہے اس کا سوال تم اللہ سے کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعایا کے بارے سوال فرمانے والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ج۲ص۴۶۹، رقم: ۳۴۵۵، صحیح مسلم، باب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول، ج۲ص۱۰۷، رقم: ۴۸۷۹، سنن ابن ماجہ، باب الوفاء، ج۳ص۴۰۸، رقم: ۲۸۷۱، صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، ج۱۴ص۱۳۲، رقم: ۶۲۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب لا یصلح امامان فی عصر واحد، ج۸ص۱۴۴، رقم: ۱۶۵۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سیاسی انتظام انبیاء کرام کرتے تھے) تسوس بنا ہے سیاست سے بمعنی ملکی وقومی انتظام جس میں دینی انتظام بھی داخل ہے یعنی بنی اسرائیل میں خود حضرات انبیاء کرام سارے قومی ملکی ملی دینی انتظام فرمایا کرتے تھے، ان کے جانشین امراء وخلفاء نہ ہوتے تھے بلکہ حضرات انبیاء کے خلفاء خود انبیاء ہوتے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون سے فرمایا تھا اخلفنی من بعدی۔

(دوسرے نبی ان کے پیچھے تشریف لاتے) اس سے معلوم ہوا کہ خلافت اسلامیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے شروع ہوئی، اسلامی سلاطین کی بیعت اور حضرات مشائخ کرام کی مریدی اسلام کی خصوصیات سے ہے، پہلے شریعت و ملک کی حفاظت حضرات انبیاء کرام سے ہوتی تھی۔

(میرے بعد کوئی نبی نہیں) یعنی نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہے جو میری موجودگی میں میرا خلیفہ ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ روز کے لیے عارضی خلیفہ ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام توریت لینے طور پر تشریف لے گئے اور نہ میرے بعد کوئی نبی ہے جو میرا مستقل خلیفہ ہو لہذا میرے خلفاء میرے دین کے سلاطین ہیں اور باطنی خلفاء حضرات اولیاء وعلماء۔ خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کے بعد نبی نہیں وہ تو پہلے کے نبی ہیں اور اب بشان نبوت تشریف نہ لائیں گے بلکہ حضور کے امتی ہو کر اور خلیفہ امام مہدی ہی ہوں گے۔

یہاں خلفاء سے مراد ظاہری خلفاء ہیں یعنی اسلامی سلاطین و امراء خلفاء، خلافت تو قریش کے ساتھ خاص ہے اور سلطنت عام ہے، خلافت میں حکومت کے ساتھ نیابت مصطفوی بھی ہوتی ہے، سلطنت میں صرف حکومت ہے اسی لیے خلفاء راشدین کے زمانہ میں مشائخ سے بیعت نہ کی جاتی وہ خلفاء راشدین مشائخ بھی تھے انکی بیعت بیعت ارادت بھی ہوتی تھی اور بیعت حکومت بھی۔

(خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے) یعنی اگر بہت سے خلیفہ بن جائیں تو ہم کیا کریں کس کی بیعت کریں۔

(اگلے پھر اگلے کی بیعت پوری کرو) یعنی یکے بعد دیگرے خلفاء کی بیعت کرنا جب پہلا خلیفہ فوت ہو جائے تو اب جو خلیفہ بنے اس کی اطاعت کرو بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہو سکتے، اگر ہوں تو پہلا خلیفہ ہو گا دوسرا باغی۔ چنانچہ خلافت حیدری میں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ باغی، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں خلافت سے دست برداری فرمائی تب وہ سلطان برحق ہوئے۔ خیال رہے کہ بیک زمانہ مختلف ملکوں کے بادشاہ بہت ہو سکتے ہیں مگر تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہی ہو گا۔ آج پاکستان، ترکی، کابل، ایران اور پاکستان کے صدر یا بادشاہ الگ الگ ہیں مگر ان میں خلیفۃ المسلمین کوئی نہیں، امام مہدی تمام مسلمانوں کے خلیفۃ المسلمین ہونگے۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں دو پیروں کا مرید نہیں ہو سکتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۷٦)

(660) وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ، فَقَالَ لَهُ: أَيْ بُنَيَّ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائذ بن عمرو ﷺ سے روایت ہے وہ عبید اللہ بن زیاد پر داخل ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بدترین حکمران رعایا پر ظلم کرنے والے ہیں تو اپنے آپ کو بچا کہ تو ان میں سے ہو۔ (متفق علیہ)

(تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة، ج ص ۱۰۰۰، رقم: ۱۸۳۰، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما علی السلطان من القیام فیما ولی بالقسط والنصح للرعیة، ج ۲ ص ۱۰ رقم: ۱۰۰۸۳، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج ۳ ص ۳۶۸، رقم: ۱۵۱۱، الاموال ابن زنجویہ، باب ما یجب علی الامام من النصیحة لرعیته ج ۱ ص ۸، رقم: ۶، مسند الرویانی، مسند عائذ بن عمرو، ص ۳۴۹ رقم: ۷۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

آپ مدنی ہیں، بیعۃ الرضوان والے صحابہ میں سے ہیں، اواخر عمر میں بصرہ میں قیام فرما رہے، وہاں ہی وفات پائی، خواجہ حسن بصری وغیرہ نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

رعا ورے کے پیش اور عین کے مدسے ہے راعی کی جمع ہے جیسے تاجر کی جمع تجار اور نحوی کی جمع نحاۃ اور رامی کی جمع رمات، حطمہ ح کے پیش اور ط کے فتحہ سے حاطم کی جمع مشتق ہے حاطم سے بمعنی توڑنا، کچل دینا یعنی بدترین سلطان و حکام وہ ہیں جو رعایا کی کمر توڑ دیں، ان پر ٹیکسوں گرانیوں سخت احکام سے رعایا کو پریشان کردیں جیسا کہ آج کل عموماً دیکھا جارہا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۸۸)

گائے پر ٹیکس

حضرتِ سیِّدُنا ہشام بن محمد بن سائب کلبی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ شاہِ فارس (یعنی ایران کا بادشاہ) اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ شکار کے لئے نکلا۔ گھنے جنگل میں اچانک ایک شکار نظر آیا، بادشاہ نے گھوڑا شکار کے پیچھے لگا دیا کافی دور تک پیچھا کرنے کے باوجود بادشاہ اس جانور کا شکار کرنے میں ناکام رہا۔ وہ جانور کے پیچھے اتنی تیزی سے آیا کہ اسے معلوم ہی نہ ہوسکا کہ میں اپنے ہمراہیوں سے بہت دور ویران جنگل میں ایک انجانی جگہ پہنچ چکا ہوں۔ آہستہ آہستہ شام اپنے سائے گہرے کررہی تھی پھر یکایک آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور کچھ ہی دیر بعد موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ بادشاہ کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں ایک سمت چل دیا۔ کچھ دور ایک جھونپڑی نظر آئی جلدی سے وہاں پہنچا تو ایک بوڑھی عورت دروازے پر بیٹھی تھی۔ بادشاہ نے کہا: میں مسافر ہوں، کیا اس اندھیری و طوفانی رات میں مجھے تمہاری جھونپڑی میں پناہ مل سکتی ہے؟ بڑھیا نے کہا: آج رات آپ ہمارے مہمان ہیں، آیئے! اندر تشریف لے آیئے۔

بادشاہ اپنا گھوڑا لے کر بڑھیا کے ساتھ اس کی جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ کچھ ہی دیر بعد بڑھیا کی بیٹی چند گائیں لے کر جھونپڑی میں داخل ہوئی۔ وہ دن بھر اپنے جانوروں کو چراگاہ میں چراتی اور شام کو واپس آجاتی، ساری ہی گائیں بہت فربہ اور دودھ والی تھیں۔ بادشاہ نے جب ایسی موٹی تازی دودھ والی گائیں دیکھیں تو دل میں کہا: ان گایوں پر ضرور کچھ ٹیکس لگایا جانا چاہیے، یہ بہت دودھ والی ہیں، ان کا دودھ دربارِ شاہی میں ضرور پہنچنا چاہیے۔ بادشاہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بڑھیا نے اپنی بیٹی سے کہا: بیٹی! فلاں گائے کا دودھ نکالو۔ جب اس کی بیٹی گائے کے پاس پہنچی تو اسے دودھ سے بالکل خالی پایا،

اس نے پکار کر کہا: اے میری ماں! خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! آج ہمارے بادشاہ نے ہمارے بارے میں کوئی برا فیصلہ کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا: بیٹی کیا ہوا؟ کہا: امی جان! ابھی کچھ دیر قبل جس گائے کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے اب دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ بڑھیا نے کہا: صبر کرو، صبح تک اس معاملے کو چھوڑ دو۔ بادشاہ جو ماں بیٹی کی گفتگو سن رہا تھا اس نے دل میں کہا: اس لڑکی کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے ان کے بارے میں ظالمانہ فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ میں اپنے اس ارادے سے باز آیا اب میں انہیں تنگ نہیں کروں گا، لیکن ان کے بارے میں تحقیق ضرور کروں گا۔

جب صبح ہوئی تو بڑھیا نے کہا: بیٹی! جاؤ دودھ نکالو۔ جب لڑکی، گائے کے پاس گئی تو اسے دودھ والی پایا، اس نے پکار کر کہا: امی جان! بادشاہ نے ہمارے بارے میں جو ناانصافی والی بات سوچی تھی اب اس کے دل سے وہ نکل چکی ہے، ہماری گائے کے تھن اب دودھ سے بھر چکے ہیں۔ پھر اس نے دودھ نکالا اور رکھ دیا۔ اتنی ہی دیر میں بادشاہ کے ساتھی اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں ماں بیٹی کو ہمارے دربار میں لے چلو۔ سپاہی انہیں دربار میں لے گئے۔ بادشاہ نے ان کی خوب خاطر مدارات کی، پھر پوچھا: تم نے کیسے جان لیا کہ بادشاہ نے کسی بری بات کا ارادہ کیا اور پھر اس کے دل سے وہ ارادہ جاتا رہا؟ بڑھیا نے کہا: ہم اس جنگل میں عرصۂ دراز سے سکونت پذیر ہیں، جب بھی دربار شاہی سے کوئی عدل وانصاف والا حکم جاری ہوتا ہے تو ہمارے شہروں، دیہاتوں اور چراگاہوں میں خوشحالی آجاتی اور ہماری زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے۔ لیکن جب کوئی ظالمانہ حکم جاری ہوتا ہے تو تنگدستی اور مفلسی آجاتی ہے اور ہماری اشیاء سے ہمارا نفع منقطع (یعنی ختم) ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم جان لیتے ہیں کہ کس وقت کس طرح کا حکم جاری ہوا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بڑا حیران ہوا پھر ماں بیٹی کو انعام واکرام کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۷۲)

(661) وَعَنْ أَبِي مَرْيَمِ الْأَزْدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ وَّلَّاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ أُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَائِجِ النَّاسِ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت ابومریم ازدی ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ ﷛ سے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کو اللہ نے مسلمانوں کے کاموں میں سے کسی چیز کا والی بنادیا پھر اس نے ان کی ضروریات، حاجات اور محتاجی کے سامنے حجاب ڈال دیا اور علیحدہ ہو رہا (رکاوٹ ڈالی) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ضروریات وحاجات اور غربت کے آگے پردہ ڈال دے گا۔ حضرت معاویہ ﷛ نے یہ سن کر ایک آدمی کو لوگوں کی ضروریات پر مقرر کر دیا۔ اسے امام

ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیة والحجبة عنه، ج۳ص۱۶، رقم:۲۹۵۰، سنن ترمذی باب ما جاء فی امام الرعیة، ج۳ص۶۱۹، رقم:۱۳۳۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب للقاضی من ان یقضی فی موضع بارز للناس، ج۱۰ص۱۰۱، رقم:۲۰۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی دورانِ سلطنت میں گئے یا صرف ملاقات کے لیے اور یہ حدیث تذکرۃً سنادی یا یہ حدیث ہی سنانے کے لیے، پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔

(والی بنادیا یعنی) کہ بادشاہ بنادیا گیا یا حاکم۔ وَلِّی ماضی مجہول ہے لام کے شد سے یا فقط کسرہ سے یعنی باب تفعیل سے یا باب ضرب یضرب سے۔

مظلوم اور ذی الحاجت کے عموم میں ذمی اور مستامن کفار بھی داخل ہیں کیونکہ بادشاہ و حکام پر تمام رعایا کی داد رسی واجب ہے مسلمان ہوں یا کافر۔

دنیا و آخرت میں، اگر لوگ بادشاہ کے محتاج ہیں تو بادشاہ بھی رب تعالٰی کا حاجت مند ہے۔

یعنی جب ایسے بادشاہ کو لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوئی تو اللہ اس پر رحمت کے دروازے بند کرلے گا کہ لوگ اس کی مدد نہ کریں گے۔ اس حدیث کا نظارہ کرنا ہے تو موجودہ زمانہ میں الیکشن کے وقت ووٹ کی بھیک مانگنے کا نظارہ کرو۔

(مِرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۳۶۷)

79-بَابُ الْوَالِی الْعَادِلِ
منصف حکمران

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل: 90) اَلْاٰیَة

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالٰی عدل و احسان کا حکم فرماتا ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضِل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ انصاف تو یہ ہے کہ آدمی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی گواہی دے اور نیکی اور فرائض کا ادا کرنا اور آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ انصاف شرک کا ترک کرنا اور نیکی اللہ کی اس طرح عبادت کرنا گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اگر وہ مومن ہو تو اس کے برکاتِ ایمان کی ترقی تمہیں پسند ہو اور اگر کافر ہو تو تمہیں یہ پسند آئے کہ وہ تمہارا اسلامی بھائی ہو جائے۔ انہیں سے ایک اور روایت ہے جس میں ہے کہ انصاف توحید ہے اور نیکی اخلاص اور ان تمام روایتوں کا طرزِ بیان اگرچہ جُدا جُدا ہے لیکن مآل و مدعا ایک ہی

ہے۔(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَقْسِطُوا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ) (الحجرات: 9).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: انصاف کرو یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(662) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَّشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ عطا فرمائے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا' عادل حکمران' نوجوان عبادت گزار جس کی اللہ کی عبادت میں پرورش ہوئی اور وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لٹکا رہتا ہے اور وہ دو آدمیوں جو اللہ کی محبت میں اکٹھے اور جدا ہوئے ہوں اور وہ آدمی جسے کوئی خاندانی اور حسن و جمال والی عورت دعوت (گناہ) دے اور وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا اور جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑھیں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد ج۱ص۲۳۲ رقم:۶۶۰ صحیح مسلم باب فضل اخفاء الصدقۃ ج۱ص۴۱۲ رقم:۱۰۳۱ الاداب للبیہقی باب من خاف اللہ عزوجل فترک معاصیہ ج۱ص۹۰ رقم:۸۲۴ موطأ امام مالک باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ ص۴۵۲ رقم:۱۷۰۹ صحیح ابن خزیمہ باب فضل انتظار الصلاۃ ج۱ص۱۸۵ رقم:۳۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دن اپنے سایہ میں رکھے گا) یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں یا عرش اعظم کے سایہ میں تاکہ قیامت کی دھوپ سے محفوظ رہیں۔

(عادل بادشاہ) یعنی وہ مؤمن بادشاہ اور حکام جو رعایا میں انصاف کرتے ہیں کیونکہ دنیا ان کے سایہ میں رہتی تھی، لہذا یہ قیامت میں رب تعالیٰ کے سایہ میں رہے گا۔ یہ ان تمام سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے ہوا۔ عادل حکام بھی اس بشارت میں داخل ہیں۔

(وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے) یعنی جوانی میں گناہوں سے بچے اور رب کو یاد رکھے، چونکہ جوانی میں اعضاء قوی اور نفس گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے، اس لئے اس زمانہ کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے ؎

در جوانی توبہ کردن سنت پیغمبری است ۔ وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار

(حتی کہ مسجد میں لوٹ آئے) صوفیاء فرماتے ہیں کہ مؤمن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں۔ اور منافق ایسا جیسے چڑیا پنجرے میں، اسی لئے نماز کے بعد بلا وجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں۔ خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ، اور جب باہر رہو تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں۔

(وہ دو شخص جو اللہ کے لیئے محبت کریں) کہ جس کی محبت سے رب راضی ہو اس سے محبت کریں اور۔ جس کی نفرت سے رب راضی ہو اس سے نفرت کریں، بے دین اور بد عمل اولاد سے نفرت، متقی اجنبی سے محبت عبادت ہے ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ۔ فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

یونہی گہرے دوست کی بدعقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن سے تقوے پر خبردار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے۔

(تو اس کی آنکھیں بہیں) یعنی خوف خدا یا عشق جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے، تنہائی کی قید اس لئے لگائی کہ سب کے سامنے رونے میں ریاء کا اندیشہ ہے۔

(میں اللہ سے ڈرتا ہوں) یعنی خود ایسی عورت اس سے بدفعلی کی خواہش کرے اور یہ اس نازک موقعہ پر محض خوف خدا سے بچ جائے یہ بہت مشکل ہے اسی لئے رب تعالٰی نے یوسف علیہ السلام کے اس فعل شریف کی تعریف قرآن میں فرمائی اللہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ ایسے نازک موقعہ پر عورت سے یہ کہہ دینا ریاء نہیں تبلیغ ہے، یعنی میں رب تعالٰی سے ڈرتا ہوں تو بھی ڈر۔

(داہنا ہاتھ کیا دے رہا ہے) یہاں صدقۂ نفلی مراد ہے صدقۂ فرض اور چندے کے موقعہ پر صدقہ نفل علانیہ دینا مستحب ہے، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ص ۶۶۱)

سات خوش نصیب

مشہور حدیث پاک میں سات ایسے خوش نصیبوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنے عرشِ عظیم کا سایہ عطا فرمائے گا اور انہی سات خوش نصیبوں کا ذکر شیخ ابو شامہ نے بھی اپنے دو اشعار میں کیا ہے۔

طویل عرصہ مشائخ اہل بارے میں بحث وتمحیص کرتے رہے کہ کیا ان سات کے علاوہ کسی آٹھویں شخص کو بھی عرشِ عظیم کا سایہ نصیب ہوگا یا نہیں؟ شیخ الاسلام ابو الفضل امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان سات افراد پر ان لوگوں کا اضافہ فرمایا جن کا ذکر احادیث صحاح میں آیا ہے۔ اور ان کو اپنے دو اشعار میں جمع کر دیا پھر مزید تلاش کی تو اب سات کے بجائے

دُ گنے (یعنی چودہ) ہو گئے۔ اور ان کو چار اشعار میں جمع کیا ہے۔

(حضرت مصنف علامہ سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں) عرش کا سایہ پانے والوں کے بارے میں میرے پاس ان سے بھی زیادہ احادیث ہیں جو کہ دیگر اعمال وخصائل کے بارے میں ہیں، اور ان سب افراد کا ذکر میں نے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ جس میں اس (باب) کے اصول اور بنیادی باتوں کو بیان کیا ہے، صرف ترغیب ہی نہیں دلائی بلکہ تمام احادیث کے ساتھ ان کے تمام شواہد تصریحاً یا اشارتاً ذکر کر دیئے ہیں اور اس کا نام تَمْهِيْدُ الْفَرْشِ فِي الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْشِ (یعنی سایہ عرش کا مستحق بنانے والے اعمال کے لئے راہ کو ہموار کرنا) رکھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ ہی سے بھلائی کی توفیق اور سیدھے راستہ پر چلنے کا سوال کرتا ہوں۔ (تمہید الفرش فی الخصال الموجبۃ لظل العرش ص ۱۷)۔

(663) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ: اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً انصاف کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں نور کے منبروں پر ہوں گے۔ جو لوگ اپنے فیصلوں اپنے گھر والوں اور اپنی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر والحث علی الرفق، ج۲ص۴، رقم: ۳۸۲۵ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل من ابتلی بشیء من الاعمال فقام فیہ بالقسط، ج۱۰ص۸۷، رقم: ۲۰۶۵۶ سنن النسائی، باب فضل الحاکم العادل فی حکمہ، ج۸ص۲۲۱، رقم: ۵۳۷۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۰، رقم: ۶۴۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(انصاف کرنے والے) مقسط باب افعال کا اسم فاعل ہے، اس کا مادہ قسط ہے بمعنی حصہ مگر اس میں لطف یہ ہے کہ مجرد کا اسم فاعل قاسط بمعنی ظالم آتا ہے یعنی دوسروں کا حصہ ظلماً لے لینے والا اور باب افعال کا اسم فاعل بمعنی عادل آتا ہے یعنی لوگوں کو انکا حصہ دینے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا بعض شارحین نے فرمایا کہ قسط بمعنی ظلم ہے باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے لہذا اقساط کے معنے دفع ظلم مقسط بمعنی دفع ظلم کرنے والا یعنی عادل یا قاسط بنا قسوط بمعنی ظلم سے اور مقسط بنا ہے بمعنی انصاف سے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ غرضکہ اس کلمہ میں عجیب خوبی ہے۔

(نور کے منبروں پر ہوں گے) منابر جمع ہے منبر کی اور منبر اسم آلہ یا ظرف ہے نبر مصدر کا بمعنی اٹھانا اور چڑھانا، منبر چڑھانے اٹھانے کا آلہ یا اس کی جگہ۔ محشر میں مؤمنوں کے مقامات مختلف ہوں گے کوئی مشک کے ٹیلوں پر کوئی نور کے منبروں پر۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں منبر اپنے حقیقی معنے میں ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔

داہنا فرمانا صرف سمجھانے کے لیے ہے، بادشاہوں کے ہاں جسے عزت دیتے ہیں اسے سلطان کی داہنی طرف جگہ دیتے ہیں، قرب وعزت کے بیان کے لیے یمین فرمایا گیا اور ظاہری معنے سے براءت کے لیے ارشاد ہوا کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف یمین کی نسبت تو کی جاتی ہے مگر شمال میں بائیں کی نسبت نہیں کی جاتی کہ یمین بنا ہے یمن سے بمعنی برکت، شمال کی نسبت رب کی طرف بے ادبی ہے۔ (از مرقات)

(اپنی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں) حکمھم سے مراد ہے سلطنت وحکومت وقضاء جس کا تعلق عام رعایا سے ہے اور اھلھم سے مراد اپنے بال بچے نوکر چاکر ہیں جن کا تعلق گھر سے ہے اور ما ولوا سے مراد وہ یتیم بیوگان وغیرہ ہیں جن کی پرورش اس کے ذمہ آن پڑی ہے۔ غرضکہ سیاست مدنی اور تدبیر منزل سب میں عدل وانصاف کرتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ ماولوا میں خود اپنی ذات بھی داخل ہے یعنی اپنے متعلق بھی انصاف سے کام لیتے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی امت کی تین قسمیں فرمائیں: ظالم، مقتصد اور سابق، سابق وہ ہے جو اپنے اندر عدل و احسان دونوں جمع کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۹۰)

(664) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ، وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ. وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ، وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ!". قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ؟ قَالَ: "لَا، مَا أَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ. لَا، مَا أَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تمہارے اچھے حکمران وہ ہیں، جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لیے دعائے رحمت اور وہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور تمہارے برے حکمران وہ ہیں، جن سے تم بغض کرو اور وہ تم سے بغض کریں۔ تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا ہم ان کی بیعت توڑ نہ دیں۔ فرمایا: نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں، "نہیں" جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ": تَدْعُوْنَ لَهُمْ.

تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ: تم ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب خیار الائمۃ وشرارھم ج۶ص۲۴ رقم: ۴۹۱۰ السنن الکبرٰی للبیھقی باب الصبر علی اذی یصیبه من جهة امامه ج۸ص۱۵۸ رقم: ۱۶۰۶۶ سنن الدارمی باب فی الطاعة ولزوم ج۲ص۴۱۰ رقم: ۲۷۹۰ صحیح ابن حبان باب طاعة الائمة ج۱۰ص۴۴۹ رقم: ۴۵۸۹ مسند امام احمد بن حنبل مسند عوف بن مالك ج۶ص۲۴ رقم: ۲۴۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں آئمہ سے مراد والی ہیں خواہ سلطان ہو یا حکام۔ (مرقات) مطلب یہ ہے کہ حکام عادل ہوں تم سے مل جل کر رہیں، تمہاری ان کی آپس میں محبت ہو، تمہارے ساتھ نمازوں میں شریک ہوں ایسے حکام اللہ کی رحمت ہیں جیسے عہد صحابہ میں ہوتا تھا اور بعد میں بھی عادل سلاطین میں رہا۔

(تم ان پر پھٹکار کرو) یعنی ظالم ہوں متکبر ہوں، اپنے عیش وطرب میں رہیں، ملک و رعایا سے لاپرواہ رہیں فساق وفجار ہوں ایسے حکام خدا کا عذاب ہیں۔

(ہم اس وقت ان کو پھینک دیں) یعنی کیا ہم ان کو حکومت سے نکال باہر نہ کردیں اور ان سے کی ہوئی بیعت توڑ کر ان سے جنگ نہ کریں۔

(جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں) یعنی جب تک سلاطین وحکام مسلمانوں میں جمعہ وعیدین قائم کریں، مسجدوں کا انتظام کریں، نمازوں کا اہتمام کریں تب تک تم ان کو علیحدہ نہ کرو ان کی بیعت نہ توڑو کیونکہ نمازیں قائم کرنا مؤمن ہونے کی علامت ہے، جو نمازیں قائم کرتا ہے وہ دین کا ضرور خیال رکھے گا، اس میں نماز کی اہمیت کا اظہار ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

(وہ اللہ کا گناہ کرتا ہے اسے تو ناپسند کرے) اس طرح کہ اگر طاقت ہو تو زبان سے بادشاہ کو نصیحت کرے ورنہ اس کی حرکتوں کو دل سے برا جانے اس کی حمایت نہ کرے۔

(اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے) یعنی سلطان یا حکام کی معصیت کی وجہ سے ان کی بغاوت نہ کرے ان سے لڑے نہیں کہ مسلمانوں کی خون ریزی بڑے سے بڑا گناہ ہے ہاں ان کی معصیتوں کی حمایت نہ کرے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۵ص۵۷)

(665) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُوْ سُلْطَانٍ مُّقْسِطٌ مُّوَفَّقٌ، وَّرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيْفٌ مُّتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اہل جنت تین ہیں۔ انصاف کرنے والا حکمران جس کو توفیق خیر دی گئی۔ ایک مہربان آدمی جس کا دل ایمان دار اور رشتہ دار کے لیے نرم ہو۔ پاک دامن عیال دار سوال سے بچنے والا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصفات التی یعرف بہا فی الدنیا اہل الجنۃ، ج۴ص۱۸۸ رقم: ۲۸۶۰، الادب للبیہقی باب فی تراحم الخلق ج۱ص۲۰ رقم: ۲۸، المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ عیاض بن حمار ج۱۷ص۳۲۹ رقم: ۱۳۹۸۲، سنن

النسائی، باب قراۃ القرآن علی کل الاحوال، ج۵ص۲۶، رقم: ۸۰۷۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ، ج۶ص۲۸۶، رقم: ۱۸۳۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اہل جنت تین ہیں) یعنی میری امت میں تین قسم کے لوگ یقیناً جنتی ہیں۔

(حکمران جس کو توفیق خیر دی گئی) یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے تو وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرے اسے خیر کرنے خیر کرانے کی توفیق ملے کہ حاکم درست ہو جانے سے رعایا خود درست ہو جاتی ہے۔

(مہربان آدمی) یعنی عوام مسلمانوں پر عموماً اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصاً مہربان ہو۔

(سوال سے بچنے والا) یعنی وہ مسلمان جو باوجود عیالدار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے گناہ کے قریب نہ جاوے۔(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۵۹۰)

عادل حکمران پر عرش کا سایہ

عدل وانصاف سے کام لینے والے بادشاہ کے بارے میں اشارتاً تو بہت سی احادیث مبارکہ ہیں نیز حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جو عنقریب آئے گی، یہاں پر ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے جو عادل حکمران کے بارے میں واضح وصریح ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل...الخ، الحدیث ۱۸۲۷، ص ۱۰۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ذیشان ہے: عادل حکمران بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قرب میں ہوگا۔
(تمہید الفرش فی الخصال الموجبۃ لظل العرش ص۲۱)

80-بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ وَلَاةِ الْاَمْرِ فِيْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَّتَحْرِيْمِ طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ

جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کا لازم ہونا اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت کا ناجائز ہونا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اللہ کی

اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء: 59)۔ اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور حکمرانوں کی اطاعت کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں ایک وہ جو ظاہر حدیث سے ایک وہ جو قرآن وحدیث کی طرف بطریق قیاس رجوع کرنے سے اولی الامر میں امام امیر بادشاہ حاکم قاضی سب داخل ہیں خلافتِ کاملہ تو زمانہ رسالت کے بعد تیس سال رہی مگر خلافتِ ناقصہ خلفاء عباسیہ میں بھی تھی اور اب تو امامت بھی نہیں پائی جاتی ۔ کیونکہ امام کے لئے قریش میں سے ہونا شرط ہے اور یہ بات اکثر مقامات میں معدوم ہے لیکن سلطنت وامارت باقی ہے اور چونکہ سلطان وامیر بھی اولوالامر میں داخل ہیں اس لئے ہم پر اُن کی اطاعت بھی لازم ہے۔

(خزائن العرفان)

(666) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِیْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ، اِلَّا اَنْ یُّؤْمَرَ بِمَعْصِیَةٍ، فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ہر مسلمان پر سننا ماننا لازم ہے۔ پسند کا حکم ہو یا ناپسند جبکہ گناہ کا حکم نہ ہو لیکن اگر گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ اس کی بات سننا لازم ہے نہ ماننا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة، ج۴،ص۴۶۳، رقم: ۷۱۴۴، صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة، ج۱،ص۱۰۱۵، رقم: ۴۷۶۳، سنن النسائی، باب جزاء من امر بمعصیة فاطاع، ج۶،ص۱۶۰، رقم: ۴۲۰۶، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمر، ج۲،ص۱۴۲، رقم: ۶۲۷۸، المنتقی لابن الجارود، باب ما یجب من طاعة الامراء وترکه اذا امروا بمعصیة، ص۲۶۰، رقم: ۱۰۴۱)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہر مسلمان پر سننا ماننا لازم ہے) بشرطیکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو۔

(تو نہ اس کی بات سننا لازم ہے نہ ماننا) یعنی سلطان اسلام کا جائز حکم تمہاری طبیعت کے خلاف ہو یا موافق بہرحال قبول کرو لیکن اگر وہ خلاف شرع حکم کرے تو اس کی فرمانبرداری نہ کی جائے، فرمانبرداری صرف اللہ رسول کی ہے مگر ایسے احکام ماننے بھی نہیں اور اس بنا پر بغاوت بھی نہ کرے، بادشاہ سے جنگ ملک کی تباہی کا باعث ہے۔ (مرقات)

(مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۶۵)

انوکھی عاجزی

حضرت سیدنا ابوعلی رباطی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں میں حضرت سیدنا عبداللہ رازی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کا ساتھی بن گیا وہ جنگل میں جا رہے تھے انہوں نے کہا امیر تم ہو گے یا میں؟ میں نے کہا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) ہوں گے انہوں نے فرمایا پھر تمہیں میرا حکم ماننا پڑے گا میں نے کہا جی ہاں مانوں گا۔ انہوں نے ایک تھیلا لے کر اس میں سامان ڈالا اور اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا جب میں کہتا آپ مجھے دیں تو وہ فرماتے کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ تم امیر ہو؟ لہٰذا تم پر حکم ماننا لازم ہے رات کے وقت بارش نے ہمیں آلیا تو وہ صبح تک میرے سرہانے کھڑے رہے اور ان پر ایک چادر تھی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے بارش سے بچا رہے تھے میں دل میں کہتا کاش کہ میں مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) امیر ہیں۔

(فیضانِ احیاء العلوم ص ۳۰۱)

(667) وَعَنْهُ، قَالَ: كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، يَقُولُ لَنَا: "فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے ہم جب رسول اللہ ﷺ سے سننے اور اطاعت کرنے بیعت پر کرتے تو آپ ہم سے فرمادیتے جتنی تم میں طاقت ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یبایع الامام الناس، ج۴ص۷۷، رقم: ۷۲۰۲، صحیح مسلم، باب البیعة علی السمع والطاعة فیما استطاع، ج۲ص۲۹، رقم: ۳۴۷۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصلاة خلف من لا یحمد فعلہ، ج۳ص۱۲۱، رقم: ۵۵۰۸، سنن ابن ماجہ، باب البیعة، ج۳ص۱۰۸، رقم: ۲۸۶۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی بیعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۳ص۵۰، رقم: ۱۵۹۳)

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح

زوجہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتی ہیں، سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو، فرماتی ہیں، میں عبداللہ کی طرف لوٹی کہا، تم کچھ مسکین وتنگدست ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ اگر تم پر میرا صدقہ کرنا درست ہو تو خیر ورنہ میں آپ لوگوں کے سواء کسی اور جگہ خرچ کروں، فرماتی ہیں، کہ مجھ سے عبداللہ بولے، کہ تم ہی وہاں جاؤ، لہٰذا میں چلی گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے درِ اقدس پر ایک اور انصاری بی بی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا، فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی، فرماتی ہیں، کہ ہمارے پاس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہم نے اُن سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور عرض کریں کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں کہ کیا اُن کا اپنے خاوندوں اور اُن یتیموں پر خرچ کر دینا جو اُن کی پرورش میں ہوں

صدقہ بن جائیگا؟ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، فرماتی ہیں، کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا، اُن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، وہ کون ہیں؟ عرض کی کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کونسی زینب؟ عرض کی عبداللہ بن مسعود کی زوجہ، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ انہیں دوہرا ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

غالباً حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو) عید کے دن تھا چونکہ اُس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عید گاہ جاتی تھیں اور اُن کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا، اُس وعظ میں آپ نے یہ فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوۃ فرض ہے۔ اور یہ زکوۃ عورت پر فرض ہے نہ کہ اُس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور ملا ہو یا سسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ (انہوں نے) مالک کر دیا ہو، لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوۃ نہیں۔

اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہا، یعنی اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں؛ اس سے معلوم ہوا غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کے غنا سے غنی نہیں ہوتی، دیکھو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے۔

حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی، اور اب حضرت زینب اُن کی پرورش فرماتی تھیں، غیر کم میں ان سب سے خطاب ہے، یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں۔

اور راویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ فرمان، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی، یعنی رب العالمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جسکی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے انکے سروں پر پرندے ہیں، حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بہت رحیم و کریم تھے، شعر

ہیبت حق است ایں از خلق نیست   زہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں۔

اور شاید یتیموں سے اُن کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد انہیں یتیم کہنا مجازاً ہے، ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مرجائے، ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اگر

انہیں صدقہ دیا گیا، تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آجائیگا لہٰذا ناجائز ہونا چاہیے۔

اور بیبیوں کا یہ عرض کرنا، کہ یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، تاکہ حاضرین میں ہمارا نام نہ لیا جائے اور ہمارا سوال ریا نہ بن جائے یا ہم بلانہ لی جائیں۔

حضرت بلال کا جواب (ابن مسعود کی زوجہ زینب ہیں) نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم اُمتی میں تعارض ہوا، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور اُمتی کا حکم قابل قبول عمل نہ رہا: (صاحب) مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتادینا فرض شرعی ہو گیا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتادیتے۔

سارے ائمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، اُن بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوٰۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۸۔۱۲۰)

(668) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: «مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَّقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ. وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ، مَّاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ﷻ کو اس طرح ملے گا کہ اس کے لیے دلیل نہ ہوگی اور جو اس طرح مرا کہ اس کی گردن میں کسی (حکمران) کی بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: «وَمَنْ مَّاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِّلْجَمَاعَةِ، فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً». «اَلْمِيْتَةُ» بِكَسْرِ الْمِيْمِ.

ان کی ایک اور روایت میں ہے' جو جماعت (مسلمین) میں سے جدا ہو کر مرے گا۔ وہ جاہلیت کی موت مرے گا' المیتۃ میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظهور الفتن، ج٦ص ٢٢ رقم: ٤٨٩٩، السنن الكبرى للبيهقي، باب الترغيب فى لزوم الجماعة، ج٨ص١٥٦، رقم: ١٤٠٥٥، مستخرج ابى عوانة، بيان عقاب من ترك الطاعة ونكث لبيعة ج٨ص٢١٥، رقم: ٥٨٣٩)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دلیل سے مراد بندے کے ایمان وتقویٰ کی دلیل وثبوت ہے اور بیعت سے اگر خلیفہ وسلطان اسلام کی بیعت مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب خلیفہ رسول یا سلطان اسلام موجود ہو پھر یہ اس کی بیعت خلافت نہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اگر بیعت سے عام بیعت مراد ہے خواہ بیعت خلافت ہو یا بیعت ارادہ تو حدیث مطلق ہے کہ جو بغیر مرشد پکڑے مرجائے اس کی موت کفار کی سی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ بیعت بہت قسم کی ہے: بیعت اسلام، بیعت اطاعت اور بیعت ارادت۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۵ص۵۷۵)

(669) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا، وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو اور مانو اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے گو اس کا سر کشمش ہے۔ (چھوٹے یا بدصورت ہونے میں)۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية، ج۴ص۴۶۲ رقم: ۷۱۴۲، السنن الكبرى للبيهقي، باب امامة العبيد، ج۳ص۸۸ رقم: ۵۳۲۲، مسند امام احمد، حديث أم الحصين الاحمسية، ج۶ص۳۰۲ رقم: ۲۷۴۰۷، مسند البزار، مسند انس بن مالك، ج۲ص۴۵۲ رقم: ۶۴۲۰، معرفة الصحابة لابي نعيم، من اسمه أم حصين الاحمسية، ج۶ص۳۲۱ رقم: ۶۲۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی مبالغہ کے طور پر ہے یعنی اگر ذلیل وحقیر ناقص الخلقت گنجا غلام بھی تم پر حاکم مقرر ہوجائے تو اس کا حکم بھی قبولیت کے ساتھ سنو اور اس پر عمل کرو، جیسے حدیث پاک میں ہے کہ جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے آشیانہ کے برابر ہو اسے بھی ثواب ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کشمش سے تشبیہ یا تو چھوٹا ہونے میں ہے یا بال سے صاف گنجا اور پلپلا ہونے میں، اکثر حبشیوں کے سر چھوٹے ہوتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ص۵۶۴)

(670) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ، وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ، وَاَثَرَةٍ عَلَيْكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر سننا اور ماننا لازمی ہے تمہاری تنگی اور فراخی میں تمہاری خوشی اور ناپسندیدگی میں، اور تم پر ترجیح ہونے کی صورت میں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامرا في غير معصية وتحريمها في المعصية، ج۳ص۱۴ رقم: ۴۸۶۰، مسند امام احمد، مسند ابي هريرة رضي الله عنه، ج۳ص۳۸۱ رقم: ۸۹۳۰، مسند البزار، مسند سعد بن عبادة رضي الله عنه،

ج۲ص۲۰۶، رقم: ۵۰۶، مصنف عبدالرزاق، باب السمع والطاعۃ، ج۱۱ص۳۳۲، رقم: ۲۰۶۸۱)

شرحِ حدیث: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دورِ خلافت

حضرت سیدنا سہل بن یحییٰ المروزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد جب حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ المجید نے اسے دفن کر دیا اور قبرستان سے واپس آنے لگے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شاہی سواری پیش کی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی، یہ وہ سواری ہے جس پر خلفاء سوار ہوا کرتے ہیں چونکہ اب آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہی ہمارے خلیفہ ہیں لہٰذا شاہی سواری حاضرِ خدمت ہے، قبول فرمائیے۔

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اسے مجھ سے دور کر دو، میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے۔ چنانچہ آپ نے شاہی سواری کو چھوڑا اور اپنے خچر پر سوار ہو گئے پھر ایک خادم آیا اور عرض کی: حضور! چلئے، میں آپ کے خچر کی لگام پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے اس سے بھی انکار فرما دیا اور خود ہی اپنے خچر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور لوگوں سے فرمایا: تم مجھے عجیب وغریب مخلوق نہ سمجھو میں بھی تمہاری ہی طرح ایک عام مسلمان ہوں، مجھے اپنے جیسا ہی سمجھو۔

سب لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے۔ تمام لوگ جمع ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام سننے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے لوگو! میرے کندھوں پر خلافت کا بارِ گراں رکھ دیا گیا ہے مگر میں اسے سرانجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا لہٰذا جس نے میری بیعت کی ہے میں اسے اختیار دیتا ہوں کہ وہ میرے علاوہ جس کے ہاتھ پر چاہے بیعت کر لے میں یہ خلافت قبول نہیں کرتا لہٰذا مسلمانوں میں سے تم جسے چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو ان کی چیخیں بلند ہونے لگیں اور سب نے بیک زبان کہا: اے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! ہم نے آپ ہی کو خلیفہ مقرر کیا، ہم آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے راضی ہیں، ہم سب آپ ہی کی خلافت پر متفق ہیں۔ آپ اللہ عزوجل کا نام لے کر امورِ خلافت سرانجام دیں، اللہ عزوجل اس میں برکت دے گا۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لوگوں کی یہ عقیدت دیکھی اور آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ لوگ بخوشی میری خلافت قبول کرنے پر آمادہ ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی اور حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود وسلام پڑھنے کے بعد لوگوں سے کچھ اس طرح مخاطب ہوئے: اے لوگو! میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنی آخرت کے لئے اعمالِ صالحہ کرو۔ بے شک جو شخص آخرت کے لئے نیک اعمال کریگا اللہ عزوجل اس کی دُنیوی حاجات کو خود پورا فرمائے گا۔

اے لوگو! تم اپنے باطن کی اصلاح کی کوشش کرو اللہ عزوجل تمہارے ظاہر کی اصلاح فرمائے گا۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور موت سے پہلے اپنے لئے اعمالِ صالحہ کا خزانہ اکٹھا کر لو، موت تمام لذات ختم کر دے گی۔ اے لوگو! تم اپنے

آباؤاجداد کے احوال میں غور وفکر کیا کروہ بھی دنیا میں آئے اور زندگی گزار کر چلے گئے اسی طرح تم بھی چلے جاؤ گے۔ اگر تم ان کے احوال کو یاد نہ رکھو گے تو موت تمہارے لئے بہت سختی کا باعث ہوگی لہٰذا موت سے پہلے موت کی تیاری کرلو۔

اور بے شک یہ امت مسلمہ اپنے رب عزوجل، اس کے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور اس کی کتاب قرآن مجید کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہیں کرے گی، اس مسئلے میں ان کے درمیان اختلاف نہ ہوگا بلکہ ان کے درمیان عداوت وفساد تو دراہم ودنانیر کی وجہ سے ہوگا۔ اللہ عزوجل کی قسم! میں کسی ایک کو بھی ناحق کوئی چیز نہ دوں گا اور حق دار کو اس کا حق ضرور دوں گا۔ پھر آپ نے مزید فرمایا: اے لوگو! جو اللہ عزوجل کی اطاعت کرے، تم پر اس کی اطاعت واجب ہے اور جو اللہ عزوجل کی اطاعت نہ کرے اس کی اطاعت ہرگز نہ کرو۔ جب تک میں اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا رہوں اس وقت تک تم میری اطاعت کرنا اگر تم دیکھو کہ (معاذ اللہ عزوجل) میں اللہ عزوجل کی اطاعت نہیں کر رہا تو اس معاملے میں تم میری ہرگز اطاعت نہ کرنا۔

یہ خطبہ دے کر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ اپنا مال ودولت اور تمام کپڑے وغیرہ منگوائے اور انہیں بیت المال میں جمع کرادیا پھر تمام شاہی لباس جو خلفاء کے لئے تھے اور تمام آرائشی چیزیں منگوائیں اور حکم دیا کہ ان کو بیچ کر بیت المال میں جمع کرادو۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور تمام رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کردی گئی۔

آپ دن رات لوگوں کے مسائل حل کرنے میں مصروف رہتے کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ آرام کے لئے بالکل وقت نہ ملتا اور آپ لوگوں کے مسائل کی وجہ سے آرام کو ترک کردیتے۔ ایک دن ظہر کی نماز سے قبل بہت زیادہ تھکاوٹ محسوس ہونے لگی تو کچھ دیر قیلولہ کرنے کے لئے کمرے میں تشریف لے گئے ابھی آپ لیٹے ہی تھے کہ آپ کے صاحبزادے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں کیسے تشریف فرما ہیں؟ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: مجھے مسلسل بے آرامی کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ ہو رہی تھی اس لئے کچھ دیر کے لئے آرام کی غرض سے آیا ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے نے کہا: حضور! لوگ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے منتظر ہیں اور مظلوم اپنی فریاد لے کر حاضر ہیں اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں آرام فرما ہیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: میں ساری رات نہیں سو سکا اب تھوڑی دیر آرام کر کے ظہر کے بعد لوگوں کے مسائل حل کروں گا۔ تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عظیم صاحبزادے نے کہا: اے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ظہر تک زندہ رہیں گے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے لختِ جگر کا فکرِ آخرت سے بھرپور یہ جملہ سنا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! میرے قریب آؤ۔ جب وہ قریب آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمانے لگے: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی اولاد عطا فرمائی جو دین کے معاملہ میں میری مدد کرتی ہے۔

(نُعْمَانُ الْحِکَایَاتِ ص ۳)

(671) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَمِنَّا مَنْ یُّصْلِحُ خِبَائَهُ، وَمِنَّا مَنْ یَّنْتَضِلُ، وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِیْ جَشَرِهٖ، اِذْ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلصَّلٰوةَ جَامِعَةً ـ فَاجْتَمَعْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اِنَّهٗ لَمْ یَکُنْ نَّبِیٌّ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَیْهِ اَنْ یَّدُلَّ اُمَّتَهٗ عَلٰی خَیْرِ مَا یَعْلَمُهٗ لَهُمْ، وَیُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا یَعْلَمُهٗ لَهُمْ. وَاِنَّ اُمَّتَکُمْ هٰذِهٖ جُعِلَ عَافِیَتُهَا فِیْ اَوَّلِهَا، وَسَیُصِیْبُ اٰخِرَهَا بَلَاءٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْکِرُوْنَهَا، وَتَجِیْءُ فِتْنَةٌ یُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِیْءُ الْفِتْنَةُ فَیَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهٖ مُهْلِکَتِیْ، ثُمَّ تَنْکَشِفُ، وَتَجِیْءُ الْفِتْنَةُ فَیَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهٖ هٰذِهٖ. فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَیُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَاْتِهٖ مَنِیَّتُهٗ وَهُوَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْیَاْتِ اِلَی النَّاسِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی اِلَیْهِ. وَمَنْ بَایَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ یَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ، فَلْیُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ، فَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ یُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ

حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم کسی منزل میں اترتے تو کوئی ہم میں سے خیمہ درست کر رہا تھا۔ کوئی تیر اندازی کر رہا تھا۔ کوئی جانوروں کی خدمت میں مصروف تھا۔ اچانک ایک بلانے والے نے رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا اور کہا نماز تیار ہے ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف اکٹھے ہو گئے' تو آپ نے فرمایا: مجھ سے پہلے جتنے نبی تھے ہر نبی پر لازم تھا کہ اپنی اُمت کے لیے جو اچھا جانے اس پر اپنی امت کی رہنمائی کرے اور جس کو برا جانے اس سے انہیں ڈرائے۔ اور اس امت کی عافیت اس کے ابتدائی حصہ میں ہے۔ اور عنقریب اس کے آخری حصہ کو مصائب اور عجیب حالات درپیش ہوں گے اور آزمائش آئے گی۔ ایمان دار کہے گا یہ مجھے ہلاک کر دے گی پھر وہ گزر جائے گی۔ اور ایک اور آزمائش آئے گی' تو ایمان دار کہے گا۔ یہ مجھے ہلاک کرنے والی ہے پس جو یہ چاہتا ہے کہ اسے آگ سے بچایا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے۔ اس کو موت اس طرح آنی چاہیے کہ وہ اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھنا پسند کرے اور لوگوں سے ایسے سلوک کرے جیسا اپنے لیے پسند کرتا ہے جو کسی حاکم سے بیعت کرے۔ اسے اپنے ہاتھ کا وعدہ اور دل کا پھل دے تو حتی الامکان اس کی اطاعت کرے۔ اگر دوسرا اس سے چھینا جھپٹی کے لیے آئے' تو دوسرے کی گردن اڑا دو۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ: "یَنْتَضِلُ اَیْ: یُسَابِقُ بِالرَّمْیِ بِالنَّبْلِ

یَنْتَضِلُ: تیر اندازی کا مقابلہ کرنا۔ اَلْجَشَرُ جیم

وَالنُّشَّابُ. وَ الْجَشَرُ: بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالرَّاءِ، وَهِيَ: الدَّوَابُّ الَّتِيْ تَرْعٰى وَتَبِيْتُ مَكَانَهَا. وَقَوْلُهُ: يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا اَيْ: يُصَيِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا رَقِيْقًا: اَيْ خَفِيْفًا لِعِظَمِ مَا بَعْدَهُ فَالثَّانِيْ يُرَقِّقُ الْاَوَّلَ. وَقِيْلَ مَعْنَاهُ يُشَوِّقُ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ بِتَحْسِيْنِهَا وَتَسْوِيْلِهَا. وَقِيْلَ: يُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضًا.

پر زبر شین معجمہ اور را کے ساتھ'وہ مویشی جو چرتے اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ یُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا: یعنی بعد میں آنے والا فتنہ بڑا ہونے کی وجہ سے پہلے کو ڈھانپ لے گا یعنی پہلے فتنہ سے بعد والا ہلکا ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ ایک فتنہ دوسرے پر شوق دلائے گا۔ اس کو مزین کرکے دکھائے گا۔ اور بعض نے کہا کہ بعض ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوفا ببیعۃ الخلفا الاول فالاول، ج۲ص۱۸، رقم: ۴۸۸۲ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی قتال اہل البغی والخوارج، ج۸ص۲۹۹، رقم: ۱۶۷۲۶سنن ابن ماجۃ، باب ما یکون من الفتن، ج۲ص۱۲۰۶، رقم: ۳۹۵۶صحیح ابن حبان باب ما جاء فی الفتن، ج۱۳ص۲۷۰، رقم: ۵۹۶۱مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۱۱، رقم: ۶۵۰۳مصنف ابن ابی شیبۃ من کرہ الخروج فی الفتنۃ وتعوذ عنہا، ج۸ص۳۳۶، رقم: ۲۰۹)

شرح حدیث: بقدرِ استطاعت پیروی کرے

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت چھوڑ دی وہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس (عذاب سے بچنے کی) کوئی حجت نہ ہوگی، اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا پٹہ نہ تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۷۹۳، ص۱۰۱۰)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تین افراد ایسے ہیں جن سے اللہ عزوجل قیامت کے دن نہ کلام فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک فرمائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اس حدیث پاک میں آگے چل کر ارشاد فرمایا: وہ شخص جو کسی امام کی بیعت دنیا کی خاطر کرے یعنی اگر وہ اسے اس کی خواہش کے مطابق دے تو اس سے وفا کرے اور اگر کچھ نہ دے تو بے وفائی کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۷، ص۶۹۲)

جبکہ بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص جس کو میری خاطر کچھ دیا گیا ہو لیکن وہ اس میں خیانت کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، الحدیث: ۲۲۲۷، ص۱۷۳)

اور مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت ترک کر دی۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۷۹۳، ص۱۰۱۰)

دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ جہنم سے دور ہو جائے اور جنت میں داخل ہو جائے تو اسے چاہے کہ جنت کا مقصود بھی پورا کرے یعنی اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان لائے، اور اس پر لازم ہے کہ جو معاملہ اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی دوسروں کے ساتھ کرے اور جو شخص ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دل کی گہرائیوں سے کسی امام کی بیعت کرلے تو اب اسے چاہے کہ بقدرِ استطاعت اس کی پیروی کرے اور اگر اس کے پاس اس کا کوئی مخالف آئے تو اس کی گردن تن سے جدا کردے۔

(المرجع السابق، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ۔۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث:٤٧٧٦، ص١٠٠٩)

(672) وَعَنْ أَبِي هُنَيْدَةَ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلَ سَلَمَةُ بن يَزِيدَ الْجُعْفِيُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَرَأَيْت إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسأَلُونَا حَقَّهُم، وَيَمْنَعُونَا حَقَّنَا، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَأَعرَضَ عنه ثُمَّ سَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا، وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یا نبی اللہ! ارشاد فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے حکمران مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارا حق نہ دیں تو آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ نے ان سے اعراض فرمایا انہوں نے دوبارہ سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو اور مانو! ان پر جو بوجھ ڈالا گیا اس کے ذمہ دار وہ ہیں اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا ہے۔ اس کے ذمہ دار تم ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی طاعۃ الامراء وان منعوا الحقوق، ج٦ص١٠، رقم: ٤٨٨٨، السنن الکبری للبیہقی باب ۔۔۔ علی اذی یصیبہ من جھۃ امامہ، ج٨ص١٥٨، رقم: ١٦٠٦٤، سنن ترمذی، باب ما جاء ستکون فتن کقطع اللیل المظلم ج٢ص٢٨٨، رقم: ٢٢٠٦، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ وائل بن حجر الحضرمی، ج٢٢ص١٩، رقم: ١٠٨٦١)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں) یعنی ایسے بادشاہوں کی ہم بغاوت کریں یا نہیں۔

(سنو اور مانو) یعنی قولاً سنو اور عملاً ان کی اطاعت کرو یا ظاہراً سنو اور باطناً ان کی اطاعت کرو۔ (مرقات) خلاصہ یہ ہے کہ اپنے حقوق کے لیے ملک کو ویران نہ کرو، بغاوت سے ملک کی ویرانی ہوتی ہے، قوم پر اشخاص قربان ہونے چاہیے اور دین پر تن من دھن فدا ہونے لازم ہیں۔

(اس کے ذمہ دار تم ہو) یعنی ان بادشاہوں اور حکام پر شرعاً عدل وانصاف رعایا پروری دائے حقوق واجب ہے اور رعایا پر ان کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ان سے ان کی ذمہ داریوں کا سوال ہوگا اور تم سے تمہاری ذمہ داریوں کا حساب

ہوگا، اگر وہ اپنے فرائض کی ادا میں کوتاہی کرتے ہیں تو تم اپنے فرائض میں کوتاہی کیوں کرو تم کو اپنی قبر میں سونا ہے ان کو اپنی قبر میں سونا۔ علیھم اور علیکم کے مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا۔ سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز فرمان ہے کہ اپنے حقوق کی فکر کرو دوسروں کی فکر چھوڑو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۵۷۴)

عادل حکمران پر عرش کا سایہ

عدل وانصاف سے کام لینے والے بادشاہ کے بارے میں اشارتاً تو بہت سی احادیث مبارکہ ہیں نیز حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جو عنقریب آئے گی، یہاں پر ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے جو عادل حکمران کے بارے میں واضح وصریح ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِّ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ عزَّوجلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل... الخ، الحدیث ۱۸۲۷، ص ۱۰۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ذیشان ہے: عادل حکمران بروزِ قیامت اللہ عزَّوجلَّ کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قرب میں ہوگا۔

(673) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ اَثَرَةٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا! قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ تَاْمُرُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَّا ذٰلِكَ؟ قَالَ: "تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ، وَتَسْاَلُوْنَ اللهَ الَّذِيْ لَكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میرے بعد خود غرض حکمران ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں۔ ہم میں سے جو اس کو پائے تو آپ نے فرمایا تم وہ حق ادا کرو جو تمہارے ذمہ ہے اور تم اللہ سے مانگو جو تمہارا حق ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج ۱ ص۵۰۹، رقم: ۳۶۰۳، صحیح مسلم، باب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول، ج ۲ ص۱۲۷، رقم: ۱۸۴۳، صحیح ابن حبان، باب طاعۃ الائمۃ، ج ۲ ص۳۱۱، رقم: ۴۵۸۷، مسند ابی یعلی مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۲ ص۸۸، رقم: ۵۱۵۶، مجمع الزوائد للھیثمی، باب فی ایام الصبر، ج ۷ ص۵۵۳، رقم: ۳۲۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

کہ تمہارے حقوق بادشاہ دوسرے کو دیں گے تم کو تمہارے حقوق سے محروم کر دیا کریں گے۔

یعنی محض اپنا حق لینے کے لیے بغاوت نہ کرنا بلکہ ان سلاطین کی جائز اطاعت کیے جانا اور رب تعالیٰ سے دعا کیا کرنا

کہ خدایا ان کو ہمارے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ص۳۸۲)

(674) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ، وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرنی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ، ج۲ص۵۰، رقم: ۲۹۵۷ صحیح مسلم، باب وجوب طاعۃ الامرا فی غیر معصیۃ وتحریمھا فی المعصیۃ، ج۶ص۱۳، رقم: ۴۸۵۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۱۳، رقم: ۸۱۱۹ مسند الشامیین للطبرانی، احادیث شعیب عن ابی الزناد عبد اللہ بن زکوان، ج۴ص۲۶۲، رقم: ۳۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کررہی ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ خیال رہے کہ اطاعت تو اللہ تعالٰی کی بھی لازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور سلطان اسلام، ماں باپ، استاذ کی بھی کہ ہر بزرگ کا فرمان لائق عمل ہے مگر عبادت صرف اللہ تعالٰی کی ہے اور کسی کی نہیں اور اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوسکتی ہے، نہ خدا تعالٰی کی نہ کسی اور بزرگ کی۔ اتباع کے معنی ہیں کسی کے نقش قدم پر چلنا جو اسے کرتے ہوئے دیکھنا وہ کرنا، قرآن کریم کی اتباع مجازی ہے اسی لیے قرآن مجید میں اطاعت کے ساتھ تین ذاتوں کا ذکر ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور عبادات کے ساتھ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے اعْبُدُوا اللّٰهَ اور اتباع کے ساتھ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے نہ خدا تعالٰی کا نہ کسی بندے کا فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا تعالٰی کی اطاعت کی طرح مطلقًا واجب ہے کہ جو بھی حکم دیں بلاوجہ پوچھے بلاوجہ سوچے سمجھے اطاعت کی جائے، دوسرے بندوں کی اطاعت واجب ہے جب کہ جائز کام کا حکم دیں خلاف شرع حکم نہ دیں، حضور کا حکم خود شریعت ہے اگر حضور نماز چھوڑنے یا نکاح نہ کرنے کا حکم دیں تو اس کے لیے وہ ہی حکم شرع ہے، دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے اور ہماری تفسیر نعیمی پارہ پنجم جہاں اس کی بہت سی آیات واحادیث پیش کی گئیں۔

(اس نے اللہ کی نافرمانی کی) اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ۔

(اس نے میری نافرمانی کی) زمانہ جاہلیت میں لوگ نہ امارت سے واقف تھے نہ قضاء سے، ان کے قبیلوں کے رئیس

ہوتے تھے، جب اسلام نے یہ محکمے قائم فرمائے تو لوگوں کو تامل اور تعجب ہوا تب یہ ارشاد فرمایا گیا تاکہ لوگ امارت وقضاء کی اہمیت جانیں۔(مرقات) خیال رہے کہ یہاں امیر کی اطاعت سے مراد جائز احکام میں اطاعت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔(اشعہ) یہاں امام سے مراد یا تو سلطان اسلام ہے یا اس کا نائب جو جہاد میں سپہ سالار ہو یعنی جہاد کے لیے امیر ضروری ہے اور ملک کے لیے بھی، امیر ڈھال ہے جیسے ڈھال دشمن کے تیر وشمشیر سے بچاتی ہے ایسے ہی سلطان رعایا کو داخلی اور خارجی دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلطان کو ڈھال کی طرح جنگ میں سب سے آگے رکھو تاکہ پہلا تیر اسی کو لگے۔(لمعات) قتال سے مراد خوارج، باغیوں کفار اور سارے فسادیوں سے جنگ ہے۔

اگر بادشاہ اسلام خلاف شرع چیزوں کا حکم دے تو اس پر گناہ اور وبال بھی اتنا ہے جو ہمارے بیان واندازے سے باہر، تمام ملک کا بوجھ اس کی گردن پر ہے، یہاں علیٰ نقصان کے لیے ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۵۶۲)

(675) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَاِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے امیر سے کچھ ناپسند کرے تو صبر کرے کیونکہ جو بالشت بھر حاکم کی اطاعت سے نکل کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخاری، كتاب الفتن، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم ترون بعدى امورا تنكرونها، ج۴ص۴۰، رقم: ۷۰۵۳، صحيح مسلم، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن، ج۳ص۱۰۲۱، رقم: ۱۸۴۹، جامع الاصول لابن اثير، الفصل الخامس فی وجوب طاعة الامام والامير، ج۴ص۶۹، رقم: ۲۰۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو صبر کرے) یعنی اگر حاکم یا سلطان میں کوئی شرعی یا طبعی یا اخلاقی نقص دیکھے تو صرف اس وجہ سے اس پر خروج نہ کرے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ احسن طریقہ سے اس کی اصلاح بھی نہ کرے۔جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہہ دینا تو اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے، اصلاح اور چیز ہے خروج کچھ اور۔

(بالشت بھر الگ رہے پھر مرجائے) یعنی جو مسلمانوں کی اس جماعت سے جو کسی سلطان اسلام پر متفق ومتحد ہوں تھوڑا سا بھی الگ رہے گا اس کا انجام وہ ہوگا جو آگے مذکور ہے۔

(وہ جاہلیت کی موت مرے گا) یعنی اس کی موت زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی سی موت ہوگی کہ نہ ان کا کوئی سلطان ہوتا تھا نہ جماعت نہ ان میں تنظیم تھی نہ قومی اتفاق۔(مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر ہوگا۔خیال رہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یزید پلید کو سلطان اسلام بنانے کا مسئلہ تھا نہ کہ بنے ہوئے سلطان کی اطاعت کا مسئلہ لہٰذا اس عالی جناب کی ذات مقدس اس حدیث کی زد میں نہیں آسکتی، جیسے فاسق کو امام نماز بنانا مکروہ وممنوع ہے مگر جس مسجد میں

فاسق آدمی امام بن جائے تو اس کی وجہ سے جماعت نہ چھوڑے اس کے پیچھے پڑھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۶۹)

(676) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: مَنْ اَهَانَ السُّلْطَانَ اَهَانَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوبکرہ ﷺ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو سلطان کی توہین کرے اللہ اس کی توہین کرے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الخلفاء، ج۴ص۵۰۲، رقم: ۲۲۲۴، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی وجوب طاعۃ الامام والامیر، ج۴ص۷۲، رقم: ۲۰۵۶، السنن الکبری للبیھقی، باب النصیحۃ للہ ولکتابہ ورسولہ ولائمۃ المسلمین، ج۸ص۱۶۳، رقم: ۱۶۷۰۲، مسند الشھاب، باب من اھان سلطان اللہ اھانہ اللہ، ج۱ص۲۵۹، رقم: ۴۱۹، مسند الطیالسی، بقیۃ احادیث ابی بکرۃ، ص۱۲۱، رقم: ۸۸۷)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت زیاد ابن کسیب عدوی سے فرماتے ہیں میں ابوبکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا وہ خطبہ پڑھ رہا تھا اور اس پر باریک کپڑے تھے تو ابوبلال نے کہا کہ امیر کو دیکھو فاسقوں کا لباس پہنتا ہے تو ابوبکرہ بولے چپ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو زمین میں اللہ کے بادشاہ کی توہین کرے اللہ اسے ذلیل کرے۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(زیاد ابن کسیب عدوی) آپ تابعی ہیں، مصری ہیں، ثقہ ہیں، کسیب کاف کے ضمہ سے ہے مصغر۔ (اکمال)

(ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا) عبداللہ ابن عامر ابن کریز اُموی حضرت عثمان ابن عفان کے ماموں ہیں، حضور کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی، حضرت عثمان نے آپ کو بصرہ و خرسان کا حاکم مقرر کیا تھا۔

(ابوبلال نے کہا) غالبًا آپ ابوبردہ ابن سعد ابن ابوموسیٰ اشعری ہیں، آپ کے بیٹے کا نام بلال ہے، آپ بصرہ کے حاکم تھے۔

(فاسقوں کا لباس پہنتا ہے) یا تو کپڑے ریشمی تھے یا تھے تو سوتی مگر تھے باریک جیسے کہ عیش پسند مال داروں کا لباس ہے، دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

(اللہ اسے ذلیل کرے) سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ سلطان اسلام کے وقار سے اسلام کا وقار، مسلمانوں کا رعب، ملک کا انتظام ہے، جب اس کا وقار ہی ختم ہوگیا تو یہ سب کچھ ختم ہوگیا۔ باریک کپڑے پہننا حرام نہیں مگر وقار سلطان بگاڑنا حرام ہے۔

حکایت: حضرت امام جعفر صادق ایک بار نہایت اعلیٰ جبہ پہنے تھے سفیان ثوری نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ لباس آپ کے لیے موزوں نہیں تو آپ نے سفیان کا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالا دیکھا کہ نیچے پشمینہ کا جبہ ہے فرمایا یہ اوپر کا لباس مخلوق کے لیے ہے اور یہ اندرونی لباس خالق کے لیے۔ (مرقات) الناس باللباس آج کل اعلیٰ لباس ذریعہ عزت ہے۔

حکایت: فرقہ سنجی جو ٹاٹ کے کپڑے پہنتا تھا حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نہایت اعلیٰ جوڑا پہنے تھے، وہ بنظر اعتراض آپ کے کپڑے چھونے لگا تو آپ نے فرمایا کیا دیکھتا ہے مجھ پر جنتیوں کا لباس ہے اور تجھ پر دوزخیوں کا لباس ہے، پھر فرمایا اکثر ٹاٹ پہننے والے دوزخی ہوں گے جن کے جسم پر ٹاٹ ہے دل میں تکبر ہے۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۹۵)

وَفِی الْبَابِ اَحَادِیْثُ کَثِیْرَةٌ فِی الصَّحِیْحِ. وَقَدْ سَبَقَ بَعْضُهَا فِی اَبْوَابٍ.

اور اس باب کی بکثرت صحیح احادیث ہیں اور گزشتہ ابواب میں بعض گزر چکیں۔

81-بَابُ النَّهْیِ عَنْ سُؤَالِ الْاِمَارَةِ وَاخْتِیَارِ تَرْكِ الْوِلَایَاتِ اِذَا لَمْ یَتَعَیَّنْ عَلَیْهِ اَوْ تَدْعُ حَاجَةٌ اِلَیْهِ

امارۃ ومنصب کا طلب کرنا منع ہے اور منصب کو ترک کرنا بہتر جب اس پر متعین نہ ہو یا اس کی مجبوری نہ ہو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ) (القصص: 83).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ آخرت والا گھر ہم ان کے لیے بنائیں گے جو زمین میں بڑائی یا فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

(677) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ لَا تَسْاَلِ الْاِمَارَةَ، فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِیْتَهَا عَنْ غَیْرِ مَسْاَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَیْهَا، وَاِنْ اُعْطِیْتَهَا عَنْ مَسْاَلَةٍ وُکِلْتَ اِلَیْهَا، وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ، فَرَاَیْتَ غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا، فَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَّکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِكَ مُتَّفَقٌ

حضرت ابوسعید عبدالرحمن بن سمرہ ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمن بن سمرہ تو عہدہ نہ مانگ کیونکہ بغیر طلب کے اگر وہ تم کو دیا گیا تو اس پر تمہاری مدد ہوگی اور اگر تجھے طلب کے بعد ملا تو تجھے اسی کی طرف سپرد کر دیا جائے گا اور جب تو کسی کام پر قسم اٹھائے پھر دیکھے کہ دوسرا کام زیادہ بہتر ہے۔ تو وہ کر جو زیادہ بہتر ہے اور اپنی قسم کا

عَلَيْهِ. کفارہ ادا کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکفارۃ قبل الحنث وبعدہٗ، ج۴ص۳۰۲، رقم: ۶۷۲۲، صحیح مسلم، باب ندب من حلف یمینًا فرای غیرھا، ج۵ص۸۶، رقم: ۴۲۶۰، السنن الصغرٰی، باب الکفارۃ بالمال قبل الحنث، ج۳ص۲۰، رقم: ۳۴۴۳، المعجم الاوسط لطبرانی، باب من اسمه ابراھیم، ج۳ص۱۳۴، رقم: ۲۸۱۵، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی طلب الامارۃ، ج۳ص۱۰، رقم: ۲۹۳۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(امیر ہونا نہ مانگو) یعنی حکومت و سرداری کی خواہش نہ کرو نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو، آج کل تو ممبری وزارت حاصل کرنے ووٹ لینے کی جو کوشش ہوتی ہے سب کو معلوم ہے کہ دونوں کے لیے دین ایمان دولت عزت سب کچھ قربان کردیتے ہیں اس کا انجام بھی آنکھوں دیکھا جارہا ہے سارے فسادات ان حکومتوں کے ہیں جو یہ کوشش حاصل کی جاتی ہیں۔

(تم اس کی طرف سپرد کردیے جاؤ گے) یعنی حکومت کی ذمہ داریاں بہت ہیں ہر شخص ان کو پورا نہیں کرسکتا اللہ تعالٰی ہی مدد کرے تو بندہ اس میں کامیاب ہوسکتا ہے لیکن جو کوئی اپنی کوشش سے حکومت لے گا وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا اللہ تعالٰی اس کی مدد نہ کرے گا، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش عیش دولت عزت شہرت حاصل کرنے کے لیے حکومت چاہے لیکن اگر نظام حکومت نااہلوں کے پاس جاکر ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لیے حکومت حاصل کرنا عبادت ہے جب کہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا تھا: اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ مجھے خزانوں کا حاکم بنادو، اگر آپ اس وقت یہ عہدہ نہ سنبھالتے تو اس قحط سالی میں لوگ بھوکے مرجاتے۔

(اس پر تمہاری مدد کی جائے گی) یعنی اس صورت میں اللہ تعالٰی بذریعہ فرشتے کے تمہاری مدد فرمائے گا کہ اس کا فرشتہ تمہارا مشیر رہے گا تمہیں سنبھالے رہے گا۔

(اور جو بہتر ہے وہ کرلو) جو شخص گناہ کرنے یا فرائض ادا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلًا خدا کی قسم میں شراب پیوں گا یا نماز نہ پڑھوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کردینا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلًا خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے، اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا نہ کرنا ضروری ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ جیسے قسم رب کی میں یہ روٹی نہ کھاؤں گا، یہ کپڑا نہ پہنوں گا۔

(اپنی قسم کا کفارہ دے لو) مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالٰی کے نام کی حرمت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس نے رب کو ضامن دے کر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۳۲۷)

(678) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا اَبَا ذَرٍّ، اِنِّیْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا، وَاِنِّیْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِیْ. لَا تَاَمَّرَنَّ عَلٰى اثْنَيْنِ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہوں تیرے لیے بھی پسند کرتا ہوں دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور ہرگز یتیم کے مال کا نگران نہ بننا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ج۳ص۱۰، رقم: ۴۸۲۳، صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۱۲ص۳۷۵، رقم: ۵۵۶۴، سنن الکبری للبیھقی، باب کراھیۃ الامارۃ، ج۶ص۲۴۴، رقم: ۲۰۰۰۶، سنن النسائی، باب النھی عن الولایۃ علی مال الیتیم، ج۶ص۲۵۵، رقم: ۳۶۶۷، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الدخول فی الوصایا، ج۳ص۶۲، رقم: ۲۸۶۸)

(679) وَعَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ؟ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِیْ، ثُمَّ قَالَ: "يَا اَبَا ذَرٍّ، اِنَّكَ ضَعِيْفٌ، وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ، وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْیٌ وَّنَدَامَةٌ، اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَاَدَّى الَّذِیْ عَلَيْهِ فِيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھ کو کسی جگہ کا عامل نہیں مقرر فرما دیتے؟ آپ نے دست اقدس میرے کندھے پر رکھا اور فرمایا: اے ابوذر تو کمزور آدمی ہے یہ امانت ہے۔ قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی کا باعث ہے سوائے اس شخص کے جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا۔ اور اس نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ج۳ص۶، رقم: ۴۸۲۲، السنن الکبری للبیھقی، باب کراھیۃ الامارۃ، ج۱۰ص۱۵، رقم: ۲۰۰۰۷، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب لاخیر فی الامارۃ لرجل مؤمن، ج۵ص۲۲، رقم: ۴۱۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الامارۃ، ج۱۲ص۲۱۵، رقم: ۳۳۲۰۷)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوذر سے روایت ہے فرماتے ہیں عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنا دیتے فرماتے ہیں کہ حضور انور نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا اے ابوذر تم کمزور ہو اور حکومت امانت اور وہ قیامت کے دن رسوائی ندامت ہے سوائے اس کے جو اسے حق سے لے اور وہ ذمہ داریاں پوری کرے جو اس میں ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ان سے فرمایا اے ابوذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں اور میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تم نہ تو دو شخصوں پر پنچ بننا اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا۔ (مسلم)

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(یارسول اللہ آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنا دیتے) تا کہ مجھے عدل و انصاف کرنے کا ثواب ملے یہ ثواب بے شمار ہے

آپ کی یہ گزارش حرص دنیا کی بنا پر نہ تھی بلکہ طلب اجر کے لیے تھی اور اس وقت تک طلب حکومت سے حضور نے منع نہ فرمایا تھا۔

(میرے کندھے پر ہاتھ مارا) ازراہ شفقت ومحبت تاکہ ان کو اس سے منع فرمادینے سے رنج نہ ہو۔

(اور حکومت امانت) یعنی تم سیاستدان نہیں ہو عابد زاہد تارک الدنیا ہو اور حکومت کے لیے اسلامی سیاستدانی ضروری ہے، دیکھو رب تعالیٰ نے عابد وزاہد فرشتوں کو خلیفہ نہ بنایا۔ حکومت کو امانت فرما کر اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ الایہ۔

(قیامت کے دن رسوائی ندامت ہے) یعنی حکومت وسلطنت ظالم کے لیے رسوائی ہے اور عادل کے لیے ندامت و شرمندگی، وہ سوچے گا کہ میں نے حکومت کرنے کے اوقات عبادت میں کیوں نہ گزارے۔

(جو اس میں ہیں) یعنی حکومت وسلطنت عادل حاکم کے لیے بھی ندامت ہے مگر دو شرطوں سے ندامت نہیں بلکہ باعث کرامت ہے: ایک یہ کہ حق کے ساتھ حکومت اختیار کرے کہ دوسرے نااہل ہوں اور ملک وقوم ودین کو اس کی رہنمائی کی ضرورت ہو۔ دوسرے یہ کہ حقوق رعایا ادا کرے اس کے لیے حکومت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سات شخصوں کو عرش الٰہی کا سایہ ملے گا ان میں ایک عادل سلطان ہے، نیز فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عادل بادشاہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام، اور حضرت سلیمان وداؤد علیہما السلام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلطان بھی نبی تھے، ان کی سلطنت ان کے لیے درجات عالیہ کا ذریعہ ہے، یہ حدیث بڑی دلیل ہے کہ نااہل کو حکومت میں دخل دینا نہ چاہیے اگر چہ وہ کتنا ہی متقی ہو اللہ تعالیٰ حکام وسلاطین کو حضرات خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

(اے ابوذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں) یہ روایت بھی مسلم کی ہے۔ دیکھنے سے مراد ہے معلوم کر لینا چونکہ حضور کا اندازہ ہمارے عین الیقین سے اعلیٰ ہے اس لیے اراک فرمایا۔

(جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں) یعنی اگر ہم ضعیف ہوتے تو ہم بھی حکومت وسلطنت اختیار نہ فرماتے، چونکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے قوت وطاقت دی ہے کہ نبوت وحکومت دین ودنیا دونوں کو سنبھال سکتے ہیں اس لیے ہم نے یہ قبول کی، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا) یعنی اے ابوذر عام لوگوں پر حکومت تو بہت مشکل ہے تمہارے لیے تو ضروری ہے کہ تم دو شخصوں کے پنچ بھی نہ بنو بلکہ ایک یتیم کے مال کے متولی بھی نہ بنو کہ اس کی ذمہ داری بھی بہت ہے اور تم تارک الدنیا اللہ والے ہو۔ اس حدیث سے آج کل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ممبری وزارت صدارت کے لیے سر پھوڑے مرے جاتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۴۳)

(680) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عنقریب امیر بننے پر حرص کرو گے اور یہ قیامت کے دن پشیمانی کا باعث ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ، ج۴ص۴۶۲رقم: ۷۱۴۸، المحرر فی الحدیث لابن عبد الھادی، باب احکام القضاء، ص۶۲۸ رقم: ۱۱۷۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع فی کراھیۃ الامارۃ ومنع من سألھا ج۴ص۱۰، رقم: ۲۰۰۱، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ج۲ص۳۲۸ رقم: ۳۶۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حرص کرو گے) اس میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے اور حرص سے مراد نفسانی خواہش ہے حضور کی یہ پیشگوئی آج آنکھوں دیکھی جارہی ہے کہ مسلمان صدارت، وزارت، سفارت، ممبری کے لیے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۔

(قیامت کے دن شرمندگی) کیونکہ ایسے سلطان کے ذمہ ہزاروں کے حقوق ومظالم ہوتے ہیں جن کے حساب سے چھوٹنا آسان نہیں ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۵۸۱)

دنیا سے کنارہ کشی

دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والوں میں سے ایک حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لئے آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتے ہوئے پایا، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: اے ماموں جان! آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا درد نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے یا دنیا کی حرص ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا جسے ہم نے پورا نہ کیا۔ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ کون سا عہد تھا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مال جمع کرنے کے مقابلے میں ایک خادم اور راہ خدا عزوجل میں سفر کے لئے ایک سواری کافی ہے۔ (پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) اور آج میں اپنے پاس مال جمع پاتا ہوں۔

پس جب حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکہ کو شمار کیا گیا

تو صرف ۳۰ درہم کی مقدار کو پہنچا، اور اس حساب میں وہ برتن بھی شامل تھا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹا گوندھا کرتے اور اسی میں کھانا کھاتے تھے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الحدیث: ۵۰۸۲، ج۴، ص۹۵)

82-بَابُ حَثِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِیْ وَغَيْرِهِمَا مِنْ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ عَلَى اتِّخَاذِ وَزِيْرٍ صَالِحٍ وَّتَحْذِيْرِهِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوْءِ وَالْقَبُوْلِ مِنْهُمْ

سلطان اور قاضی وغیرہ کو اچھے وزیر کا انتخاب کرنے کی ترغیب دینا اور برے ساتھیوں اور ان کی بات ماننے سے بچنے کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (الزخرف: 67)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دینی دوستی اور وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے باقی رہے گی۔ حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے آپ نے فرمایا دو دوست مومن اور دو دوست کافر، مومن دوستوں میں ایک مرجاتا ہے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے، یارب اس کو میرے بعد گمراہ نہ کر اور اس کو ہدایت دے جیسی میری ہدایت فرمائی اور اس کا اکرام کر جیسا میرا اکرام فرمایا، جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے، اچھا دوست ہے، اچھا رفیق ہے۔ اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے، یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے بُرا بھائی، بُرا دوست، بُرا رفیق۔

(خزائن العرفان)

(681) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِیٍّ، وَّلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِیْفَةٍ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهٗ عَلَیْهِ، وَبِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَیْهِ، وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی اور خلیفہ کے دو راز دار ہوتے ہیں۔ ایک اس کو کار خیر کا مشورہ دیتا ہے اور اس پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اور دوسرا برے کام پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا حکم دیتا ہے۔ بچا ہوا وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچا لے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بطانة الامام واهل مشورته البطانة الدخلاء، ج٤ص٤٦٠، رقم: ٧١٩٨، السنن النسائی، باب بطانة الامام، ج٧ص٢٣٠، رقم: ٥٥٥٥، صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، ج١٤ص٦٢، رقم: ٦١٩٢، مشكل الآثار للطحاوی، باب بیان مشكل ماروی عن رسول اللّٰه من قوله "ما بعث اللّٰه من نبی" ج٥ص١١١، رقم: ١٨٨٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(خلیفہ بنایا کوئی خلیفہ) یا تو خلیفہ سے مراد حضرات انبیاء کرام ہی ہیں عطف تفسیری، رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اس سے مراد سلطان ہے۔

(اس کی رغبت دیتا ہے) بطانہ لغت میں استر کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ اس کا مقابل ظہارہ بمعنی ابرہ، اصطلاح میں اندرونی یار، دخیل کار، مشیر خاص کو بطانہ کہا جاتا ہے کہ وہ استر کی طرح اس سے ملا رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اور برے مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔

(وہ جسے اللہ بچالے) یعنی برے مشیر سے ہم محض اپنی طاقت سے بچ نہیں سکتے ہیں، رب بچائے تو بچ سکتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اچھے مشیر سے مراد فرشتہ ہے اور برے مشیر سے مراد قرین شیطان۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فضل کیا کہ حضور کا قرین مسلمان ہو گیا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں ہے۔ اصطلاح شریعت میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام ہیں اور فرشتے بعض اولیاء محفوظ ہیں۔ معصوم وہ جو گناہ نہ کر سکے محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے، یہاں معصوم لغوی معنے میں ہے جو محفوظ کو بھی شامل ہے۔ ہاروت و ماروت فرشتوں سے گناہ اس لیے ہوا کہ ان میں عارضی طور پر بشریت شامل کر دی گئی تھی لہذا ان کے واقعہ سے فرشتوں کی عصمت پر اعتراض نہیں ہو سکتا، رب تعالیٰ فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی کلاں پارہ اول میں دیکھئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ص۵۹۱)

(682) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِالْأَمِيْرِ خَيْرًا، جَعَلَ لَهُ وَزِيْرَ صِدْقٍ، إِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ بِهِ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيْرَ سُوْءٍ، إِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امیر سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے اچھا وزیر مہیا فرما دیتا ہے' جو اگر بھولے تو اسے یاد دلاتا ہے اور اگر یاد رکھے تو اس کی مدد کرتا ہے۔ اور جب کسی اور کام کا ارادہ فرمائے' تو اس کے لیے برا وزیر بنا دیتا ہے اگر وہ بھول جائے' تو اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر اس کو یاد ہو تو مدد نہیں کرتا۔ ابوداؤد نے شرط مسلم کے مطابق اس حدیث کو جید سند کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد' باب فی اتخاذ الوزیر' ج۳ص۹۲ رقم: ۲۹۳۲' السنن الکبرٰی للبیہقی' باب من یشاور' ج۱۰ص۱۱۱ رقم: ۲۰۸۱۹' صحیح ابن حبان' باب فی الخلافۃ والامارۃ' ج۱۰ص۳۴۵ رقم: ۴۴۹۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سچا وزیر دیتا ہے) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے کہ دین و دنیا اس کی درست رہے تو اسے اچھے وزیر و مشیر عطا فرماتا ہے۔ وزیر کے معنے ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزر کے معنے بوجھ بھی ہیں اور گناہ بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا اور فرماتا ہے: يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ چونکہ وزیر پر سلطنت کا بہت بوجھ ہوتا ہے اس لیے اسے وزیر کہتے ہیں۔

(تو اس کی مدد کرے) کہ اگر بادشاہ کسی معاملہ میں حکم شرعی بھول جائے تو اسے وزیر بتا دے یا دشدہ حکم کے جاری کرنے میں بادشاہ کا معاون و مددگار ہو۔ سبحان اللہ! اچھا وزیر رب تعالیٰ کی رحمت ہے، ایسے ہی اچھی بیوی مرد کے لیے اللہ کی بخشش ہے۔

(اگر یاد کرے تو اس کی مدد نہ کرے) کسی خوشامدی ملحد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ گزشتہ خلافتوں میں فتوحات و خیر بہت ہوئی، آپ کی خلافت میں فتنے زیادہ ہوئے اسکی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فوراً جواب دیا کہ ان خلفاء کے ہم وزیر تھے اور ہم کو وزیر ملے تم۔ تواریخ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کے مشیروں وزیروں نے بہت ہی پریشان کیا، نہروانیوں نے پہلے خود ہی زور دیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو علی مرتضی اپنا حکم و پنچ بنالیں بعد میں خود ہی بولے کہ علی مشرک ہو گئے کہ انہوں نے ماسوی اللہ کو حکم بنالیا، قرآن کریم فرماتا ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اور پھر حضرت علی سے پھر کر خارجی ہو گئے۔ (دیکھئے کتب تواریخ اور کتاب ہشت بہشت)

(مراۃ المناجیح، ج۵ ص۶۰۱)

83-بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَوْلِيَةِ الْإِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوِلَايَاتِ لِمَنْ سَأَلَهَا أَوْ حَرَصَ عَلَيْهَا فَعَرَّضَ بِهَا

حکومت وقضاء کا منصب ایسے آدمی کو دینا منع ہے، جواس کا حریص اور طلبگار ہو

(683) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ - عَزَّوَجَلَّ -. وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: "إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّي هٰذَا الْعَمَلَ أَحَدًا سَأَلَهُ، أَوْ أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں اور میرے دو چچازاد بھائی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ جن علاقوں پر اللہ عزوجل نے آپ کو حاکم بنایا ہے ان میں سے بعض پر ہم کو حاکم بنا دیں اور دوسرے نے بھی ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم ہم اس کام کا والی کسی ایسے کو نہیں بناتے جو اس کا طلبگار یا لالچی ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ ج۴ص۴۶۲ رقم: ۷۱۴۹، صحیح مسلم، باب النھی عن طلب الامارۃ والحرص علیھا، ج۶ص۶ رقم: ۴۸۲۱، السنن الکبریٰ للبیھقی، باب کراھیۃ طلب الامارۃ والقضاء، ج۱۰ص۱۰۰ رقم: ۲۰۴۲۵، المنتقی لابن الجارود، باب اول کتاب الزکاۃ ص۹۲ رقم: ۳۳۴، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ، ج۱۰ص۳۳۳ رقم: ۴۴۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جن پر اللہ نے آپ کو حاکم بنایا) یعنی نبوت تو حضور کے لیے خاص ہے کوئی اس کی تمنا کر سکتا ہی نہیں مگر اللہ نے آپ کو سلطان بنایا ہے تو اپنی ماتحتی میں قاضی، حاکم کسی علاقہ کا امیر ہم کو بنا دیجئے۔

(نہ اس کو جو اس پر حریص ہو) یہ سوال پورا نہ فرمانا عطاء سے منع نہیں بلکہ ان دونوں حضرات پر اور مخلوق خدا پر رحم و کرم ہے کیونکہ حکومت کے خواہشمند حکومت پا کر ظلم و ستم کر کے اپنا دین بگاڑ لیتے ہیں اور لوگوں کی دنیا برباد کرتے ہیں اس کی شرح پہلے کی جا چکی ہے کہ حکومت کی طلب کب بری ہے اور کب اچھی۔ سوال سے مراد ہے منہ سے مانگنا اور حرص سے مراد ہے منہ سے تو نہ مانگنا مگر اس کی کوشش کرنا۔

(جو اسے چاہے) دنیا طلبی نفسانی خواہش کے لیے کیونکہ ایسے آدمی کی اللہ تعالیٰ مدد نہیں کرتا جس سے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۵ ص۵۸۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

2- كِتَابُ الْاَدَبِ

ادب کا بیان

84-بَابُ الْحَيَاءِ وَفَضْلِهٖ وَالْحِثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهٖ

حیاء اور اس کی فضیلت اور اس کو اپنانے کی ترغیب

(684) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْهُ، فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک انصار کے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے رہنے دے کیونکہ حیاء تو ایمان کا حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحیاء من الایمان، ج۱ص۱۷، رقم:۲۴، صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج۱ص۳۹، رقم:۱۶۳، الاداب للبیہقی، باب فی الحیاء والعفاف، ج۱ص۸۶، رقم:۲۰۵، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج۱ص۱۱۸، رقم:۱۷۱، سنن ابوداؤد، باب فی الحیاء، ج۴ص۳۹۹ (۴۱۱)، رقم:۴۷۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(شرم وحیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا) اس سے کہہ رہا تھا کہ تو بہت شرمیلا ہے اتنی شرم نہ کیا کر کیونکہ بہت شرمیلا آدمی دنیا کما نہیں سکتا، یہاں وعظ سے مراد ڈانٹ کر نصیحت کرنا ہے۔ (مرقات)

(اسے چھوڑ دو) یعنی اسے حیاء وغیرت سے نہ روکو اسے شرمیلا رہنے دو۔

(حیاء تو ایمان کا حصہ ہے) خیال رہے کہ جو حیا گناہوں سے روک دے وہ تقویٰ کی اصل ہے اور جو غیرت وحیاء اللہ کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کر دے وہ ایمان کا رکن اعلیٰ ہے اور جو حیاء نیک اعمال سے روک دے وہ بری ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نماز پڑھنے سے شرم لگتی ہے یہ حیا نہیں بے وقوفی ہے، یہاں پہلے یا دوسرے درجہ کی حیاء مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا خوف اپنے حبیب کی غیرت نصیب کرے۔ اعلیٰ حضرت اقدس سرہ فرماتے ہیں:

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(مراٰۃ المناجیح، ج۶ ص۶۹۷)

حیاء کسے کہتے ہیں؟

آپ نے دیکھا! باحیا نوجوان، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشْیَت (خَ۔شْ۔یَت) اور گناہوں سے نفرت کی بَرَکت سے

معصیت سے اپنی حفاظت میں کامیاب ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ گناہوں سے بچنے میں حیاء بہت ہی مؤثر ہے۔ حیاء کے معنیٰ ہیں عیب لگائے جانے کے خوف سے جھینپنا۔ اس سے مُراد وہ وَصف ہے جو ان چیزوں سے روک دے جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ لوگوں سے شرما کر کسی ایسے کام سے رُک جانا جو ان کے نزدیک اچھا نہ ہو مخلوق سے حیاء کہلاتا ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ عام لوگوں سے حیاء کرنا دنیاوی برائیوں سے بچائے گا اور عُلَماء وصُلَحاء سے حیا کرنا دینی برائیوں سے باز رکھے گا۔ مگر حیاء کے اچھا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مخلوق سے شرمانے میں خالق عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو اور نہ کسی کے حُقُوق کی ادائیگی میں وہ حیاء رُکاوٹ بن رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے حیاء یہ ہے کہ اُس کی ہیبت وجلال اور اس کا خوف دل میں بٹھائے اور ہر اُس کام سے بچے جس سے اُس کی ناراضی کا اندیشہ ہو۔ حضرت سیِّدُنا شہابُ الدین سُہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عظمت وجلال کی تعظیم کے لئے روح کو جُھکانا حیاء ہے۔ اور اِسی قَبِیل (قسم) سے حضرت سیِّدُنا اِسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاء ہے جیسا کہ وارد ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حیا کی وجہ سے اپنے پَروں سے خود کو چھپائے ہوئے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۲ تحت الحدیث ۵۰۷۱ دار الفکر بیروت)

سب سے بڑا باحیاء اُمّتی

حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاء بھی اِسی قسم سے ہے، جیسا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: میں بند کمرے میں غسل کرتا ہوں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حیاء کی وجہ سے سِمٹ جاتا ہوں۔ (اَیضاً) ابنِ عساکر نے حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حیا ایمان سے ہے اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری اُمّت میں سب سے بڑھ کر حیا کرنے والے ہیں۔

(الجامع الصغیر للسیوطی ص ۲۳۵ حدیث ۳۸۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حیاء کی 2 قسمیں

فقیہ ابواللیث سَمَرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حیاء کی دو قسمیں ہیں: (1) لوگوں کے مُعامَلہ میں حیاء (2) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مُعامَلہ میں حیاء۔ لوگوں کے مُعامَلے میں حیاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تُو اپنی نظر کو حرام کردہ اشیاء سے بچا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مُعامَلے میں حیاء کرنے سے مُراد یہ ہے کہ تو اُس کی نعمت کو پہچان اور اُس کی نافرمانی کرنے سے حیاء کر۔ (تنبیہ الغافلین ص ۲۵۸ پشاور)

فطری اور شرعی حیاء

فِطری و شَرعی (شَر۔عی) اعتبار سے بھی حیاء کی تقسیم کی گئی ہے۔ فِطری حیاء وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر جان میں پیدا فرمایا ہے اور یہ پیدائشی طور پر ہر شخص میں ہوتی ہے اور شَرعی حیاء یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں پر غور کر کے نادِم وشرمندہ ہو اور اِس شرمندگی اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی بناء پر آئندہ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش

کرے۔ علماء (ع۔ل۔مائی) فرماتے ہیں کہ حیاء ایک ایسا خُلق ہے جو بُرے کام چھوڑنے پر اُبھارے اور حق دار کے حق میں کمی کرنے سے روکے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۰، تحت الحدیث ۵۰۷)

حیاء میں تمام اسلامی اَحکام پوشیدہ ہیں

حیاء کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک ایسا خُلق ہے جس پر اسلام کا مَدار ہے اور اس کی توجیہ (یعنی وجہ) یہ ہے کہ انسان کے اَفعال دو طرح کے ہیں (۱) جن سے حیا کرتا ہے (۲) جن سے حیا نہیں کرتا۔ پہلی قسم حرام و مکروہ کو شامل ہے اور ان کا ترک مشروع (یعنی موافقِ شرع) ہے۔ دوسری قسم واجب، مُستحب اور مُباح کو شامل ہے، ان میں سے پہلے دو کا کرنا مشروع اور تیسرے کا کرنا جائز ہے۔ یوں یہ حدیثِ مبارکہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر۔ ان پانچوں اَحکام کو شامل ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۲، تحت الحدیث ۵۰۷۱)

حیاء کے اَحکام

حیاء کبھی فرض و واجب ہوتی ہے جیسے کسی حرام و ناجائز کام سے حیاء کرنا کبھی مُستحب جیسے مکروہ تنزیہی سے بچنے میں حیاء، اور کبھی مُباح (یعنی کرنا نہ کرنا یکساں) جیسے کسی مُباحِ شرعی کے کرنے سے حیاء۔ (نزھۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۴)

(685) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ" أَوْ قَالَ: "اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ".

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیاء بھلائی کو ہی لاتا ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے حیاء بھلائی ہے۔ یا فرمایا: حیاء ساری بھلائی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحیاء، ج ۴ ص ۱۲۹، رقم: ۶۱۱۷، صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج ۱ ص ۳۶، رقم: ۱۹۵، الآداب للبیہقی، باب فی الحیاء والعفاف، ج ۱ ص ۸۷، رقم: ۱۳۶، المعجم الاوسط، من اسمہ عمران بن حصین، ج ۱۴ ص ۹، رقم: ۱۴۹۲۸، مسند امام احمد، حدیث عمران بن حصین، ج ۷ ص ۲۲۶، رقم: ۱۹۸۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شرعی حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور کر کے شرمندہ و نادم ہو، اس شرمندگی کی بنا پر آئندہ گناہوں سے بچنے، نیکیاں کرنے کی کوشش کرے، جو غیرت نیکیوں سے روک دے وہ عجز ہے حیاء نہیں۔ اس معنی سے یہ حدیث پاک بالکل واضح ہو گئی واقعی یہ حیا تو گویا ایمان ہی ہے خیر ہی ہے۔

(مرقات واشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۹۸)

حیاء کرنے کا حق

حضرت سیِّدُنا عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حُضُور اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حیاء کرو جیسا حیاء کرنے کا حق ہے۔ سیِّدُنا عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا: ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حیاء کرتے ہیں اور سب خوبیاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کیلئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: یہ نہیں، بلکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے کما حقُّہٗ، حیاء کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ سر اور سر میں جتنے اَعضاء ہیں انکی اور پیٹ کی اور پیٹ جن جن اَعضاء کو گھیرے ہے اُن کی حفاظت کرے اور موت اور مرنے کے بعد گلنے سڑنے کو یاد کرے۔ اور آخرت کو چاہنے والا دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دیتا ہے تو جس نے ایسا کیا اُس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے شرمانے کا حق ادا کر دیا۔ (مُسنَدِ امام اَحمد ج ۲ ص ۳۳ حدیث ۳۶۷۱)

ہمیں اپنے جسم کے تمام اَعضاء کو حیا کا عادی بنانا اور گناہوں سے بچانا چاہئے۔ اَعضاء کو گناہوں سے بچانے کے ضمن میں کچھ مَدَنی پھول عرض کرتا ہوں:

سر کی حیاء

سر کو بُرائیوں سے بچانا یہ ہے کہ بُرے خیالات، گندی سوچ اور کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی وغیرہ سے اِحتِراز (پرہیز) کیا جائے اور سر کے اَعضاء جیسے ہونٹ، زبان، کان اور آنکھوں وغیرہ کے ذریعے بھی گناہ نہ کئے جائیں۔

زبان کی حیاء

زبان کو بُرائیوں سے بچاتے ہوئے بدزبانی اور بے حیائی کی باتوں سے ہر وقت پرہیز کرنی چاہئے، اور یاد رکھئے! اپنے بھائی کو گالی دینا گناہ ہے اور بے حیائی کی باتیں کرنے والے بدنصیب پر جنّت حرام ہے۔ چُنانچہ

جنّت حرام ہے

حُضُور تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحِبِ مُعطّر پسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: اُس شخص پر جنّت حرام ہے جو فُحش گوئی (یعنی بے حیائی کی بات) سے کام لیتا ہے۔

(اَلجامِعُ الصَّغیر لِلسُّیُوطی ص ۲۲۱ حدیث ۳۶۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جہنّمی بھی بیزار

منقول ہے: چار طرح کے جہنّمی کہ جو کھولتے پانی اور آگ کے مابین (یعنی درمیان) بھاگتے پھرتے وَیل و ثُبُور (ہلاکت) مانگتے ہونگے۔ ان میں سے ایک وہ شخص کہ اس کے مُنہ سے پیپ اور خون بہتے ہونگے۔ جہنّمی کہیں گے: اس بدبخت کو کیا ہوا ہماری تکلیف میں اضافہ کئے دیتا ہے؟ کہا جائے گا: یہ بدبخت خبیث اور بُری بات کی طرف مُتَوَجِّہ ہو کر اس

سے لذت اٹھاتا تھا جیسا کہ جماع کی باتوں سے۔ (اتحاف السادۃ للزبیدی ج ۹ ص ۱۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سیدنا شعیب بن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: جو بے حیائی کی باتوں سے لذت اٹھائے بروز قیامت اس کے منہ سے پیپ اور خون جاری ہونگے۔ (ایضا ص ۱۸۸)

(686) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً: فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِیْقِ، وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"اَلْبِضْعُ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَیَجُوْزُ فَتْحُهَا: وَهُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ. وَ"الشُّعْبَةُ": اَلْقِطْعَةُ وَالْخَصْلَةُ. وَ"الْاِمَاطَةُ": اَلْاِزَالَةُ. وَ"الْاَذٰى": مَا یُؤْذِیْ كَحَجَرٍ وَّشَوْكٍ وَّطِیْنٍ وَرَمَادٍ وَقَذَرٍ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے ستر اور کچھ حصے ہیں ان میں سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم درجہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے دور کرنا ہے اور حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

اَلْبِضْعُ: با پر زیر کے ساتھ اور زبر پڑھنا بھی جائز ہے اور یہ تین سے دس تک عدد کے لیے بولا جاتا ہے۔ اَلشُّعْبَةُ: حصہ، شاخ اور خصلت کے معنی میں ہے۔ اَلْاِمَاطَةُ: ہٹانا اور اَلْاَذٰی: جو تکلیف پہنچائے جیسے پتھر، کانٹا، مٹی، کنکریاں اور گندگی وغیرہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب امور الایمان، ج ۱ ص ۱۱، رقم: ۹ صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج ۱ ص ۴۶، رقم: ۱۶۱ سنن ابوداود، باب فی رد الارجاء، ج ۴ ص ۳۵۳، رقم: ۴۶۷۶ سنن ابن ماجہ، باب فی رد الارجاء، ج ۱ ص ۱۲۰، رقم: ۵۷ صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، ج ۱ ص ۳۷، رقم: ۱۶۶)

شرح حدیث: خواہش نفس ایک طرح کا نابینا پن

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں: خواہش نفس ایک طرح کا نابینا پن ہے اور حیرانگی کے وقت توقف (یعنی درست بات کا علم ہونے کا انتظار) کرنا توفیق کی بات ہے اور غم کو ٹالنے والی بہترین چیز یقین ہے۔ جھوٹ کا انجام پشیمانی ہے اور سچ میں سلامتی ہے۔ بہت سے بیگانے اپنوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ اور غریب وہ ہے جس کا کوئی مددگار نہ ہو اور صدیق وہ ہے جس کا باطن اس کی تصدیق کرے۔ دیکھو! بدظنی کے باعث کسی دوست کو کھو نہ دینا بہترین عادت کرم ہے۔ حیاء ہر اچھی بات کی بنیاد ہے، سب سے مضبوط رسی تقویٰ ہے اور سب سے مستحکم عمل وہ ہے جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ دنیا میں سے تیرا حصہ وہی ہے جس کے ذریعے تو اپنی آخرت کو درست کرے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں رزق کی دو قسمیں ہیں ایک رزق وہ ہے جسے تو تلاش کرتا ہے اور دوسرا وہ جو تجھے تلاش کرتا ہے اور اگر تو اس کے پاس نہ جائے تو وہ تیرے پاس آئے گا۔ اگر تو اس مصیبت پر واویلا کرتا ہے جو تجھ تک پہنچ چکی ہے تو اس

مصیبت پر واویلا نہ کر جو تجھ تک نہیں پہنچی۔ اور جو چیز نہیں ہوئی اسے اس پر قیاس کر جو ہو چکی ہے کیونکہ تمام امور ایک جیسے ہیں انسان اس چیز کے حصول پر خوش ہوتا ہے جو جانے والی نہ ہو اور جسے کبھی نہیں پا سکتا اس کے نہ ملنے پر ناراض ہوتا ہے۔ لیکن تجھے دنیا سے جو کچھ ملے اس پر زیادہ خوش نہ ہو جو کچھ تجھے نہ مل سکا اس پر افسوس نہ کر بلکہ تجھے اس پر خوش ہونا چاہئے جو آگے بھیجا اور اس پر افسوس کرنا چاہئے جو تو نے پیچھے چھوڑا۔ تجھے آخرت کے لئے مشغول ہونا چاہئے اور موت کے بعد والی زندگی سے متعلق فکر مند ہونا چاہئے۔ (فیضان احیاء العلوم ص ۹۵)

(687) وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا. فَاِذَا رَاٰى شَيْئًا يَّكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پردہ میں بیٹھنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے (حیاء دار) تھے۔ جب کوئی ناپسند چیز دیکھتے تو اس کا اثر ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: حَقِيْقَةُ الْحَيَاءِ خُلُقٌ يَّبْعَثُ عَلٰى تَرْكِ الْقَبِيْحِ، وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيْرِ فِي حَقِّ ذِي الْحَقِّ. وَرَوَيْنَا عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ الْجُنَيْدِ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: الْحَيَاءُ: رُؤْيَةُ الْآلَاءِ - اَيِ النِّعَمِ - وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيْرِ، فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمّٰى حَيَاءً. وَاللهُ اَعْلَمُ.

علماء نے فرمایا: حقیقت حیاء ایک استعداد ہے جو آدمی کو برے کام کے چھوڑنے پر آمادہ کرتی ہے اور حقدار کے حق کی ادائیگی میں سستی سے منع کرتی ہے۔ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے کے بعد جو درمیانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے حیاء کہتے ہیں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من لم یواجه الناس بالعتاب، ج۸ص۲۶، رقم: ۶۱۰۲ صحیح مسلم، باب کثرۃ حیائہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۷، ص۷۸، رقم: ۶۱۷۶ السنن الکبرٰی، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیها، ج۱۰، ص۱۹۲، رقم: ۲۱۳۰۹ الشمائل المحمدیه للترمذی، باب ما جاء فی حیا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، ص۳۰۱، رقم: ۳۵۲ مسند ابی یعلیٰ من مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۳۸۵، رقم: ۱۱۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے (حیاء دار) تھے) کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو اسے گھر کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا جاتا ہے اسے اردو میں مایوں بٹھانا کہا جاتا ہے، اس جگہ یعنی گھر کے گوشہ کو مائیں کہتے ہیں عربی میں خدر۔ اور اس زمانہ میں لڑکی بہت ہی شرمیلی ہوتی ہے، گھر والوں سے بھی شرم کرتی ہے، کسی سے کھل کر بات نہیں کرتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم اس سے بھی زیادہ تھی، حیاء انسان کا خاص جوہر ہے جتنا ایمان قوی اتنی حیا زیادہ۔

(ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے تھے) یعنی دنیاوی باتوں میں سے کوئی بات یا کوئی چیز حضور انور کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے نہ فرماتے مگر چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے خدام بارگاہ پہچان لیتے تھے۔ ایک دعوتِ ولیمہ پر دو تین آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف میں کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کر رہے تھے حضور کو ان کے بیٹھنے سے تکلیف ہوئی مگر ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ تمہارا یہ عمل ہمارے نبی کی تکلیف کا باعث ہے مگر وہ تم سے حیا فرماتے ہیں رب تعالیٰ نہیں شرماتا، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۷۲)

85-بَابُ حِفْظِ السِّرِّ
راز کی حفاظت کرنا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (الاسراء: 34)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وعدہ پورا کرو یقیناً وعدہ کے متعلق سوال ہوگا۔

(688) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الرَّجُلَ یُفْضِیْ اِلَی الْمَرْاَۃِ وَتُفْضِیْ اِلَیْہِ، ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز حشر اللہ کی بارگاہ میں وہ آدمی یقیناً سب سے بُرا ہے جو اپنی بیوی سے ملے اور بیوی اس سے ملے اور پھر اس کے راز کی باتیں اڑائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم افشاء سر المراۃ، ج۱ص۱۰۶۰، رقم: ۳۹۱۵، سنن ابو داؤد، باب فی نقل الحدیث ج۴ص۳۴۹، رقم: ۴۸۷۲، جامع الاحادیث ان المشدحۃ مع الھمزۃ ج۹ص۲۲۶، رقم: ۸۸۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۱۹، رقم: ۱۱۶۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی اخبار ما یصنع الرجل بامراتہ، ج۴ص۳۹۱، رقم: ۱۷۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(وہ آدمی یقیناً سب سے بُرا ہے) اگر یہ الرجل من اشر الناس کی خبر ہو تب تو مطلب واضح ہے کہ قیامت کے دن بدترین شخص یہ ہوگا اور اگر ان اعظم الامانۃ کی خبر ہو تو الرجل سے پہلے خیانۃ پوشیدہ ہے یعنی بدترین خیانت اس شخص کی خیانت ہے بہرحال دونوں معنی درست ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خیانت صرف مال کی ہی نہیں ہوتی بلکہ مال، راز اور عصمت وغیرہ سب میں ہوتی ہے بلکہ مال میں خیانت سے بدرجہا بدتر راز داری میں خیانت ہے۔

(پھر اس کے راز کی باتیں اڑائے) یعنی یا تو اپنی بیوی کے خفیہ عیوب لوگوں کو بتائے یا اس کا حسن اس کی خوبیاں لوگوں کو بتائے یا صحبت کے وقت کی گفتگو اس وقت کے حالات لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ عام آزاد نوجوانوں کا دستور ہے کہ شب اول کی باتیں اپنے دوستوں کو بے تکلف بتاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ کسی کی اپنی

بیوی سے جنگ رہتی تھی اس کے ایک دوست نے پوچھا کہ تیری بیوی میں خرابی کیا ہے؟ وہ بولا کہ تم میرے اندرونی معاملات پوچھنے والے کون ہو؟ آخر اسے طلاق دے دی، اس سائل نے کہا کہ اب تو وہ تمہاری بیوی نہ رہی اب بتاؤ اس میں کیا خرابی تھی یہ بولا وہ عورت غیر ہو چکی مجھے کسی غیر کے عیوب بتانے کا کیا حق ہے یہ ہے پردہ پوشی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۷۲)

(689) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ بِنْتُهُ حَفْصَةُ، قَالَ: لَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؛ قَالَ: سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ. فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِيْ، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا. فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ: اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ. فَصَمَتَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا! فَكُنْتُ عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ. فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا؛ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَبِلْتُهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷺ کی صاحبزادی حضرت حفصہ جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان ﷺ سے ملا میں نے ان کو حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی میں نے کہا اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا نکاح حفصہ بنت عمر سے کردوں۔ انہوں نے کہا میں اپنے معاملہ میں دیکھوں گا۔ کچھ راتوں کے بعد مجھے ملے اور کہا مجھے یہی سمجھ میں آیا ہے کہ میں آج کل نکاح نہ کروں۔ پھر میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کو ملا اور کہا اگر آپ چاہیں' تو آپ کا نکاح حفصہ بنت عمر سے کردوں تو حضرت ابوبکر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمان کی نسبت زیادہ غصہ آیا۔ پھر میں کچھ راتیں ٹھہرا رہا تو نبی اکرم ﷺ نے حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا میں نے اس کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ پھر مجھے ابوبکر ملے اور کہا آپ نے جب مجھے حضرت حفصہ کے بارے پیشکش کی تھی میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ شاید آپ اس پر ناراض ہوئے تھے۔ میں نے کہا ہاں تو کہا کہ مجھے تمہاری پیش کش کا جواب دینے سے صرف اس بات نے روکا کہ مجھے علم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کا ذکر کیا ہے' تو میں نبی اکرم ﷺ کے راز کا افشاء کرنے والا تو تھا نہیں اگر رسول اللہ ﷺ اس

سے نکاح (کا ارادہ) ترک کر دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔ (بخاری)

"تَأَيَّمَتْ": صَارَتْ بِلاَ زَوْجٍ وَكَانَ زَوْجُهَا تُوُفِّيَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. "وَجَدْتَ": غَضِبْتَ.

تَأَيَّمَتْ: یعنی بیوہ ہوگئیں ان کے شوہر فوت ہو گئے۔ وَجَدْتَ: تم ناراض ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تفسیر ترك الخطبة، ج۷، ص۱۹، رقم: ۵۱۴۵ السنن الکبری للبیهقی، باب لا ولایة لاحد مع اب ج۷، ص۱۲۰، رقم: ۱۳۶۱۹ صحیح ابن حبان، کتاب النکاح ج۶، ص۲۲۴، رقم: ۴۰۳۹ مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه، ج۱، ص۵۰۳، رقم: ۱۱۶)

شرح حدیث: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ماجد امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو ہجرت بھی کی تھی لیکن ان کے شوہر جنگ بدر یا جنگ احد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہو گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۳ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ ام المؤمنین کی حیثیت سے کاشانہ نبوی کی سکونت سے مشرف ہو گئیں۔

یہ بہت ہی شاندار، بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون ہیں۔ حق گوئی حاضر جوابی اور فہم وفراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوت قرآن مجید اور دوسری قسم قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ ان کے مزاج میں کچھ سختی تھی اسی لئے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کی کسی سخت کلامی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار ان سے فرمایا کرتے تھے کہ اے حفصہ! تم کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لیا کرو، خبردار کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرنا نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کبھی ہرگز ہرگز دل آزاری کرنا ورنہ یاد رکھو کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے ناراض ہو گئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔

یہ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ وحدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے پانچ حدیثیں بخاری شریف میں مذکور ہیں باقی احادیث دوسری کتب حدیث میں درج ہیں۔

علم حدیث میں بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں خود ان کے بھائی

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مشہور ہیں۔ شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازہ کو بھی اٹھایا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر تک جنازہ کو کاندھا دیئے چلتے رہے۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تین بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ و حضرت عبداللہ بن عبداللہ و حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو قبر میں اتارا اور یہ جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ بوقت وفات ان کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ برس کی تھی۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب حفصۃ ام المومنین، ج ۴، ص ۳۹۳، ۳۹۶)

(690) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَمْشِي، مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا، وَقَالَ: "مَرْحَبًا بِابْنَتِي"، ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا، فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا، سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ، فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ! فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا: مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ، لَمَا حَدَّثْتِنِي مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى فَأَخْبَرَنِي أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِي

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج آپ کے پاس تھیں کہ حضرت فاطمہ ﷞ حاضر ہوئیں۔ ان کے چلنے کا انداز ہو بہو رسول اللہ ﷺ کی طرح تھا۔ جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! مرحبا کہا پھر اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ پھر ان سے کوئی سرگوشی کی تو وہ شدت سے رو پڑیں۔ آپ نے ان کو بے قرار دیکھ کر دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ میں نے کہا تم سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی موجودگی میں سرگوشی کے ساتھ خاص بات کی کہ تم رو دیں پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا کہا تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز کھولنے والی نہیں ہوں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ وصال پا گئے تو میں نے انہیں کہا کہ میں تمہیں اس حق کی قسم جو مجھے تم پر حاصل ہے تم مجھے ضرور بتاؤ گی کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا فرمایا تھا۔ فرمانے لگیں کہ ہاں اب بتاتی ہوں۔ جب آپ ﷺ نے پہلی بار مجھ سے

كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، وَأَنَّهُ عَارَضَهُ الْآنَ مَرَّتَيْنِ، وَإِنِّي لَا أُرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي، فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ، فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ، فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: "يَا فَاطِمَةُ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؛ فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِي رَأَيْتِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

سرگوشی کی تو بتایا ہر سال جبریل علیہ السلام میرے ساتھ ایک یا دو بار دور کرتے تھے۔ اس سال دو بار دور کیا ہے اور میرا خیال یہی ہے کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔ تو اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیوں کہ میں تیرے لیے اچھا پیش رو ہوں۔ تو میں رو پڑی جو تم نے دیکھا پھر جب آپ ﷺ نے میری شدت غم کی کیفیت دیکھی تو دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا: اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تو ایمان دار خواتین کی سردار ہو یا فرمایا اس اُمت کی خواتین کی سردار ہو۔ تو میں ہنس پڑی جو تم نے دیکھا۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الرجل مرحبا، ج۴ص۱۴۳، رقم: ۶۲۸۵ صحیح مسلم، باب فضائل فاطمۃ بنت النبی علیہا الصلوٰۃ والسلام، ج، ص۱۳۳۲، رقم: ۶۳۱۶ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۵۱۸، رقم: ۱۶۲۱ سنن الکبرٰی للنسائی، باب مناقب فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا، ج۵ص۹۶، رقم: ۸۳۶۸ مسند امام احمد احادیث فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۲۸۲، رقم: ۲۶۴۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فاطمہ بنا ہے فطم سے بمعنی دور ہونا اس لیے جس بچہ کا دودھ چھڑا دیا جاوے اسے فطیم کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جناب فاطمہ ان کی اولاد ان کے محبین کو دوزخ کی آگ سے دور کیا ہے اس لیے آپ کا نام فاطمہ ہوا۔ (مرقات) آپ کا لقب ہے بتول اور زہرا بتول کے معنی ہیں منقطع ہونا کٹ جانا وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا چونکہ آپ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے الگ تھیں لہذا بتول لقب ہوا زہرا بمعنی کلی آپ جنت کی کلی تھیں حتی کہ آپ کو کبھی حیض نہیں آیا۔ (مدارج) آپ کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی تھی جسے حضور سونگھا کرتے تھے (مبسوط سرخسی) اس لیے آپ کا لقب زہرا ہوا رضی اللہ عنہا۔ ہم نے عرض کیا ۔

بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

حضرت فاطمہ سر سے پاؤں تک ہم شکل مصطفیٰ تھیں، آپ کی چال ڈھال ہر وضع قطع حضور کے مشابہ تھی، اللہ نے رسول کی جیتی جاگتی تصویر بنایا تھا ہم نے عرض کیا ۔

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا
کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا

حضور جب فاطمہ زہرا کو آتے دیکھتے تو خوشی میں کھڑے ہو جاتے تھے پیشانی اور ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے، اپنی جگہ

بٹھالیتے تھے یہ واقعہ وفات شریف سے بالکل قریب ہی ہوا تمام ازواج پاک موجود تھیں مگر یہ راز کی بات صرف جناب فاطمہ سے فرمائی آپ صاحب راز ہیں۔

(یعنی حضرت عائشہ صدیقہ نے پوچھا) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے تو ہم نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ حضور نے تم سے کیا فرمایا۔

(حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا) یعنی میں تمہاری ماں ہوں اور تم میری بیٹی ہو ماں کا بیٹی پر حق ہوتا ہے اس حق کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اب تم مجھ کو بتادو کہ حضور انور نے تم سے کیا فرمایا تھا۔

جناب فاطمہ نے اپنی قوت اجتہادیہ سے معلوم فرمالیا تھا کہ حضور کی حیات شریف میں یہ بات چھپانے کی تھی کیونکہ اس میں حضور کی وفات کی خبر تھی قبل از وقت اس کا اظہار مناسب نہ تھا اب جب کہ وفات شریف ہوچکی وہ راز نہ رہی تو اس گفتگو کا دوسرا حصہ یعنی میری وفات اور میرے درجہ کا اظہار بھی راز نہ رہا اس لیے اب بیان فرمادیا۔

ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد سارا قرآن مجید ہے حضرت جبریل علیہ السلام ہر ماہ رمضان میں پورے قرآن کا حضور کے ساتھ دور کرتے تھے مگر اس دور کا نام نزول قرآن نہ تھا نزول تو وہ تھا جو حسب موقع آیات کا ورود ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں قرآن مجید کا دور کرنا سنت رسولی بھی ہے اور سنت جبریلی بھی کہ ایک پڑھے دوسرا سنے، پھر وہ پڑھے یہ سنے۔ یہ واقعہ یعنی دوبار ایک ماہ میں دور فرمانا پندرہ دن میں دورہ ختم کردینا حضور کے آخری رمضان شریف میں ہوا اور حضرت فاطمہ سے حضور کا یہ فرمان رمضان کے بعد تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارے قرآن سے واقف تھے، جسے قرآن نہ آتا ہو اس کے ساتھ دور نہیں کیا جاتا بلکہ اسے پڑھایا جاتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اگلے رمضان سے پہلے ہماری وفات ہوجاوے گی، بعض سورتیں مکمل نہیں نازل ہوئی تھیں کچھ آیات آچکی تھیں کچھ آنے والی تھیں پھر دور کیسا۔

یعنی اے فاطمہ جیسے تم ہماری حیات شریف میں طیبہ طاہرہ متقیہ صابرہ رہی ہو ایسے ہی ہماری وفات کے بعد بھی رہنا تمہارے پائے استقلال میں جنبش نہ آنے پائے آپ نے اس پر عمل کرکے دکھادیا۔ رونا صبر کے خلاف نہیں نوحہ پیٹنا، ماتم کرنا صبر کے خلاف ہے یہ آپ نے کبھی نہیں کیا۔

(میں تیرے لیے اچھا پیش رو ہوں) پیش رو وہ جو کسی کے آگے کسی مقام پر جاکر اس کا انتظام وغیرہ کرے یعنی ہم تم سے پہلے جارہے ہیں جب تم آؤگی تو ہم تمہارے انتظار میں ہوں گے تمہارا گھربار ساز و سامان ہماری نگرانی میں سب تیار ہوچکا ہوگا۔ سبحان اللہ!

یعنی مؤمن مردوں کی بیویوں کی تم سردار ہوگی لہذا جناب فاطمہ ازواج مطہرات خصوصًا جناب عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبریٰ کی سردار نہیں کہ وہ بیویاں مؤمنین کی بیویاں نہیں بلکہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری

اور جامع عبارت ارشاد فرمائی۔

یعنی میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تمہاری وفات ہوگی۔ یہاں یہ نہ فرمایا کہ تمہاری وفات ہوگی بلکہ فرمایا سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ اس میں کئی غیبی خبریں ہیں: حضرت فاطمہ زہرا کا وقت وفات آپ کی نوعیت وفات کہ آپ کا خاتمہ ایمان، تقویٰ پرہیزگاری کے اعلیٰ درجہ پر ہوگا آپ کا قبر وحشر میں اول نمبر کامیاب ہونا، آپ کا پل صراط سے بخوبی گزر جانا، آپ کا جنت کی اعلیٰ مقام پر حتی کہ حضور کے ساتھ رہنا یہ ہی علوم خمسہ کی خبریں ہیں۔ خیال رہے کہ فضیلت فاطمہ زہرا کے متعلق چند قول ہیں: ایک یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا دنیا بھر کی تمام عورتوں سے افضل ہیں حتی کہ بی بی مریم جناب عائشہ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ سے بھی۔ دوسرے یہ کہ حضرت خدیجہ وعائشہ جناب فاطمہ زہرا سے افضل ہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ تینوں حضرات یعنی جناب خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرا ہم رتبہ ہیں کوئی کسی سے افضل نہیں برابر ہیں، ترجیح دوسرے قول کو ہے کہ جناب عائشہ وخدیجہ حضرت فاطمہ زہرا سے افضل ہیں کہ وہ ماں ہیں اور جناب فاطمہ زہرا بیٹی، نیز جنت میں وہ دونوں حضور کے ساتھ ہوں گی حضرت فاطمہ علی کے ساتھ، نیز عائشہ صدیقہ بڑی فقیہہ عالمہ مجتہدہ ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ امام مالک فرماتے ہیں کہ طہارت نفس، شرف نسب میں جناب فاطمہ زہرا کی برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۸ ص۳۷۹)

(691) وَعَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَسَلَّمَ عَلَیْنَا، فَبَعَثَنِیْ اِلٰی حَاجَةٍ، فَاَبْطَاْتُ عَلٰی اُمِّیْ. فَلَمَّا جِئْتُ، قَالَتْ: مَا حَبَسَكَ؟ فَقُلْتُ: بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ، قَالَتْ: مَا حَاجَتُهٗ؟ قُلْتُ: اِنَّهَا سِرٌّ. قَالَتْ: لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا، قَالَ اَنَسٌ: وَاللّٰهِ لَوْ حَدَّثْتُ بِهٖ اَحَدًا لَحَدَّثْتُكَ بِهٖ یَا ثَابِتُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ مُخْتَصَرًا.

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے ہمیں سلام کیا پھر مجھے ایک کام بھیجا میں نے اپنی والدہ کے پاس آنے میں دیر کردی پس جب میں آیا تو پوچھا تم کو کس نے روکا میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک کام سے بھیجا تھا کہنے لگیں: کیا کام تھا میں نے کہا یہ راز ہے کہنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ کے راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ حضرت انس کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں وہ راز اگر کسی کو بتاتا تو اے ثابت! تم کو ضرور بتاتا۔ (مسلم) اور بخاری نے اس کا بعض حصہ مختصراً بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل انس بن مالک رضی اللہ عنہ ج۲، ص۱۱۰، رقم: ۶۵۳۲، الادب المفرد للبخاری باب الامانۃ ص۳۹۵ رقم: ۱۱۵۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک ج۴، ص۴۵۳، رقم: ۱۳۶۰۹)

شرح حدیث: راز فاش کرنا

زبان کی ایک آفت لوگوں کے راز فاش کرنا بھی ہے اور یہ ایک طرح کی خیانت ہے جو کہ ممنوع ہے کیونکہ اس سے اس شخص کو تکلیف پہنچتی ہے جس کا راز فاش کیا جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو راز داں بنائیں تو ایک کیلئے دوسرے کا وہ راز فاش کرنا جائز نہیں جسکا فاش ہونا پہلے کو ناگوار گزرے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۱۱۱۹۱، ج ۷، ص ۵۲۰)

جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ کونین نے فرمایا: ایک شخص کی بات دوسرے کے پاس امانت ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی ان المجالس امانۃ، رقم الحدیث ۱۹۶۶، ج ۳، ص ۳۸۶)

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت اللہ کے نزدیک سب سے بُرا وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے یا جو بیوی اپنے شوہر سے قضائے شہوت کرے اور ان میں سے کوئی اپنے ہمسفر کا راز فاش کر دے۔ (صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المرءۃ رقم الحدیث ...، ص ...)

لیکن تین قسم کی باتوں کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسا کہ۔۔۔۔۔۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجالس امانت ہیں سوائے تین قسم کی مجالس کے، (۱) جس مجلس میں کسی کو ناحق قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہو (۲) حرام جماع کا منصوبہ بنا ہو (۳) ناحق مال لینے کا منصوبہ بنا ہو۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، رقم الحدیث ۴۸۶۹، ج ۴، ص ۳۵۱)

86-بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاِنْجَازِ الْوَعْدِ
وعدہ وفا کرنا اور عہد نبھانا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا) (الاسراء: 34).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وعدہ پورا کرو یقیناً وعدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ) (النحل: 91)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے وعدہ کو پورا کرو جب تم وعدہ کرلو تو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ) (المائدۃ: 1).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان معاہدے پورے کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ) (الصف: 2-3).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان وہ بات کیوں کرتے جو تم کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی ناراضگی کی ہے۔ کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

(692) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ".

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامات المنافق، ج۱، ص۲۴، رقم: ۳۳ صحیح مسلم، باب بیان خصال المنافق، ج۱، ص۵۶، رقم: ۲۱۹ (دار الجلیل، بیروت) سنن ترمذی، باب ما جاء فی علامة المنافق، ج۵، ص۱۱، رقم: ۲۶۳۱ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الایمان، باب علامات النفاق، ج۱، ص۱۱۰، رقم: ۱۴۷ سنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی الترغیب فی اداء الامانات، ج۶، ص۲۸۸، رقم: ۱۳۰۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

منافق سے اعتقادی منافق مراد ہیں، یعنی دل کے کافر زبان کے مسلم، یہ عیوب ان کی علامتیں ہیں مگر علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں۔ کوے کی علامت سیاہی ہے مگر ہر کالی چیز کوا نہیں۔

یعنی یہ منافقوں کے کام ہیں۔ مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے یہ نہیں کہ یہ جرم خود نفاق ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ تینوں جرم کئے تھے مگر وہ نہ منافق ہوئے نہ کافر لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص ۵۳)

امانت میں خیانت

حضرت سیدنا یوسف بن حسن رازی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی اسم اعظم جانتے ہیں۔ چنانچہ، میں مصر کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا بالآخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میری داڑھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ ایک بڑا سا پیالہ میرے پاس تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک نظر میری طرف دیکھا پھر دوسری طرف متوجہ ہو گئے پھر میری طرف بالکل التفات نہ فرمایا۔ میں بھی آس لگائے بیٹھا رہا کہ کبھی نہ کبھی تو نظرِ کرم ضرور فرمائیں گے، اسی آس میں کافی دن گزر گئے۔

ایک دن ایک تیز طرار چرب زبان شخص جو علمِ کلام میں ماہر تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا اور مناظرہ کرنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلائل سے گفتگو کی لیکن وہ اپنی چرب زبانی کی وجہ سے قابو نہ آیا۔ جب میں نے یہ صورت

حال دیکھی تو اس سے مناظرہ کیا اور اسے لاجواب کر دیا، وہ شکست کھا کر وہاں سے چلا گیا۔ اب حضرت سیّدُ نا ذُوالنُّون مِصْری علیہ رحمۃ اللہ القوی میرا مقام جان چکے تھے، آپ میرے پاس آئے مجھے گلے سے لگایا اور میرے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضعیفُ العمر جبکہ میں عالَمِ شباب میں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال انکساری کا مظاہرہ کیا اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا: اے نوجوان! میں تجھے پہچان نہ سکا میں اپنے رویے پر معذرت خواہ ہوں۔ میں نے کہا: حضور! کوئی بات نہیں، میں آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ، ایک سال تک میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرتا رہا، ایک دن موقع پا کر میں نے عرض کی: حضور! میں ایک سال مسلسل آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں، اب میرا حق آپ پر لازم ہو گیا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اسمِ اعظم جانتے ہیں۔ ایک سال کے عرصہ میں آپ مجھے اچھی طرح جان چکے ہوں گے، حضور! مجھے یقین ہے کہ میری مثل آپ کسی ایسے کو نہ پائیں گے جسے اسمِ اعظم سکھایا جائے، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اسمِ اعظم کی تعلیم دے دیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے اسمِ اعظم سکھانے کے لئے راضی ہو گئے ہیں۔

میں چھ ماہ تک مزید آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرتا رہا، ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تھال اور رومال میں بندھی ہوئی کوئی چیز دے کر فرمایا: اے نوجوان! شہرِ فُسطاط میں رہنے والے ہمارے فلاں دوست کو تم جانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ہماری خواہش ہے کہ تم یہ تھال اس تک پہنچا دو، میں نے وہ تھال اُٹھایا اور فُسطاط کی طرف چل پڑا، میں سوچ رہا تھا کہ ذُوالنُّون مِصْری علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسا شخص فلاں شخص کو ہدیہ بھیج رہا ہے، اس تھال میں ضرور کوئی خاص چیز ہو گی، دیکھوں تو سہی کہ آخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دوست کو کیا تحفہ بھجوایا ہے۔ میں بے صبرا ہو گیا، ایک پُل کے قریب پہنچ کر تھال نیچے رکھا اس میں نہ جانے کیا چیز تھی جسے رومال سے باندھ دیا گیا تھا، میں نے رومال کھول کر اوپر اٹھایا تو ایک چوہا نکل کر بھاگا یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا اور دل میں کہنے لگا: حضرت ذُوالنُّون مِصْری علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسے بندے نے مجھ جیسے شخص کے ہاتھوں اپنے دوست کو تحفہ میں چوہا بھجوا کر میرے ساتھ مذاق کیا ہے۔ چنانچہ، اسی غصہ کی حالت میں، مَیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری حالت دیکھ کر فرمایا: اے نادان! ہم نے تجھے آزمایا اور ایک چوہا تیرے پاس امانت رکھوایا لیکن تو چوہے کے معاملے میں بھی خیانت کر بیٹھا، اگر میں نے اسمِ اعظم امانتاً تیرے پاس رکھ دیا تو تیرا کیا حال ہو گا، جا مجھ سے دور ہو جا۔ تو اس قابل نہیں کہ تجھے یہ دولت دی جائے۔

(عیون الحکایات ص ۱۴۳)

(693) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میں چار

وَسَلَّمَ، قَالَ: «اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

باتیں ہوں۔ وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ان میں سے ایک ہو تو اس میں منافقت کی ایک بات ہوگی حتیٰ کہ اس کو ترک کردے۔ جب اس کو امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرنے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامة المنافق، ج۱ص۲۴، رقم: ۳۴، صحیح مسلم، باب بیان خصال المنافق ج۱ص۵۶، رقم: ۲۱۰، الآداب للبیہقی، باب الرجل یحدث فیکذب ویعد فیخلف، ج۱ص۱۸۱، رقم: ۲۰۶، اطراف المسند المعتلی، من اسمه مسروق بن الاجدع، ج۶ص۹۱، رقم: ۲۳۶۴، سنن ابوداؤد، باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه، ج۴ص۳۵۶، رقم: ۴۶۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کردی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہٰذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ یا حضور فرماتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سا کام)

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبرّا اور گلیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون وہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۴)

باتوں، کاموں اور عہدوں کی امانت

واضح رہے کہ جس طرح روپیوں، پیسوں اور مال وسامان کی امانتوں میں خیانت حرام ہے اسی طرح باتوں، کاموں اور عہدوں کی امانتوں میں بھی خیانت حرام ہے۔ مثلاً کسی نے آپ سے اپنے راز کی بات کہہ دی اور آپ سے یہ کہہ دیا کہ یہ بات امانت ہے کسی سے مت کہیے گا اور وہ بات آپ نے کسی سے کہہ دی تو یہ امانت میں خیانت ہوگئی۔ اسی طرح کسی نے آپ کو مزدور رکھ کر کوئی کام سپرد کردیا مگر آپ نے قصداً اس کام کو بگاڑ دیا، یا کم کام کیا تو آپ نے امانت میں خیانت کی۔ اسی طرح حاکم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کی نگرانی رکھے اور ان کی خبر گیری کرتا رہے اور عدل و نصاف قائم رکھے۔ اگر اس نے اپنے عہدے کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا تو یہ امانت میں خیانت ہوگئی۔ اسی طرح رات میں میاں بیوی جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں اس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے امین ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے کسی نے ان باتوں کو دوسرے لوگوں سے کہہ دیا تو یہ بھی امانت میں خیانت ہوگئی۔ غرض مزدور، کاریگر، ملازم وغیرہ جو کام ان لوگوں کو سونپا گیا ہے وہ ان

کاموں کے امین ہیں۔اگر یہ لوگ اپنے کام اور ڈیوٹی کے پوری کرنے میں کمی یا کوتاہی کریں گے تو امانت میں خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ یادرکھو کہ ہر قسم کی امانتوں میں خیانت حرام ہے اور ہر خیانت جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ ہر مسلمان کو ہر قسم کی خیانتوں سے بچنا ایمان کی سلامتی ،اور جہنم سے نجات پانے کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

(جہنم کے خطرات ٦٧)

(694) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" فَلَمْ يَجِيْءْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَنَادٰى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا. فَأَتَيْتُهُ وَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا، فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ، فَقَالَ لِيْ: خُذْ مِثْلَيْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بحرین سے مال آئے گا' تو میں تمہیں اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال سے قبل بحرین کا مال نہ آیا جب وہ آیا' تو حضرت ابوبکر ﷛ نے اعلان کا حکم دیا کہ جس کسی کا رسول اللہ ﷺ سے وعدہ ہو یا آپ پر قرض آتا ہو۔ وہ ہمارے پاس آجائے میں ان کے پاس گیا۔اور بتایا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے اس طرح اور اس طرح فرمایا تھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ بھر کر کے مجھے دیا۔ میں نے اس کو گنا یہ پانچ سو تھا تو فرمایا اس سے دوگنا اور لے لو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من تکفل عن میت دینا، ج٢ص٩٠ رقم: ٢٢٩٦ صحیح مسلم باب ما سئل رسول الله شیئا قط فقال لا و کثرۃ عطائہ ج٧ص٧٥ رقم: ٦١٩٥ مسند ابی یعلی مسند جابر بن عبدالله الانصاری ج٣ص٤٠١ رقم: ٢٠١٩ اطراف المسند المعتلی من اسمه محمد بن المنکدر عن جابر ج٢ص١٥٢ رقم: ١٩٠٠ مسند الحمیدی احادیث جابر بن عبدالله ج٢ص٥١٠ رقم: ١٢٣٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں.

لغت میں اچھی چیز کی امید دلانے یا بری چیز سے ڈرانے ان دونوں کو وعدہ کہا جاتا ہے۔اصطلاح میں کسی چیز کی امید دلانے کو وعدہ کہتے ہیں، بری چیز سے ڈرانے کو وعید۔ میں تم کو کچھ دوں گا وعدہ ہے، تم کو سزا دوں گا وعید ہے۔ یہاں وعدہ اصطلاحی مراد ہے خلاف وعدہ کرنا جھوٹ ہے خلاف وعید کرنا معافی، وعدہ خلافی بری چیز ہے معافی اچھی چیز ہے۔

(وہ ہمارے پاس آجائے) اور ہم سے حضور کا قرض وصول کرے حضور کا وعدہ پورا کرائے۔اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وعدہ مثل قرض کے ہے۔ دوسرے یہ کہ مرحوم کی طرف سے اس کے قرض ادا کر دینا اس کے وعدے پورے کرنا سنت ہے خواہ کوئی میت کا عزیز کرے یا کوئی اور اس وجہ سے حضرت صدیق باغ فدک کی آمدنی حضور کے بال

پر خرچ کرتے تھے۔ (مرقات)

معلوم ہوا کہ حضور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ کرم تھا کہ حضور انور نے اپنے لپ بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا حضرت صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بھر کر انکی جھولی میں ڈالا تھا۔

آپ نے خود تین لپ بھر کر نہ دیئے تا کہ اصل اور نائب کے لپ میں فرق رہے۔ خیال رہے کہ آپ نے حضرت جابر سے اس وعدہ پر گواہی نہیں مانگی نہ قسم لی کیونکہ معاملات میں گواہی منکر کے مقابل ہوتی ہے یہاں کوئی منکر تھا نہیں اور حضرات صحابہ ثقہ عادل ہیں ان کے قول بغیر قسم قبول ہیں، وہ حضرات حضور سے احادیث روایت کرتے ہیں تو ان پر نہ جرح ہوتی ہے نہ ان سے قسم لی جاوے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کی تقسیم نہیں ورنہ حضرت جابر جناب فاطمہ زہراہ حضرت عباس سے یہ وعدہ پورا کراتے۔ دوسرے یہ کہ جو ذاتِ کریم ایسی دیانتدار ہو وہ خلافت جیسی اہم چیز کبھی غصب نہیں کر سکتی حضرت صدیق اکبر خلیفہ برحق ہیں، دیانتدار ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اسلام کے پہلے تاجدار ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۰۸)

87- بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلٰى مَا اعْتَادَهُ مِنَ الْخَيْرِ

جس کار خیر کو اپنائے اس پر پابندی کرے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ) (الرعد: 11).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ کسی قوم کے ساتھ نعمت والے معاملہ کو تبدیل نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ اپنی حالت کو تبدیل کرے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا) (النحل: 92).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کی طرح نہ بنو جو اپنے کاتے ہوئے سوت کو پختہ کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

وَالْاَنْكَاثُ: جَمْعُ نِكْثٍ، وَهُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوْضُ.

انکاث: نکث کی جمع ہے اس کا مطلب ہے ٹوٹا ہوا دھاگہ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) (الحدید: 16)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے۔ ان پر مہلت لمبی ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید: 27)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس انہوں نے اس کا خیال نہ رکھا جس طرح اس کا حق تھا۔

(695) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَبْدَ اللهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ فلاں کی طرح نہ بننا کہ وہ رات کا قیام کرتا تھا پھر رات کے قیام کو چھوڑ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ج ۱ ص ۱۵۳، رقم: ۱۱۵۲، صحیح مسلم، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ او فوت بہ حقا، ج ۲ ص ۱۶۳، رقم: ۲۷۹۰، سنن الکبری للبیہقی، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل، ج ۳ ص ۱۲، رقم: ۴۰۰۶، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج ۱ ص ۴۲۲، رقم: ۱۳۳۱، سنن الکبری للنسائی، باب الحث علی قیام اللیل، ج ۱ ص ۴۱۱، رقم: ۱۳۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بلا عذر محض سستی کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۰۸)

جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا

حضرتِ سیِّدُنا محمد سمنین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرماتے ہیں: ایام ریاضت میں میری کیفیت یہ تھی کہ جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا۔ ایک مرتبہ میں مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ جہاد پر گیا۔ دشمنوں کے بہت بڑے رومی لشکر نے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا اور غالب آنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ رومی لشکر کی کثرت دیکھ کر مسلمان مجاہدین پر خوف کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں بھی خوف محسوس کر رہا تھا، میرا نفس مجھے اپنے وطن کی یاد دلا رہا تھا۔ جب نفس نے بہت زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کیا تو میں نے اسے ڈانٹا اور شرم دلاتے ہوئے کہا: اے نفسِ کذاب! تُو تو دعویٰ کرتا تھا کہ تو بہت عبادت گزار اور مجاہدات کا شوقین ہے۔ اب جب وطن سے دور آ گیا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے حالانکہ یہی تو موقع ہے کہ تو اپنے شوق کا مظاہرہ کرے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے تجھے شرم آنی چاہیے۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ سامنے نہر میں اُتر جاؤں اور غسل کروں۔ چنانچہ، میں نے غسل کیا اور باہر آ گیا۔ اب میری کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ جذبۂ شوق میرے رؤئیں رؤئیں سے عیاں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے اندر اتنا جذبہ کہاں سے آ گیا۔ میں نے اپنا اسلحہ زیبِ تن کیا اور میدان جنگ میں گھس کر بڑی شدت سے دشمنوں کی صفوں پر حملہ

کیا۔ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کس طرح لڑ رہا ہوں۔ میں دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے پیچھے چلا گیا اور نہر کے قریب پہنچ کر اللہُ اَکْبَر، اللہُ اَکْبَر، اللہُ اَکْبَر، اللہُ اَکْبَر کی صدائیں بلند کیں۔ دشمنوں نے تکبیر کی آواز سنی تو ان کے ہوش اُڑ گئے، وہ سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی کمک (یعنی مدد) کے لئے مجاہدین کی فوج پہنچ چکی ہے۔ پھر رومی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ دُم دبا کر بھاگ گئے۔ مسلمان مجاہدین نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ نعرۂ تکبیر کی برکت سے اس جنگ میں رومیوں کے چار ہزار سپاہی مارے گئے اور اللہ ربُّ العزّت نے میرے اس نعرہ کو مسلمانوں کی فتح ونصرت کا سبب بنا دیا۔

(عیون الحکایات ۹۳)

88-بَابُ اسْتِحْبَابِ طِيْبِ الْكَلَامِ وَطَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

ملاقات کے وقت خوش کلامی اور خندہ پیشانی مستحب ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (الحجر: 88)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو ایمان داروں کے لیے جھکائیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: 159)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا: اگر آپ بد خلق اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

(696) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا دے کر جسے یہ نہ ملے وہ پاکیزہ بات کہہ دے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفۃ الجنۃ والنار، ج۴ص۲۱۷، رقم: ۶۵۶۳ صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، ج ۲ص ۱۱۱، رقم: ۲۳۹۶ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عدی بن حاتم الطائی، ج ۶ص ۲۵۶ رقم: ۱۸۲۷۹ مسند ابن الجعد، من حدیث ابی اسحاق، ص۸۱، رقم: ۳۵۴ مسند البزار، مسند ابی بکر الصدیق، ج ۱ص۱۹، رقم: ۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

یہاں کلمہ طیبہ سے مراد یا تو کلمہ شہادت ہے یا اللہ کا ہر ذکر ہے یا فقیر سے اچھی بات کہہ دینا معذرت کر دینا آئندہ کے لیے وعدہ کر لینا کہ ابھی کچھ نہیں جب کچھ ہوگا تب ان شاء اللہ تم کو دیں گے اسی کو قرآن مجید نے قول معروف فرمایا ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور نے آئندہ دولت کی خبریں دے کر انہیں سخاوت دینداری پر قائم رہنے کی تاکید فرما دی، یہ ہے قوم کی اصلاح۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ص ۱۱۵)

اچھی باتوں کا فائدہ اور بری باتوں کا نقصان

اچھی باتیں مثلاً سُبْحٰنَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ ان کا اُخروی نفع تو یہ ہے کہ ہر کلمہ سے ایک پیڑ (یعنی درخت) جنت میں لگایا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل فی التسبیح، الحدیث ۳۸۰۷، ج ۴، ص ۲۵۲)

اسی کو فرمایا جاتا ہے:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ اُمید میں سب سے بھلی۔ (پ ۱۵، الکھف: ۴۶)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے رب کے ہاں سب سے بہتر ثواب اور سب سے بھلا انجام۔ (پ ۱۶، الّریم: ۷۶)

اور فی الحال ان کا نفع یہ ہے کہ وہ کلمات منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع (یعنی جمع) رہتے ہیں قیامت تک تَسْبِیْح و تَقْدِیْس کریں گے اور اپنے قائل کے واسطے مَغْفِرت مانگیں گے۔ اسی طرح کلمات کُفر منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع رہتے ہیں، قیامت تک تَسْبِیْح و تَقْدِیْس کریں گے اور اپنے قائل پر لَعْنت کرتے رہیں گے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۶۴)

اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ہمیں ایسا عمل بتایئے جسے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کبھی نہ بولو۔ عرض کیا گیا: ہم ایسا نہیں کرسکتے۔ فرمایا: (پھر) اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ بولو۔ (بحر الدموع ۲۶۵)

(697) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ تَقَدَّمَ بِطُوْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اور عمدہ بات صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) یہ اس طویل حدیث کا بعض حصہ ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاح بین الناس والعدل بینهم، ج ۲ ص ۲۸۷ رقم: ۲۰۰۶، صحیح مسلم باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۲۳۸۲-۲۳۷۷، صحیح ابن خزیمه باب ذکر کتابة الصدقة ج ۱ ص ۵۷۴ رقم: ۱۲۹۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۳ ص ۳۱۶ رقم: ۸۱۲۸، تقریب

السانید وترتیب المسانید للعراقی، باب صلاۃ الجماعۃ والمشی الیہا صلاۃ الضحی، ص ۳۳)

شرحِ حدیث: حَکِیْمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لیے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۱۵)

اچھی بات کے علاوہ کچھ کہتے ہوئے نہ سنا

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سرکارِ والا تَبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس میں حاضرِ خدمت تھے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ابھی اس دروازے سے ایک جنتی شخص داخل ہو گا۔ تو ایک انصاری شخص داخل ہوا جس کی داڑھی وضو کی وجہ سے تر تھی اور اس نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں لٹکا رکھے تھے، اس نے حاضرِ بارگاہ ہو کر سلام عرض کیا۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وہی بات ارشاد فرمائی کہ ابھی اس دروازے سے ایک جنتی مرد داخل ہو گا۔ تو بعینہٖ وہی شخص پہلے کی طرح حاضرِ بارگاہِ اقدس ہوا، پھر جب تیسرا دن آیا تو حضور نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہی بات ارشاد فرمائی تو حسبِ معمول وہی شخص داخل ہوا، پھر جب دافعِ رنج وملال، صاحبِ جود ونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لے گئے تو حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کے پیچھے چل دیئے اور اس سے کہا: میں نے اپنے والد صاحب سے جھگڑ کر قسم اٹھائی ہے کہ میں تین دن تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا لہٰذا اگر میں تین راتیں گزرنے تک آپ کے پاس پناہ لینا چاہوں تو کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے وہ تین راتیں اس کے ساتھ گزاریں لیکن رات کے وقت اسے کوئی عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا، ہاں! مگر جب وہ بیدار ہوتا یا کروٹ بدلتا تو اللہ عزوجل کا ذکر کرتا اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا اور جب تک نماز کے لئے اقامت نہ ہو جاتی بستر سے نہ اٹھتا اور میں نے اسے اچھی بات کے علاوہ کچھ کہتے ہوئے نہ سنا، پھر جب تین دن گزر گئے تو میں اس کے عمل کو معمولی جاننے لگا اور اس سے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے! میرے اور میرے والدِ محترم کے درمیان کوئی ناراضگی نہیں تھی مگر چونکہ میں نے رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تمہارے بارے میں تین مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا: ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا تو تینوں مرتبہ تم ہی آئے تو میں نے سوچا کہ تمہارے پاس رہ کر دیکھوں کہ تمہارا عمل کیا ہے تاکہ میں بھی تمہاری پیروی کر سکوں مگر میں نے تو تمہیں کوئی بڑا عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر

تمہیں اس مقام تک کس عمل نے پہنچایا جس کے بارے میں خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خبر دی ہے؟ تو اس نے کہا: میرا عمل تو وہی ہے جو تم نے دیکھ لیا۔ پھر جب میں واپس آنے لگا تو اس نے مجھے بلا کر کہا: میرا عمل تو وہی ہے جسے تم نے دیکھ لیا مگر میں اپنے دل میں کسی مسلمان سے بددیانتی نہیں پاتا اور نہ ہی اللہ عزوجل کی عطا کردہ بھلائی پر کسی سے حسد کرتا ہوں۔ تو حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بس یہی وہ اعمال ہیں جنہوں نے تجھے اس مقام تک پہنچا دیا۔ (شعب الایمان، باب فی الحث علی ترک الغل والحسد، الحدیث: ۶۶۰۵، ج۵، ص ۲۶۴، ۲۶۵، بتغیر قلیل)

(698) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا، وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بھلائی کو حقیر نہ جان اگرچہ یہ اپنے بھائی کو کھلے چہرہ سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، ج ۲ص ۶۲۸، رقم: ۲۸۸۵، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج ۱ص ۲۱۲، رقم: ۴۶۸، سنن الکبری للبیہقی، باب وجوب الصدقة، ج ۴ص ۱۸۸، رقم: ۶۱۱۲، الاحاد والمثانی من اسمه ابوجری الهجیمی، ص ۳۹۱، رقم: ۱۱۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی تمیمة الهجیمی، ج ۲ص ۲۸۲، رقم: ۱۵۹۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مؤمن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۲۰)

ابوالفرج حضرت سیدنا عبدالرحمن ابن جوزی حنبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب عُیُوْنُ الْحِکَایَات میں لکھتے ہیں:

اے ابن آدم! تو ہرگز نیکی کے کسی کام کو بھی حقیر نہ جان، کیونکہ جب تو اسے دار جزاء میں دیکھے گا تو اس نیکی کا وہاں موجود ہونا تجھے خوش کر دے گا۔ اور برائی کے کسی کام کو ہرگز حقیر نہ جان! کیونکہ جب تو اسے دیکھے گا تو اس کا وہاں موجود ہونا تجھے غمناک کر دے گا۔ اے ابن آدم! زمین کو اپنے قدموں تلے روندھ ڈال کیونکہ یہ تیری قبر کے قریب ہے۔

اے ابن آدم! جس وقت سے تیری ماں نے تجھے جنا اس وقت سے اب تک لگاتار تیری عمر کم ہوتی جارہی ہے۔

اے ابن آدم! تیرے لئے ایک نامہ اعمال کھول دیا گیا ہے اور تیرے اوپر دو فرشتے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ایک تیری دائیں جانب جبکہ دوسرا بائیں جانب ہے۔ اب کم اعمال کر! یا زیادہ، جب تو مرے گا تو اس نامہ اعمال کو لپیٹ کر اسے تیرے گلے میں پہنا دیا جائے گا۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا

ترجمہ کنز الایمان: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ (نامہ اعمال) پڑھ، آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔ (پ15، بنی اسرائیل:14)

اے ابن آدم! تو ریا کاری کرتے ہوئے کوئی نیکی نہ کر اور نہ ہی شرم کی وجہ سے کسی نیکی کو چھوڑ۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۴۰)

89-بَابُ اسْتِحْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ وَإِيضَاحِهِ لِلْمُخَاطِبِ وَتَكْرِيرِهِ لِيُفْهَمَ إِذَا لَمْ يُفْهَمْ إِلَّا بِذٰلِكَ

مخاطب کے لیے بات کی وضاحت اور تکرار مستحب ہے تاکہ بات سمجھ میں آ جائے جب وہ نہ سمجھ رہا ہو

(699) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی اہم بات کرتے تو اس کو تین بار دہراتے تاکہ خوب سمجھ آ جائے۔ اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو انہیں تین بار سلام کہتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفھم عنہ، ج۱ص۲۰، رقم: ۹۵، مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۴ص۴۱۲، رقم: ۱۳۲۲۴، مسند البزار، مسند ابی حمزہ عن انس بن مالک، ج۱ص۳۳، رقم: ۶۲۲۰، مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، ج۱ص۴۵، رقم: ۲۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیئے صاحب مشکوۃ اس حدیث کو "کتاب العلم" میں لائے۔

ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلے کی اجازت کے لئے شور نہ مچائے، بہت دروازہ نہ پیٹے، بلکہ صرف یہ کہے السلام علیکم آ جاؤں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۶)

(700) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اتنا واضح ہوتا کہ اس کو ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الھدی فی الکلام، ج۴ص۳۴۰، رقم: ۴۸۳۹، الاداب للبیہقی، باب ما یستحب من ترتیل الکلام وتبیینہ، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۴۱۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یستحب من الکلام، ج۶ص۱۵۰، رقم: ۲۶۸۲۱، الفتح الکبیر، حرف الکاف، ج۳ص۳۳، رقم: ۹۲۶۵، کنز العمال، حرف الشین، ج۷ص۶۰، رقم: ۱۸۳۳۳)

شرح حدیث: بات چیت کرنے کی سنتیں اور آداب

اس زندگی میں ہمیں ہر وقت بات چیت کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ بلکہ ہم لوگ بلاضرورت بھی ہر وقت بولتے رہتے ہیں حالانکہ یہ بلاضرورت بولنا بہت بہت ہی نقصان دہ ہے غیر ضروری گفتگو کرنے سے خاموش رہنا افضل ہے۔ لہٰذا ہمارے پیارے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بات چیت کے سلسلے میں سنتیں اور آداب اور خاموشی کے فضائل وغیرہ یہاں پر بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم گفتگو اس طرح دلنشین انداز میں ٹھہر ٹھہر کر فرماتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا چنانچہ اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم صاف صاف اور جدا جدا کلام فرماتے تھے، ہر سننے والا اس کو یاد کر لیتا تھا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عائشۃ، الحدیث ۲۶۲۶۹، ج۱۰، ص۱۱۵)

(۲) مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے بات چیت کیجئے۔ چھوٹوں کے ساتھ مشفقانہ اور بڑوں کے ساتھ مؤدبانہ لہجہ رکھئے ان شاء اللہ عزوجل دونوں کے نزدیک آپ معزز رہیں گے۔

(۳) چلا چلا کر بات کرنا جیسا کہ آجکل بے تکلفی میں دوست آپس میں کرتے ہیں، معیوب ہے۔

(۴) دورانِ گفتگو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی دینا ٹھیک نہیں کیونکہ تالی، سیٹی بجانا محض کھیل کود، تماشہ اور طریقہ کفار ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج۹، ص۵۴۹)

(۵) بات چیت کرتے وقت دوسرے کے سامنے بار بار ناک یا کان میں انگلی ڈالنا، تھوکتے رہنا اچھی بات نہیں۔ اس سے دوسروں کو گھن آتی ہے۔

(۶) جب تک دوسرا بات کر رہا ہو، اطمینان سے سنیں۔ اس کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع نہ کر دیں۔

(۷) کوئی ہکلا کر بات کرتا ہو تو اس کی نقل نہ اُتاریں کہ اس سے اُس کی دل آزاری ہو سکتی ہے۔

(۸) بات چیت کرتے ہوئے قہقہہ نہ لگائیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے کبھی قہقہہ نہیں لگایا (قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسنا کہ دوسروں تک آواز پہنچے۔) (ماخوذ از مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۴۰۲)

(۹) زیادہ باتیں کرنے اور بار بار قہقہہ لگانے سے وقار بھی مجروح ہوتا ہے۔

(۱۰) سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب تم کسی دنیا سے بے رغبت شخص کو دیکھو اور اُسے کم گو

پاؤ تو اس کے پاس ضرور بیٹھو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ج ۴، ص ۴۲۲)

(۱۱) حدیثِ پاک میں ہے جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ (شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی السکوت عما لا یعنیہ، الحدیث ۴۹۸۳، ج ۴، ص ۲۵۴، جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب (نمبر ۵) الحدیث ۲۵۰۹، ج ۴، ص ۲۲۵)

(۱۲) کسی سے جب بات چیت کی جائے تو اس کا کوئی صحیح مقصد بھی ہونا چاہیے۔ اور ہمیشہ مخاطب کے ظرف اور اس کی نفسیات کے مطابق بات کی جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے، کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو۔) یعنی اس طرح کی باتیں نہ کی جائیں کہ دوسروں کی سمجھ میں نہ آئیں۔ الفاظ بھی سادہ صاف صاف ہوں، مشکل ترین الفاظ بھی استعمال نہ کئے جائیں کہ اس طرح اگلے پر آپ کی علمیت کی دھاک تو بیٹھ جائے گی مگر مدعا خاک بھی سمجھ نہ آئے گا۔

(۱۳) اپنی زبان کو ہمیشہ بری باتوں سے روکے رکھیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نجات کیا ہے؟ فرمایا، اپنی زبان کو بری باتوں سے روک رکھو۔

(جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، الحدیث ۲۴۱۴، ج ۴، ص ۱۸۲)

90-بَابُ اِصْغَاءِ الْجَلِيْسِ لِحَدِيْثِ جَلِيْسِهِ الَّذِيْ لَيْسَ بِحَرَامٍ وَاسْتِنْصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِيْ مَجْلِسِهٖ

مجلس کی بات کان لگا کر سننا بشرطیکہ وہ بات حرام نہ ہو اور عالم و واعظ کا حاضرین مجلس کو خاموش کرانا

(701) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ" ثُمَّ قَالَ: "لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جریر بن عبداللہ ﷛ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو خاموش کراؤ پھر فرمایا میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الانصات للعلماء، ج۱ص۳۵ رقم: ۱۲۱ صحیح مسلم، باب لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض، ج۱ص۵۸ رقم: ۲۳۲ سنن ابن ماجه، باب لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض ج۲ص۱۳۰۰ رقم: ۱۹۴۲ سنن الدارمی، باب فی حرمة المسلم، ج۲ص۹۵ رقم: ۱۹۲۱ سنن الکبری للنسائی، باب تحریم القتل ج۲ص۳۱۷، رقم: ۳۵۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں، کنیت ابو عمرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے، پھر بہت عرصہ کوفہ میں رہے، مقام قرقیسا ۵۱ھ میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں، آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں۔ (اکمال)

کافر سے مراد یالغوی کافر ہے یعنی ناشکرا یا شرعی کافر، تو مطلب یہ ہے کہ قریب الکفر ہو گیا یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۷)

مسلمان کا قتل

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ ۵، النساء: ۹۳)

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ5، النساء: 93)

دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (پ8، الانعام: 151)

ایک دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا○

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ (پ5، النساء: 29)

ایک دوسری آیت میں ہے کہ

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

(پ[illegible]، [illegible]: [illegible])

اور ایک دوسری آیت میں یہ بھی فرمایا کہ

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔ (پ30، التکویر: 8،9)

اب اس مضمون کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجئے جو بہت رقت انگیز و عبرت خیز ہیں۔

حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو منہ کے بل اُوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدماء، حدیث ۱۴۰۳، ج ۳، ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا اور وہ اپنے قاتل کے سر کا اگلا حصہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے خدا عزوجل کے حضور حاضر ہوگا، اے میرے پروردگار! اس نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ کر خدا عزوجل کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کریگا۔ (سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النساء، الحدیث ۳۰۴۰، ج ۵، ص ۲۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ لیکن جو شرک کی حالت میں مرگیا اور جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اُن دونوں کو نہیں بخشے گا۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب القصاص، الفصل الثانی، الحدیث: ۳۴۶۸، ج ۲، ص ۲۸۹۔ سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، الحدیث ۴۲۷۰، ج ۴، ص ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مسلمان کے قتل میں مدد کرے اگر چہ وہ ایک لفظ بول کر بھی مدد کرے تو وہ اس حال میں (قیامت کے دن) اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جانے والا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل (مسلم) ظلما، الحدیث ۲۶۲۰، ج ۳، ص ۲۶۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت ہی سخت گناہ کبیرہ ہے۔ پھر اگر مسلمان کا قتل اس کے ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل مسلمان کے قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر ہوگا اور قاتل کافر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلتا رہے گا۔ اور اگر صرف دُنیوی عداوت کی بنا پر مسلمان کو قتل کر دے اور اس قتل کو حلال نہ جانے جب بھی آخرت میں اس کی یہ سزا ہے کہ وہ مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔

دُنیا میں مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو قاتل کو قتل کر کے قصاص لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو ایک سو اونٹ یا اس کی قیمت قاتل سے بطورِ خون بہا کے لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

91۔ بَابُ الْوَعْظِ وَالْاِقْتِصَادِ فِيْهِ

وعظ اور اس میں میانہ روی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کے راستہ کی

بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (النحل: 125)

طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ بلاؤ۔

(702) وَعَنْ أَبِي وَائِلٍ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُذَكِّرُنَا فِي كُلِّ خَمِيْسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ابووائل شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابن مسعود ﷺ ہر جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے۔ ایک آدمی نے کہا: اے ابوعبدالرحمن ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم کو روزانہ نصیحت فرمایا کریں۔ فرمایا: آگاہ ہو کہ مجھے اس سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ تم اکتا جاؤ گے اور میں تم کو اکتاہٹ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ میں وعظ نصیحت کرنے میں تمہارا خیال رکھتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے۔ کہ ہم اکتا نہ جائیں۔ (متفق علیہ)

"يَتَخَوَّلُنَا": يَتَعَهَّدُنَا.

يَتَخَوَّلُنَا: ہمارا خیال رکھتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة، ج۱ص۴۰ رقم: ۷۰، صحیح مسلم، باب الاقتصاد فی الموعظة، ج۴ص۱۷۲۲ رقم: ۲۸۲۱، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج۱۰ص۳۸۲ رقم: ۴۵۲۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۴۲۵ رقم: ۴۰۶۱، مسند ابی یعلی، مسند عبدالله بن مسعود، ج۹ص۷۰ رقم: ۵۱۳۶)

شرح حدیث: حکیم الأُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے، کنیت ابووائل ہے، قبیلہ بنی اسد سے ہیں، عظیم الشان تابعی ہیں، حضور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے اکابر صحابہ سے ملاقات کی، جیسے حضرت عمر سیدنا ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں۔ حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی رضی اللہ عنہم۔

(ہر جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے) اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے لئے دن اور وقت مقرر کرنا شرک یا حرام نہیں سنت صحابہ ہے۔ اسی لیے اب دینی مدرسوں کی امتحان و تعطیل کے لئے دن اور مہینے اور تعلیم کے لئے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں لہٰذا میلاد شریف، فاتحہ، عرس وغیرہ کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہیں اسے حرام کہنا غلطی ہے۔ مرقاۃ نے اسی جگہ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود نے جمعرات کو وعظ کے لئے اس لیے منتخب کیا کہ یہ دن جمعہ کا پڑوسی ہے اس کی برکت جمعہ تک پہنچے گی۔ بعض لوگ ہر جمعرات کو میلاد شریف اور مُردوں کی فاتحہ کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(تم اکتا جاؤ گے) یعنی روزانہ وعظ سے تم اکتا جاؤ گے اور یہ ذوق شوق جاتا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتنا لمبا وعظ بھی نہ کہا جائے کہ لوگ گھبرا جائیں تا کہ علم و وعظ کی بے قدری نہ ہو۔

یعنی حضور بھی ہمیں ہر وقت اور ہر روز وعظ نہیں سناتے تھے تا کہ ہم اکتا نہ جائیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو عالم یا شیخ لوگوں کے سامنے ہر دم اللہ اللہ ہی کرے وہ مکار ہے۔ حضور کی مجلس پاک میں دنیوی تذکرے بھی ہوتے تھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۰۵)

(703) وَعَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلٰوةَ وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو الیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آدمی کی نماز کا لمبا ہونا اور خطبہ کا مختصر ہونا اس کی فقہ کی علامت ہے۔ پس نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر۔ (مسلم)

مَئِنَّةٌ بِمِيمٍ مَفْتُوحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَكْسُورَةٍ ثُمَّ نُونٍ مُشَدَّدَةٍ، أَيْ: عَلَامَةٌ دَالَّةٌ عَلَى فِقْهِهِ.

مَئِنَّةٌ میم پر زبر پھر ہمزہ پر زیر اور نون مشدد کے ساتھ اس کا مطلب ہے علامت جو اس کی سمجھداری پر دلیل ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ج ۱ص ۱۱۲، رقم: ۲۰۲۶، الاداب للبیھقی، باب ما یستحب من ایجاز الکلام، ج ۱ص ۱۸۷، رقم: ۳۱۳، صحیح ابن حبان، باب صلاۃ الجمعۃ، ج ۷ص ۳۰، رقم: ۲۷۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، بقیۃ حدیث عمار بن یاسر، ج ۶ص ۲۶۳، رقم: ۱۸۳۲۳، مجمع الزوائد للھیثمی، باب قصر الخطبۃ، ج ۱ص ۴۱۷، رقم: ۳۱۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فرض جمعہ خطبہ جمعہ سے بڑے ہوں کیونکہ نماز مقصود ہے، خطبہ اس کے تابع، نیز خطبہ میں خلق سے خطاب ہے اور نماز میں خالق سے عرض و معروض لہذا یہ دراز چاہیے، مگر خطبہ اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ اس کی سنتیں رہ جائیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۳۲)

(704) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ! فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ، مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟! فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ! فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ. فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي،

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں مصروف تھا کہ حاضرین میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی میں نے کہا یرحمك الله اللہ تم پر رحم فرمائے لوگوں نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا ہائے میری ماں پیٹے تمہیں کیا ہوا۔ اس طرح مجھ کو کیوں دیکھ رہے ہیں انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیئے جب میں نے انہیں دیکھا کہ مجھے خاموش کرنا

مَا رَأَیْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِیْمًا مِّنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِیْ، وَلَا ضَرَبَنِیْ، وَلَا شَتَمَنِیْ. قَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا یَصْلُحُ فِیْهَا شَیْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ، اِنَّمَا هِیَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّكْبِیْرُ، وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ"، اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّیْ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ، وَّقَدْ جَآءَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ، وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا یَّاْتُوْنَ الْكُهَّانَ؛ قَالَ: "فَلَا تَاْتِهِمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ یَّتَطَیَّرُوْنَ؛ قَالَ: "ذَاكَ شَیْءٌ یَّجِدُوْنَهٗ فِیْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا یَصُدَّنَّهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

چاہتے ہیں، تو میں خاموش ہو گیا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میرے ماں باپ قربان ہوں میں نے آپ سے پہلے یا بعد کبھی آپ جیسا معلم نہ دیکھا۔ جس کا طریق تعلیم آپ سے بڑھ کر اچھا ہو۔ اللہ کی قسم آپ نے مجھے نہ جھڑکا نہ مارا نہ ہی گالی دی بلکہ فرمایا نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کوئی چیز مناسب نہیں یہ تسبیح تکبیر اور قرأت قرآن ہی ہے یا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! دورِ جاہلیت سے میرا زمانہ قریب ہے۔ اور اب تو اللہ اسلام لے آیا ہے ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس آتے تھے فرمایا تو ان کے پاس نہ جا میں نے کہا ہم میں سے کچھ لوگ فال لیتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں یہ ان کو ہرگز (کسی کام کے لیے) نہ روکے۔ (مسلم)

"الثُّكْلُ بِضَمِّ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: الْمُصِیْبَةُ وَالْفَجِیْعَةُ. "مَا كَهَرَنِیْ" اَیْ: مَا نَهَرَنِیْ.

اَلثُّكْلُ: ثا مثلثہ پر پیش کے ساتھ اچانک مصیبت کو کہتے ہیں۔ مَا كَهَرَنِیْ یعنی مجھے جھڑکا نہیں ڈانٹا نہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ما کان من اباحتہ، ج۱ص۲۰، رقم: ۱۲۲۷، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب سجود السہو، ج۱ص۲۸۷، رقم: ۹۰۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاویۃ بن الحکم السلمی ج۱ص۳۰۱، رقم: ۱۶۶۱۵، المنتقی لابن الجارود، باب الفعال الجائزۃ فی الصلاۃ، ص۶۳، رقم: ۲۱۲، سنن الدارمی، باب النہی عن الکلام فی الصلاۃ، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۵۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت معاویہ ابن حکم) آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ آپ سے صرف یہی حدیث مروی ہے، ۷۰ھ میں وفات پائی۔

(میں نے کہا یرحمك الله اللہ تم پر رحم فرمائے) یعنی چھینکنے والا کو جواب دینے کی نیت سے میں نے یہ کہا اگرچہ یہ جواب دیا جاتا ہے جب چھینکنے والا کہے الحمد للہ، یہاں چھینکنے والے نے الحمد للہ نہیں کہا، مگر انہوں نے یہ کہا۔

(میں نے کہا ہائے میری ماں پیٹے تمہیں کیا ہوا) عرب میں یہ لفظ تعجب پر بولا جاتا ہے اس کے معنے یہ تھا کہ میں ...
اور میری ماں مجھے رورہی ہے یعنی میں نے ایسا کون سا کام کیا جو اس کے رونے کا سبب ہوا۔

(اس طرح مجھ کو کیوں دیکھ رہے ہیں) اولاً اسلام میں بحالت نماز کلام سلام بھی کیا جاتا تھا اور امام کے پیچھے قرأت بھی
وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ سے کلام وسلام بند ہوا اور وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ سے امام کے پیچھے قرأت ممنوع ہوئی، نماز میں کلام بند
ہو چکی تھی انہیں یہ خبر نہ تھی اس لیے انہوں نے یہ گفتگو کی۔

(انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیئے) یعنی صحابہ نے انہیں کلام سے روکنے کے لیے اپنا ایک
ہاتھ ایک ایک بار ران پر مارا، اگر دونوں ہاتھ مارتے یا ایک مسلسل تین بار مارتے تو ان کی اپنی نماز جاتی رہتی کیونکہ عمل کثیر
نماز فاسد کر دیتا ہے عمل قلیل بھی اگر مسلسل تین بار کیا جائے تو کثیر بن جاتا ہے اور نماز فاسد کر دیتا ہے۔ اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ نماز میں ضرورۃً کنکھیوں سے دائیں بائیں دیکھنا اور عمل قلیل بھی جائز ہے۔

(تو میں خاموش ہو گیا) یعنی مجھے غصہ تو بہت آیا اور میں نے چاہا کہ کچھ اور کہوں لیکن ان بزرگوں کا ادب واحترام
کرتے ہوئے میں خاموش رہا۔

(اللہ کی قسم آپ نے مجھے نہ جھڑکا نہ مارا نہ ہی گالی دی) فَوَاللّٰهِ الخ لَمَّا کا جواب ہے اور اس سے پچھلا جملہ معترضہ تھ
کہر اور قہر ہم معنے ہیں۔ چنانچہ ایک قرأت میں ہے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَكْهَرْ یعنی سرکار نے اس غلطی کی وجہ سے مجھ پر کسی
قسم کی سختی نہ فرمائی نہایت نرمی سے مسئلہ بتادیا۔

(نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کوئی چیز مناسب نہیں) یعنی تمہارا یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا انسانی کلام ہے اس سے نماز جاتی
رہتی ہے آئندہ نہ کہنا نماز میں صرف یہ مذکور چیزیں۔ فقہا فرماتے کہ اگر نمازی جواب کی نیت سے قرآن شریف کی آیت ہی
پڑھ دے تو وہ کلام انسانی ہوگا اور نماز فاسد کر دے گا جیسے خوشی کی خبر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور غم کی خبر پر اِنَّا لِلّٰهِ الخ۔

(یا جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا) یعنی مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شریفہ میں شک ہے یہی تھے یا اور البتہ
مضمون یہی تھا۔ خیال رہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہ دیا، اس لیے کہ انہیں اس آیت کے نزول کی خبر
نہ تھی اور ابھی یہ قانون مشتہر نہ ہوا تھا، قانون کی شہرت سے پہلے اس کے احکام مرتب نہیں ہوتے۔ اب اگر کوئی نمازی بے
خبری سے یہ کرے گا تو نماز دہرانا واجب ہوگا کیونکہ یہ قانون مشہور ہو چکا بے خبری عذر نہیں۔ لہذا یہ حدیث سواد اعظم کے
خلاف نہیں۔ امام شافعی وابو یوسف اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک کا جواب دینا حرام ہے لیکن اس سے
نماز فاسد نہ ہوگی۔

(ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس آتے تھے فرمایا تو ان کے پاس نہ جا) حضور علیہ السلام کو مہربان دیکھ کر دینی
مسائل پوچھنے شروع کر دیئے۔ کاہن وہ لوگ ہیں جنہیں شیاطین سے تعلق ہوتا ہے علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور آئندہ کی

جھوٹی سچی خبریں دیتے ہیں جیسے آج کل پنڈت اور جوگی۔ عراف وہ کہلاتے ہیں جو چھپی چیزیں چوری کے مال کا پتہ بتاتے ہیں، کاہنوں سے غیبی چیزیں پوچھنا گناہ کبیرہ بلکہ قریب کفر ہے اس کی بحث ان شاء اللہ باب الکہانت میں ہوگی۔

(جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں یہ ان کو ہرگز (کسی کام کے لیے) نہ روکے) کفار عرب میں فال کے بہت طریقے تھے: ان میں سے ایک پرندے اڑانا تھا کہ اگر کسی کام کو چلے اور راستہ میں کوئی چڑیا بیٹھی ملی اسے اڑایا، اگر دائیں طرف اڑی تو سمجھے کامیابی ہے اگر سیدھی اڑے تو سمجھے کامیابی میں دیر ہے اور اگر بائیں طرف اڑی تو ناکامی کا یقین کر کے واپس لوٹ آئے۔ حضور علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ یہ ان کے نفسیاتی وسوسے ہیں رب پر توکل چاہیے اور ایسے وہمیات کی بنا پر کام چھوڑنا نہیں چاہیے۔ فال کی بحث انشاء اللہ باب الفال میں آئے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۰۳)

(705) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَدْ سَبَقَ بِكَمَالِهِ فِي بَابِ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ، وَذَكَرْنَا اَنَّ التِّرْمِذِيَّ قَالَ: "اِنَّهُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک وعظ فرمایا جس سے دل کانپ اٹھے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ اور حدیث کو ذکر کیا جو باب الامر بالمحافظۃ میں مکمل گزر چکی اور ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ج ۲ص ۳۴۳، رقم: ۲۶۷۶ سنن ابو داؤد، باب فی لزوم السنة، ج ۳ص ۳۲۹، رقم: ۴۶۰۷ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یقضی به القاضی ویفتی به المفتی، ج ۱۰ص ۱۱۴، رقم: ۲۰۸۳۵ سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، ج ۱ص ۱۸، رقم: ۴۲ سنن الدارمی، باب اتباع السنة، ج ۱ص ۵۷، رقم: ۹۵)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث سنن ابوداؤد میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسا بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل خوف زدہ ہو گئے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ عزَّ وجلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے اور امیر کی بات سن کر اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ، راہنمائی کرنے والے خلفاء کی پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ

ہر نیا (خلافِ شریعت) کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔

(سنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث ۴۶۰۷، ج ۴، ص ۲۶۷)

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں اُن باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت و نصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر و توبیخ کرتا ہے اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف اِن کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہے کہ بوقتِ وعظ اپنے پاس موجود حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مند بات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی کبھار ان کو ڈرائے اور زجر و توبیخ کرے، البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مبارک عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۹۵)

وعظ و نصیحت کے بے شمار فوائد ہیں، اس کے ذریعے کفار دولتِ اسلام سے مشرف ہوتے، مسلمانوں کے دل خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ سے لبریز اور عشقِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سرشار ہوتے، ایمان کو تازگی ملتی، اسلام کی محبت میں ترقی آتی، نیکیوں کا جذبہ ملتا، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی، ثواب کی طلب میں اضافہ ہوتا، گناہ سے بچنے کا ذہن بنتا اور دین سیکھنے سکھانے کے لئے راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں سفر کا جذبہ ملتا ہے۔ الغرض وعظ و نصیحت ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (پ27، الذّٰریٰت: 55)

حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اگر سمجھانا کسی کافر کو شرفِ ایمان کا فائدہ دے تو یہ مسلمان ہی کو نفع دینا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الذّٰریٰت، تحت الآیۃ 55، ج 10، ص 191)

92- بَابُ الْوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ
وقار و سکون کا تذکرہ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا) (الفرقان: 63)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہہ دیتے ہیں۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ سلامِ متارکت ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ مجادلہ کرنے سے اعراض کرتے ہیں یا یہ معنیٰ ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔ حسن بصری نے فرمایا کہ یہ تو ان بندوں کے دن کا حال ہے اور ان کی رات کا بیان آگے آتا ہے، مراد یہ ہے کہ ان کی مجلسی زندگی اور خلق کے ساتھ معاملہ ایسا پاکیزہ ہے اور ان کی خلوت کی زندگانی اور حق کے ساتھ رابطہ یہ ہے جو آگے بیان فرمایا جاتا ہے۔ (خزائن العرفان)

(706) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى تُرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کھل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آ جائے۔ آپ صرف تبسم ہی فرمایا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

"اللَّهَوَاتُ جَمْعُ لَهَاةٍ: وَهِيَ اللَّحْمَةُ الَّتِيْ فِيْ أَقْصَى سَقْفِ الْفَمِ.

اللَّهَوَاتُ: لَهَاةٍ کی جمع ہے گوشت کا وہ ٹکڑا جو اندرونی منہ کی چھت کے آخری کنارہ پر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التبسم والضحك، ج۴ص۲۲، رقم: ۶۰۹۲، صحیح مسلم، باب التعوذ عند رؤیة الریح والغیم والفرح بالمطر، ج۳ص۲۶، رقم: ۲۱۲۳، السنن الکبرٰی، باب ما جاء فی تغیرلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۳ص۳۶۰، رقم: ۶۱۹۳، سنن ابوداؤد، باب ما تقول اذا هاجت الریح، ج۴ص۳۸۷، رقم: ۵۰۹۸، مسند امام احمد، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۶۶، رقم: ۲۴۴۱۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ تفسیر ہے مستجمعا کی یعنی اس طرح ہنستے نہ دیکھا کہ آپ کا منہ شریف کھل جاتا اور میں آپ کے تالو کا آخری حصہ دیکھ لیتی۔ لھوات جمع ہے لھات کی، لہات وہ پارۂ گوشت جو تالو کی انتہا اور حلق سے متصل ہے حضور انور اس طرح ساری عمر کبھی نہ ہنسے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے کبھی نہ تھے مسکراتے بہت تھے، ہنسنا قلب میں غفلت پیدا کرتا ہے تبسم خوش اخلاقی

ہے اس سے سامنے والے کو خوشی ہوتی ہے۔ شعر

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں   اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۰۳)

قہقہہ کی مذمت

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم اُرشاد فرماتے ہیں: اَلْقَهْقَهَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَالتَّبَسُّمُ مِنَ اللهِ یعنی قہقہہ (قَہ۔ق۔ہہ) شیطان کی طرف سے ہے اور مسکرانا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۱۰۵۷، ج ۲ ص ۲۱۸)

قہقہہ سے مراد آواز کے ساتھ ہنسنا ہے۔ شیطان اسے پسند کرتا ہے اور اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ جبکہ تَبَسُّم سے مراد بغیر آواز کے تھوڑی مقدار میں ہنسنا ہے۔ (فیض القدیر، تحت الحدیث ۶۱۹۲، ج ۴ ص ۷۰۶)

93- بَابُ النَّدْبِ إِلَى إِتْيَانِ الصَّلَاةِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

نماز، علم وغیرہ عبادات کے لیے سکون و وقار سے آنا مستحب ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج: 32).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو اللہ کے نشانات کی تعظیم کرے تو یہ کام دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

(707) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَلَا تَأْتُوْهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوْهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُوْنَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمِدُ إِلَى الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِيْ صَلَاةٍ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کی طرف تم دوڑ کر نہ آیا کرو بلکہ اطمینان سے آؤ جو پالو وہ پڑھو اور جو (جماعت سے) رہ جائے وہ پھر پوری کرلو۔ (متفق علیہ)

مسلم نے اپنی ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ تم میں سے کوئی جب نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المشی الی الجمعۃ، ج ۲ ص ۸، رقم: ۹۰۸ صحیح مسلم، باب استحباب اتیان الصلاۃ

بوقار وسکینة ج۱ص۱۰۰ رقم: ۱۳۸۱ سنن ابن ماجه باب المشی الی الصلاة ج۱ص۲۵۵ رقم: ۷۷۵ السنن الکبرٰی للبیہقی باب من ذکر صلاة وھو فی اخرٰی ج۲ص۲۲۰ رقم: ۳۲۱۶ سنن ابو داؤد باب السعی الی الصلاة ج۱ص۲۳۴ رقم: ۵۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جماعت کے لئے گھبرا کر دوڑتے نہ آؤ کہ اس میں گر جانے چوٹ کھانے کا اندیشہ ہے۔خیال رہے کہ رب نے جو فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وہاں سعی سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کرنا ہے،لہذا آیت وحدیث میں مخالفت نہیں۔

(رہ جائے وہ پھر پوری کرلو) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے سکون سے آنا مستحب ہے،دوڑنا مستحب کے خلاف ہے حرام نہیں،لہذا فاروق اعظم کا ایک دفعہ دوڑ کر رکوع میں شامل ہوجانا ناجائز نہ تھا۔دوسرے یہ کہ آخری جزو مل جانے سے جماعت مل جاتی ہے،لہذا جو نماز جمعہ کی التحیات میں مل جائے وہ جمعہ پڑھے۔تیسرے یہ کہ جس رکعت میں مقتدی ملے وہ تعداد کے لحاظ سے رکعت اول ہے اور قرأت کے لحاظ سے رکعت آخری۔

جب سے وہ نماز کے ارادے سے گھر سے چلا اسے نماز کا ثواب مل رہا ہے پھر جلدی کیوں کرتا ہے،کیوں گرتا اور چوٹ کھاتا ہے،اطمینان سے آئے جو پائے اس کو ادا کرے۔خیال رہے کہ اگر تکبیر اولی یا رکوع پانے کے لئے قدرے تیزی سے آئے مگر نہ اتنی کہ چوٹ لگنے گرنے کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ فاروق اعظم کا عمل پہلے بیان ہوا۔

(مرآۃ المناجیح،ج۱ص۴۷۶)

(708) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَّضَرْبًا وَّصَوْتًا لِّلْاِبِلِ، فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ، وَقَالَ: "يَا اَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ.

"الْبِرُّ": الطَّاعَةُ. وَ"الْاِيْضَاعُ" بِضَادٍ مُعْجَمَةٍ قَبْلَهَا يَاءٌ وَّهَمْزَةٌ مَّكْسُوْرَةٌ، وَّهُوَ: الْاِسْرَاعُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ کے دن آرہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اونٹ کو سخت مارنے پیٹنے اور ست کہنے کی آوازیں سنیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا سے ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے لوگو! سکون کو لازم پکڑو اس لیے کہ تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔اسے بخاری نے روایت کیا۔اور مسلم نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

اَلْبِرّ: فرماں برداری۔ اَلْاِیْضَاعُ ضا (معجمہ سے پہلے یا اور ہمزہ کسور کے ساتھ) کا مطلب ہے۔تیز رفتاری (جانور چلانے کی ایک قسم کا نام ہے)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسکینة عند الافاضة، ج۱ص۶۳۰، رقم: ۱۶۷۱، صحیح مسلم، باب استحباب ادامة الحاج التلبیة حتی لشرع فی رمی جمرة العقبة، ج۲ص۷۱، رقم: ۲۱۴۹، السنن الکبری للبیہقی، باب ما یفعل من دفع من عرفة، ج۵ص۱۱۹، رقم: ۹۵۵۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامة بن زید، ج۸ص۳۰۰، رقم: ۲۱۸۰۹، الاحاد والمثانی، باب، وقالوا عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ج۲ص۶۲، رقم: ۷۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(عرفہ کے دن آرہے تھے) عرفات سے مزدلفہ کی طرف چلے دسویں ذوالحجہ کی شب کو، چونکہ یہ شب بھی نویں تاریخ میں داخل ہے اس لیے اسے یوم عرفہ فرمایا گیا، بعض لوگوں نے یوم عرفہ سے دھوکا کھایا اور منٰی سے عرفات کی روانگی سمجھے یہ غلط ہے۔ (مرقات) دسویں ذی الحجہ کی شب میں جو عرفات پہنچ جائے اسے حج مل جاتا ہے۔

(اور سخت کہنے کی آوازیں سنیں) کہ حجاج اونٹوں کو دوڑانے کے لیے انہیں ڈانٹ ڈپٹ و مار کر رہے تھے۔

(تیز رفتاری نیکی نہیں ہے) یعنی اس جگہ اونٹ دوڑانا ثواب نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ گناہ بن جائے کہ ہجوم زیادہ ہے تیز دوڑانے میں حجاج کے کچل جانے چوٹ کھا جانے کا خطرہ ہے، بلکہ ثواب تو اطمینان سے ارکان ادا کرنے میں ہے، اب بھی حجاج کو چاہیے کہ وہ بھاگ دوڑ سے بچیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۴ص۲۱۹)

94-بَابُ اِکْرَامِ الضَّیْفِ

مہمان کی عزت وتکریم کرنا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ) (الذاریات: 24-27)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی بات آئی جب وہ داخل ہوئے اور انہوں نے سلام کیا۔ (جواب میں) انہوں نے سلام فرمایا: کہا اجنبی لوگ ہیں۔ پھر آہستگی سے گھر گئے۔ اور ایک موٹا بچھڑا ان کے لیے لائے۔ اس کو ان کے قریب کیا اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ منقول ہے کہ جب تک آپ کے دستر خوان پر مہمان نہیں آجاتے تھے آپ کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ ایک دن مہمانوں کا ایک ایسا قافلہ آپ کے گھر اُتر پڑا کہ ان مہمانوں سے آپ خوفزدہ ہو گئے یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو دس یا بارہ فرشتوں کو ہمراہ لے کر تشریف لائے تھے اور سلام کر کے مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ سب فرشتے نہایت ہی خوبصورت انسانوں کی شکل میں تھے۔ اور تو یہ حضرات ایسے وقت تشریف لائے جو مہمانوں کے آنے کا وقت نہیں تھا۔ پھر یہ حضرات بغیر اجازت طلب کئے دندناتے ہوئے مکان کے اندر

داخل ہو گئے پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حسب عادت ان حضرات کی مہمان نوازی کے لئے ایک فربہ بھنا ہوا بچھڑا لائے تو ان حضرات نے کھانے سے انکار کر دیا۔ ان مہمانوں کی مذکورہ بالا تین اداؤں کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ خدشہ گزرا کہ شاید یہ لوگ دشمن ہیں کیونکہ اس زمانے کا یہی رواج تھا کہ دشمن جس گھر میں دشمنی کے لئے جاتا تھا اس گھر میں کچھ کھاتا پیتا نہیں تھا۔ چنانچہ آپ ان مہمانوں سے کچھ خوف محسوس فرمانے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام آپ ہم سے بالکل کوئی خوف نہ کریں ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہم دو کاموں کے لئے آئے ہیں پہلا مقصد تو یہ ہے کہ ہم آپ کو یہ بشارت سنانے آئے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک علم والا فرزند عطا فرمائے گا اور ہمارا دوسرا کام یہ ہے کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آئے ہیں۔

فرزند کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس بیوی حضرت سارہ چونک پڑیں کیونکہ ان کی عمر ننانوے برس کی ہو چکی تھی اور وہ کبھی حاملہ بھی نہیں ہوئی تھیں۔ تعجب سے وہ چلاتی ہوئی آئیں اور ہاتھ سے ماتھا ٹھونک کر کہنے لگیں کہ کیا مجھ بڑھیا بانجھ کے بھی فرزند ہوگا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں آپ کے رب کا یہی فرمان ہے اور وہ پروردگار بڑی حکمتوں والا بہت علم والا ہے۔ چنانچہ حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۹۳۸ (ملخصا) پ ۲۶، الذاریات: ۲۴-۲۹)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ) (هود: 78)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کی قوم ان کے پاس آئی (گویا) ان کو دھکیل کر لایا گیا۔ اور پہلے وہ برے کام کے عادی تھے۔ فرمایا: اے میری قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے ستھری ہیں۔ اللہ سے ڈرو مجھے میرے مہمانوں کے معاملہ میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی ہدایت والا شخص نہیں۔

(709) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه، ج۴ص۱۳۶، رقم: ۶۱۳۶، صحیح مسلم باب الحث

علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۸۵، سنن ابوداؤد، باب فی حق الجوار، ج۴ص۵۰۰، رقم: ۵۱۵۶، صحیح ابن حبان، باب الجار، ج۱ص۲۷۲، رقم: ۵۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۲ص۲۶۳، رقم: ۹۹۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ضیافت بنا ہے ضیف سے بمعنی مائل ہونا، اصطلاح میں دعوت کو بھی کہتے ہیں اور مہمان کو بھی اس لیے مہمان کو ضیف کہا جاتا ہے جمع اضیاف۔ دعوت اور مہمان دونوں میں کچھ کھانے والے کے آداب ہیں کچھ کھلانے والے کے آداب۔ بہتر یہ ہے کہ ہر ایک اپنے آداب واحکام کا خیال رکھیں، یہ احکام وآداب اسی باب میں مذکور ہیں۔ بعض وقت دعوت قبول کرنا سنت ہے، بعض وقت مباح، بعض حالات میں مکروہ۔

مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لیے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دستر خوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضاء ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر، مہمان کی خاطر مؤمن کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلف کر، پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے۔ (مرقات)

پڑوسی کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں: (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تیارداری کرو (۵) مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو (۷) اس کے غم ومصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیۃً بھیجتے رہو نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو، تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ (مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایا اور ماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس! مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔ قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا بہرحال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالی سے مانگئے۔

(اچھی بات کرے یا خاموش رہے) خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح

بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تا کہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

اور اپنے ذی رحم قرابتداروں کے حقوق ادا کرے۔ ذی رحم وہ عزیز ہے جس کا رشتہ ہم سے نسبی ہو۔ محرم وہ ہے جس سے نکاح کرنا حرام ہو، لہٰذا دامادمحرم ہے ذی رحم نہیں اور چچازاد بھائی ذی رحم ہے محرم نہیں اور سگا بھائی بھتیجا ذی رحم بھی ہے اور محرم بھی، یہاں ذی رحم عزیز مراد ہیں خواہ محرم ہوں یا نہ ہوں اگر چہ ساس، سسر، بیوی کے حقوق بھی ادا کرنا ضروری ہے مگر ان کو صلہ رحمی نہیں کہتے۔ یہ حدیث، طبرانی، ترمذی جامع صغیر وغیرہ میں اور طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس میں علامات ایمان اور بہت چیزیں ارشاد ہوئیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۱)

(710) وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتَهٗ" قَالُوْا: وَمَا جَائِزَتُهٗ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "يَوْمُهٗ وَلَيْلَتُهٗ. وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو کوئی اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کو اس کے حق کا آرام دے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے۔ فرمایا: ایک دن اور رات' مہمان نوازی تین دن ہیں جو اس کے بعد ہے وہ اس پر صدقہ ہے۔

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُقِيْمَ عِنْدَ اَخِيْهِ حَتّٰى يُؤْثِمَهٗ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يُؤْثِمُهٗ؟ قَالَ: "يُقِيْمُ عِنْدَهٗ وَلَا شَيْءَ لَهٗ يُقْرِيْهِ بِهٖ".

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہرا رہے حتیٰ کہ اس کو گناہ میں مبتلا کر دے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ اسے کیسے گناہ میں مبتلا کرے گا' فرمایا: اس کے پاس ٹھہر جائے اور اس کے پاس مہمانی کی کوئی چیز نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہ، ج ۴ ص ۱۱، رقم: ۶۰۱۹۔ صحیح مسلم، باب الضیافۃ ونحوھا، ج ۵ ص ۱۳۷، رقم: ۴۶۱۰۔ الاداب للبیہقی، باب فی اکرام الضیف، ج ۱ ص ۳۸، رقم: ۷۲، سنن ابو داؤد، باب ما جاء

فی الضیافۃ، ج۴ص۱۰۴، رقم:۱۰۰، وسنن ترمذی، باب ماجاء فی الضیافۃ کم ھو، ج۳ص۳۲۵، رقم:۱۹۷۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام خویلد ابن عمرو ہے، عدوی ہیں، قبیلہ بنی کعب سے ہیں، فتح مکہ کے دن بنی کعب کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

ہمارا مہمان وہ ہے جو ہم سے ملاقات کے لیے باہر سے آئے خواہ اس سے ہماری واقفیت پہلے سے ہو یا نہ ہو۔ جو ہمارے اپنے ہی محلہ یا اپنے شہر میں سے ہم سے ملنے آئے دو چار منٹ کے لیے وہ ملاقاتی ہے مہمان نہیں اس کی خاطر تو کرو مگر اس کی دعوت نہیں ہے اور جو ناواقف شخص اپنے کام کے لیے ہمارے پاس آئے وہ مہمان نہیں جیسے حاکم یا مفتی کے پاس مقدمہ والے یا فتویٰ والے آتے ہیں یہ حاکم کے مہمان نہیں۔

حضرت لیث اس کی بناء پر فرماتے ہیں کہ مہمان کو ایک شب کھانا کھلانا واجب ہے اگر نہ کھلائے گا تو گنہگار ہوگا۔ جائزہ کے معنی ہیں عطیہ ہدیہ، اس کی جمع ہے جوائز جیسے فاضلہ کی جمع فواضل یعنی مہمان کا مضبوط و پختہ حق۔

اگر صاحب خانہ خود ہی بخوشی روکے تو رک جانے میں حرج نہیں لیکن اس پر تنگی ہو اور مہمان ڈٹا رہے یہ بے غیرتی بھی ہے اور مسلمان کو تنگ کرنا بھی یہ ممنوع ہے۔ یہ قوانین آج عیسائیوں نے اختیار کرلیے ہیں، انکے ہاں مہمان پہلے ہی خط لکھ دیتا ہے کہ میں اتنے روز کے لیے آپ کے ہاں آرہا ہوں، پھر جب وہ دن گزر جاتے ہیں اور یہ مہمان کسی وجہ سے ٹھہرتا ہے تو صاحب خانہ کو ان زائد دنوں کا بل ادا کرتا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶ص۹۱)

مہمان نوازی کی سُنّتیں اور آداب

مہمان نوازی کرنا سنتِ مبارکہ ہے، احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کہ مہمان باعثِ خیر و برکت ہے۔ ایک دفعہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے یہاں مہمان حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے قرض لے کر اس کی مہمان نوازی فرمائی۔ چنانچہ تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ فلاں یہودی سے کہو کہ مجھے آٹا قرض دے۔ میں رجب شریف کے مہینے میں ادا کردوں گا (کیونکہ ایک مہمان میرے پاس آیا ہوا ہے) یہودی نے کہا، جب تک کچھ گروی نہیں رکھو گے، نہ دوں گا۔ حضرت سیدنا ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں واپس آیا اور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت میں اس کا جواب عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، واللہ! میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں۔ اگر وہ دے دیتا تو میں ادا کر دیتا۔ (اب میری وہ زرہ لے جا اور گروی رکھ آ۔ میں لے گیا اور زرہ گروی رکھ کرلایا) (المعجم الکبیر، الحدیث ۹۸۹، ج۱، ص۳۳۱)

مہمان باعث خیر وبرکت ہے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس گھر میں مہمان ہو اس گھر میں خیر وبرکت اسی طرح دوڑتی ہے جیسے اونٹ کی کوہان سے چھری (تیزی سے گرتی ہے)، بلکہ اس سے بھی تیز۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، الحدیث ۳۳۵۶، ج۴، ص ۵۱)

چھری اونٹ کے کوہان پر رکھ دیں تو فوراً لڑھک کر نیچے کی طرف آجاتی ہے، مہمان کی وجہ سے خیر وبرکت اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔

مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے، جب کوئی مہمان کسی کے یہاں آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب اس کے یہاں سے جاتا ہے تو صاحب خانہ کے گناہ بخشے جانے کا سبب ہوتا ہے۔

(کشف الخفا، حرف الضاد المعجمۃ، الحدیث ۱۶۴۱، ج ۲، ص ۳۳)

دس فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے براء! آدمی جب اپنے بھائی کی، اللہ عزوجل کے لئے مہمان نوازی کرتا ہے اور اس کی کوئی جزاء اور شکریہ نہیں چاہتا تو اللہ عزوجل کی اس کے گھر میں دس ۱۰ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے جو پورے ایک سال تک اللہ عزوجل کی تسبیح وتہلیل اور تکبیر پڑھتے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جب سال پورا ہو جاتا ہے تو ان فرشتوں کی پورے سال کی عبادت کے برابر اس کے نامہ اعمال میں عبادت لکھ دی جاتی ہے اور اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کو جنت کی لذیذ غذائیں جَنَّۃُ الْخُلْدِ اور نہ فنا ہونے والی بادشاہی میں کھلائے۔ (کنز العمال، کتاب الضیافۃ، قسم الافعال، الحدیث ۲۵۹۷۲، ج ۹، ص ۱۱۹)

سبحان اللہ، سبحان اللہ! کسی کے گھر مہمان تو کیا آتا ہے گویا اللہ عزوجل کی رحمت کی چھما چھم برسات شروع ہو جاتی ہے اس قدر اجر وثواب اللہ! اللہ!

95-بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّبْشِيْرِ وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

اچھی خبر پر مبارک باد اور خوشخبری دینا مستحب ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ)(الزمر: 18-17)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں۔ پھر ان تمام اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

شرح: حضرت صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن ابنِ عوف اور طلحہ وزبیر وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید آئے اور ان سے حال دریافت کیا انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی یہ حضرات بھی سُن کر ایمان لے آئے ان کے حق میں یہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ) (التوبۃ 21)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کو ان کا ربّ اپنی طرف سے رحمت ورضا کی خوشخبری عطا فرماتا ہے۔ اور ایسی جنتوں کی جن میں ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں ہیں۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ) (فصلت: 30)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا تھا۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (فَبَشَّرْنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ) (الصافات: 101)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے اس (ابراہیم) کو حلم والے بیٹے کی خوشخبری دی۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ بِالْبُشْرٰی) (ھود: 69)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور قسم ہے ہمارے قاصد ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لائے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ) (ھود: 71)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان کی بیوی کھڑی تھی وہ ہنس پڑی ہم نے اس کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی) (آل عمران 39)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ) (آل عمران: 45) اَلْاٰیَۃ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب فرشتوں نے کہا: اے مریم یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی (عظیم نشان) بشارت عطا فرماتا ہے۔ اس کا نام مسیح ہے۔

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ مَعْلُوْمَۃٌ۔ وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَۃٌ جِدًّا وَھِیَ مَشْھُوْرَۃٌ فِی الصَّحِیْحِ، مِنْھَا:

اس باب میں آیات بکثرت ہیں اور مشہور ہیں اور احادیث صحیح تو بہت زیادہ مشہور ہیں۔ بعض ان میں سے درج ذیل ہیں۔

(711) عَنْ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ، وَیُقَالُ: اَبُوْ مُحَمَّدٍ وَیُقَالُ: اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَبْدِ اللہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَشَّرَ خَدِیْجَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ قَصَبٍ، لَاصَخَبَ فِیْہِ، وَلَا نَصَبَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوابراہیم اور ابومحمد بھی کہا گیا اور ابومعاویہ بھی کہا گیا۔ عبداللہ بن اوفی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ ﷝ کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری دی کہ اس میں نہ شور ہے نہ تھکاوٹ۔ (متفق علیہ)

"اَلْقَصَبُ": ھُنَا اللُّؤْلُؤُ الْمُجَوَّفُ۔ وَالصَّخَبُ: الصِّیَاحُ وَاللَّغَطُ۔ وَ"النَّصَبُ": التَّعَبُ۔

اَلْقَصَبُ: سوراخ دار یا وہ موتی جو اندر سے خالی ہو۔ صَخَبٌ: شوروغل۔ نَصَبٌ: تکان وتھکاوٹ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا رضی اللہ عنھا، ج۵ص۳۹، رقم: ۳۸۱۹ صحیح مسلم، باب فضائل خدیجۃ أم المؤمنین رضی اللہ عنھا، ج،ص۱۳۲، رقم: ۶۴۲۹ المعجم الصغیر، باب الالف من اسمہ احمد ج۱ص۳۳ رقم: ۱۹ سنن ترمذی، باب فضل خدیجۃ رضی اللہ عنھا، ج۵ص۴۰۲، رقم: ۳۸۶۹ سنن الکبرٰی للنسائی، باب مناقب خدیجۃ بنت خویلد ج۵ص۹۴، رقم: ۸۳۵۸)

شرح حدیث: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے پہلی بیوی اور رفیقہ حیات ہیں یہ خاندان قریش کی بہت ہی باوقار و ممتاز خاتون ہیں ان کے والد کا نام خویلد بن اسد اور ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے ان کی شرافت اور پاک دامنی کی بنا پر تمام مکہ والے ان کو طاہرہ کے لقب سے پکارا کرتے تھے انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق وعادات اور جمال صورت وکمال سیرت کو دیکھ کر خود ہی آپ سے نکاح کی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشراف قریش کے مجمع میں باقاعدہ نکاح ہوا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت ہی جاں نثار اور وفا شعار بیوی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان سے بہت ہی بے پناہ محبت تھی چنانچہ جب تک یہ زندہ رہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا اور یہ مسلسل پچیس سال تک محبوب خدا کی جاں نثاری وخدمت گزاری کے شرف سے سرفراز رہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا سامان دے

دیا اور انہیں کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، حضرت خدیجۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، ج ۴، ص ۳۶۳ والاستیعاب، کتاب النساء ۳۳۴۷، خدیجۃ بنت خویلد، ج ۴، ص ۳۷۹)

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی نبوت پر یہی ایمان لائیں اور ابتداء اسلام میں جب کہ ہر طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی مخالفت کا طوفان اٹھا ہوا تھا ایسے خوف ناک اور کٹھن وقت میں صرف ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی ذات تھی جو پروانوں کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم پر قربان ہو رہی تھیں اور اتنے خطرناک اوقات میں جس استقلال و استقامت کے ساتھ انہوں نے خطرات و مصائب کا مقابلہ کیا اس خصوصیت میں تمام ازواج مطہرات پر ان کو ایک ممتاز فضیلت حاصل ہے۔

ان کے فضائل میں بہت سی حدیثیں بھی آئی ہیں چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ تمام دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ اچھی اور باکمال چار بیبیاں ہیں ایک حضرت مریم دوسری آسیہ فرعون کی بیوی تیسری حضرت خدیجہ چوتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم) یہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے پاس ایک برتن میں کھانا لے کر آرہی ہیں جب یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے پاس آجائیں تو ان سے ان کے رب عزوجل کا اور میرا سلام کہہ دیجئے اور ان کو یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہوگا نہ کوئی تکلیف ہوگی۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ، رقم ۳۸۲۰، ج ۲، ص ۵۶۵)

سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ان کی وفات کے بعد بہت سی عورتوں سے نکاح فرمایا لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت آخرِ عمر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے قلب مبارک میں رچی بسی رہی یہاں تک کہ ان کی وفات کے بعد جب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے گھر میں کوئی بکری ذبح ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے یہاں بھی ضرور گوشت بھیجا کرتے تھے اور ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم بار بار حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر فرماتے رہتے تھے ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ برس کی عمر پا کر ماہ رمضان میں مکہ مکرمہ کے اندر انہوں نے وفات پائی اور مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان حجون (جنت المعلی) میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ان کی قبر انور میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک فرمایا اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے انکی نماز نہیں پڑھائی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے تین یا پانچ دن پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا تھا ابھی چچا کی وفات کے صدمہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم گزرے ہی تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اس سانحہ کا قلب مبارک پر

انتا زبردست صدمہ گزرا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھ دیا۔ (جنتی زیور ۴۷۹)

(712) وَعَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ تَوَضَّاَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَاَكُوْنَنَّ مَعَهُ يَوْمِيْ هٰذَا، فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَاَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا وَجَّهَ هَاهُنَا. قَالَ: فَخَرَجْتُ عَلٰى اَثَرِهٖ اَسْاَلُ عَنْهُ، حَتّٰى دَخَلَ بِئْرَ اَرِيْسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتّٰى قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ وَتَوَضَّاَ. فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ جَلَسَ عَلٰى بِئْرِ اَرِيْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ، فَقُلْتُ: لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ، فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَفَعَ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: اَبُوْ بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ، فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ: ادْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي الْقُفِّ، وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ، وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِيْ يَتَوَضَّاُ وَيَلْحَقُنِيْ، فَقُلْتُ: اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ - يُرِيْدُ اَخَاهُ خَيْرًا يَّاْتِ بِهٖ. فَاِذَا اِنْسَانٌ يُّحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے گھر میں وضو کیا اور نکلے اور کہا میں آج رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا۔ پھر مسجد میں آئے اور آپ ﷺ کے بارے پوچھا لوگوں نے بتایا کہ اس طرف گئے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں آپ کے نشان قدم پر پوچھتے ہوئے چل پڑا۔ حتیٰ کہ بئر اریس جا پہنچا۔ میں دروازہ کے پاس بیٹھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا پھر اٹھ کر میں آپ کی طرف آیا۔ دیکھا کہ آپ بئر اریس کے منڈیر پر بیٹھے ہیں اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا اور کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ پھر میں واپس لوٹا اور دروازے کے پاس بیٹھ گیا میں نے کہا کہ میں آج رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے دروازہ پر دستک دی میں نے کہا کون ہیں جواب دیا ابوبکر میں نے کہا ٹھہر جائیے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ فرمایا: ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ میں متوجہ ہوا حتیٰ کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا داخل ہو جائیں اور آپ کو رسول اللہ ﷺ جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ پس حضرت ابوبکر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب منڈیر پر آپ کے ساتھ بیٹھ گئے رسول اللہ ﷺ کی طرح اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔ پھر میں لوٹا اور دروازہ کے پاس بیٹھ گیا۔

مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُ بن الخَطَّابِ. فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ. ثُمَّ جِئْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ؟ فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ"فَجِئْتُ عُمَرَ. فَقُلْتُ: أَذِنَ وَيُبَشِّرُكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ. فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَّسَارِهِ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ. ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ. فَقُلْتُ: إِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا- يَعْنِيْ أَخَاهُ - يَأْتِ بِهٖ. فَجَاءَ إِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ. فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بن عَفَّانَ. فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ. وَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ. فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيبُهُ"فَجِئْتُ. فَقُلْتُ: ادْخُلْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيبُكَ. فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ. فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ. قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں اپنے ایک بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ آیا تھا کہ وہ مجھے پیچھے سے آ کر مل جائے گا' تو میں نے کہا کہ اگر اللہ فلاں سے بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو لائے فلاں سے مراد وہی بھائی ہے اچانک کوئی انسان دروازہ کو حرکت دیتا ہے۔ میں نے کہا کون؟ جواب دیا: عمر بن خطاب میں نے کہا: ٹھہریئے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور عرض کی: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت مانگ رہے ہیں۔ فرمایا: ان کو اجازت دے دے اور جنت کی خوشخبری دے۔ میں نے حضرت عمر سے آ کر کہا آپ نے اجازت عطا فرمائی ہے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ پس وہ داخل ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ منڈیر پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔ میں پھر لوٹا اور بیٹھ گیا۔ میں دل میں کہنے لگا اگر اللہ فلاں سے یعنی اپنے بھائی کے بارے بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو لے آئے' تو ایک انسان آیا۔ اس نے دروازہ کو حرکت دی میں نے کہا کون؟ جواب دیا: عثمان بن عفان۔ میں نے کہا ٹھہر جائیں اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اور ان کے بارے آپ کو بتایا تو آپ تو فرمایا: اس کو اجازت دے اور جنت کی بشارت دے ایک مصیبت کے ساتھ جو اس پر آئے گی۔ میں آیا اور کہا داخل ہو جائیں آپ کو رسول اللہ ﷺ جنت کی بشارت دیتے ہیں ایک آزمائش کے ساتھ جو تم پر آئے گی۔ تو وہ داخل ہوئے۔ انہوں نے منڈیر کو پر پایا تو دوسری جانب اس

کے سامنے آ بیٹھے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں: میں نے اس کا مطلب قبور سمجھا ہے۔ (متفق علیہ)

وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ: وَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ الْبَابِ. وَفِيهَا: أَنَّ عُثْمَانَ حِيْنَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللهَ تَعَالَى، ثُمَّ قَالَ: اللهُ الْمُسْتَعَانُ.

اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دروازہ کی دربانی کا حکم فرمایا اور اس میں ہے کہ جب حضرت عثمان کو بشارت دی تو انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور کہا اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

وَقَوْلُهُ: "وَجَّهَ" بِفَتْحِ الْوَاوِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ. أَيْ: تَوَجَّهَ. وَقَوْلُهُ: "بِئْرِ أَرِيْسٍ" هُوَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتُ سَاكِنَةٌ ثُمَّ سِيْنٌ مُهْمَلَةٌ وَهُوَ مَصْرُوْفٌ وَمِنْهُمْ مَنْ مَنَعَ صَرْفَهُ. وَ"الْقُفُّ" بِضَمِّ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْفَاءِ: وَهُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ. وَقَوْلُهُ: "عَلَى رِسْلِكَ" بِكَسْرِ الرَّاءِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ، وَقِيْلَ: بِفَتْحِهَا، أَيْ: ارْفُقْ.

وجه: واؤ پر زبر اور جیم پر شد کے ساتھ یعنی متوجہ ہوئے۔ بیئر اریس: ہمزہ پر زبر اور را پر زیر کے ساتھ اس کے بعد یا مثناۃ کے نیچے زیر پھر سین مہملہ یہ منصرف ہے۔ بعض نے اسے غیر منصرف بھی کہا ہے۔ القف: قاف پر پیش اور فا پر شد کے ساتھ کنوئیں کی منڈیر کو کہتے ہیں۔ علی رسلك: راء پر زیر مشہور ہی ہے لیکن اس پر زبر بھی پڑھی گئی ہے اس کا مطلب ہے: ٹھہر جا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، ج۲ص۸، رقم: ۳۶۷۴ صحیح مسلم، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ج۴ص۱۱۸، رقم: ۶۳۶۶ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری ج۳ص۳۹۳، رقم: ۱۹۵۲۶ سنن ترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان، ج۵ص۳۶۱، رقم: ۳۷۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حائط دراصل دیوار کو کہتے ہیں پھر اس باغ کو کہہ دیتے ہیں جو چار دیواری سے گھرا ہو یہاں وہی مراد ہے اور حضرت ابوموسیٰ اس باغ کے دروازے پر حضور کے دربان بن بیٹھے تھے حضور انور وسط باغ میں جلوہ افروز تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے دروازہ کھٹکھٹایا ابوموسیٰ اشعری نے عرض کیا یارسول اللہ کوئی صاحب دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں کیا کھول دوں تب یہ فرمایا۔ معلوم ہوا حضور انور نے نور نبوت سے یہ بھی دیکھ لیا کہ آنے والے جناب صدیق ہیں اور یہ بھی کہ وہ قطعی جنتی ہیں فرمایا دروازہ بھی کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت بھی دے دو۔

اس کا شکر کیا کہ اب میں رجسٹری شدہ جنتی ہو گیا کہ مالک جنت نے مجھے اپنی زبان سے جنتی فرمادیا صلی اللہ علیہ وسلم، جسے حضور انور صرف مسلمان کہہ دیں اس کی تقدیر جاگ جاوے۔

یہ ہے حضور انور کی شان بشری حضور انور کی بشارت ونذارت سن کر نہیں بلکہ دیکھ کر ہے جس درجہ کا جو جنتی ہے اس درجہ کی اسے بشارت ہے۔ جنت کی بشارت میں حسن خاتمہ، قبر کے سوالات میں کامیابی، حشر میں کامیابی، پل صراط پر خیریت سے گزرنا سب ہی آ گیا کیونکہ جنت تو ان چیزوں کے بعد ملے گی، اب ان حضرات کا دوزخی ہونا ایسا ہی ناممکن ہو گیا جیسے دو خدا ہونا بالکل ناممکن ہے کیونکہ ہم نے جس زبان سے اللہ کی وحدانیت سنی اسی زبان سے ان کا جنتی ہونا سنا، حضور کی زبان وہ زبان ہے جس پر خود اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے۔ ان کا ہر کلام وحی الٰہی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ان حضرات کو دوزخی ماننے والا ایسا ہی جہنمی ہے جیسے دو خدا ماننے والا۔

یہاں علیٰ بمعنی مع ہے یعنی انہیں جنت کی بشارت دو مگر ایک مصیبت عظمٰی کے سات۔ خیال رہے کہ مومن کی تکالیف اور مصیبتیں بھی اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں اس لیے اس مصیبت کی بشارت دی گئی۔ (مرقات)

حضرت عثمان غنی نے دونوں چیزوں پر خدا کا شکر کیا مگر بلا دفعہ پھر اللہ سے مدد مانگی کہ مجھے صبر کی توفیق ملے۔ خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر دفعیہ کی دعا کرنا ممنوع ہے کہ اس میں ایک طرح کی بے صبری ہے۔ عبدیت کے اظہار کے لیے ہر وقت دعائیں مانگو مگر امتحان کے موقعہ پر دفعیہ کی دعا نہ کرو بلکہ صبر کر کے پاس ہونے کی کوشش کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین کی شہادت کی تفصیلی خبر دی تو فرمایا اللّٰھم اعط حسینی صبرا جمیلا واجرا جزیلا خدایا میرے حسین کو صبر جمیل دے اور اجر جزیل یعنی بڑا ثواب دے۔ دفعیہ کی دعا نہ کی بچہ کو امتحان سے بچاتے نہیں بلکہ محنت کرا کے کامیاب کراتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۳۲۶)

(713) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَيْنَا، وَخَشِيْنَا اَنْ يُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا، فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا؟ فَلَمْ اَجِدْ! فَاِذَا رَبِيْعٌ يَّدْخُلُ فِیْ جَوْفِ حَائِطٍ مِّنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ - وَالرَّبِيْعُ: الْجَدْوَلُ الصَّغِيْرُ - فَاحْتَفَزْتُ، فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور ایک جماعت بھی موجود تھی، تو رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے، تو آپ نے کافی دیر کر دی ہم ڈر گئے کہ ہماری عدم موجودگی میں آپ کو شہید نہ کر دیا گیا ہو اور ہم گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ میں سب سے پہلے گھبرایا میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلا حتیٰ کہ میں انصار کے ایک باغ کے پاس آیا میں نے اس کا چکر لگایا کہ مجھے دروازہ ملے جو مجھے نہ ملا۔ اچانک مجھے ایک نالہ نظر آیا جو بیرونی کنویں سے باغ کی دیوار میں سے آ رہا

وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "اَبُوْ هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: "مَا شَانُكَ؟ قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَاْتَ عَلَيْنَا، فَخَشِيْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا، فَفَزِعْنَا. فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ. فَاَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ، فَاحْتَفَرْتُ كَمَا يَحْتَفِرُ الثَّعْلَبُ، وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ مِنْ وَّرَائِيْ. فَقَالَ: "يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَعْطَانِيْ نَعْلَيْهِ، فَقَالَ: "اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ، فَمَنْ لَّقِيْتَ مِنْ وَّرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تھا۔ (ربیع کا معنی چھوٹا نالہ ہے۔) میں سمٹ کر لومڑی کی طرح اندر داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ ہے میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تھے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیر لگا دی ہم ڈر گئے کہ آپ کو ہماری عدم موجودگی میں شہید نہ کر دیا گیا ہو۔ تو ہم گھبرا گئے اور میں سب سے پہلے گھبرایا تو میں اس باغ کے پاس آ پہنچا۔ پھر میں سکڑا جس طرح لومڑی سکڑتی ہے اور اندر آ گیا اور لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ آپ نے مجھے اپنا جوڑا مبارک عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ میرا یہ جوڑا لے جا اس دیوار کے پیچھے تم کو جو ملے اور وہ یقین قلب سے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو تو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ اور لمبی حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

"اَلرَّبِيْعُ": النَّهْرُ الصَّغِيْرُ، وَهُوَ الْجَدْوَلُ - بِفَتْحِ الْجِيْمِ - كَمَا فَسَّرَهٗ فِي الْحَدِيْثِ. وَقَوْلُهٗ: "احْتَفَزْ" رُوِيَ بِالرَّاءِ وَبِالزَّا، وَمَعْنَاهُ بِالزَّايِ: تَضَامَمْتُ وَتَصَاغَرْتُ حَتّٰى اَمْكَنَنِي الدُّخُوْلُ.

اَلرَّبِيْعُ: چھوٹی نہر کھالا۔ اَلْجَدْوَلُ: جیم پر زبر کے ساتھ جیسا کہ حدیث میں اس کی تفسیر وارد ہے۔ اِحْتَفَزْتُ: را اور زا دونوں طرح روایت کیا گیا ہے۔ زاء کے ساتھ اس کا مطلب ہے میں سکڑا چھوٹا بنا حتیٰ کہ میں نالے میں داخل ہو سکا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاك فیه دخل الجنة وحرم على النار، ج۱ص۴۴ رقم: ۱۵۶ صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة ج۱ص۲۰۸ رقم: ۴۵۴۳ جامع الاصول، الباب التاسع فی فضائل الاعمال والاقوال، الفصل الاول، ج۹ص۳۵۱ رقم: ۷۰۰۴ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ج۱ص۹ رقم: ۳۹)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ گئے واپسی میں دیر لگائی

ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا میں حضور کو ڈھونڈھنے نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا باغ کے ارد گرد گھوما کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا ایک نالی تھی جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں میں نے کہا ہاں یارسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرما تھے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے پہلے میں ہی گھبرایا تو اس باغ میں آیا اور میں لومڑی کی طرح سکڑ گیا اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اُسے جنت کی بشارت دے دو پہلے جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے وہ بولے اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہیں مجھے یہ دیکر حضور نے اس لیے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دوں جناب عمر نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر فریاد کی اور مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جناب عمر سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا وہ عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لیے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دیں فرمایا ہاں عرض کیا ایسا نہ کیجئے میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو۔ (مسلم)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جماعت صحابہ میں یہ دونوں بزرگ ایسا درجہ رکھتے ہیں جیسے تاروں میں چاند و سورج اسی لیے اکثر جگہ ان کا ذکر خصوصیت سے ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کے شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں، محدثین کے شیخین بخاری و مسلم، فقہاء کے شیخین امام ابوحنیفہ و ابو یوسف رضی اللہ عنہم، منطق کے شیخین بوعلی سینا و فارابی ہیں۔

(حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے) اس طرح کہ ہم خدمت میں حاضر نہ ہوں حضور کہیں اکیلے ہوں اور کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے کیونکہ عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دشمن ہیں، یہ گھبراہٹ اسباب کے لحاظ سے ہے، ورنہ اللہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

(انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا) بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے آس پاس دیوار ہو اور ایک دروازہ۔ بستان ہر باغ کو کہہ سکتے ہیں دیوار سے گھرا ہو یا نہ ہو۔

(باغ کے اردگرد گھوما) اس لیے کہ اندازے سے مجھے پتا لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ نسیم جمال نے بوئے محبوب عاشق کے دماغ محبت میں پہنچائی، جیسے بوئے یوسفی مصر سے کنعان پہنچ گئی، مگر عشاق کے حال مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض، کبھی بسط۔

(مگر نہ ملا) یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا وارفتگئ عشق محبوب کی وجہ سے۔

(جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی) وہ نظر آ گئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں، ان کی کیفیات عقل سے وراء ہیں، دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سوجھ گئی، یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہیں جنہیں عشق سے حصّہ ملا ہو۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا) معلوم ہوتا ہے کہ نالی بہت تنگ تھی جس میں حضرت ابو ہریرہ بتکلف داخل ہوئے۔ خیال رہے کہ بغیر اجازت نالیوں کے ذریعہ کسی کے گھر یا باغ میں چلا جانا از روئے قانون ممنوع ہے، مگر یہ عشق کا کرشمہ تھا خود کو آتشِ نمرود میں ڈالنا، بے قصور فرزند کو ذبح کرنا سب عشق کی جلوہ گری ہے، قانون اس سے کوسوں دُور ہے۔

(حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں) یہ سوال تعجب کی بنا پر ہے کہ دروازہ ہوتے ہوئے نالی کے رستہ پہنچے یا دروازہ بند تھا اور آ گئے۔

(فرمایا تمہارا کیا حال ہے) یعنی پریشان کیوں ہو، ہانپ کیوں رہے ہو۔

(پہلے میں ہی گھبرایا) اس میں اللہ کی نعمت کا اظہار ہے نہ کہ فخر وریا، یعنی مجھے اللہ نے حضور کا ایسا عشق دیا ہے کہ آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔

(لومڑی کی طرح سکڑ گیا) اس میں اظہار معذرت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھبراہٹ میں آداب دربار بجا نہ لا سکا، بغیر اذن آ گیا، سلام بھی کرنا بھول گیا، حالانکہ یہ دونوں حکم قرآنی ہیں مگر ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔

(باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں) یعنی شعر ؎

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم ازیں مے ہمچو من بسیار شد مست

ع ایک میں ہی نہیں عالم ہے طلبگار تیرا

(مجھے اپنے نعلین شریف عطا کیے) کیوں عطا کیے، عاقل تو یہ کہتے ہیں کہ نشانی کے طور پر تا کہ معلوم ہو کہ حضور کے بھیجے ہوئے ہیں۔ عاشق کہتے ہیں نہیں صحابی سچے ہیں ان کی ہر بات بغیر نشانی مانی جاتی ہے۔ منشاء یہ ہے کہ آگے

صرف "لا الٰہ الا اللہ" کا ذکر ہے، ابو ہریرہ کو کفش بردار بنا کر یہ بتایا کہ کلمہ اور توحید اس کا معتبر ہے جو ہمارا کفش بردار ہو، اس میں تبلیغ قولی کے ساتھ تبلیغ عملی بھی ہے، عشق کی تفسیر سے حدیث پر کوئی اعتراض نہ رہا، کفش برداری میں سارے عقائد و اعمال آ گئے، ان کا نعلین بردار یقیناً جنتی ہے۔

(جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے) سبحان اللہ! کیا لطیف اشارہ ہے یعنی یہ بشارت ہر شخص کو نہ دینا کہ ہر کوئی یہ راز سمجھے گا نہیں، صرف جناب عمر کو بتانا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ہی مل جائیں گے، جو ہمارے راز دار ہیں۔

(اسے جنت کی بشارت دے دو) یعنی ان سے کہہ دو کہ تم جنتی ہو۔ یقیناً اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کو یہ خبر تھی کہ حضرت ابو ہریرہ کو پہلے حضرت عمر ہی ملیں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمر یقینی لازمی جنتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی سعادت و شقاوت کی خبر ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمان کو زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ضروری ہے صرف عقیدے پر کفایت نہ کرے، زبان سے اقرار بھی کرے۔ پانچویں یہ کہ اس قسم کی احادیث عوام تک بغیر شرح نہ پہنچائی جاویں، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قید لگا دی کہ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے مسلمان ملے صرف اسے بشارت دو۔

(جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے) یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا ظہور ہے کہ فرمایا تھا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ملے، ملاقات حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تفسیر ہے۔

(میرے سینہ پر ہاتھ مارا) یہاں تھوڑا مضمون پوشیدہ ہے، یعنی مجھ سے فرمایا لوٹ چلو، میں نہ مانا، تب آپ نے مجھے مارا کیونکہ بیرم کچھ کہے سنے مارنا عقل کے خلاف ہے۔ (مرقاۃ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں مارنا مقصود نہ تھا بلکہ آگے جانے سے روکنا اور منہ پھیر کر مجبوراً واپس کرنا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کمزور تھے۔ اس تھوڑی سی حرکت دینے سے گر پڑے اور اگر مارا ہی ہو تب بھی حرج نہیں کہ جناب عمر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے یے مثل استاد یا کم از کم بڑے بھائی کی طرح تھے۔

(فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ) خیال رہے کہ اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے ابو ہریرہ! تم تعمیل کر چکے ہو، میں تمہیں مل گیا تم نے مجھے فرمان سنا دیا۔ حدیث اپنے انتہا کو پہنچ گئی، اس کی عام اشاعت کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ حدیث کا مبداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حدیث کا منتہی مجتہد ہیں۔ عوام براہ راست حدیث رسول پر عمل نہ کریں بلکہ مجتہد سے سمجھ کر عمل کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ حدیث و قرآن طب روحانی کی دوائیں ہیں۔ کسی طبیب روحانی کے مشورہ سے استعمال کرو ورنہ مارے جاؤ گے۔ یہ حدیث تقلید آئمہ کی قوی دلیل ہے۔

(اور رو رو کر فریاد کی) یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی پناہ لی جیسے بچہ مادر مہربان کی۔ خیال رہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہاں آکر روئے وہاں نہ روئے تھے کیونکہ مظلوم فریادرس کو دیکھ کر رویا کرتا ہے۔

(مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہوگئی تھی) یہ عرب کا محاورہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں پر قرض سوار ہو گیا یعنی غالب آگیا۔

(انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو) یعنی اس کام کے لیے یہاں سے آگے نہ بڑھو خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلو یا اور کام کیلئے جاؤ۔

(اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے پر نہ کہ انہیں مارنے پر، جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ شکایات وغیرہ میں اکثر ایک کی خبر معتبر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے گواہی مانگی اور نہ جناب عمر سے اقرار کرایا صرف لوٹانے کی وجہ پوچھی۔

(یا رسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لیے بھیجا) یہ عرض معروض بارگاہ نبوی کے آداب میں سے ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہ پر بدگمانی کی بنا پر کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں، ان کی خبریں معتبر، جب شاہی کارندے کے کسی کام پر بادشاہ سے عرض معروض کرنا ہو تو پہلے بادشاہ سے تصدیق کر لینی ادب دربار ہے۔

(جنت کی بشارت دے دیں) خیال رہے کہ اس جگہ ایک چیز کا ذکر نہیں آیا یعنی اس باغ کے پیچھے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر رازدار پیغمبر ہیں دلی رازوں سے خبردار ہیں۔

(عرض کیا ایسا نہ کیجئے) یعنی آئندہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو عام لوگوں سے یہ کلام کرنے کی اجازت نہ دیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مشورہ کی پیش کش ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی۔ رب فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عتاب نہ کیا بلکہ آپ کا مشورہ قبول کر لیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جناب عمر کی عقل و دانائی حضور سے زیادہ ہے۔ اس حدیث کا راز کچھ اور ہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے موقع پر پہنچ چکا، تعمیل ارشاد ہو چکی۔

(کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے) یعنی وہ نو مسلم لوگ جو ابھی تک منشاء کلام سمجھنے کے لائق نہیں ہیں وہ ظاہر الفاظ سن کر اعمال ہی چھوڑ بیٹھیں گے اور سمجھیں گے کہ نجات کے لئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے، اس لئے موجودہ زمانے کے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو ہر حدیث پر بلا سوچے سمجھے عمل کرنے کے مدعی ہیں۔ آیات قرآنیہ پر بھی اندھا دھند گرنا حرام ہے، رب فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔

(کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے) یعنی تمہاری رائے منظور ہے، بہت درست ہے۔ خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے جناب حضرت ابو ہریرہ کا نہ قصاص دلوایا نہ ان سے معافی دلوائی۔ کیونکہ حضرت عمر مجتہد ہیں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محض محدث، مجتہد استاد ہیں، محدث شاگرد، استاد پر شاگرد کا قصاص لازم نہیں اگرچہ

غلطی سے سزا دیدے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے خطاءً ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچے مگر رب نے ان سے قصاص نہ دلوایا (قرآن حکیم) ہماری اس شرح سے حسب ذیل سوالات اٹھ گئے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ کو باغ کا دروازہ نظر کیوں نہ آیا نالی کیوں نظر آئی (۲) آپ دوسرے کے باغ یا مکان میں بلا اجازت کیوں گئے (۳) آپ نے پہلے سلام کیوں نہ کیا (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نعلین شریف کیوں عطا فرمائیں (۵) حضرت عمر نے اشاعت حدیث سے جناب ابوہریرہ کو کیوں روکا (۶) انہیں مارا کیوں (۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کیوں کرائی (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمان کے اشاعت نہ کرنے کی رائے کیوں دی (۹) حضور نے ان کی رائے قبول کیوں کرلی (۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مار کا بدلہ کیوں نہ لیا گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۴۷)

(714) وَعَنْ اَبِیْ شِمَاسَةَ، قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِیْ سِيَاقَةِ الْمَوْتِ، فَبَكٰى طَوِيْلًا، وَّحَوَّلَ وَجْهَهٗ اِلَى الْجِدَارِ، فَجَعَلَ ابْنُهٗ، يَقُوْلُ: يَا اَبَتَاهُ، اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ: اِنَّ اَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اِنِّیْ قَدْ كُنْتُ عَلٰى اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ: لَقَدْ رَاَيْتُنِیْ وَمَا اَحَدٌ اَشَدُّ بُغْضًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّیْ، وَلَا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهٗ، فَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فِیْ قَلْبِیْ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلْاُبَايِعْكَ، فَبَسَطَ يَمِيْنَهٗ فَقَبَضْتُ يَدِیْ، فَقَالَ: "مَا لَكَ يَا عَمْرُو؟" قُلْتُ: اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ، قَالَ: "تَشْتَرِطُ مَاذَا؟" قُلْتُ: اَنْ يُّغْفَرَ لِیْ، قَالَ: "اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ

ابوشماسہ کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمرو بن عاص ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ موت کی حالت نزع میں تھے۔ آپ کافی دیر روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی جانب کرلیا۔ تو ان کے بیٹے نے کہا اباجان کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بشارت نہیں دی کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں چیز کی بشارت نہیں دی تو انہوں نے اپنا چہرہ اس طرف متوجہ کیا اور کہنے لگے یقیناً سب سے افضل چیز جس کو ہم شمار کرتے ہیں وہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ہے۔ مجھ پر تین دور گزرے میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا دشمن کوئی اور نہ تھا اور مجھے سب سے زیادہ یہ بات پسند تھی کہ موقعہ پاکر آپ کو قتل کر سکوں۔ اگر میں اس حال میں مرجاتا تو جہنمی ہوتا پھر جب اللہ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا تو میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا: اپنا ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا میں نے اپنا ہاتھ روک لیا فرمایا: اے

قَبْلَهُ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَمَا كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا اَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ اُطِيْقُ اَنْ اَمْلَاَ عَيْنِيْ مِنْهُ، اِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَهُ مَا اَطَقْتُ. لِاَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَمْلَاُ عَيْنِيْ مِنْهُ، وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. ثُمَّ وَلِيْنَا اَشْيَاءَ مَا اَدْرِيْ مَا حَالِيْ فِيْهَا، فَاِذَا اَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبَنِّيْ نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ. فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ، فَشُنُّوْا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا. ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ، وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ، وَاَنْظُرَ مَا اُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّيْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عمرو! کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ شرط لگالوں فرمایا کس چیز کی شرط لگاتا ہے۔ میں نے کہا کہ میری مغفرت کردی جائے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم کو علم نہیں کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پیارا اور عظیم تر میری آنکھ میں کوئی نہ تھا۔ اور میں آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر نہ دیکھ پاتا تھا۔ اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ آپ کی وصف بیان کردں تو میں نہیں کرسکتا۔ اگر میں اس حال میں مرجاتا تو امید ہے کہ میں اہل جنت سے ہوتا پھر ہم کو کچھ چیزوں پر والی بنایا گیا۔ میں نہیں جانتا اس میں میرا کیا حال ہوگا۔ تو جس وقت میں مر جاؤں تو میرے ساتھ بین کرنے والی کوئی نہ ہو۔ اور نہ ہی آگ ہو تو جب تم مجھ کو دفن کرلو تو مجھ پر مٹی آرام سے ڈالنا۔ پھر میری قبر کے گرد ٹھہر جانا اتنی دیر کہ جس میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کردیا جاتا ہے' تاکہ میں تم سے انس حاصل کرسکوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے قاصدوں کو کس چیز کے ساتھ جواب دیتا ہوں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "شُنُّوْا" رُوِيَ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْمُهْمَلَةِ، اَيْ: صُبُّوْهُ قَلِيْلًا قَلِيْلًا. وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ.

شُنُّوْا: شین مہملہ اور معجمہ دونوں طرح روایت کیا گیا ہے یعنی تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کون الاسلام یهدم ما قبله و کذا الهجرة، ج۱ص۷۸، رقم: ۳۳۶ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب الکافر الحزلی یقتل مسلما ثم یسلم، ج۹ص۹۸، رقم: ۱۸۶۵۳ مستخرج ابی عوانة، بیان رفع الاثم عن الذی یاتی الشی والمنهی عنه قبل علمه، ج۱ص۷۸، رقم: ۱۵۶ مشکوٰة المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ج۱ص۸، رقم: ۲۸)

شرح حدیث: بندے کے لئے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی محبت کا بیان

اس بات پر آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

(1) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر۔

(پ28، الصف:4)

(2) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

(پ2، البقرہ:222)

حضرت سَیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سَیِّدُ المبلغین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

(پ2، البقرہ:222)

اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو مرنے سے پہلے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے پس اس کے گذشتہ گناہ نقصان نہیں دیتے اگرچہ کثیر ہوں جس طرح اسلام قبول کرنے والے کو گذشتہ کفر نقصان نہیں دیتا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے محبت کے لئے گناہوں کی بخشش کا ذکر فرمایا: ارشاد خداوندی ہے:

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (پ3، اٰل عمران:31)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا لِمَنْ يُّحِبُّ وَلِمَنْ لَّا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا لِمَنْ يُّحِبُّ۔

ترجمہ: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ دُنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا لیکن ایمان صرف اُسے عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب کلام ابن مسعود، الحدیث ۳۰، ج۸، ص۱۶۱)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ رفعت نشان ہے: جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو وہ اس سے محبت فرماتا ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۴۸۹۴، ج۳، ص ۳۸۲) (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، الحدیث ۷۷، ج۳، ص ۵۵۲)

حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَمْعَهُ، اَلَّذِىْ يَسْمَعُ بِهِ۔

ترجمہ: جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

حضرت سَیِّدُنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بندے سے محبت کرتا ہے حتی کہ وہ محبتِ الٰہی میں اس مقام تک جا پہنچتا ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے: بندہ نفلی عبادت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بندے سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے علاوہ سے وحشت محسوس کرتا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے اور تمام اسباب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کو چن لیتا ہے۔ پوچھا گیا: چننے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس کا مال اور اولاد نہیں چھوڑتا۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۹۷۳، ج ، ص ۱۵۱)

96-بَابُ وِدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتِهٖ عِنْدَ فِرَاقِهٖ لِسَفَرٍ وَغَيْرِهٖ وَالدُّعَاءِ لَهٗ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ

ساتھی کو رخصت کرنے اور سفر پر جدائی کے وقت اسے وصیت کرنے اور اس کے لیے دعا کرنے اور اپنے لیے دعا کی درخواست کرنے کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اس کی وصیت ابراہیم

وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ) (البقرة: 132۔133)

(علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب (علیہ السلام) نے (فرمایا): اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے دین کو منتخب فرمایا ہے، تو تم صرف مسلمان ہی مرنا۔ کیا تم حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت حاضر ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اس کے لیے اسلام لانے والے ہیں۔

شرح: حضرت صدر الأفاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شان نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے روز اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بہتان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (خازن) معنی یہ ہیں کہ اے بنی اسرائیل تمہارے پہلے لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کے آخر وقت ان کے پاس موجود تھے جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر اُن سے اسلام و توحید کا اقرار لیا تھا اور یہ اقرار لیا تھا جو آیت میں مذکور ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء میں داخل کرنا تو اس لئے ہے کہ آپ ان کے چچا ہیں اور چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور آپ کا نام حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے ذکر فرمانا دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ آپ حضرت اسحاق علیہ السلام سے چودہ سال بڑے ہیں دوسرے اس لئے کہ آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

(715) وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَمِنْهَا: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - الَّذِي سَبَقَ فِي بَابِ إِكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا خَطِيبًا، فَحَمِدَ اللَّهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ

اور احادیث میں سے حضرت زید بن ارقم کی طویل حدیث باب اکرام اہل بیت رسول ﷺ میں (نمبر 346) کے تحت گزر چکی ہے۔ (ایک حصہ اس کا ذکر کرتے ہیں) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد وثنا کی

قَالَ: "اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبَ، وَاَنَا تَارِكٌ فِیْكُمْ ثَقَلَیْنِ، اَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ فِیْهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ" فَحَثَّ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ، وَرَغَّبَ فِیْهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَاَهْلُ بَیْتِیْ، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ.

اور وعظ ونصیحت کی اور پھر فرمایا۔ امابعد: خبردار اے لوگو! میں ایک انسان ہوں عنقریب میرے ربّ کا قاصد آئے گا' تو میں لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو قابل قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے اس میں ہدایت اور نور ہے' تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو تو آپ نے اللہ کی کتاب پر برانگیختہ کیا اور شوق دلایا پھر فرمایا اور میرے اہل بیت۔ میں تم کو اپنی آل کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں (کہ ان سے حسن سلوک کرنا) (مسلم) پوری حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۴،ص۱۲۲، رقم: ۶۲۲۸، السنن الکبری للبیہقی، باب بیان اہل بیتہ الذین ہم آلہ، ج۲،ص۱۴۸، رقم: ۲۹۶۱، سنن الدارمی، باب فضل من قرأ القرآن، ج۲،ص۵۲۴، رقم: ۳۳۱۶، سنن الکبری للنسائی، من اسمہ العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، ج۵،ص۵۱، رقم: ۸۱۷۵، مسند امام احمد، حدیث زید بن ارقم، ج۷،ص۳۶، رقم: ۱۹۲۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اے لوگو! میں ایک انسان ہوں) چونکہ میں بشر ہوں لہٰذا مجھے بھی موت یقیناً آنی ہے ؎

جو یہاں آیا ہے اس کو ہوگا جانا ایک دن   سب کو ہے منھا خلقنا کم کا صدمہ ایک دن

(عنقریب میرے ربّ کا قاصد آئے گا) رسول رب سے مراد یا حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو سب کے پاس موت کے وقت آتے ہیں، یا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو وفات شریف کے وقت ملک الموت کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے استقبال کے لیے بارگاہ الٰہی میں ساتھ لے جانے کے لیے۔

(میں تم میں دو قابل قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں) ثقلین بنا ہے ثِقل سے بمعنی بوجھ، جن وانس کو بھی ثقلین کہتے ہیں کہ زمین میں ان کا بڑا وزن ہے، پھر فرمان الٰہی احکام شرعیہ کو ثِقل کہتے ہیں کہ ان پر عمل نفس پر بوجھ ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا چونکہ قرآن مجید پر عمل اہل بیت کی اطاعت نفس پر بھاری ہے لہٰذا انہیں ثقلین فرمایا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ثقلین بمعنی زینت کی چیز ہیں۔ جن وانس کو ثقلین اس لیے فرمایا گیا ہے کہ ان سے زمین کی زینت ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ محشر میں انہیں کا حساب وکتاب ہے، چونکہ ایمان کی زینت دین کی رونق قرآن مجید اور اہل بیت اطہار سے ہے اس لیے انہیں ثقلین فرمایا۔ (مرقات) یعنی دو بھاری بھرکم چیزیں یا نفیس ترین چیزیں جو متاع ایمان میں سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔

(اس میں ہدایت اور نور ہے) یعنی قرآن مجید میں عقائد و اعمال کی ہدایت ہے اور یہ دنیا میں دل کا نور ہے قیامت میں پلصراط کا نور۔

(تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو) استمساك کے معنی ہیں مضبوطی سے تھامنا کہ چھوٹ نہ جائے قرآن کریم کو ایسی مضبوطی سے تھامو کہ زندگی اس کے سایہ میں گزرے موت اس کے سایہ میں آئے کیونکہ

گر تو می خواہی مسلمان زیستن | نیست ممکن جز بقرآن زیستن

خیال رہے کہ کتاب اللہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے کہ وہ کتاب اللہ کی شرح اور اس پر عمل کرانے والی ہے، سنت کے بغیر کتاب اللہ پر عمل ناممکن ہے لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صرف قرآن کافی ہے حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ فقہ بھی کتاب اللہ کی ہی شرح یا حاشیہ ہے۔

(برانگیختہ کیا اور شوق دلایا) یعنی قرآن مجید پر عمل نہ کرنے سے ڈرایا عمل کرنے پر رغبت دی ثواب کا وعدہ فرمایا۔

(ان سے حسن سلوک کرنا) یعنی میری اولاد میری ازواج جناب علی وغیرہم ان کی اطاعت ان سے محبت کرو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بیت یعنی گھر دو ہیں: ایک جسم کا گھر، دوسرے ذکر کا گھر یہ دونوں آبادی دنیا کا ذریعہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم خانہ والے تو آپ کی اولاد ازواج ہیں اور ذکر خانہ والے تا قیامت علماء اولیاء صالحین ہیں ان کے دلوں میں حضور کا نور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں۔ (حکیم علی ترمذی، اشعۃ اللمعات)

میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں، ان کی نافرمانی بے ادبی بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ دین کھو بیٹھو گے۔ خیال رہے کہ حضرات صحابہ اور اہل بیت کی لڑائیاں جھگڑے عداوت و بغض کے نہ تھے بلکہ اختلاف رائے کے تھے جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا اختلاف رائے یوسف علیہ السلام کے متعلق یا جناب سارہ کا اختلاف رائے حضرت ہاجرہ سے لہذا وہ نہ کفر ہیں نہ الحاد ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت علی و عائشہ دونوں پر الزام آجاوے کہ دونوں اہل بیت ہیں اور ان دونوں بزرگوں کی جنگ ہوئی جمل میں، اس پر مفصل گفتگو ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

یہ فرمان عالی اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا جیسے کنویں میں گیا ہوا ڈول رسی سے وابستہ رہے تو پانی لے آتا ہے وہاں کی کیچڑ میں نہیں پھنستا لیکن اگر رسی سے کھل جاوے تو وہاں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، دنیا کنواں ہے جہاں نیک اعمال و ایمان کا پانی بھی ہے اور کفر و گناہوں کی دلدل بھی، ہم لوگ گویا ڈول ہیں اگر قرآن اور صاحب قرآن سے وابستہ رہے تو یہاں کے کفر و عصیان میں نہیں پھنسیں گے نیک اعمال کا پانی لے کر بخیریت اپنے گھر پہنچیں گے۔ خیال رہے کہ قرآن رسی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کھینچنے والے مالک ہیں اور اگر حضور رسی ہیں تو رب تعالیٰ اوپر کھینچنے والا۔ امام ابوصیری کہتے ہیں

دعا الی اللہ فالمستمسکون بہ | مستمسکون بحبل غیر منفصم

رسی کا ایک کنارہ ڈول میں ہوتا ہے دوسرا کنارہ اوپر والے کے ہاتھ میں اگر اوپر والا ہاتھ نہ کھینچے تو رسی ڈول کو نہیں نکال سکتی۔

لہذا کوئی قرآن چھوڑ کر ہدایت پر نہیں آسکتا۔ خیال رہے کہ بعض مؤمنین بغیر کتاب اللہ صرف نبی کے ذریعہ رب تک پہنچ گئے جیسے فرعونی جادوگر یا جیسے وہ لوگ جو عین جہاد میں ایمان لا کر فوراً شہید ہو گئے مگر کوئی شخص صرف کتاب اللہ سے بغیر نبی رب تک نہیں پہنچا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۱۷۰)

(716) وَعَنْ اَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا، فَظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا اَهْلَنَا، فَسَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ اَهْلِنَا، فَاَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ: "ارْجِعُوا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ، فَاَقِيْمُوا فِيْهِمْ، وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ، وَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، وَصَلُّوا كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہم سب ہم عمر جوان تھے۔ ہم آپ ﷺ کے پاس تقریباً بیس رات تک قیام پذیر رہے اور رسول اللہ ﷺ نہایت رحم دل اور نرم مزاج تھے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم گھر والوں سے اداس ہیں' تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے گھر والوں میں کون کون ہے' جس کو چھوڑ آئے ہو ہم نے آپ کو بتایا: تو آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کو لوٹو اور وہیں رہ جاؤ ان کو تعلیم دو اور انہیں کار خیر کا حکم دو اور فلاں نماز اس وقت اور فلاں اس وقت ادا کرو۔ جب نماز کا وقت ہو جائے' تو تم میں سے ایک اذان کہہ دے اور تم میں سے بڑا جماعت کرائے۔ (متفق علیہ)

زَادَ الْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "وَصَلُّوا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ".

اور بخاری کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ بھی ہے اور نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

وَقَوْلُهُ: "رَحِيْمًا رَفِيْقًا رُوِيَ بِفَاءٍ وَقَافٍ، وَرُوِيَ بِقَافَيْنِ.

رَحِيْمًا رَفِيْقًا: نرم مزاج' ف اور قاف اور دونوں قافوں کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ (یعنی رقیقا)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الناس والبھائم، ج۴ص۹۰ رقم: ۶۰۰۸ صحیح مسلم، باب من احق بالامامۃ ج۲ص۱۳۴، رقم: ۱۵۶۷ السنن الکبری للبیہقی، باب وجوب تعلم ما تجزی بہ الصلاۃ من التکبیر، ج۲ص۱۷، رقم: ۲۶۱ سنن الدارمی باب من احق بالامامۃ، ج۱ص۳۱۸ رقم: ۱۲۵۳ صحیح ابن حبان، باب صفۃ الصلاۃ ج۵ص۱۹۰ رقم: ۱۸۶۲ مسند امام احمد

بن حنبل، حدیث مالک بن الحویرث، ج۵ص۳۳۷، رقم:۱۵۶۳۱)

شرح حدیث: گھر میں آنے جانے کی سنتیں اور آداب

ہمیں ہر روز اپنے یا کسی عزیز یا دوست واحباب کے گھر میں جانے کی حاجت پڑتی رہتی ہے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ گھر میں داخل ہونے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کسی کے گھر میں جائیں تو دروازے کے سامنے کھڑے ہوں یا ایک طرف ہٹ کر؟ اور کس طرح اجازت طلب کریں؟ اگر اجازت نہ ملے تو کیا کرنا چاہیے؟ دعا پڑھ کر گھر سے نکلنے کی کیا کیا برکتیں ہیں؟ اگر گھر میں کوئی موجود نہ تو کیا پڑھنا چاہیے؟ گھر میں داخل ہونے اور اجازت طلب وغیرہ کے حوالے سے متعدد سنتیں اور آداب ہیں:

(۱) اپنے گھر میں آتے ہوئے بھی سلام کریں اور جاتے ہوئے بھی سلام کریں۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب تم گھر میں آؤ تو گھر والوں کو سلام کرو اور جاؤ تو سلام کر کے جاؤ۔

(شعب الایمان، باب فی مقاربۃ و......الخ فصل فی السلام من خرج من بیتہ، الحدیث ۸۸۴۵، ج۶،ص۴۴۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ القوی مراۃ المناجیح جلد 6 صفحہ 9 پر تحریر فرماتے ہے: بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے تو بسم اللہ اور قل ہو اللہ پڑھ لیتے، کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

(۲) اللہ عزوجل کا نام لئے بغیر جو گھر میں داخل ہوتا ہے، شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: آج یہاں نہ تمہاری رات گزر سکتی ہے اور نہ تمہیں کھانا مل سکتا ہے۔ اور جب انسان گھر میں بغیر اللہ عزوجل کا ذکر کیے داخل ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے، آج کی رات یہیں گزرے گی۔ اور جب کھانے کے وقت اللہ عزوجل کا نام نہیں لیتا تو وہ کہتا ہے: تمہیں ٹھکانہ بھی مل گیا اور کھانا بھی مل گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھا، الحدیث ۲۰۱۸، ج۴،ص۱۱۱۶)

(۳) جب کوئی خوش نصیب اپنے گھر سے باہر جاتے وقت باہر جانے کی دعا پڑھ لیتا ہے تو وہ گھر لوٹنے تک ہر بلا وآفت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے میں برکت ہی برکت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اپنے گھر کے دروازے سے باہر نکلتا ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں۔ جب وہ آدمی کہتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ تو وہ فرشتے کہتے ہیں تو نے سیدھی راہ اختیار کی۔ اور جب انسان کہتا ہے، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو

فرشتے کہتے ہیں اب تو ہر آفت سے محفوظ ہے۔ جب بندہ کہتا ہے تَوَکَّلْتُ عَلَی اللہِ تو فرشتے کہتے ہیں۔ اب تجھے کسی اور کی مدد کی حاجت نہیں، اس کے بعد اس شخص کے دو شیطان جو اس پر مسلط ہوتے ہیں وہ اس سے ملتے ہیں فرشتے کہتے ہیں اب تم اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس نے تو سیدھا راستہ اختیار کیا۔ تمام آفات سے محفوظ ہو گیا اور خدا عزَّ وجلَّ کی امداد کے علاوہ دوسرے کی امداد سے بے نیاز ہو گیا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب ما یدعو بہ الرجل اذا خرج من بیتہ، الحدیث ۳۸۸۶، ج ۴، ص ۲۹۲)

(۴) جب کسی کے گھر جانا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اندر آنے کی اجازت حاصل کیجئے پھر جب اندر جائیں تو پہلے سلام کریں پھر بات چیت شروع کیجئے۔ (ملخصاً بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: تین مرتبہ اجازت طلب کرو اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ (صحیح مسلم، کتاب الاستئذان والادب، الحدیث ۲۱۵۳، ص ۱۱۸۶)

(۵) جو سلام کئے بغیر گھر میں داخلے کی اجازت مانگے اسے داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص سلام کے ساتھ ابتداء نہ کرے اس کو اجازت نہ دو۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی مقاربۃ وموادۃ اہل الدین، فصل فی الاستئذان، الحدیث ۸۸۱۶، ج ۶، ص ۴۴۱)

گھر میں داخلہ کی اجازت مانگنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ فوراً گھر میں باہر والے کی نظر نہ پڑے۔ آنے والا باہر سے سلام کر رہا ہو، اجازت چاہ رہا ہو اور صاحب خانہ پردہ وغیرہ کا انتظام کر لے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اجازت طلب کرنے کا حکم آنکھ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ (اس لئے کہ اہل خانہ کی نجی زندگی کے اسرار منکشف نہ ہو سکیں)۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۲۱۵۶، ص ۱۱۸۹)

(۶) جب کسی کے گھر جانا ہو اجازت مانگنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح اجازت مانگیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۴۶) حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں بنو عامر کے ایک شخص نے یہ بات بتائی کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ حضور نبی کریم رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا: باہر اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ، اس سے کہو کہ اس طرح کہے، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ اس آدمی نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ارشاد سن لیا اور عرض کیا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ تو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کو اجازت عطا فرمائی اور وہ اندر داخل ہوا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۷، ج ۴، ص ۴۴۳)

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ میں جب اندر داخل ہوا اور سلام عرض نہ کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، لوٹ جاؤ اور یہ کہو، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۶، ج ۴، ص ۴۴۲)

(۷) اگر کوئی شخص آپ کو بلانے کے لئے بھیجے اور بھیجا ہوا شخص آپ کو ساتھ لے کر جائے تو اب اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ساتھ والا شخص ہی خود اجازت ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس وقت تم میں سے کسی کو بلایا جائے، اور وہ ایلچی (یعنی قاصد) کے ساتھ آئے یہ اس کا اِذن (اجازت) ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آدمی کا کسی کو بلانے کے لئے بھیجنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل اذا دعی أیکون ذلک اذنہ، الحدیث ۵۱۸۹، ج ۴، ص ۴۴۷)

(۸) اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لئے کھنکارنا چاہے جیسا کہ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک مرتبہ رات کے وقت اور ایک مرتبہ دن کے وقت حاضر ہوتا تھا۔ جب میں رات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضری دیتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم میرے لئے کھنکارتے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۳۷۰۸، ج ۴، ص ۲۰۶)

جب کسی کے گھر جائیں تو دروازے سے گزرتے وقت ضرور نیز دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کھنکار لینا چاہے تاکہ گھر کے دیگر افراد کو ہماری موجودگی کا احساس ہوجائے اور وہ آگے پیچھے ہوسکیں۔

(۹) اگر دروازے پر پردہ نہ ہو تو ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوں۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم جب کسی کے دروازہ پر تشریف لاتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے پھر فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور یہ اس لئے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، فصل کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان، الحدیث ۵۱۸۶، ج ۴، ص ۴۴۶)

(۱۰) جب کوئی کسی کے گھر جائے تو اندر سے جب کوئی دروازے پر آئے تو پوچھے کون ہے؟ باہر والا میں نہ کہے جیسا کہ آج کل بھی یہی رواج ہے۔ بلکہ اپنا نام بتائے۔ جواباً میں کہنا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم کو پسند نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۳)

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا، میں مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: میں، میں کیا؟ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذا فقال انا، الحدیث ۶۲۵۰، ج ۴، ص ۱۷۱)

(۱۱) کسی کے گھر میں جھانکنا نہیں چاہیے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم شفیع روز محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم خانہ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو جھانکا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے نیزہ کی نوک اس کی طرف کی چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب من اطلع فی دار قوم بغیر اذنھم، الحدیث ۲۷۱۷، ج ۴، ص ۳۲۵)

اسی طرح کسی موقع پر سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم در دولت پر جلوہ فرما تھے اور کسی نے جب سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اظہار ناراضگی فرمایا۔ جیسا کہ حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو ایک شخص نے حجرہ مبارک کے سوراخ سے جھانکا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم لوہے کی کنگھی سے سر مبارک کھجار ہے تھے فرمایا: اگر میری توجہ اس طرف ہوتی کہ تو دیکھ رہا ہے تو اس لوہے کی کنگھی کو تیری آنکھ میں چبھو دیتا۔ نظر سے بچاؤ کے لئے ہی تو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب من اطلع فی دار قوم بغیر اذنھم، الحدیث ۲۷۱۷، ج ۴، ص ۳۲۵)

دوسروں کے گھروں میں جھانکنے سے بچنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے گھروں کے دروازے یا کھڑکیاں بند رکھنی چاہیں یا ان پر کوئی سادہ سا پردہ وغیرہ ڈال دینا چاہیے جس کی وجہ سے بے پردگی نہ ہو۔

(۱۲) گھر کے انتظامات پر بے جا تنقید نہ کریں جس سے میزبان کی دل آزاری ہو۔ ہاں، اگر ناجائز بات دیکھیں، مثلاً جانداروں کی تصاویر وغیرہ آویزاں ہوں تو احسن طریقے سے سمجھادیں۔ ہو سکے تو کچھ نہ کچھ تحفہ پیش کریں خواہ کتنا ہی کم قیمت ہو، محبت بڑھے گی۔

(۱۳) جو کچھ کھانے پینے کو پیش کیا جائے۔ کوئی صحیح مجبوری نہ ہو تو ضرور قبول کریں۔ ناپسند ہو جب بھی منہ نہ بگاڑیں کہ میز بان کی دل شکنی ہوگی۔

(۱۴) واپسی پر اہل خانہ کے حق میں دعا بھی کریں اور شکریہ بھی ادا کریں۔

(۱۵) سلام کرنے کے بعد رخصت ہوں۔

(۱۶) گھر میں اگر کوئی نہ ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہیں کہ مومنوں کے گھر میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ ؤالہ وسلم کی روح مبارک تشریف فرما ہوتی ہے۔ (شرح شفاء، الباب الرابع، ج ۲، ص ۱۱۸)

(۱۷) جب گھر سے باہر نکلیں تو یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

ترجمہ: اللہ عزوجل کے نام سے، اللہ عزوجل ہی کی طرف سے طاقت وقوت ہے اللہ عزوجل ہی کے بھروسے پر۔ (مشکوۃ المصابیح، الحدیث ۲۴۴۳، ج۱، ص ۴۵۶)

گھر سے نکلتے وقت کیا کہے

(۱) چلتے وقت سب عزیزوں اور دوستوں سے ملاقات کرے اور اپنے قصور معاف کرائے اور اپنے لئے سب سے دعائیں کرائے کیونکہ دوسروں کی دعائیں قبول ہونے کی زیادہ امید ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کس کی دعا مقبول ہوگی اس لئے سب سے دعا کرائے اور لوگ حاجی یا کسی مسافر کو رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَ خَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ

اور حاجی سب لوگوں کے دین اور جان مال اولاد اور سلامتی وتندرستی کو خدا کے سپرد کرے۔

(۲) سفر کا لباس پہن کر گھر میں چار رکعت نفل الحمد اور چاروں قل سے پڑھ کر باہر نکلے یہ چاروں رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل ومال کی نگہبانی کریں گی نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔

پھر کچھ صدقہ کرے اور گھر میں سے نکلے اور دروازہ سے باہر نکلتے ہی کچھ صدقہ کرے اور گھر میں سے نکلے تو یہ پڑھے:

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ

ان شاء اللہ تعالیٰ خیر وعافیت کے ساتھ مکان پر واپس آئے گا۔ (بہار شریعت، ح۶، ص ۴۴)

گھر سے نکلتے وقت خوشی خوشی باہر نکلے

(۳) سب سے رخصت ہونے کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو اور اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھے پھر ریل وغیرہ جس سواری پر سوار ہو بِسْمِ اللہ تین بار پڑھے پھر اَللّٰهُ اَكْبَر اور اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور سُبْحَانَ الله ہر ایک تین تین بار اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک بار پڑھے پھر یہ پڑھے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○

سواری کے شر وفساد سے محفوظ رہے گا۔ (جنتی زیور ۳۷۱)

(717) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَاذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی اکرم ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی۔ آپ

الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ، وَقَالَ: "لَا تَنْسَانَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا. وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: "أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ"

نے اجازت دی اور فرمایا: اے ہمارے بھائی! ہم کو دعا میں نہ بھولنا تو آپ نے مجھے یہ ایسی بات کہہ دی کہ اس کے بدلے ساری دنیا ملنے پر میں خوش نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے اے ہمارے بھائی ہم کو اپنی دعا میں شامل کر لینا۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعا، ج۲ص۱۰۵، رقم: ۱۴۹۸، سنن ترمذی، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۵۹، رقم: ۳۵۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۱۰۳۱۳، جامع الاصول لابن اثیر، ذکر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۹ص۱۱۳، رقم: ۶۶۷۳، مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، الفصل الثانی، ج۱ص۴۰۶، رقم: ۲۲۴۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا الایہ۔ اسی لیے کبھی صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا، روایت حدیث میں تمام صحابہ یہ ہی کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ہم کو دعا میں نہ بھولنا) یعنی مکہ معظمہ پہنچ کر ہر مقبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لیے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لیے کہنا سنت ہے۔ صوفیائے کرام اس جملہ کے معنے یہ کرتے ہیں کہ اے عمر ہر دعا میں ہم پر درود شریف پڑھنا ہمارے درود کو نہ بھولنا تا کہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کے لیے اعلیٰ درجہ کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کریم کے پیاروں کو دعائیں دینا درحقیقت اس سے مانگنے کی تدبیر ہے ہمارا بھکاری ہمارے دروازہ پر آ کر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پاتا ہے۔ ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالیٰ سے بھیک لیں۔

(آپ نے مجھے یہ ایسی بات کہہ دی کہ اس کے بدلے ساری دنیا ملنے پر میں خوش نہیں) حضرت عمر کا یہ فرمان فخریہ

نہیں بلکہ شکریہ کے طور پر ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا، معلوم ہو کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مؤمن ہوں پھر مجھے حکم دعا کہ حضور کو دعائیں دوں۔ معلوم ہوا کہ میرا منہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں۔ معلوم ہوا کہ میرا دل کاشانۂ یار بننے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ ص۴۷۲)

(718) وَعَنْ سالم بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرَ: اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، كَانَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ سَفَراً: اُدْنُ مِنِّيْ حَتّٰى اُوَدِّعَكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَدِّعُنَا. فَيَقُوْلُ: "اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ، وَاَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ اس آدمی سے جو سفر کا ارادہ کرتا فرماتے میرے قریب ہو جا میں تم کو اس طرح الوداع کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو الوداع کیا کرتے تو فرماتے میں تیرے دین، امانت اور کاموں کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا ودع انسانا، ج۵ص۲۹۹ رقم: ۳۴۴۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۱۰۲۱۰، سنن ابوداؤد، باب فی الدعا عند الوداع، ج۲ص۳۳، رقم: ۲۶۰۰، سنن ابن ماجہ، باب تشییع الغزاۃ ووداعھم، ج۲ص۹۴۳، رقم: ۲۸۲۶، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۵، رقم: ۴۷۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابہ کرام سفر کو جاتے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس بارگاہ عالی سے وداع ہوتے تھے اس وقت کا یہاں ذکر ہو رہا ہے، اب بھی زائرین مدینہ منورہ سے چلتے وقت آخری سلام کے لیے روضہ انور پر حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں "الوداع الوداع یارسول اللہ الفراق الفراق یا حبیب اللہ" ہم نے ایک وداعیہ قصیدہ عرض کیا تھا جس کے کچھ شعر یہ ہیں۔ شعر

دور سے آئے تھے پردیسی غلام — عرض کرنے کو غلامانہ سلام

آستانہ سے وداع ہوتے ہیں اب — یہ فرماؤ کہ بلواؤ گے کب

چشم رحمت سے نہ تم کریو جدا — رکھیو اپنے سایہ میں ہم کو سدا

اس وقت جو دل کا حال ہوتا ہے وہ وداع ہونے والا ہی جانتا ہے۔ شعر

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے — ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے

روضہ اچھا زائر اچھے، اچھی راتیں، اچھے دن — سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

؎ یہ حضور کی بندہ نوازی اور شانِ کریمانہ ہے کہ غلاموں سے خود ہاتھ نہیں چھوڑاتے، اب بھی وہ ہم گنہگاروں کو خود نہیں چھوڑتے، اللہ تعالیٰ ان کے قدموں سے وابستگی عطا کرے۔

(اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں) یعنی خدا تیرے دین و ایمان و خاتمہ کی حفاظت کرے، سب کچھ اس کے سپرد ہے۔ امانت سے مراد یا تو اعمال شرعیہ ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" الخ یا مسافروں کے آپس کے اخلاق و مالی معاملات، چونکہ سفر میں کبھی آپس میں تلخی ترشی بھی ہو جاتی ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ اس دعا میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ اے مدینہ میں میرے پاس رہنے والے اب تک تو میرے سایہ میں تھا کہ ہر مسئلہ مجھ سے پوچھ لیتا تھا ہر مشکل مجھ سے حل کر لیتا تھا اب تو مجھ سے دور ہو رہا ہے کہ ہر حاجت میں مجھ سے پوچھ نہ سکے گا تو تیرا ہر کام خدا کے سپرد ہے۔ کیسی پیاری دعا ہے اور کیسی مبارک وداع! آخر عمل سے مراد وقت موت ہے یعنی اگر اس سفر میں تجھے موت آئے تو ایمان پر آئے، تیری زندگی و موت رب کے حوالہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۲)

(719) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوَدِّعَ الْجَيْشَ، قَالَ: "أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ، وَأَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو الوداع کرتے تو کہتے میں تمہارے دین امانت اور کاموں کے انجام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد وغیرہ نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا ودع انسانا، ج۵ص۴۹۹، رقم: ۳۴۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۱۰۶۱۰، سنن ابوداؤد، باب فی الدعا عند الوداع، ج۲ص۳۳۹، رقم: ۲۶۰۲، سنن ابن ماجہ، باب تشییع الغزاۃ ووداعهم، ج۲ص۹۴۳، رقم: ۲۸۲۶، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۵، رقم: ۴۷۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام ابوموسیٰ عبداللہ ابن زید ابن حصین ابن عمرو ابن حارث ابن حطمہ ابن خشعم ابن مالک ابن اوس ہے، سترہ برس کی عمر میں صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے، عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں کوفے کے حاکم رہے، وہاں ہی وفات پائی۔

اس کی شرح ابھی ہو چکی، چونکہ یہاں پورے لشکر کو وداع فرمانا ہے، اس لیے ضمیر جمع لائی گئی۔ معلوم ہوا کہ لشکرِ اسلام جنگی سامان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی ساتھ لیتا تھا۔ محمود غزنوی جب سومناتھ مندر حملہ آور ہوا تھا تو حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی دعائیں اور ان کا جبہ ساتھ لایا تھا، ان مجاہدین کی تلواریں آستانہ محبوبین پر دھار وار ہوتی تھیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۳)

محمود غزنوی کی بارگاہِ رسالت میں مقبولیت

حضرتِ سلطان محمود غزنوی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں مدّتِ مدید سے حبیب ربِّ مجید عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کی دید کی عیدِ سعید کا آرزو مند تھا قسمت سے گزشتہ رات سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کی زیارت کی سعادت ملی۔ حُضور مُفیضُ النُّور، شاہِ غَیُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو مَسرور پاکر عرض کی، یارسولَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم! میں ایک ہزار دِرہم کا مقروض ہوں، اِس کی ادائیگی سے عاجز ہوں اور ڈرتا ہوں کہ اگر اسی حالت میں مر گیا تو بارِ قرض میری گردن پر ہوگا۔ رَحمتِ عالَم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: محمود سُبُکتگین کے پاس جاؤ وہ تمہارا قرض اُتار دے گا۔ میں نے عرض کی، وہ کیسے اعتماد کریں گے؟ اگر اُن کیلئے کوئی نشانی عنایت فرمادی جائے تو کرم بالائے کرم ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، جاکر اس سے کہو، اے محمود تم رات کے اوّل حصّے میں تیس ہزار بار دُرُود پڑھتے ہو اور پھر بیدار ہوکر رات کے آخری حصّے میں مزید تیس ہزار بار پڑھتے ہو۔ اِس نشانی کے بتانے سے (اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ) وہ تمہارا قرض اُتار دے گا۔ سلطان محمود علیہ رَحمۃُ اللہِ الوَدُود نے جب شاہِ خیرُ الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کا رَحمتوں بھرا پیغام سنا تو رونے لگے اور تصدیق کرتے ہوئے اُس کا قرض اُتار دیا اور ایک ہزار دِرہم مزید پیش کئے۔ وُزَراء وغیرہ مُتَعَجِّب ہوکر عرض گزار ہوئے! عالیجاہ! اِس شخص نے ایک ناممکن سی بات بتائی ہے اور آپ نے بھی اس کی تصدیق فرمادی حالانکہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں آپ نے کبھی اتنی تعداد میں دُرُود شریف پڑھا ہی نہیں اور نہ ہی کوئی آدمی رات بھر میں ساٹھ ہزار بار دُرُود شریف پڑھ سکتا ہے۔ سلطان محمود علیہ رَحمۃُ اللہِ الوَدُود نے فرمایا! تم سچ کہتے ہو لیکن میں نے عُلَمائے کِرام سے سنا ہے کہ جو شخص دس ہزاری دُرُود شریف ایک بار پڑھ لے اُس نے گویا دس ہزار بار دُرُود شریف پڑھے۔ میں تین بار اوّل شب میں اور تین بار آخرِ شب میں دس ہزاری دُرُودِ شریف پڑھ لیتا ہوں۔ اِس طرح سے میرا گمان تھا کہ میں ہر رات ساٹھ ہزار بار دُرُود شریف پڑھتا ہوں۔ جب اس خوش نصیب عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے شاہِ خیرُ الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کا رَحمتوں بھرا پیام پہنچایا، مجھے اس دس ہزاری دُرُود شریف کی تصدیق ہوگئی، اور گریہ کرنا (یعنی رونا) اس خوشی سے تھا کہ عُلَمائے کِرام کا فرمان صحیح ثابت ہوا کہ رسولِ غیب دان، رَحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے اِس پر گواہی دی ہے۔ (مُلَخَّص از: تفسیر روح البیان ج ۷ صفحہ ۲۳۴ مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ)

(720) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّيْ أُرِيْدُ سَفَرًا، فَزَوِّدْنِيْ فَقَالَ: "زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى" قَالَ: زِدْنِيْ قَالَ: "وَغَفَرَ ذَنْبَكَ" قَالَ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ارادہ سفر کا ہے مجھ کو زادِ راہ عطا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اللہ تعالیٰ تقویٰ والا زاد عطا فرمائے۔

زِدْنِي، قَالَ: "وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

عرض کیا: کچھ اور دیں فرمایا اور تیرے گناہ بخش دے۔ عرض کیا: کچھ اور دیں فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے لیے بھلائی کو آسان فرما دے تو جہاں بھی ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا ودع انسانا، ج۵ص۲۰۰، رقم: ۳۴۵۵، جامع الاصول، الفصل السابع فی ادعیۃ السفر والقفول، ج۴ص۲۹۰، رقم: ۲۲۸۷، الدعوات الکبیر للبیہقی، باب ما یقول عند الوداع، ص۲۰۱، رقم: ۳۸۲، کتاب الزھد لاحمد بن حنبل، ص۱۳۷، رقم: ۱۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(مجھ کو زادِ راہ عطا فرمائیں) یعنی میرے لیے ایسے دعائیہ دعا فرمایئے کہ جو توشہ کی طرح سفر دنیا و سفر آخرت میں ساتھ رہے اور مجھے توشہ کی طرح ہر وقت کام آئے۔ زاد وہ زائد کھانا ہے جو مسافر کی موجودہ ضرورت سے بچا ہوا آئندہ کام آوے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے توشہ دارین سمجھتے تھے اور ہر موقعہ پر آپ سے دعائیں کراتے تھے اپنی دعاؤں پر کفایت نہ کرتے تھے۔

(تمہیں اللہ تعالیٰ تقویٰ والا زاد عطا فرمائے) یعنی تمہیں دنیا میں لوگوں سے غنا دے کہ تم سوال سے بچو اور آخرت کے لیے نیک اعمال کی توفیق بخشے، بہت جامع دعا ہے۔

(کچھ اور دیں) یعنی ابھی فقیر کی سیری نہیں ہوئی داتا کچھ اور ملے، دنیا میں صبر بہتر، آخرت کے معاملہ میں بے صبری و حرص افضل۔ شعر

حاجتے نیست مرا سیر از یں آب حیات ضاعف اللہ علی کل زمانٍ عطشی

(اللہ تعالیٰ تیرے لیے بھلائی کو آسان فرما دے تو جہاں بھی ہو) یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں جیتے مرتے، قبر و حشر ایسی بھلائیاں عطا فرما دے جس سے تمہیں پوری کامیابی نصیب ہو۔ حیث ما کنت میں سفر، حضر، زندگی و قبر ہر جگہ داخل ہے۔ سبحان اللہ سائل کی جھولی بھر دی نہ معلوم ان الفاظ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دے دیا ہو اور سائل نے کیا کچھ لے لیا، یہ تو دینے والے اور لینے والے جانیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۵۲)

97-بَابُ الْاِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ استخارہ اور مشورہ کا ذکر

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ) (آل عمران: 159).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان سے معاملات میں مشورہ کرو۔

شرح: حضرتِ صدر الاَفاضِل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

کہ اُس میں اُن کی دلداری بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے گا اور آئندہ اُمت اس سے نفع اُٹھاتی رہے گی۔ مشورہ کے معنٰی ہیں کسی امر میں رائے دریافت کرنا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ: 38)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کا کام باہم مشورہ کرنا ہے۔

اَیْ: يَتَشَاوَرُوْنَ بَيْنَهُمْ فِيْهِ.

یعنی آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

(721) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَالسُّوْرَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ، يَقُوْلُ: "اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ: "عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ. فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ. وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ: "عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ، فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ، وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ قَالَ: "وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ تمام کاموں کے لیے استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ دو رکعت نماز ادا کرے جو فرض نہ ہو پھر کہے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ تو قادر ہے میں نہیں، تو جانتا ہے میں نہیں جانتا۔ تو غیب کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے دین، دنیا اور انجام کار کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے۔ یا یہ کام میرے لیے جلد اور بدیر بہتر ہے۔ تو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور میرے لیے آسان فرما دے پھر مجھے اس میں برکت دے اور اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور انجام کار میں میرے لیے برا ہے یا کہے میرے لیے جلد اور بدیر برا ہے، تو اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر فرما جہاں ہے پھر مجھ کو اس پر راضی کر دے۔ فرمایا: یہاں

اپنی حاجت کا نام لے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعا عند الاستخارۃ، ج۴ص۱۸۱ رقم: ۶۳۸۲ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاستخارۃ، ج۵ص۲۲۹ رقم: ۱۰۰۶۱ سنن ترمذی، باب اصلاۃ الاستخارۃ، ج۱ص۳۳۵ رقم: ۴۸۰ سنن الکبرٰی للنسائی، باب کیف الاستخارۃ، ج۳ص۲۴۴ رقم: ۵۵۸۱)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے) یعنی نماز استخارہ ایسے اہتمام سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت۔ استخارہ کے معنی ہیں خیر مانگنا یا کسی سے بھلائی کا مشورہ کرنا، چونکہ اس دعا و نماز میں بندہ اللہ سے گویا مشورہ کرتا ہے کہ فلاں کام کروں یا نہ کروں اسی لیئے اسے استخارہ کرتے ہیں۔

(جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے) بشرطیکہ وہ کام نہ حرام ہو نہ فرض و واجب اور نہ روزمرہ کا عادی کام۔ لہذا نماز پڑھنے، حج کرنے یا کھانا کھانے، پانی پینے پر استخارہ نہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کام کا پورا ارادہ نہ کیا ہو صرف خیال ہو جیسے کوئی کاروبار، شادی بیاہ، مکان کی تعمیر وغیرہ کا معمولی ارادہ ہو اور تردد ہو کہ نہ معلوم اس میں بھلائی ہوگی یا نہیں تو استخارہ کرے۔ (لمعات)

(فرض کے سوا دو رکعتیں پڑھے) خاص استخارہ کے لیئے دن میں یا رات میں مکروہ اوقات کے علاوہ میں۔ پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہ یہ ہی آسان ہے۔ (مرقاۃ)

(اور تیری قدرت کے وسیلہ سے تجھ سے قدرت مانگتا ہوں) یعنی اپنی علم و قدرت کے صدقے مجھے اس کام کے انجام سے بھی خبردار کرے اور اگر خیر ہو تو مجھے اس پر قادر بھی کردے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے صفات سے امداد طلب کرنا جائز ہے۔

(تو جانتا ہے میں نہیں جانتا) مگر تیرے بتانے سے جانتا ہوں۔ (مرقاۃ) یعنی اگر تو مجھے اس کام کا انجام بتادے تو میں بھی جان لوں۔

(میرے لیے اس جہاں اور اس جہاں میں بہتر ہو) خیال رہے کہ یہاں اللہ کے علم میں شک نہیں کہ یہ تو کفر ہے، بلکہ شک و تردد اس میں ہے کہ اس کام کی بہتری اللہ کے علم میں ہے یا بدتری لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور الفاظ میں شک راوی کی طرف سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ الفاظ فرمائے یا وہ۔ اب بہتر یہ ہے کہ پڑھنے والا دونوں الفاظ پڑھ لیا کرے۔

(مجھ پر آسان کردے پھر مجھے برکت دے) یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی دے، اسے آسان بھی کردے اور انجام کار برکت بھی نصیب کر، یہ معنی نہیں کہ میری تقدیر میں لکھ دے کہ تقدیر کی تحریر تو پہلے ہو چکی ہے۔

(تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے) یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی نہ دے اور میرے دل میں اس سے

نفرت بھی پیدا فرمادے کہ چھوٹ جانے پر مجھے رنج وغم بھی نہ ہو، پھیرنے کے یہ معنی بہت مناسب ہیں، اس جملے کے اور معانی بھی ہوسکتے ہیں۔

(میرے لیے بھلائی مقدر کر جہاں ہو) یعنی اس شر کام سے بچا کر اس کے عوض کوئی اور خیر کام عطا فرمادے اور اس نکاح یا تجارت سے بچا کر دوسری جگہ نکاح یا دوسرا کاروبار عطا فرما۔

(پھر مجھے اس پر راضی کردے فرمایا اور اپنی حاجت کا نام لے) یعنی هذا الامر کی جگہ اپنے کام کا نام لے هذا النکاح یا هذه التجارة یا هذه التصنیف کہے۔ حدیث شریف میں ہے جو استخارہ کرلیا کرے وہ نقصان میں نہ رہے گا اور جو استخارہ کرلیا کرے وہ نادم نہ ہوگا۔ اس استخارہ کے بعد پھر جدھر دل متوجہ ہو وہ کرے ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا پڑھے، پھر باوضو قبلہ رو ہوجائے تو اگر خواب میں سبزی یا سفیدی جاری پانی یا روشنی دیکھے تو کامیابی کی علامت ہے اور اگر سیاہی یا گدلا پانی یا اندھیرا دیکھے تو ناکامی اور نامرادی کی علامت ہے سات روز یہ عمل کرے ان شاء اللہ اس دوران میں خواب میں اشارہ ہوجائے گا۔ استخارہ کے اور بہت طریقے اس جگہ مرقاۃ نے بیان کیے فرمایا کہ جسے بہت جلدی ہے تو وہ صرف یہ کہہ لے اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیَ الْخَیْرَ ان شاء اللہ اس کام میں خیر و برکت ہوگی۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ ص۵۵۵)

98-بَابُ اسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ إِلَى الْعِيْدِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجَنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِيْقٍ، وَّالرُّجُوْعِ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ لِتَكْثِيْرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

عید، عیادت مریض، حج، غزوہ، جنازہ وغیرہ کے لیے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے سے آنا تا کہ عبادت کی جگہیں زیادہ ہوں، مستحب ہے

(722) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن (آنے جانے کا) راستہ بدلا کرتے تھے۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: "خَالَفَ الطَّرِيْقَ" يَعْنِيْ: ذَهَبَ فِيْ طَرِيْقٍ وَّرَجَعَ فِيْ طَرِيْقٍ آخَرَ۔

یہ قول "خالف الطریق" یعنی ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید، ج۱ص۳۳۰ رقم: ۹۸۶ الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، باب صلاۃ العیدین، ص۲۵۸ رقم: ۳۹۰ تحفۃ الاشراف للمزی، من اسمہ سعید بن الحارث بن ابی سعید بن المعلی، ج۲ص۱۷۸ رقم: ۲۲۵۳ مشکوۃ المصابیح، باب صلاۃ العیدین، ج۱ص۲۲۲ رقم: ۱۴۳۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی عیدگاہ جاتے اور راستے سے واپس ہوتے دوسرے راستہ سے تاکہ دونوں راستوں کو برکت حاصل ہو اور دونوں طرف کے باشندے آپ سے فیض پائیں، اور ہر طرف کے منافقین مسلمانوں کے اژدہام کو دیکھ کر جلیں اور راستوں میں بھیڑ کم ہو دونوں راستوں کے فقراء پر خیرات ہو، اہلِ قرابت کی قبور کی زیارتیں ہوں جو ان راستوں میں واقع ہیں اور دونوں راستے ہماری نماز و ایمان کے گواہ بن جائیں، لیکن جاتے وقت دراز رستہ اختیار فرماتے اور لوٹتے وقت مختصر، تاکہ جاتے ہوئے قدم زیادہ پڑیں اور ثواب زیادہ ملے۔ معلوم ہوا کہ عیدگاہ پیدل جانا اور جاتے آتے راستہ بدلنا سنت ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲،ص ۶۶۰)

(723) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ، وَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ، دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طریق شجرہ سے نکلتے اور طریق معرس سے داخل ہوتے اور مکہ میں داخل ہوتے تو ثنیہ علیا سے داخل ہوتے اور ثنیہ سفلی کی طرف سے نکلتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من این یخرج من مکۃ، ج۱،ص۵۰۲، رقم: ۱۵۷۶، صحیح مسلم، باب استحباب دخول مکۃ، ج۲،ص ۶۲، رقم: ۳۰۹۹، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب دخول مکۃ، ج۲،ص ۳۸۱، رقم: ۱۶۳۸، سنن ابوداؤد، باب دخول مکۃ، ج۲،ص ۱۱۲، رقم: ۱۸۶۸، سنن ابن ماجہ، باب دخول مکۃ، ج۲،ص ۹۸۱، رقم: ۲۹۴۰)

شرح حدیث: قیامت کے دن زمین ہر اس عمل کے بارے میں بتائے گی

یہ زمین جس پر ہم اپنی زندگی کے شب و روز بسر کرتے ہیں اور اس سے کسی قسم کی جھجک یا شرم محسوس کئے بغیر ہر جائز و ناجائز فعل کر گزرتے ہیں۔ آج یہ ہماری کسی حرکت پر اپنے ردِ عمل کا اظہار نہیں کرتی لیکن کل قیامت کے دن یہ بھی ہمارے بارے میں گواہی دے گی کہ ہم اس پر کیا کچھ کرتے رہے ہیں؟ چنانچہ سورہ زلزال میں ارشاد ہوتا ہے، ۔۔۔۔۔۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔

ترجمہ کنزالایمان: اس دن وہ (یعنی زمین) اپنی خبریں بتائے گی۔ (پ ۳۰، الزلزال: ۴)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، بلاشبہ اللہ عزوجل اس زمین کو زندہ، عقل مند اور بولنے والی بنا دے گا اور یہ پہچانے گی کہ اس پر بسنے والے کیا کیا عمل کرتے رہے ہیں؟ پھر یہ نیک لوگوں کے حق میں اور گنہ گاروں کے خلاف گواہی دے گی، رسول اللہ نے فرمایا:

إِنَّ الْأَرْضَ لَتُخْبِرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِكُلِّ عَمَلٍ عُمِلَ عَلَيْهَا

یعنی بے شک قیامت کے دن زمین ہر اس عمل کے بارے میں بتائے گی۔

جو اس پر کیا جاتا رہا۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ الحدیث۔۔۔۔۔۔۔ اور بروزِ قیامت زمین کا بولنا ہمارے مذھب کے نزدیک بعید نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک زندگی کے لئے جسم کا ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اللہ عزوجل زمین کو اس کی شکل، خشکی اور تنگی پر باقی رکھتے ہوئے اسے زندگی اور بولنے کی قوت عطا فرمائے گا، اس سے مقصود یہ ہوگا کہ زمین نافرمانوں سے شکوہ کر سکے اور فرمانبرداروں کا شکریہ ادا کر سکے، چنانچہ یہ کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی، زکوٰۃ دی، روزے رکھے اور حج کیا جبکہ فلاں نے کفر کیا، زنا کیا، چوری کی ظلم کیا۔۔۔۔۔۔ حتیٰ کہ کافر (یہ سن کر) تمنا کریگا کہ اسے جہنم میں پھینک دیا جائے۔ (التفسیر الکبیر، الجزء الثانی والثلاثون، ص ۲۵۵)

اسی آیت کے تحت تفسیر درمنثور میں ہے کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم، شفیع معظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔

ترجمہ کنزالایمان: اس دن وہ (یعنی زمین) اپنی خبریں بتائے گی۔

پھر دریافت فرمایا، کیا تم جانتے ہو، یہ کیا بتائے گی؟ یہ ہر مرد و عورت کے تمام اعمال کے بارے میں بتائے گی جو وہ اس کی پیٹھ پر کرتے رہے، یہ کہے گی؛ اس نے فلاں دن یہ کیا تھا، اُس نے فلاں دن یہ کیا تھا۔

(بحوالہ الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ،، ج ۴، رقم ۲۴۳۰)

اور حضرت ربیعہ جرشی رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

تَحَفَّظُوا مِنَ الْأَرْضِ فَإِنَّهَا أُمُّكُمْ وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ عَامِلٍ عَلَيْهَا خَيْرًا أَوْ شَرًّا إِلَّا وَهِيَ مُخْبِرَةٌ بِهِ۔

زمین سے محتاط رہو کہ یہ تمہاری اصل ہے اور جو کوئی اس پر اچھا یا برا عمل کرے گا یہ اس کی خبر دے گی۔ (ج ۸، ص ۵۴۱)

99- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيْمِ الْيَمِيْنِ فِيْ كُلِّ مَا هُوَ مِنْ بَابِ التَّكْرِيْمِ

ہر عزت والے کام میں دائیں جانب کو مقدم کرنا مستحب ہے

كَالْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ، وَلُبْسِ الثَّوْبِ وَالنَّعْلِ وَالْخُفِّ وَالسَّرَاوِيْلِ وَدُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَالسِّوَاكِ، وَالْاِكْتِحَالِ، وَتَقْلِيْمِ الْأَظْفَارِ، وَقَصِّ الشَّارِبِ، وَنَتْفِ الْإِبْطِ، وَحَلْقِ الرَّأْسِ، وَالسَّلَامِ مِنَ الصَّلٰوةِ، وَالْأَكْلِ، وَالشُّرْبِ، وَالْمُصَافَحَةِ، وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ، وَالْخُرُوْجِ مِنَ الْخَلَاءِ وَالْأَخْذِ وَالْإِعْطَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ فِيْ مَعْنَاهُ۔

جیسے وضو، غسل، تیمم کرنا، کپڑا، جوتا، موزہ اور شلوار پہننا اور مسجد میں داخل ہونا۔ مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں تراشنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، سر منڈانا، نماز سے سلام پھیرنا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کا استلام کرنا، بیت الخلاء سے نکلنا، لینے اور دینے میں اور جو اس کے معنی میں ہے ان سب امور میں دائیں جانب کی تقدیم اور اس کے مدمقابل کاموں میں بائیں

وَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ الْيَسَارِ فِي ضِدِّ ذٰلِكَ، كَالامْتِخَاطِ وَالبُصَاقِ عَنِ الْيَسَارِ، وَدُخُولِ الخَلاَءِ وَالخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ وخَلْعِ الخُفِّ وَالنَّعْلِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالثَّوْبِ وَالاِسْتِنْجَاءِ وَفِعْلِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ.

جانب کو ترجیح دی جائے۔ جیسے ناک صاف کرنا' تھوکنا' بیت الخلاء میں داخل ہونا' مسجد سے نکلنا' موزے' جوتے' شلوار اور کپڑا اتارنا اور استنجاء اور اس جیسے ناپسندیدہ کام۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ) (الحاقة: 19) الآيات

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا لو میرے نامۂ اعمال پڑھو۔

وقَالَ تَعَالٰى: (فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ) (الواقعة: 8-9)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔

(724) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ: فِي طُهُوْرِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَتَنَعُّلِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا اچھا لگتا تھا۔ وضو کرنے میں کنگھا کرنے میں' اور جوتا پہننے میں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التیمن فی الوضوء والغسل، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۱۶۸، صحیح مسلم، باب التیمن فی الطهور وغیرہ، ج۱ص۲۶۹، رقم: ۶۴۰، السنن الكبرى للبيهقي، باب استحباب البداية باليمنى ثم باليسرى، ج۱ص۲۱۶، رقم: ۱۰۶۳، مسند امام احمد، حديث السيدة عائشه رضی اللہ عنها، ج۱ص۱۸۷، رقم: ۲۵۵۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن وبغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضۂ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا

ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۱ ص ۳۸۱)

ہر تکریم والا کام

ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ، شب اسرا کے دولہا، شافع روز جزا، سلطان انبیاء، محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر تکریم والا کام سیدھی طرف سے شروع فرماتے ہیں۔جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے اور اسی طرح کنگھا بھی سیدھی طرف سے ہی کرتے، نیز نعلین شریفین بھی جب پہننے کا ارادہ فرماتے تو پہلے سیدھا قدم محترم نعل شریف میں داخل فرماتے۔(جامع الترمذی، الشمائل باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ، الحدیث ۳۴، ج۵، ص۵۰۹)

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی طرف سے وضو کرنا پسند فرماتے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو کرتے وقت پہلے سیدھا ہاتھ مبارک دھوتے پھر بایاں۔اسی طرح پاؤں مبارک دھوتے وقت بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھا کرتے۔نیز اس حدیث پاک میں کنگھا اور نعلین شریفین کے بارے میں بھی سیدھی ہی جانب سے شروع کرنا منقول ہوا۔ یعنی سر اقدس اور داڑھی مبارک میں جب کنگھا فرماتے تو پہلے سیدھی جانب سے شروع کرتے، پھر بائیں جانب۔نیز نعلین شریفین پہنتے وقت بھی پہلے سیدھے قدم مبارک کو نعل پاک میں داخل فرماتے پھر بائیں قدم مکرم کو۔صرف ان تین کاموں ہی کی تخصیص نہیں، جتنے بھی تکریم کے کام ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی جانب سے ہی شروع کرنا پسند فرماتے۔ چنانچہ لباس پہننا، مسجد میں داخل ہونا، سر اور مونچھ وغیرہ کے بال تراشنا، مسواک کرنا، ناخن کاٹنا، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، کسی کو کوئی چیز دینا یا کسی سے لینا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ کام سیدھے ہاتھ سے سیدھی جانب سے کرنے چاہیں۔

(725) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِطُهُوْرِهِ وَطَعَامِهِ وَكَانَتِ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى. حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَغَيْرُهٗ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ آپ کے وضو اور کھانے کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ بیت الخلاء اور اذیت (کے ازالہ) کے لیے تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد وغیرہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء، ج۱ص۱۲، رقم: ۳۳ سنن الكبرى للبيهقي، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۵۲۷ اخلاق النبي لابي الشيخ الاصبهاني، ذكر استعماله يده اليمنى ص۲۰۶، رقم: ۷۱۳ مشكوة المصابيح، باب آداب الخلاء، الفصل الثاني، ج۱ص۷۰، رقم: ۳۴۸)

شرح حدیث: کھانا کھانے کے آداب

حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو سیدھے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے کہ شیطان اُلٹے ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

• (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشرب، الحدیث ۲۰۲۰، ص ۱۱۱۷)

پانی پینے کے آداب

اس سلسلے میں ان کا ذہن بنائیں کہ پانی بیٹھ کر، اجالے میں دیکھ کر، سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر تین سانسوں میں اس طرح پئیں کہ ہر مرتبہ گلاس کو منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ پئیں اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پئیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو بلکہ دو اور تین بار پیا کرو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہا کرو۔

(جامع الترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی التنفس فی الاناء، الحدیث ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

سیدھے ہاتھ سے پئیں کہ سنت ہے

بے شک عالمِ باعمل کی صُحبت میں نفعِ آخرت کے متعلق مَدَنی پھول ملتے رہتے ہیں، حُضُور مُحَدِّثِ اعظم پاکستان علیہ رحمۃ الحنان بھی عالمِ باعمل تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادتِ کریمہ تھی کہ جب بھی کسی کو سنّت ترک کرتا ملاحظہ کرتے تو اُس کی اِصلاح فرماتے چُنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے ایک شاگردِ رشید بیان کرتے ہیں: 1373ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دن درسِ حدیث کے دَوران جب کہ مسلم شریف کا دَرس شُروع تھا۔ ایک صاحِب ''دارُالحدیث'' میں طَلَبہ کے لیے چائے لے آئے۔ دَرس ختم ہونے پر حضرتِ شیخُ الحدیث مولانا سردار احمد علیہ رحمۃ اللہ الاحد کے اشارے پر چائے تقسیم ہونے لگی۔ جب اِس ناچیز کی باری آئی تو بندے نے دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ میں کپ پکڑا، پِرَچ (یعنی پلیٹ) میں چائے ڈالی اور بائیں (یعنی اُلٹے) ہاتھ سے پلیٹ منہ کے قریب لے گیا۔ حضرت مُحَدِّثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی آواز ''دارُالحدیث'' میں گونجی: مولانا! آپ بائیں (یعنی اُلٹے) ہاتھ سے پی رہے ہیں! بندے نے کپ نیچے رکھ کر دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ سے پلیٹ پکڑی اور پینے لگا۔ جب دوبارہ کپ سے پِرَچ (یعنی پلیٹ) میں چائے ڈالنے لگا تو پھر آواز آئی۔ مولانا! آپ بائیں (یعنی اُلٹے) ہاتھ سے ڈال رہے ہیں۔ تو بندے نے پلیٹ رکھ دی، دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ میں کپ لے کر پینے لگا۔ تو حضرت مُحَدِّثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے تبسُّم فرمایا اور زَبانِ مبارَک سے یہ لفظ فرمائے: ''طَیِّب طَیِّب یعنی اب ٹھیک ہے۔'' اب بھی تنہائی میں بیٹھے ہوئے جب یہ واقِعہ یاد آتا ہے اور طَیِّب طَیِّب کے الفاظ کی گونج کانوں میں آتی ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ (حیاتِ محدث اعظم ص ۱۵۷)

اُلٹے ہاتھ سے کھانا، پینا، لینا، دینا شیطان کا طریقہ ہے

اِس حکایت سے حضرت مُحدِّث اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی سنّت سے مَحبّت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔کاش! ہم سب بھی نیکی کی دعوت کا یہی انداز اختیار کرتے ہوئے خوب خوب سنّتوں کی دھوم مچاتے رہیں۔مذکورہ (یعنی بیان کردہ) حکایت میں الٹے ہاتھ سے چائے پینے سے مَنع کرنے کا تذکرہ ہے اور حدیثِ پاک میں اُلٹے ہاتھ سے کھانے پینے کی مُمانعت موجود۔چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صَفحات پر مشتمل کتاب،''فیضانِ سنّت'' (جلداوّل) صَفْحہ 230 تا 232 پر ہے: حضرتِ سیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحِبِ مُعَطَّر پسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک سیدھے ہاتھ سے کھائے اور سیدھے ہاتھ سے پئے اور سیدھے ہاتھ سے لے اور سیدھے ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان اُلٹے ہاتھ سے کھاتا اور اُلٹے ہاتھ سے پیتا اُلٹے ہاتھ سے دیتا اور اُلٹے ہاتھ سے لیتا ہے۔'' (سُنَنِ ابن ماجہ ج ۴ ص ۱۲ حدیث ۳۲۶۶)

ہر کام میں اُلٹا ہاتھ کیوں؟

اَفسوس! آج کل ہم دُنیا کے چکّر میں اِس قَدَر گِھر چکے ہیں کہ محبوبِ باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی پیاری پیاری سُنّتوں کی طرف ہماری توجُّہ ہی نہیں رَہتی۔یاد رکھئے! حدیثِ مبارَک میں ہے کہ ''بے شک شیطان اِنسان (کے بدن) میں خون کی طرح گردِش کرتا ہے۔'' (بُخاری ج ۱ ص ۶۶۹ حدیث ۲۰۳۸) ظاہِر ہے کہ یہ ہمیں سُنّتوں کی طرف کہاں جانے دے گا؟ شیطان پیچھے لگا ہی رہتا ہے اگرچہ سیدھے ہاتھ سے ہی کھانا کھاتے ہیں لیکن پھر بھی اُلٹے ہاتھ سے کچھ نہ کچھ دانے پھانک ہی لئے جاتے ہیں، کھاتے ہوئے چُونکہ سیدھا ہاتھ آلُودہ ہوتا ہے لہٰذا اکثر لوگ پانی اُلٹے ہی ہاتھ سے پیتے ہیں، چائے پیتے وَقت کپ سیدھے ہاتھ میں اور رِکابی اُلٹے ہاتھ میں لئے چائے پیتے ہیں، کسی کو پانی پلاتے وَقت جگ سیدھے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ گلاس اُلٹے میں اور اُلٹے ہاتھ سے گلاس دوسروں کو دیتے ہیں۔''حیاتِ مُحَدِّثِ اعظم'' صفحہ 374 پر ہے، مُحَدِّث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''لینے اور دینے میں دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ کو استعمال کرو، یہ عادت ایسی پختہ (یعنی پکّی) ہوجائے کہ کل قِیامت میں جب نامۂ اعمال پیش ہو تو اِسی عادت کے مُوافِق دایاں (یعنی سیدھا) ہاتھ آگے بڑھ جائے تب تو کام بن جائے گا۔''

(نیکی کی دعوت ص ۴۲۷)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے ہمیشہ سرِ اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔امام اہلسنّت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنتِ متواترہ دائمہ ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۰۸، ۲۰۹)

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۱۵)

عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہونے چاہئیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولٰینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اس سے ہر پیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۴)

(726) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: "ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام عطیہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان (خواتین) کو اپنی بیٹی حضرت زینب ﷺ کو غسل دینے کے موقعہ پر فرمایا (اس کا غسل) اس کی دائیں طرفوں اور وضو کے مقامات سے شروع کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التیمن فی الوضوء والغسل، ج ۱ ص ۷۵، رقم: ۱۶۸، صحیح مسلم، باب فی غسل المیت، ج ۳ ص ۴۸، رقم: ۲۲۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب توضئة المیت، ج ۳ ص ۳۸۸، رقم: ۶۸۱۸، سنن ابوداؤد، باب کیف غسل المیت، ج ۳ ص ۱۹۶، رقم: ۳۱۴۷، سنن الکبریٰ للنسائی، باب میامن المیت ومواضع الوضوء منه، ج ۱ ص ۶۱۶، رقم: ۲۰۱۱)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے، انصاریہ ہیں، اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزووں میں شریک رہیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی۔

یہ صاحبزادی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ ابوالعاص ابن ربیع ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد میں بڑی تھیں، ۸ ھ میں وفات پائی، بعض نے فرمایا کہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان تھیں جن کی وفات ۹ ھ میں ہوئی مگر قول اول قوی ہے۔

(غسل میت) اس طرح (ہو) کہ بیری کے پتے پانی میں جوش دے لو کیونکہ بیری سے میل خوب کٹتا ہے، جوئیں وغیرہ صاف ہوتی ہیں اور اس سے میت کا بدن جلد بگڑتا نہیں۔ تین بار غسل دینا سنت ہے، سات بار تک جائز اور بلا وجہ اس

سے زیادہ مکروہ۔ بیری کا استعمال پہلی بار میں سنت ہے، باقی میں جائز۔ خیال رہے کہ غسل میت میں کلی اور ناک میں پانی نہیں۔

اور آخری بار جو پانی ان پر بہاؤ اس میں کچھ کافور ملا ہو کیونکہ یہ بہترین خوشبو ہے، اس سے کیڑے مکوڑے جسم کے قریب نہیں آتے۔ جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ کافور آخری پانی میں ملایا جائے بعض نے فرمایا کہ اسے خوشبوؤں میں شامل کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں جگہ استعمال کیا جائے۔

شعار وہ کپڑا کہلاتا ہے جو جسم سے ملا رہے، شعر یعنی بالوں سے ملا ہوا، دثار اوپر والے کپڑے کو یعنی میرا تہبند شریف ان کے جسم سے ملا ہوا رکھو اور کفن اوپر۔ یہ تہبند کفن میں شمار نہ تھا بلکہ برکت اور قبر کی مشکلات حل کرنے کے لیے رکھا گیا۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کے بال، ناخن، ان کے استعمال کے کپڑے تبرک ہیں جن سے دنیا، قبر و آخرت کی مشکلات حل ہوتی ہیں، قرآن شریف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیض کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی نابینا آنکھیں روشن ہوگئیں۔ احادیث میں ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ، عمرو ابن عاص و دیگر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال و تہبند شریف اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کے لیے محفوظ رکھے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور قرآنی آیت یا دعا کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ ان چیزوں کے متعلق یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب میت پھولے پھٹے گی تو ان کی بے حرمتی ہوگی، دیکھو سورۂ فاتحہ لکھ کر دھو کر بیمار کو پلاتے ہیں، یونہی آب زمزم برکت کے لیے پیتے ہیں حالانکہ پانی پیٹ میں پہنچ کر کیا بنتا ہے سب کو معلوم ہے۔ کفنی الفی لکھنے اور تبرکات کفن میں رکھنے کی پوری بحث ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھو۔

یعنی پہلے میت کو وضو کراؤ پھر اس طرح غسل دو کہ اولاً داہنا حصہ دھوؤ پھر بایاں، یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر غسال انگلی پر کپڑا لپیٹ کر تر کر کے اس کے دانتوں اور نتھنوں پر پھیر دے تو مستحب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۸۵۸)

(727) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِالْيُمْنٰى، وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَاْ بِالشِّمَالِ. لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں جب کوئی جوتا پہنے تو ابتداء دائیں سے کریں اور جب اتارے تو پہلے بایاں اتارے چاہیے کہ دایاں پہلے پہنا جائے اور بعد میں اتارا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ينزع نعله اليسرى، ج۷ص۱۵۴، رقم: ۵۸۵۵، صحيح مسلم، باب اذا انتعل فليبدأ باليمين، ج۶ص۱۵۳، رقم: ۵۶۱۶، الاداب للبيهقى، باب فى الانتعال، ج۲ص۳۰۹، رقم: ۵۱۹، الشمائل المحمديه للترمذى، باب ما جاء فى نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص۸۵، رقم: ۸۳، المعجم الصغير للطبرانى، من اسمه احمد، ج۱ص۱۰، رقم: ۲۸، سنن ابوداؤد

باب فی الانتعال، ج ۴، ص ۱۱۰، رقم: ۴۱۳۹ وسنن ابن ماجہ، باب لبس النعال وخلعها، ج ۴، ص ۱۱۰، رقم: ۳۶۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم استحبابی ہے۔ اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا و اعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور ادنی اور گھٹیا کام بائیں طرف سے، مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بایاں پاؤں پیچھے، جب نکلے تو اس کے برعکس کرے کہ بایاں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ جاتے وقت بایاں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا مگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس۔ جوتے پہننا اعلیٰ کام ہے اور اتارنا ادنی کام لہذا یہ حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے یکدم اوتارنا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے، اولاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں۔

اسلام میں داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا حتی کہ وضو میں داہنے ہاتھ پاؤں پہلے دھو لیے جائیں بائیں بعد میں یہ ترتیب بہت جگہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۵۴)

جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

نعلین پہننا سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ جوتے پہننے سے کنکر، کانٹے وغیرہ چبھنے سے پاؤں کی حفاظت رہتی ہے۔ نیز موسم سرما میں سردی سے بھی پاؤں محفوظ رہتے ہیں اور گرمیوں میں دھوپ میں چلنے کے لئے جوتے نہایت ہی کارآمد ہیں۔ جوتا پہننے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) کسی بھی رنگ کا جوتا پہننا اگرچہ جائز ہے لیکن پیلے رنگ کے جوتے پہننا بہتر ہے کہ مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو پیلے جوتے پہنے گا اس کی فکروں میں کمی ہوگی۔ (کشف الخفاء، الحدیث ۲۵۹۵، ج ۲، ص ۲۴۶)

(۲) پہلے سیدھا جوتا پہنیں پھر الٹا اور اتارتے وقت پہلے الٹا جوتا اتاریں پھر سیدھا۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (کوئی شخص) جب جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا اتارے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس النعال وخلعہا، الحدیث ۳۶۱۶، ج ۴، ص ۱۶۶)

(۳) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لینا سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ بیٹھے تو سنت ہے کہ اپنے جوتے اتار لے۔ (سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الانتعال، الحدیث ۴۱۳۸، ج ۴، ص ۹۵)

(۴) جوتا پہننے سے پہلے جھاڑ لیں تاکہ کیڑا یا کنکر وغیرہ ہو تو نکل جائے۔

(۵) استعمالی جوتا الٹا پڑا ہو تو سیدھا کر دیجئے ورنہ فقر و تنگ دستی کا اندیشہ ہے۔ (سنی بہشتی زیور، حصہ ۵، ص ۶۰۱)

(728) وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِيْنَهُ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور کپڑوں کے

لِطَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ وَثِيَابِهٖ، وَيَجْعَلُ يَسَارَهٗ لِمَا سِوٰى ذٰلِكَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهٗ.

لیے استعمال فرماتے اور اس کے سوا دوسرے کام کرنے میں بایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔ اس حدیث کو ابوداود اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ج۱ص۱۲، رقم: ۳۲، مسند ابی یعلی حدیث حفصۃ أم المؤمنین، ج۶ص۲۸۷، رقم: ۷۰۰۰، السنن الکبری للبیہقی، باب النھی عن الاستنجاء بالیمین، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۵۵۹، المستدرک للحاکم، کتاب الاطعمۃ، ج۵ص۲۲، رقم: ۱۱، صحیح ابن حبان، باب آداب الاکل، ج۱۲ص۳۱، رقم: ۵۲۲۶)

شرح حدیث: لباس پہننے کی سنتیں اور آداب

اللہ عزوجل کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں لباس کی دولت عطا کی۔ لباس سے ہم سردی، گرمی کے اثرات سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، یہ لباس ہماری زینت کا سبب بھی ہے اور سبب وقار بھی ہے۔ ہر قوم کا جدا جدا لباس ہوتا ہے، مگر مسلمان کا لباس سب سے ممتاز ہے۔ لباس کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکار مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفناؤ۔

(سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی لبس البیاض، الحدیث ۲۸۱۹، ج ۴، ص ۳۷۰)

(۲) جب کپڑا پہننے لگیں تو یہ دعا پڑھیں، اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ ترجمہ: اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری قوت وطاقت کے مجھے یہ عطا کیا۔ (المستدرک، کتاب اللباس، باب الدعاء عند فراغ الطعام، الحدیث ۷۴۸۶، ج ۵، ص ۲۷۰)

(۳) پہنتے وقت سیدھی طرف سے شروع کریں مثلاً جب کرتا پہنیں تو پہلے سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر الٹی میں، اسی طرح پاجامہ میں پہلے سیدھے پائنچے میں سیدھا پاؤں داخل کریں اور جب اتارنے لگیں تو اس کے برعکس کریں یعنی الٹی طرف سے شروع کریں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ، فیض گنجینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم جب کرتا پہنتے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الانتعال، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۴، ص ۹۶)

(۴) پہلے کرتا پہنیں پھر پاجامہ۔

(۵) عمامہ باندھنے کی عادت ڈالیے کہ حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: عمامہ ضرور باندھا کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس

(کے شملے) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکالو۔ (کنزالعمال، کتاب المعیشۃ، الحدیث ۴۱۱۳۲، ج۸، ص ۱۳۳)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(کنزالعمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب العمائم، الحدیث ۴۱۱۳۰، ج۱۵، ص ۳۳)

اے ہمارے پیارے اللہ عزوجل! ہمیں فیشن والے لباس سے بچا اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق مرحمت فرما۔

(729) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا لَبِسْتُمْ، وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ، فَابْدَأُوا بِأَيَامِنِكُمْ" حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم لباس پہنو اور جب تم وضو کرو تو دائیں جانب سے ابتداء کرو۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الانتعال، ج۴ص۱۱۹، رقم: ۴۱۴۱، صحیح ابن خزیمہ، باب الامر بالتیامن فی الوضوء امر استحباب، ج۱ص۹۱، رقم: ۱۷۸، السنن الکبری للبیہقی، باب السنة فی البداية باليمين، ج۱ص۸۶، رقم: ۴۱۲، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۳ص۳۷۰، رقم: ۱۰۹۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۵۴، رقم: ۸۶۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہننا کرتا، پائجامہ، جوتا ان سب کو شامل ہے۔ اور وضو میں غسل و تیمم بھی داخل ہے۔ ایا من ایمن کی جمع ہے جو یمین یا یمن سے بنا بمعنی برکت و مبارک۔ چونکہ اسلام میں داہنا حصہ مبارک مانا گیا کہ قیامت میں نیکوں کے نامۂ اعمال بھی اسی ہاتھ میں ہوں گے اسی لئے اسے ایمن یا یمین کہتے ہیں۔ یعنی جب کچھ پہنو تو داہنے ہاتھ پاؤں میں پہلے، بائیں میں بعد میں پہنو اور جب وضو یا غسل و تیمم کرو تو داہنی جانب سے شروع کرو مگر اتارنے میں اس کے برعکس۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱، ص ۳۸۲)

لباس پہننے کی سنتیں اور آداب

اللہ عزوجل کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں لباس کی دولت عطا کی۔ لباس سے ہم سردی، گرمی کے اثرات سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، یہ لباس ہماری زینت کا سبب بھی ہے اور سبب وقار بھی ہے۔ ہر قوم کا جدا جدا لباس ہوتا ہے، مگر مسلمان کا لباس سب سے ممتاز ہے۔ لباس کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفناؤ۔

(سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی لبس البیاض، الحدیث ۲۸۱۹، ج ۴، ص ۳۷۰)

(۲) جب کپڑا پہنے لگیں تو یہ دعا پڑھیں، اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ ترجمہ: اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری قوت وطاقت کے مجھے یہ عطا کیا۔ (المستدرک، کتاب اللباس، باب الدعاء عند فراغ الطعام، الحدیث ۷۴۸۶، ج ۵، ص ۲۷۰)

(۳) پہنتے وقت سیدھی طرف سے شروع کریں مثلاً جب کرتا پہنیں تو پہلے سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر الٹی میں، اسی طرح پاجامہ میں پہلے سیدھے پائنچے میں سیدھا پاؤں داخل کریں اور جب اتارنے لگیں تو اس کے برعکس کریں یعنی الٹی طرف سے شروع کریں۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کرتا پہنتے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الانتعال، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۴، ص ۹۶)

(۴) پہلے کرتا پہنیں پھر پاجامہ۔

(۵) عمامہ باندھنے کی عادت ڈالئے کہ حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمامہ ضرور باندھا کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس (کے شملے) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکالو۔ (کنز العمال، کتاب المعیشۃ، الحدیث ۴۱۱۳۲، ج ۸، ص ۱۳۳)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب العمائم، الحدیث ۴۱۱۳۰، ج ۱۵، ص ۲۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ عزوجل! ہمیں فیشن والے لباس سے بچا اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وضو کی سنتیں

وضو میں سولہ چیزیں سنت ہیں۔ (۱) وضو کی نیت کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) پہلے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ کلی کرنا (۶) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانا (۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۸) داڑھی کا انگلیوں سے خلال کرنا (۹) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا (۱۰) ہر عضو کو تین تین بار دھونا (۱۱) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) داڑھی کے جو بال منہ کے دائرہ کے نیچے ہیں ان پر گیلا ہاتھ پھرا لینا (۱۴) اعضا کو لگاتار دھونا کہ ایک عضو سوکھنے سے پہلے ہی دوسرے عضو کو دھولے (۱۵) کانوں کا مسح کرنا (۱۶) ہر مکروہ بات سے بچنا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الفصل الثانی فی سنن الوضوء، ج ۱، ص ۶۔ ۸ بحوالہ جنتی زیور ص ۲۱۸)

(730) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مِنًى، فَاَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ اَتٰى مَنْزِلَهُ بِمِنًى وَنَحَرَ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ: "خُذْ" وَاَشَارَ اِلٰى جَانِبِهِ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ الْاَيْسَرِ، ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيْهِ النَّاسَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ آئے پس آپ جمرہ کے پاس تشریف لائے تو اس کو کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور قربانی کی پھر مونڈنے والے کو فرمایا شروع کر اور دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا پھر بائیں جانب۔ پھر وہ (بال مبارک) لوگوں کو عطا فرمانے لگے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: لَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ، وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ، نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّهُ الْاَيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْاَيْسَرَ، فَقَالَ: "اِحْلِقْ"، فَحَلَقَهُ فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ، فَقَالَ: "اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ"۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے کنکریاں مار کر قربانی کر لی تو حلق کروایا آپ نے سر منڈانے کے لیے حجام کی طرف اپنی دائیں جانب سر کی بڑھائی۔ اس نے آپ کے بال مونڈے پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اپنے بال عطا فرمائے پھر آپ نے اپنی بائیں جانب سر کی حجام کی طرف بڑھائی اور فرمایا یہ مونڈ دو جب وہ آپ کے بال مونڈ چکا تو آپ نے حضرت ابوطلحہ کو وہ عطا فرمائے اور فرمایا کہ انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من بداء بالحلاب او الطیب عند الغسل، ج۱ص۱۰۶، رقم: ۲۵۸، صحیح مسلم، باب بیان ان السنۃ یوما لنحر ان یرمی ثم ینحر، ج۳ص۸۲، رقم: ۳۲۱۲، السنن الکبرٰی، باب البدایۃ بالشق الایمن، ج۵ص۱۰۳، رقم: ۹۱۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، الباب السابع فیا لحلق والتقصیر، ج۳ص۲۸۹، رقم: ۱۵۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان مونڈنے والے کا نام معمر ابن عبداللہ قرشی عدوی ہے جو قدیم الاسلام صحابی ہیں، مسند امام احمد میں ہے کہ جب معمر نے داہنے ہاتھ میں استرہ لیا اور مونڈنے لگے تو حضور نے فرمایا اے معمر اس نعمت کی قدر کرو، انہوں نے عرض کیا کہ مجھ پر اللہ کی بڑی نعمت یہ ہے کہ آج میرا ہاتھ حضور کے سر مبارک پر ہے۔ (اشعہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی بقرعید کے دن پہلے رمی، پھر قربانی، پھر حجامت کرے، ہمارے ہاں یہ ترتیب واجب ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سو قربانیاں کی تھیں، ۶۳ اپنے دست مبارک سے باقی ۳۷ سیدنا علی سے کرائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حجامت میں دایاں حصہ پہلے، بایاں حصہ بعد میں منڈانا چاہیے، امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ

نائی کا دایاں اور بایاں معتبر ہے کہ فاعل وہ ہے، اس صورت میں مخلوق کا بایاں پہلے منڈے گا دایاں بعد میں مگر یہ حدیث سن کر امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور فرمایا کہ حدیث قیاس پر مقدم ہے اگر نائی پیچھے کھڑا ہو کر حجامت بنائے تو دونوں کا دایاں بایاں ایک ہی سمت میں ہوگا۔ (مرقات) حجامت کے بعد لب و داڑھی بنوانا، پھر ناخن ترشوانا سنت ہے۔ (مرقات)

اس موقعہ پر حضور انور نے اپنے ناخن شریف بھی لوگوں میں تقسیم کرائے، یہ بال و ناخن تبرک کے لیے ساروں میں تقسیم کیے گئے، ان میں سے بعض حضرات تو یہ تبرکات اپنی قبروں میں لے گئے تاکہ وہاں کی مشکلات آسان ہوں جیسے حضرت امیر معاویہ و عمرو ابن عاص وغیرہم اور بعض حضرات چھوڑ گئے تاکہ قیامت تک مسلمان ان کی زیارت کرتے رہیں۔ چنانچہ آج تک مختلف جگہ یہ بال شریف موجود ہیں اور ان کی زیارتیں ہورہی ہیں، صحابہ کرام ان بالوں کو پانی میں غوطہ دے کر دواء پیتے تھے، حضرت شیخ نے یہاں ایک شعر لکھا۔ شعر

مرا از زلف تو موئے سنداست فضولی مے کنم بوئے سنداست

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ انسان کے بال جدا ہو کر بھی پاک ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے بعض اجزاء بدن شریف محفوظ رکھے ہیں۔ تیسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات خصوصًا حضور کے بال و ناخن شریف سنبھال کر رکھنا، ان کی زیارت کرنا، ان سے شفا حاصل کرنا، ان کے توسل سے دعائیں مانگنا، قبر میں انہیں ساتھ لے جانا سب جائز و بہتر ہے کہ یہ تقسیم انہی مقاصد کے لیے ہوتی تھی، اس کی تحقیق شامی اور ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے اور ان شاء اللہ اس شرح میں بھی اپنے موقعہ پر اس کا ذکر آئے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۵۸)

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت و غلامی میں اتنے منہمک اور مستغرق ہو چکے تھے کہ انہیں دنیا کی کسی چیز اور کسی نسبت سے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتے تھے لیکن انہیں کبھی یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی ان کے دلوں کے چین، رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ سی بے ادبی کی جرأت کرے چنانچہ عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ جب قریش نے انھیں (ایمان لانے سے پہلے) صلح حدیبیہ کے سال، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انھوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی. انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں۔ انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دہن مبارک یا بینی مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے

[illegible] اور آبرو پاتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بال جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس سے [illegible] جلدی کرتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خاموش رہتے اور ازراہ تعظیم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ (الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص۶۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

3- كِتَابُ اٰدَابِ الطَّعَامِ

کھانے پینے کے آداب کا بیان

100- بَابُ التَّسْمِيَةِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَالْحَمْدُ فِيْ اٰخِرِهٖ

کھانے کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھنا

(731) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمیة علی الطعام والاکل بالیمین، ج ۴،ص ۶۸، رقم: ۵۳۷۶،صحیح مسلم باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج ۳،ص ۱۰۹، رقم: ۵۳۸۸،سنن الکبرٰی للنسائی، باب اکل الانسان مما یلیه اذا کان معه من یاکل، ج ۴،ص ۱۷۵، رقم: ۶۷۵۹،المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عمر بن ابی سلمه، ج ۹،ص ۲۷، رقم: ۸۳۱۵(مکتبة العلوم والحکم الموصل)، سنن ابن ماجه، باب الاکل بالیمین، ج ۲،ص ۱۰۸۷، رقم: ۳۲۶۷(دار الفکر، بیروت))

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالاسد ہیں، قرشی مخزومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں، ۲ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگو لیا۔

(اپنے سامنے سے کھاؤ) یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور داہنے ہاتھ سے پیئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کرلے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ (مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۸)

(732) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ تَعَالَى، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ» رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ».

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے تو اس کو چاہیے کہ بسم اللہ شریف پڑھ لے اگر اس کو ذکر کرنا بھول جائے تو وہ اس طرح کہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ ابتداء و انتہاء کرتا ہوں۔ اسے امام ابوداؤد اور اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب التسمیۃ علی الطعام، ج۳ص۳۰۰، رقم: ۳۷۶۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسمیۃ علی الطعام، ج۳ص۲۸۸، رقم: ۱۸۵۸، سنن الدارمی، باب فی التسمیۃ علی الطعام، ج۲ص۱۲۹، رقم: ۲۰۲۰، سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول اذا نسی التسمیۃ ثم ذکر، ج۶ص۸۷، رقم: ۱۰۱۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ کے ذکر سے مراد بسم اللہ شریف پڑھنا ہے کہ کھانے کے وقت یہ ہی ذکر اللہ سنت ہے ہر وقت کا ذکر علیحدہ ہے۔ خوشی کی خبر سننے کے وقت کا ذکر ہے الحمد للہ، غم کی خبر کا ذکر ہے انا للہ، بری بات سننے کے وقت کا ذکر ہے لاحول الخ تو کھانے کے وقت کا ذکر ہے بسم اللہ بلکہ وضو کرتے وقت، سوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اس جگہ بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے مراد یہ ذکر ہے حتی کہ اگر کھاتے وقت کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے تو بھی یہ فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ شاید یہ حضرت کھاتے وقت انا للہ یالاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنے کو بھی مفید کہتے ہوں بہر حال قوی یہ ہے کہ یہاں ذکر اللہ سے مراد بسم اللہ شریف ہے۔

اصل میں فی اولہ وآخرہ تھا فی کو دور کر دیا گیا اور اول آخر کو فتحہ دیا گیا۔ اول آخر سے مراد کھانے کی ساری حالات ہیں، اول آخر درمیانی حالت جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا یہاں صبح شام سے مراد تمام اوقات ہیں یعنی جو شخص کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب یاد آجائے تب یہ کہہ لے بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانا کھا چکنے ہاتھ دھونے لینے کلی کر لینے کے بعد یاد آوے تب بھی یہ ہی کہہ دے مگر صحیح یہ ہے کہ دوران کھانے میں یاد آتے وقت ہی کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کر دے بعد فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۶ص۵۲)

(733) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی آدمی

"إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهِ، وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطٰنُ لِأَصْحَابِهِ: لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهِ، قَالَ الشَّيْطٰنُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھانے وقت اللہ کا ذکر کرے۔ تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے تمہارے لیے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا اور جب کوئی گھر میں داخل ہوا اور داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کی جگہ پالی اور پھر جب کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا پالیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج٦ص١٠٨، رقم: ٥٣٨١، الادب المفرد، باب اذا لم یذکر اللہ عند دخولہ البیت یبیت فیہ الشیطان، ص٣٠٦، رقم: ١٠٩٦، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب التسمیۃ علی الطعام، ج٧ص٢٧٦، رقم: ١٥٠٠٣، المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الفرقان، ج٣ص٢٦١، رقم: ٣٥١٥، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج٣ص٣٣٦، رقم: ١٤٧٧١)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص گھر میں داخل ہوتے وقت پوری بسم اللہ پڑھ کر داہنا قدم پہلے دروازہ میں داخل کرے پھر گھر والوں کو سلام کرتا ہوا گھر میں آئے، اگر کوئی نہ ہو تو السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہہ دے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے ہیں تو بسم اللہ اور قل ھو اللہ پڑھ لیتے ہیں کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

شیطان کا یہ خطاب اپنی ذریت سے ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اس خطاب میں قرین بھی داخل ہو کہ وہ بھی اس بسم اللہ کی برکت سے نہ کھائے اور ہمارے گھر میں رہنے سہنے سے محروم ہو جائے اور اس کے شر سے محفوظ ہو جائے اور اللہ کے ذکر سے غافل اس نعمت سے محروم رہے۔ دوپہر کے کھانے کو غذاء کہتے ہیں اور بعد دوپہر سے رات تک کے کھانے کو عشاء کہا جاتا ہے، یہاں مراد مطلقًا کھانا ہے جو شخص صبح کو یہ عمل کرے تو ناشتہ اور دوپہر کے کھانے سے شیطان محروم ہوگا جو بعد دوپہر یہ عمل کرے تو رات کے کھانے سے وہ محروم رہے گا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج٦ص ١١٣)

(734) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، لَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانے پر ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابتداء کرنے سے پہلے ہم ہاتھ (کھانے پر) نہ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهُ وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا، ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهِ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ يَدَهُ فِي يَدِي مَعَ يَدَيْهِمَا" ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللهِ تَعَالَى وَأَكَلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رکھتے ایک بار ہم کھانے پر آپ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے۔ایک لڑکی تیزی سے آئی گویا اس کو دھکیلا گیا کہ اپنا ہاتھ کھانے میں رکھ دے رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک دیہاتی تیزی سے آیا گویا کہ اس کو دھکیلا گیا۔آپ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان کھانے کو اس طرح حلال جانتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا جائے وہ اس لڑکی کو لایا تا کہ اس کے ذریعہ اپنے لیے کھانا حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس دیہاتی کو لایا کہ اس کے ذریعہ کھانا (اپنے لیے) حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا اور کھانا کھایا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما، ج۲ص۱۰۶، رقم: ۵۲۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفة بن الیمان، ج۹ص۳۸۲، رقم: ۲۳۳۹۴، مصنف عبدالرزاق، باب اسم الله علی الطعام، ج۱۰ص۴۲۰، رقم: ۱۹۸۱۲، مستخرج ابی عوانة، باب من ذلك وجوب التسمية عند حضور الطعام، ج۵ص۱۲۰، رقم: ۶۶۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے ساتھ دستر خوان پر حاضر ہو تو ان سے پہلے کھانا شروع نہ کرے کہ اس میں بے ادبی ہے۔یہ اس صورت میں ہے کہ سارے کھانے والے بالغ ہوں، ان میں ایک بزرگ باقی خدام لیکن اگر کھانے والے میں کوئی نا سمجھ بچہ بھی ہو تو وہ پہلے کھانا شروع کرسکتا ہے بلکہ اس کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں اور کھانا کھا چکنے پر اس کے ہاتھ پیچھے دھلائے جائیں کیونکہ بچے آہستہ آہستہ کھاتے ہیں، دیر تک کھاتے ہیں اور کھانا سامنے آنے پر زیادہ صبر نہیں کرسکتے۔یہ تمام احکام عالمگیری وغیرہ میں مطالعہ کرو۔

جاریہ سے مراد لونڈی نہیں بلکہ چھوٹی بچی ہے جو اتنی تیز دوڑتی آرہی تھی جیسے کسی نے اسے اس طرح دھکا دیا ہو، دھکا کھا کر انسان بہت تیزی سے گرتا ہے۔

یعنی ابھی ہم نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اس نے پہلے ہی ہاتھ ڈالنا چاہا بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے درحقیقت اسے شیطان اسی طرح بھگائے ہوئے لا رہا ہے۔

(پھر ایک دیہاتی تیزی سے آیا) یہاں بھی یہی حال تھا کہ وہ بدوی صاحب بھی ان حضرات سے پہلے ہی بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے یہاں بھی شیطان ہی کا دھوکا تھا۔

(اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا جائے) یعنی اگر جماعت میں ایک آدمی بھی بغیر بسم اللہ کھانے لگے تو شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے تم سب کو بسم اللہ پڑھ کر کھاتے شیطان کو ساتھ کھانے کی جرأت نہ ہوتی اس لیے وہ آگے پیچھے ان دونوں کو لایا کہ یہ بغیر بسم اللہ کھائے اور ان کے ذریعہ شیطان بھی کھائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بچے جو بسم اللہ پڑھ سکیں ضرور بسم اللہ پڑھ کر کھایا کریں ورنہ شیطان کھانے میں شریک ہوگا، ہاں بالکل بے سمجھ بچہ جو صحیح بول نہ سکے اس حکم سے علیحدہ ہے۔

(ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے) تاکہ یوں دونوں میں سے کوئی بغیر بسم اللہ ہاتھ نہ ڈال سکے اور شیطان کو موقع نہ ملے اس کی کوشش بیکار جائے۔

ان دونوں نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور دوسرے حضرات نے بھی۔ حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر مجمع میں ایک بھی نا اہل شریک ہو جائے تو سب کے لیے ممنوع کیونکہ ایک نا اہل کی شرکت سے شیطان شریک ہو جاتا ہے اور وہ کام شیطانی بن جاتا ہے، اس قول کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ اگر کھانے والوں کو جماعت میں ایک شخص بھی بغیر بسم اللہ شریک ہو جائے تو شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ١٣)

(735) وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، وَرَجُلٌ يَأْكُلُ، فَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ إِلَّا لُقْمَةٌ، فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلٰى فِيْهِ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: "مَا زَالَ الشَّيْطٰنُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

حضرت اُمیہ بن مخشی صحابی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے۔ اور ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا اس نے اللہ کا نام نہ لیا حتیٰ کہ ایک لقمہ باقی تھا اس کو منہ کی طرف اٹھایا اور کہا بسم اللہ اوّلہ وآخرہ۔ نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے پھر فرمایا شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر دیا تو جو اس کے پیٹ میں تھا قے کر دیا۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب التسمية على الطعام ج٣ص٣٠٧ رقم: ٣٧٧٠ سنن الكبرىٰ للنسائى باب اذا نسى الذكر ثم ذكر ج٦ص١٣٢ رقم: ٦٧٥٨ مستدرك للحاكم كتاب الاطعمة ج٤ص٢٣ رقم: ٧٠٨٩ مسند امام احمد بن حنبل

حدیث امیۃ بن مخشی رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۳۱، رقم: ۱۸۹۸۳، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، باب من اسمہ امیۃ، ج۱ص۱۳۵، رقم: ۹۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کی کنیت ابو عبید ہے، امیہ تصغیر سے ہے اور مخشی میم کے فتح شین کے کسرہ ی کی شد سے ہے، آپ صحابی ہیں، خزاعی اسدی ہیں، بصرہ میں قیام رہا، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے۔ (مرقات واشعہ)

اس سے معلوم ہوا کہ کھانا شروع کرتے وقت پوری بسم اللہ پڑھے لیکن اگر بیچ میں یاد آوے تو صرف بسم اللہ کہے اور ساتھ ہی اولہ وآخرہ کہہ لے۔ یہ اصل میں فی اولہ وآخرہ تھا فی کو پوشیدہ کرکے اول آخر کو فتح دے دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں حقیقت میں چھپی مخلوق کو بھی ملاحظہ فرماتی ہیں اور حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں جیسے ہمارا معدہ مکھی والا کھانا ہضم نہیں کرسکتا ایسے شیطان کا معدہ بسم اللہ والا کھانا ہضم نہیں کرتا اگرچہ اس کا تے کیا ہوا کھانا ہمارے کام نہیں آتا مگر مردود تو بیمار بھی پڑ جاتا ہے اور بھوکا بھی رہ جاتا ہے اور ہمارے کھانے کی فوت شدہ برکت لوٹ آتی ہے۔ غرضیکہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اس کے دو نقصان اور ممکن ہے کہ وہ مردود آئندہ ہمارے ساتھ بغیر بسم اللہ والا کھانا بھی ڈر کے سبب نہ کھائے کہ شاید یہ بیچ میں بسم اللہ پڑھ لے اور مجھے قے کرنی پڑے۔ غالباً یہ شخص اکیلا کھا رہا تھا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتا ہوتا تو بسم اللہ نہ بھولتا وہاں تو حاضرین بسم اللہ بلند آواز سے کہتے تھے اور ساتھیوں کو بسم اللہ کہنے کا حکم کرتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۳)

(736) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ طَعَامًا فِيْ سِتَّةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ، فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَمَا اِنَّهُ لَوْ سَمّٰى لَكَفَاكُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک دیہاتی آیا اور سارا کھانا دو لقموں میں کھا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار اگر وہ اللہ کا نام لیتا تو تم سب کو کافی ہوتا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسمیۃ علی الطعام، ج۳ص۲۸۸، رقم: ۱۸۵۹، جامع الاصول لابن اثیر الفصل الثانی فی التسمیۃ عند الاکل، ج۷ص۳۸۵، رقم: ۵۴۳۸، الاداب للبیہقی، باب الذکر عند دخولہ بیتہ وعند طعامہ والاکل ج۱ص۱۲۳، رقم: ۲۹۸، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی قول رسول اللہ قبل الطعام، ص۲۱۸، رقم: ۱۹۲، سنن ابن ماجہ باب التسمیۃ عند الطعام، ج۴ص۱۰۸۶، رقم: ۳۲۶۴، سنن الدارمی، باب فی التسمیۃ علی الطعام، ج۲ص۱۲۹، رقم: ۲۰۲۰)

شرح حدیث: کھانے کو شیطان سے بچاؤ

کھانے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھنے سے کھانے میں بے برکتی ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہم تاجدارِ رسالت، ماہِ نُبُوَّت، مالکِ کوثر وجنّت، محبوبِ ربُّ العزت عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ سراپا رَحمت میں حاضر تھے۔ کھانا پیش کیا گیا، اِبتداء میں اتنی بَرَکت ہم نے کسی کھانے میں نہیں دیکھی مگر آخر میں بڑی بے بَرَکتی دیکھی۔ ہم نے عرض کی، یارسول اللہ! عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ایسا کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا، ہم سب نے کھانا کھاتے وَقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ پھر ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے کو بیٹھ گیا، اُس کے ساتھ شیطان نے کھانا کھالیا۔ (شرح السنۃ ج ٦ ص ٦٢ رقم الحدیث ٢٨١٨)

بوقتِ ذبح الرحمن الرحیم نہ پڑھنے کی حکمت

حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان خدائے رحمن عَزَّ وَجَلَّ کی رَحمتِ بے پایاں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، غور تو کرو کہ سورہ توبہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم نہیں لکھی گئی! اسی طرح ذَبح کے وَقت پوری بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ یوں کہتے ہیں بسم اللہِ اللہُ اکبر، اس میں کیا حکمت ہے؟ حکمت یہ ہے کہ سورہ توبہ میں اوّل سے آخر تک جہاد اور قتال کا ذکر ہے اور یہ کافروں پر قہر ہے، اسی طرح ذَبح میں جانور کی جان لی جاتی ہے یہ بھی جبر وقہر کا وَقت ہوتا ہے اس موقع پر رَحمت کا ذِکر نہ کرو۔ سُبحٰنَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تو جو شخص پوری بسم اللہ شریف (یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کا وِرد کرے تو اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ خدا کے غضب سے محفوظ رہے گا۔ (تفسیر نعیمی جلد اول ص ٤٣)

اُنّیس حُروف کی حکمتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے 19 حُروف ہیں اور دوزخ پر عذاب دینے والے فِرِشتے بھی اُنّیس۔ پس اُمید ہے کہ اس کے ایک ایک حَرف کی بَرَکت سے ایک ایک فِرِشتے کا عذاب دور ہوجائے۔ دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ دن رات میں 24 گھنٹے ہیں جن میں سے پانچ گھنٹے پانچ نمازوں نے گھیر لئے اور 19 گھنٹوں کیلئے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے اُنّیس حُروف عطا فرمائے گئے۔ پس جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا وِرد کرتا رہے، اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کا ہر گھنٹہ عبادت میں شمار ہوگا اور ہر گھنٹے کے گناہ مُعاف ہوں گے۔ (تفسیر کبیر ج اول ص ١٥٦)

(737) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهٗ، قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ، غَیْرَ مَکْفِیٍّ، وَّلَا مُوَدَّعٍ، وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دسترخوان جب اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں وہ تعریفیں کثیر وطیب ہیں برکت والی ہیں۔ اس کے بغیر گزارا نہیں اور اے ہمارے رب! ہمیں اس سے بے پرواہی نہیں تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یقول اذا فرغ من طعامہ، ج، ص ... الادب للبیہقی، باب ما یقول

اذا فرغ من الطعام، ج۱ص۲۶۱، رقم: ۳۴۶۷ الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الطعام، ص۲۱۷، رقم: ۱۹۱ سنن ابوداود، باب ما یقول الرجل اذا طعم، ج۳ص۳۲۱، رقم: ۳۸۵۱ سنن ابن ماجہ باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ج۱ص۱۰۹۲، رقم: ۳۲۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دسترخوان جب اٹھایا جاتا) حق یہ ہے کہ یہاں مائدہ سے مراد کپڑے کا دسترخوان ہے یا کھجور کے پتوں کا نہ کہ لکڑی کا خوان کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے خوان اور میز پر کھانا نہ کھاتے تھے۔

(بہت شکر پاکیزہ) یعنی ایسی حمد جو ریا وغیرہ سے پاک ہو، اخلاص سے شامل ہو یہ تینوں کلمے یعنی کثیر، طیب اور مبارک حمدًا کی صفات ہیں اور حمدًا مفعول ہے نحمد فعل پوشیدہ کا۔

(اور نہ اس سے بے پرواہی کی ہوئی اے ہمارے رب) ظاہر یہ ہے کہ غیر پیش سے ہے ھو پوشیدہ کی خبر اور یہ کلام دعائیہ ہے، ھو کا مرجع بچا ہوا وہ کھانا ہے جو سامنے سے اٹھایا جا رہا ہے یعنی ابھی یہ کام ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو، ہم سے وداع نہ ہو گیا ہو، ہم اس سے بے نیاز نہ ہو گئے ہوں، ہم کو پھر بھی عطا ہو۔ یہ تینوں لفظ اسم مفعول ہیں مکفی۔ مودع اور مستغنی اور ہوسکتا ہے کہ غیر کو فتح ہو اور یہ حمدًا کی صفت یا حال ہو یعنی ہم رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی جا چکی ہے اور بس ہو چکی اور نہ آخری حمد ہے اور نہ ہم آئندہ کے لیے اس حمد سے بے نیاز ہو چکے ہم پھر بھی اپنے رب کی حمد کرتے رہیں اس کی نعمتوں کے گن گاتے رہیں اور ہوسکتا ہے کہ مکفی، مودع اور مستغنی تینوں اسم فاعل ہوں اور یہ عبارت نحمدہ کے مفاعل سے حال ہو تب معنی ہوں گے کہ ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں آئندہ بھی حمد کریں نہ حمد کی وداع کریں نہ آئندہ حمد الٰہی سے مستغنی و بے نیاز ہو جائیں مگر پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور موقعہ کے مناسب بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیے۔ ربنا مرفوع بھی ہوسکتا ہے منصوب بھی مجرور بھی۔ انت ربنا یا ربنا یہ اللہ کا بدل ہے تو مجرور ہے۔ (مرقات وغیرہ)

(مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۴۹)

(738) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَكَلَ طَعَامًا، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا، وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ بن ابن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کھانا کھایا پھر کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے مجھے یہ کھلایا اور رزق دیا میری ہمت وقوت کے بغیر تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اسے امام ابوداود اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ج۴ص۶۳، رقم: ۴۰۲۵ سنن ترمذی باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ج۵ص۵۰۸، رقم: ۳۴۵۸ الاداب للبیہقی، باب ما یقول اذا لبس ثوبا او اکل طعاما ج۱ص۱۳۱، رقم: ۵۲۲ المعجم

الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاذ بن انس الجہنی، ج۲۰ص۱۸۱ رقم: ۱۶۱۳۶، مسند امام احمد، حدیث معاذ بن انس الجہنی، ج۵ص۳۲۹ رقم: ۱۵۶۷۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، قبیلہ جند سے ہیں، مصر میں قیام رہا، آپ سے آپ کے فرزند سہل نے احادیث روایات کیں۔

زبان سے یہ کلمات کہے اور دل میں عقیدہ رکھے کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے میرے علم و عقل کا نتیجہ نہیں صرف میرے رب کا فضل ہے ورنہ مجھ سے اچھے اچھے مارے مارے پھر رہے ہیں بڑی مصیبتوں میں ہیں تو ان شاء اللہ مغفرت ہوگی۔

حاکم نے مستدرک میں بروایت عائشہ صدیقہ مرفوعًا روایت کی، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ایک یا آدھے دینار کا کپڑا خریدے اس پر رب تعالٰی کی حمد کرے تو یہ کپڑا اس کے گھٹنوں پر پیچھے پہنچے گا گناہ پہلے بخش دیئے جائیں گے۔ (مرقات) اس کی مثل طبرانی نے حضرت ابو امامہ سے روایت کی کچھ فرق کے ساتھ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۱۸۹)

101-بَابُ لَّا یَعِیْبُ الطَّعَامَ وَاسْتِحْبَابِ مَدْحِهٖ

کھانے کا عیب نہ نکالنا اور اس کی تعریف کرنا مستحب ہے

(739) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ، اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ، وَاِنْ كَرِهَهٗ تَرَكَهٗ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کھانے کا عیب کبھی نہ نکالا۔ اگر اس کو پسند کرتے تو کھالیتے اگر ناپسند کرتے ہیں تو اس کو چھوڑ دیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما عاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاما، ج۳ص۵۰، رقم: ۵۴۰۹، صحیح مسلم باب لا یعیب الطعام، ج۶ص۱۳۳، رقم: ۵۵۰۱، الاداب للبیہقی، باب لا یعیب طعاما قدم الیہ ولا یتحرج من طعام احلہ اللہ عزوجل، ج۱ص۲۲۹، رقم: ۳۰۹، سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ ذم الطعام، ج۳ص۳۰۶، رقم: ۲۷۶۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۸۱، رقم: ۱۰۲۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کھانے پکانے میں کبھی عیب نہ نکالا کہ نمک کم ہے یا زیادہ جیسا بعض لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ بغیر عیب نکالے کھانا کھاتے ہی نہیں۔ گوہ کے متعلق یہ فرمانا کہ یہ ہماری زمین میں نہیں ہوتی اس لیے ہم اس سے گھن کرتے ہیں، یہ کراہت طبع کا بیان تھا پکانے میں عیب نہ نکالا گیا تھا لہذا وہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۸۹)

دعوت میں کھانے کے آداب

کسی کے یہاں دعوت میں جاؤ تو کھانے کے لئے بہت بے صبری نہ ظاہر کرو کہ ایسا کرنے میں تم لوگوں کی نظروں میں

ہلکے ہو جاؤ گے کھانا سامنے آئے تو اطمینان کے ساتھ کھاؤ بہت جلدی جلدی مت کھاؤ دوسروں کی طرف مت دیکھو اور دوسرے کے برتنوں کی جانب نگاہ مت ڈالو خبردار کسی کھانے میں عیب نہ نکالو کہ اس سے گھر والوں کی دل شکنی ہوگی اور سنت کی مخالفت بھی ہوگی کیونکہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس طریقہ یہی تھا کہ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا بلکہ دسترخوان پر جو کھانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مرغوب ہوتا اس کو تناول فرماتے اور جو ناپسند ہوتا اس کو نہ کھاتے بعض مردوں اور عورتوں کی عادت ہے کہ دعوت سے لوٹ کر صاحب خانہ پر طرح طرح کے طعنے مارا کرتے ہیں کبھی کھانوں میں عیب نکالتے ہیں کبھی منتظمین کو کوسنے دیتے ہیں میرا تجربہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اس مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا ان بری باتوں کو چھوڑ دو بلکہ یہ طریقہ اختیار کرو کہ اگر دعوتوں میں تمہارے مزاج کے خلاف بھی کوئی بات ہو تو اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرو اور صاحب خانہ کی دلجوئی کے لئے چند تعریف کے کلمات کہہ کر اس کا حوصلہ بڑھا دو ایسا کرنے سے صاحب خانہ کے دل میں تمہارا وقار بڑھ جائے گا۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص ۵۶۲)

کھانے میں عیب اپنے گھر میں نکالنا

امام اہل سنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر میں بھی نہ چاہیے، مکروہ و خلاف سنت ہے۔ (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی) عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمالیا ورنہ نہیں۔ (رہا) پرائے گھر میں عیب نکالنا تو (اس میں) مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمال حرص و بے مروتی پر دلیل ہے۔ گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں یہ عیب نکالنا ہے اور اگر کوئی شے اسے مضر (نقصان دیتی) ہے، اسے نہ کھانے کے لئے عذر کیا، اس کا اظہار کیا نہ (کہ) بطور طعن وعیب مثلاً اس میں مرچ زائد ہے (اور) اتنی مرچ کا یہ عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں اور اتنا بھی (اس وقت ہے کہ جب) بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اور تکلیف نہ کرنی پڑے مثلاً دو قسم کا سالن ہے، ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے تو بتادے۔ اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے، اب اگر (یہ) نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اس کے لئے کچھ اور منگانا پڑے گا، اُسے ندامت ہوگی اور تنگ دست ہے تو تکلیف ہوگی تو ایسی حالت میں مروت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، نصف آخر، ص ۱۱۶)

(740) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اَهْلَهُ الْاُدُمَ. فَقَالُوْا: مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ. فَدَعَا بِهٖ. فَجَعَلَ يَاْكُلُ، وَيَقُوْلُ: نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن کا پوچھا انہوں نے عرض کیا: ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ آپ نے منگوایا اور کھانا شروع کیا اور فرمایا: سرکہ تو اچھا سالن ہے۔ سرکہ تو

اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلة الخل والتادم به، ج۳ص۱۲۵، رقم: ۵۴۲۳ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من حلف لا یاکل خبزا بادم، ج۱۰ص۶۳، رقم: ۲۰۵۱۹ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ج۵ص۳۶۳، رقم: ۱۴۹۱۶ مستخرج ابی عوانة للاسفرائنی، بیان فضیلة الخل والترغیب فی الائتدام به، ج۵ص۱۶۱، رقم: ۶۲۸۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ ارزاں غذا ہے، حضرات انبیاء کرام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں۔ عرب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رس انگور کا سرکہ ہوتا ہے گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم کھالے وہ سرکہ کھانے سے حانث ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۱۸۹)

102-بَابُ مَا يَقُوْلُهُ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَ صَائِمٌ إِذَا لَمْ يُفْطِرْ

روزہ دار کے سامنے کھانا آئے اور وہ روزہ افطار نہ کرے تو کیا کہے

(741) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنٰى "فَلْيُصَلِّ": فَلْيَدْعُ. وَمَعْنٰى "فَلْيَطْعَمْ": فَلْيَأْكُلْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے۔ اگر وہ روزہ دار ہو تو دعا کرے اگر روزہ سے نہ ہو تو کھالے۔ (مسلم)

علماء نے کہا کہ فلیصل کا معنی ہے دعا کرنے فلیطعم کا معنی ہے کہ اس کو کھا لینا چاہیے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر باجابة الداعی الی دعوة، ج۳ص۱۵۲، رقم: ۲۵۹۳ سنن ابو داؤد، باب فی الصائم یدعی الی ولیمة، ج۲ص۴۰۶، رقم: ۲۴۶۲ سنن الکبرٰی للنسائی، باب ما یقول اذا دعی وکان صائما، ج۶ص۸۲، رقم: ۱۲۲۰ صحیح ابن حبان، باب الضیافة، ج۱۲ص۱۱۹، رقم: ۵۳۰۶ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنه، ج۳ص۴۸۹، رقم: ۱۰۳۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا اس طرح کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اس طرح کہ قبول کرلے اور پہنچ بھی جائے مگر وہاں کھائے نہیں یہ عذر کر دے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ خیال رہے کہ نفلی روزے کا چھپانا بہتر ہے مگر چونکہ یہاں چھپانے سے یا صاحب خانہ کے دل میں عداوت پیدا ہوگی یا رنج و غم، مسلمان کے دل کو خوش کرنا بھی عبادت ہے اس لیے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا۔

دعا کا حکم تو استحبابی ہے کہ وہیں نفل پڑھ کر یا بغیر نفل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے کا حکم وجوبی بھی ہو سکتا ہے اور استحبابی بھی جیسا دعوت دینے والا اور جیسا موقعہ ویسا حکم۔(مرقات) لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں دعوت کے موقعہ پر روزہ توڑنے کا حکم ہے۔(مراٰۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۰۵)

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لبابُ الاحیاء میں لکھتے ہیں:

ضیافت (یعنی مہمان نوازی) کے آداب

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: مہمان کے لئے تکلف نہ کرو کیونکہ اس طرح تم اس سے نفرت کرنے لگو گے اور جو مہمان سے نفرت کرتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بغض کرتا ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بغض کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ناپسند کرتا ہے۔

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند سلمان الفارسی، الحدیث: ۲۵۱۴، ج ۶، ص ۴۸۲، مختصراً)

فقیر و غنی کے لئے دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک میل چل کر مریض کی عیادت کرو، دو میل چل کر جنازہ میں شریک ہو اور تین میل چل کر دعوت قبول کرو۔

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سلطانِ مدینۂ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ ترجمہ: اگر مجھے (کُرَاعُ الْغَمِیْم میں بھی) بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب القلیل من الھبۃ، الحدیث ۲۵۶۸، ص ۲۰۲)

کُرَاعْ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ جب نبیِ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ماہ رمضان میں اس جگہ کی طرف سفر فرماتے تو روزہ نہ رکھتے، اور دورانِ سفر نماز میں قصر کیا کرتے۔

اگر نفلی روزہ ہو تو اسے افطار کر دے کیونکہ مسلمان کے دل کو خوش کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ اگر کھانے، جگہ یا بچھونے کے بارے میں شبہ ہو یا دعوت دینے والا فاسق، ظالم یا بدعتی ہو، یا دعوت کے ذریعے فخر و مباہات کا طلبگار ہو تو دعوت قبول کرنا منع ہے نیز قبولیتِ دعوت کا مقصد اِطاعت ہو نہ کہ پیٹ کی خواہش کو پورا کرنا اور میزبان کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔

اہلِ میت کی طرف کھانا لے جانا مستحب ہے۔ اس بات کو سمجھ لو یہ تمہارے لئے مفید ہے۔

103 ـ بَابُ مَا یَقُوْلُهٗ مَنْ دُعِیَ اِلٰی طَعَامٍ فَتَبِعَهٗ غَیْرُهٗ

جس کی دعوت ہے اس کے ساتھ کوئی اور بھی چلا جائے تو وہ کیا کہے

(742) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ، قَالَ: دَعَا رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ رَجَعَ" قَالَ: بَلْ اٰذَنُ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کو کل پانچ آدمیوں کے کھانے کی دعوت دی ان کے پیچھے ایک اور چل پڑا جب دروازہ پر پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو بتا دیا کہ یہ ہمارے پیچھے چل پڑا ہے اگر تو چاہے، تو اس کو اجازت دے اور اگر چاہے، تو یہ لوٹ جائے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! بلکہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قیل فی اللحام والجزار، ج۳ص۸۰، رقم: ۲۰۸۱، صحیح مسلم، باب ما یفعل الضیف اذا تبعه غیر من دعاہ صاحب الطعام، ج۳ص۱۱۵، رقم: ۵۴۳۰، صحیح ابن حبان، باب الضیافة، ج۱۲ص۱۱۱، رقم: ۵۳۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبة بن عمرو ابومسعود، ج۱۷ص۱۹۷، رقم: ۱۳۲۳، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه ابوشعیب الانصاری، ج۵ص۲۲۸، رقم: ۶۲۲۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی چار حضرات غالبًا خلفائے راشدین حضور انور کے ساتھ ہوں اور پانچویں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس نے چہرہ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تھے جیسا کہ بعض روایات میں ہے تب یہ انتظام کیا تھا معلوم ہوا کہ گوشت کی تجارت بھی سنت صحابہ ہے۔

مرقات نے یہاں فرمایا طعیمًا کی تفسیر کمی کے لیے نہیں ہے کیونکہ ابوشعیب نے کھانا کافی تیار کیا تھا بلکہ معنی یہ ہیں کہ پرتکلف کھانا تیار کیا جو نہایت لذیذ تھا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لذیذ کھانے بھی تناول فرمائے ہیں، مرغ بھی کھایا ہے مگر بیک وقت چند کھانے نہ کھائے، اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ بیک وقت چند کھانے بدعت، جائز نہیں۔ (دیکھو شامی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے پرتکلف لذیذ کھانا تیار کرنا سنت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ الصلوۃ والسلام) نے پراٹھے شیرمال ایجاد کیے مہمانوں کے لیے۔ (دیکھو ہماری کتاب تفسیر نعیمی پہلا پارہ)

غالبًا یہ چھٹا شخص راستہ سے ساتھ ہولیا تھا اور غالبًا اسی سے فرما بھی دیا ہوگا کہ تمہارے لیے اگر اجازت مل گئی تو کھالینا ورنہ واپس آجانا، اس پر برا نہ ماننا۔

سبحان اللہ! یہاں تو ایک زائد شخص کے لیے اجازت حاصل فرما رہے ہیں اور حضرت جابر و طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر چار پانچ آدمیوں کی دعوت میں کئی سو حضرات کو لے گئے اور کھانا کھلایا، یہاں مسئلہ شرعی بتانا مقصود ہے اور وہاں اپنی ملکیت اور سلطنت خداداد کا اظہار مقصود کہ حضور ہم سب کے مالک ہیں، ساری امت حضور کی لونڈی غلام، مالک کو حق ہے کہ اپنے غلام کی دعوت میں جسے چاہے بلائے، کیونکہ غلام کا مال مالک کا ہے

خود اپنے معجزے سے کھانا کھلایا کہ وہاں کھانا کھانے سے کم نہ ہوا، جو چیز خرچ کرنے سے کم نہ ہو وہاں بلانے نہ بلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کنوئیں، دریا سے بغیر بلائے سب پانی پیتے ہیں مگر گھڑے کا پانی مالک سے پوچھ کر، ایصال ثواب کا بھی یہی حکم ہے، اگر کسی خاص میت کے لیے کھانا پکایا گیا ہے تو تم اس کے ساتھ ساری امت رسول کو ثواب پہنچا سکتے ہو۔

اس سے دعوت کے متعلق بہت سے مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے۔ دوسرے یہ کہ بلایا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی ناخواندہ کو نہ لے جائے الا بالعرف چنانچہ بادشاہ کی دعوت میں اس کا باڈی گارڈ عملہ جاسکتا ہے کہ اب اس پر عرف قائم ہے، تیسرے یہ کہ ناخواندہ شخص کے لیے اجازت لی جائے۔ چوتھے یہ کہ ناخواندہ بغیر اجازت داعی کے گھر میں داخل نہ ہو، پانچویں یہ کہ مہمان کھاتے وقت کسی آجانے والے آدمی کو آرڈر نہ کرے کہ آؤ کھانا کھالو کیونکہ مہمان کھانے کا مالک نہیں، چھٹے یہ کہ دستر خوان والا دوسرے دستر خوان والے کو کوئی چیز اس دستر خوان کی نہ دے ہاں ایک دستر خوان کے لوگ ایک دوسرے کو جو چاہیں دیں، بعض فقہاء تو فرماتے ہیں کہ مہمان اجنبی کتے کو ہڈی بھی نہیں ڈال سکتا، اگر مالک کا کتا ہے تو اس کو ڈالے۔ (از مرقات، وشامی وغیرہ مع زیادت) بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مہمان کسی وجہ سے خود کھانا نہ کھائے تو اپنا حصہ دوسرے کو بغیر اجازت کھلاسکتا ہے۔ واللہ اعلم! (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۴۰)

104- بَابُ الْأَكْلِ مِمَّا يَلِيْهِ وَوَعْظِهِ وَتَأْدِيْبِهِ مَنْ يُسِيْءُ أَكْلَهُ

اپنے سامنے سے کھانا اور اس کو سمجھانا اور ادب سکھانا جس کا کھانے کا انداز نامناسب ہو

(743) عن عمر بن أبي سلمة رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ تَعَالَى، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن ابی سلمہ ﷺ (یہ ام سلمہ کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے اور نبی اکرم کی گود میں تھے) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں بچہ تھا میرا ہاتھ پیالے میں چکر لگاتا اس پر رسول اللہ ﷺ نے مخاطب ہو کر مجھے فرمایا: اے لڑکے اللہ کا نام لے کر کھا اور اپنے دائیں ہاتھ سے اور سامنے سے کھا اس بعد میرا کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔

قَوْلُهُ: "تَطِيْشُ بِكَسْرِ الطَّاءِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتُ، مَعْنَاهُ: تَتَحَرَّكُ وَتَمْتَدُّ إِلَى نَوَاحِي الصَّحْفَةِ.

تَطِيْشُ: طا کے زیر اور اس کے بعد یا مثناۃ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے حرکت کرتا تھا اور پیالے کے کناروں میں گھومتا تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین، ج ۷، ص ۶۸، رقم: ۵۳۷۶، صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج ۳، ص ۱۰۹، رقم: ۲۰۲۲، سنن الکبریٰ للنسائی، باب اکل الانسان مما یلیہ اذا کان معہ من یاکل، ج ۴، ص ۱۷۵، رقم: ۶۷۵۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عمر بن ابی سلمہ، ج ۹، ص ۲۷، رقم: ۸۳۱۵ (مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، سنن ابن ماجہ، باب الاکل بالیمین، ج ۴، ص ۱۰۸۷، رقم: ۳۲۶۷ (دار الفکر، بیروت))

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالاسد ہیں، قرشی مخزومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں ۲ھ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یعنی بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگو لیا۔

یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور داہنے ہاتھ سے پیے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کرلے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۴۰)

ابو حامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف میں فرماتے ہیں:

بچوں کو پڑھانے والے کے آداب

- (بچوں کو پڑھانے والا) پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرے کیونکہ بچوں کی نظریں اسے دیکھتی ہیں اور ان کے کان اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس جو اس کے نزدیک اچھا ہوگا وہ ان کے نزدیک بھی اچھا ہوگا اور جو اس کے نزدیک برا ہوگا وہ ان کے نزدیک بھی برا ہوگا، کلاس میں خاموشی اختیار کرے، آنکھوں میں غضب وجلال کو لازم پکڑے، اپنے رعب و ہیبت کے ذریعے بچوں کو ادب سکھائے، مارنے اور ایذا رسانی میں زیادتی نہ کرے، ان سے زیادہ ہنسی مذاق بھی نہ کرے کہ وہ استاذ پر جرأت کرنے لگیں، نہ انہیں آپس میں زیادہ گفتگو کرنے دے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کے سامنے بے تکلف ہو جائیں، اور نہ ہی بچوں کے سامنے کسی سے ہنسی مذاق کرے، بچے اسے کچھ دیں تو اس سے بچنے کی کوشش کرے، اپنے

سامنے موجود مشتبہ چیزوں سے احتراز کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے اس سے دور ہو جائیں، انہیں لڑائی جھگڑے سے منع کرے اور دوسروں کی تفتیش (یعنی ان کی ٹوہ میں پڑنے) سے روکے، ان کے سامنے غیبت، جھوٹ اور چغلی کی مذمت اور برائی بیان کرے، بچوں سے ایسے کام کی بار بار پوچھ گچھ نہ کرے جس کے وہ عادی ہوں کہ کہیں وہ اس کو بوجھ تصور نہ کرنے لگ جائیں، ان کے والدین سے نہ مانگنا پھرے ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے اُکتا جائیں، انہیں نماز وطہارت (یعنی پاکی حاصل کرنے) کے مسائل سکھائے اور ان چیزوں کی پہچان کروائے جن سے انہیں نجاست لاحق ہوتی (یعنی پلیدی پہنچتی) ہے۔

(الادب فی الدین ص ١٧)

(744) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ، فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ. قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ! مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ" فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا حکم دیا تو وہ کہنے لگا میں اس کو اٹھا نہیں سکتا فرمایا: تو نہ اٹھا سکے اس کو تکبر نے بات ماننے سے روکا ہے تو پھر اس کا ہاتھ منہ کی طرف کبھی نہ اٹھ سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج ٢ص ٢٠٠، رقم: ٢٠٢١، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاکل والشرب بالیمین، ج ٧ص ٢٧٧، رقم: ١٤٥٠٠، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج ٨ص ١٣١، رقم: ٦٥١٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں سردار لوگ الٹے ہاتھ سے کھاتے تھے معمولی آدمی داہنے ہاتھ سے یہ شخص کوئی سردار تھا جو اس متکبرانہ عادت سے الٹے ہاتھ سے کھا رہا تھا۔

اس نے شرمندگی مٹانے کے لیے کہا کہ میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے منہ تک نہیں پہنچتا۔ اسی پر یہ جواب ارشاد ہوا یعنی اب تک تو منہ تک آتا تھا اب نہ آسکے گا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے اعضاء بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان ہیں۔

وہ شخص علاج کرتے کرتے تھک گیا مگر اس کا ہاتھ منہ تک نہ اٹھ سکا۔ شعر

قسم خدا کی نہ وہ اٹھ سکا قیامت تک کہ جس کو تو نے نظر سے گرا کے چھوڑ دیا

(مراٰۃ المناجیح، ج ٦ص ١٤٠)

تکبر کا معنی

تکبر نفس کی ایک صفت ہے جو نفس کے دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور ظاہراً تکبر سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اس صفت کے لئے اَثر کی طرح ہے۔ اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا مانگی: اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَفْخَةِ الْكِبْرِيَاءِ ترجمہ: میں تکبر کی پھونک سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ فیھا، باب الاستعاذۃ فی الصلاۃ، الحدیث ۸۰۸، ص ۵۲۵)

تکبر کی اقسام

اگر تکبر اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر ہو یعنی وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو یہ مکمل کفر ہے، اگر رسولوں پر تکبر ہو کر وہ اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کرتا تو یہ بھی مکمل کفر ہے اور تیسری قسم مخلوق پر تکبر کرنا ہے کہ وہ لوگوں پر بڑائی چاہے اور انہیں اپنی خدمت کرنے اور اپنے لئے عاجزی اختیار کرنے کی دعوت دے اور یہ کبریائی میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ جھگڑا کرنے کی طرح ہی ہے کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ اور اگر تکبر مال وجاہ کے ساتھ ہو تو اس کا علاج پیچھے گزر چکا ہے، اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر آنا تو اچھی چیز ہی کے خلاف ہے (یعنی اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر نہیں آتا) اور اگر تکبر نیکیوں اور علم وعمل کی وجہ سے ہو تو اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ یہ بات اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہو۔ جب انسان اعمال کے ساتھ لوگوں پر تکبر کرتا ہے تو گویا اس نے اپنا اجر وصول کر لیا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ پس قریب ہے کہ اس کا اجر ضائع ہو جائے اور یہی اس کے علاج کا طریقہ ہے۔ اور وہ جو اپنے اندر خیالات پاتا ہے اس کے مقابلہ میں اسے راحت حاصل ہوگی۔ پس جب اس کا نفس لوگوں پر برتری چاہنے پر ابھارے تو اسے عاجزی کا پیکر بننا چاہے اور اس پر استقامت اختیار کرنی چاہئے تاکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے اس سے نجات عطا فرمائے اور جب بھی اس کا نفس تکبر سے خلاصی چاہے تو اسے چار امور کے ساتھ اپنے نفس کو آزمائے:

(۱) کیا وہ کسی دوسرے کی زبان پر حق کے ظاہر ہونے سے غصہ میں آتا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ بلندی چاہتا ہے یا نہیں؟

(۲) وہ محافل میں اپنے ہم عصروں کو اپنے سے مقدم جانے۔

(۳) وہ کھانا وغیرہ ضرورت کی اشیاء خود اپنے گھر اٹھا کر لائے کہ یہ سنت ہے اور اپنے گھر کے کام کاج میں اپنے غلام کا ہاتھ بٹائے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائے، یہ سب سنت ہے۔ اور فقراء کی دعوت کو قبول کرنا، ان کے ساتھ بازار جانا اور ان کے ساتھ ان کی ضروریات پوری کرنا اسی سے ہے۔ (لباب الاحیاء ص ۲۸۷)

105- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا إِذَا أَكَلَ جَمَاعَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ رُفْقَتِهِ

اجتماعی کھانے میں ساتھیوں کی اجازت کے بغیر دو کھجوروں وغیرہ کو ملا کر کھانا منع ہے

(745) عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، قَالَ: أَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْرًا، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ،

حضرت جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہم قحط سالی میں مبتلا ہوئے پھر ہمیں تھوڑی سی کھجوریں ملیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ہم

فَيَقُوْلُ: لَا تُقَارِنُوْا، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْقِرَانِ ثُمَّ يَقُوْلُ: إِلَّا أَنْ يَّسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کھاتے رہے تھے تو آپ نے فرمایا: دو دو ملا کر نہ کھاؤ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے پھر فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو اجازت دے دے تو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب القران فی التمر، ج[illegible]، ص[illegible]، رقم: [illegible]، صحیح مسلم، باب نہی الاکل مع جماعة عن قران تمرتین ونحوهما فی لقمة، ج[illegible]، ص[illegible]، رقم: [illegible]، سنن الدارمی، باب النهی عن القران، ج[illegible]، ص[illegible]، رقم: ۲۰۵۹، الاداب للبیهقی، باب فی القران بین التمرتین، ج[illegible]، ص[illegible]، رقم: [illegible]، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر بن عبداللہ، ج[illegible]، ص[illegible]، رقم: ۵۸۰۲)

شرح حدیث: زمین سے چُن چُن کر ٹکڑے کھانا

سرکارِ بغداد حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں شہر میں جب کھانے کے ارادے سے گرے پڑے ٹکڑے یا جنگل کی کوئی گھاس یا پتّی اٹھانا چاہتا اور دیکھتا کہ دوسرے فُقَراء بھی اس کی تلاش میں ہیں تو اپنے اسلامی بھائیوں ایثار کرتے ہوئے نہ اٹھاتا بلکہ یونہی چھوڑ دیتا تا کہ وہ اٹھا کر لے جائیں اور خود بھوکا رہتا۔ جب بھوک کے سبب کمزوری حد سے بڑھی اور میں قریبُ المرگ ہو گیا تو پھول والے بازار سے ایک کھانے کی چیز جو زمین پر پڑی تھی وہ میں نے اٹھائی اور ایک کونے میں جا کر اسے کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک عجمی نوجوان آیا اس کے پاس تازہ روٹیاں اور بُھنا ہوا گوشت تھا وہ بیٹھ کر کھانے لگا۔ اس کو دیکھ کر میری کھانے کی خواہش ایک دم شدت اختیار کر گئی۔ جب وہ اپنے کھانے کے لئے لقمہ اٹھاتا تو بھوک کی بے تابی کی وجہ سے بے اختیار جی چاہتا کہ مُنہ کھول دوں تا کہ وہ میرے مُنہ میں لقمہ ڈال دے۔ آخر میں نے اپنے نَفس کو ڈانٹا کہ بے صبری مت کر اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے ساتھ ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر میں اس نوجوان سے مانگ کر ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ یکایک وہ نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا، بھائی! آ جایئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی کھانے میں شریک ہو جایئے، میں نے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا، میرے نَفس نے مجھے کھانے کیلئے بہت اُبھارا لیکن میں نے پھر بھی انکار کیا۔ مگر اُس نوجوان کے پیہم اِصرار پر میں نے تھوڑا سا کھانا کھا لیا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا، کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا، جیلان کا۔ وہ بولا، میں بھی جیلان ہی کا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تم مشہور عابد و زاہد اور ولیُّ اللہ حضرت سیّد عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے عبدُ القادِر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا، وہ تو میں ہی ہوں۔ یہ سُن کر وہ بے قرار ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں بغداد آنے لگا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امی جان نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دینے کے لئے مجھے سونے کی آٹھ اشرفیاں دی تھیں میں یہاں بغداد آ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تلاش کرتا رہا مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کسی نے پتا نہ دیا یہاں تک کہ میری تمام رقم خرچ ہو گئی، میرا تین دن کا فاقہ ہے، میں جب بھوک سے نڈھال ہو گیا اور جان پر بن گئی تو میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امانت میں سے یہ روٹیاں اور بُھنا

ہوا گوشت خریدا۔ حُضُور! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی بخوشی اِسے تناوُل فرمائیے کہ یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کا مال ہے۔ پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے مہمان تھے اور اب میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مہمان ہوں۔ بَقِیَّہ رقم پیش کرتے ہوئے بولا، میں مُعافی کا طلب گار ہوں۔ اِضْطِراری حالت میں میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رقم ہی سے کھانا خرید تھا۔ میں بہت خوش ہوا۔ میں نے بچا ہوا کھانا اور مزید کچھ رقم اُس کو پیش کی اُس نے قبول کی اور چلا گیا۔

(الذیل علی طبقات الحنابلۃ ج۳ ص۲۵۰)

106- بَابُ مَا يَقُوْلُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنْ يَّأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

جو کھا کر سیر نہیں ہوتا وہ کیا کرے اور کیا کہے؟

(746) عن وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ؟ قَالَ: "فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ" قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: "فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

حضرت وحشی بن حرب ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو عرض کیا: جی ہاں فرمایا کھانا اکٹھے ہو کر کھایا کرو۔ اور اللہ کا نام لیا کرو تمہارے لیے اس میں برکت ہوگی۔ (ابوداود)

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب فی الاجتماع علی الطعام، ج۳ص۳۰۶ رقم: ۳۷۶۴، الاداب للبیہقی، باب الاجتماع علی الطعام، ج۱ص۲۷۷، رقم: ۳۶۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ وحشی، ج۲۲ص۱۳۹، رقم: ۱۸۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام وحشی ابن حرب ابن وحشی ابن حرب ہے، یہ وحشی تابعین سے ہیں اور ان کے دادا وحشی ابن حرب وہ ہی ہیں جنہوں نے زمانہ کفر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، پھر زمانہ اسلام میں خلافت صدیقی میں مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا یعنی وحشی نے اپنے باپ حرب سے روایت کی اور حرب نے اپنے باپ وحشی سے روایت کی جو کہ ان راوی وحشی کے دادا ہیں، ان وحشی صحابی کے بہت سے بیٹے ہیں یعنی حرب، اسحاق وغیرہم۔ (مرقات واشعہ)

(اور سیر نہیں ہوتے) یعنی ہم کھاتے زیادہ ہیں اور سیری کم ہوتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو قناعت اور قوۃ علی الطاعۃ نصیب ہو وہ کم میسر ہوتی ہے۔

(شاید تم الگ الگ کھاتے ہو عرض کیا ہاں) یعنی گھر والے ایک ایک کر کے الگ الگ کھاتے ہیں جمع ہو کر ایک ساتھ نہیں کھاتے۔ سبحان اللہ! یہ ہے مرض کا بیان ہے اور یہ ہے حکیم مطلق کی تشخیص اور پہچان۔

(اللہ کا نام لو تم کو اس میں برکت دی جائے گی) یہ ہے ان حکیم مطلق صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج فرمانا کہ جمع ہو کر ایک

ساتھ کھانے میں برکت ہے۔خیال رہے کہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا یعنی تم پر گناہ نہیں مل کر کھاؤ یا الگ الگ کیونکہ آیت کریمہ میں الگ الگ کھانے کے جواز کا ذکر ہے اور اس حدیث پاک میں مل کر کھانے کے استحباب کا تذکرہ ہے۔(مرآۃ المناجیح،ج۶ص۱۴۰)

107-بَابُ الْاَمْرِ بِالْاَكْلِ مِنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْاَكْلِ مِنْ وَسَطِهَا

پیالہ کے کنارہ سے کھانے کا حکم اور درمیان سے کھانے کی ممانعت

فِيْهِ: قَوْلُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ كَمَا سَبَقَ.

اس بارے میں آپ کا فرمان: اور اپنے آگے سے کھا۔ متفق علیہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(747) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ، فَكُلُوْا مِنْ حَافَتَيْهِ، وَلَا تَاْكُلُوْا مِنْ وَّسَطِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: برکت کھانے کے درمیان اترتی ہے تم اس کے کناروں سے کھاؤ اس کے درمیان سے مت کھاؤ۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ الاکل من وسط الطعام ج۳ص۲۶۰ رقم: ۱۸۰۵ صحیح ابن حبان باب آداب الاکل ج۱۲ص۵۰ رقم: ۵۲۴۵ جامع الاصول النوع الثالث الاکل من جوانب الطعام وترک وسطہ ج۷ص۳۹۰ رقم: ۵۴۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہر شخص اپنے سامنے والے کنارہ سے کھائے بیچ پیالے سے نہ کھائے، درمیان پیالہ نزول رحمت کی جگہ ہے درمیان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

یہاں بھی نیچے سے مراد اپنے سامنے والا کنارہ ہے اور اوپر سے مراد پیالہ کا درمیانی حصہ ہے مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔ درمیانی پیالہ حد مشترک ہے اور پیالہ کے کنارے ہر کھانے والے کا حق ہے۔ بیچ سے کھانا حرص کی علامت ہے، حریص رحمت الٰہی سے محروم ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے کھانے کے وقت بھی رحمت باری کا نزول ہوتا ہے خاص کر جب کہ سنت کی نیت سے کھایا جائے۔

نیچے سے مراد برتن کے کنارے ہیں جہاں سے کھانے والے کھائیں گے اور اوپر سے مراد درمیان برتن ہے، چونکہ یہ درمیانی جگہ قدر مشترک ہے اس لیے برکت کا وہاں ہی نزول مناسب ہے۔ اس فرمان عالی میں برکت اور رحمت کو اس پانی سے تشبیہ دی گئی جو اوپر یعنی اونچی جگہ میں اترے اور وہاں سے چوطرفہ کناروں میں پہنچ جائے۔(مرآۃ المناجیح،ج۶ص۵۹)

(748) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَصْعَۃٌ یُقَالُ لَھَا: الْغَرَّاءُ یَحْمِلُھَا اَرْبَعَۃُ رِجَالٍ، فَلَمَّا اَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰی اُتِیَ بِتِلْکَ الْقَصْعَۃِ، یَعْنِیْ وَقَدْ ثُرِدَ فِیْھَا، فَالْتَفُّوْا عَلَیْھَا، فَلَمَّا کَثُرُوْا جَثَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ: مَا ھٰذِہِ الْجِلْسَۃُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَنِیْ عَبْدًا کَرِیْمًا، وَّلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا عَنِیْدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "کُلُوْا مِنْ حَوَالَیْھَا، وَدَعُوْا ذِرْوَتَھَا یُبَارَکْ فِیْھَا" رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ.

حضرت عبداللہ بن بسر ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ایک پیالہ تھا اس کو غراء کہا جاتا تھا۔ اس کو چار آدمی اٹھاتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوا انہوں نے چاشت کی نماز پڑھ لی تو اس پیالہ کو لایا گیا۔ اس میں ثرید بنایا ہوا تھا۔ وہ اس پر جمع ہوگئے۔ پس جب زیادہ ہوگئے۔ تو رسول اللہ ﷺ دو زانو بیٹھ گئے۔ ایک بدو کہنے لگا یہ کیا بیٹھنے کا طریقہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مہربان عزت والا بندہ بنایا ہے۔ مجھ کو سرکش قیدی نہیں بنایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو کناروں سے کھاؤ اس کا درمیان چھوڑ دو۔ اس میں برکت دی جائے گی۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

"ذِرْوَتُھَا: اَعْلَاھَا بِکَسْرِ الذَّالِ وَضَمِّھَا.

ذِرْوَتُھَا: ذال پر زیر اور زبر دونوں طرح پڑھا گیا اس کا مطلب ہے: بلند حصہ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الاکل من اعلی الصحفۃ، ج۳ص۳۰۹ رقم: ۳۷۷۳، الاداب للبیہقی، باب الاکل متکئا، ج۱ص۲۶۳ رقم: ۳۳۰، سنن ابن ماجہ، باب الاکل متکئا، ج۲ص۱۰۸۶ رقم: ۳۲۶۳، مشکوۃ المصابیح، باب الضیافۃ الفصل الثانی، ج۲ص۳۶۵ رقم: ۴۲۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ سلمی مازنی ہیں، آپ خود اور آپ کے والد بسر، والدہ عطیہ اور بھائی بہن سب صحابیہ وصحابی ہیں، شام میں مقام حمص میں رہے، وہاں وضو کرتے ہوئے اچانک فوت ہوئے ۸۸ھ اٹھاسی ہجری میں، آپ شام کے آخری صحابی ہیں۔

غراء مؤنث ہے اغرہ کا بمعنی روشن چمکدار۔

اکثر یہ ثرید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تھا ان تمام نمازیوں کے لیے جو نماز اشراق یا چاشت پڑھتے پھر حاضر ہوتے، مشائخ کرام کے درباریوں کے لنگروں کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ یہ حضور کا لنگر تھا کبھی صحابہ کرام بھی اس پیالے میں اپنے کھانے شامل کر دیا کرتے تھے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے جیسے آج بعض اہل توفیق بزرگوں کے لنگر کے لیے کچھ نذرانہ پیش کر دیتے ہیں اس کی اصل بھی یہ ہی حدیث ہے، اب بھی ماہ رمضان میں بعض اہل مدینہ افطار سحری

کے وقت مسجد نبوی شریف میں لنگر لگاتے ہیں اور بعض اہلِ خیر اس لنگر میں کچھ چندہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں، میں نے خود جناب الحاج غلام حسین مدنی کے لنگر میں سحریاں کھائی ہیں، اللہ پھر نصیب کرے۔

یعنی لوگ اتنے زیادہ ہونے لگے کہ جگہ تنگ ہوگئی حضور انور نے اس تنگی کی وجہ سے اکڑوں کھانا کھایا مگر الگ کھانا منظور نہ فرمایا سب کے ساتھ ہی کھایا یہ ہے کرم کریمانہ۔ شعر

عجز اللہ رے تمہارا کہ شہ کل ہو کر زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

(ایک بدو کہنے لگا یہ کیا بیٹھنے کا طریقہ ہے) ان بدوی صاحب نے متکبرین کے طور طریقے دیکھے تھے کہ وہ نشست و برخاست میں بڑی شان وشکوہ ظاہر کرتے ہیں، وہ حضور انور کی یہ سادگی دیکھ کر حیران رہ گئے تعجب سے پوچھا کہ اللہ اکبر یہ شان اور یہ عجز وانکسار اور تواضع۔

(مجھ کو مہربان عزت والا بندہ بنایا ہے) یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے کریم سخی و بندہ بنایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری ہر ادا سے میری بندگی ظاہر ہو اور یہ بیٹھک اظہار بندگی کے لیے بہت ہی مناسب ہے دوسری نشستیں بڑائی ظاہر کرتی ہیں۔

یعنی اے میرے ساتھیو! پیالہ کے کناروں سے اپنے اپنے آگے سے کھاؤ بیچ پیالہ سے نہ کھاؤ کہ بیچ پیالہ میں برکت اترتی ہے وہاں سے کناروں تک پہنچتی ہے، اگر تم نے بیچ سے کھانا شروع کردیا تو وہاں برکت آنا بند ہو جائے، غرضیکہ برکت اترنے کی جگہ اور ہے اور برکت لینے کی جگہ کچھ اور۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۹)

108- بَابُ كَرَاهِيَةِ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے

(749) عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بن عبد الله رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا آكُلُ مُتَّكِئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

قَالَ الْخَطَّابِيُّ: اَلْمُتَّكِئُ هاهُنَا: هُوَ الْجَالِسُ مُعْتَمِدًا عَلَى وِطَاءٍ تحته. قَالَ: وَأَرَادَ أَنَّهُ لَا يَقْعُدُ عَلَى الْوِطَاءِ وَالْوَسَائِدِ كَفِعْلِ مَنْ يُرِيْدُ الْإِكْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ. بَلْ يَقْعُدُ مُسْتَوْفِزًا لَا مُسْتَوْطِنًا. وَيَأْكُلُ بُلْغَةً. هٰذَا كَلَامُ الْخَطَّابِيِّ وَأَشَارَ غَيْرُهُ إِلَى أَنَّ الْمُتَّكِئَ هُوَ الْمَائِلُ عَلَى جَنْبِهِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

خطابی نے کہا اس حدیث میں ٹیک لگانے والے سے وہ شخص مراد ہے جو نیچے رکھے ہوئے تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تکیوں اور گدوں پر بیٹھ کر کھانا نہ کھاتے جس طرح زیادہ کھانے کے خواہش مند لوگ کرتے ہیں۔ بلکہ آپ اکڑوں بیٹھتے نہ کہ ٹیک لگا کر اور بقدر ضرورت تناول فرماتے۔ یہ خطابی کا موقف ہے۔ دیگر علماء نے فرمایا: مُتَّکِئ کا معنی پہلو پر جھکنے والا ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

(تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الاکل متکئا، ج۳، ص۷۷، رقم: ۵۳۹۸ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الاکل متکئا، ج۳، ص۴۰۸، رقم: ۳۷۶۹ الآداب للبیھقی، باب الاکل متکئا، ج۱، ص۲۶۲، رقم: ۳۲۴، سنن الدارمی، باب فی الاکل متکئا، ج۲، ص۱۳۵، رقم: ۲۰۷۱، مسند امام احمد، حدیث ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ، ج۶، ص۴۰۹، رقم: ۱۸۷۸۶ مسند الطیالسی، احادیث ابی جحیفہ، ص۱۴۰، رقم: ۱۰۴۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے یعنی سواء ابن عامہ سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایت لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۷۴ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے عوز نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعہ و مرقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے قریب کر کے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے مناسب نہیں۔ دوزانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں۔

(اشعۃ اللمعات) (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۹۹)

(750) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا مُّقْعِيًا يَاْكُلُ تَمْرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ زانو کھڑے کر کے پیٹ سے ملا کر بیٹھے ہوئے کھجوریں تناول فرماتے تھے۔ (مسلم)

"اَلْمُقْعِيْ: هُوَ الَّذِيْ يُلْصِقُ اَلْيَتَيْهِ بِالْاَرْضِ وَيَنْصِبُ سَاقَيْهِ.

المقعی جو دونوں سرین زمین پر رکھے اور دونوں پنڈلیاں کھڑی کر کے بیٹھے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب تواضع الاکل وصفۃ قعودہ، ج۱، ص۱۲۲، رقم: ۲۰۴۴ السنن الکبری للبیھقی، باب الاکل متکئا، ج۷، ص۴۸۲، رقم: ۱۰۰۳۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قعاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ سرین زمین پر لگی ہو دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں یعنی اوکڑوں، یہ بیٹھک نماز میں مکروہ ہے کھاتے وقت بہتر کیونکہ یہ بیٹھک جلدی کے اظہار کے لیے ہوتی ہے نماز میں سکون کا اظہار چاہیے نہ کہ جلدی اور تیزی کا، کھانے میں جلدی اور تیزی تاکہ اس سے جلد فارغ ہو کر عبادت یا اور کسی دینی کام میں مشغول ہو جائیں۔ مطیع فرمانبردار غلام اوکڑوں بیٹھ کر کھاتے ہیں کہ منہ میں نوالہ ہے کان لگے ہیں آقا کی آواز کی طرف کہ کب وہ بلائے اور کب یہ فوراً اٹھ کر

جائے، نیز اوکڑوں بیٹھ کر کھانے سے زیادہ کھانا نہیں کھایا جاتا۔ غرضیکہ کہ کھانے کی اس نشست میں بہت حکمتیں ہیں۔

کھانے میں یہ تیزی اور جلدی یا تو سخت بھوک کی وجہ سے تھی یا کسی کام کی جلدی تھی یا وہ ہی حکمت تھی کہ جلد کھا کر دوسرے کام میں مشغول ہو جائیں کھانا مقصود للغیر ہے عبادت مقصود بالذات۔ (مرقات واشعہ) غرضیکہ اس جلدی میں بھی حکمتیں تھیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۳۷)

109-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاَكْلِ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْاَصَابِعِ، وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَاَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِي تَسْقُطُ مِنْهُ وَاَكْلِهَا وَمَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهِمَا

تین انگلیوں سے کھانا اور ان کو چاٹنا مستحب ہے اور چاٹنے سے پہلے ان کو صاف کرنا مکروہ ہے اور پیالہ صاف کرنا مستحب ہے اور گرے ہوئے لقمہ کو اٹھانا اور کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنے کے بعد بازوؤں اور پاؤں پر ملنا جائز ہے

(751) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا، فَلَا يَمْسَحْ اَصَابِعَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا اَوْ يُلْعِقَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو انگلیاں چاٹنے سے پہلے نہ پونچھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لعق الاصابع ومعها قبل ان تمسح بالمنديل، ج،ص۸۲، رقم: ۵۴۵۶ صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واكل اللقمة الساقطة، ج۲ص۱۱۳، رقم: ۵۴۱۲ السنن الكبرىٰ للبيهقي باب الاكل بثلاث اصابع ولعقها، ج،ص۲۷۸، رقم: ۱۱۵۰۱ اتحاف الخيرة المهرة باب لعق الاصابع قبل مسحها الاحزار، ج۲ص۳۰۳، رقم: ۲۹۲۲ سنن ابن ماجه، باب لعق الاصابع، ج۲ص۱۰۸۸، رقم: ۳۲۶۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اپنی بیوی کو یا خاوند کو یا چھوٹے بچوں کو یا خاص خادم کو یا شاگرد کو یا مرید کو چٹادے جو اس سے نفرت نہ کرے بلکہ تبرک سمجھ کر چاٹ لیں، کتوں، بلوں کو نہ چٹائیں۔ بعض مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں کو دیکھا گیا کہ کتے پالتے ہیں اور کتے ان کے پاؤں گردن بلکہ پیار میں منہ تک چاٹتے ہیں اور یہ خوش ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ! (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۱۸)

(752) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

حضرت کعب بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ

قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ، فَاِذَا فَرَغَ لَعِقَھَا. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے پس جب آپ (کھانے سے) فارغ ہوتے تو ان کو چاٹ لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واکل اللقمة، ج٦ص١١٣، رقم: ٥٢١٦، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه کعب بن مالك الانصاری، ج١٩ص٩٦، رقم: ١٥٨٥٩، الاداب للبیهقی، باب الاکل بثلاث اصابع ولعقها، ج١ص٢٢٧، رقم: ٢٠٢، سنن ابوداؤد، باب فی المندیل، ج٣ص٣٣١، رقم: ٣٨٤٨، سنن الدارمی، باب الاکل بثلاث اصابع ج٢ص١٣٣، رقم: ٢٠٣٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے انگوٹھا، کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی۔ سنت یہ ہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے بلاضرورت زیادہ انگلیاں استعمال نہ کرے، چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جاسکتے ہی نہیں اس لیے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے۔ عموماً اہل عرب فرنی چاولوں کا سلیقہ چار انگلیوں سے کھاتے ہیں۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انگلیاں چاٹتے تھے پھر رومال سے پونچھتے تھے، پھر دھوتے تھے اب بھی ایسا کرنا سنت ہے، سنی ہوئی انگلیاں صرف دھوڈالنا طریقہ منکرین ہے۔ جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا برا ہے وہاں پتلی چیز کا کھانا مراد ہے یا وہ عمل کبھی کبھی تھا یہاں جواز کے لیے، بہرحال سنت یہ ہے جو یہاں بیان ہوا۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج٦ص١٦)

(753) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَۃِ، وَقَالَ: "اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِکُمُ الْبَرَکَۃُ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں چاٹنے اور پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واکل اللقمة، ج٦ص١١٤، رقم: ٥٢٢٠، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبدالله، ج٥ص٣٣، رقم: ١٥٢٦١، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی لعق الاصابع ج٥ص١٠٨، رقم: ٢٤٩٣٢، شعب الایمان للبیهقی، باب رفع اللقمه اذا سقطت والقاء القصعة، ج٥ص٨٢، رقم: ٥٨٥٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

منکرین انگلیاں اور رکابی چاٹنے سے نفرت کرتے ہیں۔ تعلیم تواضع کے لیے یہ حکم صادر ہوا۔ عیسائی اور ان کی دیکھا دیکھی بعض مغرب زدہ لوگ تو انگلیوں سے کھانا بھی ناپسند کرتے ہیں وہ چھری کانٹے اور چمچہ وغیرہ سے ہی کھاتے ہیں، عیسائی تو اس عمل پر مجبور ہیں کیونکہ وہ ناخن کٹواتے نہیں اور ہاتھ دھوتے نہیں، پانی سے استنجاء کرتے نہیں کاغذ سے ہی پونچھتے

ہیں، ان وجوہ سے ان کے ناخن زہریلے بھی ہوتے ہیں اوران میں میل بھی بھرا رہتا ہے وہ انگلیوں سے کیسے کھائیں ان کے ناخنوں میں تو نجاست گندگی میل سب کچھ بھرا ہے۔ مسلمان یہ عمل کیوں کریں وہ ناخن کٹواتے ہیں، ہر وقت وضو وغیرہ میں ہاتھ دھوتے ہیں، استنجاء ڈھیلے پھر پانی سے کرتے ہیں، لمبے ناخن ہوتے ہی نہیں اور پورے زہریلے نہیں، بڑے بڑے ناخنوں کا اندر کا میل نجاست زہریلے ہیں۔ ہمارے اسلاف ہمیشہ انگلیوں سے کھاتے رہے نہ مرے نہ بیمار پڑے۔ ہم سے زیادہ قوی و توانا تھے اور زیادہ عمر پاتے تھے۔ اولاً آنکھیں کھانا ٹیسٹ کرتی ہیں کہ اس میں کوڑا کچرا تو نہیں ہے، پھر انگلیاں اسکی سردی گرمی کا پتہ لگاتی ہیں، پھر ناک اس کی خوشبو بدبو محسوس کرتی ہے، پھر زبان اس کا ذائقہ تازہ باسی ہونا، اچھا برا، گلا سڑا ہونا محسوس کرتی ہے، پھر دانت اس کا صاف یا کرکرا ہونے کا پتہ لگاتے ہیں، اتنی جگہ کھانا ٹیسٹ ہو کر گلے سے اترتا ہے، چھری کانٹے چمچے سے کھانے سے دوسری ٹیسٹ ختم ہو جاتی ہے لہذا ضرر کا اندیشہ ہے اس لیے حتی الامکان انگلیوں سے ہی کھانا چاہیے۔

(انگلیاں چاٹنے اور پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا) لہذا ہوسکتا ہے کہ اس کھانے میں برکت ہو جو انگلیوں یا پیالے میں لگا رہ گیا ہے، اگر انگلیاں ویسے ہی دھو دی گئیں تو ہم برکت سے محروم رہ گئے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۱۷)

(754) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ، فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، وَلْيَاْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ، فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس پر جو تکلیف دہ چیز لگی ہو اس کو زائل کرے اور کھالے اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے۔ اور اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ پونچھے حتیٰ کہ اپنی انگلیاں چاٹ کر صاف کرلے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واکل اللقمة، ج ۲ص ۲۰، رقم: ۲۰۳۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ج ۵ص ۲۹۳، رقم: ۱۵۲۶۱، مصنف ابن ابی شیبة باب فی لعق الاصابع، ج ۵ص ۱۰۸، رقم: ۲۴۹۴۲، شعب الایمان للبیہقی، باب رفع اللقمة اذا سقطت والقاء القصعة، ج ۵ص ۸۲، رقم: ۵۸۵۶، سنن ابن ماجه باب لعق الاصابع، ج ۲ص ۶۳۷، رقم: ۳۲۷۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کھاتے پیتے وقت، پیشاب پاخانہ، نماز و دعا حتی کہ اپنی بیوی سے صحبت کرتے وقت بھی قرینی شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے ساتھ ہی کھاتا پیتا حتی کہ ساتھ ہی صحبت کرتا ہے جس سے کھانے میں بہت بے برکتی ہوتی ہے اور اولاد بے ادب سرکش ہوتی ہے، اگر ان اوقات میں بسم اللہ پڑھ لی جائے تو کھانوں میں برکت ہوتی ہے اولاد نیک و صالح اور با ادب پیدا ہوتی ہے، اگر پاخانہ جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان اس کا ستر نہیں دیکھ سکتا۔

اگر گرے ہوئے لقمہ میں مٹی وغیرہ پاک چیز لگ گئی ہے تو اسے صاف کر کے لقمہ کھائے اور اگر نجاست لگ گئی ہے تو دھو کر کھالے، اگر دھل نہ سکے تو کتے بلی کو کھلا دے یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ اسمیں مال ضائع کرنا ہے اور رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔

(شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے) کہ اس چھوڑے ہوئے لقمہ کو یا تو شیطان کھا ہی لے گا یا اسکے ضائع ہونے پر خوش ہوگا شیطان کے دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔

(کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے) لہذ کچھ بھی نہ چھوڑے سب ہی چاٹ لے، اگر فی آدمی ایک ماشہ کھانا بھی برتن میں لگا رہا جو برتن دھوتے ہوئے نالیوں میں گیا تو حساب لگالو کہ جس شہر میں آٹھ دس لاکھ آدمی رہتے ہوں تو دو دفعہ کتنا کھانا نالیوں میں جاتا ہے، یہ فضول خرچی بھی ہے، مال ضائع کرنا بھی، کھانے کی بے ادبی بھی اس لیے کچھ بھی نہ چھوڑو برتن کو اچھی طرح صاف کرو کھانے کا احترام وادب یہ ہی ہے یا اتنا چھوڑو کہ دوسرا آدمی کھا سکے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۹)

(755) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَاْنِهٖ، حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهٖ، فَاِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، ثُمَّ لِيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ، فَاِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهٗ، فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان تم میں سے کسی کے ہر کام کے وقت حاضر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ تمہارے کھانے کے وقت بھی تو جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو جو تکلیف دہ چیز اس پر لگی ہو اس کو زائل کرے پھر کھائے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے پس جب فارغ ہو جائے تو انگلیاں چاٹ لے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واكل اللقمة الساقطة ج ۶ ص ۱۱۳ رقم: ۵۴۲۳ شعب الایمان، باب رفع اللقمه اذا سقطت والقا القصعة والتمسح بالمنديل ج ۵ ص ۸۰ رقم: ۵۸۵۳ جامع الاصول لابن اثير النوع الثامن فى لعق الصابع والصفحة ج ۷ ص ۴۰۰ رقم: ۵۴۶۱)

شرح حدیث: انگلیاں چاٹنا سنت ہے

حضرت سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور جب فارغ ہو جاتے تو انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۳ حدیث ۷۹۲۳)

نہ معلوم کھانے کے کس حصے میں برکت ہے

حضرت سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحبِ مُعَطّر پسینہ، باعِثِ نُزُولِ سکینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے اُنگلیوں اور برتن کے چاٹنے کا حُکْم دیا اور فرمایا، تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصّے میں بَرَکت ہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۱۲۲ الحدیث ۲۰۲۳)

اَفسوس صد کروڑ افسوس! آج کل مسلمانوں کے کھانے کا انداز دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ بَہُت کم ہی خوش نصیب ایسے ہوں گے جو سُنّت کے مطابق کھانا کھاتے اور اس کی بَرَکتیں پاتے ہوں۔ بیان کردہ حدیثِ مبارَک میں فرمایا گیا، تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصّے میں بَرَکت ہے۔ لہٰذا ہمیں کوشِش کرنی چاہئے کہ کھانے کا ایک ذرّہ بھی ضائع نہ ہو، ہڈّی وغیرہ کو اس قَدَر چوس چاٹ لینا چاہئے کہ اس پر بوٹی کا کوئی جُز اور کسی قسم کے غذائی اَثرات باقی نہ رہیں، ضَرورتاً رکابی میں ہڈّی کو جھاڑ لیجئے تاکہ کوئی دانہ وغیرہ اَٹکا ہو تو باہَر آجائے اور کھایا جاسکے، اگر ہوسکے تو کھانے میں پکے ہوئے گرم مَصالحے مَثَلاً الائچی، کالی مرچ، لونگ، دار چینی، وغیرہ بھی کھا لیجئے ان شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ فائدہ ہی ہوگا۔ اگر نہ کھا سکیں تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ بریانی وغیرہ سے ثابت ہری مرچیں نکال کر پھینک دینے کے بجائے ممکن ہو تو کھانا شُروع کرنے سے پہلے ہی انہیں چُن کر محفوظ کر لیجئے اور آئندہ کسی کھانے میں پیس کر ڈال دیجئے۔ اکثر لوگ مچھلی کی کھال بھی پھینک دیتے ہیں اس کو بھی کھا لینا چاہئے۔ اَلغَرَض کھانے کے تمام اَجزاء پر غور کر لیا جائے اور اس کی ہر بے ضَرر چیز کھا لی جائے۔ نیز اُنگلیاں اور برتن اِس قَدَر چاٹیں کہ ان میں کھانے کے اَجزاء باقی نہ رہیں۔

انگلیاں چاٹنے کی ترتیب

حضرت سیِّدُنا کعب بن عُجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم کو انگوٹھا، شہادت والی اور درمیانی اُنگلی ملا کر تین اُنگلیوں سے کھاتے دیکھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے انہیں پُونچھنے سے پہلے چاٹ لیا سب سے پہلے درمیانی پھر شہادت والی اور پھر انگوٹھ شریف چاٹا۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۹ حدیث ۷۹۴۱)

اُنگلیاں تین مرتبہ چاٹنا سنّت ہے

اُنگلیاں تین تین بار چاٹنا سنّت ہے اگر تین بار کے باوُجود انگلیوں پر غذا چپکی ہوئی نظر آئے تو زیادہ بار چاٹ لیجئے یہاں تک کہ غذا کا اثر نظر نہ آئے۔ شمائلِ ترمذی میں ہے، سلطانِ دوجہاں، شَہَنشاہِ کون ومکان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم (کھانے کے بعد) اپنی انگلیاں تین تین مرتبہ چاٹتے تھے۔ (شمائل ترمذی ص ۶۱ حدیث ۱۳۸)

برتن چاٹنا سنت ہے

سردارِ مکّہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم کا فرمانِ بَرَکت نشان ہے، جو رِکابی اور اپنی اُنگلیوں کو چاٹ لیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کو دُنیا و آخرت میں آسُودہ (سَیر) رکھتا ہے۔ (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۶۱ حدیث ۶۵۳)

آخر میں برکت زیادہ ہوتی ہے

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، کھانے کے برتن کو نہ اُٹھایا جائے یہاں تک کہ کھانے والا اس کو چاٹ لے یا کسی اور کو چٹوا دے کہ، کھانے کے آخر میں بَرَکت (زیادہ) ہوتی ہے۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۴)

برتن دعائے مغفرت کرتا ہے

حضرتِ نُبَیْشَہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ بِاذنِ پروردگار دو عالم کے مالک و مختار، مکّی مَدَنی سرکار، محبوبِ غفّار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا، جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے گا وہ برتن اُس کیلئے اِستِغفار کریگا۔ (ابن ماجہ ج ۴ ص ۱۴ حدیث ۳۲۷۱)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ برتن کہتا ہے اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اِس کو جہنَّم سے آزاد کر جس طرح اس نے مجھے شیطان سے نَجات دی۔ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۲)

مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں، سَنا ہوا (یعنی آلودہ) برتن بغیر صاف کے پڑا رہے تو اس سے شیطان چاٹتا ہے۔ (مراۃ ج ۶ ص ۵۲)

ادب ہے، اِس کو بربادی سے بچانا ہے، برتن یوں ہی چھوڑ دینے سے اِس پر مَکّھیاں بِھنبِھناتی ہیں، برتن میں لگے ہوئے کھانے کے اَجزاء مَعاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ نالیوں، گندگیوں میں پھینک دیئے جاتے ہیں، جس سے اُس کی سخت بے اَدَبی ہوتی ہے۔ اگر ایک وقت میں ہر فرد چند دانے بھی برتن میں چھوڑ کر ضائع کر دے تو روزانہ کئی من کھانا برباد ہوگا۔ غرضیکہ برتن چاٹنے میں کئی حکمتیں ہیں۔ (مُلخّص از مراۃ ج ۶ ص ۳۸)

ایمان افروز ارشاد!

سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، پیالہ چاٹ لینا مجھے اِس سے زیادہ محبوب ہے کہ پیالہ بھر کھانا تصدُّق کروں۔ (یعنی چاٹنے میں چونکہ اِنکِساری ہے لہٰذا اِس کا ثواب اُس صَدَقہ کے ثواب سے زیادہ ہے)

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۱)

آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو رِکابی اور اپنی اُنگلیاں چاٹے اللہ عَزَّوَجَلَّ دُنیا و آخرت میں اُس کا پیٹ

بھرے۔ (یعنی دُنیا میں فقر وفاقہ سے بچے، قیامت کی بھوک سے محفوظ رہے، دوزخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا) (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۶۱ حدیث ۶۵۳)

ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ الوالی فرماتے ہیں، جو کھانے کا برتن، چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے اُس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۷)

دھو کر پینے کا طریقہ

صرف کھانے کی رکابی ہی کو چاٹنا کافی نہیں، جب بھی کسی پیالے یا گلاس وغیرہ میں چائے، دودھ، لسی، پھلوں کا رس (JUICE) وغیرہ استعمال فرمائیں ان کو بھی چاٹئے اور دھو کر پی لیجئے۔ اسی طرح سالن یا کسی اور غذا کا اجتماعی کٹورا، کڑاہی یا پتیلا خالی ہو چکا ہے یا اُس میں معمولی سی غذا باقی رہ گئی ہے تو اس کو اور نکالنے کے چمچ کو بھی ممکن ہو تو صاف کر لیجئے عموماً دیگوں، پتیلوں اور بڑے برتنوں کے اندر کچھ نہ کچھ غذا باقی رہ جاتی ہے جو ضائع کر دی جاتی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے جتنا ممکن ہو اُس سے غذائی اجزاء نکال لیجئے ایک دانہ بھی ضائع نہ ہونے دیجئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس کو دھو کر پانی جمع کر کے فریج میں رکھ لیا جائے اور پکانے میں استعمال کر لیا جائے، مگر یہ سب توفیقِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے ہی ممکن ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ برتن یا گلاس وغیرہ کو چاٹنے یا دھوتے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ اس سے کھانے کے اجزاء ختم ہو جائیں۔ اگر برتن میں کھانے کے اجزاء لگے رہے تو یہ دھونا نہیں کہلائے گا۔ تجربہ (تَ۔جْ۔رِ۔بَہ) یہ ہے کہ ایک بار دھو کر پینے سے عموماً برتن صاف نہیں ہوتا لہٰذا دو یا تین بار پانی ڈال کر اچھی طرح اُوپری کناروں سمیت ہر طرف انگلی پھرا کر دھو کر پئیں تو بہتر ہے۔

دھو کر پینے کے بعد بچے ہوئے قطرے

دھو کر پینے کے بعد بھی رکابی یا پیالے وغیرہ میں چند قطرے بچ جاتے ہیں لہٰذا انگلی سے جمع کر کے پی لیجئے، پانی یا مشروب پی کر گلاس یا بوتل بظاہر خالی ہو جانے کے باوجود چند لمحوں کے بعد دیکھیں گے تو اُس کی دیواروں سے اُتر کر پیندے میں چند قطرے جمع ہو چکے ہونگے، ان کو بھی پی لیجئے کہ حدیثِ پاک میں ہے، تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے کاش! اس طرح دھو کر پینا نصیب ہو کہ کھانے کا وہ برتن، لسی کا گلاس یا چائے کا پیالہ وغیرہ ایسا ہو جائے کہ شناخت نہ ہو سکے کہ اس میں ابھی کچھ کھایا یا شربت وغیرہ پیا گیا ہے!

برتن دھو کر پینے کے طبی فوائد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ کوئی سنّت خالی از حکمت نہیں۔ جدید سائنس بھی اب اعتراف کرتی ہے کہ حیاتیات یعنی وٹامنز

خُصُوصاً وٹامن بی کمپلیکس کھانے کے اُوپری حصے میں کم اور برتن کے پیندے میں زیادہ ہوتے ہیں نیز غذا میں موجود مَعدنی نمکیات صِرف پیندے ہی میں ہوتے ہیں جو کہ برتن کو چاٹنے یا دھو کر پی لینے سے کئی اَمراض کے اِنْسِداد (یعنی ۔ رُک۔داد) یعنی روک تھام کا باعِث بنتے ہیں۔ (آدابِ طعام ۲۷۲۔۲۷۵)

(756) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا، لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ، وَقَالَ: "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا، وَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى، وَلْيَاْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ" وَاَمَرَنَا اَنْ نَّسْلُتَ الْقَصْعَةَ، وَقَالَ: "اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس کو اٹھا لے اس سے تکلیف دہ چیز کو زائل کرے اور کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور ہم کو حکم فرمایا کہ ہم پیالہ کو صاف کریں اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واکل اللقمة الساقطة، ج۳ص۱۱۱، رقم: ۵۴۲۶، الآداب للبیہقی، باب الاکل بثلاث اصابع ولعقها عند الفراغ من الاکل، ج۱ص۲۲۷، رقم: ۴۰۳، سنن ابو داؤد، باب فی اللقمة تسقط، ج۳ص۳۲۰، رقم: ۳۸۴۷، سنن الدارمی، باب اللقمة اذا سقطت، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۲۰۲۸، صحیح ابن حبان، باب آداب الاکل ج۱۲ص۵۶، رقم: ۵۲۴۹)

شرحِ حدیث: شیطان کے لئے نہ چھوڑے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنْهَشُوْا نَهْشًا ترجمہ: گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ما جاء [انہ قال]: انہشوا اللحم نہشا، الحدیث ۱۸۳۵، ص ۱۸۳۸)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عزَّت نشان ہے:

اَكْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَهٗ مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عزَّوَجلَّ نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، حرف الزای المنقوطۃ، الرقم ۲۹۵۶ ـ زید ابو عبد اللہ، ج۲، ص۵۰۹)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبیِ رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں

سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے، اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کر دے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۳۰۱، ص۱۰۴۰)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہیے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے، بسم اللہ پڑھے، چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے، چوس کر پئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پئے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ قُوَّۃً عَلٰی مَعْصِیَتِکَ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔

پھر سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش کی تلاوت کرے، جب تک دستر خوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَ کُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ترجمہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَآوَانَا سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھولے۔ (لباب الاحیاء، ص۱۳۰)

(757) وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ: اَنَّہٗ سَاَلَ جَابِرًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْ کُنَّا زَمَنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِکَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِیْلًا، فَاِذَا

حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بارے میں وضو کرنے کا مسئلہ کا دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں

نَحْنُ وَجَدْنَاهُ، لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ اِلاَّ اَكُفُّنَا، وَسَوَاعِدَنَا، وَاَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلاَ نَتَوَضَّأُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ایسا کھانا کم پاتے تھے۔ پس جب پاتے تو ہمارے پاس رومال نہ ہوتے ہماری ہتھیلیوں کلائیوں اور قدموں کے سوا (یعنی ہم انہی سے پونچھ لیتے تھے) پھر ہم نماز ادا کرتے اور وضو نہ کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المندیل، ج۳،ص۸۱، رقم: ۵۴۵۷، سنن ابن ماجه، باب مسح الید بعد الطعام ج۲،ص۱۰۹۲، رقم: ۳۲۸۲، جامع الاصول، الفصل الرابع فی غسل الید والفم، ج۷،ص۴۰۳، رقم: ۵۴۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اور یہ اس لیے کہ اس وقت رومال موجود نہ تھا یا بیان جواز کے لئے کہ اسی طرح اعضاء پر اپنے تر ہاتھ خشک کر لینا بھی جائز ہے۔ خیال رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے تو انہیں نہ پونچھے اور جب کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو پونچھ لے اس میں بڑی حکمت ہے۔

یعنی وہ جو ہم نے فرمایا ہے کہ آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو کرے وہاں وضو سے مراد ہے یہ ہی ہاتھ دھونا کلی کرنا ہے نہ کہ نماز کا وضو۔

یہاں وضو لغوی معنی میں ہے، وضاءۃ سے مشتق ہے، بمعنی صفائی۔ شرعی معنی مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز کھا کر ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بہتر ہے۔ پھل فروٹ کھانے کے بعد اس کی ضرورت نہیں، جیسا کہ اگلی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے، نیز ایک بار حضور علیہ السلام نے گوشت کھا کر ہاتھ دھوئے، کلی کی اور فرمایا آگ کی پکی چیز کا وضو یہ ہے، اس صورت میں یہ حدیث منسوخ نہیں، کھانا کھا کر ہاتھ دھونا مستحب ہے۔ (مرآۃ المناجیح)

110-بَابُ تَكْثِيْرِ الْاَيْدِيْ عَلَى الطَّعَامِ

کھانے پر آدمیوں کا زیادہ ہو جانا

(758) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلاَثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلاَثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کا کھانا تین کو کافی ہوتا ہے۔ اور تین کا چار کو کافی ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۳،ص۵۲۱، رقم: ۵۳۹۲، صحیح مسلم، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل، ج۶،ص۱۳۲، رقم: ۵۴۸۸، موطا امام مالك، باب جامع ما جاء فی الطعام والشراب، ج۲،ص۹۲۸، رقم: ۱۶۵۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۳،ص۳۶۷، رقم: ۱۸۲۰)

شرح حدیث: قناعت کی تعلیم

حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کھانا تھوڑا ہو کھانے والے زیادہ تو انہیں چاہیے کہ دو آدمیوں کے کھانے پر تین آدمی اور تین آدمیوں کے کھانے پر چار آدمی گزارہ کرلیں اگرچہ پیٹ تو نہ بھرے گا مگر اتنا کھالینے سے ضعف نہ ہوگا، عبادات بخوبی ادا ہوسکیں گی۔ اس فرمان عالی میں قناعت مروت کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سیر ہوکر کھانے والا آخرت میں زیادہ بھوکا ہوگا، جب کھانے میں کمی ہو تو چاہیے کہ امیر لوگ تھوڑا کھائیں تھوڑا بچائیں، بچا ہوا ان غرباء و مساکین پر خرچ کریں جن کے پاس کھانا نہیں۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶ص۲۷)

تنخواہ کم کروادی

خلیفۂ الرسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے، ایک بار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حلوا کھانے کی خواہش ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہمارے پاس اتنی رقم نہیں کہ ہم حلوا خرید سکیں۔ عرض کی: میں اپنے گھریلو اخراجات میں سے چند دنوں میں تھوڑے تھوڑے پیسے بچا کر کچھ رقم جمع کرلونگی اُسی سے حلوا خرید لیں گے۔ فرمایا: ایسا کرلینا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رقم جمع کرنا شروع کی۔ چند دنوں میں تھوڑی سی رقم جمع ہوگئی۔ جب انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا تاکہ آپ حلوا خرید لیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقم لی اور بیتُ المال میں لوٹا دی اور فرمایا کہ یہ ہمارے اخراجات سے زائد ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آئندہ کیلئے بیت المال سے ملنے والے وظیفے میں اتنی رقم کم کروادی۔ (الکامل فی التاریخ، ج۲،ص۲۷۱)

(759) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ ایک کا کھانا دو کو اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل، ج۲ص۱۳۲ رقم: ۵۴۸۹، سنن الدارمی باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۲۰۴۴، الاداب للبیهقی باب کراهیة کثرة الاکل، ج۱ص۲۰۲، رقم: ۴۵۹، المعجم الاوسط، من اسمه ابراهیم، ج۲ص۴۰، رقم: ۲۲۳۶، سنن ابن ماجه، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۲ص۱۰۸۴، رقم: ۳۲۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ زیادہ نازک حالات کے لیے ہے جب کہ کھانے میں بہت ہی کمی ہو جائے، ان ہنگامی حالات میں آدھا پیٹ کھانا چاہیے اتنے کھانے سے بھی انسان مرتا نہیں کام چل جاتا ہے بلکہ ارزانی کے زمانہ میں بھی مسلمان کو چاہیے کہ کبھی روزہ رکھے کبھی کم کھائے تاکہ مصیبت پڑنے پر بھوک برداشت کر سکے۔ ہر ماہ میں تین روزے سنت ہیں اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کھانا الگ نہ کھاؤ مجتمع ہو کر کھاؤ جماعت میں برکت ہے۔ (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے جیسا کہ روایات میں ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۸)

کھانا کتنا کھانا چاہیے

اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ صحت نشان ہے، آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرتا، انسان کیلئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی (۱/۳) کھانے کیلئے تہائی پانی کیلئے اور ایک تہائی سانس کیلئے ہو۔ (سنن ابن ماجہ ج ۴ ص ۴۸ حدیث ۳۳۴۹)

کھانے کی نیت کس طرح کریں

کھاتے وقت بھوک لگی ہونا سُنّت ہے۔ کھانے میں یہ نیت کیجئے کہ اللہ ربّ العزت عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت پر قُوّت حاصل کرنے کیلئے کھا رہا ہوں۔ کھانے سے فَقَط لذّت مقصود نہ ہو۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن شیبان علیہ رحمۃ المنّان فرماتے ہیں، میں نے اَسّی برس سے کوئی بھی چیز فَقَط لذّتِ نَفس کی غَرَض سے نہیں کھائی۔ (اِحیاءُ العُلوم ج ۲ ص ۵) کم کھانے کی نیّت بھی کرے کہ عبادت پر قُوّت حاصل کرنے کی نیّت جبھی سچی ہوگی کیونکہ پیٹ بھر کے کھانے سے عبادت میں اُلٹا رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے! کم کھانا صحت کیلئے مفید ہے ایسے شخص کو ڈاکٹر کی ضرورت کم ہی پیش آتی ہے۔

نیت کی اہمیت

بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیثِ پاک ہے، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵ الحدیث ۱) جو عمل اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رِضا کیلئے کیا جائے اُس میں ثواب ملتا ہے، رِیاء یعنی اگر دِکھاوے کیلئے کیا جائے تو وُہی عمل گناہ کا باعِث بن جاتا ہے اور اگر کچھ بھی نیت نہ ہو تو نہ ثواب ملے نہ گناہ جبکہ وہ عمل فی نفسہ مُباح (یعنی جائز) ہو۔ مَثَلاً کوئی حلال چیز جیسا کہ آئسکریم یا مٹھائی یا روٹی کھائی اور اس میں کچھ بھی نیت نہ کی تو نہ ثواب ہوگا نہ گناہ۔ البتہ قیامت میں حساب کا مُعامَلہ درپیش ہوگا جیسا کہ سرکارِ نامدار، دو عالم کے مالِک و مختار، شہنشاہِ اَبرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے، حَلَالُھَا حِسَابٌ وَّ حَرَامُھَا عَذَابٌ۔ یعنی اس کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب۔ (فردوس بماثور الخطاب ج ۵ ص ۲۸۳ حدیث ۸۱۹۲)

سرمہ کیوں ڈالا؟

رسولِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے، بے شک قیامت کے دن آدمی سے اس کے ہر ہر کام حتّٰی کہ آنکھ کے سرمے کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا

(حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۱ حدیث ۱۴۴۰۳)

لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ اپنے ہر مُباح کام میں اچھی اچھی نیتیں شامل کرلی جائیں۔ چنانچہ ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں ہر کام میں نیت پسند کرتا ہوں حتّٰی کہ کھانے، پینے، سونے اور بیت الخلاء میں داخل ہونے کیلئے بھی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۲۶) نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان محبوبِ رحمٰن عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ عظیم الشان ہے، مسلمان کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ (طبرانی معجم کبیر ج ۶ ص ۱۸۵ حدیث ۵۹۴۲) نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، زبان سے کہنا شرط نہیں بلکہ زبان سے نیت کے الفاظ کہے مگر دل میں نیت موجود نہ ہوئی تو نیت ہی نہیں کہلائے گی اور ثواب نہیں ملیگا۔ کھانے کی 43 نیتیں پیشِ خدمت ہیں ان میں سے جو جو حسبِ حال ہوں اور ممکن ہوں کرلینی چاہئیں۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ نیتیں مکمل نہیں، علمِ نیت رکھنے والا اس کے ذریعے اور بہت ساری نیتیں نکال سکتا ہے۔ جتنی نیتیں زیادہ ہونگی اُتنا ہی ثواب بھی زیادہ ملیگا۔ ان شاء اللہ عزّوجلّ!

111-بَابُ اَدَبِ الشُّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْإِنَاءِ وَكَرَاهَةِ التَّنَفُّسِ فِيْنَاءِ وَاسْتِحْبَابِ إِدَارَةِ الْإِنَاءِ عَلَى الْاَيْمَنِ فَالْاَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِيءِ

پینے کے آداب برتن سے باہر تین بار سانس لینا مستحب ہے اور برتن میں سانس لینا منع ہے اور برتن کو دائیں طرف پھر بائیں طرف بڑھانا مستحب ہے

(760) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. يَعْنِيْ: يَتَنَفَّسُ خَارِجَ الْإِنَاءِ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے کے دوران تین بار سانس لیتے۔ یعنی برتن سے باہر سانس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرب بنفسین او ثلاثه، ج٤ص١١٢، رقم: ٥٦٣١، صحیح مسلم، باب کراهیة التنفس فی نفس الاناء واستحباب التنفس ثلاثا، ج٣ص١١١٠، رقم: ٢٠٢٨، المستدرک للحاکم، کتاب الاشربة، ج٥ص١١٠، رقم: ٧٢٠٥، سنن ابن ماجه، باب الشرب بثلاثة انفاس، ج٤ص١٢٣، رقم: ٣٤١٦، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب الشرب بثلاثة انفاس، ج٧ص٢٨٣، رقم: ١٤٦٦٣، صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج١٢ص١٣٧، رقم: ٥٣٢٩)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے میں برتن سے علیحدہ منہ کر کے تین سانسیں لیتے تھے۔ پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دوسرا سانس شریف ہوا، پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے یہ تیسرا سانس ہوا یعنی دوران پینے میں دو سانس لیتے تھے اور کل تین سانس، یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہ ہی سنت ہے مگر خیال رہے کہ یہ سانسیں برتن سے منہ الگ کر کے ہیں۔

اروی بنا ہے روی سے بمعنی سیرابی اس لیے مشکیزہ کو راویہ کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ سیری ہے اور ابری بنا ہے برء سے بمعنی دوری صحت کو براءت کہتے ہیں کہ اس میں مرض سے دوری ہو جاتی ہے، ابرا کا معنی زیادہ صحت بخش ہے اور امراء بنا ہے مرالطعام سے بمعنی کھانا ہضم ہو جانا یعنی تین سانسوں میں پینے سے یہ تین فائدے ہیں، ان فوائد کا آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے، ایک سانس میں پانی پینے سے زیادہ پیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سرکار اول میں بسم اللہ پڑھتے اور تیسری بار پی کر الحمد للہ پڑھتے تھے، یہی سنت ہے اور فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے مرض کباد یعنی جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ حدیث بہت اسنادوں پر مروی ہے اس کی تفصیل یہاں مرقات میں ہے۔
(مرأۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۱)

پانی پینے کا طریقہ

جو کچھ بھی پیو بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے پیو بائیں ہاتھ سے پینا شیطان کا طریقہ ہے جو چیز بھی پیو تین سانس میں پیو اور ہر مرتبہ برتن سے منہ ہٹا کر سانس لو چاہیے کہ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ ایک گھونٹ پیئے اور تیسری سانس میں جتنا چاہے پی لے کھڑے ہو کر ہرگز کوئی چیز نہ پیئے۔

حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے پانی چوس چوس کر پینا چاہیے غٹ غٹ بڑے بڑے گھونٹ نہ پیئے جب پی چکے تو الحمد للہ کہے پینے کے بعد گلاس یا کٹورے کا بچا ہوا پانی پھینکنا اسراف و گناہ ہے صراحی اور مشک کے منہ میں منہ لگا کر پانی پینا منع ہے۔ (بہار شریعت، ح ۱۶، ص ۲۶)

اسی طرح لوٹے کی ٹونٹی سے بھی پانی پینے کی ممانعت ہے لیکن اگر پانی انڈیلنے کے لئے کوئی برتن نہ ہو تو ٹونٹی وغیرہ میں دیکھ بھال کر پانی پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم شریف کا پانی کھڑے ہو کر پیا جائے ان دو کے سوا ہر پانی بیٹھ کر پینا چاہیے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ح ۱۶، ص ۲۷) حدیث شریف میں ہے کہ ہرگز تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر کچھ نہ پیئے اور اگر بھول کر کھڑے کھڑے پی لے اس کو چاہیے کہ قے کر دے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراہیۃ الشرب قائما، رقم ۲۰۲۶، ص ۱۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ جب بھول کر پی لینے میں یہ حکم ہے کہ قے کر دے تو قصداً پینے میں تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاشربۃ، ج ۳، ص ۵۵۷)

مسئلہ: سبیل کا پانی مالدار بھی پی سکتا ہے ہاں البتہ وہاں سے پانی کوئی اپنے گھر نہیں لے جا سکتا کیونکہ وہاں پینے کے لئے پانی رکھا گیا ہے نہ کہ گھر لے جانے کے لئے لیکن اگر سبیل لگانے والے کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو گھر میں لے جا سکتا ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ فی الاکل وما یتصل بہ، ج ۵، ص ۳۴۱)

مسئلہ: جاڑوں میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ میں پانی گرم کیا جاتا ہے تاکہ مسجد میں جو نمازی آئیں اس سے وضو و غسل کریں وہ پانی بھی وہیں استعمال کیا جا سکتا ہے گھر لے جانے کی اجازت نہیں اسی طرح مسجد کے لوٹوں کو بھی وہیں استعمال کر سکتے ہیں گھر نہیں لے جا سکتے بعض لوگ تازہ پانی بھر کر مسجد کے لوٹوں میں گھر لے جاتے ہیں یہ جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ح ۱۶، ص ۲۷)

(761) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَشْرَبُوا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيرِ، وَلٰكِنِ اشْرَبُوا مَثْنٰى وَثُلَاثَ، وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ہی بار نہ پیو جس طرح اونٹ پیتا ہے۔ دو دو اور تین تین سانس میں پیو۔ اور جب تم پیو تو بسم اللہ پڑھو۔ جب اٹھاؤ تو اللہ کی حمد کرو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التنفس فی الاناء، ج ۳، ص ۳۰۲، رقم: ۱۸۸۵، جامع الاصول الفصل الثالث فی التنفس عند الشرب، ج ۵، ص ۷۰، رقم: ۳۰۰۹، مشکوۃ المصابیح، باب الاشربۃ، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۷۳، رقم: ۴۲۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بہتر تو یہ ہی ہے کہ تین سانسوں میں پیو دو سانسیں درمیان میں لو ایک آخر میں یا دو سانسوں میں پیو کہ ایک سانس پینے کے بیچ میں لو دوسری آخر میں مگر ہر سانس برتن کو منہ سے الگ کر کے لو۔

یعنی جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے پہلی سانس لینے پر کہے الحمد للہ، دوسری سانس لینے پر کہے الحمد للہ رب العالمین، تیسری سانس پر کہے الرحمن الرحیم۔ (اشعۃ اللمعات) اس کے متعلق اور دعائیں بھی منقول ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۲۶)

(762) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. يَعْنِي: يَتَنَفَّسُ فِي نَفْسِ الْإِنَاءِ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا یعنی برتن کے اندر سانس لینے سے۔ (متفق علیہ)

...فی الاناء ج۱ص... رقم... باب کراھۃ التنفس فی الاناء...

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النھی عن التنفس فی الاناء، ج۱ص۱۱۱ رقم: ۳۰۲۰۴ مسند امام احمد، حدیث ابی قتادۃ الانصاری ج۵ص۲۹۵ رقم: ۲۲۵۷۵ سنن النسائی، باب النھی عن الاستنجاء بالیمین، ج۱ص۳۲ رقم: ۴۸ مستخرج ابی عوانۃ بیان النھی عن التنفس فی الاناء واستحباب التنفس ثلاثا، ج۱ص۱۱۱ رقم... التنفس فی الاناء ج۷ص۱۰۷ رقم: ۶۶۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یارخان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام حارث ابن ربعی یا ابن نعمان ہے، انصاری ظفری ہیں، بیعت عقبہ اورتمام غزدات میں شامل ہوئے، بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ لگا کر اپنا لعاب شریف لگادیا تو دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہوگئی، ابوسعید خدری کے اخیافی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں، ستر سال عمر پائی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کرکے سانس لے تاکہ تھوک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے، نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔
(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۳۲۴)

(763) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلَبَنٍ قَدْ شِیْبَ بِمَاءٍ، وَّعَنْ یَّمِیْنِہٖ اَعْرَابِیٌّ وَّعَنْ یَّسَارِہٖ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَشَرِبَ، ثُمَّ اَعْطَی الْاَعْرَابِیَّ وَقَالَ: "اَلْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

قَوْلُہُ: "شِیْبَ" اَیْ: خُلِطَ۔

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا۔اس میں پانی ملایا گیا تھا آپ کے دائیں طرف ایک اعرابی تھا اور بائیں جانب ابوبکر صدیق ﷜ تو رسول اللہ ﷺ نے دیہاتی کو دیا اور فرمایا دایاں پھر دایاں۔(متفق علیہ)

شِیْبَ: کا مطلب ہے ملایا ہوا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الشرب، ج۲ص۱۱۰ رقم: ۲۳۵۲ صحیح مسلم، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوھما، ج۶ص۱۱۲ رقم: ۵۴۰۸ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الایمن فالایمن فی الشرب ج۷ص۲۸۵ رقم: ۱۵۰۶۳ سنن ابوداؤد، باب فی الساقی متی یشرب، ج۳ص۳۹۱ رقم: ۳۷۲۸ سنن ابن ماجہ، باب اذا شرب اعطی الایمن فالایمن، ج۲ص۱۱۲۳ رقم: ۳۴۲۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک ج۴ص۱۹۷ رقم: ۱۳۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یارخان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کچی لسی تیار کی گئی، اس کنویں کا نام اس لیے بتایا گیا تاکہ آئندہ مسلمان اس کنوئیں کا پانی برکت کے لیے پئیں، زائرین مدینہ تمام ان کنوؤں کا پانی پیتے ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا یا غسل کیا ہے بیر عہن، بیر شمس، بیر بضاعہ وغیرہ۔

ان خوش نصیب بدوی کا نام معلوم نہ ہو سکا بہر حال مدینہ کے چاند بیچ میں جلوہ گر تھے اور یہ تارے داہنے بائیں تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عمر اس وقت حضور انور کے سامنے تھے آپ نے بطور مشورہ یہ عرض کیا کیونکہ جناب صدیق افضل، اعلم، اکمل، اقدم اعلیٰ تھے۔ آپ کا منشاء تھا کہ سید المرسلین کی پس خوردہ لسی سید المسلمین نوش کریں۔

(فرمایا دایاں پھر دایاں) یعنی کھانے پینے کی ترتیب میں قرب مرتبہ کا اعتبار نہیں قرب مکان کا لحاظ ہے اور داہنا شخص بائیں سے قریب تر ہوتا ہے۔ نماز کی امامت میں اعلیٰ و افضل و اعلم کو مقدم رکھا جاتا ہے، یہ ترتیب عقل کے بھی مطابق اور قرین قیاس ہے۔ دائرہ کی گردش داہنی طرف سے ہوتی ہے طواف کعبہ میں سنگِ اسود چومنے کے بعد داہنے چلتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۲۱)

(764) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: "أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ"فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ، لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا. فَتَلَّهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مشروب لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بزرگ بیٹھے تھے آپ نے لڑکے کو فرمایا کیا تو مجھے ان کو دینے کی اجازت دیتا ہے لڑکے نے عرض کیا: اللہ کی قسم نہیں (یا رسول اللہ!) آپ سے اپنے حصہ میں کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دیتا۔ تو یہ پیالہ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهُ: "تَلَّهُ أَيْ وَضَعَهُ. وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

تَلَّهُ: یعنی رکھ دیا۔ یہ لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الشرب، ج۲ص۱۱۰، رقم: ۲۳۵۲ صحیح مسلم، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوهما، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۵۳۰۸ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الایمن فالایمن فی الشرب، ج۷ص۲۸۵، رقم: ۱۵۰۶۳ سنن ابوداؤد، باب فی الساقی متی یشرب، ج۳ص۳۶۱، رقم: ۳۷۲۸ سنن ابن ماجه، باب اذا شرب اعطی الایمن، ج۴ص۱۱۲، رقم: ۳۴۲۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۹۷، رقم: ۱۳۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ لڑکا حضرت عبداللہ ابن عباس تھے جو بالکل نوعمر تھے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات) معلوم ہوا کہ یہ حق عبد ہے اگر بندہ خود اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی ہو جاوے تو فبہا ورنہ اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو نہ دیا جائے۔

(آپ سے اپنے حصہ میں کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دیتا) اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور میں ایثار کرنا سخاوت

ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ مگر اخروی امور میں ایثار نہ کرنا بخل کرنا محمود ہے، یہ بخل قابل ستائش ہے۔ یہاں پانی کم نہ تھا جس کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہوتا بلکہ بلاواسطہ حضور کا پس خوردہ پینا مطلوب تھا جو کبھی کسی کو خوش نصیبی سے میسر ہوتا ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اسناد جتنی چھوٹی ہو اتنی اعلیٰ اور قوی ہے اور خرقہ نبویہ جس قدر زیادہ واسطوں سے پہنچے اتنا اشرف ہوتا ہے کہ اس میں بہت برکتیں شامل ہوتی ہیں لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ چہارم ہونا بہت ہی محبوب ہے کہ آپ کو حضور کی خلافت تین واسطوں سے پہنچی جس میں بہت برکتیں ان واسطوں کی بھی شامل ہوگئیں بہرحال یہ عمل شریف بہت ہی اعلیٰ ہے۔

(لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا) اس سے معلوم ہوا کہ حکم اور مشورہ میں فرق ہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو حکم نہ دیا تھا بلکہ مشورہ فرمایا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم یہ تمہارا حق دوسرے کو دے دیں، حضرت ابن عباس نے مشورہ قبول نہ کیا بلکہ نہایت ادب واحترام اور اچھی معذرت سے اپنا حق خود لے لیا۔ اس سے بہت سے مسائل شریعت وطریقت کے حل ہوتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۲۲)

112- بَابُ کَرَاھَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِھَا وَبَیَانِ اَنَّهٗ کَرَاھَةُ تَنْزِیْهٍ لَا حَرَامٌ

مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پینا مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں

(765) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِیَةِ. یَعْنِیْ: اَنْ تُکْسَرَ اَفْوَاھُهَا، وَیُشْرَبَ مِنْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مشک کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی اس کے منہ کو موڑ کر اس میں سے پانی پینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اختناث الاسقیة، ج۷ص۱۱۲، رقم: ۵۶۲۵، صحیح مسلم، باب آداب الطعام ج۶ص۱۱۰، رقم: ۵۲۹۰، الاداب للبیهقی، باب کراهیة الشرب من فم السقی لما فیه من خشیة الاذی ج۱ص۲۶۸، رقم: ۶۲۹، المستدرک للحاکم، کتاب الاشربة، ج۳ص۱۵۶، رقم: ۷۲۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی الاختناث الاسقیة، ج۳ص۳۹۰، رقم: ۳۷۲۲، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۹۳، رقم: ۱۱۵۰۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ممانعت میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ ممکن ہے کہ مشکیزے میں کوئی زہریلا کیڑا ہو جو اس طرح پینے سے منہ کے ذریعہ پیٹ میں چلا جائے، ممکن ہے کہ مشکیزہ کا منہ چوڑا ہو پانی زیادہ گرے کپڑے بھیگ جاویں، نیز پھر مشکیزہ کا پانی استنجے کے قابل نہ رہے کیونکہ پس خوردہ پانی سے استنجا کرنا منع ہے۔ جن روایات میں ہے کہ حضور اقدس نے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا وہاں مشکیزہ چھوٹا تھا اور اس کا منہ بہت چوڑا نہ تھا اور خبر تھی کہ پانی صاف ہے لہذا یہ حدیث اس سے متعارض نہیں یا وہ

حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لیے۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ ایک شخص نے بطور آزمائش مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تو اس کے منہ میں سانپ چلا گیا یا مقصد یہ ہے کہ اس طرح ہمیشہ پینا ممنوع ہے کبھی اتفاقاً پی لینا جائز ہے۔ (اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۱۲)

(766) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ اَوِ الْقِرْبَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مشک یا مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرب منفم السقاء، ج۴ص۱۱۲، رقم: ۵۶۲۸ صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج۳ص۱۰۱، رقم: ۳۲۱۱ المستدرک للحاکم، کتاب الاشربۃ، ج۴ص۱۱، رقم: ۳۹۶، سنن ابو داؤد، باب الشراب من فی السقاء، ج۳ص۳۸۷، رقم: ۲۱، سنن ابن ماجہ، باب الشرب من فی السقاء، ج۲ص۱۱۳۲، رقم: ۳۴۲۰)

شرح حدیث: پانی پینے کی سنتیں اور آداب

پانی بیٹھ کر، اجالے میں دیکھ کر، سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر اس طرح پئیں کہ ہر مرتبہ گلاس کو منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ پئیں اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پئیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو بلکہ دو یا تین بار پیا کرو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہا کرو۔ (سنن ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ما جاء فی التنفس فی الاناء، الحدیث ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پینے میں تین بار سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے: اس طرح پینے میں زیادہ سیرابی ہوتی ہے اور صحت کے لئے مفید وخوش گوار ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی الاناء۔۔۔الخ، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۳، ص ۱۱۲۰)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الاشربۃ، الحدیث ۳۷۲۸، ج ۳، ص ۴۷۵)

(767) وَعَنْ اُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ اُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُّعَلَّقَةٍ قَائِمًا. فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا

حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت ﷺ سے روایت ہے یہ حضرت حسان بن ثابت ﷺ کی بہن ہیں فرماتی ہیں کہ میرے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس کھڑے ہو کر اس

فَقَطَعْتُهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

میں سے پیا میں نے کھڑے ہو کر اس (مشک) کا منہ کاٹ لیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وإنّما قَطَعْتُهَا: لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَتَبَرَّكَ بِهِ، وَتَصُونَهُ عَنِ الِابْتِذَالِ. وَهٰذَا الْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلٰى بيانِ الْجَوازِ، وَالْحَدِيثَانِ السَّابِقَانِ لِبَيَانِ الْأَفْضَلِ وَالْأَكْمَلِ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

اور میں نے اس کو کاٹ لیا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے منہ والی جگہ کی حفاظت رہے اور اس سے برکت حاصل کریں اور اسیعام استعمال سے محفوظ کر لیں۔ اور یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے اور پہلی دو حدیثیں افضلیت واکملیت کے بیان کے لیے ہیں۔ اور اللہ کا ہی زیادہ علم ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی ذلک، ج۳ص۳۰۶، رقم: ۱۸۹۲، جامع الاصول لابن اثیر الفصل الثانی فی الشرب افواہ الاسقیة، ج۵ص۷۶، رقم: ۳۰۹۲، مشکوۃ المصابیح، باب الاشربة، الفصل الثانی، ج۲ص۳۶۳، رقم: ۴۲۸۱)

شرح حدیث: ایمان کی نشانی

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ حضرات صحابہ وصحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے کتنی والہانہ اور عاشقانہ محبت تھی کہ جس چیز کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے تعلق ہوجاتا تھا وہ چیز ان کی نظروں میں باعث تعظیم اور لائق احترام ہوجایا کرتی تھی کیوں نہ ہو کہ یہی ایمان کی نشانی ہے کہ مسلمان نہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات سے محبت کرے بلکہ حضور کی ہر ہر چیز سے بھی محبت کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ہر چیز کو اپنے لئے قابل تعظیم جانے اور اس کا ایمانی محبت کے ساتھ اعزاز واکرام کرے۔

بستر موت پر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے غم سے نڈھال ہو کر کہا کہ واحزناہ (ہائے رے غم) یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بستر موت پر تڑپ کر کہا کہ

وَاطَرَبَاهُ غَدًا أَلْقَى الْأَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهُ

واہ رے خوشی میں کل تمام دوستوں سے یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملوں گا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الثانی فیما یجب علی الانام...الخ، الباب الثانی، فصل فیما روی عن السلف والائمة، الجزء الثانی، ص۲۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے؟ تو

آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مال، ہماری اولاد، ہمارے باپ، ہماری ماں اور سخت پیاس کے وقت پانی سے بھی بڑھ کر ہمارے نزدیک محبوب ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الثانی، الباب الاول، فصل فیما روی عن السلف والائمۃ، الجزء الثانی، ص ۲۲)

مسلمان کا بچا ہوا پانی پینے کی فضیلت

محبوبِ ربّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عاجزی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کا جوٹھا یعنی بچا ہوا پانی پی لے اور جو اپنے بھائی کا جوٹھا پیتا ہے اس کے 70 درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں، 70 گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے 70 نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۵۷۴۵، ج ۳، ص ۵۱)

113-بَابُ كَرَاهَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

پانی میں پھونک مارنا مکروہ ہے

(768) عَنْ اَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ، فَقَالَ رَجُلٌ: اَلْقَذَاةُ اَرَاهَا فِي الْاِنَاءِ؟ فَقَالَ: "اَهْرِقْهَا". قَالَ: اِنِّي لَا اَرْوٰى مِنْ نَفَسٍ وَّاحِدٍ؟ قَالَ: "فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذًا عَنْ فِيْكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا: برتن میں اگر میں تنکا دیکھوں تو فرمایا انڈیل دے۔ عرض کیا: میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا فرمایا پیالہ کو منہ سے ہٹا کر سانس لے لیا کر۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ النفخ فی الشراب، ج۳ص۳۰۲ رقم: ۱۸۸۷، الآداب للبیھقی، باب کراھیۃ التنفس فی الاناء والنفخ فیہ، ج۱ص۲۶۲ رقم: ۳۲۲، سنن الدارمی، باب النھی عن النفخ فی الشراب، ج۲ص۱۶۳ رقم: ۲۱۲۳، موطاء امام محمد، باب النفخ فی الشرب، ج۳ص۳۲۷ رقم: ۸۴۰، صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج۱۲ص۱۴۲ رقم: ۵۳۲۷، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۲۹ رقم: ۱۱۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ممانعت کی حکمتیں ابھی عرض کی گئیں۔ پھونک مارنا پانی میں ہو یا دودھ میں یا کسی اور پینے کی چیز میں، پھر خواہ ٹھنڈا کرنے کے لیے ہو یا تنکا وغیرہ دور کرنے کے لیے اور خواہ پانی میں پھونک مارے یا کھانے میں سب ممنوع ہے۔ چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے عن النفخ فی الطعام والشراب۔

(اگر میں تنکا دیکھوں) یعنی اگر برتن میں کوڑا تنکا نظر آئے تو میں کیا کروں وہ تو پھونک سے ہی دفع ہو سکتا ہے اور آپ

حضور پھونک سے منع فرماتے ہیں۔

(فرمایا انڈیل دے) اس طرح کہ برتن سے تھوڑا پانی گرادو جس سے وہ کوڑا بھی گر جائے یا چچہ یا کسی تنکے سے الگ کردو بہر حال پھونک نہ مارو۔

(ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا) سائل کا مقصد یہ ہے کہ آپ برتن میں پھونک مارنے سے منع فرماتے ہیں اور میں ایک سانس میں پانی وغیرہ سے سیر نہیں ہوتا دوسری تیسری سانس ضرور لینا پڑتی ہے وہ سانس برتن ہی میں لی جاوے گی تو پھر پھونکنا ہو گیا۔

(منہ سے ہٹا کر سانس لے لیا کر) جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چند سانسوں میں ہو مگر سانس برتن میں نہ لو برتن منہ سے ہٹا کر لو۔خیال رہے کہ تین سانس سے پینا بہتر ہے ایک سانس سے پینا جائز۔(مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک سانس سے نہ پیا۔(مراٰۃ المناجیح،ج۶ص۱۲۷)

(769) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی،باب ما جاء فی کراھیة النفخ فی الشراب،ج۳ص۳۰۲،رقم:۱۸۸۸،سنن ابوداؤد،باب فی النفخ فی الشراب والتنفس فیه،ج۳ص۳۹۲،رقم:۳۷۲۸،اطراف المسند المعتلی،من اسمه عبدالکریم بن مالک الجزری ج۳ص۲۱۳،رقم:۳۴۲۹،شعب الایمان،باب کراھیة التنفس فی الاناء والنفخ فیه،ج۵ص۱۱۳،رقم:۶۰۰۳،مسند امام احمد بن حنبل،مسند عبداللّٰه بن العباس،ج۱ص۲۲۰،رقم:۱۹۰۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برتن میں سانس لینا جانوروں کا کام ہے،نیز سانس کبھی زہریلی ہوتی ہے اس لیے برتن سے الگ منہ کر کے سانس لو۔گرم دودھ یا چائے کو پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرو بلکہ کچھ ٹھہر و قدرے ٹھنڈی ہو جائے پھر پیو،اگر پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو کچھ گرادو پھونک سے الگ نہ کرو۔بعض لوگوں کو گندہ دہنی کی بیماری ہوتی ہے انکی پھونک سے پانی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس لیے ہر شخص ان دونوں سے پرہیز کرے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے،حضور کے احکام میں صدہا حکمتیں ہیں۔(مراٰۃ المناجیح،ج۶ص۱۲۵)

114-بَابُ بَيَانِ جَوَازِ الشُّرْبِ قَائِمًا وَبَيَانِ اَنَّ الْاَكْمَلَ وَالْاَفْضَلَ

کھڑے ہو کر پینا جائز ہے اور بیٹھ کر پینا افضل

الشُّرْبُ قَاعِدًا

وا کمل ہے

فِيْهِ حَدِيْثُ كُبْشَةَ السَّابِقِ.

اس بارے میں حضرت کبشہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

(770) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو زمزم کا پانی پیش کیا تو آپ نے پیا حالانکہ آپ کھڑے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی زمزم، ج۱ص۱۸۷، رقم: ۱۶۳۷، صحیح مسلم، باب فی الشرب من زمزم قائما، ج۳ص۱۱۱ رقم: ۵۳۹۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب سقایۃ الحاج والشرب منھا، ج۵ص۱۴۷، رقم: ۹۹۳۵، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۳۷، رقم: ۲۰۰، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عباس، ج۱ص۲۴۲، رقم: ۲۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ بھی سنت ہے کہ آب زمزم کھڑے ہو کر پیے تعظیم کے لیے۔ اس پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے: ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ان حضور سرکار نے ایک بار زمزم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ بعض شارحین نے فرمایا اژدہام کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لیے کھڑے ہو کر پیا یہ غلط ہے کہ آب زمزم ہمیشہ کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۱۱۶)

(771) وَعَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ، فَشَرِبَ قَائِمًا، وَقَالَ: إِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ فَعَلْتُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب رحبہ پر تشریف لائے پھر کھڑے ہو کر پیا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح میں نے کیا۔ (یعنی کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے)۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الشرب قائما، ج۵ص۲۱۳، رقم: ۵۲۹۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی الاکل والشرب قائما، ج۷ص۲۸۲، رقم: ۱۵۰۴۴، مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۲۱، رقم: ۲۷۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رحبہ ر کے فتح سے بمعنی فضا یا کھلی جگہ، کوفہ کی جامع مسجد کے صحن میں ایک خاص چبوترہ تھا جہاں بیٹھ کر حضرت علی مرتضیٰ لوگوں کے مقدمات طے فرماتے اسے رحبہ کہتے تھے وہ جگہ اب بھی موجود ہے اور اس پر ایک محراب بنادی گئی ہے

جسے محراب علی کہتے ہیں۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے یعنی حضرت علی نماز کے بعد اس عدالت کے چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے۔

یہ پینا پیاس دفع کرنے کے لیے تھا اس وقت آپ کو پیاس تھی مگر اس بار بیٹھ کر پیا پھر وضو کیا تاکہ معلوم ہو کہ پس خوردہ پانی سے وضو جائز ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی یہ کیے کہ وضو میں کلی کی کلی کا پانی بجائے اگلنے کے نگل لیا وہ یہاں مراد ہے مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ پینا علاوہ وضو کے تھا وضو کے بعد ہوا۔

یعنی باقاعدہ وضو کیا بعض اعضاء وضو کا ذکر ہے اور پورا وضو مراد ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

یعنی لوگ سمجھتے ہیں پانی کھڑے ہو کر مطلقاً ممنوع ہے حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے وضو کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ معلوم ہوا کہ وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے یا یہ مطلب ہے کہ کھڑے ہو کر پینا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے میں نے حضور انور کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ ابھی ہم نے عرض کر دیا کہ پانی کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر پیے اور چند پانیوں کا کھڑا ہو کر پینا مستحب ہے: ایک آب زمزم، دوسرے بعض وضو کا بچا ہوا پانی، تیسرے بزرگوں کا پس خوردہ پانی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت علی، سعد ابن ابی وقاص، ابن عمر، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کھڑے ہو کر پانی پینا درست فرماتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ تمام فقہاء وہی جائز کہتے ہیں صرف مستحب یہ ہے کہ بیٹھ کر پیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۱۷)

(772) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ وَنَحْنُ نَمْشِيْ، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چلتے ہوئے کھا لیتے اور کھڑے ہوئے پانی پی بھی لیتے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی النھی عن الشرب قائما، ج۳ص۳۰۰، رقم: ۱۸۸۰ سنن ابن ماجہ باب الاکل قائما، ج۲ص۱۰۹۸، رقم: ۳۳۰۱ اتحاف الخیرۃ المھرۃ باب ما جاء فی الاکل والشرب قائما وقاعدا، ج۴ص۲۸۹، رقم: ۳۵۸۰ صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج۱۲ص۱۳۲، رقم: ۵۳۲۲ مسند عبد بن حمید احادیث بن عمر ص۲۵۱، رقم: ۷۸۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم بعض صحابہ زمانہ نبوی میں کبھی چلتے پھرتے کچھ کھا لیا کرتے تھے جیسے دانے چابنا یا کھجور کھانا اور کبھی کھڑے کھڑے کچھ پی لیا کرتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر اطلاع کے ہوگا اگر حضور انور ملاحظہ فرماتے تو منع فرما دیتے کیونکہ چلتے پھرتے کھانا اور کھڑے کھڑے پینا ممنوع ہے، یوں گھوڑے پر سوار کھانا پینا بہتر نہیں۔ (مرقات) ہوسکتا ہے کہ یہ چلتے پھرتے کھانا کھڑے کھڑے پینا کسی مجبوری و معذوری سے ہو جیسے جہاد میں بارہا چلتے

پھرتے کھانا پڑتا ہے یا ایسی چیز کھائی ہو جو عموماً چلتے پھرتے کھائی جاتی ہے جیسے دانے یا کھجوریں ورنہ کھڑے کھڑے یا چلتے پھرتے روٹی چاول وغیرہ کھانا ممنوع ہے خصوصاً جب کہ فیشن کے طور پر ہو جیسے آج کل مغرب زدہ مسلمانوں کا حال ہے کہ جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھاتے ہیں محض عیسائیوں کی نقالی کرتے ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۱۲۳)

(773) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وقَاعِدًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت عمرو بن شعیب ﷛ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی الشرب قائما، ج۳ص۳۰۱، رقم: ۱۸۸۳ سنن الکبری للنسائی، باب الانصراف من الصلاۃ، ج۱ص۳۰۵، رقم: ۱۲۸۳ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمود، ج۸ص۳۹، رقم: ۷۸۹۲ مجمع الزوائد للهیثمی، باب الشرب قائما، ج۵ص۱۲۷، رقم: ۸۲۵۴ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۲۰۶، رقم: ۶۹۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے موقعہ پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا باقی پانی بیٹھ کر پیے یا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لیے تھا بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لیے لہذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۱۲۴)

(774) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: فَالْأَكْلُ؟ قَالَ: ذٰلِكَ أَشَرُّ - أَوْ أَخْبَثُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی کھڑے ہو کر پیے حضرت قتادہ ﷛ کہتے ہیں: کہ ہم نے حضرت انس ﷛ کو یہ کہا کہ کھانا تو انہوں نے فرمایا یہ زیادہ بدتر یا خبیث ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا

اور مسلم ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے پر ڈانٹا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراهیة الشرب قائما، ج۳ص۱۱۰، رقم: ۵۲۷۳ سنن ابوداؤد، باب فی الشرب قائما، ج۳ص۳۸۸، رقم: ۳۷۱۹ اتحاف الخیرة المهرة، باب فیمن کره الشرب قائما، ج۳ص۲۳۰، رقم: ۲۸۰۷ المنتقی لابن الجارود، باب ما جاء فی الاشربة، ص۲۲۰، رقم: ۸۶۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی النهی عن الشرب قائما، ج۳ص۳۰۰، رقم: ۱۸۷۹)

شرح حدیث: کھڑے ہو کر کھانے کے طبی نقصانات

اِٹلی کے ایک ماہرِ اَغذِیہ ڈاکٹر کا کہنا ہے، کھڑے ہو کر کھانا کھانے سے تلی اور دل کی بیماریاں تیز نفسیاتی اَمراض پیدا

ہوتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات انسان ایسا پاگل ہوجاتا ہے کہ اپنوں تک کو پہچان نہیں پاتا۔

سنت سے محبت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہوجائے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام۔۔۔الخ، ج۱، ص ۵۴، الحدیث: ۱۶۷)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے، جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام۔۔۔الخ، ج۱، ص ۵۵، الحدیث: ۱۷۵)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی پیروی ایمان کے کامل ہونے اور جنت میں آپ کا قرب پانے کا ذریعہ ہے اور ہر مسلمان یہ خواہش کریگا کہ وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہو لہٰذا اسے چاہیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال، حالات اور سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کر کے اپنی زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے گزارے۔

(775) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَّسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر پانی نہ پیے۔ جو بھول جائے اس کو چاہیے کہ وہ قے کردے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراھیۃ الشرب قائما، ج۲ص۱۱۰، رقم: ۵۳۹۸، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ، ج۲ص۳۹۶، رقم: ۸۸۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ حکم استحبابی ہے جو کھڑے ہو کر پانی یا کوئی چیز پی لے تو یہ بہتر ہے کہ قے کردے یہ حکم منسوخ نہیں۔ (مرقات) یہ حکم اس لیے ہے کہ لوگ اس سے بچیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۱۱۵)

115-بَابُ اسْتِحْبَابِ كَوْنِ سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرَهُمْ شُرْبًا

مستحب ہے کہ پلانے والا سب سے آخر میں پیئے

(776) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قوم کو پلانے والا آخر میں پیئے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان ساقی القوم آخرهم شربا، ج۳ص۳۰۶، رقم: ۱۸۹۴ المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم من اسمه محمد، ج۴ص۱۱۲، رقم: ۸۱۱۰ سنن ابوداؤد، باب فی الساقی متی یشرب، ج۳ص۳۹۱، رقم: ۳۷۲۵ سنن ابن ماجه باب ساقی القوم آخرهم شربا، ج۴ص۱۱۳۵، رقم: ۳۴۳۴ سنن الدارمی، باب فی ساقی القوم آخرهم شربا، ج۲ص۱۶۳، رقم: ۲۱۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قانون یہ ہے کہ پلانے والا پیچھے پیئے، کھلانے والا پیچھے کھائے ہم ہیں پلانے والے اس لیے ہم تمہارے بھی بعد پئیں گے۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی کی طرف سے قاسم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تاقیامت ہیں اور حضور انور کی طرف سے قاسم حضرت ابوقتادہ تھے حقیقتاً پلانے والے حضور انور تھے ظاہری ساقی ابوقتادہ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ساقی تو حضرت ابوقتادہ تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ص۱۲۸)

116- بَابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِيْعِ الْاَوَانِي الطَّاهِرَةِ غَيْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَجَوَازِ الْكَرْعِ - وَهُوَ الشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّهْرِ وَغَيْرِهِ بِغَيْرِ اِنَاءٍ وَّلَا يَدٍ - وَتَحْرِيْمِ اسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الشُّرْبِ وَالْاَكْلِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

سونے چاندی کے سوا تمام پاک برتنوں میں پانی پینا اور ہاتھ اور برتن کے بغیر نہر وغیرہ سے پانی پینا جائز ہے اور کھانے پینے اور طہارت اور دیگر استعمالات میں سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنا حرام ہے

(777) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ اِلٰى اَهْلِهِ، وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ، فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ. قَالُوْا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذِهٖ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا جو قریب گھر والے تھے چلے گئے۔ اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چھوٹا سا پتھر کا برتن لایا گیا۔ برتن اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی نہ آ سکتی تھی۔ تو سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم کتنے تھے کہا کہ اسّی سے زیادہ۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُ وَلِمُسْلِمٍ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَاُتِیَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِیْهِ شَیْءٌ مِّنْ مَّاءٍ فَوَضَعَ اَصَابِعَهٗ فِیْهِ. قَالَ اَنَسٌ: فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَی الْمَاءِ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِهٖ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ مَا بَیْنَ السَّبْعِیْنَ اِلَی الثَّمَانِیْنَ.

ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پانی کا برتن منگوایا تو ایک کھلے منہ کا پیالہ لایا گیا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں انگلیاں رکھ دیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں آپ کی انگلیوں کے درمیان سے ابلتے ہوئے پانی کو دیکھنے لگا۔ میں نے وضو کرنے والوں کا اندازہ لگایا تو وہ ستر اسی کے درمیان تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغسل والوضو والقدح والخشب والحجارۃ، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۹۵، صحیح مسلم، باب فی المعجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج، ص۹۰، رقم: ۶۰۸۰، السنن الکبری للبیہقی، باب التطہر فی سائر الاوانی من الحجارۃ والزجاج والصفر، ج۱ص۳۰، رقم: ۱۱۷، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج۱۴ص۴۸۳، رقم: ۶۵۳۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۶۵، رقم: ۱۲۸۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ پانی خود انگلیوں کے درمیان یعنی گاہوں میں سے ایسے پھوٹا جیسے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہوتا ہے۔ حضور کا یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے افضل اور عجیب تر ہے کہ پتھر سے پانی کے چشمے پھوٹے، بعض نے جو کہا ہے کہ اس سے مراد پانی میں برکت ہوگئی غلط ہے حدیث کی منشاء کے خلاف ہے۔

غالب یہ ہے کہ پانی کی قلت ہوگئی ہوگی اور وضو کرنے والے زیادہ ہوں گے عرب میں کبھی بستیوں میں بھی پانی کم ہوجاتا ہے۔ ہمارے ہاں گجرات میں ایک بار پانی کی بہت ہی کمی ہوگئی تھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ شہر میں پانی کی کمی کیسی وہاں تو پانی ہوتا ہی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۸ص۱۱۵)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں انگلیوں کے درمیان سے نکلنے اس پانی کے متعلق فرماتے ہیں:

علماء کو اس اجماع اعنی قول متیقن ناصالح نزاع کے بعد کہ سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اُس بحر بے پایاں کرم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب وطاہر کیا زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب اسرا ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دِل مبارک اُس سے دھویا حالانکہ وہ آبِ کوثر لاسکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اختیار نہ فرمایا مگر افضل شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا فتاوٰی علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم وقد قال البلقینی ان ماء

زمزم افضل من الکوثر لان بہ غسل صدر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یکن یغسل الابافضل المیاہ (فتاوٰی علامہ شمس الدین رملی علی الفتاوی الکبری کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵)

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہوسکتا تھا۔(ت)

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تولازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بے شک کوثر افضل ہے۔

اقول: تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔ فتاوٰی فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم اوالکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملئکۃ غسلوا بہ قلبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین شقوہ لیلۃ الاسراء مع قدرتھم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ھذا المقام دلیل علی افضلیتہ ولا یعارضہ انہ عطیۃ اللہ تعالٰی لاسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام والکوثر عطیۃ اللہ تعالٰی لنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان الکلام فی عالم الدنیا لاالاٰخرۃ ولامریۃ ان الکوثر فی الاٰخرۃ من اعظم مزایا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن ثم قال تعالٰی انا اعطینٰک الکوثر بنون العظمۃ الدالۃ علی ذلک وبما قررتہ علم الجواب عما اعترض بہ علی البلقینی اھ

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آبِ زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آبِ زمزم افضل ہے کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلب مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی کی طرف سے عطیہ ہونا اس کو معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا اسی لئے اللہ تعالٰی نے انا اعطینٰک الکوثر کو اپنے لئے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے، اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا اھ (ت) (فتاوٰی کبرٰی کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۵)

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علماء سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق الافضل معنیان الاکثر ثوابا وھو فی المکلفین من یثاب اکثر وفی

الاعمال ماالثواب علیه اکبر ولامدخل لهذین فی زمزم والکوثر وان اول بالتعاطی ای ماتعاطیه اکثر ثوابا فالکوثر غیر مقدور لنا فلایتأتی التفاضل من ھذا الوجه ایضا ولا معنی لان یقال ان ثوابه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان اکثر فی غسل الملٰئکۃ قلبه الکریم باحدھما۔

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی سے ہی توفیق حاصل ہے۔افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ کثرت ہے یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو، اور اعمال میں وہ عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں اور اگر اس معنی کی یہاں یہ تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے اسلئے دونوں میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔(ت)

فاذن لاکلام فیه الابمعنی الاعظم شانا والارفع مکانا عنداللہ تعالٰی وحینئذ لایتم استدلال الامام البلقینی رحمه اللہ تعالٰی الا اذا احطنا بالحکم الالٰھیة فی غسل قلبه الکریم علیه افضل الصلاۃ والتسلیم وعلمنا انهما کان سواء فی تحصیلها ثم اللہ سبحنه اختار ھذا فکان افضل اما ان یکون شیئ اوفق واصلح العمل من غیرہ فلایستلزم کونه اجل قدرا واعظم فخرا منه بالفضل الکلی علی انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایتشرف بغیرہ بل الکل انما یتشرفون به واللہ تعالٰی یصیب برحمته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مایشاء من خلقه لیرزقه فضلا کما اختار لولادته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شھر ربیع الاول دون شھر رمضان ویوم الاثنین دون الجمعة ومکان مولدہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم دون الکعبة والفضل بیداللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اما جواب الامام ابن حجر فغایة مایظھر فی توجیھه ان زمزم افضل فی الدنیا لانه مقدورلنا فنثاب علیه فیترتب علیه الفضل لنا بخلاف الکوثر ان رزق اللہ تعالٰی منه احدنا فی الدنیا فلفضل فیه اولتفضل من المولی سبحنه وتعالٰی فھویترتب علی الفضل ومایورث الفضل افضل اما الاٰخرۃ فلیست دار عمل فیذھب ھنالك ھذا الوجه ویظھر فضل الکوثر لانه من اعظم مامن اللہ تعالٰی به علی نبیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔ (القرآن ۳/ ۷۳)

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہوسکتی ہے اور وہ عنداللہ عظمتِ شان اور رفعتِ مقام ہے اور اگر،

معنی پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہوسکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیشِ نظر رکھیں اور یہ معلوم کرلیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہٰذا افضل ہوا، اس لئے کہ یہ اس کارروائی کیلئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کو فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کیلئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام ابن حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہوجائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔ (ت)

اقول لو تم ھذا لکان کل ماء فی الدنیا افضل من الکوثر بعین الدلیل وھو کما تری بل الکلام کما علمت فی الارفع قدرا والاعظم فخرا وھذا لایختلف باختلاف الدار حتی یکون شیئ اجل قدرا عند اللہ تعالٰی من اٰخر فی الدنیا فاذا جاءت الاٰخرۃ انعکس الامر کلا بل لا یظھر فی الاٰخرۃ الا ماھو عندہ تعالٰی ھھنا فما کان افضل فی الاٰخرۃ کان افضل فی نفسہ وماکان افضل فی نفسہ کان افضل حیث کان وقد اعترفتم ان الکوثر افضل فی الاٰخرۃ فوجب ان یکون لہ الفضل دنیا واخری کیف و زمزم من میاہ الدنیا وھو من میاہ الاٰخرۃ وللاٰخرۃ اکبر درجٰت و اکبر تفضیلا ؂ وایضا ماؤہ من الجنۃ۔ (القرآن ۱۷/۲۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہوجائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر و فخر کی عظمت وبلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تاکہ دنیا میں ایک چیز دوسری کے

مقابلہ میں عنداللہ بڑی قدر والی ہو اور جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ ہوجائے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آخرت میں عنداللہ وہی چیز قدر ومنزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کرلیا تو ضروری ہے کہ وہ دنیا وآخرت دونوں میں افضل ہو، اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنّت سے نکلتا ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتّ فیہ میزابان یمدانہ من الجنۃ احدھما من ذھب والاٰخر من ورق رواہ مسلم عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ان سلعۃ اللہ غالیۃ الا ان سلعۃ اللہ الجنۃ ثم ھو انفع لامتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شرب منہ لم یظمأ ابدا ولم یسود وجھہ ابدا وقد امتن اللہ سبحنہ بہ علی افضل انبیائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان افضل رزقنا المولی سبحنہ وتعالٰی الورود علیہ، والشرب منہ بید احب حبیب الیہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ومجد وشرف وعظم وکرم، وعلی الہ الکرام، وصحبہ العظام، وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ خیر الامم، وعلینا بھم ولھم وفیھم ومعھم یامن من علینا بارسالہ وانعم، والحمد للہ رب العٰلمین حمدا یدوم بدوامہ الادوم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم، وحکمہ عزشانہ احکم۔

(صحیح للمسلم کتاب الفضائل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵۱) (جامع للترمذی باب من ابواب القیمۃ امین کمپنی دہلی ۲/۶۸)

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں دونوں جنّت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے، اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالٰی کا سامان گراں قیمت والا ہے اور اللہ تعالٰی کا سامان جنّت ہے پھر کوثر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی اُمت کیلئے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا، اور اللہ تعالٰی نے کوثر حضور افضل الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالٰی اپنے حبیب علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دستِ مبارک سے پلائے اور اس کوثر پر ورود ہمیں نصیب فرمائے۔ حضور پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں، سلامتی، بزرگی، شرف وکرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین اُمت پر اور اُن کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی، اے ہم پر اُن کو بھیج کر احسان فرمانے والے، الحمدللہ رب العلمین۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج ۳، ص ۵۲)

(778) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّاَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے ہم نے آپ کے لیے تانبے کے برتن میں پانی نکالا تو آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ (بخاری)

"اَلصُّفْرُ: بِضَمِّ الصَّادِ، وَيَجُوْزُ كَسْرُهَا، وَهُوَ النُّحَاسُ، وَ"التَّوْرُ: كَالْقَدَحِ، وَهُوَ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ.

الصفر: صاد پر پیش کے ساتھ زیر بھی پڑھنا ٹھیک ہے اس کا معنی ہے پیتل تَوْرُ: تا مثناۃ کے ساتھ پیالے کی طرح کا برتن۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغسل والوضو والقدح والخشب والحجارۃ، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۹۷ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب التطھر فی سائر الاوانی من الحجارۃ والزجاج والصفر، ج۱ص۳۰، رقم: ۳۰ المستدرک للحاکم، کتاب الطھارۃ، ج۱ص۲۳۳، رقم: ۶۰۰ سنن ابوداؤد، باب الوضوء فی انیۃ الصفر، ج۱ص۴۳، رقم: ۱۰۰ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الوضو فی النحاس، ج۱ص۳۷، رقم: ۴۰۲)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ تانبے کے برتن سے وضو کرنے کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الجواب: تانبے کے برتن سے وضو کرنا، اُس میں کھانا پینا، سب بلا کراہت جائز ہے، وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ ہاں قلعی کے بعد چاہیے بے قلعی برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہے اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔ علماء نے وضو کے آداب و مستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

(منھا) ای من اٰداب الوضوء (کون اٰنیتہ من خزف)

(ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۴)

(ان ہی میں سے) یعنی آدابِ وضو میں سے (یہ ہے کہ وضو کا برتن پکی مٹی کا ہو)۔ (ت)

اُسی میں اختیار شرح مختار سے ہے۔

(اتخاذھا) ای اوانی الاکل والشرب (من الخزف افضل اذلا سرف فیہ ولا مخیلۃ وفی الحدیث من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملٰئکۃ ویجوز اتخاذھا من نحاس او رصاص

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۸)

کھانے پینے کے برتن مٹی کے ہونا افضل ہے کہ اُس میں نہ اسراف ہے نہ اِترانا، اور حدیث میں ہے: جو اپنے گھر کے برتن مٹی کے رکھے فرشتے اس کی زیارت کریں۔ اور تانبے اور رانگ کے بھی جائز ہیں۔

اُسی میں ہے:

یکرہ الاکل فی النحاس بالغیر المطلی بالرصاص لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضررا عظیما واما بعدہ فلا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۸)

بغیر قلعی کیے ہوئے تانبے کے برتن میں کھانا مکروہ ہے، کیونکہ اُس کا زنگ کھانے میں مل کر ضررِ عظیم پیدا کرتا ہے اور قلعی ہو جانے کے بعد ایسا نہیں اھ ملخصاً۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۵۹)

(779) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، وَمَعَهٗ صَاحِبٌ لَّهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ شَنَّةٍ وَّاِلَّا كَرَعْنَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"اَلشَّنُّ: اَلْقِرْبَةُ۔

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک انصاری آدمی آیا۔ آپ کے ساتھ آپ کا ایک صحابی تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تیرے پاس پانی ہو جس نے رات مشک میں گزاری ہو تو دو ورنہ ہم منہ لگا کر پانی پی لیں گے۔ (بخاری)

اَلشَّنُّ: مشک۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب شرب اللبن بالماء، ج۴، ص۱۱۰، رقم: ۵۶۱۳، سنن ابو داؤد، باب فی الکرع، ج۳، ص۳۴۱، رقم: ۳۷۲۶، الآداب للبیهقی، باب فی الکرع فی الماء، ج۱، ص۲۶۶، رقم: ۷۲۵، صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج۱۲، ص۱۳۳، رقم: ۵۳۱۳، مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج۵، ص۳۲۸، رقم: ۱۴۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ صحابی حضرت ابوبکر صدیق تھے اور باغ والے ابوالہیثم تھے یا کوئی اور انصاری عربی میں۔

کرع اس طرح پینے کو کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھ استعمال نہ ہو یعنی نالی یا نہر سے منہ لگا کر پی لینا۔

عریش بنا ہے عرش سے بمعنی بلندی، اصطلاح میں عریش وہ جھونپڑا ہے جو باغ یا کھیت میں گھاس یا تنکوں سے بنایا جائے اس لیے انگور کی بیل پھیلانے کے لیے جو جگہ چھت دی جاتی ہے اسے عریش کہتے ہیں بمعنی معروشات۔ قرآن کریم فرماتا ہے: مَعْرُوْشٰتٍ ۔

عربی میں داجن وہ بکری کہلاتی ہے جسے گھر رکھ کر چارا دیا جائے باہر جنگل میں چرنے کے لیے نہ بھیجا جائے۔ اس کا مادہ دجن ہے بمعنی الفت و محبت، وہ بکری جانور گھر سے الفت رکھتا ہے مالوف ہوتا ہے اس لیے اسے داجن کہتے ہیں۔

یہ باغ والے صاحب ایک بار پانی لائے تو حضور انور نے پیا پھر دوبارہ لائے تو دوسرے صاحب یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے پیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۱۸)

(780) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ، وَالدِّيْبَاجِ، وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ. وَقَالَ: "هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے ہمیں موٹے اور باریک ریشم پہننے سے منع فرمایا اور سونے چاندی کے برتن میں پینے سے منع کیا اور فرمایا یہ چیزیں ان کے لیے دنیا میں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرب فی آنیۃ الذھب، ج۳،ص۱۱۲، رقم: ۵۶۳۲، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ علی الرجال والنساء، ج۳،ص۱۱۳۷، رقم: ۲۰۶۷، الاداب للبیھقی، باب ما یھی عنه الرجل من لبس الحریر ج۱،ص۲۸۳، رقم: ۷۷۲، سنن ابوداؤد، باب فی الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ، ج۳،ص۴۷۰، رقم: ۳۷۲۳، سنن ابن ماجه، باب الشرب فی آنیۃ الفضۃ، ج۲،ص۱۱۳۰، رقم: ۳۴۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کپڑے کا تانا بانا یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے، دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباج نہیں۔

یعنی کفار اگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم انہیں نہ روکو نہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے ان شاء اللہ خوب استعمال کرنا، اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مردوں نے سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیئے تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا، مسلمان کا زیور علم اور ہتھیار ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶ ص ۱۲۰)

سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہارِ شریعت حصہ 16 صفحہ 39,38 پر لکھتے ہیں:

☆ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا (یعنی دھونی لینا) منع ہے اور یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔

☆ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں منہ دیکھنا، ان کی قلم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔

☆ چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے۔

☆ سونے چاندی کی چیزیں محض مکان کی آرائش وزینت کے لیے ہوں، مثلاً قرینہ سے یہ برتن وقلم ودوات لگا دیے، کہ مکان آراستہ ہو جائے اس میں حرج نہیں۔ یونہی سونے چاندی کی کرسیاں یا میز یا تخت وغیرہ سے مکان سجا رکھا ہے، ان پر بیٹھتا نہیں ہے تو حرج نہیں۔

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ تانبے کے برتن سے وضو کرنے کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

وفی الفتاوی الھندیۃ یکرہ ان یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر والذھب والفضۃ والکرباس الذی خیط علیہ ابریسم کثیر اوشیئ من الذھب اوالفضۃ اکثر من قدر اربع اصابع ا‍ھ انتھی، قال العلامۃ الشامی وبہ یعلم حکم العرقیۃ المسماۃ بالطاقیۃ فاذ کانت منقشۃ بالحریر وکان احد نقوشھا اکثر من اربع اصابع لاتحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشھا علی اربع اصابع بناء علی مامرمن ان ظاھر المذھب عدم جمع المتفرق ۲ ـ انتھی، وقد قال العلامۃ الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذھب والفضۃ والحریر فی الحرمۃ فترخیص الحریر ترخیص غیرہ ایضا بدلائل المساواۃ ویؤید عدم الفرق مامر من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع ۳ اھ۔ ملخصاً فافھم وتثبت ،وبہ تحرر ماکان العلامۃ الطحطاوی متوقفافیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے مردوں کے لئے ریشم یا سونے یا چاندی کی ٹوپی پہننا مکروہ ہے اور اسی طرح وہ سوتی کہ جس پر زیادہ تر ریشم کی سلائی کی گئی ہو یا چار انگلیوں سے زیادہ سونا چاندی لگا ہو انتہی۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ ا‍س سے پگڑی اور ٹوپی کے نچلے کپڑے کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے کہ جس کو طاقیہ کہتے ہیں۔ جب اس میں ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگشت سے زیادہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں لیکن اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں سے زیادہ ہو جائیں۔ یہ اس بناء پر ہے جیسا کہ گزر چکا کہ ظاہر مذھب میں متفرق کو جمع کرنا نہیں انتہی حالانکہ علامہ شامی نے یہ بھی فرمایا کہ سونا چاندی اور ریشم یہ سب حرمت میں برابر ہیں۔ لہذا ریشم میں رخصت دوسری چیزوں کی رخصت کی طرح ہے دلالت مساوی ہونے کی وجہ سے، اور گزشتہ کلام سے عدم فرق کی تائید ہوتی ہے کہ سونے کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا چار انگلی تک مباح ہے اھ ملخصاً۔ لہذا سمجھئے اور ثابت رہیے، اس سے وہ بھی تحریر ہو گیا جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت) (۱؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۳۲) (۲؎ ردالمحتار کتاب

الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۵)(۳۔ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۶)(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۱۰)

(781) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَّذِيْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ، اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔(متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "اِنَّ الَّذِيْ يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: "مَنْ شَرِبَ فِيْ اِنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ، فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارًا مِنْ جَهَنَّمَ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو سونے چاندی کے برتن کے میں کھاتا یا پیتا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جس نے سونے یا چاندی کے برتن میں پیا وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب آنیۃ الفضۃ، ج۴ص۲۱۳۳، رقم: ۵۲۱۱،صحیح مسلم، باب تحریم اوانی الذھب والفضۃ فی الشرب، ج۶ص۱۳۴، رقم: ۵۵۰۶،مسند امام احمد، حدیث ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۳۰۶، رقم: ۲۶۶۵۳،السنن الکبرٰی للبیہقی، باب المنع من الشرب فی آنیۃ الذھب، ج۱ص۲۷، رقم: ۱۰۰،السنن الکبرٰی للنسائی، باب التشدید فی الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ، ج۴ص۱۹۵، رقم: ۶۸۶۲)

شرح حدیث: پیٹ میں جہنم کی آگ

بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی اتباع میں اسے کبیرہ گناہ قرار دیا گیا شاید انہوں نے اس کے کبیرہ گناہ ہونے پر انہی احادیثِ مبارکہ میں بیان کردہ وعیدوں سے استدلال کیا ہے کیونکہ پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنا سخت عذاب کی وعید ہے پھر میں نے شیخ الاسلام صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی وہی توجیہ بیان کرتے دیکھا جو میں نے بیان کی ہے البتہ انہوں نے وہ توجیہ اصحابِ مذہب سے نقل کی ہے، شیخ الاسلام جلال بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اتباع کی اور فرمایا کہ شیخ صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینا گناہِ کبیرہ ہے اور اس پر گذشتہ قاعدہ صادق آتا ہے کہ ہر وہ گناہ جس پر جہنم کی وعید آئی ہو گناہِ کبیرہ ہے۔

سیدنا دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے ایک جماعت سے نقل کر کے اپنے منظوم کلام میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَعَدَّ مِنْهُنَّ ذَوُوا الْاَعْمَالِ   اٰنِيَةَ النَّقْدَيْنِ فِي اسْتِعْمَالِ

ترجمہ: اور باعمل لوگوں نے سونے، چاندی کے برتنوں کا استعمال بھی حرام اُمور میں شمار کیا ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر،۳۹۱)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

4- كِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس کا بیان

117- بَابُ اسْتِحْبَابِ الثَّوْبِ الْاَبْيَضِ، وَجَوَازِ الْاَحْمَرِ وَالْاَخْضَرِ وَالْاَسْوَدِ، وَجَوَازِهٖ مِنْ قُطْنٍ وَّكَتَّانٍ وَّشَعْرٍ وَّصُوْفٍ وَّغَيْرِهَا اِلَّا الْحَرِيْرَ

سفید کپڑا مستحب ہے سرخ سبز پیلا اور سیاہ رنگ کا کپڑا سوت بالوں اور اون وغیرہ سے بنا ہو تو ریشم کے سوا سب جائز ہیں

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ (الأعراف: 26).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم کی اولاد! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری شرم گاہیں چھپاتا ہے اور تمہاری زینت ہے اور تقویٰ کا لباس زیادہ بہتر ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ﴾ (النحل: 81)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے قمیص بنائی جو تم کو گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ قمیصیں جو تم کو جنگ سے بچاتی ہیں۔

(782) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے کپڑوں میں سے سفید پہنو کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہتر ہیں اور اس میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی البیاض، ج۴، ص۹۰، رقم: ۴۰۶۱، سنن ترمذی، باب ما یستحب من الاکفان، ج۳، ص۳۱۹، رقم: ۹۹۴، الآداب للبیہقی، باب البیاض من الثیاب، ص۲۹۹، رقم: ۷۰۰، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ، ج۱۲، ص۲۴۲، رقم: ۵۴۲۳، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱، ص۳۹۲، رقم: ۲۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مُردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۸۶۲)

جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اس کا کفن دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز اس کا کفن بھی ناجائز۔ میت کو کفن دینا

فرضِ کفایہ ہے۔ کفن کے تین درجے ہیں۔

(1) ضرورت (2) کفایت (3) سنت

مرد کیلئے کفنِ سنت: تین کپڑے ہیں۔

(1) لفافہ (2) اِزار (3) قمیص

مرد کیلئے کفنِ کفایت: دو کپڑے ہیں۔

(1) لفافہ (2) اِزار

عورت کیلئے کفنِ سنت: پانچ کپڑے ہیں۔

(1) لفافہ (2) اِزار (3) قمیص (4) اوڑھنی (5) سینہ بند

عورت کیلئے کفنِ کفایت: تین کپڑے ہیں۔

(1) لفافہ (2) اِزار (3) اوڑھنی یا

(1) لفافہ (2) قمیص (3) اوڑھنی

مرد و عورت کیلئے کفنِ ضرورت: کفنِ ضرورت دونوں کیلئے یہ کہ جو میسر آئے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔

(1) لفافہ (یعنی چادر): میت کے قد سے اتنی بڑی ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔

(2) اِزار (یعنی تہ بند): چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنا چھوٹا جو بندش کیلئے زیادہ تھا۔

(3) قمیص (یعنی کفنی): گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو اس میں چاک اور آستینیں نہ ہوں۔ مرد کی کفنی کندھوں پر چیریں اور عورت کیلئے سینے کی طرف۔

(4) اوڑھنی: تین ہاتھ کی ہونی چاہیے یعنی ڈیڑھ گز۔

(5) سینہ بند: پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ (بہارِ شریعت حصہ ۴، ص ۱۶۶، ۱۶۸)

(783) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِلْبَسُوْا الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ النِّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاک اور زیادہ ستھرے ہیں اور اس میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔

تخریج حدیث: (السنن الکبرٰی للنسائی، باب ای الکفن خیر، ج۱، ص۶۳۴، رقم: ۲۰۲۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه

سمرۃ بن جندب الفزاری، ج۷،ص۱۸۰،رقم:۷۷۰۰ الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۷۷، رقم:۶۰ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عمران بن حصین، ج۱۸،ص۲۲۵، رقم: ۱۵۲۷۰ مجمع الزوائد، باب فی البیاض، ج۵،ص۲۲۲، رقم: ۸۵۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اطیب بنا ہے طیب سے اگر طیب خبیث کا مقابل ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے جیسے رب تعالٰی کا فرمان: لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ ورنہ اس کے معنی ہوتے پسندیدہ شرعًا یا عقلًا یا طبعًا یہاں اس ہی آخری معنی میں ہے یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھولیا جاتا ہے، رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے، نیز رنگین کپڑے کے دھونے میں رنگ ڈھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں، نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ عارضی۔ اطیب کے معنی میں دل پسند، جتنا حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری والا جوڑا پہنا یا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیان جواز کے لیے ہے یہ فرمان عالی بیان استحباب کے لیے۔ بعض طلباء صوفیاء رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اس لیے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں ورنہ مسلمان کے لیے سفید کپڑا بہت ہی بہتر ہے۔

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو غلط ہے ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے کہ اب اس کی گفتگو اور ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ یہاں مرقات نے سفید رنگت پر بہت اعلٰی گفتگو کی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶،ص۱۸۳)

(784) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرْبُوعاً، وَلَقَدْ رَاَیْتُہُ فِی حُلَّۃٍ حَمْرَاءَ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْہُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ (دھاری دار) جوڑے میں دیکھا میں نے آپ سے زیادہ حُسن والا کوئی نہ دیکھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الثوب الاحمر، ج۴،ص۱۵۳، رقم: ۵۸۴۸ صحیح مسلم، باب فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ کان احسن الناس وجھا، ج۴،ص۸۲، رقم: ۶۲۱۰ سنن الکبرٰی للنسائی، باب اتخاذ الشعر واختلاف الفظ الناقلین منہ، ج۵،ص۴۱۲، رقم: ۹۳۲۸ سنن ابوداؤد، باب فی الرخصۃ فی ذلک، ج۴،ص۷۰، رقم: ۴۰۷۲ مسند امام احمد، مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۶،ص۴۸۱، رقم: ۱۸۷۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور کا سینہ مبارک بہت کشادہ تھا۔ چوڑا سینہ شجاعت و سخاوت، دل کی وسعت کی علامت ہے، اس سے دل کی وسعت کا پتہ لگتا ہے جس کا دل وسیع ہو وہ کینہ، غصہ، بغض و حسد سے پاک ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات

کا بدلہ کسی سے نہ لیا بلکہ ہمیشہ درگزر کی معافی دی، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی۔

یعنی کبھی آپ کے بال شریف تا بگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخطط بالاحمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حلہ یمنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی لباس محبوب تھا۔

یعنی حضور کے جسم شریف میں وہ درازی یا پستی نہ تھی جو بری معلوم ہو۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج۲، ص ۱۸۳)

شمائل وخصائل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین و آخرین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمال صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم اور آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو دن رات سفر و حضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال بے مثال کے فضل و کمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداحِ رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔ (حیاۃ الحیوان الکبری، باب الھمزۃ، ج۱، ص ۷۵)

صحابی رسول اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدہ ہمزیہ میں جمال نبوت کی شان بے مثال کو اس شان کے ساتھ بیان فرمایا کہ

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ! ۔۔۔ وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

یعنی یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ سے زیادہ حسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ! ۔۔۔ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

(یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہر عیب و نقصان سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ ایسے ہی پیدا کئے گئے جیسے حسین و جمیل پیدا ہونا چاہتے تھے۔ (شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ص ۶۶)

حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں فرمایا کہ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ ... فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ

یعنی حضرت محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں کہ اس معاملہ میں ان کا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں جو حسن کا جوہر ہے وہ قابل تقسیم ہی نہیں۔ (قصیدۃ البردۃ مع شرحہا، ص111)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی اس مضمون کی عکاسی فرماتے ہوئے کتنے نفیس انداز میں فرمایا ہے کہ۔

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا ... کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

بہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسب اعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔ چنانچہ حضرات محدثین و مصنفین سیرت نے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ہر عضو شریفہ کے تناسب اور حسن و جمال کو بیان کیا ہے۔ (سیرت مصطفی ۵۶۲)

(785) وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوئِهِ، فَمِنْ نَاضِحٍ وَنَائِلٍ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وعليه حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، يَقُولُ يَمِينًا وَشِمَالًا: حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لَا يُمْنَعُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو مکہ کی وادی ابطح میں سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمہ میں دیکھا۔ حضرت بلال آپ کے وضو کا پانی لے کر نکلے کسی کو چھینٹے ملے اور کسی کو پانی تو نبی اکرم ﷺ نکلے جبکہ آپ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا گویا کہ میں اب بھی آپ (ﷺ) کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ حضرت بلال نے وضو کر کے اذان دی میں ان کے منہ کو دیکھتا کہ دائیں طرف حی علی الصلوٰۃ اور بائیں حی علی الفلاح کہہ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ کے لیے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی آپ کے سامنے سے کتے اور گدھے گزرتے رہے ان کو روکا نہ گیا۔ (متفق علیہ)

"اَلْعَنَزَةُ بِفَتْحِ النُّوْنِ: نَحْوُ الْعُكَّازَةِ.

اَلْعَنَزَةُ: نون پر زبر کے ساتھ چھوٹا نیزہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم، ج۲ص۱۰۰، رقم: ۳۵۶۶ صحیح مسلم، باب سترة المصلی، ج۲ص۵۶، رقم: ۱۱۴۷ السنن الکبری للبیهقی، باب الاجماع للصلاة فی السفر، ج۳ص۱۵۹، رقم: ۵۲۸۵ مصنف عبدالرزاق

باب استعمال اللملة ووضعه اصمعیه فی الذنبه، ج۱ص۳۹۷، رقم: ۱۸۰۹؛ المستدرک للحاکم، کتاب الطب، ج۶ص۲۱۲، رقم: ۵۰۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب ابن عبداللہ عامری ہے، آپ بہت نو عمر صحابی ہیں، حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے، ۷۴ھ کوفہ میں وصال ہوا۔

(مکے کے ابطح مقام) یہ جگہ جنت معلّٰی سے کچھ آگے منٰی کی جانب ہے جسے وادی مُحَصَّب اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے، اسی نسبت سے حضور کو ابطحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، ابطح کے معنی ہیں بجری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آجاتا ہو۔

(حضور کے وضوء کا پانی لیا) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں وضو کیا، غسالہ ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کرلیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے اور اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیوں کہ وہ پانی حضور کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہوگیا اور نورگر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکا دیتی ہے، حضور کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح وایمان مہکادے گا۔

اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی فصد لی اور خون بجائے پھینکنے کے پی لیا۔ خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے، حضور کا غسالہ متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے مشائخ کا جوٹا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخطط کپڑا مراد ہے یا سرخ سوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

یا فجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے، غالبًا یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔

(ایک نیزہ گاڑ دیا گیا) کیونکہ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۲، ص۲)

(786) وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، ج۴ص۱۳۷، رقم: ۴۲۰۸؛ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الثوب الاخضر

ج۵ص۱۱۹، رقم: ۲۸۱۲، سنن الکبری للنسائی، باب لبس الخضر من الثیاب ج۵ص۴۸۱، رقم: ۹۲۲۳، سنن الکبری للبیہقی باب ایجاب القصاص علی القاتل، ج۸ص۲۷، رقم: ۱۵۹۲۱، سنن الدارمی باب لا یواخذ احد بجنایۃ غیرہ ج۲ص۲۹، رقم: ۲۳۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہوگئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ (لمعات ومرقات واشعۃ اللمعات)

قمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۲،ص۲)

(787) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن سیاہ دستار باندھے مکہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ج۲ص۱۱۱، رقم: ۳۳۷۵، السنن الکبری للبیہقی باب الرخصۃ لمن دخلھا خائفا لحرب، ج۵ص۱۷۷، رقم: ۱۰۱۲۹، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۲۰، رقم: ۱۱۵، المعجم الاوسط، من اسمہ عبداللہ، ج۳ص۲۰۱، رقم: ۳۴۶۳، سنن ابو داؤد، باب فی العمائم، ج۴ص۹۰ رقم: ۴۰۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو حدود حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حدود حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصًا خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصًا محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (از مرقات مع زیادت) (مراۃ المناجیح، ج۲،ص۲)

(788) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ اَرْخٰی طَرَفَیْهَا بَیْنَ کَتِفَیْهِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید عمرو بن حریث ﷺ سے روایت ہے گویا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کے سر اقدس پر سیاہ دستار بندھی تھی، آپ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

اوران کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ نے سیاہ دستار لی ہوئی تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۱۳۵۸، الاداب للبیھقی، باب فی العمامۃ، ج۱ص۳۰۶، رقم: ۷۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی العمائم، ج۴ص۷۶، رقم: ۴۰۷۷، سنن ابن ماجہ باب لبس العمائم، ج۲ص۹۳۲، رقم: ۲۸۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی ارخاء العمامۃ بین الکتفین، ج۶ص۴۳۹، رقم: ۲۵۴۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ خطبہ ونماز عمامہ سے بہتر ہے۔ ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے، شملہ ضرور چاہیئے۔ چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے، اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶،ص۱۳۶)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ہمیشہ سرِ اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔ امام اہلسنّت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنتِ متواترہ دائمہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج۶،ص۲۰۸، ۲۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار، باب الراء، فصل رکعتان، الحدیث ۳۰۵۴، ج۱،ص۴۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز دس ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ (فردوس الاخبار، باب الصاد، الحدیث ۳۶۲۱، ج۲،ص۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر، حرف الھمزۃ، الحدیث ۱۸۱۷، ص۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الحدیث ۴۳۴۰، ج۸،ص۱۴۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔ (المستدرک، کتاب اللباس، باب اعتموا تزدادوا حلما، الحدیث ۷۴۸۸، ج۵،ص۲۷۲)

(۶) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دینگے اپنی عزت اتار دینگے۔

(فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ۴۱۱۱، ج ۲، ص ۹۱)

(۷) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب آداب التعمم، الحدیث ۴۱۹۰۶، ج ۱۵، ص ۲۰۵)

(۸) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (۷۰) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الجیم، الحدیث ۲۳۹۳، ج ۱، ص ۳۲۸)

حکایت

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کرکے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۱۵)

عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیحضرت مولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر پیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۲)

عمامہ کے آداب

(۱) عمامہ سات ۷ ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ ۱۲ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس تحت الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۴۸)

(۲) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ص ۱۸۲، بہار شریعت، حصہ ۱۶ عمامہ کا بیان، ج ۳، ص ۵۵)

(۳) عمامہ اتارتے وقت بھی ایک ایک کرکے پیچ کھولنا چاہیے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کرکے کھڑے کھڑے باندھے۔

(الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، باب التاسع فی اللباس ... الخ، ج ۵، ص ۳۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(789) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"السَّحُوْلِيَّة بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّهَا وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ: ثِيَابٌ تُنْسَبُ إِلَى سَحُوْلٍ: قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ "وَالْكُرْسُفُ: الْقُطْنُ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سحول کے بنے ہوئے تین سفید کپڑوں میں کفن دیے گئے۔ ان میں قمیص تھی نہ دستار۔ (متفق علیہ)

اَلسَّحُوْلِيَّةُ: سین پر زبر اور پیش اور حا پر پیش کے ساتھ، یمن کی ایک بستی کا نام سحول ہے اس کی طرف منسوب کپڑے کو کہتے ہیں۔ اَلْكُرْسُفُ: روئی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکفن بغیر قمیص، ج۱ص۴۰، رقم: ۱۲۷۱ صحیح مسلم، باب فی کفن المیت، ج۱ص۳۷۹، رقم: ۲۲۲۲ السنن الصغرٰی، باب التکفین والتحنیط، ج۱ص۳۳۳، رقم: ۱۰۵۸ المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ج۱ص۱۳۷، رقم: ۵۲۱ سنن ابوداؤد، باب فی الکفن، ج۳ص۱۶۸، رقم: ۳۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے، اونی یا ریشمیں کفن سنت کے خلاف ہے بلکہ مرد کے لیے ریشمیں کفن حرام ہے۔ یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قمیص مراد نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اتار لی گئی تھی، لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص، ازار اور لفافہ کہ وہاں کفن کی قمیص مراد ہے۔ عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ تھا، اس بناء پر مشائخ، علماء، صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے۔ واللہ اعلم! (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۸۵۹)

(790) وَعَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الْمِرْطُ بِكَسْرِ الْمِيْمِ: وَهُوَ كِسَاءٌ وَ"الْمُرَحَّلُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: هُوَ الَّذِي فِيْهِ صُوْرَةُ رِحَالِ الْإِبِلِ، وَهِيَ الْأَكْوَارُ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح اس طرح نکلے کہ آپ پر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی اس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔ اَلْمِرْطُ: میم پر زیر کے ساتھ بمعنی چادر۔ اَلْمُرَحَّلُ: حا مہملہ کے ساتھ وہ کپڑا جس میں کجاوے کی تصویریں بنی ہوں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ منه ج۲ص۱۲۵ رقم: ۵۵۲۶ الاداب للبیهقی، باب من اختار التواضع فی اللباس، ج۱ص۲۹۷ رقم: ۳۹۱ سنن ابوداؤد، باب فی لبس الصوف، ج۴ص۸۰، رقم: ۴۰۳۲

مصنف ابن ابی شیبۃ، فضائل علی بن ابی طالب، ج۱۲ص۷۲، رقم: ۳۲۷۱۵)

شرح حدیث: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی لکھتے ہیں:

اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ کپڑے پہنے۔ حدیث میں ہے کہ اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلت ہے اور آخرت میں نور ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس، ج۵، ص۳۳۳)

اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کملی ہوتی، مگر دل مخزن انوار الٰہی اور معدن اسرار نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے، بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباسہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقرا اور غربا کو کہاں ملیں، انھیں تو امرا اور رؤسا استعمال کرتے ہیں۔

فقہا اور حدیث کا مقصد غالباً ان بیش قیمت اونی کپڑوں سے پورا نہ ہوگا، بلکہ وہی معمولی دیسی کمبل جو کم وقعت سمجھے جاتے ہیں، ان کے استعمال سے وہ بات پوری ہوگی۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم (16) ص۴۱۶)

(791) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرٍ، فَقَالَ لِيْ: "اَمَعَكَ مَاءٌ"؟ قُلْتُ: نَعَمْ. فَنَزَلَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى اَخْرَجَهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ، ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: "دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر کے دوران ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے مجھے فرمایا کیا تیرے پاس پانی ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ سواری سے اترے اور چلتے رہے حتی کہ رات کی تاریکی میں چھپ گئے پھر آئے میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا تو آپ نے چہرہ دھویا آپ پر اونی جبہ تھا آپ اپنے بازوؤں کو اس میں سے نہ نکال سکے تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا پھر اپنے بازو دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا رہنے دو میں نے ان کو پاکی کی حالت میں پہنا تھا۔ اور ان کے اوپر مسح کر لیا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِيْ

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ پر تنگ آستینوں والا شامی جبہ تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ

غَزْوَةِ تَبُوْك. تبوک کا تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا ادخل رجلیہ وھما طاھرتان، ج۱ص۱۰۱، رقم:۲۰۶، صحیح مسلم، باب المسح علی الخفین، ج۱ص۱۵۸، رقم:۲۷۴، مسند امام احمد، حدیث المغیرۃ بن شعبۃ، ج۶ص۳۵۱، رقم:۱۸۲۲۱، سنن الدارمی، باب فی المسح علی الخفین، ج۱ص۱۹۴، رقم:۷۱۳، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب رخصۃ المسح لمن لبس الخفین علی الطھارۃ، ج۱ص۲۸۱، رقم:۱۲۴۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں۔

(آپ پر اونی جبہ تھا) پشمینہ اور اس کے لباس پہننا جو کہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے، اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے)۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غنیمتًا آیا ہوگا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے، ان کپڑوں پر خوامخواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے حیرہ کے حلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں، ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہد نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو۔

(تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا) نیچے قمیض اور تہبند بھی تھا، ورنہ بے پردگی ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکٹ اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے۔

پیشانی سے مراد سر کا اگلا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عمومًا پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے۔ چہارم سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ فرض اور وہ سنت۔ سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا، بلکہ اسے پکڑا تھا تاکہ گر نہ جائے، حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے۔ لہٰذا یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں۔ جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرا۔ (مرقاۃ)

(اور ان کے اوپر مسح کرلیا) یعنی پہلے وضو کرلیا، پھر موزے پہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوئے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ فرمایا موزے پہنتے وقت میرا پاؤں پاک تھے۔ یہ نہ فرمایا کہ میں باوضو تھا۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص۸۵۹)

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنت وجماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَیْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّیْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق وامیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی وامیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سنی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیثِ صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:۔ ((سِیْمَاهُمُ التَّحْلِیْقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قراءۃ الفاجر۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۷۵۶۲، ج ۴، ص ۵۹۹)

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

مسئلہ ۱: جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کرسکتا۔ (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ج ۱، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۲: عورتیں بھی مسح کرسکتی ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الثانی، ج ، ص ۳۶)

118- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِیْصِ

قمیص پہننا مستحب ہے

(792) عن اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا، قَالَتْ: کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصَ۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری قمیص تھی۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القمیص، ج ۴ص ۷۶، رقم ۴۰۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی نقمص

ج۳ص۲۲۰ رقم: ۱۷۶۲، سنن النسائی الکبری، باب لبس القمیص، ج۵ص۴۸۲ رقم: ۹۶۶۸)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ سِلا ہوا ہو یا بغیر سِلا لہذا بے سِلا تہبند بھی ثوب ہے اور سِلا ہوا پائجامہ کرتا بھی ثوب۔

قمیض سے مراد سوتی قمیض ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی اونی قمیض نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بو دیتی ہے۔ قمیض کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیض میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۸۵۹)

امامِ اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قمیض کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصہ و ردائہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الی انصاف الساقین۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲ / ۴۲۸)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔ (ت)

حاکم نے بتصحیح اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لبس قمیصا وکان فوق الکعبین۔

(المستدرک للحاکم کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۴ / ۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک ذرا لمبا تھا (ت)۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

کان لہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قمیص من قطن قصیر الطول قصیر الکم۔

(شعب الایمان حدیث ۶۲۶۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵ / ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔ (ت)

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بیسار برآں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ بود۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۴۴)

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ (ت)

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

انہا اخرجت جبۃ طیالسۃ کسروانیۃ لہا لبنۃ دیباج وفرجیہا مکفوفین بالدیباج۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/۱۹۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/۲۰۵)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم گھری ہوئی تھیں۔ (ت) (فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۵)

محبت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس وطعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین ..... الخ، الحدیث ۱۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کی کھانے

باب استعمال الاملة ووضعه اصبعیہ فی الذنیاء ج ۱ص ۲۹۷ رقم ۱۸۰۹ المستدرک للحاکم، کتاب الطب ج ۶ص ۲۱۲، رقم ۵۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب ابن عبداللہ عامری ہے، آپ بہت نو عمر صحابی ہیں، حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے، ۷۴ھ کوفہ میں وصال ہوا۔

(مکے کے ابطح مقام) یہ جگہ جنت معلٰی سے کچھ آگے منیٰ کی جانب ہے جسے وادی مُحَصَّبْ اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے، اسی نسبت سے حضور کو ابطحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، ابطح کے معنی ہیں بجری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آجاتا ہو۔

(حضور کے وضوء کا پانی لیا) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں وضو کیا، غسالہ ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کرلیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے اور اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیوں کہ وہ پانی حضور کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہوگیا اور نورگر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکا دیتی ہے، حضور کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح و ایمان مہکا دے گا۔

اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی فصد لی اور خون بجائے پھینکنے کے پی لیا۔ خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے، حضور کا غسالہ متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے مشائخ کا جوٹھا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخطط کپڑا مراد ہے یا سرخ سوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

یا فجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے، غالبًا یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔

(ایک نیزہ گاڑ دیا گیا) کیونکہ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲)

(786) وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَۃَ رِفَاعَۃَ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب ج ۴ص ۱۲۷، رقم ۴۲۰۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الثوب الاخضر

ج۵ص۱۱۹، رقم: ۲۸۱۲، سنن الکبرٰی للنسائی، باب لبس الخضر من الثیاب ج۵ص۴۸۱، رقم: ۹۶۲۳، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ایجاب القصاص علی القاتل، ج۸ص۲۷، رقم: ۱۵۹۲۱، سنن الدارمی، باب لا یواخذ احد بجنایۃ غیرہ، ج۲ص۲۹۰، رقم: ۲۳۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہوگئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ (لمعات و مرقات واشعۃ اللمعات)

قمیص اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالٰی فرماتا ہے: عٰلِیَھُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲)

(787) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن سیاہ دستار باندھے مکہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ج۲ص۱۱۱، رقم: ۳۳۷۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الرخصۃ لمن دخلھا خائفا لحرب، ج۵ص۱۷۷، رقم: ۱۰۱۲۹، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۲۰، رقم: ۱۱۵، المعجم الاوسط، من اسمہ عبداللہ، ج۳ص۲۲۱، رقم: ۳۷۶۲، سنن ابوداؤد، باب فی العمائم، ج۴ص۷۸، رقم: ۴۰۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو حدود حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حدود حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصًا خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصًا محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (از مرقات مع زیادت) (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲)

(788) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ، قَدْ اَرْخٰی طَرَفَیْھَا بَیْنَ کَتِفَیْہِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید عمرو بن حریث ﷜ سے روایت ہے گویا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کے سر اقدس پر سیاہ دستار بندھی تھی، آپ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔ (مسلم)

وَفِی رِوَایَةٍ لَہٗ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَیْہِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

اوران کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ نے سیاہ دستار لی ہوئی تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز دخول مکة بغیر احرام، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۱۳۵۸، الاداب للبیہقی، باب فی العمامة، ج۱ص۳۰۶، رقم: ۷۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی العمائم، ج۴ص۷۰، رقم: ۴۰۷۷، سنن ابن ماجه باب لبس العمائم، ج۴ص۱۹۲، رقم: ۳۸۲۱، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی ارخاء العمامة بین الكتفین، ج۶ص۴۳۹، رقم: ۲۵۴۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: کہ ایک یہ کہ خطبہ ونماز عمامہ سے بہتر ہے۔ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے،شملہ ضرور چاہیئے۔چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ،امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے،اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔(مراٰۃ المناجیح، ج۲،ص۱۳۶)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلم نے ہمیشہ سرِ اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔امام اہلسنّت،مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنتِ متواترہ دائمہ ہے۔(فتاوی رضویہ جدید، ج۶،ص۲۰۸،۲۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار، باب الراء، فصل رکعتان، الحدیث ۳۲۳۳، ج۱،ص۴۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز دس ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔(فردوس الاخبار، باب الصاد، الحدیث ۳۶۲۱، ج۲،ص۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر، حرف الھمزۃ، الحدیث ۱۸۱۷،ص۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الحدیث ۴۳۴۰، ج۸،ص۱۴۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔(المستدرک، کتاب اللباس، باب اعتموا تزدادوا حلما، الحدیث ۷۴۸۸، ج۵،ص۲۷۲)

(۶) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دینگے اپنی عزت اتار دینگے۔

(فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ۴۱۱۱، ج۲، ص۹۱)

(۷) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب آداب التعمم، الحدیث ۴۱۹۰۶، ج۱۵، ص۲۰۵)

(۸) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (۷۰) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الجیم، الحدیث ۲۳۹۳، ج۱، ص۳۲۸)

حکایت

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج۶، ص۲۱۵)

عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر پیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج۱، ص۱۴۴)

عمامہ کے آداب

(۱) عمامہ سات ۷ ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ ۱۲ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس تحت الحدیث ۴۳۴۰، ج۸، ص۱۴۸)

(۲) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج۲۲، ص۱۸۲، بہار شریعت، حصہ ۱۶ عمامہ کا بیان، ج۳، ص۵۵)

(۳) عمامہ اتارتے وقت بھی ایک ایک کر کے پیچ کھولنا چاہیے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے باندھے۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، باب التاسع فی اللباس ... الخ، ج۵، ص۳۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(789) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"السَّحُوْلِيَّة بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّهَا وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ: ثِيَابٌ تُنْسَبُ اِلٰى سَحُوْلٍ: قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ "وَالْكُرْسُفُ: الْقُطْنُ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سحول کے بنے ہوئے تین سفید کپڑوں میں کفن دیے گئے۔ ان میں قمیص تھی نہ دستار۔ (متفق علیہ)

اَلسَّحُوْلِيَّةُ: سین پر زبر اور پیش اور حا پر پیش کے ساتھ، یمن کی ایک بستی کا نام سحول ہے اس کی طرف منسوب کپڑے کو کہتے ہیں۔ اَلْكُرْسُفُ: روئی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکفن بغیر قمیص، ج۱ص۴۲۲، رقم: ۱۲۷۱ صحیح مسلم، باب فی کفن المیت، ج۱ص۳۷۹ رقم: ۲۲۲۲ السنن الصغری، باب التکفین والتحنیط، ج۱ص۳۳۳ رقم: ۱۰۵۸ المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ج۱ص۱۳۷ رقم: ۵۲۱ سنن ابوداؤد، باب فی الکفن، ج۳ص۱۶۸، رقم: ۳۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے، اونی یا ریشمیں کفن سنت کے خلاف ہے بلکہ مرد کے لیے ریشمیں کفن حرام ہے۔ یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قمیص مراد نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اتار لی گئی تھی، لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص، ازار اور لفافہ کہ وہاں کفن کی قمیص مراد ہے۔ عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ تھا، اس بناء پر مشائخ، علماء، صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے۔ واللہ اعلم! (مراٰۃ المناجیح، ج۲، ص۸۵۹)

(790) وَعَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَّعَلَيْهِ مِرْطٌ مُّرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْمِرْطُ بِكَسْرِ الْمِيْمِ: وَهُوَ كِسَاءٌ وَّ"الْمُرَحَّلُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: هُوَ الَّذِيْ فِيْهِ صُوْرَةُ رِحَالِ الْاِبِلِ، وَهِيَ الْاَكْوَارُ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح اس طرح نکلے کہ آپ پر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی اس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔ اَلْمِرْطُ: میم پر زیر کے ساتھ بمعنی چادر۔ اَلْمُرَحَّلُ: حا مہملہ کے ساتھ وہ کپڑا جس میں کجاوے کی تصویریں بنی ہوں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ منه ج۲ص۱۲۵ رقم: ۵۵۲۶ الاداب للبیهقی، باب من اختار التواضع فی اللباس، ج۱ص۲۹۳ رقم: ۳۹۱ سنن ابوداؤد، باب فی لبس الصوف، ج۴ص۸۰، رقم: ۴۰۳۲

مصنف ابن ابی شیبۃ، فضائل علی بن ابی طالب، ج۱۲، ص۷۶، رقم: ۳۲۷۱۵)

شرحِ حدیث: صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی لکھتے ہیں:

اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کپڑے پہنے۔ حدیث میں ہے کہ اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلت ہے اور آخرت میں نور ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس، ج۵، ص۳۳۳)

اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کملی ہوتی، مگر دل مخزن انوارِ الٰہی اور معدن اسرار نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے، بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباسہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقرا اور غربا کو کہاں ملیں، انھیں تو امرا اور رؤسا استعمال کرتے ہیں۔

فقہا اور حدیث کا مقصد غالباً ان بیش قیمت اونی کپڑوں سے پورا نہ ہوگا، بلکہ وہی معمولی دیسی کمبل جو کم وقعت سمجھے جاتے ہیں، ان کے استعمال سے وہ بات پوری ہوگی۔ (بہارِ شریعت حصہ شانزدہم (16) ص۴۱۶)

(791) وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ، فَقَالَ لِي: "أَمَعَكَ مَاءٌ؟" قُلْتُ: نَعَمْ. فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: "دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر کے دوران ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے مجھے فرمایا کیا تیرے پاس پانی ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ سواری سے اترے اور چلتے رہے حتی کہ رات کی تاریکی میں چھپ گئے پھر آئے میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا تو آپ نے چہرہ دھویا آپ پر اونی جبہ تھا آپ اپنے بازوؤں کو اس میں سے نہ نکال سکے تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا پھر اپنے بازو دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا رہنے دو میں نے ان کو پاکی کی حالت میں پہنا تھا۔ اور ان کے اوپر مسح کر لیا۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ: وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ. وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِي

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ پر تنگ آستینوں والا شامی جبہ تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ

غَزْوَةِ تَبُوْكَ. تبوک کا تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا ادخل رجلیہ وھما طاھرتان، ج۱ص۸۱، رقم: ۲۰۶ صحیح مسلم، باب المسح علی الخفین، ج۱ص۱۵۸، رقم: ۲۷۴ مسند امام احمد، حدیث المغیرۃ بن شعبۃ، ج۶ص۳۰۱، رقم: ۱۸۲۲۱ سنن الدارمی، باب فی المسح علی الخفین، ج۱ص۱۹۴، رقم: ۷۱۳ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب رخصۃ المسح لمن لبس الخفین علی الطہارۃ، ج۱ص۲۸۱، رقم: ۱۳۴۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں۔

(آپ پر اونی جبہ تھا) پشمینہ اور انکے لباس پہننا جو کہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے، اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے)۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غنیمتًا آیا ہوگا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے، ان کپڑوں پر خواہ مخواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے حیرہ کے حلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں، ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہد نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو۔

(تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا) نیچے قمیض اور تہبند بھی تھا، ورنہ بے پردگی ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکٹ اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے۔

پیشانی سے مراد سر کا اگلا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عمومًا پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے۔ چہارم سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ فرض اور وہ سنت۔ سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا، بلکہ اسے پکڑا تھا تاکہ گر نہ جائے، حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے۔ لہذا یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں۔ جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرا۔ (مرقاۃ)

(اور ان کے اوپر مسح کرلیا) یعنی پہلے وضو کرلیا، پھر موزے پہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوئے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ فرمایا موزے پہنتے وقت میرا پاؤں پاک تھے۔ یہ نہ فرمایا کہ میں باوضو تھا۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۸۵۹)

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنت وجماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَيْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّيْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق وامیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی وامیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

(غنية المستملي، فصل في المسح على الخفين، ص ۱۰۴)

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سُنی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیثِ صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:۔ ((سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

(صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قراءة الفاجر...الخ، الحديث: ۷۵۶۲، ج ۴، ص ۵۹۹)

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

(غنية المستملي، فصل في المسح على الخفين، ص ۱۰۴)

مسئلہ ۱: جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کرسکتا۔ (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين، ج ۱، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۲: عورتیں بھی مسح کرسکتی ہیں۔ (الفتاوى الهندية، الباب الخامس في المسح على الخفين، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۶)

118- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِيْصِ

قمیص پہننا مستحب ہے

(792) عن أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری قمیص تھی۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القمیص، ج ۴ ص ۷۶، رقم ۴۰۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی لقمص

ج۳ص۲۲۲، رقم: ۱۷۶۲، سنن النسائی الکبری، باب لبس القمیص، ج۵ص۴۸۲ رقم: ۹۶۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا پائجامہ کرتا بھی ثوب۔

قمیض سے مراد سوتی قمیض ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی اونی قمیض نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بو دیتی ہے۔ قمیض کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیض میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۸۵۹)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قمیض کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

كان ذيل قميصه وردائه صلى الله تعالى عليه وسلم الى انصاف الساقين ـ

(المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲ / ۴۲۸)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔ (ت)

حاکم نے بتصحیح اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لبس قميصا وكان فوق الكعبين ـ

(المستدرک للحاکم کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۴ / ۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک ذرا لمبا تھا (ت)۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

كان له صلى الله تعالى عليه وسلم قميص من قطن قصير الطول قصير الكم ـ

(شعب الایمان حدیث ۶۲۶۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵ / ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔ (ت)

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بسیار بر آں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ بود۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۴۴)

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ (ت)

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

انها اخرجت جبة طيالسة كسروانية لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/۱۹۰، وسنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/۲۰۵)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم گھری ہوئی تھیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۵)

محبت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس وطعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین ...... الخ، الحدیث ۱۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی کھانے

کی دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کررہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الدبا، الحدیث ۵۴۳۳، ج ۳، ص ۵۳۶)

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے، مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں یہ سنکر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَاِلَّا لَاَقْتُلَنَّكَ تجدید ایمان کر، ورنہ تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

(الشفا للقاضی، باب الثانی، فصل فی علامۃ محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۵۱)

119- بَابُ صِفَةِ طُوْلِ الْقَمِيْصِ وَالْكُمِّ وَالْإِزَارِ وَطَرَفِ الْعِمَامَةِ وَتَحْرِيْمِ اِسْبَالِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهٖ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ

قمیص آستین اور ازار کی لمبائی اور عمامے کا کنارہ ان میں سے کوئی چیز تکبر کے طور پر لٹکائے تو حرام ہے اور بغیر تکبر لٹکائے تو مکروہ ہے

(793) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین ہاتھ کی کلائی کے جوڑ تک تھی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القمیص، ج ۴ ص ۷۶، رقم: ۴۰۲۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اقلمص ج ۳ ص ۲۲۸، رقم: ۱۷۶۵، سنن النسائی الکبریٰ، باب لبس القمیص، ج ۵ ص ۴۸۱، رقم: ۹۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لہذا سنت یہ ہی ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیص کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیص کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ شلوکے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۸۵۹)

(794) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ

حضرت ابن عمر ﷞ سے روایت ہے کہ نبی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ إِزَارِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ.

اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا کپڑا تکبر کے طور پر زمین پر گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے' لیکن اگر میں اس کا خیال رکھوں تو' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں جو یہ تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا اور مسلم نے اس کی بعض حصہ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جر ازارہ غیر خیلاء، ج۴،ص۱۴۱، رقم: ۵۷۸۴، صحیح مسلم، باب تحریم جر الثوب خیلاء، ج۳ص۱۶۵۱، رقم: ۲۰۸۵، الاداب للبیھقی، باب فی اسبال الازار، ج۱ص۳۰۲، رقم: ۵۰۸، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی اسبال الازار، ج۴ص۹۵، رقم: ۴۰۸۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی جر ذیول النساء، ج۳ص۲۲۳، رقم: ۱۷۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کپڑے سے مراد تہبند یا پائجامہ ہے اور نیچے سے مراد ٹخنوں کے نیچے ہے۔ تکبراً فرما کر اشارہ کیا گیا کہ فیشن یا فخر کے لیے یہ حرکت مکروہ تحریمی ہے، بے خیالی میں نیچے ہو جانا اتنا سخت ممنوع نہیں جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ غرضیکہ ان قیود سے بہت مسائل معلوم ہوئے۔

(نظر رحمت نہیں فرمائے گا) یعنی نظر رحمت، نظر کرم و عنایت نہ فرمائے گا۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی۔

(یارسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے) یعنی میں خود تو نہیں لٹکاتا بلکہ تہبند خود ہی لٹک جاتا ہے شکم کسی قدر بھاری ہے اس لیے پیٹ سے سرک جاتا ہے نہ ارادہ ہے نہ غرور۔

(تم ان میں سے نہیں جو یہ تکبر سے ایسا کرتے ہیں) یعنی ہم نے تکبر و غرور سے تہبند نیچا رکھنے سے ممانعت کی ہے تم کو غرور سے دور کا بھی تعلق نہیں اور پھر قصداً لٹکاتے بھی نہیں لہٰذا تم اس حکم کی زد میں نہیں آتے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۴۱۴)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں اپنا کپڑا لٹکانے کے متعلق فرماتے ہیں:

اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے۔

لاباس بہ کما یرشدک الیہ التقیید بالبطر والمخیلۃ۔

تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسا کہ اس کی طرف البطر والمخیلۃ (اترانا اور تکبر کرنا) کی قید لگانا تمھاری راہنمائی کر رہا ہے۔ (ت)

حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میری ازار ایک جانب سے

لٹک جاتی ہے۔ فرمایا: تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو۔

اخرج البخاری فی صحیحہ قال حدثنا احمد بن یونس فذکر باسنادہ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من جرثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ فقال ابوبکر یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احد شقی ازاری یسترخی الا ان اتعاھد ذلک منہ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لست ممن یصنعہ خیلاء اھ قلت وبنحوہ روی ابوداؤد والنسائی۔ (صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۰)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج فرمائی۔ فرمایا ہم سے احمد ابن یونس نے بیان کیا۔ پھر اس کی اسناد سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: جس شخص نے ازراہ تکبر کپڑا لٹکایا اور نیچے گھسیٹا تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! میرا تہبند ایک طرف نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی پوری حفاظت کرتا ہوں (یعنی حفاظت میں ذرا سی کوتاہی یا لاپروائی ہو جائے تو تہبند ایک طرف لٹک جاتا ہے) آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو طرز تکبر سے ایسا کرتے ہیں (یعنی علت تکبر نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے ازار کے لٹک جانے سے کوئی حرج نہیں قلت (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔ (ت)

حدیث بخاری ونسائی میں کہ: ما اسفل الکعبین من الازار ففی النار۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱)

ازار کا جو حصہ لٹک کا ٹخنوں سے نیچے ہو گیا وہ آگ میں ہوگا۔ (ت)

اور حدیث طویل مسلم وابوداؤد میں:

ثلثۃ لایکلمھم اللہ یوم القیمۃ ولاینظر الیھم ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال لازار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۱) (سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹)

تین شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے قیامت کے دن نہ تو انھیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱) ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنے اسباب کو رائج کرنیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے) (ت)

علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر

علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں:

فی الفتاوٰی العالمگیری اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب۔ (فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے مرد کا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔(ت)

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولٰی، نہ حرام مستحق وعید، اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پائچے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

روی ابو داؤد فی سننہ قال حدثنا مسدد نا یحیٰی عن محمد بن ابی یحیٰی حدثنی عکرمۃ انہ رای ابن عباس یاتزر فیضع حاشیۃ ازارہ من مقدمہ علی ظہر قدمہ ویرفعہ مؤخرہ قلت لم تاتزر ھذہ الازارۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتزرھا قلت ورجال الحدیث کلھم ثقات عدول ممن یروی عنھم البخاری کما لایخفی علی الفطن الماھر بالفن۔

(سنن ابی داود کتاب اللباس باب ما جاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰)

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے یحیٰی نے اس نے محمد بن ابی یحیٰی سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے۔ میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام راوی ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں۔ ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ذہین۔ فہیم اور ماہر فن پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم شود کہ بلند داشتن ازار از جانب پس کافی ست درعدم اسبال۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس فصل ۳ مکتبہ نوری رضویہ سکھر پاکستان ۳/۵۵۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کو پچھلی جانب یعنی ٹخنوں کی طرف سے اونچا اور بلند رکھنا عدم اسبال (یعنی نہ لٹکانا) میں کافی ہے۔اھ(ت)

ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ نصف ساق تک پائچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پرانوار سید الابرار صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم یہیں تک ہوتی تھی۔

فی صحیح مسلم حدثنی ابوالطاھر قال انا ابن وھب قال اخبرنی عمر بن محمد عن عبداللہ ارفع ازارک فرفعتہ ثم قال زد فزدت فمازلت اتحرھا بعد فقال بعض القوم الی این فقال انصاف الساقین ۱؎ وفی حدیث ابی سعیدن الخدری مما رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ازارۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ ۲؎ الحدیث

(۱؎ صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم جرالثوب خیلاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۹۵) (۲؎ سنن ابن ماجہ کتاب اللباس موضع الازار این ہو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴)

صحیح مسلم شریف میں ہے: مجھ سے ابوطاہر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے ابن وہب نے بتایا، اس نے کہا مجھے عمر بن محمد نے حضرت عبداللہ کے حوالے سے بتایا (ان سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا) اپنا ازار اوپر کیجئے، میں نے اوپر کیا۔ پھر فرمایا مزید اوپر کیجئے، پھر اس کے بعد ہمیشہ میں اسے کھینچتا رہا، پھر لوگوں نے پوچھا آپ کس حد تک اوپر کرتے رہے؟ ارشاد فرمایا دو پنڈلیوں کے نصف تک۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی حدیث میں آیا ہے جو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت فرمائی۔ راوی نے فرمایا مین نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ مسلمانوں کا تہبند دونوں پنڈلیوں کے نصف تک ہونا چاہیے۔ الحدیث (ت)

امام نووی فرماتے ہیں:

فالمستحب نصف الساقین والجائز بلا کراھۃ ماتحتہ الی الکعبین فی الفتاوٰی العالمگیریۃ ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق واللہ تعالٰی اعلم۔

(شرح الصحیح المسلم للنووی کتاب اللباس باب تحریم جر الثواب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۹۵) (فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۳)

مستحب ہے کہ ازار (تہبند) پنڈلیوں کے نصف تک ہو اور بغیر کراہت جائز ہے کہ نیچے ٹخنوں تک ہو، اور فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے کہ مناسب ہے کہ ازار ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہو، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۴)

(795) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا مُتَّفَقٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا جس نے اپنا تہبند تکبر سے

عَلَيْهِ. کھینچا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، ج۷ص۱۴۱، رقم: ۵۷۸۸ صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ، ج۱۲ص۲۶۳، رقم: ۵۴۴۷ موطأ امام مالک، باب ما جاء فی اسبال الرجل ثوبہ، ج۲ص۱۳۳۱، رقم: ۳۳۸۹ سنن ترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ جر الازار، ج۳ص۲۲۲، رقم: ۱۷۳۰ مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، ج۱۰ص۱۲۹، رقم: ۵۷۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عرب کے رئیس لوگ شیخی میں تہبند بہت نیچا رکھتے تھے جیسے ہمارے ہاں گاؤں کے چوہدری بہت نیچے باندھتے ہیں جو زمین پر گھسٹتے ہی نجس ہو جاتے ہیں ان کے متعلق یہ وعید ہے اسی لیے بطرًا کی قید لگائی گئی، اگر بغیر فخر کے تہبند نیچا ہو تو یہ وعید نہیں، ہاں سنت یہ ہے کہ مرد کا تہبند یا پاجامہ ٹخنہ سے اوپر رہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۵۸)

(796) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تہ بند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہے آگ میں ہے۔ (انجام کے اعتبار سے)۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، ج۷ص۱۴۱، رقم: ۵۷۸۷ مسند امام احمد مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۶۱، رقم: ۹۹۳۶ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب موضع الازار این ھو، ج۵ص۱۶۷، رقم: ۲۴۸۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے تہبند جہنمیوں کا لباس ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ حصہ تہبند کا دوزخ میں جائے گا اس شخص کو ساتھ لے کر، یہ مطلب نہیں کہ تہبند تو دوزخ میں جاوے اور یہ متکبر سیدھا جنت میں، یہاں بھی تکبر شیخی فیشن کے لیے تہبند نیچا رکھنا مراد ہے۔ گزشتہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں اور یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کو ٹخنہ کے نیچے تہبند رکھنا چاہیے تا کہ ان کی پنڈلی کا کوئی حصہ حتی کہ ٹخنہ بھی نہ کھلے کہ یہ ستر عورت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۶۱)

(797) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيمَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا! مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ روزِ حشر کلام فرمائے گا نہ نظر رحمت ان کی طرف فرمائے گا اور نہ ان کو ستھرا فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو خسارے میں پڑے اور نامراد ہوئے وہ کون ہیں؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چادر لٹکانے والے، احسان جتانے والے اور جھوٹی قسم

کے ساتھ مال بکوانے والے۔ (مسلم)

وَفِی رِوَایَةٍ لَّهُ: "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهُ۔

اور ان کی ایک اور روایت میں ہے "اپنے تہبند کو لٹکانے والے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار، ج۱ص۷۱، رقم: ۳۰۶ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراھیة الیمین فی البیع، ج۵ص۲۶۵، رقم: ۱۰۶۷۲ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی اسبال الازار، ج۴ص۱۰۰، رقم: ۴۰۸۹ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی کراھیة الایمان فی الشراء والبیع، ج۳ص۳۳، رقم: ۲۲۰۸ سنن الدارمی، باب فی الیمین الکاذبة، ج۲ص۳۳۵، رقم: ۲۶۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلام سے مراد محبت کا کلام ہے، دیکھنے سے مراد کرم کا دیکھنا ہے اور پاک فرمانے سے مراد گناہ بخشنا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں پر یہ تینوں کرم ہوں گے مگر ان تین قسم کے لوگ ان تینوں عنایتوں سے محروم رہیں گے لہذا ان سے بچتے رہو۔ یعنی جو فیشن کے لیے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ تہبند استعمال کریں جیسے آجکل جاہل چودھریوں کا طریقہ ہے اور جو کسی کو کچھ صدقہ وخیرات دے کر ان کو طعنے دیں، احسان جتائیں، لوگوں میں انہیں بدنام کردیں کہ فلاں آدمی ہمارا دست نگر رہ چکا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دے کر مال فروخت کریں۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۲۰۱)

(798) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْاِسْبَالُ فِی الْاِزَارِ، وَالْقَمِیْصِ، وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ شَیْئًا خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لٹکانا تہبند، قمیص، پگڑی سب میں ہوتا ہے، جس نے ان میں کسی شے کو بطورِ تکبر لٹکایا قیامت کے روز اللہ تعالٰی اس کی طرف نظر کرم نہیں فرمائے گا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی قدر موضع الازار، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۴۰۹۴ سنن الکبرٰی للنسائی، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر عبدالرحمن بن یعقوب، ج۵ص۴۹۱، رقم: ۹۷۰۸ سنن ابن ماجه، باب طول القمیص کم هو ج۲ص۱۱۸۴، رقم: ۳۵۷۶ مصنف ابن ابی شیبة، باب فی طول القمیص کم هو، ج۸ص۲۰۸، رقم: ۲۵۳۳۹)

شرح حدیث: متکبّرین کی مذمت

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک ہر گز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہر گز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ (پ15، بنی اسرائیل: 37)

سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، الحدیث: ۲۶۵، ص ۶۹۳)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں خبر نہ دوں ہر سرکش، اکڑ کر چلنے والا اور بڑائی چاہنے والا جہنمی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الکبر، الحدیث: ۶۰۷۱، ص ۵۱۳)

سرکارِ مدینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، الحدیث: ۵۴۵۴، ص ۱۰۵۱ ثوبہ بدلہ ازارہ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ایک شخص اپنے کپڑوں میں اِتراتا ہوا سر اکڑا کر چل رہا تھا کہ اللہ عزوجل نے اسے زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، الحدیث: ۵۷۸۹، ص ۴۹۴)

(799) وَعَنْ اَبِیْ جُرَیٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَاَیْتُ رَجُلًا یَّصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَّاْیِهٖ، لَا یَقُوْلُ شَیْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ. قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - مَرَّتَیْنِ - قَالَ: "لَا تَقُلْ: عَلَیْكَ السَّلَامُ، عَلَیْكَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی، قُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ" قَالَ: قُلْتُ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ، وَاِذَا اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ اَنْبَتَهَا لَكَ، وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ، فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَیْكَ" قَالَ: قُلْتُ: اعْهَدْ اِلَیَّ. قَالَ: "لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا" قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا، وَّلَا عَبْدًا، وَّلَا بَعِیْرًا، وَّلَا شَاةً. "وَلَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا، وَاَنْ تُكَلِّمَ

حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عملدرآمد کرتے۔ وہ جو کچھ کہتے لوگ کر گزرتے میں نے کہا یہ کون ہے لوگوں نے بتایا یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ میں نے: علیک السلام یارسول اللہ دوبار کہا: آپ نے فرمایا: علیک السلام نہ کہہ یہ مُردوں کا سلام ہے' السلام علیک کہو۔ کہتے ہیں میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تم کو مصیبت پہنچے تو اس سے دعا کرتے ہو تو وہ اس کو کھول دیتا ہو اور جب تجھ کو قحط سالی آتی ہے' تو اس سے دعا کرتے ہو تو وہ اس کو تمہارے لیے سرسبز کر دیتا ہے اور جب صحرا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے' تو اس سے دعا کرتے ہو وہ اس کو تجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہا مجھ سے وعدہ لے لیں فرمایا کسی کو گالی نہ دینا۔ اس

آتَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ، إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ. وَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ، وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ، فَإِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

کے بعد میں نے کسی آزاد غلام اونٹ' بکری کسی کو گالی نہیں دی۔ اور آپ نے فرمایا: بھلائی کے کسی کام کو حقیر نہ سمجھ اس بات کو بھی حقیر نہ سمجھ کہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے بات کرے یقیناً یہ بھلائی کے کاموں میں سے ہے۔ اور اپنی چادر نصف پنڈلی تک اٹھا رکھ اگر ایسا نہ ہو تو ٹخنوں تک اور اس سے نیچے لٹکانے سے بچ کیونکہ یہ تکبر کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ یقیناً تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔ اور اگر تم کو کوئی آدمی گالی دے یا اپنی بات سے عیب بیان کرے جسے تو جانتا ہے' تو اس کو ایسی بات سے عیب والا نہ کہہ تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا' اسناد صحیح کے ساتھ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیة ان یقول علیك السلام، ج۴ص۳۰۲، رقم: ۵۲۰۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیة ان یقول علیك السلام مبتدئا، ج۵ص۷۲، رقم: ۲۷۲۲ الاداب للبیھقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ج۱ص۷۰، رقم: ۱۲۳ مسند ابن ابی شیبة، حدیث الحسن بن علی رضی اللہ عنھما، ص۸۲، رقم: ۶۹۲ الاحاد والمثانی، من اسمه ابوجری الھجیمی، ج۲ص۳۹۲، رقم: ۱۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے، بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے مگر یہ غلط ہے، صحابی ہیں مگر بہت ہی کم احادیث آپ سے مروی ہیں، دیہات کے رہنے والے تھے، کام کے لیے کبھی مدینہ پاک آتے تھے اس بار جو آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات نصیب ہوا جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے۔

(مگر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں) یعنی آپ کی ہر بات مانتے ہیں وجہ نہیں پوچھتے۔ صَدَرُوْا صدور سے بنا جس کے معنے ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا۔

(لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں) یعنی میں نے امراء حکام اور بادشاہوں کے خدام بھی دیکھے مگر کسی کے خدام ایسے بندہ بے دام نہ پائے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے اعلیٰ ہیں اس لیے تعجب سے پوچھا۔

(میں نے دوبارہ عرض کیا علیہ السلام یارسول اللہ) مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا۔ معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں بعض جہلاء بھیا سلام، ابا سلام کہتے ہیں، یا

آداب عرض، تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیئے۔

(کیونکہ علیہ السلام مُردوں کا آپس میں سلام ہے) اس جملہ کے بہت سے معنے کئے گئے ہیں: ایک یہ کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو علیہ السلام کہو مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی السلام علیکم کہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار عرب قبرستان جا کر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیہ السلام کہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ علیہ السلام کہنا مردوں کے لیے مناسب ہے زندے سلام تو السلام علیکم سے کریں اور جواب میں وعلیکم السلام بولیں۔ واللہ اعلم! فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے۔

(بلکہ کہو السلام علیہ) یعنی جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیہ کہو یا ہم سے ملاقات کے وقت تحیت کے لیے یہ کہو درود شریف کے موقعہ پر صلوۃ وسلام جمع کر کے کہو، رب تعالیٰ فرماتا ہے: صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

(میں اس سے دعا کردوں تو تم پر اگا دے) مرقات نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے متکلم کے ہیں اور اَلَّذِی رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مصیبتیں ٹالتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ تینوں صیغے مخاطب کے ہوں اور اَلَّذِی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو یعنی میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو مصیبتوں میں میرے وسیلہ سے اس سے دعائیں کرے تو پروردگار تیری آفتیں ٹال دے۔ (مرقات) وسیلہ کی اس لیے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی پہچان کرا رہے ہیں وہ خدا کو تو پہلے ہی پہچانتا تھا۔ فقیر کے نزدیک پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل مقصود ہے۔

(اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے) دوسرے معنے کی بنا پر اس حدیث سے ثابت یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد سے خبردار ہیں اور انہیں دعائیں دیتے رہے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔

(غلام اور اونٹ اور بکری کو گالی نہ دی) اگر سَبٌّ سے مراد فحش گالی ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان فحش گو نہیں ہوتا اور اگر برا کہنا مراد ہے تو اگرچہ بعض وقت کسی کو برا کہنا جائز تو ہوتا ہے مگر اس سے بچنا بہتر، ان صحابی نے اس بہتر پر عمل کیا۔

(کسی اچھی بات کو حقیر نہ جاننا) یعنی اگر خدا تجھے تھوڑی نیکی کی بھی توفیق دے تو اسے کر گزر اور خدا کا بہت شکر کر، موقع کو غنیمت جان کہ کبھی تھوڑی نیکی سے ہی نجات ہوجائے گی اور شکر کی توفیق سے آئندہ بڑی نیکیاں بھی نصیب ہوجائیں گی۔

(اگر نہ مانو تو ٹخنوں تک) یہ حکم مرد کے لیے ہے کہ اسے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ یا تہبند رکھنا بطریق تکبر حرام ہے ورنہ

پرواہی سے خلاف اولیٰ مگر آج کل آدھی پنڈلی تک کے پاجامے وہابیوں کی علامت ہیں جیسے ہمیشہ سر منڈانا لہذا ٹخنوں کے اوپر رکھے، عورتوں کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے چاہیئے۔

(ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو) یہ انتہائی حسن اخلاق کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے تو تم اس کے عیب نہ کھولو کسی نے کیا مزے کا شعر کہا۔ شعر

بدی را بدی سہل باشد جزاء | اگر مردے احسن الی من اساء

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بدنصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنت الہیہ ہے، دیکھو ولید ابن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو رب تعالیٰ جو ستار عیوب ہے سورہ نون میں اس کے دس عیب کھولے حتی کہ اخیر میں فرمایا: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کہ وہ حرام کا تخم ہے لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں۔ اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال۔

خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے مگر دینی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے۔ محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کرجاتے ہیں غیبت یا عیب لگانے کے لیے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کے لیے کہ اس کے راویوں میں چونکہ فلاں عیب ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے فضائل اعمال میں کام آئے گی، احکام میں کام نہ دے گی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ص ۱۴۴)

(800) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مسبلٌ إِزَارَهُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: "اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا لَكَ اَمَرْتَهُ اَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ، قَالَ: "اِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ" رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس نے چادر (ٹخنوں کے نیچے) لٹکا رکھی تھی۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ وضو کر اس نے جا کر وضو کیا۔ پھر آیا تو آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کر اس پر آپ ﷺ سے کسی آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا پھر آپ اس کے متعلق خاموش رہے۔ فرمایا: اس نے چادر لٹکا کر نماز پڑھی تھی اور اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتا جو چادر لٹکانے والا ہے۔ اسے ابوداؤد نے شرط مسلم کے مطابق صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الاسبال فی الصلاۃ ج ۱ص ۲۴۳، رقم: ۶۳۸، السنن الکبری للبیہقی باب کراھیۃ

اسبال الازار فی الصلاۃ، ج۱ص۲۲۱، رقم: ۲۲۲۱، مجمع الزوائد للھیثمی، باب فی الازار وموضعہ، ج۵ص۲۱۸، رقم: ۸۵۲۱، مسند امام احمد، مسند حیۃ التمیمی رضی اللہ عنہ، ج۶ص۱۶۷، رقم: ۱۷۶۶۹، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۶۱، رقم: ۸۶۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فیشن اور تکبر کے طریقہ پر اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا جیسا کہ آج کل چوہدریوں کا پہناوا ہے یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اگر فیشن سے نہ ہو تو مضائقہ نہیں، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ کے پیٹ پر تہبند رکتا نہ تھا ڈھلک جاتا تھا جس سے ٹخنوں کے نیچے ہو جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا فرمایا تم فیشن والے متکبرین میں سے نہیں ہو، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہاں وضو کا حکم دینا اس لئے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دے دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لیے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا، ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو، ہاتھ پاؤں دھلنے سے دل غرور و تکبر سے دھل جائے۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں پاک کپڑوں میں رہنا، پاک بستر پر سونا ہمیشہ باوضو رہنا دل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۱ص۱۸۷)

(801) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرٍ التَّغْلِبِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي - وَكَانَ جَلِيسًا لِأَبِي الدَّرْدَاءِ - قَالَ: كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَكَانَ رَجُلًا مُتَوَحِّدًا قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ، إِنَّمَا هُوَ صَلَاةٌ، فَإِذَا فَرَغَ فَإِنَّمَا هُوَ تَسْبِيحٌ وَتَكْبِيرٌ حَتَّى يَأْتِيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِي يَجْلِسُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ إِلَى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيْتَنَا حِينَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ، فَحَمَلَ فُلَانٌ وَطَعَنَ، فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّي، وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ،

حضرت قیس بن بشر تغلبی کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی اور وہ حضرت ابوالدرداء کے پاس بیٹھنے والے تھے کہتے ہیں اور دمشق میں ایک اور نبی اکرم ﷺ کے صحابی رہتے تھے ان کو حضرت سہل ابن حنظلہ کہتے تھے وہ تنہا رہنے والے آدمی تھے لوگوں کے ساتھ وہ تعلق کم رکھتے وہ نماز پڑھتے۔ جب فارغ ہوتے تو تسبیح و تکبیر کہتے رہتے حتیٰ کہ گھر چلے جاتے وہ ہمارے پاس سے گزرے ہم حضرت ابوالدرداء کے پاس تھے۔ ان سے حضرت ابودرداء نے کہا کہ کوئی بات کہہ دیں جو ہمارے لیے نفع بخش ہو اور آپ کے لیے نقصان کا سبب نہ بنے۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا وہ واپس آیا' تو ایک آدمی ان میں سے آیا اور رسول اللہ ﷺ کی اس مجلس میں حاضر ہوا۔ جس میں

كَيْفَ تَرَى فِي قَوْلِهِ؛ قَالَ: مَا أَرَاهُ إِلَّا قَدْ بَطَلَ
أَجْرُهُ. فَسَمِعَ بِذٰلِكَ آخَرُ، فَقَالَ: مَا أَرَى بِذٰلِكَ
بَأْسًا، فَتَنَازَعَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللهِ؛ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤْجَرَ
وَيُحْمَدَ" فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذٰلِكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ
رَأْسَهُ إِلَيْهِ، وَيَقُولُ: ءَأَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَمَا زَالَ
يُعِيدُ عَلَيْهِ حَتّٰى إِنِّي لَأَقُولُ لَيَبْرُكَنَّ عَلَى رُكْبَتَيْهِ.
قَالَ: فَمَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً
تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ، كَالْبَاسِطِ
يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا، ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ،
فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ.
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
"نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ! لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ
وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ! فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَعَجَّلَ، فَأَخَذَ
شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى
أَنْصَافِ سَاقَيْهِ. ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ أَبُو
الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّكُمْ
قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ،
وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ حَتّٰى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي
النَّاسِ، فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ"
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ، إِلَّا قَيْسَ بْنَ بِشْرٍ
فَاخْتَلَفُوا فِي تَوْثِيقِهِ وَتَضْعِيفِهِ، وَقَدْ رَوَى لَهُ

آپ بیٹھے تھے۔ اور اپنے پہلو والے آدمی کو کہا بتاؤ کہ
جب ہم دشمن سے ملے تو فلاں نے نیزا اٹھا کر مارا ہے
اور کہا یہ ہے یہ لو یہ مجھ سے اور میں غفاری نوجوان ہوں۔
اس کے اس قول کے بارے تیری رائے کیا ہے؟ فرمایا
کہ میری رائے میں تو اس کا ثواب برباد ہو گیا۔ ایک اور
نے یہ سنا تو کہا میں اس میں حرج نہیں دیکھتا پس دونوں
جھگڑنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آواز سن لی
آپ نے فرمایا: سبحان اللہ (مقام تعجب ہے) اس میں
کوئی حرج نہیں وہ اجر دیا جائے اور تعریف کیا جائے گا۔
میں نے حضرت ابوالدرداء کو دیکھا اس پہ بہت خوش
ہوئے اور بار بار سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھتے اور کہتے
آپ نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا تو وہ کہتے ہاں تو میں
نے اس کا ہمیشہ تکرار کیا حتیٰ کہ میں نے کہا یہ گھٹنوں کے
بل گر پڑیں گے۔ فرمایا: ہمارے پاس سے وہ پھر ایک
اور دن گزرے تو حضرت ابوالدرداء نے کہا کہ کوئی بات
کہیں جو ہمارے لیے نفع بخش ہو اور آپ کے لیے
نقصان دہ نہ ہو کہا ہم کو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال اس شخص کی
طرح ہے جو ہاتھ کھولے ہوئے صدقہ کرتا ہے۔ اس کو
اس سے کوئی چیز منع نہ کرتی ہو۔ پھر ہمارے پاس سے
ایک اور دن گزرے تو حضرت ابوالدرداء نے کہا کوئی
بات کہو جو ہم کو نفع دے اور آپ کو نقصان نہ دے تو فرمایا
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خُریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر
اس کے بال لمبے اور اس کا تہبند لٹکا ہوا نہ ہو۔ یہ بات
جب خریم تک پہنچی تو اس نے جلدی سے چھری لے کر

مُسْلِمٌ۔

اپنے بال نصف کانوں کے برابر تک کاٹ دیئے اور اپنی تہبند کو نصف پنڈلی تک اٹھا لیا پھر ایک اور دن وہ ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت ابوالدرداء نے کہا: آپ ہمیں کوئی بات بتا دیں جو ہم کو نفع دے اور آپ کو ضرر نہ دے۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم اپنے بھائیوں پہ آنے والے ہو تم اپنے کجاوے درست کرلو۔ اپنا لباس درست کرلو حتیٰ کہ تم لوگوں میں "تل" کی طرح ممتاز ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بری حالت اور بے حیائی کے حال کو پسند نہیں کرتا۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ سوائے قیس بن بشرٰی رضی اللہ عنہ کے اس حدیث کے بارے قوی یا ضعیف ہونے کا اختلاف ہے اور امام مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی اسبال الازار، ج۴ص۱۰۶، رقم: ۴۰۸۹، شعب الایمان، فعل فیمن کان متوسعا ثوبا حسنا لیری اثر نعمة الله علیه، ج۵ص۱۶۳، رقم: ۶۲۰۴، مسند امام احمد، حدیث سهل بن الحنظلیة، ج۶ص۱۷۰، رقم: ۱۷۶۵۹، مصنف ابن ابی شیبة، باب الاکتناء فی الحرب، ج۱۲ص۵۰۹، رقم: ۳۴۳۹۹، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه سعید، ج۳ص۲۰۰، رقم: ۳۵۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام سہیل ابن ربیع ابن عمرو ہے، حنظلیہ آپ کی ماں کا نام ہے، سہیل صحابی ہیں، بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے، بڑے گوشہ نشین تاریک الدنیا عالم و عامل بزرگ تھے، لاولد تھے، شام میں قیام رہا، دمشق میں وفات ہوئی، امارت امیر معاویہ کے شروع میں وفات پائی۔

آپ کا نام خریم ابن اخرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہے، شام میں قیام رہا، صحابی ہیں، قبیلہ بن اسد سے ہیں جو یمن کا مشہور قبیلہ ہے۔

یہ فرمان عالی حضرت خریم کی غیر موجودگی میں ہوا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی پس پشت اس کی برائی بیان کرنا درست ہے جب کہ اس کی اصلاح مقصود ہو، اگرچہ سر کے بالوں کا کچھ دراز ہونا ممنوع نہیں مگر چونکہ ان کی نیت اظہار فخر کی تھی اس لیے اس سے منع فرما دیا گیا اس لیے بالوں کے ساتھ درازی تہبند کا ذکر فرمایا ورنہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف

بھی دراز ہوتے تھے۔

خیال رہے کہ مردوں کے لیے دونوں حکم ہیں یعنی سر کے بال کٹوانا تہبند اونچا پہننا، عورتوں کو یہ دونوں کام حرام ہیں عورتیں اپنے سر کے بال خود دراز رکھیں ہرگز نہ کٹوائیں تہبند نیچا باندھیں، ہاں احرام سے فارغ ہونے پر عورتیں بالوں کی نوکیں ایک پورا کٹوادیں۔ (مرقات) یہ بھی خیال رہے کہ مرد کو لمبے بال رکھنا ان میں عورتوں کی سی مانگ چوٹی کرنا حرام ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۳۰۲)

اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع ورضا کے ساتھ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہوسکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں، آپ گھر میں آئے، تو الٹے پاؤں واپس ہوگئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ عتاب کو جان گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھوڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔ فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولھے میں ڈال دیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث: ۴۰۷۱، ج ۴، ص ۷۴)

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: خریم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا، اور نیچا تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کرلیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، الحدیث: ۴۰۸۹، ج ۴، ص ۸۰)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تخلفِ غزوہ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا، اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک..... الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۸)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان معاملات میں غور وفکر کرنے سے بے نیاز بنادیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا: جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کرلو، وہ آئے اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد نا کام نہیں جاسکتا۔ چنانچہ فوراً انھوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۶۵۷۷، ج۵، ص۵۷۹)

(802) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِزْرَۃُ الْمُسْلِمِ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ، وَلَا حَرَجَ - اَوْ لَا جُنَاحَ - فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْکَعْبَیْنِ، فَمَا کَانَ اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ فَھُوَ فِی النَّارِ، وَمَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار کا تہہ بند نصف پنڈلی تک ہے اور اس سے نیچے ٹخنوں تک کچھ حرج یا گناہ نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے اور جس نے اپنے تہہ بند کو تکبر کرتے ہوئے کھینچا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب فی قدر موضع الازار، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۴۰۹۵ مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۵، رقم: ۱۱۰۲۳ الاداب للبیہقی، باب فی اسبال الازار، ج۱ص۳۰۰، رقم: ۸۰۵ سنن ابن ماجہ، باب موضع الازار این ھو، ج۲ص۱۱۸۳، رقم: ۳۵۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(نصف پنڈلی تک ہے) انصاف جمع فرما کر اشارۃً بتایا گیا کہ حقیقی آدھا ضروری نہیں قریبی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہیے جیسے کہا جاتا ہے اوائل کتاب یا اواخر کتاب۔ اگر حقیقی آدھی پنڈلی مراد ہوتی تو نصف الساق فرمایا جاتا کہ پنڈلی کا نصف ایک ہی ہوتا ہے نہ کہ چند۔ (اشعہ)

(ٹخنوں تک کچھ حرج) یعنی آدھی پنڈلی تک تہبند ہونا بہتر ہے ٹخنوں تک ہونا جائز، آج کل آدھی پنڈلی تک تہبند، منڈا ہوا سر بہت لمبی داڑھی وہابیوں کی نشانی ہے اس لیے ٹخنہ کے اوپر تہبند رکھے یعنی اس جائز کام پر عمل کرے سر نہ منڈائے، داڑھی صرف ایک مشت رکھے زیادہ بھی نہ رکھے تاکہ ان کی مشابہت سے بچے من تشبہ بقوم فھو منھم۔

(وہ آگ میں ہے) اسکی شرح ابھی گزری کہ صرف نیچا تہبند ہی دوزخ میں نہ جائے گا بلکہ اپنے پہننے والے کو بھی ساتھ لے جائے گا۔

اس فرمان عالی نے ساری حدیث کو مقید کردیا یعنی فخریہ طور پر یا فیشن یا یہود و نصاری کی نقل کے لیے نیچے پائجامے

پہننا دوزخ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ فیشن یا شیخی کے لیے نیچے پائجامہ پہننا مکروہ تحریمی ہے اس کے بغیر مکروہ تنزیہی یا خلاف مستحب۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۱۷۷)

(803) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَرْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ إِزَارِيْ اِسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ: "يَا عَبْدَ اللّٰهِ، ارْفَعْ إِزَارَكَ" فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ: "زِدْ" فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ أَتَحَرَّاهَا بَعْدُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِلٰى أَيْنَ؟ فَقَالَ: إِلٰى أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا جب کہ میری چادر کچھ لٹکی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اے عبداللہ اپنی چادر کو اٹھا میں نے اٹھایا تو آپ نے فرمایا اور اٹھا میں نے اور اٹھایا اس کے بعد میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ بعض لوگوں نے پوچھا کہاں تک (ازار اوپر ہونی) چاہیے تو فرمایا نصف پنڈلیوں تک۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم جر الثوب خیلاء وبیان حد ما یجوز از خاوۃ الیہ، ج۲ص۱۳۸، رقم: ۵۵۸۳ مستخرج ابی عوانۃ، بیاناً لخبر الموجب رفع الرجل ازارہ الی انصاف الساقین، ج۵ص۲۵۰، رقم: ۸۶۰۱ مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثالث، ج۲ص۳۹۱، رقم: ۴۳۱۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میرے تہبند میں درازی تھی) اس طرح کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا جو کہ مرد کے لیے منع ہے۔

(اور زیادہ میں نے اور زیادہ کرلیا) حتی کہ آدھی پنڈلی تک اٹھ گیا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

(پھر میں اس کا خیال رکھتا رہا) یعنی اس فرمان عالی کے بعد میں نے جب بھی تہبند باندھا آدھی پنڈلی تک باندھا۔

(کہاں تک رہے فرمایا کہ آدھی پنڈلیوں تک) یہ حدیث بہت طریقہ سے مروی ہے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ مرد آدھی پنڈلی تک تہبند رکھے اگرچہ ٹخنوں کے اوپر تک بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۲۱۳)

(804) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ: "يُرْخِيْنَ شِبْرًا" قَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ. قَالَ: "فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا کپڑا تکبر سے کھینچا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا حضرت ام سلمہ ﷺ نے عرض کیا: عورتیں اپنے دامنوں کے بارے کیا کریں تو فرمایا: ایک بالشت نیچے لٹکالیں عرض کیا: اس طرح تو ان کے قدم ننگے ہوں گے۔ فرمایا: تو ایک ہاتھ کی مقدار لٹکالیں اس سے زیادہ نہ کریں۔ اس کو امام ابوداؤد

وامام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی قدر موضع الازار، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۴۰۹۶، سنن الکبری للنسائی، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر عبدالرحمن بن یعقوب، ج۵ص۴۹۱، رقم: ۹۷۲۰، سنن ابن ماجه، باب طول القمیص کم ھو، ج۲ص۱۱۸۴، رقم: ۳۵۷۶، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی طول القمیص کم ھو، ج۵ص۲۰۸، رقم: ۲۵۳۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ فرمایا کہ مؤمن کے تہبند آدھی پنڈلی تک رہنے چاہئیں تب حضرت ام سلمہ نے یہ سوال پیش کیا کہ مؤمن تو عورت بھی ہے اگر اس کا تہبند آدھی پنڈلی تک رہے تو اس کی نماز کیسے درست ہوگی اور اس کی پنڈلی ستر ہے اس کا کھلا رکھنا اسے ممنوع ہے۔

(ایک بالشت نیچے لٹکالیں) یعنی بمقابلہ مرد کے ایک بالشت اپنا تہبند زیادہ رکھے۔ مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی سے ایک بالشت زیادہ لٹکائے تاکہ ٹخنے بھی ڈھکے رہیں۔

(ایک ہاتھ کی مقدار لٹکالیں اس سے زیادہ نہ کریں) یعنی ایک بالشت زیادہ رکھنے میں اگرچہ بیٹھنے کی حالت میں تو اس کا ستر چھپا رہے گا مگر چلنے کی حالت میں اس کے قدم ضرور کھلیں گے یا بے احتیاطی میں پنڈلی بھی کھل جائے گی لہذا ایک بالشت زیادہ ہونے سے بھی ستر حاصل نہ ہوگا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۱۸۰)

120-بَابُ اسْتِحْبَابِ تَرْكِ التَّرَفُّعِ فِي اللِّبَاسِ تَوَاضُعًا

عاجزی اختیار کرتے ہوئے اعلیٰ لباس ترک کرنا مستحب ہے

قَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْبَابِ.

باب فضل الجوع اور خشونۃ العیش میں اس سے متعلق کافی بیان گزر چکا ہے۔

(805) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قدرت کے باوجود اعلیٰ لباس کو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتے ہوئے ترک کیا۔ اس کو روز قیامت اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے بلا کر ایمان کے لباس کے متعلق اختیار دے گا جو چاہے پہن لے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۶۵، رقم: ۲۴۸۱ جامع الاصول، النوع التاسع فی ترک الزینة، ج۱۰ص۶۵۶، رقم: ۸۲۸۵)

شرح حدیث: ادنیٰ لباس کو ترجیح دینا

مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اللہ عزوجل کے لئے عاجزی اختیار کی اللہ عزوجل اسے بلندی عطا فرمادیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب فی التواضع، الحدیث: ۱۳۰۶۷، ج۸، ص۱۵۷)

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کھردرا اور تنگ لباس پہنا کرو تاکہ عزت افزائی اور فخر کو تم میں کوئی جگہ نہ ملے۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۵۷۲۸، ج۳، ص۴۹)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اَدنیٰ درجے کا لباس پہننا ایمان میں سے ہے۔ یعنی اللہ عزوجل کے لئے تواضع کرتے ہوئے اعلیٰ لباس ترک کرنا اور ادنیٰ لباس کو ترجیح دینا ایمان کی علامت ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب ا، الحدیث: ۴۱۶۱، ص۱۵۲۶)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے قدرت کے باوجود اللہ عزوجل کے لئے اعلیٰ لباس ترک کردیا تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے لوگوں کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ ایمان کا جو جوڑا چاہے پہن لے۔ (جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب النساء کلہ، الحدیث: ۲۴۸۱، ص۱۹۰۱)

121-بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّوَسُّطِ فِي اللِّبَاسِ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى مَا يُزْرِيْ بِهِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَّلَا مَقْصُوْدٍ شَرْعِيٍّ

لباس میں میانہ روی پر اکتفا کرنا مستحب ہے اور شرعی حاجت ومقصد کے بغیر ایسا حقیر لباس نہ پہنے جو اس کی شخصیت کو عیب دار کردے

(806) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ."

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بندے پر اس کی نعمت کا اثر نظر آئے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان الله تعالیٰ يحب ان يرى اثر نعمته على عبده، ج۵ص۱۲۳، رقم: ۲۸۱۹ المستدرك للحاكم، كتاب الاطعمه، ج۴ص۱۰۶، رقم: ۷۱۸۸، مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۰۱)

رقم: ۸۰۹۲، الاداب للبیہقی، باب من احب ان یکون ثوبہ حسنا، ج۱ص۲۹۲، رقم: ۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جسے رب تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ بخل کی بنا پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے بلکہ کبھی اچھے کپڑے پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور فقراء اسے غنی سمجھ کر اس سے کچھ مانگ بھی سکیں، اگر اللہ نے عالم دین بنایا ہے تو عالمانہ لباس پہنے تاکہ حاجتمند لوگ اس سے مسئلے پوچھ سکیں، رب کی نعمت کا اظہار بھی شکر ہے اس کی نعمت چھپانا کفران ہے۔ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ معمولی کپڑے پہننا ایمان سے ہے۔ وہاں تکبر تکلف کی ممانعت تھی یہاں شکر اور اظہارِ نعمت الٰہی کا حکم ہے، ایک ہی چیز ایک نیت سے بری ہوتی ہے دوسری نیت سے اچھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۱۸۰)

122-بَابُ تَحْرِيمِ لِبَاسِ الْحَرِيرِ عَلَى الرِّجَالِ، وَتَحْرِيمِ جُلُوسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ إِلَيْهِ وَجَوَازِ لُبْسِهِ لِلنِّسَاءِ

مردوں کو ریشمی لباس پہننا اس پر بیٹھنا اس پر ٹیک لگانا حرام ہے اور عورتوں کا اس کو پہننا جائز ہے

(807) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ، فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم نہ پہنو کیونکہ جس نے یہ دنیا میں پہنا آخرت میں نہ پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لبس الحریر وافتراشه للرجال وقدر ما یجوز منه، ج۴ص۱۵۰، رقم: ۵۸۳۴، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء، ج۶ص۱۴۰، رقم: ۵۵۳۱، السنن الکبری للبیہقی، باب نہی الرجال عن ثیاب الحریر، ج۳ص۳۲۲، رقم: ۶۳۷۷، سنن الکبری للنسائی، باب النهی عن الشراب فی آنیة الذهب والفضة ج۴ص۱۹۵، رقم: ۶۸۶۹، مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه، ج۱ص۲۶، رقم: ۱۸۱)

شرح حدیث: ریشم کا جبہ

حضرت سیدنا مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مُہَلَّب (پورا نام مہلب بن ابی صفرہ، حجاج کے لشکر کا ایک رئیس) کو ریشم کا جبہ پہنے اترا کر چلتے دیکھا تو اس سے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل کے بندے! یہ ایسی چال ہے جسے اللہ عزوجل اور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ناپسند فرماتے ہیں۔ تو مُہَلَّب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: کیا آپ مجھے نہیں جانتے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! میں جانتا ہوں کہ تمہاری ابتدا ایک حقیر نطفہ سے ہوئی اور انتہا بدبودار مردار کی صورت میں ہوگی اور ان دونوں کی درمیانی مدت میں گندگی اٹھائے پھر رہے ہو۔ تو مُہَلَّب نے ایسی چال چلنا چھوڑ دی۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، ص۲۴۳)

ریشم مت پہنا کرو

حضرت سیدنا ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا گیا: اپنی عورتوں کو ریشم کا لباس نہ پہناؤ کیونکہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دل کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ریشم مت پہنا کرو کیونکہ جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہ پہن سکے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم لبس الحریر...... الخ، الحدیث ۵۴۱۰، ص ۱۰۴۹)

نسائی شریف کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اور جو آخرت میں ریشم نہ پہن سکے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے۔ (پ17، الحج:23)

(السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب الزینۃ، باب لبس الحریر، الحدیث: ۹۵۸۴، ج۵، ص ۴۶۵)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنے گھر والوں کو زیور اور ریشم سے منع کرتے اور ارشاد فرماتے: اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو پسند کرتے ہو تو دنیا میں یہ دو چیزیں نہ پہنا کرو۔ (المستدرک، کتاب اللباس، باب من کان یؤمن باللہ...... الخ، الحدیث ۷۴۸۰، ج۵، ص ۲۶۹)

ریشم کے کپڑوں سے متعلق چند احکام

مسئلہ: ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لیے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔

(الھدایۃ، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، ج۲، ص ۳۶۵ والدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج۹، ص ۵۸۰)

مسئلہ: تانا ریشم ہو اور بانا سوت، مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اس کا پہننا مکروہ ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ... الخ، ج۵، ص ۳۳۱)

بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے روئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری (واسکٹ) وغیرہ نہ پہنی جائے۔

مسئلہ: ریشم کے بچھونے پر بیٹھنا، لیٹنا اور اس کا تکیہ لگانا بھی ممنوع ہے، اگرچہ پہننے میں بہ نسبت اس کے زیادہ برائی

ہے۔(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ...الخ، ج۵،ص۳۳۱)

مگر درمختار میں اسے مشہور کے خلاف بتایا ہے اور ظاہر بھی ہے کہ یہ جائز ہے۔

(الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج۹،ص۵۸۷)

مسئلہ: ٹسر، کہ ایک قسم کے ریشم کا نام ہے، بھاگلپوری کپڑے ٹسر کے کہلاتے ہیں۔ وہ موٹا ریشم ہوتا ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے، جو باریک ریشم کا ہے۔ کاشی سلک اور چینا سلک بھی ریشم ہی ہے، اس کے پہننے کا بھی وہی حکم ہے۔ سن اور رام بانس کے کپڑے جو بظاہر بالکل ریشم معلوم ہوتے ہوں، ان کا پہننا اگرچہ ریشم کا پہننا نہیں ہے مگر اس سے بچنا چاہیے۔ خصوصاً علما کو کہ لوگوں کو بدظنی کا موقع ملے گا یا دوسروں کو ریشم پہننے کا ذریعہ بنے گا۔ اس زمانہ میں کیلے کا ریشم چلا ہے۔ یہ ریشم نہیں ہے بلکہ کسی درخت کی چھال سے اس کو بناتے ہیں اور یہ بہت ظاہر طور پر شناخت میں آتا ہے، اس کو پہننے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: ریشم کا لحاف اوڑھنا ناجائز ہے کہ یہ بھی لبس میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔ کپڑے بیچنے والے نے ریشم کے کپڑے کندھے پر ڈال لیے جیسا کہ پھیری کرنے والے کندھوں پر ڈال لیا کرتے ہیں، یہ ناجائز نہیں کہ یہ پہننا نہیں ہے اور اگر جبہ یا کرتہ ریشم کا ہو اور اس کی آستینوں میں ہاتھ ڈال لیے، اگرچہ بیچنے ہی کے لیے لے جارہا ہے یہ ممنوع ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ...الخ، ج۵،ص۳۳۱)

مسئلہ ۹: عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ المرجع السابق

(808) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: "مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ". قَوْلُهُ: "مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ" أَيْ: لَا نَصِيْبَ لَهُ۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ریشم تو صرف وہ پہنتا ہے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہ ہو۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ من لا خلاق لہ: کا مطلب ہے آخرت میں جس کا حصہ نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یلبس احسن ما یجد، ج۱،ص۳، رقم: ۸۸۱، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء، ج۳،ص۱۲۶، رقم: ۵۵۲۲، الاداب للبیھقی، باب ما ینھی عنه الرجل من لبس الحریر وافتراشه، ج۱،ص۲۸۱، رقم: ۷۴۱، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی لبس الحریر، ج۴،ص۸۱، رقم: ۴۰۷۱، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲،ص۱۲۷، رقم: ۶۱۰۵)

(809) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہ پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لبس الحریر وافتراشہ للرجال، ج۴، ص۱۲۹، رقم: ۵۸۲۸، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ علی الرجال والنساء، ج۳، ص۱۳۰، رقم: ۵۵۳۱، سنن ابن ماجہ، باب کراہیۃ لبس الحریر، ج۲، ص۱۱۸۷، رقم: ۳۵۸۸، السنن الکبری للبیہقی، باب نہی الرجال عن ثیاب الحریر، ج۲، ص۲۱۹، رقم: ۴۲۶۰، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ، ج۱۲، ص۲۲۵، رقم: ۵۴۲۹، مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۲، ص۲۸۷، رقم: ۶۳۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو مسلمان ناجائز ریشم پہنے وہ اولاً ہی جنت میں نہ جاسکے گا کیونکہ ریشم کا لباس ہر جنتی کو ملے گا وہاں پہنچ کر رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ۔ بعض صورتوں میں اور بعض ریشم مرد کو حلال ہیں ان کے پہننے پر سزا نہیں۔ خیال رہے کہ کیڑے کا ریشم مرد کو حرام ہے، دریائی ریشم یا سن سے بنا ہوا نقلی ریشم حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۱۸۰)

(810) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِيْرًا، فَجَعَلَهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ، وَذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِيْ شِمَالِهٖ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑا ہوا تھا پھر فرمایا یقیناً یہ دو میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الحریر النساء، ج۴، ص۷۰، رقم: ۴۰۵۷، سنن ابن ماجہ، باب لبس الحریر والذہب للنساء، ج۲، ص۱۱۸۹، رقم: ۳۵۹۵، السنن الکبری للبیہقی، باب الرخصۃ فی الحریر والذہب للنساء، ج۲، ص۴۲۵، رقم: ۴۲۴۰، السنن الکبری للنسائی، باب تحریم الذہب علی الرجال، ج۵، ص۴۳۶، رقم: ۹۴۴۵، مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ج۱، ص۱۱۵، رقم: ۷۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

مجمع میں لوگوں کے سامنے یہ دو چیزیں ہاتھ میں لیں تاکہ لوگ دیکھ لیں اور یہ دونوں چیزیں خوب واضح ہو جائیں۔

چونکہ ان دونوں چیزوں کو مستقل طور پر حرام فرمانا تھا اس لیے حرام واحد ارشاد فرمایا حرامان تثنیہ نہ فرمایا ورنہ احتمال یہ ہوتا کہ ریشم و سونا مل کر تو حرام ہے اکیلے اکیلے حرام نہیں اس لیے ارشاد فرمایا حرام۔ ان میں سے ہر ایک چیز مستقل حرام کہ ریشم بھی حرام ہے سونا بھی حرام ہے مگر مردوں پر ہیں عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں حلال ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ حرام مصدر ہے جو واحد، تثنیہ، جمع سب کے لیے استعمال ہوسکتا ہے یہاں دو کے لیے ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۲۳۸)

(811) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ، وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم اور سونے کا پہننا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحریر والذھب، ج۳ص۲۱۷، رقم: ۱۷۲۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الرخصۃ فی الحریر والذھب للنساء، ج۲ص۴۲۵، رقم: ۴۲۳۹، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الرخصۃ للنساء فی لبس الحریر والدیباج، ج۵ص۴۳۶، رقم: ۹۴۳۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مقدام، ج۶ص۳۶۹، رقم: ۶۵۲۲، مسند امام احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۱۴۲، رقم: ۱۹۵۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

اُحِلَّ صیغہ واحد غائب ماضی مجہول ہے اُحِلُّ واحد متکلم مضارع نہیں کیونکہ آگے آرہا ہے حرم یہ ہی صیغہ ماضی مجہول یعنی میری امت کی عورتوں پر ریشم پہننا حلال کیا گیا خواہ چھوٹی بچیاں ہوں یا بالغہ جوان سب کے لیے حلال ہے، اناث سب کو شامل ہے۔

ذکور ہر مرد کو شامل ہے بچہ ہو یا جوان سب پر ریشم پہننا حرام ہے، ہاں چھوٹے بچہ کو پہنانے والے گنہگار ہوں گے بڑا مرد خود گنہگار ہوگا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۱۸۷)

(812) وَعَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْرَبَ فِیْ اٰنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَاَنْ نَّاْكُلَ فِیْهَا، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ، وَاَنْ نَّجْلِسَ عَلَیْهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا اور موٹے، باریک ریشم پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب افتراش الحریر، ج۴ص۶۰، رقم: ۵۸۳۷، الاداب للبیہقی، باب ما ینھی عنه الرجل من لبس الحریر وافتراشه، ج۱ص۲۸۳، رقم: ۷۷۲، سنن الدارقطنی، باب الصید والذبائح، ج۴ص۲۹۳، رقم: ۴۸۵۶، مسند امام احمد، حدیث حذیفه بن الیمان رضی الله عنه، ج۹ص۱۰۸، رقم: ۲۳۵۱۱، مسند البزار، مسند حذیفه بن الیمان، ج۱ص۲۲۹، رقم: ۲۹۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا مرد و عورت سب کو حرام ہے، عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا حلال ہے مرد کو حرام ہے۔

مردوں کو ریشم پہننا بھی حرام ہے اور ریشمی بستر پر سونا ریشمی لحاف اوڑھنا بھی حرام ہے، عورتوں کو یہ سب درست ہے حتی کہ ریشم کی ڈوری گھڑی میں باندھنا، ریشم کا کمر بند استعمال کرنا یہ سب مردوں کو ممنوع عورتوں کو حلال ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص۱۶۵)

123- بَابُ جَوَازِ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِمَنْ بِهٖ حِكَّةٌ

خارش کی بیماری والے کو ریشم پہننے کی اجازت ہے

(813) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَخَّصَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف ﷺ دونوں کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکۃ، ج۴، ص۱۱، رقم: ۵۸۳۹، صحیح مسلم، باب اباحۃ لبس الحریر للرجل اذا کان بہ حکۃ او نحوھا، ج۳ص۱۳۲، رقم: ۵۵۵۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکۃ، ج۳ص۲۹۸، رقم: ۶۲۹۲، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۸۰، رقم: ۱۲۸۸۹)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس میں بارگاہ وحی وتشریع احکام کی تصویر دکھا کر فرمایا: یعنی حضرت عزت جل جلالہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ فرمایا: اچھا نکال دی، اس کا کاٹنا جائز کردیا۔ اگر اللہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنٰی فرمادیں۔

(میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۶۰)

اقول: یہ مضمون متعدد احادیث صحیحہ میں ہے:

حدیث ۱: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیحین میں: یعنی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرۃ، باب باب لا ینفر صید الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷) (صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۸، ۴۳۹)

حدیث ۲: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نیز صحیحین میں: ایک مرد قریش نے عرض کی: مگراذخر یا رسول اللہ کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں صرف کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مگراذخر مگراذخر۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲) (صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۹)

حدیث ۳: صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سنن ابن ماجہ میں عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: مگراذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مگراذخر۔

(سنن ابن ماجہ ابواب المناسک فضل المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۱)

نیز میزان مبارک میں شریعت کی کئی قسمیں کیں، ایک وہ جس پر وحی وارد ہوئی، یعنی شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم کا پہننا حضور نے اسی طور پر حرام فرمایا اور اسی حرمت مکہ سے گیاہ اذخر کو استثناء فرمادیا۔ اگر اللہ عزوجل نے مکہ معظمہ کی ہر جڑی بوٹی کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور کو اذخر کے مستثنٰی فرمانے کی کیا حاجت ہوتی۔ اور اسی قبیل سے ہے حضور کا ارشاد کہ اگر امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹادیتا۔ اور اسی باب سے ہے کہ جب حضور نے فرض حج بیان فرمایا کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا: نہ، اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہوجائے اور پھر تم سے نہ ہوسکے اور یہی وجہ ہے کہ حضور اپنی امت پر تخفیف و آسانی فرماتے اور مسائل زیادہ پوچھنے سے منع کرتے اور فرماتے ہیں مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں۔

(میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل شریف فی بیان الذم من الائمۃ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۶۷)

اقول: یہ مضمون بھی کہ میں نماز عشا کو مؤخر فرمادیتا متعدد احادیث صحیحہ میں ہے۔

حدیث ۴: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما معجم کبیر طبرانی میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اگر ضعیف کے ضعف اور مریض کے مرض کا پاس نہ ہوتا تو میں نماز عشا کو پیچھے ہٹادیتا۔

(المعجم الکبیر عن عباس حدیث ۱۱۲۹۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۳۰۹)

حدیث ۵: ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ مسند احمد و سنن ابی داود و ابن ماجہ وغیرہا میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم وحاجۃ ذی الحاجۃ لاخرت ھذہ الصلوٰۃ الی شطر اللیل۔ اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کے مرض اور کامی کے کام کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرمادیتا۔

(سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ باب وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۱) (سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب وقت العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۰) (مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵)

ابن ابی حاتم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک

ہٹا دیتا۔

حدیث ٦: ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ احمد وابن ماجہ ومحمد بن نصر کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

(سنن ابن ماجۃ، کتاب الصلوٰۃ وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ص ٥٠) (کنز العمال بحوالہ حم ومحمد بن نصر حدیث ١٩٤٨٤ موسسۃ الرسالہ بیروت ٧/ ٣٩٩)

واخرجه ابن جریر فقال الی نصف اللیل۔ (ابن جریر نے روایت کیا، فرمایا: آدھی رات تک۔ت)

اور ان کے سوا احادیث صحیحہ عنقریب اسی معنی میں آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ نیز یہ مضمون کہ میں ہاں فرمادوں تو حج ہر سال فرض ہو جائے۔ متعدد احادیث صحاح میں ہے۔

حدیث ٧: ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند احمد ومسلم۔

والنسائی (امام احمد، مسلم اور نسائی کے نزدیک۔ت)

(صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ١/ ٤٣٢) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ٢/ ١) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ٢/ ٥٠٨)

حدیث ٨: امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سال فرض نہیں اور میں ہاں کہہ دوں تو فرض ہو جائے۔ (اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ت)

(سنن الترمذی کتاب الحج باب ماجاء کم فرض الحج حدیث ٨١٤ دار الفکر بیروت ٢/ ٢٢٠) (سنن الترمذی کتاب التفسیر باب ومن سورۃ المائدۃ حدیث ٣٠٦٦ دار الفکر بیروت ٥/ ٤٠) (سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ٢١٣) (مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ١/ ١١٣)

حدیث ٩: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: میں ہاں فرمادوں تو فرض ہو جائے پھر تم نہ سنو نہ بجالاؤ۔ (اس کو احمد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔ت)

(سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ١/ ٦١) (سنن الدارمی کتاب مناسک الحج باب کیف وجوب الحج دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ٢/ ٣٦١) (مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ١/ ٢٥٥)

حدیث ١٠: انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: اگر میں ہاں فرمادوں تو واجب ہو جائے اور اگر واجب ہو جائے تو بجانہ لاؤ اور اگر بجانہ لاؤ تو عذاب کئے جاؤ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ت)

(سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ٢١٣)

اور مضمون اخیر کہ مجھے چھوڑے رہو۔ یہ بھی صحیح مسلم وسنن نسائی میں اسی حدیث ابی ہریرہ کے ساتھ ہے کہ فرمایا: اگر

میں فرماتا ہاں، تو ہر سال واجب ہو جاتا اور بیشک تم نہ کرسکتے۔

پھر فرمایا: مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمہیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہو سکے بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑ دو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ت) (صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۲) (سنن نسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱) (سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲)

یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح و بلاحرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا اور رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا اور رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ ورسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک وقیام وفاتحہ وسوم وغیرہا مسائل بدعت وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اس کا بیان اعلیٰ درجہ کا روشن فرمایا ہے۔ فنور اللہ مرقدہ واکرم عندہ نزلہ امین۔ امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں: من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنیٰ فرمادیتے۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۸۹)

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا: من الاحکام وغیرھا۔ کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع دار المعرفۃ بیروت ۵/۳۲۲)

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص الکبریٰ شریف میں ایک باب وضع فرمایا: اب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

(الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ یخص من شاء الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/۲۶۲) (فتاویٰ رضویہ، ج۳۰، ص۱۴۵-۱۴۶)

124- بَابُ النَّهْيِ عَنِ افْتِرَاشِ جُلُوْدِ النُّمُوْرِ وَالرُّكُوْبِ عَلَيْهَا

چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور سوار ہونا منع ہے

(814) عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم اور چیتے کی کھال پر نہ بیٹھو۔ یہ حدیث حسن ہے اسے امام ابوداؤد نے وغیرہ نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی جلود النمور والسباع، ج۴ص۱۲۷، رقم: ۴۱۲۹، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب المنع من الانتفاع بشعر المیتۃ، ج۱ص۲۲، رقم: ۷۱، مسند امام احمد حدیث معاویۃ بن ابی سفیان، ج۶ص۱۲، رقم: ۱۶۸۸۶، التاریخ الکبیر للبخاری، باب معاویہ من اسمہ معاویۃ بن ابی سفیان، ج۷ص۳۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معاویہ نام کے بہت صحابہ ہیں مگر جب مطلقاً معاویہ بولا جاوے تو اس سے مراد حضرت امیر معاویہ ابن ابوسفیان ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں۔

یعنی گھوڑے کی کاٹھی پر ریشمی گدیلہ یا چیتے کی کھال ڈال کر اس پر سوار نہ ہو، درندوں جانوروں کی کھالوں کو پہننے یا بچھانے سے دل میں تکبر پیدا ہوتا ہے جیسے ہرن کی کھال پر بیٹھنے یا اسے پہننے سے نامردی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ بعض شارحین نے نمار کے معنی کیے ہیں دھاری دار کمبل مگر یہ قوی نہیں کیونکہ دھاری دار کمبل بچھانا ممنوع نہیں، نیز اس کی جمع نور ہے نہ کہ نمار، نیز جامع صغیر کی روایت میں ہے عن جلود النمار یعنی نمار کی کھال سے منع فرمایا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج۶ص۲۰۲)

(815) وَعَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ صِحَاحٍ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ: نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ.

حضرت ابوالملیح اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ درندوں کی کھال کو بچھونا بنانے آپ نے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی جلود النمور والسباع، ج۴ص۱۲۶، رقم: ۴۱۳۲، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب المنع من الانتفاع بجلد الکلب والخنزیر، ج۱ص۱۸، رقم: ۶۰، سنن الدارمی، باب النہی عن جلود السباع، ج۲ص۱۱۰، رقم: ۱۹۸۳، سنن النسائی، باب النہی عن الانتفاع بجلود السباع، ج۷ص۱۷۶، رقم: ۴۲۵۴، مسند امام احمد حدیث اسامۃ الہذلی رضی اللہ عنہ ج۷ص۳۰، رقم: ۲۰۷۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے، ہُذَلی ہیں، جلیل الشان تابعی ہیں، آپ کے والد اسامہ صحابی ہیں۔

اس کی شرح پہلی حدیث میں گزر چکی ہے یعنی ان پر بیٹھنے، سوار ہونے، پہننے سے منع فرمایا اور ممانعت تنزیہی ہے۔ پکانے سے پہلے، کیونکہ وہ نجس ہے اس کی بیع جائز نہیں یا پکانے کے بعد بھی۔ اس صورت میں یہ ابوالملیح کا اپنا مذہب ہے۔ تمام آئمہ کے نزدیک جائز ہے۔ یہ روایت ترمذی کی ہے مگر مصنف کو نہ ملی اس لیے انہوں نے یہاں سفیدی چھوڑ دی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص۲۷۶)

125-بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا اَوْ نَعْلًا اَوْ نَحْوَهٗ

آدمی جب نیا کپڑا یا جوتا وغیرہ پہنے تو کون سی دعا پڑھے؟

(816) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ - عِمَامَةً، اَوْ قَمِيْصًا، اَوْ رِدَاءً - يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ، اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام دستار، قمیص، چادر لیتے اور کہتے اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جس اچھے کام کے لیے بنائی گئی ہے اور تیرے ساتھ اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں اور جس برے مقصد کے لیے بنائی گئی اس کے شر سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ج۴ص۶۷، رقم: ۴۰۲۲، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ج۳ص۲۳۹، رقم: ۱۷۶۷، الاداب للبیہقی، باب مایقول اذالبس ثوبا او اکل طعاما، ج۱ص۳۱۱، رقم: ۷۲۲، المستدرک للحاکم، کتاب اللباس، ج۵ص۱۸۲، رقم: ۷۴۰۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۴۰، رقم: ۱۱۲۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اس کا نام رکھتے عمامہ یا قمیض) حضور انور حتی الامکان نیا کپڑا جمعہ کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا خیرات فرما دیتے تھے۔ (مرقات) پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا ہوں یا قمیض پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے، ان کی ہر ہر ادا پر کروڑوں درود۔

(اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں) کپڑے کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے، کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ اللہ

تعالٰی ہی کے کرم سے خیر کرسکتا ہے شر سے بچ سکتا ہے، نیز کپڑا پہن کر حمد وشکر کرنا کپڑے کی خیر ہے اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر۔

یہ حدیث احمد، نسائی، ابن حبان نے اور حاکم نے مستدرک میں ان ہی راوی سے روایت کی۔ شرح سنہ بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سفید قمیض پہنے دیکھا تو فرمایا کہ نئی ہے یا دھلی ہوئی عرض کیا نئی، فرمایا البس جدیدا عش حمیدا ومت شھیدا یعنی نیا لباس پہنو اچھے جیو شہید مرو رضی اللہ عنہ۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۱۸۸)

126- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِبْتِدَاءِ بِالْيَمِيْنِ فِي اللِّبَاسِ

دائیں جانب سے لباس پہننے کی ابتداء کرنا مستحب ہے

هٰذَا الْبَابُ قَدْ تَقَدَّمَ مَقْصُوْدُهٗ وَذَكَرْنَا الْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةَ فِيْهِ۔

اس باب کا مقصد گزر چکا وہاں ہم نے اس میں صحیح احادیث بیان کردی ہیں۔

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

5- کِتَابُ آدَابِ النَّوْمِ وَالْاِضْطِجَاعِ وَالْقُعُوْدِ وَالْمَجْلِسِ وَالْجَلِیْسِ وَالرُّؤْیَا

سونے کے آداب کا بیان سونے لیٹنے بیٹھنے مجلس ہم مجلس اور خواب کے آداب

127- بَابُ مَا یَقُوْلُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

آدمی سوتے وقت کون سی دعا پڑھے؟

(817) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْمَنِ، ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِهٰذَا اللَّفْظِ فِیْ کِتَابِ الْاَدَبِ مِنْ صَحِیْحِهٖ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف فرما ہوتے تو دائیں پہلو پر لیٹتے اور کہتے اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپردکی میں نے اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا۔ اپنا کام تیرے سپرد کیا اپنی پشت کو سہارا تجھ سے دیا تیرے شوق اور ڈر کی وجہ سے میرا ٹھکانہ اور جائے پناہ تیری طرف ہی ہے' میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر جن کو تو نے رسول بنایا۔ (بخاری) بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الادب میں ان الفاظ سے یہ حدیث ذکر کی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضوء، ج ۱ص۸۸، رقم: ۲۴۷ صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج ۲ص ۱۱۱۱، رقم: ۷۰۵۷ الاداب للبیہقی، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص ۳۰۶ رقم: ۷۸۱ سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو به اذا أوی الی فراشه، ج ۴ ص ۱۲۷۵، رقم: ۳۸۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج ۶ ص ۴۰۰، رقم: ۱۸۶۷۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وجہ سے مراد چہرہ یا توجہ یا دل کا رخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہر و باطن کیطرف اشارہ ہے یعنی الٰہی میرا باطن بھی تیرے مطیع ہے کہ اس میں ریاء (شرک) سرکشی نہیں اور میرا ظاہر بھی تیرا فرمانبردار کہ میرا کوئی عضو باغی نہیں، غرضکہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے سوتے وقت یہ کلمات اس لیے عرض کیے تاکہ معلوم ہوا کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے۔ (لمعات وغیرہ)

(تیرے شوق اور ڈر کی وجہ سے) لہذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے اور میری معاش و معاد اچھی کر دے، رغبت تو تفویض کے لحاظ سے ہے اور ہیبت الجائت کے اعتبار سے ہے، چونکہ بیداری میں انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور بااختیار مگر سو جانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اسی لیے اس موقعہ پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے، نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں اس لیے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدایا اب سب کچھ تیرے سپرد۔ شعر

سپردم تبو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

(اور جائے پناہ تیری طرف ہی ہے) یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صرف تو ہی دے سکتا ہے، تیرے غضب کی آگ کو صرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اونچے اونچے کانپ جائیں اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی امید بندھ جائے۔ شعر

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیاں شاناں والے فضل کریں تو بخشے جادن میرے جیہے منہ کالے

(میں تیری کتاب پر ایمان لایا) کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ الفاظ ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں اپنی رسالت پر ایمان لایا، نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات یعنی نبوت و رسالت وغیرہ کا علم حضور کے لیے علم حضوری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے لیے عین ایمان ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اپنی توحید وصفات کو جانتا تو ہے مگر اسے موحد یا مؤمن اس معنے سے نہیں کہہ سکتے، یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت کو جانتے تو ہیں مگر اس جاننے کو ایمان نہیں کہا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے قرآن کے مؤمن ہیں نہ کہ اپنے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ یہ نہ فرمایا: امن الرسول برسالته ہاں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا قرآن پر ایمان ہے اور قرآنی آیات میں حضور کی رسالت کی بھی آیات ہیں حضور ان کے مصداق ہیں اسی لحاظ سے اپنے بھی مؤمن۔ (از مرقات مع زیادۃ)

یہ دعائیہ کلمات صبح تک اس کے ایمان کی گارنٹی ہیں، پھر سویرے کو نیا روز نئی روزی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴)

(818) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، وَقُلْ وَذَكَرَ نَحْوَهٗ. وَفِيْهِ: "وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو نماز جیسا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور اسی کی مثل کہو (جو اوپر روایت میں جو دعا ذکر ہے) اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس کو سونے سے پہلے سب سے آخر میں کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخاري، باب فضل من بات على الوضوء، ج ١ص ٥٨، رقم: ٢٤٧، صحيح مسلم، باب ما يقول عند النوم واخذ المضجع، ج ٢ص ٧٧٧، رقم: ٧٠٥٦، الادب للمحاملي، باب كيف ينام وما يقول عند النوم ص ٣٠٦ رقم: ٢٧١، سنن ابن

ماجه، باب ما یدعو به اذا أوی الی فراشه، ج ۲ص ۱۲۷۷، رقم: ۳۸۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب رضی الله عنه، ج ۲ص ۲۰۰، رقم: ۱۸۶۷۷)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(نماز جیسا وضو کرو) یعنی اگر سوتے وقت تمہارا وضو نہ ہو تو اس اہتمام سے وضو کرلو جس اہتمام سے نماز کے لیے کرتے ہو مع مسواک وادائے سنن و مستحبات، یہ حکم استحبابی ہے، پہلے بحوالہ مرقات عرض کیا جاچکا ہے کہ اگر اس وقت تیمم بھی کرے جب بھی ان شاء اللہ یہ ہی فائدہ ہوگا۔

یہ تمام کلام حضرت براء کا ہے جو اختصارًا بیان فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس دعا میں کتاب سے قرآن شریف اور نبی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ممکن ہے کہ کتاب سے تمام آسمانی کتب اور نبی سے تمام نبی مراد ہوں کہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (اشعہ) نبی یا تو نباء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر دینے والا کس کی اللہ کی ذات وصفات، معاش ومعاد کی۔ یا نبوۃ سے بنا بمعنی بلندی درجہ، نبی بلند درجے والا۔ (مرقات)

بعض روایات میں انہی براء ابن عازب سے ہے کہ میں نے دوبارہ یہ ہی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو بجائے بنبیك کے برسولك کہہ دیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ ہی کہوں بنبیك۔ معلوم ہوا کہ وظیفے کے الفاظ بالکل نہ بدلے ورنہ تاثیر نہ ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی نہ کرے، حدیث کی روایت بالمعنی جب درست ہے جب کہ الفاظ یاد نہ رہے ہوں، یونہی قرآن کریم کے الفاظ، شد، مد، مخارج، طریقہ ادا میں حتی الامکان تبدیلی نہ ہونے دے۔ اس حدیث میں وعدہ فرمایا گیا کہ سوتے وقت یہ پڑھنے والا ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا، اسلام وتقویٰ پر جئے گا، بڑی ہی مجرب دعا ہے، فقیر بفضلہ تعالیٰ اس پر عامل ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۴ص ۴)

(819) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَجِيْءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھا کرتے پس جب فجر طلوع ہو جاتی دو خفیف رکعتیں ادا فرماتے تھے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ موذن آ کر آپ کو نماز کے لیے عرض کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من انتظر الاقامة، ج ۱ص ۱۲۸، رقم: ۶۲۶، صحیح مسلم، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۲ص ۱۶۵، رقم: ۱۷۵۲، السنن الکبری للبیهقی، باب صلاة اللیل مثنی مثنی، ج ۲ص ۴۸۶، رقم: ۴۷۵۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشة رضی الله عنها، ج ۹ص ۳۳، رقم: ۲۴۱۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہوسکتی۔

اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے بعض نے اس کے یہ معنی کئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۂ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنے کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بِرَكْعَةٍ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکر یہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام المؤمنین تَبَيَّنَ نہ فرماتیں۔

حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے، بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۱۴)

(820) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا" وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: "اَلْحَمْدُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے پھر کہتے اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔ اور جب بیدار ہوتے تو کہتے

لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور ہم نے اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخد الایمن، ج۴ص۲۶، رقم: ۶۳۱۴ الاداب للبیھقی، باب ما یقول اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج۱ص۳۱۶، رقم: ۶۸۲ سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۳۷۱، رقم: ۵۰۵۱ سنن ابن ماجه، باب ما یدعو به اذا انتبه من اللیل، ج۲ص۱۲۷۷، رقم: ۳۸۸۰ سنن الدارمی، باب ما یقول اذا انتبه من نومه، ج۲ص۳۷۷، رقم: ۲۶۸۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا بستر شریف قبر کے رُخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تاکہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

(تیرے نام پر مروں گا اور جیوں گا) یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، رب تعالٰی کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محی بھی یعنی ممیت کے نام پر مروں گا اور محی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں۔ (مرقات)

(اسی کی طرف اٹھنا ہے) یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگنے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، رب تعالٰی فرماتا ہے: اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ اور فرماتا ہے: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل و کافر۔ (مرقات ولمعات) (مراٰۃ المناجیح، ج۴ص۲)

(821) وَعَنْ يَعِيْشَ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ اَبِيْ: بَيْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى بَطْنِيْ اِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ: "اِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ" قَالَ: فَنَظَرْتُ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ

حضرت یعیش بن طخفہ غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک مجھے کوئی آدمی اپنے پاؤں سے حرکت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس طرح کا لیٹنا اللہ کو پسند نہیں۔ فرماتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ ابوداؤد نے صحیح سند

بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل ینبطح علی بطنه، ج۴ص۳۱۸ رقم: ۵۰۴۰، المعجم الکبیر للطبرانی من اسمه طهفة بن قیس الغفاری، ج۸ص۳۲۸ رقم: ۸۲۲۳، مسند امام احمد، حدیث طخفة بن قیس، ج۵ص۳۲۹ رقم: ۱۵۵۸۲، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه طلحة، ج۳ص۲۰۲ رقم: ۳۵۱۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعیش بروزن یزید تابعی ہیں، ان کے والد طخفہ ط، خ، ف، ہ یا طہفہ صحابی ہیں، ان کے والد قیس ابن ابی غزرہ غفاری کوفی ہیں۔

طخفہ صحابی ہیں اور صفہ والوں میں سے ہیں وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

سحر سین کے پیش ح کے سکون سے یا سین کے اور ح دونوں کے فتحہ سے حلق اور سینہ کا درمیانی حصہ یعنی سینہ کے اوپری حصہ میں میرے درد تھا اس لیے میں پیٹ کے بل اوندھا لیٹا ہوا تھا کہ سینہ دبا رہے اور درد کو سکون ہو۔

بڑا خوش نصیب ہے وہ جسم جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوکر لگ جاوے ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

مرمٹ کے خوب لگتی مٹی مری ٹھکانے — گر ان کی ٹھوکروں میں میرا مزار ہوتا

جس غلطی کی بنا پر حضور کی ٹھوکر نصیب ہو جاوے وہ غلطی بھی اللہ کی رحمت ہے۔

چونکہ دوسری طرح لیٹنے سے بھی یہ تکلیف دفع ہو سکتی تھی اس لیے یہ درد اس کے لیے عذر نہ مانا گیا اور اس سے منع فرمادیا گیا لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ضرورت کے وقت ممنوعات بھی درست ہو جاتے ہیں۔

سبحان اللہ! آپ نے یہ عذر حضور سے عرض نہ کیا بلکہ فوراً کروٹ بدل لی یا اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۵۶)

(822) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تَعَالَى تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ تَعَالَى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا اس پر اللہ کی طرف سے وہ مجلس باعث ہلاکت ہوگی اور جو کسی جگہ لیٹا اور اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو وہ اس کے لیے اللہ کی طرف سے ہلاکت کا باعث ہوگی۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

اَلتِّرَةُ: بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ، وَهِيَ: النَّقْصُ، وَقِيلَ: التَّبِعَةُ۔

اَلتِّرَةُ: تا مثناۃ پر زیر کے ساتھ یعنی کوتاہی کی وجہ سے حسرت کرنا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلسہ ولا یذکر اللہ، ج۴،ص۳۴۲، رقم: ۴۸۵۸، سنن الکبرٰی للنسائی، باب من جلس مجلسا لم یذکر اللہ تعالٰی فیہ، ج۶،ص۱۰۷، رقم: ۱۰۲۳۷، مسند الشامیین للطبرانی من اسمہ خالد بن حمید المھری، ج۲،ص۲۷۶، رقم: ۱۳۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہٰذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنٰی ہے ان موقعوں پر خدا تعالٰی کا نام لینا بے ادبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کرلو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہوجانے پر کف افسوس ملوگے۔ بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مؤمن کی کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۴۹۶)

سونے کے آداب

مستحب یہ ہے کہ باوضو سوئے اور بسم اللہ پڑھ کر کچھ دیر داہنی کروٹ پر

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی ۔ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب منہ (۲۸)، رقم ۳۴۲۸، ج۵، ص۲۶۳)

پڑھ کر داہنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رو سوئے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر سوئے پیٹ کے بل نہ لیٹے حدیث شریف میں ہے کہ اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالٰی پسند نہیں فرماتا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثلاثون فی المتفرقات، ج۵، ص۳۷۶)

اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنا منع ہے جب کہ تہبند پہنے ہوئے ہو کیونکہ اس صورت میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی فصاحۃ والبیان، رقم ۲۸۶۳، ج۴، ص۳۸۸)

ایسی چھت پر سونا منع ہے جس پر گرنے سے کوئی روک نہ ہو لڑکا جب دس برس کا ہوجائے تو اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے ساتھ نہ سلایا جائے بلکہ اتنی عمر کا لڑکا لڑکوں اور مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔ (بہار شریعت، ح۱۶، ص۷۱)

مسئلہ: دن کے ابتدائی حصہ اور مغرب و عشاء کے درمیان اور عصر کے بعد سونا مکروہ ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثلاثون، ج۵، ص۳۷۶)

مسئلہ:۔ شمال کی طرف پاؤں پھیلا کر بلاشبہ سونا جائز ہے اس کو ناجائز سمجھنا غلطی ہے ہاں البتہ مغرب کی طرف پاؤں کر کے سونا یقیناً ناجائز ہے کہ اس میں قبلہ کی بے ادبی ہے۔

مسئلہ: رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب رات کی ابتدائی تاریکی آجائے تو بچوں کو گھر میں سمیٹ لو کہ اس وقت میں شیاطین ادھر ادھر نکل پڑتے ہیں پھر جب ایک گھڑی رات چلی جائے تو بچوں کو چھوڑ دو بسم اللہ پڑھ کر

دروازوں کو بند کرلو اور بسم اللہ پڑھ کر مشکوں کے منہ باندھ دو اور برتنوں کو ڈھانک دو اور سوتے وقت چراغوں کو بجھ دو اور سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ مت چھوڑا کرو یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سویا کرو تو اس کو بجھا دیا کرو۔
(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، رقم ۳۲۸۰، ج ۲، ص ۳۹۹)

رات میں جب کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے بولنے کی آوازیں سنو تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو۔

مسئلہ: رات میں کوئی ڈراؤنا خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھوکنا چاہیے اور تین بار اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ کر اور کروٹ بدل کر سونا چاہیے اور کسی سے بھی اس خواب کا ذکر نہ کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس خواب سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، رقم ۲۲۶۲، ص ۱۲۴۱)

مسئلہ: اپنی طرف سے جھوٹا خواب گھڑ کر لوگوں سے بیان کرنا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا سنت ہے۔ جب سو کر اٹھے تب یہ دعا پڑھے اور بستر سے اٹھ جائے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ؕ

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا نام، رقم ۶۳۱۲، ج ۴، ص ۱۹۲)

128- بَابُ جَوَازِ الْاِسْتِلْقَاءِ عَلَی الْقَفَا وَوَضْعِ اِحْدَی الرِّجْلَیْنِ عَلَی الْاُخْرٰی اِذَا لَمْ یَخَفِ انْکِشَافَ الْعَوْرَۃِ وَ جَوَازِ الْقُعُوْدِ مُتَرَبِّعًا وَّمُحْتَبِیًا

چت لیٹنا اور پاؤں پر پاؤں رکھنا جب کہ ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو اور چہار زانو اور پنڈلیاں کھڑی کر کے سرین کے بل بیٹھنے کا جواز

(823) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِیًا فِی الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ چت لیٹے ہیں اور آپ نے اپنے ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھا ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستلقا فی المسجد ومد الرجل، ج۱ ص۱۰۲ رقم: ۴۷۵ صحیح مسلم باب فی اباحۃ الاستلقا ووضع احدی الرجلین علی الاخری، ج۳ ص۱۵۲ رقم: ۵۶۲۲ سنن النسائی باب الاستلقاء فی المسجد ج۱ ص۲۶۳ رقم: ۸۰۰ الاداب للبیہقی باب فی استلقاء الرجل ووضع احدی رجلیہ علی الاخری، ج۱ ص۲۵۰ رقم: ۵۸۱ سنن ترمذی باب ما جاء فی وضع احدی الرجلین علی الاخری مستلقیا، ج۵ ص۹۵ رقم: ۲۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قدم کا قدم پر رکھنا یہ ہے کہ دونوں پاؤں پورے پھیلے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر رکھا ہو اس صورت میں ستر نہیں کھل

سکتا۔ پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہو اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو۔ پہلی صورت
جائز یہ دوسری صورت ممنوع لہذا احادیث میں تعارض نہیں پاؤں پر پاؤں رکھنے میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے خصوصًا
جب کہ تہبند بندھا ہوا ہو، آئندہ حدیث میں پاؤں پر پاؤں رکھنے سے ممانعت آ رہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
مسجد میں لیٹنا جائز ہے خصوصًا ضرورت کے وقت یا یہ بحالت اعتکاف۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۴۵)

(824) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ. حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھا لیتے تو سورج اچھی طرح نکلنے تک اپنی مجلس میں چارزانو (چوکڑی مار کر) بیٹھے رہتے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد وغیرہ نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یجلس متربعا، ج۴ص۳۱۳، رقم: ۴۸۵۲، الاداب للبیھقی، باب کیفیۃ
الجلوس، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۲۵۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جابر بن سمرۃ السوائی، ج۲ص۲۲۶، رقم: ۱۸۸۶، مسند امام احمد
ومن حدیث ابی عبد الرحمن، ج۵ص۱۰۷، رقم: ۲۱۰۷۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھا رہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ
کہ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں، جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن افضل نہیں کہ اس
وقت سجدۂ تلاوت نہ کرسکے گا۔ تیسرے یہ کہ نفلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف
وہاں بیٹھتے تھے۔ چوتھے یہ کہ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنت صحابہ ہے۔ پانچویں یہ کہ آخرت
کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کرسکتا یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں، دیکھو حضرات صحابہ کرام اب
بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے ناسمجھ تھے اب حضور کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر
ہوئی۔ چھٹے یہ کہ حضور انور بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے ان کے ہر کام میں
شریک ہوجاتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۴۵)

(825) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدَيْهِ هكذا، وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الْاِحْتِبَاءَ، وَهُوَ الْقُرْفُصَاءُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے صحن میں اس طرح احتباء کیے ہوئے دیکھا پھر حضرت ابن عمر نے اپنے ہاتھوں سے احتباء کی وصف بیان کی۔ قرفصاء بھی اسی کو کہتے

ہیں۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاحتباء بالید وھو القرفصاء، ج۴ص۶۱، رقم: ۶۲۷۲، جامع الاصول، الکتاب السادس فی النوم وھیئته والقعود، ج۱۱ص۶۸، رقم: ۹۱۸۲، مشکوۃ المصابیح، باب الجلوس والنوم والمشی، ج۲ص۱۹، رقم: ۴۷۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گھر کے سامنے کی کھلی جگہ جس پر چھت نہ ہوفنا کہلاتی ہے جسے اردو میں صحن یا آنگن کہتے ہیں۔احتباء یہ ہے کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں، پاؤں کے تلوے زمین سے لگے ہوں، سرین زمین پر ہوں اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر رکھے ہوں، ان کا حلقہ کیے ہوئے یہ اکڑوں بیٹھنے کی ایک قسم ہے،اس بیٹھک میں اظہار جز و انکسار ہے یہ بیٹھک سنت ہے۔(مرقات) کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بھی بیٹھے ہیں۔(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۳۷۵)

(826) وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ. رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت قیلہ بن مخرمہ ﷺ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھنے میں ایسے اندازِ خشوع میں دیکھا تو میں خوف سے کانپ اٹھی۔اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی جلوس الرجل، ج۴ص۳۱۲، رقم: ۴۸۴۷، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی جلسۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۷۶، رقم: ۱۲۸، الادب المفرد للبخاری، باب القرفصاء، ص۳۰۲، رقم: ۱۱۷۸، السنن الکبری للبیھقی، باب الاحتباء المباح فی غیر وقت الصلاۃ، ج۳ص۳۲۵، رقم: ۶۱۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرفصاء ایک خاص بیٹھک کا نام ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور دونوں ران پنڈلیوں سے پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہو اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں یہ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے،قرفصاء کی اور صورتیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔(مرقات واشعہ) اشعہ نے فرمایا کہ یہ بیٹھک عرب کے چرواہوں اور غریب لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی جو کسی خاص اہم کام میں غور و فکر کر رہے ہوں بہر حال اس بیٹھک میں عجز و انکسار یا فکر کا اظہار ہے۔

(میں خوف سے کانپ اٹھی) کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سید المرسلین امام الاولین والاخرین کی یہ نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔

پیش او گیتی جبین فرسودہ است | خویشتن را عبدہ فرمودہ است
بوریا ممنون خواب راحتش | تاج کسریٰ زیر پائے امتش

اپنی تواضع کا یہ حال ہے اور دنیا ان کے آستانہ کی خاک چاٹ رہی ہے ان کی چوکھٹ پر پیشانی رگڑ رہی ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۵۱)

عاجزی اختیار کرو

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بے شک اللہ عزوجل نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ اتنی عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر کرے نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ ونعیمھا، باب صفات التی یعرف بھا، الحدیث: ۲۸۶۵، ص ۱۱۷۵)

(827) وَعَنِ الشَّرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ بِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِيْ، وَاتَّكَاْتُ عَلٰى اَلْيَةِ يَدِيْ، فَقَالَ: "اَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ؟" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے اور میں اس طرح بیٹھا تھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ پیٹھ پیچھے رکھا ہوا تھا اور ہاتھ کی گِی (انگوٹھے کے ساتھ والی پرگوشت جگہ) پر سہارا لیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: 'کیا' تو ان کی طرح بیٹھتا ہے جن پر غضب کیا گیا ہے۔ اس کو ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الجلسة المكروهة، ج۴ص۳۱۲ رقم: ۴۸۵۰، الاداب للبیهقی، باب ما یکره من الجلوس، ج۱ص۱۵۱، رقم: ۲۵۶، صحیح ابن حبان، باب التواضع والکبر، ج۱۲ص۴۸۸ رقم: ۵۶۷۴، مسند امام احمد، حدیث الشرید بن سوید، ج۳ص۳۸۸ رقم: ۱۹۴۷۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عمرو ابن شرید تابعی ہیں، ان کے والد شرید صحابی ہیں، عمرو طائف کے رہنے والے ہیں، ثقہ ہیں، ان کی ملاقات اپنے والد سے اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے ہے ان دو بزرگوں کے علاوہ اور چند صحابہ سے بھی ہے۔ (اشعہ)

الیۃ سرین کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد ہتھیلی کا وہ گوشت ہے جو انگوٹھے کی جڑ سے آخری کنارہ تک ہے۔

یعنی اس طرح یہود بیٹھا کرتے ہیں اور یہود پر اللہ کا غضب ہے تو یہ بیٹھک اللہ تعالٰی کو ناپسند ہے تم مؤمن انعام والے بندے ہو تم ان سے تشبیہ کیوں کرتے ہو۔ خیال رہے کہ ایک ہاتھ پیٹھ پر رکھنا دوسرے ہاتھ پر ٹیک لگانا مطلقًا ممنوع ہے خواہ داہنا ہاتھ پیٹھ پر بایاں زمین پر یا برعکس (اشعہ) بلکہ دونوں یا ایک ہاتھ کوکھ پر رکھنا یا پیٹھ سے لگانا ہی ممنوع ہے یوں ہی دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کھڑے کرنا ان پر ٹیک لگانا ممنوع ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۶۷)

129-بَابُ فِيْ اٰدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ
مجلس اور ہم نشینی کے آداب

(828) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا یُقِیْمَنَّ اَحَدُکُمْ رَجُلًا مِّنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْہِ، وَلٰکِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا قَامَ لَہٗ رَجُلٌ مِّنْ مَّجْلِسِہٖ لَمْ یَجْلِسْ فِیْہِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے لیکن وسعت وفراخی پیدا کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی آدمی جب اپنی جگہ سے اُٹھتا تو آپ اس کی جگہ میں نہ بیٹھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه، ج۴ص۱۶۱، رقم: ۶۲۶۹ صحیح مسلم، باب تحریم اقامة الانسان من موضعه المباح الذی سبق الیه، ج۴ص۹، رقم: ۵۸۱۲ السنن الدارمی، باب لا یقیمن احدکم اخاه من مجلسه، ج۲ص۳۶۵، رقم: ۲۶۵۳ صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۳۹، رقم: ۵۸۸ مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمر، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۶۰۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم عام ہے کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھ جانا ممنوع ہے، ہاں اگر وہ شخص ناجائز طور پر وہاں بیٹھا تھا تو اسے اٹھا دینا جائز ہے جیسے کوئی مسجد میں امام یا مؤذن کی مقررہ جگہ بیٹھ جاوے یا وہ کسی کی جگہ بیٹھ گیا تھا تو یہ لوگ آ کر اٹھا سکتے ہیں کہ یہ جگہ خود ان کی اپنی ہے نہ کہ اس بیٹھے ہوئے کی۔

یعنی اگر تھوڑے آدمی بہت سی جگہ گھیرے بیٹھے ہیں تو یہ عام خطاب سے کہے کہ بھائیو ذرا گنجائش کرو ذرا مل کر بیٹھو تا کہ میں بھی جگہ حاصل کرسکوں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۳۳)

(829) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَّجْلِسٍ، ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْہِ، فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے جو کوئی مجلس سے اٹھے تو وہ جب لوٹے تو وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اذا قام من مجلسه ثم عاد فهو احق به، ج۷ص۱۰، رقم: ۵۸۱۸ الاداب للبیهقی، باب الرجل یقوم من مجلسه لحاجة عرضت له ثم عاد الیه، ج۱ص۱۳۵، رقم: ۲۳۷ الاحاد والمثانی، من اسمه وهب بن حذیفه الثقفی رضی الله عنه، ج۳ص۲۲۵، رقم: ۱۵۹۵ سنن ترمذی، باب ما جاء اذا قام الرجل من مجلسه ثم رجع الیه فهو احق به، ج۵ص۸۹، رقم: ۲۷۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ اس صورت میں ہے کہ جانے والا اپنی جگہ کوئی نشانی رکھ گیا ہو جس سے پتہ لگے کہ وہ لوٹ کر آوے گا یا کوئی اور علامت ہو۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۳۴)

(830) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا،

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

جب نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو جہاں جس کو جگہ ملتی بیٹھ جاتا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التحلق، ج۴ص۲۰۰، رقم: ۴۸۲۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة ان یقول علیک السلام مبتدئا، ج۵ص۷۳، رقم: ۲۷۲۵ مسند امام احمد، حدیث جابر بن سمرة رضی اللّٰہ عنہ، ج۷ص۴۱، رقم: ۲۰۸۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کنارہ مجلس پر بیٹھتا تھا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر درمیان پہنچنے کی کوشش نہ کرتا تھا یہ آداب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۷۶)

(831) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن ہر آدمی کو چاہیے کہ غسل کرے اور حتی الامکان پاکیزگی حاصل کرے تیل لگا لے یا گھر کی خوشبو استعمال کرے پھر نکلے اور دو کے درمیان تفریق نہ ڈالے پھر جو توفیق ہو نماز پڑھے پھر جب امام کلام کرے (خطبہ دے) تو خاموش رہے، تو اس کے لیے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک مغفرت ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدهن للجمعة، ج۱ص۳۰، رقم: ۸۸۳ السنن الکبری للبیهقی، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة، ج۳ص۳۳۲، رقم: ۶۱۶۸ مسند امام احمد، حدیث رفاعة بن شداد، ج۹ص۲۲۸، رقم: ۲۳۷۶۱ مسند ابن ابی شیبة، حدیث سلمان الفارسی رضی اللّٰہ عنہ، ص۲۶۶، رقم: ۳۸۰ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سهیل بن حنظلة، ج۶ص۱۱، رقم: ۶۲۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا کیونکہ نماز جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے مَنْ أَتَى الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اس لیئے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے، مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں۔ (مرقاۃ)

(گھر کی خوشبو استعمال کرے) اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصاً جمعہ کو ملنا سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔

(دو کے درمیان تفریق نہ ڈالے) اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں۔

(جو توفیق ہو نماز پڑھے) تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت جمعہ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ غرضکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔

(پھر جب امام کلام کرے (خطبہ دے) تو خاموش رہے) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔

(اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک مغفرت ہو جاتی ہے) دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گزشتہ، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداؤد کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (مراۃ المناجیح، ج٦ ص٥٧٦)

(832) وَعَنْ عمرو بن شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوُدَ: "لَا يُجْلَسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا".

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ دو کے درمیان بلا اجازت علیحدگی کرے۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنهما، ج٤ص٣١٢ رقم: ٤٨٤٥، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهية الجلوس بین الرجلین بغیر اذنهما، ج٥ص١٠٦ رقم: ٢٧٥٢، الادب المفرد للبخاری باب لا یفرق بین اثنین ص٣١٠ رقم: ١١٤٢، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمرو، ج٢ص٢١٣ رقم: ٦٩٩٩)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی وجہ وہ ہی ہے جو ابھی عرض کی گئی۔ خیال رہے کہ رجل فرمانا اس لیے ہے کہ عورتیں مردوں کے حکم میں ہیں ان پر احکام شرعیہ مردوں کی طرح جاری ہوتے ہیں، رب تعالٰی نے نماز روزے وغیرہ کے احکام مردوں کو ہی دیئے مگر عورتوں پر بھی یہ عبادات فرض ہیں لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد تو یہ حرکت نہ کریں عورتیں کر لیا کریں۔

(مراۃ المناجیح، ج٦ ص٥٤١)

(833) وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ: اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسَطَ حَلْقَةٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ لَعَنَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دائرہ کے درمیان بیٹھنے والے آدمی پر لعنت فرمائی۔ ابوداؤد نے سندِ حسن کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ترمذی نے حضرت ابومجلز سے اسے روایت کیا کہ ایک آدمی دائرہ کے درمیان بیٹھا تھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو دائرہ کے درمیان بیٹھے وہ محمد ﷺ کی زبان مبارک سے لعنت کیا گیا ہے یا فرمایا اللہ نے محمد ﷺ کی زبان سے اس پر لعنت فرمائی جو دائرہ کے درمیان میں بیٹھا۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الجلوس وسط الحلقة، ج٤ص٣٠٥ رقم: ٤٨٢٨ سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهية القعود وسط الحلقة، ج٥ص٩٠ رقم: ٢٧٥٢ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب کراهية الجلوس فی وسط الحلقة، ج٣ص٢٣٢ رقم: ٦١١٨ اتحاف الخيرة المهرة، باب خير المجالس اوسعها، ج٦ص١١٧ رقم: ٥٥٥٢ مسند البزار، مسند حذيفه بن يمان، ج٧ص٢٥٠ رقم: ٢٩٥٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جو کوئی کسی جلسہ میں آخر میں آوے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا بیچ میں پہنچے وہ لعنتی ہے چاہیے کہ اگر کنارہ پر جگہ ملے تو وہاں ہی بیٹھ جاوے۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اردگرد دست بستہ کھڑے ہوں یہ عمل متکبرین کا ہے بڑا آدمی بھی لوگوں کے ساتھ حلقہ میں بیٹھے۔ (مرقات واشعہ) بعض لوگ مذاق دل لگی کرنے کے لیے کسی کو درمیان حلقہ میں بٹھا کر اسے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں وہ ہر طرف کے لوگوں سے مذاق کرتا ہے وہ بھی لعنتی ہے۔ (اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج٦ص٥٥٩)

(834) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "خَيْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مجلسوں میں سے بہتر مجلس وہ ہے جو کشادہ ہو۔ اسے ابوداؤد نے شرط بخاری پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی سعة المجلس، ج٤ص٣٠٥ رقم: ٤٨٢٢ الاداب للبیهقی باب خير المجالس اوسعها، ج١ص١٣٦ رقم: ٢٥٠ الادب المفرد، باب خير المجالس اوسعها، ص٢٨٨ رقم: ١١٣٦ المستدرك للحاكم، كتاب الادب

ج۳ص۲۸۲، رقم: ۷۰۵، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۱۸، رقم: ۱۱۱۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب جلسہ مجلس وغیرہ کرو تو وسیع زمین میں کرو تا کہ لوگوں کو بیٹھنے میں تنگی نہ ہو آرام سے کھلے ہوئے بیٹھیں ایسی مجلس بہت مبارک ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۶۰)

(835) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ، فَكَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ذٰلِكَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ، اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مجلس میں بیٹھا اس میں اس کی فضول باتیں بہت ہوگئیں؛ پھر اس نے اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے کہہ دیا: اے اللہ! تیری تسبیح کے ساتھ تیری حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں؛ تو اس مجلس میں جو کچھ ہو وہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا قام من المجلس، ج۵ص۲۶۷، رقم: ۳۴۴۴ صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۵۲، رقم: ۵۹۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، ج۳ص۳۴۷، رقم: ۱۰۴۲۰ سنن الکبرٰی للنسائی، باب ما يقول اذا جلس فی مجلس كثر فيه لغطه، ج۶ص۱۰۵، رقم: ۱۰۲۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لغط سے مراد بے فائدہ گفتگو جس میں وقت ضائع ہو کہ یہ بھی نقصان دہ چیز ہے۔ بعض نے فرمایا کہ بے ہودہ گفتگو غلط ہے جس میں حق اللہ ضائع ہو۔ غرضکہ فریب، جھوٹ، غیبت اس سے خارج ہیں کہ یہ چیزیں حقوق العباد میں سے ہیں بغیر معاف کرائے معاف نہ ہوں گی۔

اس دعا کا ماخذ یہ آیت ہوسکتی ہے وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ۔

(تیری طرف توبہ کرتا ہوں) یعنی اس اضاعت وقت کے قصور اور تیری نعمت زبان کو غلط استعمال کرنے کی غلطی سے توبہ کرتا ہوں، میں قصور مند بندہ ہوں تو غفور رحیم رب ہے معافی دے دے۔ سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ دعا ہے۔

(وہ معاف کر دیا جاتا ہے) بخشش سے وہ ہی مراد ہے جو ابھی اوپر عرض کیا گیا کہ جیسے مال برباد کرنا گناہ ہے ایسے ہی وقت برباد کرنا بھی گناہ، وقت مال سے زیادہ لائق قدر ہے اسی گناہ کی معافی مانگی گئی۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ ص۵۰)

(836) وَعَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِاٰخِرَةٍ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ" فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَّا كُنْتَ تَقُوْلُهُ فِيْمَا مَضٰى؟ قَالَ: "ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِّمَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ. وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فِي "الْمُسْتَدْرَكِ" مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَالَ: "صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ".

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخر میں جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو کہتے: پاک ہے تیری ذات اے اللہ! اور تیری ہی حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، ور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اب ایک ایسی بات کہتے ہیں جو پہلے نہیں فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ ان باتوں کے لیے کفارہ ہے جو مجلس میں ہو جاتی ہیں۔ اس حدیث کی ابوداؤد اور امام حاکم ابوعبداللہ نے مستدرک میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کی ہے اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی کفارۃ المجلس، ج۴ص۳۴۸ رقم: ۴۸۵۹، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا قام من المجلس، ج۵ص۴۹۴ رقم: ۳۴۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی، ابوالعالیۃ عن رافع بن خدیج، ج۴ص۲۸۶ رقم: ۴۴۴۶، مجمع الزوائد للہیثمی، باب کفارۃ المجلس، ج۱۰ص۲۰۶ رقم: ۱۶۹۶۱، الآداب للبیہقی، باب فی کفارۃ المجلس، ج۱ص۱۵۲ رقم: ۴۵۹)

شرح حدیث: بیٹھنے کی سنتیں اور آداب

ہمارا اٹھنا بیٹھنا بھی سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر قبلہ شریف کی طرف روئے انور کرکے بیٹھا کرتے تھے۔ زہے نصیب ہم بھی کبھی کبھی قبلہ رو ہو کر بیٹھیں تو کبھی مدینہ منورہ کی طرف منہ کرکے بیٹھیں کہ یہ بھی بہت بڑی سعادت ہے کاش! مدینہ پاک کی طرف رخ کرکے بیٹھتے وقت یہ تصور بھی بندھ جائے اور زبان حال سے یہ اظہار ہونے لگے۔

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے جو رخ تیرا ادھر ہے

بیٹھنے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں

(۱) سرین زمین پر رکھیں اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرکے دونوں ہاتھوں سے گھیر لیں اور ایک ہاتھ سے دوسرے کو پکڑ لیں، اس طرح بیٹھنا سنت ہے (لیکن اس دوران گھٹنوں پر کوئی چادر وغیرہ اوڑھ لینا بہتر ہے۔)

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۳۷۸)

(۲) چارزانو (یعنی پالتی مار کر) بیٹھنا بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے ثابت ہے۔

(۳) جہاں کچھ دھوپ اور کچھ چھاؤں ہو وہاں نہ بیٹھیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سائے میں ہو اور اس پر سے سایہ رخصت ہو جائے اور وہ کچھ دھوپ کچھ چھاؤں میں رہ جائے تو اسے چاہیے کہ وہاں سے اٹھ جائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الجلوس بین الظل والشمس، الحدیث ۴۸۲۱، ج ۴، ص ۳۴۴)

(۴) قبلہ رخ ہو کر بیٹھیں۔ (رسائل عطاریہ، حصہ ۲، ص ۲۲۹)

(۵) بزرگوں کی نشست پر بیٹھنا ادب کے خلاف ہے۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: پیر و استاذ کی نشست پر انکی غیبت (یعنی غیر موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۴، ص ۳۶۹/ ۴۲۴)

(۶) کوشش کریں کہ اٹھتے بیٹھتے وقت بزرگان دین کی طرف پیٹھ نہ ہونے پائے اور پاؤں تو ان کی طرف نہ ہی کریں۔

(۷) جب کبھی اجتماع یا مجلس میں آئیں تو لوگوں کو پھلانگ کر آگے نہ جائیں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔

(۸) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لیں آپ کے قدم آرام پائیں گے۔ (الجامع الصغیر، الحدیث ۵۵۴، ص ۴۰)

(۹) مجلس سے فارغ ہو کر یہ دعا تین بار پڑھ لیں تو گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور جو اسلامی بھائی مجلسِ خیر و مجلسِ ذکر میں پڑھے تو اس کیلئے اس خیر پر مہر لگا دی جائے گی۔ وہ دعا یہ ہے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ترجمہ: تیری ذات پاک ہے اور اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام خوبیاں ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی کفارۃ المجلس، الحدیث ۴۸۵۷، ج ۴، ص ۳۴۷)

(۱۰) جب کوئی عالم باعمل یا متقی شخص یا سید صاحب یا والدین آئیں تو تعظیماً کھڑے ہو جانا ثواب ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: بزرگوں کی آمد پر یہ دونوں کام یعنی تعظیمی قیام اور استقبال جائز بلکہ سنتِ صحابہ ہے بلکہ حضور کی سنت قولی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۷۰)

(837) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ: اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھتے پہلے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے تھے: اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت سے اتنا حصہ عطا فرما۔ جس سے تو ہمارے اور اپنی نافرمانی کے درمیان رکاوٹ کر دے اور اپنی اطاعت سے اتنا حصہ

جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا. اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

عطا فرما جس کے ساتھ تو ہم کو اپنی جنت عطا کر دے اور یقین سے جس کے ساتھ ہم پر دنیوی مصائب کو تو آسان فرما دے اے اللہ! ہم کو ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوتوں کے ساتھ تا حیات نفع عطا فرما۔ اور ان (قوتوں) کو ہمارا وارث بنا اور ہم پر ظلم کرنے والوں اور ہم سے دشمنی کرنے والوں کے خلاف ہماری مدد فرما ہماری مصیبت دین میں نہ بنا اور دنیا کو ہمارا مقصد اور علم کی انتہا نہ بنا ہم پر اس کو مسلط نہ کرنا جو ہم پر ترس نہ کرے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۸، رقم: ۳۵۰۲ سنن الکبریٰ للنسائی باب ما یقول اذا جلس فی مجلس کثر فیہ لغطہ ج۶ص۱۰۶، رقم: ۱۰۲۳۴ جامع الاصول لابن الاثیر، الفصل السادس فی ادعیۃ المجلس والقیام عنہ، ج۴ص۲۷۶، رقم: ۲۲۷۰ مشکوۃ المصابیح، باب جامع الدعاء، الفصل الثانی ج۲ص۱۰، رقم: ۲۴۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اکثر کسی مجلس سے اٹھتے وقت سرکار یہ دعا مانگ لیتے تھے اور یہ سب کچھ صحابہ کرام کی اور ان کے ذریعہ ہماری تعلیم کے لیے تھا۔ خیال رہے کہ حضور علیہ السلام کی جن دعاؤں میں مغفرت کی طلب یا گناہوں کا اقرار ہے ان سب میں تعلیم اُمت مقصود ہے ورنہ سرکار خود معصوم ہیں بلکہ ارادۂ گناہ سے محفوظ ہیں۔

یعنی ہم سب کو اپنا دلی خوف دے جس کی برکت سے ہم گناہوں سے محفوظ رہیں۔ تحُولُ واحد مخاطب ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ خوفِ خدا اللہ کی نعمت ہے اور اس خوف کے بعد بھی ہمیں گناہوں سے رب ہی بچاتا ہے ہم خود نہیں بچتے، مطلقًا خوفِ خدا تو شیطان کو بھی حاصل ہے، رب تعالٰی نے اس کا قول قرآن پاک میں نقل فرمایا: اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ خوفِ خدا اور عشق جناب مصطفی اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں۔

یعنی ہمیں اپنی بندگی کی توفیق بھی دے اور اسے قبول بھی فرما، یہاں بھی وہی اشارہ ہے کہ فقط عبادت جنت میں پہنچنے کے لیے کافی نہیں، مؤمن جنات اور فرشتوں کی عبادتیں انہیں جنتی نہیں بناتی۔

رب تعالٰی نے قرآن کریم میں ہر مصیبت کے بعد دو ۲ آسانیوں کی بشارت دی ہے" فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا" خدایا ہمیں اس بشارت پر ایسا یقین ہو جائے کہ ہم ہر مصیبت کو آئندہ راحت کا پیش خیمہ سمجھیں جس کی وجہ سے یہ زحمت رحمت بن

جائے۔ شعر

ناخوش اور خوش بود در جان من
جان فدائے یار دل رنجان من

یعنی ہمیں توفیق دے کہ اپنے حواس وقوتوں کے ذریعہ دنیوی و اخروی نفع اٹھائیں کہ انہیں تیری طاعتوں میں صرف کریں۔

اس جملہ کی بہت شرحیں ہیں، بہترین شرح یہ ہے کہ وارث سے مراد میراث ہے یعنی ہمارے تقویٰ اور مذکورہ نفع کو ہماری میراث بھی بنا کہ ہمارے بعد لوگ ہماری ان صفات کو اختیار کرلیں اور فائدے اٹھائیں، ہماری میراث صرف مال نہ ہو بلکہ مال، حال، اعمال، کمال اور خوف ذوالجلال سب کچھ ہماری میراث ہو۔ خیال رہے کہ میراث اضطراری صرف یعنی رشتہ داروں کو ملتی ہے مگر میراث اختیاری تا قیامت سارے انسانوں کو۔ کنویں، مساجد، سرائیں، قبرستان، وغیرہ موقوفہ چیزوں سے سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ مال کی میراث اختیاری ہے، علمائے کے علم، صوفیاء کے تقوے اور حضور علیہ السلام کے کمالات سے تا قیامت دنیا فائدہ اٹھائے گی، سخیوں کی کمائی میں فقیروں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ شعر

ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم
ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

یعنی ہمیں توفیق دے کہ ہم بدلہ لینے میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑیں صرف ظالم سے ہی بدلہ لیں، جاہلیت والوں کی طرح ایک فرد کا بدلہ ساری قوم سے نہ لیں۔ ثار کے لغوی معنی ہیں کینہ، غصہ اور بدلہ، اس جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئیں ہیں مگر یہ شرح بہتر ہے۔

اس طرح کہ ہمیں ذاتی دشمنوں کو معاف کرنے کی ہمت دے اور قومی و دینی دشمنوں کو مغلوب کرنے کی طاقت دے۔

یعنی ہم پر ایسی مصیبت نہ بھیج جو ہمارا دین برباد کردے کہ ہمیں بدعقیدہ بنادے یا ناقص کردے کہ ہم حرام کھانے لگیں یا عبادات میں کوتاہی کرنے لگیں۔

یعنی نہ تو ہمارا یہ حال ہو کہ مال، عزت، سلطنت وغیرہ ہمارا اصل مقصد بن جائے اور نہ یہ حال ہو کہ ہمارے علم اور فکر دنیا ہی کے لیے وقف ہوں یا فقط ہم دنیاوی علوم ہی پڑھیں دینی علوم کی طرف توجہ ہی نہ دیں اور دینی علم بھی سیکھیں تو صرف اپنی تعظیم کرانے اور مال کمانے کے لیے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ۔ اس دعا میں اشارۃً فرمایا گیا کہ دنیا کا قصد اور علم سے دنیا حاصل کرنا قدرے جائز ہے بلکہ اگر یہ دنیا دین کے لیے ہو تو اس کا طلب کرنا عبادت ہے، دنیا صفر ہے اور دین عدد، صفر اگر اکیلا ہو تو کچھ بھی نہیں اور اگر عدد سے مل جائے تو اسے دس گناہ کردیتی ہے۔

یعنی دنیا میں ہم پر نفس امارہ، شیطان، کافر و ظالم سلطان کو مسلط نہ کر اور قبر و حشر میں عذاب کے فرشتوں کو ہم پر مقرر نہ فرما لہذا یہ جملہ نیا ہے پہلے جملوں کا تکرار نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰۸)

(838) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللهَ تَعَالَى فِيْهِ إِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم کسی مجلس سے اٹھے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو وہ مردار گدھے کی لاش پر سے اٹھنے کی طرح ہے اور یہ مجلس ان کے حسرت ہو گی۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلس ولا یذکر اللہ، ج۴ص۳۱۴ رقم: ۴۸۵۵، الاداب للبیھقی، باب کراھیۃ من جلس مجلسا لم یذکر اللہ عزوجل فیہ، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۲۵۸، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۵۱۵، رقم: ۱۰۶۹۱، جامع الاصول لابن اثیر، حرف الدال، الکتاب الاول فی الذکر، ج۴ص۴۷۲، رقم: ۲۵۵۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گویا یہ غافل لوگ مردار گدھا کھا کر اٹھے جو پلید بھی ہے اور حقیر بھی اور اپنی زندگی میں حماقت میں مشہور بھی ہے اور شیطان کا مظہر بھی کہ اس کے بولنے پر لاحول پڑھی جاتی ہے۔ غرضکہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مردار گدھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں۔ الحمدللہ مؤمن کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی وعدے پر ان شاء اللہ کہتا ہے چھینک پر الحمدللہ، جمائی پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ، غم کی خبر پر انا للہ۔ غرضکہ بات بات پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے، درود ہو اس دافع شر جن وانس پر، صلوۃ ہو اس غمخوار امت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد کر دیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۴۹۷)

(839) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ تَعَالَى فِيْهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ فِيْهِ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ، فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اور اپنے نبی (ﷺ) پر درود نہ بھیجے تو وہ مجلس ان پر وبال کا باعث ہوگی۔ اگر وہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی القوم یجلسون ولا یذکر اللہ، ج۵ص۲۴۶، رقم: ۳۳۸۰، السنن الکبری للبیھقی باب ما یستدل بہ علی وجوب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۳ص۲۱۰، رقم: ۵۷۸۲، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر، ج۱ص۷۴۰، رقم: ۱۹۶۹، السنن الکبری للنسائی، باب التشدید فی ترک الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۲۰، رقم: ۱۸۸۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۵۳، رقم: ۹۹۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ ذکر اللہ میں درود شریف بھی داخل تھا مگر چونکہ درود شریف ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لیے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا کیونکہ درود پاک میں اللہ تعالٰی کا نام بھی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دعائیں بھی۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں جھوٹ غیبت وغیرہ گناہ ہوجاتے ہیں، اگر ان میں حمد وصلوۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اگر مجلس ان خیر ذکروں سے خالی ہو تو گناہ تو پایا گیا، کفارہ نہ ادا ہوا لہذا اب پکڑ اور سزا کا سخت اندیشہ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ الایہ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معافی گناہ کا ذریعہ ہے اس جملہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالٰی کا وعدہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۹۸)

اپنی ثناء بھی قبول نہیں فرماتا

ایک عارف کا بیان ہے کہ میں ایک رات نماز پڑھتے ہوئے تشہد میں سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درودِ پاک پڑھنا بھول گیا، مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ خواب میں آقائے دوجہاں، سرورِ ذیشاں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا دیدار نصیب ہوا۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تو آج ہم پر درود بھیجنا بھول گیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ثناء میں مشغول تھا۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر درودِ پاک پڑھے بغیر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی ثناء بھی قبول نہیں فرماتا، وہ ایسی کوئی دعا قبول نہیں فرماتا جس میں مجھ پر درود نہ بھیجا گیا ہو اور کوئی حاجت پوری نہیں فرماتا جب تک کہ مجھ پر درودِ پاک نہ بھیجا جائے، کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ مبارک فرمان نہیں سنا؟

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

ترجمۂ کنز الایمان: ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (پ22، الاحزاب: 56)

(الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۲۱۷)

(840) وَعَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے اللہ تعالٰی کا ذکر نہ کیا' تو یہ اس کے لیے باعث وبال ہوگی اور جو کسی لیٹنے کی جگہ سویا اور اس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا' تو اس پر

...بِرَّةٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَقَدْ سَبَقَ قَرِيبًا، وَشَرَحْنَا "التِّرَةَ" فِيهِ.

...اللہ کی طرف سے ہلاکت ہوگی۔ (ابوداؤد) یہ حدیث قریب ہی گزری ہے وہاں التِرۃُ کی وضاحت کردی گئی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیة ان یقوم الرجل من مجلسه ولا یذکر اللہ، ج۴ص۳۱۳، رقم: ۴۸۵۸ سنن الکبرٰی للنسائی، باب من جلس مجلسا لم یذکر اللہ تعالیٰ فیه، ج۶ص۱۰۶، رقم: ۱۰۲۳۶ مسند الشامیین للطبرانی من اسمه خالد بن حمید المھری، ج۲ص۲۶۷، رقم: ۱۳۲۳)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنیٰ ہے ان موقعوں پر خدا تعالیٰ کا نام لینا بے ادبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کرلو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہوجانے پر کف افسوس ملوگے۔ بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مؤمن کی کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۴۹۶)

130-بَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

خواب اور اس کے متعلقات کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ) (الروم: 23).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن کے وقت تمہارا سونا۔

(841) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ" قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی ہیں صحابہ نے عرض کیا: مبشرات کیا ہے فرمایا اچھے خواب۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المبشرات، ج۴ص۴۱، رقم: ۶۹۹۰ السنن الکبرٰی للبیہقی باب النھی من قراۃ القرآن فی الرکوع والسجود، ج۲ص۸۷، رقم: ۲۶۶۹ موطا امام مالک باب ما جاء فی الرؤیا، ج۲ص۹۸۰، رقم: ۱۰۱۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی الطفیل عامر بن واثلہ، ج۵ص۴۵۳، رقم: ۲۳۸۳۶ اتحاف الخیرۃ المھرۃ باب الرؤیا الصالحة، ج۶ص۲۶۰، رقم: ۶۰۲۳)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہماری وفات پر وحی، نبوت تا قیامت ختم ہوجائے گی مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بشارت باقی رہے گا۔ رب تعالیٰ خوابوں کے ذریعہ علوم غیبیہ اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا خوابیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی۔ خوابیں بشارت

بھی ہوتی ہیں ڈراتی بھی ہیں مگر تغلیباً بشارت فرمایا۔ (مرقات)

(اچھے خواب) صالحۃ سے مراد یا سچی خوابیں یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور ڈراونی خواب کو حلم مگر یہاں رؤیا سے عام خواب مراد ہے اچھی ہو یا ڈراونی۔ (اشعہ و مرقات) خیال رہے کہ رؤیا بمعنی خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رویت کا کوئی مشتق آ جاوے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے، رب فرماتا ہے: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ حضور انور نے معراج کی شب سارے عالم غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا مگر اسے رب نے رؤیا فرمایا، چونکہ آگے آرہا ہے ارینٰک اس لیے وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہوا۔ معراج جسمانی کے منکر اسی لفظ رؤیا سے جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۴۲)

اچھے خواب بیان کرنے کی اجازت

اچھے خواب اچھے ہی ہوتے ہیں ان کو بیان کرنے کی شرعاً اجازت ہے، چنانچہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ہے: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ (مسندِ امام احمد ج ۲ ص ۵۰۲ الحدیث ۶۲۲۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طرزِ عمل

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: یہ بھی سنّتِ صَحابہ علیہم الرضوان سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں اُن کے قول کی تائید نکلی اس پر شاد (یعنی خوش) ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر (عزّت و اہمیّت) بڑھادی۔ صحیحین میں ہے، ابوجمرہ ضُبَعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمتُّع حج میں خواب دیکھا، جس سے (فقہی مسائل میں) مذہب ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تائید ہوئی۔ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (وہ مبارک خواب سُن کر اپنے مال سے) اُن کا وظیفہ مقرّر کردیا اور اس روز سے انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کردیا۔ (مُلَخَّصاً از صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۱ الحدیث ۱۵۶۷)

(842) وَعَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا، اَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا".

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کا) زمانہ جب قریب ہو جائے گا' تو ایمان دار کا خواب کم جھوٹا ہوگا۔ ایمان دار کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ (متفق علیہ) ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں زیادہ سچے خواب اس کے ہوں گے جو زیادہ سچی بات والا ہوگا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الرؤیا الصالحۃ جز من ستۃ واربعین جزا من النبوۃ ج۴ص۳۰۰ رقم: ۶۹۸۷ صحیح مسلم باب الرؤیا ج۰ص۵۲ رقم: ۶۰۵۰ الاداب للبیہقی باب فی الرؤیا ج۱ص۳۱۳ رقم: ۱۶۹ سنن الدارمی باب اصدق الناس رؤیا

اصدقهم حديثا، ج۲ص۱۹۸، رقم: ۲۲۶۳؛ اتحاف الخيرة المهرة باب رؤيا المسلم جزء من سبعين جزء من النبوة ج۶ص۲۰۵ رقم: ۶۰۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قربِ زمان میں کئی احتمال ہیں: قریب قیامت، موت کے قریب کا زمانہ یعنی بڑھاپا وہ مہینے جن میں دن رات برابر ہوتے ہیں۔ حضرت امام مہدی کے ظہور کا زمانہ جب کہ لوگوں میں عیش و عشرت بہت ہوگا، سال گزرے گا مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح وہ زمانہ جب لوگوں کی عمریں گھٹ جائیں گی یا شر و فساد کا زمانہ جب لوگ ایک دوسرے سے گتھ جائیں قتل و خون کے لیے قریب ہوں گے۔ (اشعہ) مرقات میں اس کے اور بہت سے معنی کیے گئے ہیں مثلاً یاجوج ماجوج کے خروج کا زمانہ۔

یعنی ان زمانوں میں اہلِ اسلام کی اکثر خوابیں صحیح ہوا کریں گی ان تمام موقعوں پر خوابیں درست ہونے کی وجہیں مرقات ولمعات وغیرہ نے بہت دراز بیان فرمائی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۵۰)

باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے

حضرت سیدنا ابراہیم بن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کے ساتھ تھا۔ ہم ایک صحراء میں پہنچے، وہاں ایک اونچی قبر تھی۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم اس قبر کو دیکھ کر رونے لگے۔

مَیں نے پوچھا: حضور! یہ کس کی قبر ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ حمید بن جابر علیہ رحمۃ اللہ القادر کی قبر ہے جو کہ ان تمام شہروں کے حاکم تھے، پہلے یہ دنیاوی دولت کے سمندر میں غرق تھے، پھر اللہ عزوجل نے انہیں ہدایت عطا فرمائی (اور ان کا شمار اللہ عزوجل کے نیک بندوں میں ہونے لگا)۔

مجھے ان کے متعلق خبر ملی ہے کہ ایک رات یہ اپنی لہو ولعب کی محفل مُیں مست تھے، دنیا کی دولت وآسائش کے دھوکے میں تھے، جب کافی رات بیت گئی تو اپنی سب سے زیادہ محبوب اہلیہ کے ساتھ خواب گاہ میں گئے اور خواب خرگوش کے مزے لینے لگے۔ اسی رات انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے ان کے سرہانے کھڑا ہے، انہوں نے اس سے وہ کتاب طلب کی اور اسے کھولا تو سنہری حروف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے۔ اپنی بادشاہی، اپنی طاقت، اپنے خدام اور اپنی نفسانی خواہشات سے ہرگز دھوکا نہ کھا، وراپنے آپ کو دنیا میں طاقتور نہ سمجھ، اصل طاقتور ذات تو وہ ہے کہ جو معدوم نہ ہو۔ اصل بادشاہی تو وہ ہے جسے زوال نہ ہو، حقیقی خوشی وفرحت تو وہ ہے جو بغیر لہو ولعب کے حاصل ہو۔ لہٰذا اپنے رب عزوجل کے حکم کی طرف جلدی کر۔ بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔ (پ4،ال عمران:133)

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم فرماتے ہیں: پھران کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بہت خوفزدہ تھے۔ پھر کہنے لگے: یہ (خواب) اللہ عزوجل کی طرف سے میرے لئے تنبیہ ونصیحت ہے۔ یہ کہہ کر فوراً اپنی بادشاہت کو چھوڑا اور اپنے ملک سے نکل کر ایسی جگہ آگئے جہاں کوئی انہیں پہچان نہ سکے، اور انہوں نے ایک پہاڑ پر اللہ عزوجل کی عبادت کرنا شروع کر دی۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم فرماتے ہیں: جب مجھے ان کے بارے میں علم ہوا تو میں ان کے پاس آیا، اور ان سے ان کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا، اور میں نے انہیں اپنے سابقہ حالات کے بارے میں بتایا، پھر ان کے انتقال تک میں اکثر ملاقات کے لئے ان کے پاس آتا، بالآخر ان کا انتقال ہوگیا اور اسی جگہ انہیں دفن کر دیا گیا، یہ انہیں کی قبر ہے۔ (عُیُونُ الحِکَایات ۷۹)

(843) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ - أَوْ كَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ - لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطٰنُ بِي" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا۔ یا گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ج۴ص۳۳ رقم: ۶۹۹۳ صحیح مسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی، ج۶ص۵۰ رقم: ۶۰۵۷ مسند امام احمد، حدیث ابی قتادہ الانصاری، ج۸ص۳۰۱ رقم: ۲۲۶۵۹ الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی رویۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ص۳۵۲ رقم: ۳۹۹ المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج۵ص۳۲۵ رقم: ۸۱۸۹ سنن ابوداؤد باب فی الرؤیا، ج۴ص۳۶۶ رقم: ۵۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کے بھی چند معنی کیے گئے: ایک یہ کہ جس صحابی نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ دوسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ تیسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا۔ خواص اولیاء تو ظاہر ظہور دیکھیں گے ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہو جائے گی تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے تاکہ وہ راز ظاہر نہ کرسکیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب

میں دیکھا بیدار ہو کر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انور کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا، آپ اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے حضرت میمونہ نے حضور کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انور اپنا چہرہ انور دیکھا کرتے تھے حضرت ابن عباس نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضور کی صورت شریف نظر آئی اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی، دیکھو اشعۃ اللمعات یہی مقام۔ چوتھے یہ کہ میرے زمانہ حیات شریف میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ ان شاءاللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کرلے گا مگر تیسرے معنی بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کے لیے ہے۔

یہ حضور کا وہ معجزہ ہے جو تا قیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہیں کرسکتا تھا یوں ہی تا قیامت کسی کے خواب میں حضور کی شکل میں نہیں آسکتا حضور انور کے سواء اور تمام کی شکلوں میں آجاتا ہے، خواب میں باتیں کرجاتا ہے مرد یا عورت کو احتلام اس کی مہربانی سے ہوتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ص ٣٤٧)

(844) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا، فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَيْهَا، وَلْيُحَدِّثْ بِهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر اللہ کی حمد بیان کرے اور اس کو بیان کرے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَاِذَا رَاٰى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ، فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطٰنِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلَا يَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ، فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے اپنے پسندیدہ لوگوں کے علاوہ اور جب کوئی مکروہ و ناپسندیدہ خواب دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو یہ اس کو نقصان نہ دے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرؤیا من اللہ، ج۴ص۴۰۰، رقم: ۶۹۸۵ صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج۴ص۱۵، رقم: ۶۰۲۹ سنن الکبریٰ للنسائی، باب اذا رای ما یکرہ، ج۶ص۲۱۰، رقم: ۷۶۵۲، المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج۵ص۲۲۷، رقم: ۸۱۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۷، رقم: ۱۱۰۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

اچھے خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور برے خواب کو حلم، اسی سے ہے اضغاث احلام اسی سے بنا ہے احتلام، اگرچہ ساری خوابیں رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں مگر بارگاہِ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ بُری اور ڈراؤنی خوابوں کو شیطان کی طرف سے

نسبت دے کیونکہ مسلمان کی بری خوابوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔(مرقات) بہر حال اچھی خواب رب کی بشارت ہے تاکہ مسلمان اللہ کی رحمت کا منتظر اور شکر میں مشغول ہو جائے بری خواب مایوس کن ہے اور مایوسی شیطانی عمل ہے۔

یعنی اچھی خواب ضرور بیان کرے تاکہ اس کا ظہور ہو جائے مگر بیان کرے ایسے عالم معتبر سے جو اس کا دوست و خیر خواہ ہوتا کہ وہ تعبیر خراب نہ دے اچھی تعبیر دے خواب کی پہلی تعبیر ہی پر خواب کا ظہور ہوتا ہے۔

یہ عمل بہت مجرب ہے کیسی ہی خطرناک خواب دیکھو یہ عمل کرلو ان شاءاللہ اس کا ظہور کبھی نہ ہوگا، اچھی خواب اللہ کی نعمت ہے اس کا چرچہ کرو وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور بری خواب بلاو امتحان ہے اس پر صبر کرو کسی سے نہ کہو رب سے عرض کرو ان شاءاللہ دفع ہو جائے گی۔(مرقات) چونکہ حضور کے خطرناک خواب بھی رب کی طرف سے ہوتے تھے اس لیے حضور لوگوں سے انکا ذکر فرما دیتے پھر ان کا ظہور بھی ہوتا تھا جیسے حضور نے خواب میں تلوار ٹوٹی دیکھی اس کا ظہور غزوہ احد کی تکالیف کی شکل میں نمودار ہوا، ہاتھوں پر بھاری کنگن دیکھے ان کا ظہور مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے ہوا لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضور کے اس عمل شریف کے خلاف نہیں۔(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۴۸)

(845) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ - وَفِیْ رِوَایَةٍ: الرُّؤْیَا الْحَسَنَةُ - مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّیْطٰنِ، فَمَنْ رَاٰی شَیْئًا یَكْرَهُهٗ فَلْیَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهٖ ثَلَاثًا، وَلْیَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّیْطٰنِ، فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"اَلنَّفْثُ: نَفْخٌ لَطِیْفٌ لَا رِیْقَ مَعَهٗ.

حضرت ابو قتادہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیک خواب اور ایک روایت ہے کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہیں اور پریشان خواب شیطان کی طرف سے ہیں۔تو جو ناپسند چیز کو دیکھے اس کو بائیں جانب تین بار پھونک مارے اور شیطان سے اللہ کی پناہ میں آئے تو وہ اس کو ضرر نہ دے گا۔(متفق علیہ)

اَلنَّفْثُ: پھونک مارنا جس میں تھوک نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النفث فی الرقیہ، ج۴، ص۱۳۳، رقم: ۵۷۴۷، صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج۷، ص۵۰، رقم: ۶۰۳۳، مؤطا امام مالک، باب الرؤیا، ج۲، ص۷۰۷، رقم: ۱۶۲۰، اطراف المسند المعتلی، من مسند ابی قتادہ، ج۶، ص۲۸، رقم: ۸۰۶۳، سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیا، ج۴، ص۳۶۳، رقم: ۵۰۲۳، سنن الدارمی، باب فیمن یری رؤیا یکرھھا، ج۲، ص۱۶۰، رقم: ۲۱۴۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں خواب کے متعلق لکھتے ہیں:

میں آخری نبی اور میری امت آخری امت ہے

بیہقی سنن میں حضرت ابن زمل جہنی رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث طویل رؤیا میں راوی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بعد نماز صبح پاؤں بدلنے سے پہلے ستر بار سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ ان اللہ کان توابا پڑھتے پھر فرماتے یہ ستر ۷۰ سات سو ۷۰۰ کے برابر ہیں تر ابے خیر ہے جو ایک دن میں سات سو ۷۰۰ سے زیدہ گناہ

کرے (یعنی ہر نیکی کم از کم دس ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها تو یہ ستر کلمے سات سو نیکیاں ہوئے اور ہر نیکی کم از کم ایک بدی کو محو کرتی ہے۔ ان الحسنات یذھبن السیأت تو اس کے پڑھنے والے کے لئے نیکیاں ہی غالب رہیں گی مگر وہ کہ دن میں سات سو گناہ سے زیادہ کرے اور ایسا سخت ہی بے خیر ہوگا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے تشریف رکھتے اور اچھا خواب حضور کو خوش آتا دریافت فرماتے: کسی نے کچھ دیکھا ہے؟ ابن زمل نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: بھلائی پاؤ اور برائی سے بچو ہمیں اچھا اور ہمارے دشمنوں پر برا، رب العالمین کے لئے ساری خوبیاں ہیں خواب بیان کرو۔ انہوں نے عرض کی: میں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک وسیع نرم بے نہایت راستے پر بیچ شارع عام میں چل رہے ہیں ناگہاں اس راہ کے لبوں پر خوبصورت سبزہ زار نظر آیا کہ ایسا کبھی نہ دیکھا تھا اس کا لہلہاتا سبزہ چمک رہا ہے، شادابی کا پانی ٹپک رہا ہے، اس میں ہر قسم کی گھاس ہے، پہلا ہجوم آیا، جب اس سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور سواریاں سیدھے راستے پر ڈالے چلے گئے ادھر ادھر اصلاً نہ پھرے، پھر اس مرغزار کی طرف کچھ التفات نہ کیا، پھر دوسرا ہجوم آیا کہ پہلوں سے کئی گنا زائد تھا، سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی راہ پر چلے مگر کوئی کوئی اس چراگاہ میں چرانے بھی لگا اور کسی نے چلتے میں ایک مٹھا لے لیا، پھر روانہ ہوئے، پھر عام اژدھام آیا، جب یہ سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور بولے یہ منزل سب سے اچھی ہے یہ ادھر ادھر پڑ گئے میں ماجرا دیکھ کر سیدھا راہ پڑ لیا، جب سبزہ زار سے گزر گیا تو دیکھا کہ سات زینے کا ایک منبر ہے اور حضور اس کے سب سے اونچے درجے پر جلوہ فرما ہیں، حضور کے آگے ایک سال خوردہ لاغر ناقہ ہے حضور اس کے پیچھے تشریف لے جاتے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ راہ نرم و وسیع وہ ہدایت ہے جس پر میں تمہیں لایا اور تم اس پر قائم ہو اور وہ سبزہ زار دنیا اور اس کے عیش کی تازگی ہے میں اور میرے صحابہ تو چلے گئے کہ دنیا سے اصلاً علاقہ نہ رکھا نہ اسے ہم سے تعلق ہوا نہ ہم نے اسے چاہا نہ اس نے ہمیں چاہا پھر دوسرا ہجوم ہمارے بعد آیا وہ ہم سے کئی گنا زیادہ ہے، ان میں سے کسی نے چرایا کسی نے گھاس کا مٹھا لیا اور نجات پا گئے، پھر بڑا ہجوم آیا وہ سبزہ زار میں دہنے بائیں پڑ گئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون اور اے ابن زمل! تم اچھی راہ پر چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے ملو اور وہ سات زینے کا منبر جس کے درجہ اعلیٰ پر مجھے دیکھا یہ جہان ہے اس کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور میں اخیر ہزار میں ہوں واما ناقة التی رأیت ورأیتنی اتبعها فهی الساعة علینا تقوم لا نبی بعدی ولا أمة بعد أمتی اور وہ ناقہ جس کے پیچھے مجھے جاتا دیکھا قیامت ہے ہمارے ہی زمانے میں آئے گی، نہ میرے بعد کوئی نبی نہ میری امت کے بعد کوئی امت، صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیٰ امتک اجمعین وبارک وسلم فاخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(کنز العمال بحوالہ البیہقی، حدیث ۴۲۰۱۸، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۵/ ۵۱۸تا۵۲۱) (المعجم الکبیر حدیث ۸۱۴۶، عن ابن زمل الجہنی، المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت، ۸/ ۳۰۲تا۳۰۷)) فتاویٰ رضویہ ۱۴۴)

(846) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے بائیں طرف تین بار تھوک دینا چاہیے اور تین مرتبہ اللہ کی شیطان سے پناہ مانگے اور جس پہلو پر تھا اس سے پھر جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج۲، ص۱۰۵، رقم: ۶۰۲۱، المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج۶، ص۳۲۴، رقم: ۸۱۸۲، سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیا، ج۳، ص۳۶۳، رقم: ۵۰۲۲، سنن ابن ماجہ، باب من رای رؤیا یکرھھا، ج۲، ص۱۲۸۶، رقم: ۳۹۰۸، سنن الکبری للنسائی، باب اذا رای مایکرہ، ج۴، ص۳۹۰، رقم: ۷۶۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: عربی میں بصق کہتے ہیں تھوکنے کو، اتفل کہتے ہیں تھتکارنے کو، یہاں بصق سے مراد تھتکارنا ہی ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے یہ تینوں عمل شیطان کو ذلیل کرنے اور اپنے حال کو بدلنے کے لیے ہے، شیطان اکثر بائیں ہاتھ پر رہتا ہے ادھر تھوکنا گویا شیطان کے منہ پر تھوکنا ہے، یہ عمل بھی مجرب ہے، برے خواب میں یہ دیکھ کر یہ کرنا چاہیے اس سے خواب ختم ہوجاتا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص۴۴۹)

(847) وَعَنْ اَبِي الْاَسْقَعِ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰى اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ، اَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ، اَوْ يَقُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابو اسقع واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے یا آنکھ کو وہ دکھائے جو اس نے دیکھا نہیں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل، ج۲، ص۱۸۱، رقم: ۳۵۰۹، مسند امام احمد، حدیث ابی ثعلبۃ الخشنی، ج۳، ص۱۰۶، رقم: ۱۷۰۲۱، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب فیمن کذب فی حلمہ، ج۳، ص۱۲۳، رقم: ۶۰۲۴)

شرح حدیث: جھوٹوں میں سے ایک

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے میری طرف منسوب کرکے کوئی بات بیان کی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسلم، مقدمۃ الکتاب، للامام مسلم، باب وجوب الروایۃ ...... الخ ص ۶۷۴)

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے جیسا نہیں، لہٰذا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(المرجع السابق، باب تغلیظ الکذب۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۵،ص ۶۷۴)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی۔(المعجم الکبیر، الحدیث:۷۰۲۳، ج۲۲، ص۹۸)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب کوئی قوم اللہ عزوجل کی کتاب لکھنے اور اس کا آپس میں تکرار کرنے کے لئے جمع ہوتی ہے تو وہ اللہ عزوجل کی مہمان ہوتی ہے اور فرشتے انہیں ان کے اٹھنے یا دوسری بات میں مشغول ہونے تک ڈھانپے رہتے ہیں۔ جو عالم موت کے خوف سے علم کی تلاش میں نکلتا ہے یا ضائع ہوجانے کے خوف سے علم کو لکھ لیتا ہے تو وہ اللہ عزوجل کی راہ میں آمد ورفت رکھنے والے کی طرح ہے اور جس کا عمل اسے سست کردے اس کا نسب اسے تیز نہیں کرسکتا۔(المعجم الکبیر، الحدیث:۸۴۳، ج۲۲، ص۳۳۷، عالم بدلہ عبد)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

6- کِتَابُ السَّلَامِ
سلام کا بیان

131- بَابُ فَضۡلِ السَّلَامِ وَالۡاَمۡرِ بِاِفۡشَائِهٖ
سلام کی فضیلت اور اس کو عام کرنے کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَتُسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَهۡلِهَا) (النور: 27)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لینے اور سلام کرنے سے پہلے نہ جاؤ۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہے یا کھکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر سکونت رکھتا ہو خواہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ تَحِیَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً) (النور: 61)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے آپ پر سلام کہو (یعنی گھر والوں پر) یہ اللہ کی طرف سے برکت والا عمدہ تحفہ ہے۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو۔ (خازن)

مسئلہ: اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیۡنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیۡنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھۡلِ الۡبَیۡتِ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَبَرَکَاتُہٗ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مراد ہیں۔ نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ (شفا شریف) ملا علی قاری نے شرح شفا میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں روحِ اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا) (النساء: 86)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم کو سلام کیا جائے تو اس سے بہتر یا اسی کو لوٹا دو (جواب دو)۔

شرح و دمنر صدر الافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسائل: سلام، سلام کرنا سنّت ہے اور جواب دینا فرض اور جواب میں افضل ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا شخص السلام علیکم کہے تو دوسرا شخص وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے اور اگر پہلے نے ورحمۃ اللہ بھی کہا تھا تو یہ وبرکاتہ اور بڑھائے پس اس سے زیادہ سلام وجواب میں اور کوئی اضافہ نہیں ہے کافر، گمراہ، فاسق اور استنجا کرتے مسلمانوں کو سلام نہ کریں۔ جو شخص خطبہ یا تلاوت قرآن یا حدیث یا مذاکرہ علم یا اذان یا تکبیر میں مشغول ہو اس حال میں ان کو سلام نہ کیا جائے اور اگر کوئی سلام کرے تو اُن پر جواب دینا لازم نہیں اور جو شخص شطرنج، چوسر، تاش، گنجفہ وغیرہ کوئی ناجائز کھیل کھیل رہا ہو یا گانے بجانے میں مشغول ہو یا پاخانہ یا غسل خانہ میں ہو یا بے عذر برہنہ ہو اس کو سلام نہ کیا جائے مسئلہ: آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بی بی کو سلام کرے ہندوستان میں یہ بڑی غلط رسم ہے کہ زن وشو کے اتنے گہرے تعلقات ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو سلام سے محروم کرتے ہیں باوجود یہ کہ سلام جس کو کیا جاتا ہے اس کے لئے سلامتی کی دعا ہے۔

مسئلہ: بہتر سواری والا کمتر سواری والے کو اور کمتر سواری والا پیدل چلنے والے کو اور پیدل بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹے بڑے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ) (الذاریات: 24۔25)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے عزت والے مہمانوں کی بات پہنچی ہے۔ جب وہ ان کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا آپ نے ان کو سلام کہہ کر جواب دیا۔

(848) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کے کاموں میں سے کون سا کام افضل ہے۔ فرمایا: تم کھانا کھلاتا اور ہر شخص کو سلام کہنا چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اطعام الطعام من الاسلام، ج۱ص۱۲ رقم: ۱۲، صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام وای اموره افضل، ج۱ص۳۷ رقم: ۱۶۹، الاداب للبیہقی، باب السلام علی من عرفہ ومن لم یعرفہ، ج۱ص۱۱۸ رقم: ۲۰۳، سنن ابوداؤد، باب فی افشاء السلام، ج۴ص۵۱۶ رقم: ۵۱۹۶ (دار الکتاب العربی، بیروت) سنن ابن ماجہ، باب اطعام الطعام، ج۲ص۱۰۸۳ رقم: ۳۲۵۳ (دار الفکر، بیروت))

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسلامی کاموں میں کون سا کام اچھا ہے۔

یعنی سلام صرف اسلامی رشتہ سے ہو کاروباری دنیاوی تعلقات سے نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائل کے حال کے مطابق ہوتے تھے اسی لیے اس سوال کے جواب مختلف دیئے۔ کسی سے فرمایا کہ بہترین عمل نماز ہے، کسی سے فرمایا جہاد ہے یہاں فرمایا بہترین عمل کھانا کھلانا سب کو سلام کرنا یعنی تیرے لیے یہ دو کام بہترین۔ خیال رہے کہ تقریری سلام کرنا، سلام کہلوانا، سلام لکھنا لکھوانا، سلام کہلا کر بھیجنا سب کو شامل ہے۔ من عرفت کا تعلق صرف سلام سے ہے کھانا کھلانے سے نہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶ ص ۳۶۴)

غریبوں اور محتاجوں پر رحم

شیخ عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک بھوکوں کو کھانا کھلانا اور حسنِ اخلاق کامل زیادہ فضیلت والے اعمال ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: میرے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ بھی نہ بچے (کہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردوں اور بھوکے لوگوں کو کھانا کھلا دوں۔ (قلائد الجواہر، ملخصاً ص ۸)

(849) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰٓئِكَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ ، فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ. فَقَالُوْا: السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَزَادُوْهُ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا۔ تو آپ کو فرشتوں کی ایک جماعت کے بارے حکم دیا کہ ان کو جا کر سلام کہو تو جو وہ جواب دیں وہ سن لو یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے۔ تو آپ نے فرمایا: السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ انہوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کر دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بدء السلام، ج۴ص۲۲۹ رقم: ۶۲۲۷، صحیح مسلم، باب یدخل الجنۃ اقوام افئدتھم مثل افئدۃ الطیر، ج۸ص۱۴۹ رقم: ۷۳۴۲، شعب الایمان، فصل فی کیفیۃ السلام و کیفیۃ الرد، ج۶ص۴۵۳ رقم: ۸۸۶۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۱۵ رقم: ۸۱۵۶، مصنف عبدالرزاق، باب کیف السلام والرد

ج۱۰ص ۳۸۴، رقم: ۱۳۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ارشاد فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام جواب کا علم نہ تھا بلکہ اسے سنت ملائکہ قرار دینے کے لیے کہا تا کہ اولادِ آدم کو یہ معلوم ہو جائے کہ سلام کرنا سنت آدم علیہ السلام ہے اور اعلیٰ جواب دینا سنت ملائکہ، رب تعالیٰ انہیں تمام چیزوں کا علم پہلے ہی دے چکا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کے الفاظ سے سلام کرنے کا طریقہ پہلے ہی سے معلوم تھا اس لیے رب تعالیٰ نے آپ کو سلام کے الفاظ نہ بتائے سب کچھ پہلے ہی بتا دیا سمجھا دیا گیا ہے اور اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جواب سلام میں السلام علیکم کہنا بھی جائز اگرچہ وعلیکم السلام کہنا افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ جواب میں کچھ زیادہ الفاظ کہنا بہتر ہے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔

یعنی جنت میں صرف انسان ہی جائیں گے جانور یا جنات نہ جائیں گے اور تمام جنتی انسان آدم علیہ السلام کی طرح حسین وجمیل تندرست ہوں گے کوئی بدشکل یا بیمار نہ ہوگا اور سب کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا کوئی اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا، دنیا میں خواہ پست قد تھا یا دراز قد، بچہ تھا یا بوڑھا، دوزخی کفار بہت موٹے ہوں گے ان کی ایک ڈاڑھ پہاڑ کی برابر ہوں گی۔ (اشعہ) (مراٰۃ المناجیح، ج۶ص ۳۶۳)

(850) وَعَنْ أَبِي عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ: بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَنَصْرِ الضَّعِيفِ، وَعَوْنِ الْمَظْلُومِ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذَا لَفْظُ إِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابو عمارہ براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سات کام کرنے کا حکم دیا بیمار کی بیمار پرسی، جنازوں کے پیچھے چلنا، چھینک والے کو جواب دینا، کمزور کی مدد کرنا، مظلوم کی اعانت کرنا اور سلام کو عام کرنا اور قسم کھانے والے کی بات پوری کرنا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کی ایک روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب افشاء السلام، ج۴ص ۱۵۲، رقم: ۶۲۳۵، الاداب للبیہقی، باب ما یجب علی المسلم من حق اخیہ فی الاسلام، ج۱ص ۱۰۹، رقم: ۱۸۲، سنن الکبریٰ للنسائی، باب الامر باتباع الجنائز، ج۲ص ۱۵۳، رقم: ۹۳۹، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۲ص ۲۱۲، رقم: ۳۰۴۰، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ والرجال والنساء ج۶ص ۱۳۵، رقم: ۵۵۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کر سکتے ہو تو ضرور کر دو تا کہ اس کی قسم پوری ہو جائے

اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم جب تک تم فلاں کام نہ کرلو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں یا خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کرلو، بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔

لمعات و مرقات میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر و ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرور مدد کی جائے۔

(مراۃ المناجیح، ج۲ ص۷۵۱)

(851) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس وقت تک جنت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک ایمان دار نہیں بنو گے۔ جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تم کو ایک بات بتادوں کہ جب تم وہ کام کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ سلام کو آپس میں عام کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون، ج۱ص۵۳ رقم: ۲۰۳، المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة، ج۱ص۱۵۰، رقم: ۷۳۱۰، اتحاف الخیرة المهرة، کتاب الامارة باب رحمة الناس عامة ج۶ص۵۱۰ رقم: ۵۱۰۵، الاداب للبیهقی، باب ما یجب علینا لمسلم من حق اخیه فی الاسلام، ج۱ص۱۰۹، رقم: ۱۸۵، سنن ابوداؤد، باب فی افشاء السلام، ج۴ص۵۱۶، رقم: ۵۱۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں لا تؤمنون ہے نون کے ساتھ، جن نسخوں میں لا تؤمنوا ہے وہاں ان کا گرانا مجانست کی وجہ سے ہے کہ چونکہ حتی تؤمنوا میں نون نہ تھا تو یہاں بھی نہ لائے، مرقات نے فرمایا کہ عربی میں کبھی نفی بمعنی نہیں ہوتا ہے کبھی برعکس۔

یعنی کمال ایمان مسلمانوں کی آپس کی محبت سے نصیب ہوتا ہے، آپس کی عداوتیں بہت سے گناہ بلکہ کبھی کفر کا موجب ہوجاتی ہیں۔

سلام پھیلانے کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی ذکر ہوئے کہ ہر مسلمان کو سلام کرے جان پہچان والا ہو یا انجان۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کی عداوت مٹانے محبت پیدا کرنے کے لیے سلام مصافحہ ایک اکسیر ہے حضور کا فرمان بالکل ٹھیک ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۳۶۸)

(852) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت ابویوسف عبداللہ بن سلام ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوں۔ جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل اطعام الطعام، ج۴ص۲۸۶، رقم: ۱۸۵۴، الاداب للبیهقی، باب فی اکل الطعام وسقی الماء، ج۱ص۳۰، رقم: ۷۳، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج۱ص۴۲۳، رقم: ۱۳۳۴، سنن الدارمی، باب فضل صلاة اللیل، ج۱ص۴۰۵، رقم: ۱۴۶۰، مسند امام احمد، حدیث عبدالله بن سلام، ج۵ص۴۵۱، رقم: ۲۳۸۴۵)

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے، خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اُسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جونہی میری نظر جمالِ نبوت پر پڑی تو پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

اے لوگو! اسلام کا چرچا کرو اور کھانا کھلاؤ اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا اور آپ کے یہ چار بول میرے کان میں پڑے تو میں اس قدر متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اسلام میں آ جانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج۲، ص۶۶ ملخصا والمستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة، باب ارحموا اہل الارض... الخ، الحدیث ۷۳۵۹، ج۵، ص۲۲۱ ملخصا)

(853) وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، فَيَغْدُوا مَعَهُ إِلَى السُّوقِ،

حضرت طفیل بن ابی بن کعب سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کے پاس آتے پھر صبح کے

قَالَ: فَإِذَا غَدَوْنَا إِلَى السُّوقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللهِ عَلَى سَقَّاطٍ وَلَا صَاحِبِ بَيْعَةٍ، وَلَا مِسْكِينٍ، وَلَا أَحَدٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ، قَالَ الطُّفَيْلُ: فَجِئْتُ عبد الله بن عُمَرَ يوماً. فَاسْتَتْبَعَنِي إِلَى السُّوقِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا تَصْنَعُ بِالسُّوقِ، وَأَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ، وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلَا تَسُومُ بِهَا، وَلَا تَجْلِسُ فِي مَجَالِسِ السُّوقِ؛ وَأَقُولُ: اجْلِسْ بِنَا هَاهُنَا نَتَحَدَّث، فَقَالَ: يَا أَبَا بَطْنٍ - وَكَانَ الطفَيْلُ ذَا بَطْنٍ - إِنَّمَا نَغْدُوا مِنْ أَجْلِ السَّلَامِ، فَنُسَلِّمُ عَلَى مَنْ لَقِيْنَاهُ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

وقت ان کے ساتھ مل کر بازار جاتے کہتے ہیں کہ جب ہم بازار جاتے تو حضرت عبداللہ جب کسی سامان والے تاجر یا مسکین یا کسی اور کے پاس سے گزرتے تو اسے سلام کہتے طفیل کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک دن آیا انہوں نے (حسب معمول) ساتھ بازار جانے کے لیے کہا میں نے کہا آپ بازار میں کیا کرتے ہیں کہ نہ آپ کچھ خریدتے ہیں نہ بھاؤ پوچھتے ہیں نہ بھاؤ لگاتے ہیں اور نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں میں تو عرض کرتا ہوں کہ آپ اسی مقام پر تشریف رکھیں ہم باتیں کرتے ہیں تو فرمایا: اے بڑے پیٹ والے (حضرت طفیل کا پیٹ بڑا تھا) ہم بازار سلام کہنے کے لیے جاتے ہیں کہ جس کو ملیں سلام کہہ لیں۔ امام مالک نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ موطا میں روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (مؤطا امام مالک باب جامع السلام، ج۲ص۹۶۱، رقم: ۱۷۲۶ الادب المفرد للبخاری، باب من خرج یسلم ویسلم علیه، ص۳۲۸، رقم: ۱۰۰۶ شعب الایمان، الحادی والستون من شعب الایمان، باب فی مقاربة اهل الدین وموادتهم، ج۶ص۴۳۳، رقم: ۸۷۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ طفیل تابعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیارت نہ کر سکے، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، انصاری ہیں۔

سقاط سین کے فتح ق کے شد سے بنا ہے سقط سے سقط معمولی چیزوں کو کہتے ہیں یعنی گھری بڑی چیزیں۔ سقاط وہ شخص جو معمولی چیزیں فروخت کرتا ہو جسے اردو میں کہتے ہیں چھابڑہ فروش اور صاحب بیعت اعلیٰ چیزوں کا بیوپاری کہلاتا ہے۔

یعنی آپ ہر تاجر غیر تاجر، امیر وفقیر، واقف ناواقف سب کو سلام کرتے تھے اور کچھ خرید وفروخت نہیں کرتے تھے۔

(ہم باتیں کرتے ہیں) یعنی یہاں بیٹھ کر دینی باتیں کریں، کتاب وسنت، اللہ رسول کا ذکر کریں بازار جاتے آتے

بات کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔

(اے بڑے پیٹ والے۔) لہٰذا ابوبطن کے معنی ہوئے پیٹ والے جیسے ابوہریرہ بلیوں والے، ابوبکر اولیت والے، ابوبطن بڑے پیٹ والے۔

(ہم بازار سلام کہنے کے لیے جاتے ہیں) یعنی ہمارا بازار جانا بھی عبادت ہے کہ ہم وہاں عملی تبلیغ کے لیے جاتے ہیں، سلام کی اشاعت کرنا لوگوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالنا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کو سنت کا عادی بنانا بھی بہترین عبادت ہے، علماء اگر لوگوں کے پاس جا کر انہیں تبلیغ کریں تو بہت ہی اچھا ہے، گھر بلا کر تبلیغ کرنا اور لوگوں کے گھر جا کر تبلیغ کرنا دونوں ہی سنت ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۰۱)

132-بَابُ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ

سلام کی کیفیت کا بیان

يُسْتَحَبُّ اَنْ يَّقُوْلَ الْمُبْتَدِئُ بِالسَّلَامِ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ. فَيَاْتِ بِضَمِيْرِ الْجَمْعِ، وَاِنْ كَانَ الْمُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا. وَيَقُوْلُ الْمُجِيْبُ: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ. فَيَاْتِيْ بِوَاوِ الْعَطْفِ فِيْ قَوْلِهٖ: وَعَلَيْكُمْ

(امام نووی کہتے ہیں:) مستحب یہ ہے کہ پہلے سلام کہنے والا کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو وہ جمع کی ضمیر کے ساتھ سلام کہے اگرچہ وہ ایک ہی ہو اور جواب دینے والا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے واؤ عاطفہ کا اضافہ شروع میں کرے کہے وعلیکم۔

شرح حدیث: سلام کرنے کی سنتیں اور آداب

سلام کرنا ہمارے پیارے آقا، تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے (بہارِ شریعت، حصہ ۱۶، ص۸۸)، بدقسمتی سے آج کل یہ سنت بھی ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔ اسلامی بھائی جب آپس میں ملتے ہیں تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم سے ابتدا کرنے کے بجائے آداب عرض کیا حال ہے؟ مزاج شریف، صبح بخیر، شام بخیر وغیرہ وغیرہ عجیب وغریب کلمات سے ابتداء کرتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔ رخصت ہوتے وقت بھی خدا حافظ، گڈ بائی، ٹاٹا وغیرہ کہنے کے بجائے سلام کرنا چاہیے۔ ہاں رخصت ہوتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کے بعد اگر خدا حافظ کہہ دیں تو حرج نہیں۔ سلام کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سلام کے بہترین الفاظ یہ ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ یعنی تم پر سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ، ج۲۲، ۴۰۹)

(۲) سلام کرنے والے کو اس سے بہتر جواب دینا چاہیے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ

دو۔(پ۵،النسا:۸۶)

(۳) سلام کے جواب کے بہترین الفاظ یہ ہیں:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ یعنی اور تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ۴۰۹م)

(۴) عام طور پر معروف یہی ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ہی سلام ہے۔ مگر سلام کے دوسرے بھی بعض صیغے ہیں۔ مثلاً کوئی آکر صرف کہے سلام، تو بھی سلام ہو جاتا ہے اور سلام کے جواب میں، سلام کہہ دیا، یا، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ہی کہہ دیا، یا صرف وَعَلَيْكُمْ کہہ دیا تو بھی جواب ہو گیا۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۹۳)

(854) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَشْرٌ" ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "عِشْرُونَ" ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "ثَلَاثُونَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت عمران حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا السلام علیکم آپ نے اس کو جواب دیا وہ بیٹھ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس نیکیاں' پھر ایک اور آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے اس کو جواب مرحمت فرمایا وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: بیس نیکیاں' پھر ایک اور آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے اس کو بھی سلام کا جواب دیا وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: تیس نیکیاں۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کیف السلام، ج۴ص۵۱۶، رقم: ۵۱۹۵، سنن ترمذی، باب ما ذکر فی فضل السلام، ج۴ص۵۲، رقم: ۲۶۸۹، اتحاف الخیرۃ المہرۃ، باب افشاء السلام وفضلہ، ج۶ص۳۳، رقم: ۵۲۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عمران بن حصین، ج۱۸ص۱۲۳، رقم: ۱۳۹۹۰، سنن الدارمی، باب فی فضل التسلیم ورده، ج۲ص۳۶۹، رقم: ۲۶۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کو بھی سلام کرے تو علیکم جمع سے کہے کہ اس میں ان فرشتوں کو سلام ہو جاتا ہے جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں محافظین اور کاتبین اعمال وغیرہم اگرچہ علیک واحد کہنا بھی جائز ہے۔

عشر فاعل ہے ثبت لہ پوشیدہ کا یا نائب فاعل ہے کتب فعل مجہول کا یعنی اس کو دس نیکیوں کا ثواب حاصل ہوا یا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی گئیں۔

معلوم ہوا کہ سلام کے ہر کلمہ پر دس نیکیاں ملتی ہیں جتنے کلمات زیادہ ہوں اتنی نیکیاں اسی حساب سے زیادہ ہوں گی، جواب دینے والا زیادہ اچھا جواب دے یعنی سلام کے کلمات پر کچھ کلمات بڑھا کر جواب دے۔

(مراۃ المناجیح، ج ٦ ص ٤٨١)

(855) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ" قَالَتْ: قُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَهٰكَذَا وَقَعَ فِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِ الصَّحِيْحَيْنِ: "وَبَرَكَاتُهُ" وَفِيْ بَعْضِهَا بِحَذْفِهَا، وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں (عائشہ کہتی ہیں) میں نے کہا ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔ (متفق علیہ)

اور اسی طرح صحیحین کی بعض روایات میں ہے ''وبرکاتہ'' اور بعض نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اور ثقہ کی زیادتی ہی قبول و منظور ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال، ج٤ص٥٥، رقم: ٦٢٤٩، صحیح مسلم، باب فی فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج٧ص١٣٩، رقم: ٦٤٥٧، سنن الدارمی، باب اذا اقری علی الرجل السلام کیف یرد، ج٢ص٣٥٩، رقم: ٢٦٣٨، الاحاد والمثانی، حدیث عائشۃ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا، ج٥ص٣٩٥، رقم: ٣٠١٨، المعجم الکبیر للطبرانی، ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج٢٣ص٣٠، رقم: ١٠٣٦)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ابو سلمہ دو ہیں: ایک تو جناب ام سلمہ کے پہلے خاوند وہ صحابی ہیں، دوسرے ابو سلمہ ابن عبد الرحمن ابن عوف یہ تابعی ہیں یہ ہی یہاں مراد ہیں۔

عائش ترخیم ہے عائشہ کی، نہایت محبت و پیار میں یہ فرمایا گیا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ جناب عائشہ صدیقہ سے افضل ہیں کہ جناب عائشہ کو تو جبریل امین نے سلام کیا اور جناب خدیجہ کو حضرت جبریل نے رب تعالٰی کا سلام پہنچایا۔ (مرقات، لمعات)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھتے تھے اور باوجودیکہ حضرت جبریل میرے گھر میں بلکہ میرے بستر میں میرے پاس ہی حضور انور کی خدمت میں آتے تھے مگر میں انہیں نہ دیکھتی تھی، نور کو دیکھنے کے لیے نور کی آنکھیں چاہئیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو اگرچہ یہ کہنا افضل ہے کہ علیہ وعلیہ السلام مگر یہ کہنا بھی درست ہے وعلیہ السلام۔ (مراۃ المناجیح، ج ٨ ص ٢٢٨)

(856) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تكلم بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفهَمَ عَنهُ، وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سلم عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

جب کوئی (اہم) بات کرتے تو اس کو تین بار دہراتے تا کہ سمجھی جائے اور جب کسی قوم کے پاس آتے اور ان کو سلام کہتے تو تین بار سلام کہتے۔ (بخاری)

وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا إِذَا كَانَ الْجَمْعُ كَثِيْرًا.

یہ حکم کثیر مجمع کی صورت میں ہے (واللہ اعلم بالصواب)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفھم عنہ، ج۱ص۳۰رقم: ۹۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۴ص۴۱۲، رقم: ۱۳۲۲۲ مسند البزار، مسند ابی حمزۃ عن انس بن مالک ج۲ص۳۳۹ رقم: ۶۳۲۰ مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم الفصل الاول ج۱ص۴۵رقم: ۲۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیئے صاحب مشکوۃ اس حدیث کو "کتاب العلم" میں لائے۔

ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلے کی اجازت کے لئے شور نہ مچائے، بہت دروازہ نہ پیٹے، بلکہ صرف یہ کہے السلام علیکم آجاؤں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو۔ (مراۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۶)

(857) وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطويل، قَالَ: كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَيَجِيْءُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا لَا يُوْقِظُ نَائِمًا، وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے لیے دودھ کا حصہ بچا رکھتے تھے آپ رات کو آتے تو اس طرح سلام کہتے کہ جو سوئے ہیں وہ بیدار نہ ہوں اور جو بیدار ہیں وہ سن لیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ، ج۶ص۱۲۸ رقم: ۵۴۸۳ الادب المفرد للبخاری باب التسلیم علی النائم، ص۳۵۵ رقم: ۱۰۲۸ مسند امام احمد، حدیث المقداد بن الاسود، ج۶ص۳ رقم: ۲۳۸۶۳ مسند ابن ابی شیبۃ حدیث المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۸۶ رقم: ۸۸۳ مسند البزار، مسند المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ، ج۱ص۳۲۲ رقم: ۲۱۱۰)

شرح حدیث: مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی کتاب علم القرآن میں لکھتے ہیں:

اسی لئے ہم نمازوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے ہیں اور کھانا کھانے والے، استنجا کرنے والے، سوتے ہوئے کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے اگر مردے نہ سنتے ہوتے تو قبرستان جاتے وقت انہیں سلام نہ کیا جاتا اور نماز میں حضور کو سلام نہ ہوتا۔

ضروری ہدایت: زندگی میں لوگوں کی سننے کی طاقت مختلف ہوتی ہے بعض قریب سے سنتے ہیں جیسے عام لوگ اور بعض دور سے بھی سن لیتے ہیں جیسے پیغمبر اور اولیائ۔ مرنے کے بعد یہ طاقت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں لہٰذا عام مردوں کو ان کے قبرستان میں جا کر پکار سکتے ہیں دور سے نہیں لیکن انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو دور سے بھی پکار سکتے ہیں کیونکہ وہ جب زندگی میں دور سے سنتے تھے تو بعد وفات بھی سنیں گے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ سے سلام عرض کرو مگر دوسرے مردوں کو صرف قبر پر جا کر دور سے نہیں۔

دوسری ہدایت: اگرچہ مرنے کے بعد روح اپنے مقام پر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر سے ضرور رہتا ہے کہ عام مردوں کو قبر پر جا کر پکارا جاوے تو سنیں گے مگر اور جگہ سے نہیں۔ جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی ایک روح نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے لیکن اگر اس کے جسم کے پاس کھڑے ہو کر آواز دو تو سنے گی۔ دوسری جگہ سے نہیں سنتی۔

اعتراض: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو نماز وغیرہ میں سلام کیا جاوے اس میں یہ نیت نہ ہو کہ آپ سن رہے ہیں بلکہ جیسے کسی سے سلام کہلا کر بھیجتے ہیں یا کسی کو خط میں سلام لکھتے ہیں ایسے ہی سلام کیا جائے کیونکہ دور کے آدمی کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور پاس والے کا سلام خود حضور سنتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (وہابی)

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تمہارے عقیدے کے یہ بھی خلاف ہے کہ تم تو کہتے ہو کہ مردے سنتے ہی نہیں اور آیات پیش کرتے ہو اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر انور میں سے سن لیا تو تمہارے قول کے خلاف ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ جب کسی کے ہاتھ سلام کہہ کر بھیجتے ہیں تو اسے خطاب کر کے السلام علیکم نہیں کہتے بلکہ جانے والے کو کہتے ہیں کہ ہمارا سلام کہہ دینا ہم لوگ نماز وغیرہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خط تو لکھتے نہیں تمہارے قول کے مطابق فرشتوں سے کہلا کر بھیجتے ہیں تو اس صورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ اے نبی تم پر سلام ہو بلکہ یوں کہا جانا چاہئے کہ اے فرشتو! حضور سے ہمارا سلام کہنا، خطاب فرشتوں سے ہونا چاہیے تھا۔ تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ دور والے کا سلام نہیں سنتے صرف یہ ہے کہ دور والے کا سلام ملائکہ پیش کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ملائکہ بھی پیش کرتے ہوں اور سرکار خود بھی سنتے ہوں، جیسے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں تو خدا کیا ان کے اعمال خود نہیں جانتا ضرور جانتا ہے مگر پیشی بھی ہوتی ہے۔

اعتراض: مردے نہیں سنتے قرآن کریم فرمارہا ہے:

(1) وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ O

تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔ (پ22، فاطر:22)

(2) اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ O وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ

پس تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار جب وہ پیٹھ دے کر پھریں اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ۔ (پ20، النمل:80،81)

ان آیات میں صاف بتایا گیا کہ قبر والے اور مردے نہیں سنتے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تم بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سننے کے قائل ہو کہ جو قبر انور پر سلام پڑھا جاوے وہ سرکار سن لیتے ہیں وہ بھی اس آیت کے خلاف ہوا۔ دوسرے یہ کہ آیت میں یہ بھی ہے کہ تم اندھوں کو گمراہی سے نہیں نکال سکتے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہزاروں اندھے ہدایت پر آگئے۔ تیسرے یہ کہ یہاں قبر والوں اور مردوں، اندھوں اور بہروں سے مراد وہ کفار ہیں جن پر مہر ہو چکی جن کے ایمان کی توقع نہیں اسے خود قرآن کریم بتا رہا ہے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ انہی آیات کے آخر میں یہ ہے۔

(1) اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ O

تم اس کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاویں اور وہ مسلمان ہوں۔ (پ20، النمل:81)

یہ سورہ نمل اور سورہ روم میں دونوں جگہ ہے اگر وہاں اندھے، بہرے، مردے سے مراد یہ اندھے اور مردے ہوتے تو ان کے مقابل ایمان اور اسلام کا ذکر کیوں ہوتا۔ پتا لگا کہ اس سے دل کے مردے، دل کے اندھے مراد ہیں۔ انہیں مردہ بہرہ اس لئے فرمایا کہ جیسے مردے پکار سے نفع اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے ہی یہ لوگ ہیں نیز قرآن کریم کافروں کے بارے میں فرماتا ہے:

(2) صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ O

یہ کفار بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔ (پ1، البقرۃ:18) (علم القرآن ص ۲۰۸)

(858) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِی الْمَسْجِدِ یَوْمًا، وَعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰی بِیَدِهٖ بِالتَّسْلِیْمِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں سے گزرے اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ آپ نے ان کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا

حَسَنٌ۔ اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَمَعَ بَيْنَ اللَّفْظِ وَالْاِشَارَةِ. وَيُؤَيِّدُهُ اَنَّ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ: فَسَلَّمَ عَلَيْنَا۔

اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام کا لفظ اور اشارہ جمع کر دیا۔ اس کی تائید روایت ابوداؤد سے ہوتی ہے اس میں ہے کہ آپ نے ہم پر سلام کہا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی النساء، ج۵ص۵۸، رقم: ۲۶۹۶، الادب المفرد باب التسلیم علی النساء، ص۳۶۰ رقم: ۱۰۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، من حدیث اسماء ابنة یزید، ج۱۰ص۴۵۷، رقم: ۲۷۶۳۰، مجمع الزوائد للھیثمی، باب حق الزوج علی المرأة، ج۴ص۵۰۷، رقم: ۷۶۵۴)

شرح حدیث: انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے

زبان سے سلام کرنے کے بجائے صرف انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے سے سلام نہ کیا جائے۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۹۲)

اگر کسی نے زبان سے سلام کے الفاظ کہے اور ساتھ ہی ہاتھ بھی اٹھا دیا تو پھر مضایقہ نہیں۔ (احکام شریعت، ص ۶۰)

حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرنے والا ہم میں سے نہیں، یہود و نصاریٰ کے مشابہ نہ بنو، یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ الید بالسلام، الحدیث ۲۷۰۴، ج ۴، ص ۳۱۹)

(859) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ، وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِنَحْوِهِ وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ ذُكِرَ بَعْدَهُ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا اور امام ترمذی نے بھی اسی کی مثل روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اس کا بعد میں بھی ذکر کیا جائے گا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی فضل السلام، ج۴ص۴۵۶، رقم: ۵۱۹۷، سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الذی یبداء السلام ج۵ص۵۶، رقم: ۲۶۹۳، الاداب للبیہقی، باب من اولی بالابتداء بالسلام، ص۱۱۹، رقم: ۲۰۲، جامع الاصول لابن اثیر الفرع الثانی فی المبتدئ بالسلام، ج۶ص۵۹۹، رقم: ۴۸۲۶)

شرح حدیث: انجیل میں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری سے پہلے تورات شریف کی پہلی سطر میں ان

اوصاف کے ساتھ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی صفت بیان کی، فرمایا: محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللہ کے رسول، میرے پسندیدہ بندے ہیں، نہ سخت مزاج اور نہ سختی کرنے والے ہیں، نہ بازاروں میں چیخنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے۔ بلکہ درگزر کرتے اور معاف کرتے ہیں، ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں بھی ہوگی اور تہبند باندھیں گے، وہ اور ان کے صحابہ قرآن اور علم کے محافظ ہوں گے، وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھوئیں گے۔

انجیل میں بھی اسی طرح آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اوصاف مذکور ہیں۔

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس سے ملاقات ہوتی تو سلام میں پہل فرماتے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حب النبی، فصل فی خلقہ وخلقہ، الحدیث ۱۴۳۰، ج۲، ص۱۵۵)

(860) وَعَنْ اَبِي جُرَيٍّ الْهُجَيْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: "لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ ، فَاِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتٰى رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهِ.

حضرت ابوجری ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا: علیک السلام یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: علیک السلام مت کہو علیک السلام مُردوں کا سلام ہے۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس سے قبل یہ حدیث طویل گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ان یقول علیك السلام، ج۴ص۵۰۷، رقم: ۵۲۰۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ ان یقول علیك السلام مبتدئا، ج۵ص۷۲، رقم: ۲۷۲۲، الاداب للبیھقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ج۱ص۷۰، رقم: ۱۲۲، مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث الحسن بن علی رضی اللہ عنھما، ص۸۲، رقم: ۹۲، الاحاد والمثانی، من اسمہ ابوجری الھجیمی، ج۲ص۳۹۲، رقم: ۱۱۸۲)

شرح حدیث: قبرستان میں سلام کا طریقہ

جب بھی قبرستان کی حاضری کا موقع ملے اس طرح کھڑے ہوں کہ قبلے کی طرف پیٹھ اور قبر والوں کے چہروں کی طرف منہ ہو، اس کے بعد ترمذی شریف میں بیان کردہ یہ سلام کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلام ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے آگئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ (ترمذی ج۲ص۳۲۹حدیث ۱۰۵۵)

چہرے کی طرف سے سلام عرض کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: زیارتِ قبرِ میّت کے مُواجَہہ میں (یعنی چہرے کے سامنے) کھڑے

ہو کر ہو، اور اُس (یعنی قبر والے) کی پائنتی (پائن ۔ تی یعنی قدموں) کی طرف سے جائے کہ اُس (یعنی صاحب قبر) کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ اُسے سر اٹھا کر دیکھنا پڑے۔ (فتاوٰی رضویہ مخرجہ ج۹ ص ۵۳۲)

133-بَابُ اٰدَابِ السَّلَامِ

آداب سلام

(861) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِیْ، وَالْمَاشِیْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ الْبُخَارِیِّ: "وَالصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوار پیدل کو سلام کرے اور پیدل بیٹھنے والے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسلیم الراکب علی الماشی، ج۴ص۱۶۵، رقم: ۶۲۳۲ الاداب للبیھقی، باب من اولی بالابتداء بالسلام، ج۱ص۱۱۹، رقم: ۳۰۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی تسلیم الراکب علی الماشی، ج۴ص۳۱۹، رقم: ۲۷۰۳ سنن الدارمی، باب فی تسلیم الراکب علی الماشی، ج۲ص۳۵۷، رقم: ۲۶۳۲ صحیح مسلم، باب یسلم الراکب علی الماشی والقلیل علی الکثیر، ج۲ص۲۰۲، رقم: ۵۷۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سوار پیدل کو سلام کرے) یعنی جب سوار اور پیدل مسلمان ملیں تو پیدل کو سوار سلام کرے کیونکہ سوار پیدل سے اعلیٰ حالت میں ہے اور سلام میں اظہار عجز و نیاز ہے اس لیے وہ ہی اظہار نیاز کرے جو بظاہر افضل ہے مگر یہ افضلیت کا ذکر ہے اس کے برعکس بھی جائز ہے۔

(پیدل بیٹھنے والے کو) یعنی جب کوئی شخص کسی بیٹھے ہوئے شخص کے پاس یا مجمع میں آوے یا ان پر سے گزرے تو وہ مجمع والے اس کو سلام نہ کریں بلکہ یہ آنے والا سلام کرے کہ ملاقات یہ کر رہا ہے اس بیٹھے سے کر رہا ہے اور سلام ملاقات کرنے والے کے لیے ہے۔

(اور تھوڑے زیادہ کو) جب دو طرفہ مسلمان آرہے ہوں اور دونوں یکساں حالت میں ہوں کہ یا دونوں سوار ہوں یا دونوں پیادہ ہوں تو قانون یہ ہے کہ تھوڑے آدمی بہت سوں کو سلام کریں تاکہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کا احترام کرے ممکن ہے کہ اس بڑی جماعت میں اللہ والے زیادہ ہوں بڑی جماعت کا بڑا احترام ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۴۶۹)

(862) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ مَنْ

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں اللہ کے زیادہ قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

ابوداؤد نے اسے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ اَيُّهُمَا يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ، قَالَ: "اَوْلَاهُمَا بِاللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ التِّرْمِذِيُّ: "هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

اور ترمذی نے حضرت ابوامامہ ﷜ کی روایت سے یوں بیان کیا ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ دو آدمی آپس میں ملتے ہیں ان میں سے کون پہلے سلام کرے فرمایا جو اللہ کے زیادہ قریب ہے۔ امام ترمذی کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی فضل السلام، ج۴ص۵۱۱، رقم: ۵۱۹۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الذی یبداء السلام، ج۴ص۵۶، رقم: ۲۷۰۳، الاداب للبیھقی، باب من اولی بالابتداء بالسلام، ص۱۱۹، رقم: ۳۰۶، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی المبتدئ بالسلام، ج۶ص۶۰۹، رقم: ۴۸۸۹)

شرح حدیث: سلام میں پہل کیجئے

حضرت مولانا سید ایوب علی علیہ رحمۃ القوی کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلبی فرمائی جاتی ہے، میں بہ ہمراہی شہزادہ اصغر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد مصطفی رضا خاں صاحب مدظلہ الاقدس، بعدِ مغرب وہاں پہنچتا ہوں، شہزادہ ممدوح اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ مگر باوجود اس آگاہی کے کہ حضور (یعنی امام اہلسنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن) تشریف لانے والے ہیں، تقدیم سلام سرکار ہی فرماتے ہیں، اس وقت دیکھتا ہوں کہ حضور بالکل میرے پاس جلوہ فرما ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج۱، ص۹۶)

134- بَابُ اسْتِحْبَابِ اِعَادَةِ السَّلَامِ عَلٰى مَنْ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهُ عَلٰى قُرْبٍ بِاَنْ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الْحَالِ، اَوْ حَالَ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَنَحْوُهَا

دوبارہ سلام کرنا مستحب ہے، جس سے باربار ملاقات ہو مثلاً اندر گیا پھر آیا یا ان کے درمیان درخت وغیرہ حائل ہوجائے

(863) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِ الْمُسِيْءِ صَلَاتَهٗ: اَنَّهٗ جَآءَ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: "ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے جو کہ اچھی طرح نماز نہ پڑھنے والے کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اس نے آکر سلام عرض کیا: آپ علیہ السلام نے جواب دیا اور ارشاد فرمایا: لوٹ جا اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ لوٹا نماز پڑھ کر

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حاضر ہوا اور نبی اکرم ﷺ پر سلام عرض کیا: حتیٰ کہ اس نے تین بار ایسا کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب القراۃ للامام، ج۱ص۲۶۳ رقم: ۷۵۷، صحیح مسلم، باب وجوب قراۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، ج۲ص۱۰ رقم: ۹۱۱، السنن الصغرٰی للبیھقی، باب فرض الصلاۃ وسننھا، ج۱ص۱۱۳ رقم: ۳۲۶، سنن ابو داؤد، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۱۸ رقم: ۸۵۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی وصف الصلاۃ، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۳۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ آنے والے حضرت خلاد ابن رافع انصاری ہیں جو جنگ بدر میں شہید ہوئے، یہ واقعہ سیدنا ابوہریرہ نے اپنی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ کسی صحابی سے سن کر بیان فرمارہے ہیں کیونکہ حضرت خلاد بدر ۲ھ میں شہید ہوگئے۔ اور حضرت ابوہریرہ ۷ھ میں اسلام لائے مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے دیکھنے والے کا نام مذکور نہ ہونا مضر نہیں۔

غالبًا یہ نماز نفل تحیۃ المسجد تھے جو جلدی جلدی تعدیلِ ارکان کے بغیر ادا کرلیے گئے تھے یا اس میں کوئی اور نقصان رہ گیا تھا۔

اس مضمون سے چند مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسجد نبوی میں آنے والا نمازیوں کو عمومی سلام الگ کرے اور حضور انور کو علیحدہ۔ اب بھی زائرین حاضری شریف کے وقت دو رکعتیں پڑھ کر مواجہہ اقدس میں حاضری دے کر سلام عرض کرتے ہیں، اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ دوسرے یہ کہ سلام میں علیکم بھی کہہ سکتے ہیں علیہ بھی۔ تیسرے یہ کہ واجب رہ جانے سے نماز لوٹا لینی واجب ہے۔ خیال رہے کہ بھول کر واجب چھوٹ جانے پر سجدہ سہو واجب ہے اور عمدًا چھوڑنے سے نماز لوٹانا واجب۔ چوتھے یہ کہ نماز میں تعدیلِ ارکان، یعنی اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بزرگ جلدی سے ادا کرکے آگئے تھے اسلئے نماز دوبارہ پڑھوائی گئی۔

یعنی ہر دفعہ یہ نماز پڑھ کر آتے سلام عرض کرتے اور لوٹا دیئے جاتے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی ہی دفعہ انہیں نماز کا طریقہ نہ سکھایا بلکہ کئی بار پڑھوا کر پھر بتایا تاکہ یہ واقعہ انہیں یاد رہے اور مسئلہ خوب حفظ ہوجائے کہ جو چیز مشقت وانتظار سے ملتی ہے وہ دل میں بیٹھ جاتی ہے، جیسے ایک صحابی بغیر سلام کیے حاضر ہوگئے تو فرمایا پھر لوٹ کر جاؤ اور سلام کرکے آؤ، لہذا اس میں علماء کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم بھی ہے۔

تعدیل ارکان، یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا کہ ہر رکن میں تین تسبیح کی بقدر ٹھہرنا۔ یہ تعدیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیل نہ ہونے پر فرمایا لَمْ تُصَلِّ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں جس کے بغیر نماز بالکل نہ ہو وہ فرض ہوتا ہے۔ امام اعظم کے نزدیک تعدیل فرض نہیں بلکہ واجب ہے کہ جس کے رہ جانے سے نماز ناقص، واجب اعادہ ہوتی ہے لیکن فرض ادا ہوجاتا ہے۔ امام

صاحب فرماتے ہیں کہ لَمْ تُصَلِّ میں کمال نماز کی نفی آتی ہے یعنی تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ ابوداود، ترمذی، نسائی میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ان کاموں کو پورا کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر ان میں سے کچھ کم کرو گے تو تمہاری نماز ناقص ہوگی۔ معلوم ہوا کہ تعدیل کے بغیر نماز ناقص ہوگی باطل نہیں لہذا یہ واجب ہے فرض نہیں، نیز تعدیل فرض ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اول ہی سے بتادیتے انہیں بغیر فرض ادا کیئے نماز بار بار پڑھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ اس کے بغیر وہ نمازیں بالکل بے کار تھیں اور فعل عبث تھا اور واجب کے بغیر ان نمازوں میں کچھ ثواب مل گیا۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ص۱۹)

(864) وَعَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ، اَوْ جِدَارٌ، اَوْ حَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو ملے تو اس کو سلام کہے پھر اگر ان کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور دوبارہ ملیں تو اس پر (پھر) سلام کرے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاہ ایسلم علیہ، ج۴ص۵۱۷، رقم: ۵۲۰۲ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل التاسع فی السلام والجواب، ج۶ص۶۰۰، رقم: ۴۸۲۶ شعب الایمان، فصل فی السلام علی قرب العہد ج۶ص۴۳۵، رقم: ۸۸۵۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بھائی سے مراد اسلامی بھائی ہے خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی۔ بھائی فرما کر اشارۃً فرمایا کہ اجنبی عورت کو سلام نہ کرے۔

یعنی ملاقات کا سلام غائب ہونے کے بعد ملنے پر ہوگا غائب ہونا اگرچہ معمولی ہی ہو ذرا سی آڑ درمیان میں آگئی ہے غائب ہونا پالیا گیا اب ملنا ملاقات ہے سلام کرو، بلکہ حکمی غائب ہونے کے بعد بھی سلام سنت ہے اس لیے نماز ختم ہونے پر سلام کیا جاتا ہے اس سلام میں نمازی ایک دوسرے کی نیت کریں کیونکہ نمازی بحالت نماز ایک دوسرے سے حکماً غائب تھے اب عالم بالا کی سیر کر کے آرہے ہیں لہذا اسلام کرتے ہیں۔ بعد نمازِ فجر بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں اس کی وجہ بھی یہ ہی ہے کہ مصافحہ بوقت ملاقات ہوتا ہے اور یہ بھی وقت ملاقات ہے۔ خیال رہے کہ یہاں وہ حالات مراد ہیں جن میں سلام ممنوع نہ ہو لہذا جو پیشاب پاخانہ یا جماع میں مشغول ہو یا سو رہا ہو، اونگھ رہا ہو یا نماز یا اذان میں مشغول ہو یا غسل خانہ میں ہو، کھانا کھا رہا ہو لقمہ منہ میں ہو یا تلاوت قرآن کر رہا ہو یا دینی درس دے رہا ہو یا سن رہا ہو اسے سلام نہ کرے، اگر کرے گا تو اس کا جواب دینا لازم نہ ہوگا۔ (مرقات) یوں ہی جمعہ کے دن خطبہ کے وقت سلام ممنوع ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۳۸۷)

135- بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مستحب ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً) (النور: 61).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم گھروں میں داخل ہو تو سلام کہو یہ اللہ کی طرف سے بابرکت عمدہ تحفہ ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الهادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو۔ (خازن)

مسئلہ: اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَرَكَاتُهُ، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مراد ہیں۔ نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ (شفا شریف) ملّا علی قاری نے شرح شفا میں لکھا کہ خالی مکان میں سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں روحِ اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان)

(865) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بُنَيَّ، إِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ، فَسَلِّمْ، يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ، وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹا جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو تو سلام یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے باعث برکت ہوگا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم اذا دخل بیته، ج۵ص۵۹ رقم: ۲۶۹۸ الادب المفرد للبخاری باب النظر فی الدور، ص۳۶۵ رقم: ۱۰۹۵ المعجم الصغیر، باب المیم من اسمه محمد، ج۲ص۱۰۰ رقم: ۸۵۶ جامع الاصول لابن الاثیر الفصل التاسع فی الاسلام والجواب ج۶ص۵۹۹ رقم: ۴۸۲۸ مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یدخل منزله ما یقول ج۸ص۵۵۵ رقم: ۲۶۲۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گھر میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچے ہوں بہر حال سلام کر کے داخل ہو اس سے گھر میں اتفاق اور روزی میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ بہت ہی مجرب ہے، فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی بہت برکتیں دیکھتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۳۸۹)

حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام خیر و برکت ہے اور آدمی کو چاہیے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے اس سلام میں سلام کرنے والے اور گھر والے دونوں کے لیے برکت ہے۔ آج کل عام طور پر لوگ اپنے گھر والوں کو سلام نہیں کرتے اور چپکے سے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنا سنت اور باعث خیر و برکت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

136-بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ — بچوں کو سلام کرنا

(866) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لبس الحریر والافتراشہ للرجال وقدر ما یجوز منہ، ج۴ص۱۵۰، رقم: ۵۸۳۴ صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ علی الرجال والنساء، ج۳ص۱۰۳، رقم: ۵۵۲۱ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب نھی الرجال عن ثیاب الحریر، ج۳ص۳۲۲، رقم: ۴۳۳۷ سنن الکبریٰ للنسائی، باب النھی عن الشراب فی انیۃ الذھب والفضۃ، ج۴ص۱۱۵، رقم: ۶۸۶۹ مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۲۶، رقم: ۱۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ اگر گزرنے والا بڑا ہو اور بیٹھا ہوا چھوٹا یا گزرنے والا ایک ہو اور بیٹھے ہوئے بچے زیادہ تو گزرنے والا اور تھوڑی جماعت والا سلام کرے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ چھوٹے بچے جو سمجھدار ہوں انہیں بھی سلام کیا جاوے، اگر کسی جماعت میں چھوٹے بڑے مخلوط ہوں اور انہیں کوئی سلام کرے بچہ جواب دے دے تو سب کا فرض ادا ہو جائے گا جیسا کہ اگر بچہ نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ادا ہوگا۔ اجنبیہ جوان حسینہ عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے، اپنی محرم عورت یا بیوی یا بوڑھی عورت کو سلام کرنا بالکل جائز ہے، یہ ہی حکم جواب سلام کا ہے اجنبیہ عورت اجنبی مرد کے سلام کا جواب نہ دے، یہ اجنبی اس عورت کے سلام کا جواب دیدے، یہ مسائل کتب فقہ اور مرقات میں اسی جگہ دیکھو۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص۳۷۱)

137-بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلَى زَوْجَتِهِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ مَحَارِمِهِ وَعَلَى أَجْنَبِيَّةٍ وَأَجْنَبِيَّاتٍ لَا يَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ — مرد کا اپنی بیوی اور محرم عورتوں کو سلام کہنا اور ایسی اجنبی عورت کو ایک ہو یا زیادہ کو سلام کہنا جہاں فتنہ کا خوف نہ ہو اور عورتوں کا مرد کو سلام

وَسَلَامِهِنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

کرنا اسی شرط سے مشروط ہے

(867) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ - وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ - تَأْخُذُ مِنْ أُصُوْلِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ فِي الْقِدْرِ، وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِّنْ شَعِيْرٍ، فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ، وَانْصَرَفْنَا، نُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت ہے کہ ہم میں ایک بوڑھی عورت تھی وہ چقندر کی جڑیں لیتی اس کو ہانڈی میں ڈالتی اور جو کے کچھ دانے پیس کر اس میں ڈال دیتی جب ہم نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہم اس کو سلام کہتے وہ اس کھانے کو ہم پر پیش کر دیتی۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: "تُكَرْكِرُ" أَيْ: تَطْحَنُ.

تُكَرْكِرُ: یعنی پیس دیتی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال، ج۸ص۵۵، رقم: ۶۲۴۸، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث سہل بن سعد الساعدی، ج۶ص۱۶۳، رقم: ۵۸۱۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التغدیۃ والقائلۃ بعد الجمعۃ، ج۳ص۲۴۱، رقم: ۶۱۹۰)

شرح حدیث: بوڑھی عورت کو سلام

مسئلہ: مرد اور عورت کی ملاقات ہو تو مرد عورت کو سلام کرے اور اگر عورت اجنبیہ نے مرد کو سلام کیا اور وہ بوڑھی ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ بھی سنے اور وہ جوان ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔

(الفتاوی الخانیۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی التسبیح ۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۳۷۷)

مسئلہ: مرد عورت کی ملاقات ہو تو مرد عورت کو سلام کرے اور اگر کسی اجنبیہ عورت نے مرد کو سلام کیا اور وہ بوڑھی ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ بھی سنے اور وہ جوان ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔

(فتاوی قاضی خان، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی التسبیح والتسلیم ۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۳۷۷)

مسئلہ: بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک جاتے ہیں اگر یہ جھکنا رکوع کے برابر ہو جائے تو حرام ہے اور اگر رکوع کی حد سے کم ہو تو مکروہ ہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ح ۱۶، ص ۹۲)

مسئلہ: کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا یہ حضرات انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ خاص ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اور فرشتے کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے۔

(بہار شریعت، ج ۳، ح ۱۶، ص ۹۳)

مسئلہ: چھوٹے جب بڑوں کو سلام کرتے ہیں تو بڑا جواب میں کہتا ہے کہ جیتے رہو، اسی طرح بوڑھی عورتیں بچیوں کے سلام کا جواب اس طرح دیا کرتی ہیں: خوش رہو، سہاگن بنی رہو، دودھ پوت والی رہو، ان سب الفاظ سے سلام کا جواب

نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اور ہر مرد وعورت کو سلام کے جواب میں وعلیکم السلام، کہنا چاہیے۔ (بہار شریعت، ج۱۶، ص ۹۳)

مسئلہ: اس زمانے میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں جن میں سب سے برے الفاظ نمستے، اور بندگی عرض ہیں مسلمانوں کو کبھی ہرگز ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیے بعض لوگ آداب عرض، کہتے ہیں اس میں اگرچہ اتنی برائی نہیں مگر یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔ (بہار شریعت ج۱۶، ص ۹۲)

مسئلہ: کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس و تدریس یا علمی گفتگو میں ہے تو اس کو سلام نہیں کرنا چاہیے اسی طرح اذان واقامت وخطبہ جمعہ وعیدین کے وقت بھی سلام نہ کرے سب لوگ علمی بات چیت کر رہے ہوں یا ایک شخص بول رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں دونوں صورتوں میں سلام نہ کرتے مثلاً کوئی عالم وعظ کہہ رہا ہے یا دینی مسئلہ پر تقریر کر رہا ہے اور حاضرین سن رہے ہیں تو آنے والا شخص چپکے سے آکر بیٹھ جائے سلام نہ کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔ الخ، ج ۵ ص ۳۲۵)

(868) وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِب رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ... وَذَكَرَتِ الْحَدِيثَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُم ہانی فاختہ بنت ابوطالب ﷺ سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ والے دن نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ ﷺ آپ پر کپڑے سے پردہ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام عرض کیا: اور پوری حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۷۰۰ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الستر فی الغسل عند الناس، ج۱ص۱۹۸، رقم: ۹۱۰ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مسعدة، ج۹ص۷۷، رقم: ۹۰۰۰ مؤطا امام مالك، باب صلاة الضحی، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۳۵۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی مرحبا، ج۵ص۷۸، رقم: ۲۷۳۳)

شرح حدیث: روایت ہے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح کے سال گئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی بیٹی فاطمہ آپ پر کپڑے سے آڑ کیے تھیں تو میں نے سلام کیا فرمایا یہ کون ہیں میں نے کہا ام ہانی بنت ابو طالب، فرمایا ام ہانی خوب آئیں پھر جب اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو کھڑے ہوئے ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے آٹھ رکعتیں پڑھیں پھر فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں جائے علی کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو قتل کریں گے جسے میں امان دے چکی ہوں ھبیرہ کا بیٹا فلاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جسے تم نے امان دے دی اسے ہم نے بھی امان دے دی ام ہانی فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کا وقت تھا۔ (مسلم، بخاری) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے اسے امان دے دی جسے تم نے امان دے دی۔

یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔
حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے، ابو طالب کی بیٹی جناب علی مرتضی کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد ہیں، انہی کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی، فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی، آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی۔ (اشعہ)
(فتح مکہ والے دن) یعنی خاص فتح مکہ کے دن جب حضور انور سب کو امان دے کر فارغ ہو چکے تھے غسل فرمارہے تھے۔
(آپ غسل فرمارہے تھے) اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرمارہے تھے، چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اس لیے جناب فاطمہ کپڑا تانے سامنے کھڑی تھیں، یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا، غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔
(میں نے سلام عرض کیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کر رہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے، ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اس لیے پیشاب پاخانہ استنجاء کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے وہ ننگا ہے۔
(فرمایا یہ کون ہیں) معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں کلام کر سکتے ہیں، وضو کرتے ہوئے دنیاوی کلام، سلام جواب سلام سب ممنوع ہیں صرف دعائیں پڑھے۔ ہر غسل کا یہی حکم ہے جنابت کا غسل ہو یا کوئی اور، یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے والے پیارے کی آمد پر اظہار خوشی کے کلمات کہنا سنت ہے۔
(آٹھ رکعتیں پڑھیں) نماز چاشت جیسا کہ ترمذی نے شمائل شریف میں فرمایا۔ ایک کپڑے میں نماز کے احکام کتاب الصلوۃ باب الستر میں گزر گئے۔
(یا رسول اللہ میرے ماں جائے علی کہتے ہیں) حضرت علی جناب ام ہانی کے سگے بھائی ہیں مگر صرف ماں کا ذکر فرمایا اظہار محبت کے لیے جیسا ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ابن ام۔
(جسے میں امان دے چکی ہوں ھبیرہ کا بیٹا فلاں) ہبیرہ ابن وہب ابن عمرو ابن عائذ ابن عمران ابن مخزوم جناب ام ہانی کے خاوند ہیں۔ اس فلاں کا نام معلوم نہ ہو سکا یعنی میں نے اپنے خاوند کے بیٹے کو جو میرے پیٹ سے ہیں یا ان کی دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں امان دے دی مگر علی اس کی تلاش میں ہیں قتل کرنے کے لیے۔ خیال رہے کہ جناب ام ہانی کے اسلام لانے پر ہبیرہ سے آپ کی جدائی ہو گئی۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس فلاں کا نام حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ابن عبد الملک ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن مخزوم ہے۔ مگر پہلی روایت قوی ہے کہ وہ شخص ہبیرہ کا بیٹا ہے ام ہانی کا سگا یا سوتیلا

بیٹا۔ (دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غسل یا تو خود ام ہانی کے گھر تھا یا حضرت علی کے گھر یا کسی اور جگہ، بعض روایات میں ہے کہ فرماتی ہیں حضور نے میرے گھر میں غسل فرمایا۔

(جسے تم نے امان دے دی اسے ہم نے بھی امان دے دی) یعنی تمہاری امان ہماری مان ہے۔ حضرت علی اسے قتل نہیں کریں گے۔

(میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی) یہ دونوں شخص جو حضرت ام ہانی کے دیور ہیں ایک تو عبد اللہ ابن ابی ربیعہ ابن مغیرہ ہیں دوسرے حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ہیں دونوں مخزومی ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی مخالف نہیں۔ جناب ام ہانی نے ان دونوں کو بھی امان دی تھی اور ہبیرہ کے بیٹے کو بھی حضور انور نے سب کی امان برقرار رکھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۵ ص۸۷۰)

(869) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ" وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ.

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کچھ عورتوں کے پاس سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو آپ نے ہم کو سلام کیا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔

وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ.

اور ترمذی کے لفظ یوں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں سے گزرے تو عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی آپ نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو سلام کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی النساء، ج۵ص۸۰ رقم: ۲۶۹۶، الادب المفرد، باب التسلیم علی النساء، ص۲۹۰، رقم: ۱۰۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، من حدیث اسماء ابنۃ یزید، ج۱۰ص۴۵۷، رقم: ۲۷۶۳۰، مجمع الزوائد للہیثمی، باب حق الزوج علی المرأۃ، ج۴ص۵۰۰، رقم: ۷۶۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم دوسری فصل میں عرض کر چکے ہیں کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، ہم لوگ اجنبی جوان عورتوں کو نہ سلام کریں نہ انکے سلام کا جواب دیں، ہاں اپنی محرم عورتوں یا بچیوں یا بوڑھی عورتوں کو سلام جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۰۰)

138- بَابُ تَحْرِيْمِ ابْتِدَائِنَا الْكَافِرَ بِالسَّلَامِ وَ كَيْفِيَّةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ

کافر کو سلام میں ہمارا ابتداء کرنا حرام ہے اور انہیں جواب کس طرح دیں؟ اور

وَاسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلٰی اَھْلِ مَجْلِسٍ فِیْھِمْ مُسْلِمُوْنَ وَکُفَّارٌ

ایسی مجلس کو سلام کرنا جس میں کفار اور مسلم دونوں ہوں مستحب ہے

(870) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَبْدَاُوا الْیَھُوْدَ وَلَا النَّصَارٰی بِالسَّلَامِ، فَاِذَا لَقِیْتُمْ اَحَدَھُمْ فِیْ طَرِیْقٍ فَاضْطَرُّوْہُ اِلٰی اَضْیَقِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو جب تم ان میں سے کسی کو راستہ میں ملو تو اس کو تنگ حصہ کی طرف مجبور کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیھم، ج۰ص۰ رقم: ۵۶۸۹، الاداب للبیھقی، باب السلام علی اھل الذمۃ ولا رد علیھم، ج ص۲۱۶، رقم: ۲۱۸، سنن ابن ماجہ، باب رد السلام علی اھل الذمۃ، ج۲ص۱۲۱۹، رقم: ۳۶۹۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی اھل الذمۃ، ج۵ص۶۰، رقم: ۲۷۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ج۳ص۲۹۶، رقم: ۷۶۰۶، مصنف عبدالرزاق، باب السلام علی اھل الشرک والدعاء لھم، ج۱۰ص۴۱۱، رقم: ۱۹۴۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سلام کرنے میں پہل نہ کرو) سارے کفار کا یہی حکم ہے ذمی ہوں یا حربی کہ ان کو مسلمان بلاضرورت سلام نہ کرے کہ سلام میں اظہار احترام ہے اور کفار کا احترام درست نہیں، مرتدین بدمذہبوں کا حکم بھی یہی ہے ضرورت کے احکام جداگانہ ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

(تو اس کو تنگ حصہ کی طرف مجبور کرو) یعنی مسلمان راستہ میں اس طرح ہجوم کر کے چلیں کہ ذمی کفار کنارہ پر چلنے پر مجبور ہو جائیں اسلام کی شان ظاہر کرنے کے لیے بشرطیکہ کنارہ راہ پر غار یا خار نہ ہوں، انہیں غار یا خار میں پھنسا دینا ان کو ایذا دینا ہے اور ذمی کافر کو ایذا دینا ممنوع ہے۔ (مرقات) مستامن کفار اگر ہمارے مہمان بن جائیں یا ان کو بلایا جاوے تو ان کا مہمان کفار کی خاطر ہے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں کفار بھی مسلمانوں سے ایسا بلکہ اس سے بدتر سلوک کرتے تھے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۳۷۲)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

بادشاہ روم کے دربار میں ذکر مصطفیٰ

تذییل اول: ابن عساکر بطریق قاضی معافی بن زکریا حضرت عبادہ بن صامت، اور بیہقی و ابونعیم بطریق حضرت ابوامامہ باہلی حضرت ہشام بن عاص سے راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں

بادشاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا اور ہم اس کے شہ نشین کے نزدیک پہنچے وہاں سواریاں بٹھائیں اور کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ جانتا ہے یہ کہتے ہی اس کا شہ نشین ایسا ہلنے لگا جیسے ہوا کے جھونکے میں کھجور، اس نے کہلا بھیجا یہ تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ شہروں میں اپنے دین کا اعلان کرو، پھر ہمیں بلایا ہم گئے وہ سرخ کپڑے پہنے سرخ مسند پر بیٹھا تھا آس پاس ہر چیز سرخ تھی اس کے ارا کین دربار اس کے ساتھ تھے ہم نے سلام نہ کیا اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے وہ ہنس کر بولا تم آپس میں جیسا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہو مجھے کیوں نہ کیا؟ ہم نے کہا ہم تجھے اس سلام کے قابل نہیں سمجھتے اور جس مجرے پر تو راضی ہوتا ہے وہ ہمیں روا نہیں کہ کسی کے لئے بجالائیں، پھر اس نے پوچھا سب سے بڑا کلمہ تمہارے یہاں کیا ہے؟ ہم نے کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، خدا گواہ ہے یہ کہتے ہی بادشاہ کے بدن پر لرزہ پڑ گیا پھر آنکھیں کھول کر غور سے ہمیں دیکھا اور کہا یہی وہ کلمہ ہے جو تم نے میرے شہ نشین کے نیچے اترتے وقت کہا تھا؟ ہم نے کہا ہاں، کہا جب اپنے گھروں میں اسے کہتے ہو تو کیا تمہاری چھتیں بھی اس طرح کانپنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا خدا کی قسم یہ تو ہم نے یہیں دیکھا اور اس میں خدا کی کوئی حکمت ہے، بولا سچی بات خوب ہوتی ہے سن لو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کہ کاش میرا آدھا ملک نکل جاتا اور تم یہ کلمہ جس چیز کے پاس کہتے وہ لرزنے لگتی۔ ہم نے کہا یہ کیوں؟ کہا یوں ہوتا تو کام آسان تھا اور اس وقت لائق تھا کہ یہ زلزلہ شان نبوت سے نہ ہو بلکہ کوئی انسانی شعبدہ ہو (یعنی اللہ تعالیٰ ایسے معجزات ہر وقت ظاہر نہیں فرماتا بلکہ عالم اسباب میں شان نبوت کو بھی غالباً مجرائے عادت کے مطابق رکھتا ہے)۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما وجد من صورۃ نبینا محمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱/ ۸۲۔۳۸۶) (جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن النعمانی عن عبادۃ بن الصامت، حدیث ۱۵۶۴۱ دار الفکر، بیروت، ۲۰/ ۶۲) (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ ص ۱۴۱)

(871) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا: وَعَلَيْكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو اہل کتاب سلام کہیں تو تم صرف وعلیکم کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یرد علی اھل الذمۃ السلام، ج۴ص۱۵۷، رقم: ۶۲۵۸ صحیح مسلم، باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیھم، ج۳ص، رقم: ۵۸۰۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۹۷، رقم: ۱۱۹۹۶ شعب الایمان، فصل فی الرد علی اھل الکتاب، ج۶ص۵۱۲، رقم: ۹۱۰۲ مسند البزار، مسند ابی حمزۃ عن انس بن مالک، ج۱۲ص۳۳۵، رقم: ۶۰۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر کفار کی جماعت یوں سلام کرے تو علیکم کہہ دے، اگر ایک کافر سلام کرے تو علیک کہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۲۷۴)

(872) وَعَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی مَجْلِسٍ فِیْهِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ - عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ - وَالْیَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

اللہ ﷺ ایک مجلس کے قریب سے گزرے ان میں ملے جلے مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہود تھے۔ تو ان کو نبی اکرم ﷺ نے سلام کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسلیم فی مجلس فیه اخلاط من المسلمین والمشرکین، ج۴ص۱۵۶ رقم: ۶۲۵۴، صحیح مسلم، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیه وسلم الی اللہ وصبرہ علی اذی المنافقین، ج۵ص۱۸۲ رقم: ۴۶۶۰، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب القوم یصیبهم غرق اوهدم، ج۹ص۱۸، رقم: ۱۸۰۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بت پرست بیان ہے مشرکین کا، یہود بھی اگرچہ شرک و بت پرستی کرتے ہیں مگر چونکہ انبیاء کو مانتے ہیں اس لیے انہیں مشرکین نہیں کہا جاتا بلکہ اہلِ کتاب کہا جاتا ہے اس لیے یہود کو مشرکین پر معطوف کیا کبھی غلط نسبت بھی فائدہ پہنچا دیتی ہے۔

معلوم ہوا کہ مخلوط جماعت جہاں مسلمان کفار ملے ہوئے بیٹھے ہوں وہاں سے گزرنے والا مسلمان سلام کرے اور اپنے سلام سے مسلمانوں کی نیت کرے اور جب کسی کافر کو خط لکھے تو یوں لکھے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ایسی مجلس پر گزرنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۲۷۶)

139- بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَاءَهٗ اَوْ جَلِیْسَهٗ

جب مجلس سے اٹھے یا ساتھیوں سے جدا ہو تو سلام کر لینا مستحب ہے

(873) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا انْتَهٰی اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَجْلِسِ فَلْیُسَلِّمْ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْمَ فَلْیُسَلِّمْ، فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مجلس کی طرف پہنچے تو اس کو چاہیے کہ سلام کہے پھر جب کھڑے ہو کر جانے کا ارادہ کرے تو پھر سلام کہے۔ کیونکہ دوسری بار کی نسبت پہلی بار سلام کہنا حق والا نہیں۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی السلام اذا قام من المجلس، ج۴ص۴۵۰ رقم: ۵۲۱۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم عند القیام وعند القعود، ج۴ص۳۳۲ رقم: ۲۷۱۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی اللہ عنه

ج۶ص۲۲۰، رقم: ۱۳۲؛ سنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یقول اذا قام، ج۶ص۱۰۰، رقم: ۱۰۲۰۱، اطراف المسند المعتلی من اسمه سعید بن ابی سعید کیسان، ج۶ص۲۲۵، رقم: ۹۳۱۲)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ آنے والا سلام کرے بیٹھے ہوؤں کو اور اگر وہاں بیٹھنا نہ بھی ہو صرف گزر جانا ہو جب بھی سلام کرے اور اگر بیٹھنا ہو تب بھی سلام کرے۔

معلوم ہوا کہ راہ گیر یعنی گزرنے والا صرف ایک سلام کرے اور جو مجلس میں کچھ دیر ٹھہرے وہ دو سلام کرے ایک آنے کا دوسرا جانے کا۔

یعنی سلام لقا اور سلام وداع دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں لہذا یہ دونوں سلام سنت ہیں اور ان کے جواب فرض۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۴۹۷)

140-بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ وَاٰدَابِهٖ

اجازت طلب کرنے کے آداب

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا) (النور: 27).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت اور سلام کے بغیر نہ داخل ہو۔

شرح: حضرت صدر الاَ فاضل سیّدنا مولٰنا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحب مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو اوّل سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے اس طرح کہ کہے السلام علیکم کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مقدم کرو۔ حضرت عبداللہ کی قراءت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے ان کی قراءت یوں ہے حَتّٰى تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا وَتَسْتَاْذِنُوْا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے اجازت چاہے پھر سلام کرے۔

(مدارک، کشاف، احمدی)

مسئلہ: اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔

مسئلہ: حدیث شریف میں ہے اگر گھر میں ماں ہو جب بھی اجازت طلب کرے۔ (موطا امام مالک) (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بچے جب بالغ ہو جائیں تو وہ بھی اجازت طلب کر کے آئیں جس طرح ان

قَبْلِهِمْ) (النور: 59).

سے (بڑے) پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

(874) عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَاِنْ اُذِنَ لَكَ وَاِلَّا فَارْجِعْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت طلب کرنا تین بار ہے۔ اگر اجازت مل جائے تو جاؤ ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا، ج۴ص۵۴، رقم: ۶۲۴۵، صحیح مسلم، باب الاستئذان ج۶ص۱۷۸، رقم: ۵۷۵۳، الاداب للبیہقی، باب الاستئذان ثلاثا، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۲۱۰، موطا امام مالک، باب استئذان، ج۲ص۹۶۴، رقم: ۱۷۳۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاستئذان ثلاثۃ، ج۵ص۵۴، رقم: ۲۶۹۱)

شرح حدیث: اگر اجازت نہ ملے؟

ہمیں ہر روز اپنے یا کسی عزیز یا دوست واحباب کے گھر میں جانے کی حاجت پڑتی رہتی ہے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ گھر میں داخل ہونے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کسی کے گھر میں جائیں تو دروازے کے سامنے کھڑے ہوں یا ایک طرف ہٹ کر؟ اور کس طرح اجازت طلب کریں؟ اگر اجازت نہ ملے تو کیا کرنا چاہیے؟ دعا پڑھ کر گھر سے نکلنے کی کیا کیا برکتیں ہیں؟ اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو کیا پڑھنا چاہیے؟ گھر میں داخل ہونے اور اجازت طلب وغیرہ کے حوالے سے متعدد سنتیں اور آداب ہیں:

(۱) اپنے گھر میں آتے ہوئے بھی سلام کریں اور جاتے ہوئے بھی سلام کریں۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب تم گھر میں آؤ تو گھر والوں کو سلام کرو اور جاؤ تو سلام کر کے جاؤ۔

(شعب الایمان، باب فی مقاربۃ و......الخ، فصل فی السلام من خرج من بیتہ، الحدیث ۸۸۴۵، ج۶، ص ۴۴۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ القوی مراۃ المناجیح جلد 6 صفحہ 9 پر تحریر فرماتے ہے: بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے تو بسم اللہ اور قل ھو اللہ پڑھ لیتے، کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

(۲) اللہ عزوجل کا نام لئے بغیر جو گھر میں داخل ہوتا ہے، شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: آج یہاں نہ تمہاری رات گزر سکتی ہے اور نہ تمہیں کھانا مل سکتا ہے۔ اور جب انسان گھر میں بغیر اللہ عزوجل کا ذکر کئے داخل ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے، آج کی رات یہیں گزرے گی۔ اور جب کھانے کے وقت اللہ عزوجل کا نام نہیں لیتا تو وہ کہتا ہے: تمہیں

ٹھکانہ بھی مل گیا اور کھانا بھی مل گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھا، الحدیث ۲۰۷۸، ج ۳، ص ۱۱۱۶)

(875) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت طلب کرنا آنکھ کی وجہ سے ہے تاکہ غیر محرم پر نظر نہ پڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستئذان من اجل البصر، ج۴ص۱۶۷، رقم: ۶۲۴۱، صحیح مسلم، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، ج۶ص۱۸۰، رقم: ۵۷۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک سہل بن سعد، ج۸ص۳۳۰، رقم: ۲۲۸۵۴، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ قیس بن سعد بن عبادۃ، ج۱۷ص۲۲۷، رقم: ۵۱۳۳، مسند ابی یعلی، حدیث سہل بن سعد الساعدی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۳۳۹، رقم: ۷۵۰۰)

شرح حدیث: باہر والے کی نظر نہ پڑے

گھر میں داخلہ کی اجازت مانگنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ فوراً گھر میں باہر والے کی نظر نہ پڑے۔ آنے والا باہر سے سلام کر رہا ہو، اجازت چاہ رہا ہو اور صاحب خانہ پردہ وغیرہ کا انتظام کرلے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجازت طلب کرنے کا حکم آنکھ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ (اس لئے کہ اہل خانہ کی نجی زندگی کے اسرار منکشف نہ ہو سکیں)۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۲۱۵۶، ص ۱۱۸۹)

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب پردے کے بارے میں سوال جواب میں لکھتے ہیں۔

کسی کے گھر میں مت جھانکئے

سُوال: کیا جان بوجھ کر کسی کے گھر میں جھانکنا شریعت میں منع ہے؟

جواب: جی ہاں۔ البتہ دروازہ پہلے ہی سے کُھلا ہوا اور بے اختیار کسی کی نظر پڑ گئی تو حرج نہیں۔ افسوس! صد کروڑ افسوس! اب اِس اَمر کی طرف اکثر مسلمانوں کی توجُّہ ہی نہیں۔ لوگ گھروں کے دروازوں میں بِلا جھجک جھانکتے ہیں، حتّٰی کہ دروازہ کُھلا نہ ہو تو اُچک اُچک کر جھانکتے ہیں، دراڑ میں سے جھانکتے ہیں، کھڑکی میں سے جھانکتے ہیں، پردہ ہٹا کر جھانکتے ہیں اور اس بات کی مُطلَقاً پرواہ نہیں کرتے کہ کسی کے گھر میں جھانکنے کی شریعت میں مُمانَعت ہے۔

(پردے کے بارے میں سوال جواب ۳۱۰)

(876) وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

حضرت ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ ہم کو

رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ عَامِرٍ اَنَّهٗ اسْتَاْذَنَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ بَیْتٍ، فَقَالَ: ءَ اَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهٖ: "اُخْرُجْ اِلٰی هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ، فَقُلْ لَهٗ: قُلِ: السَّلَامُ عَلَیْکُمْ، ءَ اَدْخُلُ؟فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَیْکُمْ، ءَاَدْخُلُ؟ فَاَذِنَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

بنو عامر کے ایک آدمی نے حدیث سنائی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور آپ گھر میں تھے اس نے کہا کیا میں اندر آ جاؤں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے خادم سے فرمایا اس کی طرف جا اس کو اجازت لینے کا طریقہ سکھا۔ اس کو کہہ کہ وہ کہے: السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ فرمایا: اس آدمی نے سن لیا اور کہا: السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو اجازت عطا فرمائی وہ اندر آ گیا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کیف الاستئذان، ج۴ص۵۱۰، رقم: ۵۱۷۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی کیفیۃ الاستئذان، ج۸ص۳۴۰، رقم: ۱۸۱۲۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الاستئذان، ج۵ص۲۴۲، رقم: ۲۵۶۷۴، جامع الاصول الفصل الثامن فی الاستئذان، ج۶ص۵۷۷، رقم: ۴۸۱۷)

شرح حدیث: گھر میں داخلے کی اجازت کے آداب

(گھر میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ) دیوار کی جانب ہو کر چلے، دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو، دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی تسبیح وتحمید کرے اور اس کے بعد سلام کرے، گھر میں موجود لوگوں کی باتیں نہ سنے، سلام کرنے کے بعد داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پس اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ آئے، وہاں کھڑا نہ رہے، اور اَنَا یعنی میں نہ کہے بلکہ اپنا نام بتائے تاکہ صاحبِ خانہ اس کو پہچان لے۔

(877) عَنْ کِلْدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ عَلَیْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "ارْجِعْ فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، ءَاَدْخُلُ؟ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے سلام نہ کیا: تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوٹ پھر کہہ السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اس کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کیف الاستئذان، ج۴ص۵۰۹، رقم: ۵۱۷۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم قبل الاستئذان، ج۵ص۶۳، رقم: ۲۷۱۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی کیفیۃ الاستئذان، ج۸ص۳۳۹، رقم: ۱۸۱۱۰، الادب المفرد، باب اذا دخل ولم یستأذن، ص۳۷۱، رقم: ۱۰۸۱، سنن الکبرٰی للنسائی، باب کیف یستأذن، ج۶ص۸۷، رقم: ۱۰۱۴۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلدہ ابن امیہ ماں شریکے بھائی ہیں صفوان ابن امیہ کے، صفوان قرشی ہیں، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، مؤلفۃ القلوب سے ہیں، ان کا باپ امیہ ابن خلف بدر کے دن دوسرے مشرکین کے ساتھ مارا گیا، یہ مکہ معظمہ میں فوت ہوئے وہاں ہی دفن ہوئے، صفوان بڑے فصیح خطیب تھے۔ (مرقات)

جدایہ ہرنی کے شش ماہیہ بچے کو کہتے ہیں اور جدی بکری کے شش ماہیہ بچے کو کہا جاتا ہے، ضغابیس جمع ہے ضغبوس کی بمعنی چھوٹی ککڑی جسے پنجابی میں گلہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گلے بہت پسند تھے۔

مکہ معظمہ کے اونچے محلوں کو معلیٰ کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ کے بیرونی بلند حصوں کو عوالی کہتے ہیں۔ اشعہ نے فرمایا کہ حضور انور مکہ معظمہ کے اعلیٰ حصہ میں تھے، مرقات نے کہا کہ مدینہ منورہ میں یہ واقعہ ہوا حضور وہاں تشریف فرما تھے۔

یہ عمل اس لیے فرمایا تا کہ انہیں یاد رہے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔ جو شخص ہمارے گھر میں بغیر سلام آئے اسے پھر باہر بھیجو اور کہو کہ دوبارہ سلام کر کے آؤ ان شاء اللہ ایک دفعہ کے عمل سے اسے سلام کی عادت پڑ جاوے گی۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۰۸)

141-بَابُ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ اِذَا قِيلَ لِلْمُسْتَأْذِنِ: مَنْ اَنْتَ؟ اَنْ يَّقُوْلَ: فُلَانٌ، فَيُسَمِّيْ نَفْسَهُ بِمَا يُعْرَفُ بِهِ مِنْ اِسْمٍ اَوْ كُنْيَةٍ وَّ كَرَاهَةِ قَوْلِهٖ: "اَنَا" وَنَحْوِهَا

سنت طریقہ یہ ہے کہ جب اجازت لینے والے سے پوچھا جائے تم کون ہو؟ تو وہ اپنا معروف نام یا کنیت ذکر کرے اس کا میں وغیرہ کہنا مکروہ ہے

(878) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الْمَشْهُوْرِ فِي الْاِسْرَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثُمَّ صَعِدَ بِيْ جِبْرِيْلُ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ ثُمَّ صَعِدَ اِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ وَّالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَسَائِرِهِنَّ وَيُقَالُ فِيْ بَابِ كُلِّ سَمَاءٍ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: جِبْرِيْلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے ان کی معراج والی مشہور حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر جبریل مجھے لے کر آسمان دنیا کی طرف لے کر چڑھے دستک دی کہا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبریل کہا گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا محمد (ﷺ) پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے دستک دی کہا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبریل کہا گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد (ﷺ) اور تیسرے چوتھے اور باقی آسمانوں پر دستک دی آسمان پر کہا جاتا کہ کون ہے؟ تو وہ کہتے کہ جبریل ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المعراج، ج۲ص۵۰۲، رقم:۳۸۸۷، صحیح مسلم، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السموٰت وفرض الصلوات، ج ص۹۰، رقم:۲۶۰، السنن الصغریٰ، باب مبتداء فرض الصلوات الخمس، ج۱ص، رقم:۲۶۹، سنن النسائی، باب فرض الصلاۃ وذکر اختلاف الناقلین، ج ص۲۱۷، رقم:۹۴۷، صحیح ابن حبان، کتاب الاسراء، ج ص۲۴۱، رقم:۴۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ص۳۸، رقم:۱۲۵۲۶)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے ابن شہاب سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی فرمایا کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ خبر دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی جب کہ میں مکہ میں تھا پھر جناب جبریل علیہ السلام اترے انہوں نے میرا سینہ کھولا پھر اسے آب زمزم سے دھویا پھر سونے کا ایک طشت لائے حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا اسے میرے سینہ میں لوٹ دیا پھر اسے سی دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا تو مجھے آسمان کی طرف لے گئے تو جب میں دنیاوی آسمان تک پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے خزانچی سے کہا کھولو اس نے کہا کون ہے، انہوں نے کہا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں، کہا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے کہا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہاں ہاں جب کھولا تو ہم دنیا کے آسمان میں چڑھ گئے وہاں ایک صاحب بیٹھے تھے جن کے داہنے کچھ جماعتیں تھیں اور ان کے بائیں کچھ جماعتیں تھیں تو جب اپنے داہنے دیکھتے تو ہنستے تھے اور جب اپنے بائیں دیکھتے تو روتے تھے انہوں نے کہا نبی صالح فرزند صالح خوب آئے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کون ہیں، انہوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ جماعتیں جو ان کے داہنے بائیں ہیں وہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں، داہنے والے ان میں سے جنتی ہیں اور وہ جماعتیں جو ان کے بائیں طرف ہیں وہ دوزخی لوگ ہیں جب وہ اپنے داہنے دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب اپنے بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں حتی کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے پھر اس کے خزانچی سے کہا کھولو ان سے خزانچی نے اس طرح کہا جو پہلے نے کہا، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ذکر کیا کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو پایا یہ یاد نہ رہا کہ ان کے مقامات کیسے تھے بجز اس کے کہ انہوں نے یہ ذکر کیا کہ انہوں نے پہلے آسمان سے آدم علیہ السلام کو اور چھٹے آسمان میں ابراہیم علیہ السلام کو پایا ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو حبہ انصاری کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چڑھایا گیا حتی کہ میں ایک میدان میں پہنچا جس میں قلموں کی چرچراہٹ سنتا تھا اور ابن حزم اور انس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں تو میں یہ لے کر واپس ہو حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام پر گزرا کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کیں انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ جایئے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی انہوں نے مجھے واپس کر دیا رب نے آدھی نمازیں معاف کر دیں میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو میں نے کہا کہ اس کی

آدمی معاف فرمادیں انہوں نے کہا آپ اپنے رب کی طرف واپس جایئے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر میں واپس ہوا رب نے اس کی آدمی اور معاف فرمادیں میں پھر موسیٰ کی طرف لوٹا، انہوں نے کہا کہ رب کی طرف لوٹ جایئے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی پھر میں واپس گیا تو رب نے فرمایا کہ نمازیں پانچ ہیں وہ حقیقت میں پچاس ہیں ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی میں پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس جایئے میں نے کہا کہ میں اپنے رب سے شرم کرتا ہوں پھر مجھے لے گئے حتی کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا اور اس پر مختلف رنگ چھا گئے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتی کی عمارتیں تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام ابوبکر محمد ابن عبداللہ ابن شہاب ہے، زہری قبیلہ سے ہیں جو زہرہ ابن کلاب کی طرف منسوب ہے، آپ کو زہری کہا جاتا ہے، تابعی ہیں، بڑے فقیہ محدث ہیں، مدینہ منورہ میں قیام رہا، ماہ رمضان ۱۲۴ھ ایک سو چوبیس میں وفات ہوئی۔ (اکمال) آپ اپنی کنیت یعنی ابن شہاب میں مشہور ہیں۔

میرے گھر سے مراد میرے قیام کا گھر ہے ورنہ اس گھر کی مالکہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب تھیں حضور ان کے گھر سو رہے تھے، ملائکہ یہاں سے جگا کر حضور کو حطیم کعبہ میں لائے ابھی تک آپ پر اونگھ طاری تھی پھر یہاں غسل وغیرہ دیا لہذا تمام حدیثیں درست ہیں ان میں تعارض نہیں۔ ابتداء معراج جناب ام ہانی کے مکان سے ہوئی ہے اور ابتداء عروج بیت المقدس سے جناب ام ہانی کا گھر محلہ شعب ابی طالب میں تھا، اب وہ جگہ حرم شریف میں داخل ہوگئی اس کے مقابل ایک دروازہ ہے جسے باب ام ہانی کہا جاتا ہے

دنیاوی دولہا کے جسم کو غسل دیا جاتا ہے حضور انور ایسے انوکھے دولہا ہیں کہ آپ کے دل کو بھی غسل دیا گیا۔ آب زمزم دوسرے پانیوں سے افضل ہے کہ حضرت اسماعیل کے قدم سے جاری ہوا ہے اس لیے یہ پانی اس غسل کے لیے منتخب ہوا۔

(اسے میرے سینہ میں لوٹ دیا) اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ سونا جنت کا تھا ایمان وحکمت خاص خزانہ ربانی میں سے کیونکہ جنت میں پانی دودھ وغیرہ کے چشمے ہیں، پھل فروٹ کے باغات ہیں مگر وہاں ایمان وحکمت کا چشمہ یا باغ نہیں، یہ ایمان وحکمت کا چشمہ علاوہ اس ایمان وحکمت کے ہے جو اول سے ہی حضور انور کو عطا فرمایا گیا تھا آج اس میں اور اضافہ کیا گیا، یہ دونوں چیزیں رب کے ہاں مستقل صورت وحیثیت رکھتی ہیں یعنی یہ ایمان وحکمت انڈیل کر میرا سینہ بھر دیا پھر اسے سی دیا۔

(مجھے آسمان کی طرف لے گئے) یہاں نہ تو براق کا ذکر ہے نہ مسجد اقصیٰ کی نماز کا۔ اس بنا پر بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ معراج خواب کی ہے جسمانی معراج میں براق تھا فرشتوں کی برات بھی بیت المقدس کی نماز بھی۔ جو حضرات فرماتے

ہیں کہ یہاں بھی جسمانی معراج مراد ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہاں اجمال ہے وہاں تفصیل تھی یہاں ان دو تین چیزوں کا
چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس سوال کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آج حضرت جبریل اس دروازے پر دستک دے رہے تھے جو صرف
حضور انور کی معراج کے لیے مخصوص تھا اس کے سواہ کسی کے لیے اس کا کھلنا ناممکن تھا، پوچھا اے جبرئیل یہ دروازہ تمہارا تو
ہے نہیں تم یہاں کیوں آئے ہو کیا کسی کو لائے ہو ان کی خاطر تم بھی یہاں آئے، انہوں نے فرمایا ہاں انہیں کو لایا ہوں جن
کے لیے یہ دروازہ کھلنا ہے۔

(اس نے کہا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہاں ہاں) یہ سوال انتہائی خوشی کی بنا پر ہے کہ کیا آج معراج کی رات بہ حیثیت
حیثیت مہمان بلائے گئے ہیں، فرمایا ہاں یہ وہی رات ہے۔

(جب اپنے بائیں دیکھتے تو روتے تھے) واقعہ وہ ہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا یعنی پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ
السلام سے ملاقات، یہاں کچھ تفصیل ہوگئی ہے کہ جناب آدم علیہ السلام کو اس طرح پایا۔

(وہ دوزخی لوگ ہیں) یہ مؤمنین اور کفار وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے آئندہ تا قیامت پیدا ہونے والے ہیں وہ آپ
کے اردگرد اس طرح جمع ہیں کیونکہ جو مؤمنین اور کفار پیدا ہو کر مر چکے وہ اس آسمان پر کیسے آسکتے ہیں۔ مؤمنین کی روحیں
اعلیٰ علیین میں پہنچیں کفار کی روحیں سجین میں ان کا اجتماع کیسا۔ (مرقات) یا یوں کہو کہ یہ وہ ہی مؤمنین و کفار ہیں جو مر چکے
ہیں، وہ لوگ کبھی کبھار اپنے مقامات سے بلا کر یہاں اس طرح آدم علیہ السلام کو دکھائے جاتے ہیں، حضور انور جب وہاں
پہنچے تو یہ ہی وقت تھا ان کی پیشی کا حضور انور نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس واقعہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ
کہ حضرت آدم علیہ السلام تا قیامت ہر سعید و شقی سے خبردار ہیں کہ کون ایمان پر مرے گا اور کون کفر پر، یہ ہی بات علوم خمسہ
سے ہے۔ دوسرے یہ کہ ان سعید و شقی لوگوں کو حضور انور نے بھی معراج کی رات دیکھا ہے اور سب کو پہچانتے ہیں، حضور ہر
ایک کے انجام سے خبردار ہیں

بلکہ قبل از زادن تو سالہا   ہم چنیں بینند چندیں حالہا

(جب اپنے بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں) حضرت آدم علیہ السلام کا یہ ہنسنا رونا محبت پدری کی بنا پر تھا۔ باپ اپنی
اولاد کو اچھے حال میں دیکھے تو خوش ہوتا ہے اور تکلیف میں دیکھے تو غمگین ہوتا ہے یہ ہی حالت آپ کی اس وقت تھی کہ
دوزخیوں کو دیکھ کر افسوس کرتے تھے کہ یہ میری اولاد کافر ہی دوزخ میں جائے گی، جنتیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ یہ
میرے بچے خوش نصیب ہیں جنت میں جائیں گے۔

(ان کے مقامات کیسے تھے) یعنی حضور انور نے ان تمام رسولوں کے مقامات بالتفصیل بیان فرمائے تھے مگر تفصیل
یاد نہ رہی یہ یاد نہ رہنا حدیث کو ضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ جو انہیں یاد نہ رہا اس کی روایت ہی نہیں کی جو یاد نہ رہنا حدیث کو

ضعیف کرتا ہے۔ جب غلط بات حضور انور کی طرف غلطی سے نسبت کردے اسے سوء حفظ کہتے ہیں وہ یہاں موجود نہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں۔

(چھٹے آسمان میں ابراہیم علیہ السلام کو پایا) پچھلی حدیث میں گزرا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضور انور نے ساتویں آسمان میں پایا وہ ہی قوی ہے کیونکہ وہاں تفصیل موجود ہے کہ بیت المعمور سے پشت لگائے ہوئے پایا اور اگر یہ متعدد معراج کے واقعات ہیں تب تو کوئی دشواری ہی نہیں کہ ایک معراج میں حضور نے جناب ابراہیم کو چھٹے آسمان پر پایا دوسری معراج میں ساتویں آسمان پر پایا۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں آسمانوں پر حضور انور کا استقبال کیا چھٹے پر بھی اور ساتویں پر بھی تب حدیث واضح ہے۔

(مجھے ابن حزم نے خبر دی) ابن شہاب یعنی امام زہری کے حالات تو ہم بیان کر چکے۔ ابن حزم کا نام محمد ابن عمرو ابن حزم ہے، ان کے والد صحابی ہیں، انصاری ہیں، محمد ابن عمرو ابن حزم سنہ ۱۰ ہجری میں نجران میں پیدا ہوئے جب کہ ان کے والد حضور انور کی طرف سے نجران کے حاکم تھے، آپ جنگ حرہ میں شہید ہوئے، ترپین سال عمر پائی، ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔ (مرقات و اکمال)

ابو حیہ کا نام عامر یا مالک یا ثابت ابن نعمان انصاری ہے، صحابی ہیں، بدری ہیں، غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

(حتی کہ میں ایک میدان میں پہنچا) مستوی ہر میدان کو نہیں کہتے بلکہ بلند اور اعلیٰ میدان کو کہتے ہیں۔

(جس میں قلموں کی چرچراہٹ سنتا تھا) وہ قلم جس نے لوح محفوظ پر سب کچھ لکھا اور لکھ کر خشک ہو چکا وہ اور قلم ہے جس کے متعلق ارشاد ہے اول ما خلق اللہ القلم۔ یہاں وہ قلم مراد نہیں جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں وہ فرشتے ان قلموں سے روزانہ کے احکام الٰہیہ لکھتے ہیں اور لوح محفوظ سے ایک سال کے واقعات الگ الگ صحیفوں میں نقل کرتے ہیں یہ صحیفے متعلقہ حکام فرشتوں کو پندرھویں شعبان کی شب میں حوالہ کردیئے جاتے ہیں، رب فرماتا ہے: فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ۔ ان قلموں کی درازی رب تعالٰی ہی جانتا ہے۔ دیسی قلم جب کاغذ پر چلتا ہے تو اس سے چرچراہٹ پیدا ہوتی ہے، حضور انور اس قدر ان سے قریب ہوئے کہ قلموں کی چرچراہٹ سن لی یقیناً تحریر بھی دیکھ لی قدرت کی تحریر حضور کے علم میں ہیں۔

قدرت کی تحریریں جانے امی اور تقریریں جانے ۔۔۔ بخشش کی تدبیریں جانے وہ ہے رحمت والا

جن کا نام ہے محمد ان سے دو جگ ہے اجیالا

(میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں) اگرچہ یہ پچاس نمازیں حضور انور پر بھی فرض کی گئیں تھیں مگر امت پر فرض تھیں پڑھنے کے لیے حضور پر فرض تھیں پڑھانے اور سکھانے کے لیے اس لیے امت کا ذکر فرمایا۔

(موسیٰ علیہ السلام پر گزرا) اسی ترتیب سے جس ترتیب سے جاتے ہوئے گزرے تھے ہر آسمان پر انہیں پیغمبر سے ملاقات ہوئی جن سے جاتے ہوئے ملاقات ہوئی تھی۔

(پچاس نمازیں فرض کیں) خیال رہے کہ اسلام کے تمام فرائض فرش پر ہی بھیجے صرف نمازیں معراج میں عرش پر فرض کی گئیں اس لیے حضور انور نے صرف نمازوں کا ذکر فرمایا اور کسی فرض کا ذکر نہیں کیا۔

(کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی) امت کہہ کر یہ بتایا کہ حضور ان نمازوں پر آپ اور آپ کے خاص غلام تو طاقت رکھتے مگر عام امت والے اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(میں نے کہا کہ اس کی آدھی معاف فرمادیں) یہاں اجمال ہے یعنی چند بار حاضریوں میں آدھی نمازیں معاف فرمادیں یعنی پانچ بار حاضری میں پچیس نمازیں کم فرمادیں اور پچیس نمازیں باقی رکھیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں شطر بمعنی آدھا نہیں بلکہ بمعنی ایک حصہ ہے یعنی رب نے اس ایک حاضری میں پچاس نمازوں کا ایک حصہ یعنی پانچ نمازیں معاف فرمادیں اس صورت میں مطلب بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(رب نے اس کی آدھی اور معاف فرمادیں) یہاں شطر بمعنی ایک حصہ ہے نہ کہ بمعنی آدھا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اگر پچاس کا دوسرا آدھا حصہ بھی معاف ہو جاتا تو کوئی نماز فرض نہ رہتی۔

(ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی) نسخ کی حقیقت یہ ہی ہے کہ اس میں حکم کی تبدیلی نہیں بلکہ اس حکم کی مدت کی انتہاء کا بیان ہوتا ہے یعنی پچاس نمازوں کا حکم آپ کی اس آمدورفت تک تھا اب پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ان پر ثواب پچاس ہی کا ہوگا پڑھنے میں پانچ ثواب میں پچاس۔

(میں اپنے رب سے شرم کرتا ہوں) حضور کا یہ شرم فرمانا اس لیے تھا کہ اب حضور کا جانا طے شدہ پروگرام کے خلاف ہوتا پہلی تمام آمدورفتیں پروگرام کے مطابق تھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

(حتی کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا) غالباً سدرۃ المنتہیٰ کی یہ دوسری سیر ہے واپس آتے ہوئے کیونکہ نمازوں کی فرضیت تو عرش سے اوپر جا کر ہوئی سدرہ اس سے کہیں نیچے ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہوئے ان تمام مقامات سے دیکھتے ہوئے گزر گئے واپسی میں پھر ان تمام پر تشریف لائے سیر فرمائی جیسے حاجی عرفات جاتے ہوئے مزدلفہ سے گزر جاتے ہیں پھر عرفات سے آتے ہوئے مزدلفہ میں ایک رات قیام کرتے ہیں۔

(نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے) یعنی اس بار سدرہ پر ایسے رنگ برنگے انوار چھا گئے کہ ان کی حقیقت رب تعالیٰ ہی جانتا ہے ان کا حسن بیان میں نہیں آسکتا۔ یہ انوار حضور انور کے استقبال کے لیے تھے جیسے معزز مہمان کی تشریف آوری پر دن کو شہر، کوٹھی سجائی جاتی ہے، رات کو سارے ہی چراغ، غبارے، آتشبازی سے رونق کی جاتی ہے یہ ساری سج دھج حضور کے دم قدم سے تھی۔ مرقات نے فرمایا کہ اس وقت حضور کو ان انوار کا علم خبر نہ ہوئی کیونکہ اس وقت حضور کی توجہ خالق کی طرف تھی جیسے دولہا برات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کی نگاہ اصلی مقصود پر ہے۔

(تو اس میں موتی کی عمارتیں تھیں) جنابذ جمع ہے جنبذہ کی بمعنی اونچی عمارت۔ جنت میں ایک ایک موتی کا ایک ایک

وسیع محل ہے اگر وہ ایک موتی دنیا میں آجائے تو سورج کی روشنی خیرہ ہو جائے اور اس کی قیمت ساری دنیا کے خزانے نہ ہو سکیں۔

(اس کی مٹی مشک تھی) یہ سمجھانے کے لیے ہے ورنہ دنیا کے مشک کو اس خوشبو سے کیا تعلق، اس مٹی کی خوشبو پانچ سو سال کی راہ سے محفوظ ہوتی ہے بھلا مشک میں یہ بات کہاں، ہاں مشک کی خوشبو اس مٹی کی خوشبو کی حکایت ہے دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۲۲)

(879) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ لَیْلَةً مِّنَ اللَّیَالِیْ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ وَحْدَهٗ، فَجَعَلْتُ اَمْشِیْ فِیْ ظِلِّ الْقَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَاٰنِیْ، فَقَالَ: "مَنْ هٰذَا؟" فَقُلْتُ: اَبُوْ ذَرٍّ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں ایک رات نکلا تو (دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ تنہا چل رہے تھے میں چاند کی روشنی میں چلنے لگا آپ متوجہ ہوئے تو مجھے دیکھ لیا فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ابوذر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المکثرون هم المقلون، ج۴ص۲۲۳، رقم: ۶۴۴۳، صحیح مسلم، باب الترغیب فی الصدقة، ج۲ص۶۸۷، رقم: ۲۳۵۲، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری رضی الله عنه، ج۹ص۴۰۳، رقم: ۳۹۸۱)

شرح حدیث: اجازت مانگنا سنت

جب کسی کے گھر جانا ہو اجازت مانگنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح اجازت مانگیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۴۶) حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں بنو عامر کے ایک شخص نے یہ بات بتائی کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ حضور نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا: باہر اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ، اس سے کہو کہ اس طرح کہے، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ اس آدمی نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کا ارشاد سن لیا اور عرض کیا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ تو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اس کو اجازت عطا فرمائی اور وہ اندر داخل ہوا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۷، ج ۴، ص ۴۴۳)

جب کوئی کسی کے گھر جائے تو اندر سے جب کوئی دروازے پر آئے تو پوچھے کون ہے؟ باہر والا میں نہ کہے جیسا کہ آج کل بھی یہی رواج ہے۔ بلکہ اپنا نام بتائے۔ جواباً میں کہنا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو پسند نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۳)

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا، میں مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: میں، میں کیا؟ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذا فقال انا، الحدیث ۶۲۵۰، ج ۴، ص ۱۷۱)

(880) وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ: "مَنْ هٰذِهٖ؟" فَقُلْتُ: اَنَا اُمُّ هَانِئٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام ھانی ﷺ سے روایت ہے میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی آپ غسل فرما رہے تھے حضرت فاطمہ ﷺ آپ کو کپڑے سے چھپا رہی تھیں۔ فرمایا: یہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا: میں ام ھانی ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التستر فی الغسل عند الناس، ج۱ص۶۳ رقم: ۲۸۰ صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی، ج۲ص۱۵۷، رقم: ۱۷۰۲ سنن الکبری للنسائی، باب الاستتار عند الاغتسال، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۲۲۹ مسند امام احمد حدیث أم ھانی بنت ابی طالب، ج۱۰ص۳۳۳ رقم: ۲۶۹۵۲ السنن الکبری للبیھقی، باب امان المرأۃ، ج۱ص۹۴ رقم: ۱۸۹۲۷ سنن ترمذی، باب ما جاء فی مرحبا، ج۵ص۸۷، رقم: ۲۷۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے، ابوطالب کی بیٹی جناب علی مرتضٰی کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد ہیں، انہی کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی، فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی، آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی۔ (اشعہ)

اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرما رہے تھے، چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اس لیے جناب فاطمہ کپڑا تانے سامنے کھڑیں تھیں، یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا، غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کر رہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے، ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اس لیے پیشاب یا خانہ استنجاء کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے وہ ننگا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۵ ص ۸۷)

(881) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: "مَنْ ذَا؟" فَقُلْتُ: اَنَا. فَقَالَ: "اَنَا،

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے دروازہ پر دستک دی فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا "میں" تو آپ نے

اَنَا! كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

فرمایا ''میں میں'' گویا کہ آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا قال من ذا فقال انا، ج۴ص۱۷۰ رقم: ۶۲۵۰ صحیح مسلم، باب کراھۃ قول المستاذن انا اذا قیل من ھذا، ج۳ص۱۱۸۰ رقم: ۲۱۵۵ سنن ابن ماجه، باب الاستئذان، ج۲ص۱۲۲۲ رقم: ۳۷۰۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم قبل الاستئذان، ج۴ص۳۲۵ رقم: ۲۷۱۱ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ج۵ص۳۲ رقم: ۱۴۲۰۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جناب عبد اللہ یعنی حضرت جابر کے والد مقروض تھے اور غزوہ احد میں شہید ہو گئے، حضرت جابر اس کے متعلق دعا کرانے یا قرض خواہوں سے سفارش کے لیے حاضر بارگاہ ہوئے تھے، یہ حدیث ان شاء اللہ باب المعجزات میں آوے گی۔

معلوم ہوا کہ آنے والا پوچھنے پر اپنا نام لے صرف میں نہ کہہ دے کہ میں سب ہیں، اس سے گھر والے کو پہچان نہیں ہوتی کہ کون اجازت مانگ رہا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ ص٥٠٦)

142- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ إِذَا حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ كَرَاهِيَةِ تَشْمِيْتِهٖ إِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ تَعَالٰى وَبَيَانِ اٰدَابِ التَّشْمِيْتِ وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

چھینکنے والا جب الحمد اللہ تعالیٰ کہے تو اس کو یرحمک اللہ کہنا مستحب ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد نہ کرے تو اس کو جواب دینا مکروہ ہے چھینک کا جواب دینے اور چھینک اور جمائی کے آداب

(882) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ. وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطٰنِ، فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ. فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطٰنُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے۔ اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اللہ کی حمد کرے تو سننے والے مسلمان پر اس کو یرحمک اللہ کہنا لازم ہے۔ اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو چاہیے کہ حتی الامکان اس کو روکے کیونکہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو اس پر شیطان ہنستا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یستحب من العطاس وما یکرہ من التثاؤب، ج۴ص۱۶۳، رقم: ۶۲۲۳ مصنف عبدالرزاق، باب التثاؤب، ج۱ص۲۷۰، رقم: ۳۳۲۲ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی التثاؤب، ج۴ص۳۶۶، رقم: ۵۰۳۰ سنن ترمذی باب ما جاء ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب، ج۴ص۳۸۷، رقم: ۲۷۵۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۱ص۲۶۵، رقم: ۷۵۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عطاس مصدر ہے عطۃ کا عطہ کے معنی ہیں چھینک تو عطاس کے معنی ہوئے چھینکنا اور تثاؤب مصدر ہے ثوباء کا ثوباء کے معنی ہیں سستی، تثاؤب کے معنی ہیں سستی کا طاری ہونا۔ اصطلاح میں جمائی کو تثاؤب کہتے ہیں کہ اس میں سستی ظاہر ہوتی ہے، تثاؤب مہموز عین ہے نہ کہ اجوف یہ ہی قوی ہے۔

چھینک سے دماغ صاف ہوتا ہے، چھینک آنے سے دماغ ہلکا ہوجاتا ہے، طبیعت کھل جاتی ہے جس سے عبادات پر زیادہ قدرت ہوتی ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ زکام آکر خیریت سے گزر جاوے تو بہت بیماریوں کا دفعیہ ہے۔

(جمائی کو ناپسند کرتا ہے) جمائی سستی کی علامت ہے اس سے جسم میں جمود طاری ہوتا ہے، چھینک رب کو پسند ہے جمائی شیطان کو پسند اس لیے حضرات انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں آتی۔

(تو سننے والے مسلمان پر اس کو یرحمک اللہ کہنا لازم ہے) بعض علماء فرماتے ہیں کہ چھینک کا جواب دینا فرض ہے وہ اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ فرمایا گیا حقا۔ عام علماء اسے سنت کہتے ہیں، فرض والوں میں بعض لوگ اسے فرض عین کہتے ہیں، بعض فرض کفایہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھینکنے والا الحمد للہ بلند آواز سے کہے تاکہ لوگ سن سکیں اور صرف سننے والے پر جواب ہے نہ سننے والے پر کچھ نہیں۔ جواب چھینک کے متعلق علماء کا بڑا اختلاف ہے حق یہ ہے کہ اس کا جواب سنت علی العین ہے کہ ہر سننے والا جواب دے، یہاں حق بمعنی واجب یا لازم نہیں بلکہ بمعنی استحقاق ہے جیسے فرمایا گیا کہ مسلمان کے مسمان پر چھ حق ہیں مریض کی عیادت کرنا، جنازہ میں شرکت کرنا وغیرہ۔

(جمائی شیطان کی طرف سے ہے) یعنی شیطان کے اثر سے جمائی آتی ہے وہ اس سے خوش ہوتا ہے ہاہ کرنے پر وہ ہنستا ہے اسی لیے حضرت انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں آئی جیسے کہ انہیں احتلام نہیں ہوتا کہ یہ شیطانی چیزیں ہیں۔ (مرقات)

(حتیٰ الامکان اس کو روکے) جمائی دفع کرنے کی تین تدبیریں ہیں: جب جمائی آنے لگے تو ناک سے زور سے سانس نکال دے۔ جب جمائی آنے لگے تو نیچا ہونٹ دانتوں میں دبالے۔ جب جمائی آنے لگے تو یہ خیال کرے کہ حضرات انبیاء کرام کو جمائی نہیں آتی۔

(تو اس پر شیطان ہنستا ہے) یعنی جب کوئی جمائی میں منہ پھیلاتا ہے اور ہاہ کہتا ہے تو شیطان خوب ٹھٹھہ مار کر ہنستا ہے کہ میں نے اسے پاگل بنادیا اپنا اثر اس پر کرلیا۔

حدیث بہت اسنادوں سے مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آوازوں سے شیطان بھاگتا ہے بعض آوازوں سے وہ خوش ہوتا ہے، اللہ کے ذکر کی آواز سے اسے تکلیف ہوتی ہے جمائی کی آواز سے وہ ہنستا ہے گانے باجے کی آواز پر وہ خوشی سے ناچتا ہوگا لہذا بری آوازوں سے بچو۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ص٥٦٩)

(883) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ اَخُوْهُ اَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ. فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کو الحمد اللہ کہنا چاہیے۔ اور اس کو اس کا بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ پھر وہ کہے: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ کہ اللہ تم کو ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے حال کو درست کردے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا عطس کیف یشمت، ج۴ص۱۳۹ رقم: ۶۲۲۴ سنن ابوداؤد، باب کیف تشمیت العاطس، ج۴ص۴۱۶، رقم: ۵۰۳۳ سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول اذا عطس، ج۶ص۶۱ رقم: ۱۰۰۲۰ مسند امام احمد، مسند ابی هريرة، ج۳ص۲۵۳، رقم: ۸۶۱۹ مسند البزار، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۰۸ رقم: ۸۹۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ چھینک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لہذا اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے، چونکہ اس حمد سے اس نے اللہ کی نعمت کی قدر کی لہذا سننے والے نے اسے دعا دی یرحمک اللہ، چونکہ اس دعا دینے والے نے اس پر احسان کیا لہذا احسان کا بدلہ احسان سے کرتے ہوئے یہ پھر اسے دعا دے اور کہے یھدیکم اللہ غرضکہ ان ذکروں کے ایر پھیر میں عجیب حکمت ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج٦ص٥٧٠)

(884) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ، فَإِنْ لَّمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوموسیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو تم اس کو یرحمک اللہ کہو اور اگر وہ اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کو تم یرحمک اللہ نہ کہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تشمیت العاطس و کراھۃ التثاؤب، ج۴ص۲۲۵، رقم: ۶۷۰۹، الاداب للبیھقی، باب من عطس فلم یحمد الله عزوجل، ج۱ص۱۵۵، رقم: ۱۲۶۲ المستدرک للحاکم، کتاب الادب، ج۵ص۳۹۳، رقم: ۶۹۰، الادب المفرد، باب تشمیت الرجل المراۃ، ص۲۲۳، رقم: ۹۳۱ مسند امام احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۲۱۲، رقم: ۱۹۷۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نہی ممانعت کے لیے ہے لہذا ایسے شخص کو جواب دینا گناہ ہے، بعض فرماتے ہیں کہ نہی سنیت کی نفی کے لیے ہے یعنی ایسے کو جواب دینا سنت نہیں مگر گناہ بھی نہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کو جواب نہیں دیا لہذا جواب نہ دینا ہی سنت ہے۔(اشعہ) خیال رہے کہ عدم فعل سنت نہیں ہوتا بلکہ ترک فعل سنت ہوتا ہے عدم اور ترک میں بڑا فرق ہے۔عدم زنا پر ثواب نہیں بلکہ ترک گناہ پر ثواب ہے، جب کسی کام کا باعث موجود ہو پھر کام نہ کیا جاوے وہ ترک ہے اور مطلقًا کوئی کام نہ کرنا عدم فعل ہے۔(مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۵۷۲)

(885) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ. فَقَالَ الَّذِيْ لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ، وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِيْ؟ فَقَالَ: "هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں کو نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں چھینک آئی آپ نے ایک کو دعائیہ جواب دیا دوسرے کو نہ دیا تو جس کو آپ نے جواب نہ دیا تھا اس نے کہا فلاں کو چھینک آئی اس کو آپ نے جواب عطا فرمایا ہے مجھے جواب نہ دیا فرمایا اس نے اللہ کی حمد کی ہے اور تم نے اللہ کی حمد نہیں کی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحمد العاطس، ج۴ص۹۲ رقم: ۶۲۲۱ صحیح مسلم، باب تشمیت العاطس و کراهة التثاوب ج۸ص۲۲۵ رقم: ۷۶۷۷ سنن ابن ماجه، باب تشمیت العاطس، ج۲ص۱۲۲۳ رقم: ۳۷۱۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی ایجاب التشمیت بحمد العاطس، ج۵ص۸۳ رقم: ۲۷۴۲ مصنف عبدالرزاق، باب وجوب التشمیت، ج۱۰ص۴۵۱ رقم: ۱۹۶۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چھینک کے جواب کو تشمیت کہتے ہیں یہ بنا ہے شمت سے بمعنی آفت و مصیبت یا لوگوں کا طعنہ۔اس سے ہے شماتت اعداء باب تفعیل سلب کے لیے ہے لہذا اس کے معنی ہوئے مصیبت دور کرنا یعنی دعا دینا دعاء خیر کو تشمیت اسے لیے کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ چھینکنے والے کا جواب جب دیا جاوے جب وہ الحمدللہ کہے اور یہ سنے بھی ایک شخص نے دیوار کے پیچھے چھینک لی تو حضرت عمر نے فرمایا یرحمك الله ان حمدت الله اگر تو نے رب کی حمد کی ہو تو خدا تجھ پر رحم کرے اگر اکیلا آدمی چھینک لے اور الحمدللہ کہے کوئی جواب دینے والے نہ ہو تو خود ہی کہہ لے یغفر الله لی ولکم کیونکہ فرشتے اس کی چھینک کا جواب دیتے ہیں یا ان کی نیت سے یہ دعا کرے جیسے نماز کے سلام میں فرشتوں کی نیت کرے اگر اکیلا ہو۔(مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۵۷۱)

(886) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَطَسَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ

وَضَعَ يَدَهُ اَوْ ثَوْبَهُ عَلٰى فِيْهِ، وَخَفَضَ اَوْ غَضَّ بِهَا صَوْتَهُ. شَكَّ الرَّاوِيْ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

پر رکھ لیتے اور آواز کو پست کرتے۔ خَفَضَ یا غَضَّ کون سا لفظ حضرت ابوہریرہ نے کہا راوی کو شک ہے معنی ایک ہی ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی العطاس، ج۴ص۳۶۶ رقم: ۵۰۲۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی خفض الصوت وتخمیر الوجه عند العطاس، ج۵ص۸۶ رقم: ۲۷۵۴ مستدرك للحاكم، كتاب الايمان والنذور، ج۲ص۳۱۳ رقم: ۷۶۹۰ مشكوة المصابيح، باب السلام، الفصل الثانی، ج۳ص۲۶ رقم: ۴۷۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چھینک کے وقت اپنا پورا چہرہ یا پورا منہ کپڑے یا ہاتھ سے ڈھانپ لینا سنت ہے کہ اس سے رطوبت کی چھینٹیں نہ اوڑینگی اور اپنے یا دوسرے کے کپڑے خراب نہ ہوں گے اور چھینک کی آواز حتی الامکان پست کرنا بھی سنت ہے کہ یہ آواز بلند ہو تو بری معلوم ہوتی ہے لوگ اچھل پڑتے ہیں، چھینک کی آواز آہستہ نکلے الحمد کی آواز بلند ہو۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۷۵)

(887) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَرْجُوْنَ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ: يَرْحَمُكُمُ اللهُ، فَيَقُوْلُ: "يَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ یہود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جان بوجھ کر چھینکتے تا کہ آپ ان کو یرحمک اللہ کہہ دیں تو آپ ان کو فرمایا کرتے یَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب كيف تشميت العاطس، ج۴ص۳۶۷ رقم: ۵۰۳۸ سنن ترمذی، باب كيف تشميت العاطس، ج۵ص۸۲ رقم: ۲۷۴۸ سنن الدارمی، باب اذا عطس الرجل ما يقول، ج۲ص۳۶۸ رقم: ۲۶۵۹ سنن النسائی الکبریٰ، باب ما يقول اذا عطس، ج۶ص۶۶ رقم: ۱۰۰۶۱ مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۲۰ رقم: ۹۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دیدہ و دانستہ چھینک لیا کرتے تھے ناک میں تنکے ڈال کر یا کسی اور طریقہ سے جیسا کہ یتعاطسون بتا رہا ہے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ یہود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبول الدعاء اللہ کا محبوب جانتے تھے اس لیے آپ کی دعا لینے کی کوشش کرتے تھے مگر ایمان نہ لاتے تھے حضور سے دعا لینے کی ترکیب ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا ہے خصوصًا نماز تہجد کی پابندی کرنا۔ دوسرے یہ کہ کفار کے لیے دعاء مغفرت دعاء رحمت کرنا ممنوع ہے انہیں دعاء سے ہدایت کرے، رحمت مغفرت صرف مسلمانوں کے لیے ہے ہدایت کفار کو بھی مل سکتی ہے کہ وہ ہدایت پا کر ایمان قبول کر لیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۷۷)

(888) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِذَا تَثَائَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِكْ بِیَدِہٖ عَلٰی فِیْہِ؛ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لینا چاہیے کیوں کہ شیطان اندر چلا جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تشمیت العاطس و کراھۃ التثاؤب ج۴ص۲۲۶ رقم: ۷۶۸۳، الادب المفرد باب اذا تثاءب فلیضع یدہ علی فیہ ص۳۲۷ رقم: ۹۷۹، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی التثاؤب ج۴ص۳۶۵ رقم: ۵۰۲۸، سنن الدارمی، باب التثاؤب فی الصلاۃ ج۱ص۳۷۲ رقم: ۱۳۸۲، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری ج۴ص۹۱ رقم: ۱۱۹۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی یا انگلیوں کی پشت منہ پر رکھ لے کہ یہ ہی سنت ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (شیطان اندر چلا جاتا ہے) یا تو خود شیطان ہی داخل ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ مردود ہمارے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے مگر ہمارے منہ میں اس وقت گھستا ہے یا اس کے وسوسہ داخل ہوتے ہیں۔ بہر حال جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ ضرور رکھ لے کہ اس سے نہ شیطان داخل ہوگا نہ اس کے وسوسہ نہ ہوائی کیڑے مکوڑے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۷۷)

143-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَبَشَاشَةِ الْوَجْهِ وَتَقْبِيْلِ يَدِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَتَقْبِيْلِ وَلَدِهٖ شَفْقَةً وَّمُعَانَقَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ وَّكَرَاهِيَةِ الْاِنْحِنَاءِ

ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا مستحب ہے نیک آدمی کا ہاتھ چومنا اولاد کو شفقت سے بوسہ دینا، سفر سے آنے والے کو گلے ملنا سب مستحب امور ہیں اور جھک کر ملنا مکروہ ہے

شرح: مصافحہ ومعانقہ وبوسہ وقیام

حدیث شریف میں ہے کہ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ عزوجل کی حمد کریں اور استغفار کریں تو دونوں کی مغفرت ہو جائے گی۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المصافحۃ، رقم ۵۲۱۱، ج ۴، ص ۴۵۳)

مسئلہ: مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثبوت متواتر حدیثوں سے ہے اور احادیث میں اس کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو ہلایا تو اس کے تمام گناہ گر جائیں گے جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے مطلقاً مصافحہ کا جائز ہونا یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر و نماز عصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور فقہ کی جو بعض کتابوں میں اس کو بدعت کہا گیا ہے اس سے مراد بدعت

حسنہ ہے اور ہر بدعت حسنہ جائز ہی ہوا کرتی ہے۔ اور جس طرح نماز فجر و عصر کے بعد مصافحہ جائز ہے دوسری نمازوں کے بعد بھی مصافحہ کرنا جائز ہے کیونکہ جب اصل مصافحہ کرنا جائز ہے تو جس وقت بھی مصافحہ کیا جائے جائز ہی رہے گا جب تک کہ شریعت مطہرہ سے اس کی ممانعت ثابت نہ ہو جائے اور ظاہر ہے کہ پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کی کوئی ممانعت شریعت کی طرف سے ثابت نہیں ہے لہٰذا پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔

• (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء، ج۹، ص۶۲۸)

مسئلہ: مصافحہ کا ایک طریقہ وہ ہے جو بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ہاتھ ان کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھا یعنی ہر ایک کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں ہو دوسرا طریقہ جس کو بعض فقہا نے بیان کیا ہے اور اس کو بھی حدیث سے ثابت بتاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے داہنے ہاتھ سے اور بایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے ملائے اور انگوٹھے کو دبائے کہ انگوٹھے میں ایک رگ ہے کہ اس کے پکڑنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ (بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۸)

مسئلہ: وہابی غیر مقلد دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو ناجائز اور خلاف سنت بتاتے ہیں اور وہ لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں یہ ان لوگوں کی جہالت ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف صاف تحریر فرمایا ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہیے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب المصافحۃ والمعانقۃ، ج۴، ص۲۲)

مسئلہ: معانقہ کرنا بھی سنت ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ فرمایا ہے۔ (بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۸)

مسئلہ: بعد نماز عیدین مسلمانوں میں معانقہ کا رواج ہے اور یہ بھی اظہار خوشی کا ایک طریقہ ہے یہ معانقہ بھی جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف اور شہوت کا اندیشہ نہ ہو مثلاً خوبصورت امرد لڑکوں سے معانقہ کرنا کہ یہ فتنہ کا محل ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ (بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۸)

مسئلہ: کسی مرد کے رخسار یا پیشانی یا ٹھوڑی کو بوسہ دینا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو ناجائز ہے اور اگر اکرام و تعظیم کے لئے ہو تو جائز ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان کو بوسہ دیا اور حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی بوسہ دینا ثابت ہے۔

(بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۸، ۹۹)

مسئلہ: عالم دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے بلکہ ان لوگوں کے قدم کو چومنا بھی جائز ہے بلکہ اگر کسی عالم دین سے لوگ یہ خواہش ظاہر کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو لوگوں کی خواہش کے مطابق وہ

عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کیلئے لوگوں کی طرف بڑھا سکتا ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص ۶۳۱ - ۶۳۲)

مسئلہ: بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

(الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص ۶۳۲)

(889) عَنْ اَبِي الْخَطَّابِ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِاَنَسٍ: اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوخطاب قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کیا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مصافحہ کا طریقہ تھا۔ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المصافحۃ، ج۴، ص۵۰، رقم: ۶۲۶۳، الاداب للبیھقی، باب المسلمین یلتقیان ج۱، ص۱۲۱، رقم: ۲۲۵، صحیح ابن حبان، باب افشاء السلام، ج۲، ص۲۴۵، رقم: ۴۹۲، مسند ابی یعلی، مسند قتادۃ عن انس بن مالک ج۵، ص۲۵۲، رقم: ۲۸۷۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل العاشر فی المصافحۃ، ج۶، ص۶۱۱، رقم: ۴۸۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بوقت ملاقات مصافحہ کرنا سنت صحابہ ہے بلکہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۵۱۴)

(890) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا جَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْ جَاءَكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یمنی لوگ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یمنی آئے اور انہوں نے مصافحہ کی ابتداء کی تھی۔ ابوداؤد نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی المصافحۃ، ج۴، ص۵۲۱، رقم: ۵۲۱۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ ج۳، ص۲۵۱، رقم: ۱۳۶۲۹، الادب المفرد للبخاری، باب المصافحۃ، ص۳۳۶، رقم: ۹۹۶، مسند البزار، مسند ابی حمزۃ عن انس بن مالک ج۲، ص۳۰۰، رقم: ۶۶۳۸، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل العاشر فی المصافحۃ، ج۶، ص۶۱۰، رقم: ۴۸۶۹)

شرح حدیث: سب سے پہلے یمنی اسلامی بھائیوں نے سرکارِ نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرنے (ہاتھ ملانے) کا شرف حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اہل یمن مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور وہ پہلے آدمی ہیں، جنہوں نے آکر مصافحہ کیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المصافحہ، الحدیث ۵۲۱۳، ج۴، ص ۴۵۳)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں:

سابعاً مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس ومحبت ہے حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تصافحوا یذھب الغل عن قلوبکم[1] اخرجہ ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما ونحوہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ اولہ تھادوا وتحابوا ونحو ھذا اخرجہ مالک فی المؤطا[2] بسند جید عن عطاء الخراسانی مرسلا۔ آپس میں مصافحہ کرو تمھارے سینوں سے کینے نکل جائیں گے۔ (ابن عدی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی ہے اور اس کی مثل ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ہدیہ لینا دینا چاہئے تم آپس میں محبت کرو گے اور اس کی مثل امام مالک نے مؤطا میں جید سند کے ساتھ مرسل طریقہ پر عطاء خراسانی سے روایت کی ہے۔ (ت)

(1) الکامل لابن عدی ترجمہ محمد بن ابی زعیزعۃ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۲۱۱) (کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۲۵۳۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۳۰) (الترغیب والترھیب بحوالہ مالک عن عطاء الخراسانی الترغیب فی المصافحۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۴)

(2) مؤطا امام مالک باب ماجاء فی المھاجرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۷) (کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۵۰۵۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰)

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

السر فی المصافحۃ وقولہ مرحبا بفلان ومعانقۃ القادم ونحوھا انھا زیادۃ المودۃ والتبشیش ورفع للوحشۃ والتدابر۔ (حجۃ اللہ البالغۃ آداب الصحبۃ السر فی افشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۱۹۸)

مصافحہ اور مرحبا فلاں کو، اور آنے والے سے معانقہ جیسے امور میں محبت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے وحشت اور اجنبیت ختم ہوتی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

التحابب فی الناس خصلۃ یرضاھا اللہ تعالٰی وافشاء السلام آلۃ صالحۃ لانشاء المحبۃ وکذالک المصافحۃ وتقبیل الید ونحو ذلک۔

(حجۃ اللہ البالغۃ آداب الصحبۃ السر فی افشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۱۹۷)

لوگوں میں محبت وہ خصلت ہے جو اللہ تعالٰی کی رضا کا باعث ہے اور سلام کی عادت محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یوں ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ بھی (ت)

اور بیشک یہ امور عرف وعادت قوم پر مبنی ہوتے ہیں جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت وموانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو وجہ یہ کہ اس کی

کسی خصوصیت سے شرع مطہر کی کوئی خاص غرض متعلق نہیں۔ اصل مقصود سے کام ہے جس ہیئت سے حاصل ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ انھیں امور میں جو وقت ملاقات بغرض مذکور شروع ہوئے ایک مرحبا کہنا تھا کہ اس سے بھی خوشدلی اور اس شخص کے آنے پر فرحت ظاہر ہوتی ہے۔

حدیث براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلم مسلما فیرحب بہ ویأخذ بیدہ الا تناثرت الذنوب بینھما۔ الحدیث۔

(نصب الرایۃ کتاب الکراھیۃ فصل فی الاستبراء نوریہ رضویہ لاہور ۴/۵۶۶) (شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۵)

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ جھڑ جائیں۔

پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں، فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں آیئے آیئے تشریف لایئے، اور اس کی مثل کلمات ـــــ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث و مزاحمت سنت نہ جانے گا، رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلاف سنت قرار پاتے۔ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوشدلی بغرض ازدیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا۔ یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ تو غرض شریعت کی ہر طرح حاصل ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں بلکہ اہل یمن آئے انھوں نے اپنے رسم ورواج کے مطابق مصافحہ کیا، شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طریقے سے ہوتی اور اسکی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی۔ ہاں! وہ بات جس میں کسی طرح مقاصد شرع سے مخالفت ہو بے شک ناپسند ہوگی اگرچہ کسی قوم میں اس کی رسم پڑی ہو۔ جیسے سلام کے عوض بلا ضرورت شرعیہ انگلی یا ہتھیلی کا اشارہ کہ بوجہ مشابہت یہود ونصارے اس سے ممانعت آئی، حدیث ضعیف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من تشبہ بغیرنا لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصاری فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وان تسلیم النصاری بالاکف رواہ الترمذی والطبرانی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال الترمذی ھذا حدیث اسنادہ ضعیف۔

(جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/۹۴)

ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے۔ یہود ونصاریٰ سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے ہے (اس کو ترمذی اور طبرانی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۳۰۸۔۳۰۹)

(891) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَفْتَرِقَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں مل کر مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی المصافحۃ ج۴ص۵۲۱ رقم: ۵۲۱۲ السنن الکبرٰی للبیہقی باب ما جاء فی مصافحۃ الرجل الرجل ج۷ص۹۹ رقم: ۱۳۹۵۵ سنن ابن ماجہ باب المصافحۃ ج۴ص۱۲۰ رقم: ۳۷۰۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی المصافحۃ ج۴ص۶۷ رقم: ۲۷۲۶ مسند امام احمد حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ج۳ص۲۸۹ رقم: ۱۸۵۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مصافحہ سے گناہ صغیرہ جو ہاتھ سے کیے گئے معاف ہو جاتے ہیں، گناہ کبیرہ اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ ابو الشیخ نے بروایت حضرت عمر مرفوعاً حدیث نقل کی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں اترتی ہیں نوے رحمتیں مصافحہ کی ابتداء کرنے والے پر اور دس رحمتیں دوسرے پر۔ (مرقات)

مصافحہ کرتے وقت دونوں صاحب پہلے تو اللہ کی حمد اس کا شکر کریں کہ اس نے ان کو اسلام کی برکت سے بھائی بھائی بنا دیا پھر ہر شخص دونوں کے لیے دعائے مغفرت کرے کہ کہے یغفر اللہ لنا ولکم، بعض لوگ اس وقت درود شریف پڑھتے ہیں یہ بھی اچھا ہے کہ حضور کی سنت ادا کرتے وقت حضور پر درود شریف پڑھیں جن کے صدقہ میں یہ سنت ملی۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۱۶)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

احادیث فضائل جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے مثلاً:

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما جسے طبرانی نے معجم اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صالح روایت کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا لَقِيَ الْمُؤْمِنَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَاَخَذَ بِيَدِهٖ فَصَافَحَه تَنَاثَرَتْ خَطَايَا هُمَا كَمَا تَنَاثَرُ وَرَقُ الشَّجَرِ۔ جب مسلمان سے مسلمان مل کر سلام کرتا اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے ان کے گناہ جھڑ پڑتے ہیں جیسے پیڑوں کے پتے۔

(المعجم الاوسط حدیث ۲۴۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/ ۱۸۴) (شعب الایمان فصل فی المصافحہ حدیث ۸۹۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۷۳)

حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا لَقِيَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَاَخَذَ بِيَدِهٖ تَحَاتَّتْ عَنْهُمَا ذُنُوْبُهُمَا۔

مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے ان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

(المعجم الکبیر حدیث ۲۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۵۶)

حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسٰی مرئی بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابو یعلی و بزار نے روایت کی:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمَیْنِ الْتَقِیَا فَاَخَذَ اَحَدُهُمَا بِیَدِ صَاحِبِهٖ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَّحْضُرَ دُعَائَهُمَا وَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اَیْدِیْهِمَا حَتّٰی یَغْفِرَ لَهُمَا۔

(مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۲) (الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والبزار وابی یعلی الترغیب فی المصافحۃ حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲)

جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ ان کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ احمد نے مسند اور ضیاء نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما مسلمین التقیا فاخذ احدھما بید صاحبہ و تصافحا وحمدا اللہ جمیعا تفرقا لیس بینھما خطیئۃ۔ (مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۳ و ۲۹۴)

جو دو مسلمان آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور دونوں حمد الٰہی بجا لائیں بیگناہ ہو کر جدا ہوں۔

نیز حدیث براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ بیہقی نے بطریق یزید بن براء تخریج کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلم مسلما فیرحب بہ ویاخذ بیدہ الا تناثرت الذنوب بینھما کما یتناثر ورق الشجر۔ (شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۷۵)

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ برگ درخت کی طرح جھڑ جائیں۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۲۲ ص ۴۷۴۔۴۷۵)

(892) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلُ مِنَّا یَلْقٰی اَخَاهُ، اَوْ صَدِیْقَهٗ، اَیَنْحَنِیْ لَهٗ؟ قَالَ: "لَا" قَالَ: اَفَیَلْتَزِمُهٗ وَیُقَبِّلُهٗ؟ قَالَ: لَا قَالَ: فَیَاْخُذُ بِیَدِهٖ وَیُصَافِحُهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی یا دوست کو ملتا ہے کیا اس کے لیے جھکے فرمایا نہیں عرض کیا: اس کو چمٹ جائے اور بوسہ لے۔ فرمایا: نہیں۔ کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں۔ اسے

حَسَنٌ۔

امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المصافحۃ، ج۴ص۷۵، رقم: ۲۷۲۸، جامع الاصول الفرع الرابع فی تحیۃ الجاهلیۃ والاشارۃ بالرأس والید، ج۶ص۶۰۸، رقم: ۴۸۱۳، مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الثانی، ج۲ص۱۲، رقم: ۴۶۸۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ جھکنا رکوع ہے اور غیر خدا کو جیسے سجدہ کرنا حرام ہے ایسے ہی رکوع کرنا بھی حرام ہے۔ خیال رہے کہ جھکنا جب ممنوع ہے جب کہ تعظیم کے لیے ہو، اگر جھکنا کسی اور کام کے لیے ہو اور وہ کام تعظیم کے لیے ہو تو جائز جیسے کسی کے جوتے سیدھے کرنے یا اس کا ہاتھ یا پاؤں چومنے کے لیے جھکنا ممنوع نہیں کہ یہ جھکنا اور کاموں کے لیے ہے۔

لپٹنے اور چومنے کی ممانعت کی چند وجہیں ہوسکتی ہیں: ہر ایک سے معانقہ کرنا، ہر ایک کے ہاتھ پاؤں چومنا منع ہے، خاص بزرگوں کی دست و پابوسی اور خاص پیاروں کو گلے لگانا جائز ہے یا دنیاداروں مالداروں سے خوشامد کے لیے لپٹنا، ان کے ہاتھ پاؤں چومنا درست نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں معانقہ اور دست و پابوسی کا ثبوت ہے، حضور نے بعض صحابہ سے معانقہ کیا ہے اور صحابہ نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے ہیں۔ (مرقات، لمعات، اشعہ)

یعنی مصافحہ کرنا ہر مسلمان سے سنت ہے بوقتِ ملاقات مصافحہ کرے بوقتِ وداع نہ کرے کہ وداع کے وقت مصافحہ کرنے سے محبت گھٹتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۱۷)

(893) وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ: اِذْهَبْ بِنَا إِلَى هٰذَا النَّبِيِّ، فَأَتَيَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ... فَذَكَرَ الْحَدِيثَ إِلَى قَوْلِهِ: فَقَبَّلَا يَدَهُ وَرِجْلَهُ، وَقَالَا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ.

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: ہمارے ساتھ اس نبی کے پاس چل پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے نو واضح آیات کے بارے میں سوال کیا...... پھر حدیث کو فقبلا یدہ ورجلاہ تک بیان کیا یعنی ان دونوں نے (رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور) کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ ترمذی وغیرہ نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی قبلۃ الید والرجل، ج۴ص۷۷، رقم: ۲۷۴۲، السنن الکبرٰی للبیھقی باب ما علی من رفع الی السلطان ما فیہ ضرر علی مسلم، ج۸ص۱۶۶، رقم: ۱۶۱۱۸، سنن النسائی الکبرٰی، باب السحر، ج۲ص۳۰۶، رقم: ۳۵۴۱، مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث صفوان بن عسال المرادی، ص۸۵۷، رقم: ۸۸۰)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے فرماتے ہیں کہ یہودی اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے ان نبی کے پاس لے چل ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو اگر وہ سن لیں گے تو انکی چار آنکھیں ہو جائیں گی پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ نہ چوری کرو، نہ زنا کرو، نہ ناحق کسی محترم جان کو قتل کرو، نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ تا کہ اسے قتل کردے اور نہ جادو کرو نہ سود کھاؤ نہ پاکدامن کو زنا کا بہتان لگاؤ، نہ جہاد کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ پھیرو اور اے یہودیو تم پر خصوصا یہ بھی لازم ہے کہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو راوی فرماتے ہیں کہ تب ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے اور بولے ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں حضور نے فرمایا پھر تمہیں میری پیروی سے کون چیز روکتی ہے وہ بولے کہ داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں نبوت رہے ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کرلیں تو ہم کو یہودی مار ڈالیں گے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(صفوان ابن عسال) آپ صحابی ہیں، کوفے کے رہنے والے، قبیلہ بنی مراد سے ہیں، بارہ غزووں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

(ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو) معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی گواہی دیتے تھے مگر محض ضد سے انکاری تھے۔

(تو انکی چار آنکھیں ہو جائیں گی) یعنی وہ خوش ہو جائیں گے اور یہود سے یہ کہہ سکیں گے کہ تمہارے لوگ بھی ہمیں نبی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! عظمت وہ جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔

(کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا) کھلی نشانیوں سے مراد یا تو وہ نیک اعمال ہیں جو عامل کی نیک بختی کی علامت ہوں، اس صورت میں حضور کا یہ جواب سوال کے مطابق ہے، یا اس سے موسیٰ علیہ السلام کے کھلے ہوئے نو معجزے مراد ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب حکیمانہ ہے یعنی وہ نہ پوچھو بلکہ اپنی فکر کرو اور کرنے والے اعمال پوچھو۔ خیال رہے کہ انہوں نے نو چیزیں پوچھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بتائیں 9 وہ جو ہر دین کے احکام ہیں اور دسویں وہ جو دین یہود کے ساتھ خاص ہیں، یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا۔

(کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ) ہوسکتا ہے کہ اس میں اشارۃً یہ بتایا گیا ہو کہ یہودی مشرک ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور بیٹا باپ کا شریک ہوتا ہے۔

(نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس نے جاؤ) کہ یہ ڈبل جرم ہے حاکم کو دھوکہ دینا اور بے قصور کی جان لینا یہ بھی عام دینوں میں حرام رہا۔

(نہ سود کھاؤ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ یہ ان اعمال کی فہرست ہے جو تمام دینوں میں مروّج تھے۔

(نہ جہاد کے دن بھاگنے کے لیے پیٹھ پھیرو) یہ حکم بھی تمام دینوں میں رہا جن میں جہاد فرض تھا جن میں جہاد ہی نہ تھا وہاں یہ حکم بھی نہ تھا۔

(ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو) اس دن شکار نہ کرو یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا تمہاری توریت کا حکم ہے یہ تمہارے لئے آیت بیّنہ تھی اَب توریت منسوخ ہو چکی یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری آسمانی کتب سے واقف ہیں اور یہ واقفیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اسی لیئے وہ سائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر گئے۔

(ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے) ظاہر یہ ہے کہ پاؤں شریف پر بھی منہ لگا کر بوسہ دیا۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قدم چومنا جائز ہیں۔ اور پابوسی کے لیے جھکنا نہ سجدہ ہے نہ ممنوع ورنہ حضور علیہ السلام انہیں منع فرما دیتے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم، سنگ اسود، بزرگوں کے ہاتھ پاؤں، والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا ثواب بھی ہے اور باعث برکت بھی۔ بعض بزرگ تو اپنے مشائخ کے تبرکات چومتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر چومتے تھے بوسہ کی بحث اور اُس کی قسمیں ہماری "جاء الحق وزھق الباطل" میں دیکھو۔

(ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں) کیونکہ اُمّی کا یہ علم کھلا معجزہ ہے۔ خیال رہے کہ یہ گواہی جاننے پہچاننے کے معنی میں ہے یعنی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی ہیں لہٰذا وہ اس لفظ سے مؤمن نہ بنے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اگلا سوال بھی درست ہوا۔

(پھر تمہیں میری پیروی سے کون چیز روکتی ہے) یعنی جب تم نے مجھے نبی جان لیا پھر مان کیوں نہیں لیتے اور مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔

(داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں نبوت رہے) ان کی یہ دعا قبول ہے اور آپ ان کے اولاد میں نہیں کہ وہ بنی اسرائیل تھے آپ بنی اسمٰعیل، یہ ان کا خالص افتراء تھا سارے نبیوں نے ہمارے حضور کی پیش گوئی کی۔ داؤد علیہ السلام یہ دعا کیسے مانگ سکتے تھے۔ تعجب ہے کہ یہ دونوں ابھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر چکے اور اب یہ بہتان باندھ رہے ہیں۔ بعض یہود یہ بھی کہتے تھے کہ حضور فقط مشرکین عرب کے نبی ہیں، ہمارے نہیں۔ شاید ان کا یہ مقصد ہو۔ اور یہ بھی غلط تھا۔ توریت وزبور میں خبر تھی کہ محمد مصطفی سارے عالم کے نبی ہوں گے، تمام شریعتوں کے ناسخ۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص ۷۵)

(894) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قِصَّةٌ. حضرت ابن عمر ﷺ سے ایک واقعہ روایت ہے

قَالَ فِيهَا: فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

اس میں ہے کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ سے قریب ہوئے تو ہم نے آپ کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی قبلۃ الید، ج۴ص۵۲۲، رقم: ۵۲۲۵، الاداب للبیھقی، باب المسلمین یلتقیان، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۲۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما جاء فی الفرار من الزحف، ج۱۲ص۵۳۹، رقم: ۳۳۶۸۷)

شرح حدیث: بوسہ کی چھ قسمیں

یاد رکھو کہ بوسہ کی چھ قسمیں ہیں (۱) بوسہ رحمت جیسے ماں باپ کا اپنی اولاد کو بوسہ دینا (۲) بوسہ شفقت جیسے اولاد کا اپنے والدین کو بوسہ دینا (۳) بوسہ محبت جیسے ایک شخص اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دے (۴) بوسہ تحیت جیسے بوقت ملاقات ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بوسہ دے (۵) بوسہ شہوت جیسے مرد عورت کو بوسہ دے (۶) بوسہ دیانت جیسے حجرا سود کا بوسہ۔ (الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص ۶۳۳)

مسئلہ: عالم دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے بلکہ ان لوگوں کے قدم کو چومنا بھی جائز ہے بلکہ اگر کسی عالم دین سے لوگ یہ خواہش ظاہر کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو لوگوں کی خواہش کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کیلئے لوگوں کی طرف بڑھا سکتا ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص ۶۳۱۔۶۳۲)

مسئلہ: بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

(895) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ منورہ آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے انہوں (زید) نے دروازہ پر دستک دی تو اس کی طرف نبی اکرم ﷺ کپڑا کھینچتے ہوئے چلے ان کو گلے ملے اور ان کا بوسہ لیا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المعانقۃ والقبلۃ، ج۴ص۷۰، رقم: ۲۷۲۲، الرخصۃ فی تقبیل الید لابن ابراھیم المقرئ ص۲۲، رقم: ۸۸، جامع الاصول لابن اثیر، النوع التاسع فی تلقی المسافرین، ج۶ص۲۴، رقم: ۲۰۷۴، مشکوۃ المصابیح، الفصل الثانی، باب السلام، ج۲ص۱۲، رقم: ۴۶۸۲)

شرح حدیث: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے غلام تھے لیکن آپ نے ان کو آزاد فرما کر اپنا متبنی بنالیا تھا اور اپنی باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرمادیا تھا جن کے بطن سے ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے ان کی ایک بڑی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان کے سوا قرآن مجید میں دوسرے کسی صحابی کا نام مذکور نہیں ہے۔ یہ بہت ہی بہادر مجاہد تھے۔ غلاموں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام قبول کیا۔ جنگ موتہ کی مشہور لڑائی میں جب آپ تمام اسلامی افواج کے سپہ سالار تھے ۸ھ میں کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔
(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الزای، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۵ ملتقطاً)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
کسی سفر سے آئے یا کسی جہاد سے عرصہ تک غائب رہنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اس دن حضور کی باری میرے گھر تھی یہ واقعہ میرے گھر میں درپیش ہوا جسے میں نے اپنی آنکھوں دیکھا۔
(کپڑا کھینچتے ہوئے) یعنی حضور انور نے چادر اوڑھنے یا قمیض پہننے کا توقف نہ کیا بلکہ قمیض پہنتے ہوئے چادر اوڑھتے ہوئے ہی ان کی طرف بڑھے، برہنہ کے یہ ہی معنی ہیں یعنی بے چادر یا بغیر قمیض ورنہ حضور انور کا ستر کسی بیوی صاحبہ نے بھی کبھی نہ دیکھا۔ (مرقات واشعہ) یہاں سے معلوم ہوا ہے کہ حضور انور دولت خانہ میں بھی بغیر قمیض کبھی کسی کے سامنے نہ ہوئے، اس شرم وحیاء پر قربان یا یہ مطلب ہے کہ میں نے اس طرح بغیر قمیض کسی سے ملتے نہ دیکھا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔
(ان کا بوسہ لیا) اس میں حضرت زید ابن حارثہ کی انتہائی محبوبیت کا اظہار ہے آپ کو حضور نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی میں کسی سے گلے ملنا سنت ہے لہذا عید کے معانقہ کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔
(مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۵۱۹)

(896) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا، وَلَوْ اَنْ تَلْقَى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھلائی کے کسی کام کو حقیر نہ جان اگرچہ اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلاقۃ الوجه عند اللقاء، ج۲ ص۱۲۸، رقم: ۲۶۲۶، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج۱ ص۲۱۳، رقم: ۵۲۸، سنن الکبری للبیهقی، باب وجوب الصدقة، ج۴ ص۱۸۸، رقم: ۷۶۱۴، الاحاد والمثانی، من اسمه ابوجری الهجیمی، ص۳۹۱، رقم: ۱۱۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبي تميمة الهجيمي، ج۷ ص۳۸۲، رقم: ۱۵۹۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مؤمن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۱۲۰)

(897) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الناس والبهائم، ج ۴ص۱۰۰، رقم: ۶۰۱۳ صحیح مسلم، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ، ج ۷ص۷۷، رقم: ۶۱۷۰ الاداب للبیہقی، باب فی رحمۃ الاولاد وتقبیلھم والاحسان الیھم، ص۱۱، رقم: ۱۲ المستدرک للحاکم، ذکر عبداللہ بن عباس، ج ۵ص۷۸۷، رقم: ۶۸۲۵ المعجم الصغیر، من اسمہ محمود، ج ۲ص۲۲۴، رقم: ۱۰۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حسن بن علی کا بوسہ لیا) ان کے رخسار چومے یا سر یا دونوں، تیسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔

اقرع ابن حابس فتح مکہ کے سال بعد فتح بنی تمیم کے وفد میں حضور انور کی خدمت میں آئے اپنی قوم میں بہت باعزت تھے۔

(اقرع بن حابس نے کہا) یعنی میں نے ساری عمر اپنے کسی بچہ کو نہ چوما آپ بچوں کو کیوں بوسہ دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ بوسہ پانچ قسم کے ہیں: بوسۂ مؤدت جیسے ماں باپ کے ہاتھ پاؤں چومنا، بوسۂ رحمت جیسے اپنے بچوں کو چومنا، بوسۂ شہوت جیسے اپنی بیوی کو چومنا، بوسۂ تحیۃ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو چومنا، بوسۂ عبادت جیسے سنگ اسود یا قرآن مجید کو چومنا۔ (از اشعہ) حضور کا یہ بوسہ بوسۂ رحمت تھا۔

بچوں کو چومنا بوسۂ رحمت ہے جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اپنے ننھے بچوں کو کبھی کبھی چومنا واجب ہے۔ (مرقات)

یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں اسی جگہ تھیں ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان بابوں میں ذکر کیا۔ خیال رہے کہ حدیث من لا یرحم لا یرحم یعنی جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اسے مسلم، بخاری، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، طبرانی نے مختلف راویوں سے نقل کیا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۵۱۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

7- كِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ

مریض کی بیمار پرسی کا بیان

1- بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَتَشْيِيْعِ الْمَيِّتِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَحُضُوْرِ دَفْنِهٖ وَالْمُكْثِ عِنْدَ قَبْرِهٖ بَعْدَ دَفْنِهٖ

مریض کی بیمار پرسی کرنے جنازہ کے ساتھ جانے اور جنازہ پڑھنے دفن کرتے وقت

(898) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مریض کی عیادت کرنے' جنازہ کے ساتھ جانے' چھینک والے کو جواب دینے' قسم والے کی قسم پوری کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام عام کرنے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب انیۃ الفضۃ ج۴ص۱۱۳ رقم۵۶۳۵ صحیح مسلم باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ علی الرجال ج۱ص۱۳۵ رقم۵۵۱۰ الاداب للبیھقی باب ما یجب علی المسلم من حق اخیہ فی الاسلام ص۱۰۸ رقم ۱۶۳ سنن الکبرٰی للنسائی باب الامر باتباع الجنائز ج۱ص۶۳۰ رقم۲۰۶۶ مسند امام احمد مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ج۶ص۲۹۹ رقم۱۸۶۱۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کرسکتے ہو تو ضرور کردو تاکہ اس کی قسم پوری ہوجائے اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم جب تک تم فلاں کام نہ کرلو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں یا خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کرلو، بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔

-لمعات و مرقات میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرور مدد کی جائے۔

(مراۃ المناجیح، ج۲ ص ۵۱۷)

مریض کی عیادت کرنے کا ثواب

جب ہمارا کوئی مسلمان بھائی بیمار ہوجائے تو ہمیں وقت نکال کر اس اسلامی بھائی کی عیادت کے لئے ضرور جانا چاہیے کہ کسی مسلمان کی عیادت کرنا بھی بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عمرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے جاتا ہے اللہ عزوجل اس پر پچھتر ہزار ملائکہ کے ذریعہ سایہ فرماتا ہے، وہ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور وہ فارغ ہونے تک رحمت میں غوطہ زن رہتا ہے اور جب وہ اس کام سے فارغ ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب لکھتا ہے اور جس نے مریض کی عیادت کی اللہ عزوجل اس پر پچھتر ہزار ملائکہ کے ذریعے سایہ فرمائے گا اور گھر واپس آنے تک اسکے ہر قدم اٹھانے پر اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اس کے ہر قدم رکھنے پر اس کا ایک گناہ مٹا دیا جائے گا اور ایک درجہ بلند کیا جائے گا، جب وہ مریض کے ساتھ بیٹھے گا تو رحمت اسے ڈھانپ لے گی اور اپنے گھر واپس آنے تک رحمت اسے ڈھانپے رکھے گی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی عیادۃ المرضی، الحدیث ۱۳، ۱۴، ج ۴، ص ۱۶۵)

(899) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' بیمار کی عیادت کرنا' جنازوں کے ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا اور چھینک والے کو جواب دینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الامر باتباع الجنائز، ج ۱ ص ۱۰۰، رقم: ۱۲۴۰ صحیح مسلم، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ج ۶ ص ۲، رقم: ۵۷۷۶ سنن الکبری للبیہقی، باب وجوب العمل فی الجنائز من الغسل، ج ۳ ص ۳۸۶ رقم: ۶۸۵۵ سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول اذا عطس، ج ۶ ص ۶۳، رقم: ۱۰۰۴۹ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ، ج ۳ ص ۵۴۰، رقم: ۱۰۹۶۹ (جبکہ کچھ تبدیلی متن کے ساتھ یہ روایت صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل مقام پر موجود ہے:) (صحیح مسلم، باب من احق المسلم للمسلم رد السلام، ج ۶ ص ۳، رقم: ۵۷۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ قریبًا سارے فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔ خیال رہے کہ یہ اسلامی حقوق ہیں۔ مسلمان فاسق ہو یا متقی سب کے ساتھ یہ برتاوے کیے جائیں، کافروں کا ان میں سے کوئی حق نہیں۔

بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے، کبھی فرض کفایہ، کبھی فرض عین، یوں ہی دعوت میں شرکت کھانے کے لیے یا وہاں انتظام و کام وکاج کے لیے سنت

ہے، کبھی فرض لیکن اگر خاص دسترخوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز ہے، چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب میں کہیں یَرْحَمُکَ اللہ پھر چھینکنے والا کہے یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ اور اگر وہ حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو وہ پھر جواب ضروری نہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے، یہ ان سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے۔ (شامی و مرقاۃ وغیرہ) اس کے مسائل ان شاءاللہ "کتاب الادب" میں آئیں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۴۳۹)

حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور مریض کی عیادت

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا، آج تم میں کس نے روزہ رکھا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، تم میں سے آج مسکین کو کس نے کھانا کھلایا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا، میں گیا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس شخص میں یہ چار خصلتیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم، کتاب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہ، باب من فضائل ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، رقم ۱۰۲۸، ص ۱۳۰۱)

(900) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ - عَزَّوَجَلَّ - يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: يَا ابْنَ اٰدَمَ، مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟! قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهُ! يَا ابْنَ اٰدَمَ، اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟! قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ! يَا ابْنَ اٰدَمَ، اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟! قَالَ:

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، وہ عرض کرے گا اے میرے رب میں کس طرح تیری عیادت کرتا تو رب العالمین ہے اللہ تعالی فرمائے گا: کیا تجھ کو علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا تو نے مجھے کھانا نہ دیا، بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب میں کس طرح تجھے کھانا دیتا حالانکہ تو رب العالمین ہے فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا تو نے اسے نہ دیا تو! اگر اس کو کھانا دیتا تو

اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

یہ میرے پاس تمہیں ملتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے رب میں تجھے کس طرح پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی طلب کیا تھا تو نے اسے پانی نہیں پلایا کیا تجھے پتہ نہیں کہ تو اس کو اگر پانی پلا دیتا تو یہ تجھے میرے پاس ملتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل عیادۃ المریض، ج۸ص۱۳، رقم: ۶۷۲۱، الادب المفرد للبخاری، باب عیادۃ المریض، ص۱۸۲، رقم: ۵۱۷، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصفات، ج۱ص۵۰۳، رقم: ۲۶۹، مسند اسحاق بن راھویہ، باب ما یروی عن ابی عثمان النھدی عن ابی ھریرۃ، ص۲۸، رقم: ۲۵، مشکوٰۃ المصابیح، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، الفصل الاول، ج۱ص۳۳۵، رقم: ۱۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ بندہ مؤمن بیماری کی حالت میں رب تعالیٰ سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا گویا رب کے پاس ہی آنا ہے اور اس کی خدمت گویا رب کی اطاعت ہے بشرطیکہ صابر وشاکر ہو کیونکہ بیمار مؤمن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار کا شانہ یار ہیں، حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ لِاَجْلِيْ میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں۔ اس ترتیب سے معلوم ہو رہا ہے کہ بیمار پرسی اگلے اعمال سے افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر پہلے کیا۔

(کھانا دیتا تو یہ میرے پاس تمہیں ملتا) یعنی اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا۔ خیال رہے کہ بیمار پرسی کے بارے میں فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا۔ معلوم ہوا کہ بیمار پرسی بہت اعلیٰ عبادت ہے۔

(اگر پانی پلا دیتا تو یہ تجھے میرے پاس ملتا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء مساکین اللہ کی رحمت ہیں، ان کے پاس جانے، ان کی خدمتیں کرنے سے رب مل جاتا ہے، تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت رب سے ملنے کا ذریعہ ہے، مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　او نشیند در حضور اولیا

قرآن کریم فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا الایۃ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ صوفیاء فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو گنہگار تمہارے پاس آجائے وہ خدا کو پالے گا، مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور یہ حدیث ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص ۷۵۳)

کون ساصدقہ افضل ہے؟

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اسے اس کا اجر دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور میں نے اسے پانی پلایا اور جو کچھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سنا تھا اسے سنایا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی نفقۃ الرجل۔۔۔۔الخ، رقم ۴۶۵۹، ج ۳، ص ۳۰۰)

حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی خدمتِ بابرکت میں عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم! کون ساصدقہ افضل ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: پانی پلانا۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ التطوع، الحدیث: ۳۳۳۷، ج ۵، ص ۱۴۵)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے گھٹنے پر موجود 7 سالہ ناسور کے بارے میں پوچھا کہ میں بہت سے طبیبوں سے علاج کرا چکا ہوں تو آپ نے اسے ایسی جگہ کنواں کھدوانے کا حکم دیا جہاں لوگ پانی کے محتاج ہوں اور اس سے ارشاد فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ جیسے ہی اس سے چشمہ پھوٹے گا تمہارا خون بند ہو جائے گا۔

(شعب الایمان، کتاب الصلاۃ، باب فی الزکاۃ، فصل فی اطعام الطعام۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۳۸۱، ج ۳، ص ۲۲)

سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میرے استاذ حاکم ابو عبداللہ صَاحِبُ الْمُسْتَدْرَک کے چہرے پر ایک پھوڑا نکل آیا، سال بھر علاج معالجہ جاری رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تو عاجز آکر استاذ ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے درخواست کی کہ وہ جمعہ کے دن اپنی مجلس میں میرے لئے دعا فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا فرمائی تو کافی لوگوں نے اس پر آمین کہی، اگلے جمعہ کو ایک عورت نے مجلس میں ایک خط بڑھایا اس میں لکھا تھا کہ میں نے گھر لوٹنے کے بعد اس رات حاکم کے لئے خوب دعا کی تو خواب میں مَخْزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو گویا ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ابو عبداللہ سے کہو کہ وہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ پھر وہ رقعہ حاکم کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر حوض بنانے کا حکم دیا جب مزدور اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس میں پانی بھر کر برف ڈال دی اور لوگ اس میں سے پینے لگے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ شفاء کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ ناسور ختم ہو گیا اور ان کا چہرہ پہلے سے زیادہ خوب صورت ہو گیا اس کے بعد آپ کئی سال تک زندہ رہے۔

(المرجع السابق، ج ۳، ص ۲۲۲)

(901) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُوْدُوْا الْمَرِيْضَ، وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مریض کی عیادت کیا کرو۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو آزاد کراؤ۔ (بخاری)

اَلْعَانِيْ: الْاَسِيْرُ۔

عانی کا مطلب ہے: قیدی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فکاک الاسیر، ج۲ص۲۹ رقم: ۳۰۴۶ شعب الایمان، فصل ما جاء فی اطعام ج۳ص۲۱۵، رقم: ۳۳۵۸ مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۳ص۲۳ رقم: ۱۱۱۹۲ مسند البزار، مسند عوف بن مالک ج۱ص۴۲۳، رقم: ۲۷۲۶ مسند عبد بن حمید، من مسند ابی سعید الخدری، ص۳۰۸، رقم: ۱۰۰۱ سنن الدارمی، باب فی فکاک الاسیر ج۱ص۲۷۳، رقم: ۲۴۶۵)

شرح حدیث: عیادت کا بیان

مریض کی عیادت کرنا سنت ہے، اگر معلوم ہے کہ عیادت کو جائے گا تو اس بیمار پر گراں گزرے گا ایسی حالت میں عیادت نہ کرے۔ عیادت کو جائے اور مرض کی سختی دیکھے تو مریض کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ تمھاری حالت خراب ہے اور نہ سر ہلائے جس سے حالت کا خراب ہونا سمجھا جاتا ہے، اس کے سامنے ایسی باتیں کرنی چاہیے جو اس کے دل کو بھلی معلوم ہوں، اس کی مزاج پرسی کرے اس کے سر پر ہاتھ نہ رکھے مگر جبکہ وہ خود اس کی خواہش کرے۔ فاسق کی عیادت بھی جائز ہے، کیونکہ عیادت حقوق اسلام سے ہے اور فاسق بھی مسلم ہے۔ یہودی یا نصرانی اگر ذمی ہو تو اس کی عیادت بھی جائز ہے۔

(الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج۹ ص۶۳۹، ۶۴۰)

مجوسی کی عیادت کو جائے یا نہ جائے اس میں علما کو اختلاف ہے یعنی جبکہ یہ ذمی ہو۔

(العنایۃ علی فتح القدیر، کتاب الکراھیۃ، مسائل متفرقۃ، ج۸ ص۴۹۷)

ہنود مجوس کے حکم میں ہیں، ان کے احکام وہی ہیں جو مجوسیوں کے ہیں، اہلِ کتاب جیسے ان کے احکام نہیں۔ ہندوستان کے یہودی، نصرانی، مجوسی، بت پرست ان میں کوئی بھی ذمی نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۵۰۵)

تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں

منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم چاہتے ہو کہ بروزِ قیامت تمہاری نیکیاں تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر ہوں؟ تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں! اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مریضوں کی عیادت کر اور فقراء کے کپڑوں کا اہتمام کر۔ پس حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ ہر ماہ سات دن فقراء کے لباس کا اہتمام کرتے اور مریضوں کی عیادت فرماتے۔

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: فقر میں غنا کو ظاہر کرنا فقر ظاہر کرنے سے افضل ہے۔ (الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۱۷۴)

عرش کے سائے میں

حضرت عبد المجید بن عبد العزیز اپنے والد رحمہم اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: (ہمارے زمانے میں) کہا جاتا تھا کہ تین اشخاص قیامت کے دن عرش عرش کے سائے میں کے سائے میں ہوں گے (۱) مریض کی عیادت کرنے والا (۲) جنازہ کے ساتھ جانے والا اور (۳) جس کا بچہ فوت ہو جائے اس سے تعزیت کرنے والا۔

(الدر المنثور، تفسیر سورۃ الانعام، ج ۳، ص ۲۴۵)

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی سند کے ساتھ کتاب العزاء میں اس حدیث پاک کی تخریج فرمائی ہے۔ اور اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ ان خصائل میں سے ہر خصلت سایہ عرش کے لئے مستقل استحقاق کی حامل ہے۔ اور مریض کی عیادت کے بارے میں تو ایک مرفوع شاہد موجود ہے، چنانچہ،

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ پس (جب وہ حاضر ہوں گے تو) انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا جہاں یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے شرفِ کلام حاصل کریں گے جبکہ لوگ حساب دے رہے ہوں گے۔ (کنز العمال، کتاب الزکاۃ، الحدیث ۱۶۱۸۸، ج ۶، ص ۱۶۶)

(902) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاہُ الْمُسْلِمَ، لَمْ یَزَلْ فِیْ خُرْفَۃِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَرْجِعَ قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَمَا خُرْفَۃُ الْجَنَّۃِ؛ قَالَ: جَنَاھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے۔ تو وہ واپس لوٹنے تک خرفۃ الجنۃ چننے میں مصروف رہتا ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ فرمایا: اس کے تازہ پھل۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل عیادۃ المریض، ج ۸، ص ۱۳، رقم: ۶۷۱۷، الاداب للبیھقی، باب فضل العیادۃ ج ۱، ص ۱۵۶، رقم: ۲۷۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عیادۃ المریض، ج ۳، ص ۲۹۹، رقم: ۹۶۷، مسند امام احمد، ومن حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ ج ۵، ص ۲۷۷، رقم: ۲۲۴۴۳، مسند الشھاب، باب من عاد مریضا لم یزل فی خرفۃ الجنۃ، ص ۲۳۲، رقم: ۳۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خرفہ باغ کو بھی کہتے ہیں اور باغ سے چنے ہوئے پھلوں کو بھی اور خود چننے کو بھی، یعنی چونکہ بیمار پرسی کا ثواب جنت

ہے اس لیے جو بیمار پرسی کرنے گیا گویا جنت ہی میں چلا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل پر پہنچ گیا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۵۳)

(903) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلاَّ صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلاَّ صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت صبح کے وقت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ اور اگر شام کے وقت اس کی عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں منتخب پھل ہوں گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حسن حدیث ہے۔

اَلْخَرِيْفُ: اَلثَّمَرُ الْمَخْرُوْفُ، أَيْ: اَلْمُجْتَنٰى.

خریف کا مطلب ہے: چنے ہوئے پھل۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء عیادۃ المریض، ج۲ص۳۰۰ رقم: ۹۶۹ الاداب للبیہقی، باب فضل العیادۃ ج۱ص۱۲۰ رقم: ۲۰۲ بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، باب فی عیادۃ المریض، ج۱ص۳۵۲ رقم: ۲۴۹ مسند البزار مسند علی بن ابی طالب ج۱ص۱۲۸، رقم: ۷۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح سے لے کر دوپہر تک کو غدوۃ کہا جاتا ہے اور زوال سے شروع رات تک عشاء۔ خریف چنے ہوئے پھلوں کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی، یہاں دوسرے معنے مراد ہیں یعنی بیمار پرسی معمولی سی نیکی معلوم ہوتی ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بشرطیکہ صرف رضائے الٰہی کے لیے ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۷۵)

جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو ہمیں اُس کی عیادت ضرور کرنی چاہیے کہ اس نیکی میں مشقت کم ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بھی۔ (ماخوذ از مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۱۵) عیادت کے مزید فضائل ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ: جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے، تُو خوش ہو کہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنا لیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی ثواب من عاد مریضاً، الحدیث ۱۴۴۳، ج ۲، ص ۱۹۲)

(۲) حضرتِ سیدنا اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ: جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا اور ثواب کی امید پر اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کی اسے جہنم سے ستر سال کے فاصلے تک دور کر دیا جائیگا۔

(سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادۃ...الخ، الحدیث ۳۰۹۷، ج ۳، ص ۲۴۸)

(904) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرِضَ، فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَاسِهٖ، فَقَالَ لَهُ: اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهُ؛ فَقَالَ: اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ، فَاَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا وہ بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ پس آپ نے اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرمایا۔ مسلمان ہو جا اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ اس کے پاس ہی بیٹھا تھا اس نے کہا تو ابو القاسم (ﷺ) کی اطاعت کر تو وہ مسلمان ہو گیا' رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچا لیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا اسلم الصبی فمات هل يصلی عليه، ج۱ص۴۷، رقم: ۱۳۵۶، صحیح ابن حبان، باب الذمی والجزیة، ج۱۱ص۲۶۲، رقم: ۴۸۸۴، شعب الایمان، حدیث جریر العابد فی فضل قلب الام، ج۶ص۱۹۷، رقم: ۷۸۹۲، سنن ابو داؤد باب فی عیادۃ الذمی، ج۳ص۱۵۲، رقم: ۳۰۹۵، مسند ابی یعلی، مسند ثابت البنانی عن انس بن مالک، ج۶ص۹۳، رقم: ۳۳۵۰، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۲۷، رقم: ۱۳۳۷۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس یہودی بچہ کا نام عبدالمقدوس تھا جو اپنی خوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے بچے اگر بخوشی ہماری صحبت یا خدمت اختیار کریں تو انہیں روکنا نہ چاہیئے، بسا اوقات اس سے انہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔

(تشریف لائے) اس سے معلوم ہوا کہ کافر بچے کو بھی ایمان کی تلقین کرنا درست ہے اور کافر بچے کا ایمان قبول ہے جب کہ وہ سمجھ دار ہو اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام کو بھولتے نہیں، مرتے وقت بھی ان کی امداد کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ہم گنہگاروں کو امید بندھتی ہے کہ ان شاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مرتے وقت نہ بھولیں گے، اس وقت ہماری دستگیری فرمائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص خدام کو ان کے مرتے وقت کلمہ پڑھانے تشریف لاتے ہیں، ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی

خبر حاضرین کو دی خود بستر مرگ پر اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین سے کہا تعظیم کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔

(اپنے باپ کی طرف دیکھا) یعنی بچہ نے باپ کے خوف سے خود کلمہ نہ پڑھ لیا بلکہ اجازت چاہنے کے لئے اس کی طرف دیکھا، رب کی شان اس نے اجازت دے دی۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی۔ دیکھو اس بچہ نے اس خدمت پاک کی برکت سے مرتے وقت ایمان پالیا۔ رب تعالٰی فقیر کی یہ دینی خدمات قبول فرمائے اور اس بچہ کے طفیل سے مجھے بھی مرتے وقت کلمہ نصیب کرے۔ آمین! مرتے وقت کا ایمان بھی قبول ہے غرغرہ سے پہلے اور بچے کا ایمان بھی معتبر۔ خیال رہے کہ مشرکین وکفار کے وہ ناسمجھ بچے جنہیں برے بھلے کی تمیز نہ ہو اگر اسی حال میں مرجائیں تو جہنمی نہیں کہ رب بغیر قصور کسی کو عذاب نہیں دیتا لیکن باشعور بچے جہنمی ہیں، چونکہ یہ بچہ سمجھدار تھا اگر بغیر ایمان مرجاتا تو دوزخ میں جاتا، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل درست ہے کہ ایمان کی وجہ سے اللہ نے اسے بالکل دوزخ سے بچالیا۔ کفار کے بچوں کی پوری بحث ہماری تفسیر "نور العرفان" میں دیکھو۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۷۵)

2-بَابُ مَا يُدْعٰى بِهٖ لِلْمَرِيْضِ

مریض کے لیے دعا کرنا

(905) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْئَ مِنْهُ، اَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُصْبُعِهٖ هٰكَذَا - وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الرَّاوِي سَبَّابَتَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا - وَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، تُرْبَةُ اَرْضِنَا، بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا، بِاِذْنِ رَبِّنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی بیماری کی شکایت کرتا یا اس کے پھوڑا پھنسی یا زخم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی شہادت والی انگلی سے اس طرح کرتے اور سفیان راوی نے اپنی انگشت شہادت کو زمین پر رکھا پھر اٹھایا اور کہا اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کی تھوک کے ساتھ اس کی برکت سے ہمارا مریض ہمارے رب کے حکم سے شفایاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴، ص۳۳، رقم: ۵۷۴۵، صحیح مسلم، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ، ج۷، ص۱۷، رقم: ۵۸۴۸، السنن الکبرٰی للنسائی، باب النفث فی الرقیۃ ج۴، ص۲۶۸، رقم: ۷۵۵۰، المستدرک، کتاب الرقی والتمائم، ج۴، ص۲۶۵، رقم: ۸۲۶۹، سنن ابوداؤد، باب کیف الرقی، ج۴، ص۱۹، رقم: ۳۸۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اولاً آپ مرض کی جگہ انگلی رکھتے پھر انگلی پر کچھ لعاب شریف لگا کر مٹی لگاتے، پھر اس کا لیپ مرض کی جگہ کر دیتے اور یہ فرماتے جاتے کہ بفضلہ تعالٰی ہمارا لعاب اور مدینہ کی مٹی شفا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بیماری پر

ٹوٹکے اور منتر جائز ہیں بشرطیکہ اس کے الفاظ کفریہ نہ ہوں اور کوئی کام حرام نہ ہو، اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے اور وہ بھی کہ نظر بد میں نظر والے کے ہاتھ پاؤں کو دھلا کر بیمار کو چھینٹا مارو، شامی نے نظر اور جادو دفع کرنے کے بہت ٹوٹکے بیان فرمائے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف شفا ہے، بعض صوفیاء دم کرتے وقت کچھ لعاب بھی ڈال دیتے ہیں، اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ تیسرے یہ کہ مدینہ پاک کی مٹی شفا ہے وہاں کی خاک کو جو خاک شفا کہا جاتا ہے، اس کی اصل یہ حدیث ہے، مرقاۃ میں فرمایا کہ وطن کی خاک بھی شفا ہوتی ہے اگر کوئی مسافر اپنے وطن کی مٹی پردیس لے جائے جس میں تھوڑی پینے کے گھڑے میں ڈال دیا کرے تو ان شاء اللہ وہاں کا پانی نقصان نہ دے گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۵۶)

لعاب مبارک

صحابہ کرام علیہم الرضوان ک نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی ایسی تعظیم کی کہ دنیا کے کسی شہنشاہ کی بھی اس طرح تعظیم نہ کی جاسکی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم وتوقیر کا حال دیکھ کر صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود نے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے، یہ تاثر پیش کیا تھا، گویا یہ اپنے کا نہیں غیر کا تاثر ہے۔ آپ نے کہا:

اے لوگو! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی پہنچا ہوں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کی ڈیوڑھیوں پر بھی حاضری دے چکا ہوں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی، جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم) کی انکے اصحاب علیہم الرضوان کرتے ہیں۔ جب کبھی بھی ان کے دہن اقدس سے لعاب مبارک نکلا وہ کسی نہ کسی شیدائی کے ہاتھ میں پڑا جسے اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا، اور جب وہ اپنے اصحاب کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں، اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ لوگ خاموش اور پرسکون رہتے ہیں اور تعظیم وتوقیر میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج ۳، ص ۲۶۸)

پاؤں کا انگوٹھا

بوقت ہجرت غار ثور میں پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو بلایا تشریف لے گئے اور انکے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ملا انھوں نے اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا۔ آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنسو چہرہ انور پر گرے چشم مبارک کھلی، عرض حال کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے لعاب دہن لگا دیا فوراً آرام ہوگیا۔ ہر سال وہ زہر عود کرتا، بارہ برس بعد اسی سے

شہادت پائی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیند پر قربان کی۔

(مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۸)

آشوبِ چشم سے شفاء

ہم غزوہ خیبر کے بیان میں مفصل طور پر یہ معجزہ تحریر کر چکے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کا جھنڈا عطا فرمانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے اور مسند احمد بن حنبل کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ یہ آشوب چشم اتنا سخت تھا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرما دی تو وہ فوراً ہی شفاء یاب ہوگئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں اور وہ اسی وقت جھنڈا لے کر روانہ ہوگئے اور جوش جہاد میں بھرے ہوئے انتہائی جانبازی کے ساتھ جنگ کی اور خیبر کا قلعہ ان کے دستِ حق پرست سے اسی دن فتح ہوگیا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب علی بن ابی طالب... الخ، الحدیث: ۳۷۰۱، ج ۲، ص ۵۳۴ والمسند للامام احمد بن حنبل، مسند المدنیین، حدیث ابن الاکوع، الحدیث: ۱۶۵۳۸، ج ۵، ص ۵۵۶۔۵۵۷)

آنکھوں میں اپنا لعاب دہن

جنگ خیبر کے دوران ایک دن غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ اس خوشخبری کو سن کر لشکر کے تمام مجاہدین نے اس انتظار میں نہایت ہی بے قراری کے ساتھ رات گزاری کہ دیکھیں کون وہ خوش نصیب ہے جس کے سر اس بشارت کا سہرا بندھتا ہے۔ صبح کو ہر مجاہد اس امید پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ شاید وہی اس خوش نصیبی کا تاجدار بن جائے۔ ہر شخص گوش بر آواز تھا کہ ناگہاں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قاصد بھیج کر انہیں بلاؤ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر دعا فرما دی جس سے فی الفور وہ اس طرح شفایاب ہوگئے کہ گویا انہیں کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں سے سر ہوگیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا کہ کل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط (پ ۲۱، لقمٰن: ۳۴) یعنی کل کون کیا کریگا کا علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا۔

(906) وَعَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعُوْدُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ، اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں میں سے بعض کی بیمار پرسی کرتے تو اس طرح کہتے اے اللہ اے لوگوں کے رب۔ مرض لے جا شفاء عطا فرما۔ تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے۔ ایسی شفاء دے جو کسی بیماری کو نہ رہنے دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۳۲، رقم: ۵۷۴۳، صحیح مسلم، باب استحباب رقیۃ المریض، ج۷ص۱۵، رقم: ۵۸۳۶، سنن ابو داؤد، باب کیف الرقی، ج۴ص۱۶، رقم: ۳۸۹۲، الاداب للبیہقی، باب السنۃ فی العیادۃ، ج۱ص۱۶۲، رقم: ۲۷۰، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۱ص۳۳، رقم: ۲۴۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالٰی کا ایسا نام لینا جو قرآن میں نہ ہو جائز ہے بشرطیکہ اس کے معنی خراب نہ ہوں، اس کی اصل قرآن مجید میں موجود ہو، شافی قرآن کے اسمائے الٰہیہ میں سے نہیں مگر اس کی اصل موجود ہے فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔

یہ أَنْتَ الشَّافِي کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کامل نعمت کی دعا مانگو یعنی وہ شفا دے جو بیماری اور کمزوری سب کچھ دور کر دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار پر ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے تاکہ کلام کی برکت کے ساتھ ہاتھ کی برکت بھی مریض کو پہنچے، یہ حدیث صوفیاء کے اس عمل کی اصل ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۵۶۷)

آنکھ عطا کر دی

حضرت سیّدنا قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ جو کہ مشہور تیر انداز تھے، غزوہ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ غزوہ اُحد میں ان کی آنکھ تیر لگنے کے سبب ان کے رخسار پر بہہ پڑی۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس آنکھ کو ہاتھ میں تھامے سرکارِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مدنی حبیب، طبیبوں کے طبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے قتادہ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! یہ وہی ہے جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو تو تمہارے لئے جنت ہوگی اور اگر چاہو تو میں یہ آنکھ تمہیں لوٹا دوں اور تمہارے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کروں تو تم اس میں کسی کمی کو نہ پاؤ گے۔ عرض کیا: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! خدا عزوجل کی قسم! بے شک جنت بہت بڑی جزا اور بہت بڑی عطا ہے مگر میں اپنی بیویوں سے بھی محبت کرتا ہوں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے یہ کہہ کر ٹھکرا نہ دیں کہ یہ نابینا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مجھے یہ آنکھ بھی لوٹا دیں اور اللہ عزوجل

سے میرے لئے جنت کا سوال بھی کریں۔ تو رحمتِ دو عالم، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے قتادہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر مدنی حبیب، طبیبوں کے طبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ آنکھ اپنے دستِ مبارک میں پکڑی اور اسے اس کی جگہ پر لگا دیا تو وہ آنکھ پہلے سے بہتر اور خوبصورت ہو گئی اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کے لئے جنت کی دعا فرمائی۔

جب ان کے بیٹے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا اے جوان! تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا:

أَنَا ابْنُ الَّذِيْ سَالَتْ عَلَى الْخَدِّ عَيْنُهُ فَرُدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفٰى أَحْسَنَ الرَّدِّ

فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ بِأَحْسَنِ حَالِهَا فَيَا حُسْنَ مَا عَيْنٍ وَيَا حُسْنَ مَا رَدِّ

ترجمہ: (۱) میں اس صاحب کا فرزند ہوں جن کی آنکھ رخسار پر بہہ گئی تو دستِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بہترین انداز سے اس کے مقام پر لوٹا دیا۔

(۲) پس وہ آنکھ پہلے سے کہیں زیادہ اچھی حالت میں آ گئی، پس یہ آنکھ اور آنکھ لوٹانے والے کیا ہی خوب تھے۔

تو حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ القدیر نے فرمایا: وسیلہ کے ذریعے ہم تک پہنچنے والوں کو چاہے کہ انہی جیسے لوگوں کے وسیلہ سے آیا کریں۔ (الاستیعاب، قتادۃ بن النعمان، باب حرف القاف، ج ۳، ص ۳۳۸)

زنا کی اجازت مانگنے والا نوجوان

ایک نوجوان نے رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دیتے ہیں؟ اس پر وہاں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس نوجوان کو ڈانٹا تو حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ پھر اس نوجوان سے فرمایا: میرے قریب آ جاؤ۔ تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب حاضر ہو گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری ماں کے ساتھ ایسا کام کرے؟ اس نے عرض کیا: میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان جاؤں یقیناً میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی ماں کے ساتھ کوئی ایسا کام کرے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ بات پسند کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے معاملہ میں یہ بات پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بہن، خالہ اور پھوپھی کے بارے میں یہی سوال کیا تو وہ انکار کرتا رہا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے: اسی طرح لوگ بھی یہ بات پسند نہیں کرتے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس نوجوان کے سینے پر رکھ کر دعا فرمائی:
اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبَہٗ، وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ، وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ، یعنی اے اللہ عزوجل! اس کے دل کو پاک فرما، اس کا گناہ معاف فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔ اس کے بعد یہ نوجوان زنا کو سخت ناپسند کرنے لگ گیا۔
(المعجم الکبیر، رقم ۷۶۷۹، ج۸، ص ۱۶۲۔ ۱۶۳)

چمکتا چہرہ

حیان بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایک مرتبہ اپنا دست مبارک پھیرا۔ اس کے بعد ان کو یہ کرامت مل گئی کہ یہ بہت ہی بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے بدن کے ہر حصے پر ضعیفی کے آثار نمودار تھے لیکن ان کے چہرے پر بدستور جوانی کا جمال باقی تھا اور ان کا چہرہ اس قدر چمکتا تھا کہ میں ان کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت ایک عورت ان کے سامنے سے گزری اس وقت میں نے اس عورت کا عکس ان کے چہرے میں اس طرح دیکھ لیا گویا میں آئینہ میں اسکا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ، حرف القاف، قتادہ بن ملحان، ج۵، ص ۳۱۷)

ہاتھ ہر مرض کی دوا

حضرت بشر بن معاویہ بکائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے وفد میں اپنے والد معاویہ بن ثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انکے والد نے ان سے فرما دیا تھا کہ تم بارگاہ رسالت میں تین باتوں کے سوا کچھ بھی نہ کہنا: (۱) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (۲) یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں تا کہ ہم اسلام قبول کر کے آپ کے فرمانبردار بن جائیں۔ (۳) آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ ان کی ان تین باتوں کو سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خوش ہو کر جوش محبت میں ان کے چہرے اور سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ (اسد الغابہ، بشر بن معاویہ، ج۱، ص ۲۸۳)

کرامت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جیسے ہی اپنا دست مبارک پھیرا ان کو دو کرامتیں مل گئیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لیے ان کا چہرہ روشن ہو گیا اور دوسری کرامت یہ ملی کہ یہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے فوراً ہی وہ شفایاب ہو جایا کرتا تھا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، الحدیث: ۳۶۸۵۶، ج۷، الجزء ۱۳، ص ۱۲۳)

حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن بشر فخر کے طور پر اس بارے میں اشعار پڑھا کرتے تھے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

وَاَبِی الَّذِیْ مَسَحَ النَّبِیُّ بِرَأْسِہٖ ۔ وَدَعَا لَہٗ بِالْخَیْرِ وَالْبَرَکَاتِ

یعنی میرے باپ وہ ہیں جن کے سر پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہاتھ پھیر کر خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔ (اسد الغابۃ، بشر بن معاویۃ، ج۱،ص ۲۸۳)

(907) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لِثَابِتٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ: اَلَا اَرْقِیْكَ بِرُقْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: بَلٰی، قَالَ: اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْھِبَ الْبَاْسِ، اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ، لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے آپ نے حضرت ثابت ﷺ سے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ والادم نہ کر دوں کہا کہ کیوں نہیں' تو تو انہوں نے اے اللہ اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کرنے والے شفاء عطا فرما تو ہی شفاء دینے والا ہے ایسی شفا دے جو کسی بیماری کو نہ رہنے دے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴،ص۳۲، رقم: ۵۷۴۲ سنن الکبری للنسائی، ذکر رقیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واختلاف الفاظ الناقلین، ج۶،ص۲۵۳، رقم: ۱۰۸۶۰ سنن ابوداؤد، باب کیف الرقی، ج۴،ص۱۷، رقم: ۳۸۹۲ الاداب للبیھقی، باب ما یرقی بہ نفسہ وغیرہ اذا مرض، ج۱،ص۴۱۹، رقم: ۹۰۸ مسند امام احمد حدیث میمونۃ بنت الحرث، ج۶،ص۳۳۲، رقم: ۲۶۸۶۳)

شرح حدیث: حضرت خضر علیہ السلام کی بتائی ہوئی دعا

حضرت علامہ محمد بن سماک علیہ الرحمۃ بہت جلیل القدر محدث اور باکرامت ولی تھے۔ ایک مرتبہ یہ بہت سخت بیمار ہو گئے تو ان کے متوسلین ان کا قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس چلے۔ راستے میں ان لوگوں کو ایک بہت ہی خوش پوشاک بزرگ ملے جن کے بدن سے بہترین خوشبو آ رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد بن سماک علیہ الرحمۃ بہت سخت علیل ہیں یہ اُن کا قارورہ ہے جس کو ہم فلاں طبیب کے پاس لے جا رہے ہیں۔ "یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ایک اللہ عزوجل کے ولی کے لئے تم لوگ ایک اللہ عزوجل کے دشمن سے مدد طلب کر رہے ہو؟ قارورہ پھینک کر واپس جاؤ اور محمد بن سماک علیہ الرحمۃ سے کہہ دو کہ مقام درد پر

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ (پ15، بنی اسرآئیل:105)

پڑھ کر دم کریں۔

یہ فرما کر بزرگ غائب ہو گئے اور لوگوں نے واپس ہو کر حضرت محمد سماک علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا تو آپ نے مقام درد پر ہاتھ رکھ کر آیت کے ان دونوں جملوں کو پڑھا تو فوراً ہی آرام ہو گیا۔ پھر حضرت محمد بن سماک علیہ الرحمۃ نے لوگوں سے فرمایا کہ وہ بزرگ جنہوں نے تم لوگوں کو یہ وظیفہ بتایا، تمہیں یہ خبر ہے کہ وہ کون بزرگ تھے؟ لوگوں نے کہا کہ جی نہیں۔ ہم

لوگوں نے انہیں نہیں پہچانا۔ تو حضرت محمد بن سماک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(تفسیر مدارک التنزیل، ج ۲، ص ۱۹۵، پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۰۵)

قرآن مجید کی آیت کا اتنا سا ٹکڑا ہر مرض کی مکمل دوا اور مجرب علاج ہے۔ مرض کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھ دیا جائے تو بیماری دور ہو جاتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا پابند شریعت اور صدق مقال ورزق حلال پر کاربند ہو۔ بلاشبہ یہ آیت شفاء امراض کے لئے قرآن مجید کے عجائب میں سے ہے۔

مریضوں کو شفاء دینا اور مردوں کو زندہ کرنا

(۱) حضرت شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ القوی نے فرمایا: حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ عزوجل کے اذن سے مادرزاد اندھوں اور برص کے بیماروں کو اچھا کرتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعاشی من عجائب، ص ۲۴)

(۲) شیخ خضر الحسینی الموصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں تقریباً ۱۳ سال تک رہا، اس دوران میں نے آپ کے بہت سے خوارق وکرامات کو دیکھا ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس مریض کو طبیب لاعلاج قرار دیتے تھے وہ آپ کے پاس آکر شفایاب ہو جاتا، آپ اس کے لئے دعاء صحت فرماتے اور اس کے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے تو اللہ عزوجل اسی وقت اس مریض کو صحت عطا فرما دیتا۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعاشی من عجائب، ص ۴۷)

مریض کا علاج

حضرت ابوعبداللہ محمد بن خضری کے والد فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی، قطب ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تیرہ برس خدمت کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بہت سی کرامات دیکھی ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ جب تمام طبیب کسی مریض کے علاج سے عاجز آجاتے تو وہ مریض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لایا جاتا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مریض کے لئے دُعائے خیر فرماتے اور اس پر اپنا رحمت بھرا ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے صحت یاب ہو کر آپ کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں سلطان المستنجد کا قریبی رشتہ دار لایا گیا جو مرض استقاء میں مبتلا تھا اس کو پیٹ کی بیماری تھی آپ نے اس کے پیٹ پر مبارک ہاتھ پھیرا تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے لاغر پیٹ ہونے کے باوجود کھڑا ہو گیا گویا کہ وہ پہلے کبھی بیمار ہی نہیں تھا۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ ۔۔۔۔۔۔۔ نخ ص ۱۵۳)

بخار سے رہائی عطا فرمادی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، قطب ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ابوالمعالی احمد مظفر بن یوسف بغدادی حنبلی

آئے اور کہنے لگے کہ میرے بیٹے محمد کو پندرہ مہینے سے بخار آ رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس کے کان میں کہہ دو اے ام ملدم اتم سے عبدالقادر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے سے نکل کر حلہ کی طرف چلے جاؤ۔ ہم نے ابوالمعالی سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں گیا اور جس طرح مجھے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم دیا تھا اسی طرح کہا تو اس دن کے بعد اس کے پاس پھر کبھی بخار نہیں آیا۔ (المرجع السابق)

(908) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: عَادَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت فرمائی۔ پس آپ نے کہا: اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما' اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما' اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالثلث، ج۳ص۷، رقم: ۴۳۰۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۹۸، رقم: ۱۴۴۰، مسند ابی یعلی، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۲ص۱۱۹، رقم: ۷۸۱، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب من کرہ ان یموت بالارض التی ھاجر منھا، ج۲ص۳۳۵، رقم: ۱۸۲۴۰)

شرح حدیث: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوشخبری

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ جا کر اس قدر شدید بیمار ہو گئے کہ ان کو اپنی زندگی کی امید نہ رہی۔ ان کو اس بات کی بہت زیادہ بے چینی تھی کہ اگر میں مر گیا تو میری ہجرت نامکمل رہ جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کی بے قراری دیکھ کر تسلی دی اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی اور یہ بشارت دی کہ امید ہے کہ تم ابھی نہیں مرو گے بلکہ تمہاری زندگی لمبی ہو گی اور بہت سے لوگوں کو تم سے نفع اور بہت سے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترک ورثتہ ... الخ، الحدیث: ۲۷۴۲، ج۲، ص۲۳۲)

یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فتوحات عجم کی بشارت تھی۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کا سپہ سالار بن کر ایران پر فوج کشی کی اور چند سال میں بڑے بڑے معرکوں کے بعد بادشاہ ایران کسرٰی کے تخت و تاج کو چھین لیا۔ اس طرح مسلمانوں کو ان کی ذات سے بڑا فائدہ اور کفار مجوس کو ان کی ذات سے نقصان عظیم پہنچا۔ ایران حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوا اور اس لڑائی کا نقشہ جنگ خود امیر المؤمنین نے ماہرین جنگ کے مشوروں سے تیار فرمایا تھا۔

(909) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ شَكَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ

حضرت ابو عبداللہ عثمان بن ابی وقاص ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے جسم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا، يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں درد کی شکایت کی تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھ جو درد کرتا ہے اور تین بار بسم اللہ کہہ اور سات بار کہہ میں اللہ تعالیٰ کے غلبے اور قدرت کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس برائی کے شر سے جو میں پاتا ہوں یا جس سے میں ڈرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب استحباب وضع يده على موضع الالم مع الدعاء، ج۴،ص۲۰، رقم: ۵۸۹۶، سنن ابن ماجه، باب ما عاذبه النبى صلى الله عليه وسلم وما عوذبه، ج۴ص۱۱۶۳، رقم: ۳۵۲۲، موطا امام مالك، باب الرقى، ج۲ص۴۲۰، رقم: ۱۸۰۵، سنن ابوداؤد، باب كيف الرقى، ج۴ص۱۷، رقم: ۳۸۹۱، سنن الكبرى للنسائى، باب مسح الراقى الوجع بيده اليمنى، ج۴ص۲۴۶، رقم: ۷۵۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ بیماری، ناداری اور تمام مصائب کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکتے ہیں۔ ہم گنہگاروں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنا اسی حدیث سے ماخوذ ہے، اس میں رب سے ناراضی نہیں بلکہ اپنے شہنشاہ سے فریاد ہے اور دفعیہ کے لیے عرض معروض ہے جیسے مظلوم حاکم سے اور بیمار حکیم سے اپنی شکایات پیش کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ ان صحابی نے خود ہی دعا نہ مانگی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دعا کی۔ مشائخ کرام سے جو وظیفوں اور دعاؤں کی اجازت لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، اجازت سے عمل کی تاثیر بڑھ جاتی ہے، دعائیں کارتوس ہیں اور بزرگوں کی زبان اور اجازت رائفل، بغیر رائفل شیر مارنے والا کارتوس مرغی کو نہیں مار سکتا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۴۵۸)

(910) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَحْضُرْهُ أَجَلُهُ، فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، أَنْ يَشْفِيَكَ، إِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَالَ الْحَاكِمُ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا اور سات بار اس کے پاس پڑھے: عظمت والے اللہ سے جو عرش عظیم کا رب ہے میں سوال کرتا ہوں کہ تمہیں شفاء عطا فرما دے تو اس مریض کو اللہ اس مرض سے شفاء عطا فرما دے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا یہ حدیث شرط بخاری کے مطابق صحیح ہے۔

تخریج حدیث:(سنن ابوداود، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ج۳ص۱۵۵، رقم:۳۱۰۸، سنن ترمذی باب ما جاء فی التداوی بالعسل، ج۴ص۳۱۰، رقم:۲۰۸۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، ج۱ص۴۵۵، رقم:۱۲۹۸، مسند امام احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۳۹، رقم:۲۱۳۸)

شرح حدیث: تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں

منقول ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم چاہتے ہو کہ بروزِ قیامت تمہاری نیکیاں تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر ہوں؟ توانہوں نے عرض کی: جی ہاں! اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مریضوں کی عیادت کر اور فقراء کے کپڑوں کا اہتمام کر۔ پس حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ ہر ماہ سات دن فقراء کے لباس کا اہتمام کرتے اور مریضوں کی عیادت فرماتے۔(الرَّوضُ الفَائق فِی المَواعِظِ وَالرَّقائق ۱۷۴)

(911) وَعَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهُ، وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَنْ يَّعُوْدُهُ قَالَ: لَا بَأْسَ، طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دیہاتی کے پاس بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اور آپ جب بھی کسی بیمار کی بیماری پرسی کے لیے تشریف لاتے تو فرماتے کوئی حرج نہیں' اگر اللہ نے چاہا تو یہ پاک کرنے والی ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب عیادۃ الاعراب، ج۴ص۱۱۷، رقم:۵۶۵۶، مسند الحارث، باب ما یقول اذا دخل علی المریض، ص۳۵۶، رقم:۲۵۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب من تسلیۃ المریض، ج۳ص۱۹۷، رقم:۶۸۲۲، المعجم الکبیر للطبرانی احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۱ص۳۳۲، رقم:۱۱۹۷۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کردیتی ہیں، ایک زکام پچپن بیماریوں کو دور رکھتا ہے، خارش والے کو کبھی کوڑھ نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ معلوم ہوئے کہ ہر غریب و امیر کے گھر بیمار پرسی کے واسطے تشریف لے جاتے۔ سبحان اللہ! کیسا پاکیزہ کلمہ ہے کہ ایک طہور میں جسمانی، جنانی، روحانی صفائیوں کا ذکر فرمادیا۔

اور اگر تو خدا کی رحمت سے مایوس ہے تو پھر تو جان، یہ ارشاد اظہار کرنا راضی کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ بیماری میں رب سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، صابر و شاکر رہنا ضروری ہے۔ یہ صاحب بدوی تھے جو ان آداب سے بے خبر تھے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۷۵۸)

(912) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ: اَنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے پھر عرض کیا: اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ کہا اللہ کے نام کے ساتھ ہر موذی چیز سے میں تمہیں دم کردیتا ہوں ہر جان اور ہر حسد والی آنکھ کے شر سے اللہ تمہیں شفاء دے اللہ کے نام کے ساتھ میں تمہیں دم کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الطب والمرض والرقی، ج۷ص۱۳، رقم: ۵۸۲۹، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ج۴ص۲۸، رقم: ۱۱۲۲۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التعوذ للمریض، ج۲ص۳۰۲، رقم: ۹۷۲، المعجم الاوسط لطبرانی من اسمه معاذ ج۶ص۲۵۰، رقم: ۸۵۹۵، سنن ابن ماجه، باب ما عوذ به النبی صلی اللہ علیه وسلم وما عوذ به، ج۲ص۱۱۶۴، رقم: ۳۵۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کیا آپ بیمار ہیں) حضرت جبریل خود نہ آئے تھے بلکہ رب نے بھیجا تھا، یہ مزاج پرسی رب کی طرف سے تھی، قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ﴾۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا پتہ لگا کہ رب ان کی مزاج پرسی کرے اور رب ہی جبریل کو بھیج کر ان پر دم کرائے۔ شعر

سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے
حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

(اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں) یہاں دم جادو کے معنی میں نہیں کہ فرشتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اس سے پاک ہے بلکہ دم جائز منتر یا اسلامی ٹوٹکا مراد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد و نظر بد بھی بڑی آفتیں ہیں اللہ محفوظ رکھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۷۵۹)

(913) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ فَقَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ. قَالَ: يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِيْ لَا شَرِيْكَ لِيْ. وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ.

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتا ہے پس فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہی اور میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ اور جب وہ (بندہ) کہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے

وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ وَكَانَ يَقُوْلُ: مَنْ قَالَهَا فِيْ مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

اس کا کوئی شریک نہیں۔تو آپ نے فرمایا کہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہی اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے اور جب (بندہ) کہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں تو وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میری ہی بادشاہی ہے اور میری ہی حمد ہے اور جب وہ (بندہ) کہتا ہے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور نہیں ہے گناہ سے مڑنا اور نیکی طرف آنا سوائے اللہ کی توفیق کے تو وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود میرے سوا اور نہیں ہے گناہ سے بچنا اور نیکی کی طرف آنا مگر میری توفیق سے' اور آپ فرماتے تھے' جو شخص یہ (کلمات) اپنی بیماری میں کہتا ہے پھر اسے موت آ جاتی ہے تو اسے آگ نہ چھوئے گی۔اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول العبد اذا مرض، ج۵ص۲۹۳رقم: ۳۴۴۰ جامع الاحادیث للسیوطی، حرف المیم، ج۲۰ص۱۷۷، رقم: ۲۲۲۴۰)

شرح حدیث: ننانوے بیماریوں کی دوا

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا تو یہ (اسکے لئے) ننانوے بیماریوں کی دوا ہے ان میں سب سے ہلکی بیماری رنج والم ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی اذکار تقال باللیل والنہار، رقم ۸، ج۲، ص ۲۹۲)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جسے اللہ عزوجل نے کوئی نعمت عطا فرمائی پھر وہ بندہ اس نعمت کو باقی رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی کثرت کرے۔(المعجم الکبیر، رقم ۸۵۹، ج۱۷، ص ۳۱۰)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا، اے ابوذر! کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا، ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا، وہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب ماجاء فی لاحول ولا قوۃ الا باللہ، رقم ۳۸۲۵، ج ۴، ص ۲۶۰)

3-بَابُ اسْتِحْبَابِ سُؤَالِ أَهْلِ الْمَرِيْضِ عَنْ حَالِهِ

مریض کے گھر والوں سے مریض کا حال پوچھنا مستحب ہے

(914) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ. فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الْحَسَنِ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال والی بیماری میں آپ کے پاس سے باہر نکلے لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کس طرح کی۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ کی حمد سے صحت یابی میں صبح کی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ج۶ص۱۲، رقم: ۴۴۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۶۳، رقم: ۲۳۷۴، السنن الکبری للبیھقی، باب الاستخلاف، ج۸ص۱۴۹، رقم: ۱۶۵۱۹، مشکوۃ المصابیح، باب عیادۃ المریض، الفصل الثالث، ج۱ص۲۹۵، رقم: ۱۵۸۶)

شرحِ حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی آپ کے مرض میں کوئی ہلکا پن نہ تھا مگر جناب علی نے یہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کے فضل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب پاک تندرست ہے یا ان شاء اللہ آپ قریب صحت ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بیمار پرسی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بیمار کا حال آنے والے سے پوچھ لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اگر بیمار کا حال خراب بھی ہو تب بھی لفظ اچھے بولے جائیں کہ اس میں فال بھی نیک ہے اور رحمتِ الٰہی کی امید بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۵۹)

4-بَابُ مَا يَقُوْلُهُ مَنْ أَيِسَ مِنْ حَيَاتِهِ

جو زندگی سے نا اُمید ہو وہ کیا پڑھے؟

(915) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ، وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا حالانکہ آپ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ج۳ص۱۹۱، رقم: ۴۴۶۲، صحیح مسلم باب فی فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج۲ص۱۲۷، رقم: ۶۴۳۹، السنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یقول عند الموت، ج۶ص۲۱، رقم: ۱۰۹۳۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۵، رقم: ۳۴۹۶، صحیح ابن حبان، باب وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۱۴ص۵۸۸، رقم: ۶۶۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ نبی کو بیداری میں ان کا جنتی مقام دکھا کر انہیں اختیار دیا جاتا ہے اور یہ اختیار دینا ان کی عظمت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے ورنہ رب ان کے وقت موت کو جانتا ہے اور وہ حضرات وہ ہی اختیار کرتے ہیں جو رب کا فیصلہ ہے۔ (اشعہ)

پہلے حضور کا جسم اطہر جناب عائشہ صدیقہ کی گود میں اور سر شریف آپ کے سینہ پر تھا، چونکہ اس طرح جانکنی میں تکلیف ہوتی ہے اس لیے عین قبض روح کے وقت حضور انور کو سیدھا قبلہ رو لٹایا گیا اور سر شریف ام المؤمنین کی ران پر رکھا لہذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے سینے اور گلے کے درمیان ہوئی۔

رفیق اعلیٰ یعنی اوپر کے ساتھیوں کے متعلق بیان کیا جاچکا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ حضور کے چار ساتھی زمین کے ہیں یعنی خلفاء راشدین اور چار ساتھی آسمان کے: حضرت جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام یہاں رفیق اعلیٰ سے وہ مراد ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! (مرأۃ المناجیح، ج ۸ ص ۲۰۹)

(916) وَعَنْهَا، قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ، عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ موت کے حال میں تھے آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا آپ ہاتھ پیالہ میں ڈال کر پانی کو چہرہ پر ملتے پھر کہتے اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔ (ترمذی)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التشدید عند الموت، ج۲ص۳۰۸، رقم: ۹۷۸، السنن الصغری باب تلقین المریض اذا حضرہ الموت، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۱۰۲۵، المستدرک للحاکم تفسیر سورۃ ق، ج۳ص۳۲۹، رقم: ۳۷۳۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ بکر، ج۳ص۲۰۷، رقم: ۲۳۳۳، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۱ص۵۱۹، رقم: ۱۶۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(پھر چہرۂ انور پر پھیر لیتے) غشی یا تپش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے کیونکہ بوقتِ موت بہت گرمی محسوس

ہوتی ہے اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آ جاتا ہے اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے اس وقت منہ میں پانی ٹپکانے کا حکم ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔

(سختیوں یا دشواریوں پر میری مدد فرما) بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد وسوسے اور برے خیالات ہیں جن سے میت کا دھیان رب سے ہٹ جائے اور سکرات سکرۃ کی جمع ہے، بمعنی غشی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى۔ یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کر دے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرما دے، یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت الٰہیہ کے متولی اور منتظم ہیں، کون و مکان کے سارے احکام آپ کو سپرد ہیں، تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے، ایسی ذمہ دار ہستی جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جائے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الٰہیہ کا غلبہ تھا، اس کی کیفیت تھی۔ (اشعۃ اللمعات) اس شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں، مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل و قیاس سے وراء ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۷۸۹)

5-بَابُ اسْتِحْبَابِ وَصِيَّةِ أَهْلِ الْمَرِيْضِ وَمَنْ يَّخْدِمُهُ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهِ وَالصَّبْرِ عَلٰى مَا يَشُقُّ مِنْ أَمْرِهٖ وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِمَنْ قَرُبَ سَبَبُ مَوْتِهٖ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ وَّنَحْوِهِمَا

مریض کے گھر والوں اور خدام کو مریض کے ساتھ بھلائی کی وصیت اور برداشت کرنے کا حکم جو اس کے معاملات میں سے تکلیف دہ ہو اور اسی طرح اس سے بھلائی کا حکم جس کی موت کا سبب حد یا قصاص وغیرہ قریب ہو

(917) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِيْ بِهَا فَفَعَلَ. فَأَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمران بن حصین ﷺ سے مروی کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی یہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ میں حد والا جرم کر بیٹھی ہوں مجھ پر حد لگائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے وارث کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اس سے بھلائی کرے۔ جب یہ جنم دے لے تو اسے میرے پاس لانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تو اس پر اس کے

کپڑے باندھ دیے گئے پھر اس کے متعلق حکم دیا تو اس
کو رجم کر دیا گیا پھر آپ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من اعترف علی نفسہ بالزنا، ج۵ص۱۲۰، رقم: ۴۵۲۹، سنن الدارقطنی کتاب الحدود والدیات، ج۳ص۲۸۲، رقم: ۳۲۸۵، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الصلاۃ علی المرجومۃ، ج۱ص۶۳۳، رقم: ۲۰۸۳، صحیح ابن حبان کتاب الحدود، ج۱۰ص۲۵۰، رقم: ۴۴۰۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، ج۳ص۴۲۵، رقم: ۱۹۹۱۶)

شرحِ حدیث: کیا عہدِ رسالت میں گواہی سے زِنا کا ثبوت ہوا؟

عہدِ رسالتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں زنا کا ثبوت گواہوں سے کبھی نہیں ہوا۔ البتہ دو بار یہ ہوا کہ مجرموں نے خود اِقرار کرلیا۔ پہلا واقعہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، دوسرا ایک خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ دونوں مجرم بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں حاضر ہوئے اور شرعی سزا کے خواست گار (یعنی طلب گار) ہوئے کہ ہم پاک ہوجائیں۔ دونوں کو سنگسار کیا گیا۔ جس وقت حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگسار کیا آپ بھاگے لیکن سنگساریوں نے پکڑ کر قتل کر دیا، اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کُل واقعہ بیان کیا۔ فرمایا: تم نے چھوڑ کیوں نہیں دیا جب وہ بھاگا تھا۔ اور فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام شہر پر تقسیم کی جائے سب کو کافی ہو۔

(ملتقطاً صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف بالزنٰی، الحدیث ۱۶۹۵، ص ۹۳۲)

مریضِ عشقِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایک ولی فرماتے ہیں میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ وہ راکھ بچھا کر اس پر لوٹ پوٹ ہو کر شدت سے رو رہا تھا۔ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا: چلو، اس بیمار کی عیادت کرتے ہیں۔ وہ بولا: یہ بیمار نہیں بلکہ مُحِبّین میں سے ہے اور اسے عُبید مجنون کہا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ ایک نوجوان ہے، اور اس پر اُون کا جُبّہ ہے، وہ کہہ رہا ہے: اے میرے مالک و مولیٰ! تعجب ہے اس پر جسے تیری معرفت کی دولت حاصل ہوئی اور تیری محبت کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوا پھر تیری بارگاہ سے کیسے ہٹ گیا؟ وہ نوجوان یہی بات دہراتا رہا یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے اپنے اس دوست سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجنون تو وہ ہوتا ہے جو اس مقام و مرتبہ تک نہ پہنچا ہو۔ جب اسے افاقہ ہوا تو ہماری طرف دیکھ کر کہنے لگا: تم میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہمارے پاس ایک دوا ہے، شاید! وہ آپ کو اس بیماری سے شفا دے دے۔ تو وہ کہنے لگا: اس کی دوا اسی کے پاس ہے جس نے مجھے اس بیماری میں مبتلا کیا ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ پہلے مجھے بیمار کرے پھر اس کا علاج کرے۔ میں نے کہا: یہ بیماری کیسے آتی ہے؟ اس نے جواب دیا: حرام کو چھوڑنے، گناہوں کا ارتکاب نہ کرنے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہر لحہ پیشِ نظر رکھنے، رات کو تہجد ادا کرنے جبکہ

لوگ سو رہے ہوں، گزر بسر کا سامان کم لینے، خوشحالی اور تنگدستی کی حالت میں آفات وبلیات پر صبر کرنے، پاک دامنی اختیار کرنے، استطاعت ہوتے ہوئے کم کھانے، موت کی تیاری کرنے، منکر نکیر کے سوالات کے جوابات کی تیاری کرنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے حاضر ہونے کی تیاری کرنے سے اس بیماری کی دولت نصیب ہوتی ہے، اس کے بعد یا تو جنت ٹھکانہ ہوگا یا جہنم میں جانا ہوگا۔ اتنا کہنے کے بعد وہ بلند آواز سے رونے لگا، ہمیں بھی رونا آ گیا، ہم نے اس سے کہا: ہم آپ کے مہمان ہیں، لہٰذا ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ اس نے کہا: میں اس میدان کا شہسوار نہیں (یعنی میں اس مرتبہ کا اہل نہیں)۔ ہم نے اسے قسم دی کہ آپ ضرور دعا فرمائیں تو اس نے دعا دیتے ہوئے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو جنت میں جگہ عطا فرمائے، میری اور آپ کی موت آسان کردے۔ وہ ولی اللہ فرماتے ہیں: پھر ہم وہاں سے لوٹ آئے اور ہمارے دل اس کے حسین الفاظ اور وعظ ونصیحت سے زندہ ہو گئے اور اس کے کلام اور محبت کی مٹھاس نے ہمیں بہت راحت ومسرت پہنچائی۔

یہ دیوانوں کے حالات ہیں، پس اے غمگین ومسکین رونے والے! تیری عقل کہاں ہے؟

(الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۲۶۸)

6-بَابُ جَوَازِ قَوْلِ الْمَرِيْضِ اَنَا وَجِعٌ، اَوْ شَدِيْدُ الْوَجَعِ اَوْ مَوْعُوْكٌ اَوْ وَارَأْسَاهُ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَبَيَانِ اَنَّهٗ لَا كَرَاهَةَ فِيْ ذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى سَبِيْلِ التَّسَخُّطِ وَاِظْهَارِ الْجَزَعِ

مریض کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں مجھے سخت درد ہے یا بخار ہے ہائے میرا سر وغیرہ کہنا بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ یہ تقدیر پر ناراضگی اور بے صبری کے طور پر نہ ہو

(918) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ، فَمَسِسْتُهٗ، فَقُلْتُ: اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا، فَقَالَ: اَجَلْ، اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا: آپ کو شدید بخار ہے فرمایا ہاں مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید علی المریض، ج ۲ ص ۲۱۹، رقم: ۵۶۶۰ صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض، ج ۲ ص ۴۰۳، رقم: ۶۷۲۳ سنن الکبری للبیہقی، باب ما ینبغی لکل مسلم أن یستشعرہ من الصبر ج ۳ ص ۳۰۲ رقم: ۶۳۲۳ مسند ابو یعلی، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۴ ص ۴۱۳، رقم: ۵۱۷۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۴۵۵، رقم: ۳۶۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تُوعَكُ وَعكٌ سے بنا، بمعنی بخار کی گرمی اور تکلیف۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غلام آقا کی مزاج پرسی بھی کرے اور اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگائے۔ خیال رہے کہ بخار مرضِ انبیاء ہے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بخار ہی سے ہوئی۔

یہ ہے صحابہ کا ادب و احترام، یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی بیماری خطاؤں کی معافی کے لیے ہو، آپ کو گناہ و خطا سے نسبت ہی کیا، آپ کی بیماری صرف بلندیٔ درجات کے لیے ہوسکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے ہم گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں ان سے نیک کاروں کے درجے بڑھتے ہیں۔

مسلمان سے مراد گنہگار مسلمان ہے۔ بے گناہ مسلمان جیسے ابوبکر صدیق وغیرہم اور ناسمجھ بچے اس حکم سے علیحدہ ہیں، ان کے درجے بلند ہوں گے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ لفظ مسلم اور مؤمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوا کرتے، یہ الفاظ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین ایمان ہیں، ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پہلے پارے میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں امت سے خطاب ہوتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوتے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۶۳)

(919) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ مِنْ وَّجَعٍ اشْتَدَّ بِيْ، فَقُلْتُ: بَلَغَ بِيْ مَا تَرٰى، وَاَنَا ذُوْ مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَتِيْ. . وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس سخت درد کے موقع پر میری عیادت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا: مجھے اس حد تک درد ہے جو آپ پر ظاہر ہے اور میں صاحب مال ہوں اور میری وارث صرف میری بیٹی ہے۔ اور حدیث ذکر کی (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول المریض انی وجع او وارأساه او اشتد بی الوجع، ج۷ص۱۲۰، رقم:۵۶۶۸ صحیح مسلم، باب الوصیة بالثلث، ج۵ص۷۶، رقم:۴۲۹۶ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب المریض یقول وارأساه، ج۳ص۴۰۸، رقم:۶۸۰۸ موطا امام مالک، باب الوصیة فی الثلث لا تتعدی، ج۲ص۱۶۲، رقم:۱۴۵۶ سنن الدارمی، باب الوصیة بالثلث، ج۲ص۴۹۶، رقم:۳۱۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں سعد سے مراد حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جو عشرہ مبشرہ سے ہیں، یہ واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے، اس وقت آپ مکہ معظمہ میں تھے آپ سخت بیمار ہوگئے تھے۔ (مرقات) تو حضور انور اپنی جائے قیام سے میری جائے قیام پر صرف میری مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام کی مزاج پرسی بیمار پرسی کے لیے ان کے گھر جانا سنت ہے۔

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک قدرتی طور پر قدرے ٹھنڈے تھے جن سے دوسرے کونہایت خوشگوار ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی، چونکہ حضرت سعد کودل کی بیماری تھی اس لیے حضورانور نے بیماری کی جگہ ہاتھ رکھا۔ معلوم ہوا کہ مرض کی جگہ ہاتھ رکھنا عیادت کے لیے سنت ہے۔ فواددل کوبھی کہتے ہیں دل کے پردے کوبھی اور سینہ کوبھی جودل کا مقام ہے، یہاں غالبًا بمعنی سینہ ہے۔

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا — سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

مبارک ہے وہ بیماری جس میں ایسے تیماردارامت کے غمخوار چل کر مریض کے پاس آدیں۔

سرہانے انہیں رحمت کی ادا لائی ہے حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

اب بھی بعض بزرگوں نے اپنی بیماری میں حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگتے ہوئے زیارت کی ہے کہ حضور نے ان کی تیمارداری وعیادت فرمائی۔ سبحان اللہ! (مرآۃ المناجیح، ج۲ص ۷۲)

(920) وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَارَأْسَاهُ! فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَنَا، وَارَأْسَاهُ!... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرا سر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ میں کہتا ہوں۔ ہائے میرا سر۔ اور حدیث ذکر کی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستخلاف، ج۴ص۸۰، رقم: ۷۲۱۷، السنن الکبری للبیهقی، باب المریض یقول واراساہ، ج۳ص۳۷۸، رقم: ۶۸۰۷، السنن الکبری للنسائی، باب بدء علته النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۲۵۲، رقم: ۷۰۸۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدان، ج۵ص۲۲، رقم: ۴۵۶۶، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشة رضی اللہ عنها، ج۱۰ص۲۲۸، رقم: ۲۵۱۵۰)

7- بَابُ تَلْقِيْنِ الْمُحْتَضَرِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

مرنے والے کوکلمہ طیبہ کی تلقین کرنا

(921) عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالْحَاكِمُ، وَقَالَ: صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے کہا یہ صحیح الاسناد ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التلقین، ج۳ص۱۵۹، رقم: ۳۱۱۸، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، ج۱ص۳۶۹، رقم: ۱۲۹۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاذ بن جبل الانصاری، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۱۹۷۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنه، ج۸ص۲۲۷، رقم: ۲۲۱۸۰، مجمع الزوائد، باب تلقین المیت لا الہ الا اللہ، ج۳ص۱۴، رقم: ۳۹۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگرچہ عمر بھر کلمہ پڑھتا رہا، لیکن مرتے وقت کلمہ ضرور پڑھنا چاہیے کہ اس کی برکت سے بخشش ہوگی، مرنے والے کو کلمہ پڑھانا اسی حدیث پر عمل ہے، روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ کلمہ پڑھ کر سوؤ، یہ حدیث کتاب الایمان کی اس حدیث کی شرح ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنتی ہوگیا، اسی معنی پر حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بعض روایات میں ہے کہ جس کا اول کلام لا الہ الا اللہ ہو اس کے گناہوں کی معافی ہوگی، لہذا کوشش کرنی چاہیئے کہ بچے کی زبان کلمہ پر کھلے اس سے مراد پورا کلمہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۴۵)

حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم حدیث کے مشہور امام اور اس فن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم مرتبہ مانے گئے ہیں ایک بار حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے علم میں صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ ہے اور ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جوانی ہی میں چھ لاکھ حدیثوں کے حافظ ہو چکے تھے۔

(تاریخ بغداد، عبید اللہ بن عبد الکریم، ج ۱۰، ص ۳۳۱)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرض الموت میں سکرات موت اور جانکنی کے عالم میں بہت سے محدثین حاضر تھے۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہیے مگر حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلالتِ شان کے آگے کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آخر سب لوگوں نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہیے تاکہ ان کو کلمہ یاد آ جائے چنانچہ محمد بن مسلم محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی کہ حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبد الحمید بن جعفر اتنا پڑھ کر رعب سے ان کی زبان بند ہوگئی اور اس پر ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جانکنی کے عالم میں روایت شروع کردی کہ حدثنا بُندار حدثنا عبد الحمید بن جعفر عن صالح عن کثیر بن مرۃ عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی، پوری حدیث یوں ہے کہ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی جس کی زبان سے مرتے وقت آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ۲۶۴ھ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ وتہذیب التہذیب وغیرہ) (تاریخ بغداد، عبید اللہ بن عبد الکریم، ج ۱۰، ص ۳۳۳ ملتقطاً)

(922) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (یعنی جو قریب المرگ ہوں۔) (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تلقین الموتی لا الہ الا اللہ، ج ۱ص ۳۷، رقم: ۲۱۶۲ الاداب للبیہقی باب السنۃ فی العیادۃ ج ۱ص ۱۶۲ رقم: ۲۷۰ المعجم الصغیر للطبرانی من اسمہ وصیف ج ۲ص ۱۵۰ رقم: ۱۱۱۹ المنتقی لابن الجارود کتاب

(المرائر ص ۲۰۱ رقم ۲۰۰۰ وسنن ابن ماجه باب ما جاء فی تلقین المیت لا اله الا الله، ج ۲ ص ۲۳۰ رقم: ۱۴۴۴)

شرح حدیث: میت کے متعلقات

جب موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو سنت یہ ہے کہ داہنی کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف منہ کر دیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کر دیں مگر اس صورت میں سر کو کچھ اونچا کر دیں تا کہ قبلہ کی طرف منہ ہو جائے، ور اگر قبلہ کو منہ کرنے میں اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے چھوڑ دیں۔

(الدر المختار مع الرد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۹۱)

مسئلہ: جاں کنی کی حالت میں اسے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھیں مگر اسے پڑھنے کا حکم نہ دیں اور جب وہ پڑھ لے تو تلقین بند کر دیں ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کر لی تو پھر تلقین کریں تا کہ اس کا آخری کلام: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہو۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم)

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون، الفصل الاول، ج ۱، ص ۱۵۷)

تلقین کا طریقہ

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی مایہ ناز تالیف بہار شریعت میں لکھتے ہیں: جانکنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی (ہو) مرنے والے کو تلقین کریں یعنی اُس کے پاس بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھیں مگر اسے (یعنی مرنے والے کو) اس کے کہنے کا حکم نہ کریں۔ جب اس (یعنی مرنے والے) نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کر دیں۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخر کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۷)

کلمہ طیبہ سکھانے کا یہ حکم استحبابی ہے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مر رہا ہو اسے کلمہ سکھاؤ اس طرح کہ اسکے پاس بلند آواز سے کلمہ پڑھو اسکا حکم نہ دو۔

خیاں رہے کہ اگر مومن بوقت موت کلمہ نہ پڑھ سکے جیسے بیہوش یا شہید وغیرہ تو وہ ایمان پر ہی مرا کہ زندگی میں مومن تھا لہٰذا اب بھی مومن بلکہ اگر نزع کی غشی میں اسکے منہ سے کلمہ کفر سنا جائے تب بھی وہ مومن ہی ہوگا اسکا کفن دفن نماز سب کچھ ہوگی، کیونکہ غشی کی حالت کا اِرتداد معتبر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھانا اس حدیث مذکورہ پر عمل کے لیے ہے نہ کہ اسے مسلمان بنانے کیلئے، مسلمان تو وہ پہلے ہی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۴۴)

وقتِ موت کا آجانا بطورِ عادت یقینا معلوم ہو جاتا ہے۔ علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا: کہ موت کا وقت آجانے کی (بعض) علامات یہ ہیں: (۱) اس وقت پاؤں اس قدر سست ہو جاتے ہیں کہ اگر انہیں کھڑا کیا جائے تو کھڑے نہیں رہ سکتے، (۲) ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے، (۳) آنکھوں اور کان کے درمیانی حصہ کا لٹک جانا۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۷۰۴)

8-بَابُ مَا يَقُولُهُ بَعْدَ تَغْمِيضِ الْمَيِّتِ

میت کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے؟

(823) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ، تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُم سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس تشریف لائے (بعد وفات) ان کی آنکھ کھلی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کو بند کیا اور پھر فرمایا کہ روح جب قبض ہوتی ہے تو آنکھ اس کی پیروی کرتی ہے تو اس کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ زور سے چیخے۔ آپ نے فرمایا: اپنے لیے خیر کی دعا ہی کرو۔ کیونکہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں پھر آپ نے دعا کی اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت والوں میں اس کے درجہ کو بلند فرما اور پیچھے رہنے والوں میں اس کا قائم مقام بنا۔ ہماری اور اس کی مغفرت فرما اور اس کے لیے قبر میں وسعت فرما اور اسے اس کے لیے منور فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح فی اغماض المیت والدعا له اذا حضر، ج۳ص۳۸ رقم: ۲۱۶۹ السنن الصغریٰ باب اغماض علیه وتسبیحته بثوب ج۱ص۳۲۰ رقم: ۱۰۳۶ سنن ابوداؤد باب تغمیض المیت ج۳ص۱۵۹ رقم: ۳۱۲۰ مسند امام احمد بن حنبل حدیث اُم سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم ج۶ص۲۹۷ رقم: ۲۶۵۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی روح کے ساتھ نور نگاہ بھی نکل جاتی ہے اس لیے کبھی مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، آنکھیں کھلی رہنے سے فائدہ کچھ ہوتا نہیں البتہ شکل ڈراونی ہو جاتی ہے اس لیے آنکھیں فوراً بند کر دو بلکہ اگر منہ کھلا رہ گیا ہو تو اسے بھی بند کر دیا جائے اور جبڑے باندھ دیے جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ میت پر بلند آواز سے رونا اور اچھی باتیں منہ سے نکالنا برا نہیں، ہاں پیٹنا اور بکواس کرنا برا ہے بلکہ کبھی کفر جیسے ہائے پہاڑ گر گیا ہائے کمر ٹوٹ گئی، ہائے موت نے یا اللہ نے ظلم کر دیا اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہ، یا اللہ ہمیں بھی موت دے دے وغیرہ۔

(ہماری اور اس کی مغفرت فرما) سبحان اللہ! کیا پاکیزہ اور جامع دعا ہے، میت کے پسماندگان اپنے اور سارے مسلمانوں کے لیے ہر طرح کی دعا مانگ لی گئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۸۴۳)

9- بَابُ مَا یُقَالُ عِنْدَ الْمَیِّتِ وَمَا یَقُوْلُهُ مَنْ مَّاتَ لَهُ مَیِّتٌ

میت کے پاس کیا کہا جائے اور جس کی میت ہے وہ کیا کہے

(924) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِ الْمَیِّتَ، فَقُوْلُوْا خَیْرًا، فَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ. قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ، اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ. قَالَ: قُوْلِیْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلَهُ، وَاَعْقِبْنِیْ مِنْهُ عُقْبٰی حَسَنَةً فَقُلْتُ، فَاَعْقَبَنِی اللّٰهُ مَنْ هُوَ خَیْرٌ لِّیْ مِنْهُ: مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰکَذَا: اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ، اَوِ الْمَیِّتَ، عَلَی الشَّكِّ، وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَغَیْرُهٗ: اَلْمَیِّتَ بِلَا شَكٍّ.

حضرت اُمِ سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ تو اچھی بات کرو۔ کیونکہ تم جو کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں' جب ابوسلمہ فوت ہو گئے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ابوسلمہ فوت ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: تو یوں دعا کر کہ اے اللہ میرے لیے اور اس کے لیے مغفرت فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما۔ پس میں نے یہ کہا تو مجھ کو اللہ نے اس سے بہتر عطا فرما دیے یعنی حضرت محمد ﷺ۔ مسلم نے اس کو اسی طرح روایت کیا ہے اس میں مریض یا میت شک کے ساتھ ہے اور ابوداؤد وغیرہ نے صرف میت کا لفظ یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال عند المریض ج۲ص۳۸ رقم: ۲۱۶۸ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فیما یقال عند المریض اذا حضر، ج ص۳۶۵ رقم: ۱۴۴۷ سنن ترمذی، باب ما جاء فی تلقین المریض عند الموت والدعاء له عنده، ج۳ص۳۰۷ رقم: ۹۷۷ سنن الکبرٰی للنسائی، باب کثرة ذکر الموت، ج۳ص۴ رقم: ۱۸۲۵ مسند امام احمد، حدیث ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج۱ص۳۰۶ رقم: ۲۶۶۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ) غالباً یہ شک راوی کو ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض فرمایا یا میت۔ مریض سے مراد قریب الموت مریض ہے، خیر سے مراد دعائے شفا اور دعائے مغفرت ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں حاضرین دنیوی کلام نہ کریں، آخر وقت تک دعائے شفا کر سکتے ہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ میری جانکنی کے وقت اس حجرے میں ناپاک انسان، کتا، جاندار کا فوٹو یعنی نوٹ روپیہ پیسہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔

(اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں) یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی ہر اس بات پر آمین کہہ دیتے ہیں جو تمہارے منہ

سے نفی ہے۔

یہ عمل بڑا مجرب ہے فوت شدہ میت اور گمشدہ چیز سب پر پڑھا جائے لیکن جس گی چیز کے ملنے کی امید ہو اس پر راجعون تک پڑھے اور جس سے مایوسی ہو چکی ہو اس پر پورا پڑھے، مگر ضروری یہ ہے کہ زبان پر الفاظ ہوں اور دل میں صبر۔ (از مرقات)

ابو سلمہ حضرت ام سلمہ کے پہلے خاوند تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور پھوپھی کے بیٹے بھی آپ نے مع گھر بار پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ پاک کی جانب مع گھر بار ہجرت کرنے میں آپ اول ہیں اسی لیے آپ نے اَوَّلُ بَیْتٍ فرمایا۔ ام سلمہ کی نگاہ میں ان خصوصیات کے لحاظ سے ابو سلمہ جزوی طور پر سب سے بہتر تھے اس لیے آپ نے یہ خیال کیا، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ خلفائے راشدین تو ابو سلمہ سے افضل تھے یعنی ایمان کہتا تھا کہ اس دعا کی برکت سے مجھے ان سے بہتر خاوند ملے گا مگر عقل و سمجھ کہتی تھی ناممکن ہے، میں نے عقل کی نہ مانی، ایمان کی مانی اور دعا پڑھ لی۔ اس کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی جن پر لاکھوں ابو سلمہ قربان۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۴۱۔۸۴۲)

(925) وَعَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيبُهُ مُصِيْبَةٌ، فَيَقُوْلُ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا، اِلَّا اَجَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا قَالَتْ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ خَيْرًا مِّنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندہ کو کوئی مصیبت آئے تو وہ پڑھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (یقینا ہم اللہ کے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔) اے اللہ! مجھے میری مصیبت پر اجر عطا فرما اور مجھے اس کے بدلے بھلائی نصیب فرما تو اس کو اللہ تعالیٰ مصیبت میں ثواب عطا فرماتا ہے اور بہتر بدل عطا فرماتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوئے میں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بدل عطا فرمایا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ (عطا فرمائے۔) (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال عند المصیبۃ، ج۲ص۳۷ رقم: ۲۱۶۶، مسند امام احمد، حدیث أم سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۳۰۹ رقم: ۲۶۶۷۷، شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان وھو باب فی الصبر علی المصائب ج۷ص۱۱۸ رقم: ۹۶۹۸)

شرح حدیث: مصیبت پر نعم البدل ملنے کی دعاء

حضرت اُم المؤمنین بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس کی ضائع شدہ چیز سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ بھلا ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا؟ یہ پہلا گھر ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا لیکن پھر میں نے اس دعا کو پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرمایا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمالیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند المصیبۃ، الحدیث: ۹۱۸، ص ۴۵۷)

مصیبت زدہ سے تعزیت

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے کوئی قبر کھودی اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی میت کو غسل دیا اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی میت کو کفن پہنایا اللہ عزوجل اسے جنت کے حُلّے یعنی جوڑے پہنائے گا۔۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی غمزدہ سے تعزیت کی اللہ عزوجل اسے تقویٰ کا حُلّہ پہنائے گا اور روحوں کے درمیان اس کی روح پر رحمت فرمائے گا۔۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کی اللہ عزوجل اسے جنت کے حلوں میں سے دو ایسے حلے پہنائے گا جنکی قیمت دنیا بھی نہیں بن سکتی۔۔۔۔۔۔ اور جو جنازے کے ساتھ چلا اور تدفین تک ساتھ رہا اللہ عزوجل اس کیلئے ایسے تین قیراط ثواب لکھے گا جن میں سے ہر قیراط جبل احد سے بڑا ہوگا۔۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی یتیم یا محتاج کی کفالت کی اللہ عزوجل اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، رقم ۴۰۷۶، ج ۳، ص ۱۱۴)

(926) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلَائِکَتِہٖ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ فُؤَادِہٖ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ: مَاذَا قَالَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کا بیٹا فوت کیا ہے تو وہ کہتے ہیں ہاں پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کر لیا وہ عرض کرتے

عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ. فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ، وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

ہیں ہاں تو (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے بندے نے کیا کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس نے تیری حمد کی ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کردو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہاں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فضل المصیبۃ اذا احتسب، ج۲ص۳۳۲ رقم: ۱۰۲۱، جامع الاصول لابن اثیر الکتاب الثالث وھو کتاب الصبر، ج۹ص۴۲۲ رقم: ۷۲۲۲، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج۴ص۲۱۰ رقم: ۲۹۳۸، الاداب للبیھقی، باب الصبر والاسترجاع مع الرخصۃ فی البکاء، ج۱ص۳۶۰ رقم: ۵۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ سوال و جواب ان فرشتوں سے ہے جو میت کی روح بارگاہِ الٰہی میں لے جاتے ہیں اس سے مقصود ہے انہیں گواہ بنانا ورنہ رب تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ خیال رہے کہ جنت میں بعض محل رب کی طرف سے پہلے ہی بن چکے ہیں اور بعض انسان کے اعمال پر بنتے ہیں، یہاں اس دوسرے محل کا ذکر ہے جیسے یہاں مکانوں کے نام کاموں سے ہوتے ہیں ویسے ہی وہاں محلات کے نام اعمال سے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ ص۹۵۸)

تیرے لئے جنت کا دروازہ کھولے؟

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جگہ تشریف فرما ہوتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایک گروہ بھی آپ کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ ان میں ایک شخص کا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا، جو اس کے پیچھے سے آتا اور اس کے سامنے آکر بیٹھ جاتا۔ جب اس بچے کا انتقال ہو گیا تو اس شخص نے اپنے بچے کی یاد کی وجہ سے اس حلقے میں آنا چھوڑ دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نہ پایا تو فرمایا کہ فلاں شخص کو کیا ہوا؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ اس کا جو بچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے ملاقات فرمائی اور اس کے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے عرض کیا، اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تعزیت کی، پھر ارشاد فرمایا کہ تجھے ان باتوں میں سے کیا پسند ہے (۱) تُو اپنی عمر میں اس سے نفع اٹھاتا (۲) یا جب بھی تُو جنت کے کسی دروازے پر جائے تو وہ تجھ سے پہلے وہاں موجود ہو اور تیرے لئے جنت کا دروازہ کھولے؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ پسند ہے کہ وہ جنت کے دروازے پر مجھ سے پہلے موجود ہو اور میرے لئے دروازہ کھولے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارے

لئے بھی ہے۔(مسند احمد، حدیث قرۃ المزنی مسند البصریین، رقم ۲۰۳۸۷، ج ۸، ص ۳۰۳)

(927) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: مَا لِعَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا، ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے اس ایمان دار بندے کی میرے پاس جزاء صرف جنت ہے۔ جب اس کی دنیا میں سب سے پیاری چیز میں لے لوں اور وہ ثواب کی امید رکھے۔ (اور صبر کرے)

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله فیه سعد ج۴، ص۱۰۱، رقم: ۶۴۲۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد۳، ص۳۱۷، رقم: ۹۳۸۲ جامع الاصول لابن اثیر الجزری الکتاب الصبر، ج۶، ص۴۳۵ رقم: ۴۶۲۹ شعب الایمان، فصل فی ذکر مافی الاوجاع والامراض والمصیبات، ج۷، ص۱۹۹، رقم: ۹۸۶۲ اطراف المسند المعتلی، من اسمه سعید بن ابی سعید کیسان، ج۷، ص۲۲۷، رقم: ۹۳۱۳)

شرح حدیث: جنت کے کسی دروازے پر

حضرتِ سیدنا قُرّہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا، کیا تُو اس سے محبت کرتا ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ عزوجل آپ کے ساتھ اسی طرح محبت کرے جیسے میں اس بچے سے محبت کرتا ہوں۔ پھر کچھ دن بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو نہ پایا تو اس کے بارے میں استفسار فرمایا کہ فلاں بن فلاں کے ساتھ کیا ہوا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا تو انتقال ہو گیا۔ تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کے باپ سے فرمایا، کیا تو پسند کرتا ہے کہ جب تو جنت کے کسی دروازے پر آئے تو اسے اپنا منتظر پائے؟ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ صرف انہی کے ساتھ خاص ہے یا ہم میں سے ہر ایک کے لئے ہے؟ فرمایا، تم میں سے ہر ایک کیلئے ہے۔ (سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الامر بالاحتساب والصبر الخ، ج ۴، ملخصاً)

(928) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَرْسَلَتْ اِحْدٰی بَنَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِ تَدْعُوْهُ وَتُخْبِرُهٗ اَنَّ صَبِیًّا لَّهَا - اَوِ ابْنًا - فِی الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ: اِرْجِعْ اِلَیْهَا،

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے ایک نے پیغام بھیجا اور وہ آپ کو بلاتی تھی اور بتاتی تھی اس کا ایک بچہ یا بیٹا موت کے قریب ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قاصد کو فرمایا

فَأَخْبِرْهَا اَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى، فَمُرْهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس کی طرف لوٹ جا اور اسے خبر دے کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو اس نے لیا اور اللہ کا ہی ہے جو اس نے دیا۔ اور ہر چیز کی اس کے ہاں ایک مدت مقرر ہے تو اس کو کہہ کہ صبر کرے اور ثواب کی اُمید رکھے۔ اور پوری حدیث ذکر کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تبارك و تعالی "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن" ج۴ص۵۰۱، رقم: ۷۳۷۷، صحیح مسلم، باب البکاء علی المیت، ج۲ص۳۹، رقم: ۲۱۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامة بن زید، ج۸ص۲۰۵، رقم: ۲۱۸۲۶، مصنف عبدالرزاق، باب الصبر والبکاء، ج۳ص۵۵۱، رقم: ۶۶۷۰، صحیح ابن حبان، باب الرحمة، ج۱ص۲۰۸، رقم: ۴۶۱)

شرح حدیث: سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صبر

حضرت سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے والے حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کا انتقال ہوا تو حضرت سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اہلِ خانہ کو منع کر دیا کہ میرے علاوہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات کوئی نہ بتائے، پھر آپ ان کے پاس آئیں اور رات کا کھانا پیش کیا۔ حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی خاطر پہلے سے زیادہ اچھا بناؤ سنگھار کیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ہم بستری کی جب انہوں نے دیکھا کہ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اُمور سے فارغ ہو چکے ہیں، تو کہا: اے ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ کا اس قوم کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے ایک خاندان کو کوئی چیز عاریتاً دی پھر جب انہوں نے اپنی عاریتاً دی ہوئی چیز واپس مانگی تو کیا انہیں وہ چیز روک لینے کا اختیار ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی پھر اپنے بیٹے پر صبر کرو۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہو گئے، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارا قصہ عرض کیا، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل تمہاری رات میں تمہارے لئے برکت فرمائے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الانصاری، الحدیث: ۲۲ ۶۳، ص ۱۱۰۹)

10-بَابُ جَوَازِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ

میت پر رونے کا جواز جس میں بین اور نوحہ نہ ہو

اَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَّسَيَأْتِيْ فِيْهَا بَابٌ فِيْ كِتَابِ النَّهْيِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى. وَاَمَّا الْبُكَاءُ فَجَاءَتْ اَحَادِيْثُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ، وَاَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ

امام نووی کہتے ہیں کہ نوحہ حرام ہے۔ اس کے بارے ایک باب کتاب النھی میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور رونے کی ممانعت میں کچھ احادیث وارد ہیں اور یہ کہ

بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ، وَهِيَ مُتَاَوَّلَةٌ وَمَحْمُوْلَةٌ عَلٰى مَنْ اَوْصٰى بِهٖ. وَالنَّهْيُ اِنَّمَا هُوَ عَنِ الْبُكَاءِ الَّذِيْ فِيْهِ نَدْبٌ، اَوْ نِيَاحَةٌ. وَالدَّلِيْلُ عَلٰى جَوَازِ الْبُكَاءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ، مِنْهَا:

میت کو اس کے گھر والوں کے رونے پر عذاب دیا جاتا ہے ایسی روایات کی تاویل ہے۔ اور یہ اس بات پر محمول ہیں کہ اس آدمی نے اس کی وصیت کی ہو۔ اور نہی اس رونے سے ہے جس میں بین یا نوحہ ہو اور بین اور نوحے کے بغیر رونے کے جواز پر بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(929) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ: فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ: اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْ يَرْحَمُ وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ ﷺ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود ﷺ تھے تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے دیکھا تو وہ بھی روئے پس آپ نے فرمایا کہ کیا تم سنتے نہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے اور آپ نے اشارہ اپنی زبان اقدس کی طرف فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب البکاء عند المریض، ج۱ص۴۳۸، رقم: ۱۳۰۴ صحیح مسلم، باب البکاء علی المیت، ج۲ص۴۰، رقم: ۲۱۷۶ السنن الصغریٰ للبیھقی، باب البکاء علی المیت، ج۲ص۳۵۶، رقم: ۱۱۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شاید راوی کو بیماری کا پتہ نہ لگا کہ انہیں کیا بیماری تھی۔ خیال رہے کہ حضرت سعد اس بیماری میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۱۵ھ عہد فاروقی میں مقام حوران علاقہ شام میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو جنات نے قتل کیا۔

خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ اسی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

بگفت احوال ما برق جہاں است — دمے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے برطارم اعلیٰ نشینیم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبردار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی جگہ اور وقت بتا دیا کہ کل یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرما رہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ کلام عتابانہ تھا لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے، چادر اوڑھائی ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہوگئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھادی تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا انکی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر اور یہ کلام حکیمانہ مبلّغانہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر حمد الٰہی کرتا ہے اللہ اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

اس کی پوری شرح آگے آئے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچ جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے، بلکہ بیمار کے پاس بھی شور نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے بیمار کو ایذا پہنچتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۵۸)

نوحہ کرنے والیوں کے لیے وعید

میّت کے غم میں آنسو بہانے میں حرج نہیں البتہ نوحہ کرنا گناہ ہے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت حصّہ 4 ص 203)

چنانچہ رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: نوحہ کرنے والیوں کی قیامت کے دن جہنّم میں دو صفیں بنائی جائیں گی، ایک صف جہنمیوں کی دائیں طرف، دوسری بائیں طرف، وہ جہنمیوں پر یوں بھونکتی رہیں گی جیسے کتے بھونکتے ہیں۔ (اَلْمُعْجَمُ الْاَوْسَط ج 4 ص 66 حدیث 5229)

زباں پر شکوہ رنج والم لایا نہیں کرتے
نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

(930) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ إِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ، فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللهِ؟! قَالَ: هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالَى فِي قُلُوْبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کا نواسہ لایا گیا جو قریب المرگ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو جاری ہوگئے تو حضرت سعد نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب قول الله تبارك و تعالیٰ: قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ج ۲ ص ۸۱۵ رقم

(۲)، صحیح مسلم، باب البکاء علی المیت، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۲۱۴۷، الآداب للبیہقی، باب الصبر والاسترجاع مع الرخصة فی البکاء، ص۲۵۶، رقم: ۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامہ بن زید، ج۸ص۲۰۰، رقم: ۲۱۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ باب ما رواہ اسامہ بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۳۷، رقم: ۱۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قبض روح کی حالت میں ہے گویا فوت ہی ہوگیا ہے۔وہ بچہ یا تو علی ابن ابی العاص تھے جو قریب بلوغ فوت ہوئے ہیں یا امامہ بنت ابی العاص، یہی قوی ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے۔خیال رہے کہ حضرت زینب ابوالعاص ابن ربیع کی بیوی تھیں۔

(اور حضور کو جب بلایا گیا تو فرمایا) صبر سے کام لو میں عنقریب پہنچتا ہوں غالبًا سرکار کسی ضروری کام میں مشغول تھے اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نزع کی حالت میں بھی پسماندگان کو تسلی دینا تعزیت کرنا جائز ہے۔

(تو حضور کی صاحبزادی نے درخواست کی کہ) کیسا ہی ضروری کام ہو چھوڑ دیں اور تشریف لے آئیں، میں بہت بے قرار ہوں آپ کی تشریف آوری سے تسلی ہوگی۔

اطباء کہتے ہیں کہ میت پر بالکل نہ رونے سے سخت بیماری پیدا ہوجاتی ہے، آنسو بہنے سے دل کی گرمی نکل جاتی ہے اس لیئے اس رونے سے ہرگز منع نہ کیا جائے اور ایسے موقع پر رونا نہ آنا سختی دل کی علامت ہے جسے بندوں پر رحم نہیں آتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۵۰۹)

(931) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی ابْنِہٖ اِبْرَاھِیْمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، وَھُوَ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ. فَقَالَ لَہٗ عبدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟! فَقَالَ: یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّھَا رَحْمَۃٌ ثُمَّ اَتْبَعَھَا بِاُخْرٰی فَقَالَ: اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ، وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُرْضِیْ رَبَّنَا. وَاِنَّا لِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ، وَرَوٰی مُسْلِمٌ بَعْضَہٗ. وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ فِی الصَّحِیْحِ مَشْھُوْرَۃٌ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے حضرت ابراہیم ﷛ کے پاس آئے حالانکہ وہ وفات پا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی چشمان مقدس سے آنسو جاری ہوگئے۔آپ سے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا۔یارسول اللہ! آپ (رو رہے ہیں) تو آپ نے فرمایا: اے عوف کے بیٹے! بے شک یہ رحمت ہے۔پھر ایک اور مرتبہ آپ پر رقت غم طاری ہوگیا۔تو آپ نے فرمایا: یقینا آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو راضی کرے اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی کی وجہ سے غمزدہ ضرور ہیں۔اس کو بخاری نے روایت کیا

ہے اور مسلم نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔(بخاری) اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ بکثرت مشہور ومعروف ہیں۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا بك لمحزونون، ج۱ص۸۳ رقم:۱۳۰۳، صحیح مسلم باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلك، ج۷ص۷۶ رقم:۱۶۷، شعب الایمان فعل ومما یحق بالصبر عند المصائب، ج۷ص۲۲۱ رقم:۱۰۱۶۲، سنن ابوداؤد، باب فی البکاء علی المیت، ج۳ص۱۹۳ رقم:۳۱۲۸، صحیح ابن حبان باب ما جاء فی الصبر، ج۷ص۱۹۲ رقم:۲۹۰۲، مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضی اللہ عنه، ج۳ص۱۱۳ رقم:۱۳۰۲۶)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے ہاں گئے جو حضرت ابراہیم کا رضاعی والد تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سونگھا کچھ عرصہ بعد ہم پھر وہاں گئے جب کہ حضرت ابراہیم جان دے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہنے لگیں حضرت عبدالرحمان بن عوف نے خدمت عالیہ میں عرض کیا یارسول اللہ آپ بھی تو فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے پھر دوبارہ آنسو بہائے فرمایا آنکھیں بہتی ہیں، دل غمگین ہے مگر ہم وہ ہی کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسَیف لوہار کے ہاں گئے جو حضرت ابراہیم کے رضاعی والد تھے اور) آپ کا نام براء اور آپ کی بیوی ام سیف کا نام خولہ بنت منذر، انصار سے ہے جو حضرت ابراہیم کی دودھ کی والدہ ہیں، انہی کے ہاں حضرت ابراہیم رکھے گئے تھے، حضور انہیں کبھی کبھی دیکھنے جایا کرتے تھے، حضرت ابراہیم نے سولہ مہینہ کی عمر میں وفات پائی۔

(ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سونگھا) معلوم ہوا کہ بچہ کو گود میں لینا، اسے چومنا سُونگھنا سنت ہے رحمت کی علامت ہے۔

(یارسول اللہ آپ بھی) یعنی آپ بھی بچوں کے فوت ہونے پر روتے ہیں۔ وہ سمجھے یہ رونا بے صبری کا ہوتا ہے جس سے انبیاء کرام پاک ہیں تب یہ سوال کیا۔

(پھر دوبارہ آنسو بہائے) اس سے معلوم ہوا کہ میت پر صرف آنسوں سے رونا بھی جائز ہے اور صبر شکر کے الفاظ کہنا بھی اور میت کو مخاطب کر کے کلام کرنا بھی جائز کہ بچہ زندگی میں اگرچہ کچھ نہ سمجھتا ہو مگر بعد وفات سمجھنے بلکہ بولنے لگتا ہے۔ ابھی آئے گا کہ کچا بچہ قیامت میں ماں باپ کی شفاعت بھی کرے گا اور ان سے کلام بھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ص۹۴۴)

11-بَابُ الْكَفِّ عَنْ مَا يَرَى مِنَ الْمَيِّتِ مِنْ مَكْرُوْهٍ

میت سے ناپسندیدہ چیز نظر آئے اسے بیان نہ کیا جائے

(932) وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ أَسْلَمَ مَوْلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ أَرْبَعِيْنَ مَرَّةً رَوَاهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی میت کو غسل دیا اور اس کی پردہ پوشی کی تو اس کو اللہ تعالی اسے چالیس مرتبہ معاف فرماتا ہے۔ امام حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، ج۱ص۳۶۷ رقم: ۱۳۰۶، معرفة الصحابة لابی نعیم من اسمه ابورافع مولی النبی صلی الله علیه وسلم، ج۳ص۱۸۹ رقم: ۲۱۶۷، الاداب للبیهقی، باب اتباع الجنائز، ج۱ص۱۹۳، رقم: ۴۶۹)

شرح حدیث: میت کی پردہ پوشی سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات میت کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے یا اس کی شکل تبدیل ہوجاتی ہے یا اس نوعیت کی کوئی دوسری بری چیز۔۔۔۔۔۔تو اسے ظاہر نہ کیا جائے اور اگر کسی میت کے چہرے پر نور یا مسکراہٹ ظاہر ہو تو اس کا ذکر کرنا مستحب ہے خصوصاً جبکہ میت صالحین میں سے ہو۔ واللہ تعالی اعلم

رضائے الٰہی عزوجل کے لئے میت کو غسل دینے کا ثواب

امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس نے میت کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور خوشبو لگائی اور اسے کاندھا دیا اور اس پر نماز پڑھی اور اسکا کوئی راز ظاہر نہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(ابن ماجہ، کتاب الجنائز، رقم ۱۴۶۲، ص ۲۰۱)

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس نے میت کو غسل دیا اور اس معاملے میں امانت کو ادا کیا اور میت کے کسی راز کو افشاء نہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (مسند امام احمد، رقم ۲۴۹۳۵، ج۹، ص۳۳۲)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس نے میت کو غسل دیا پھر اس کی پردہ پوشی کی تو اللہ اس کے گناہوں کو دھو دے گا اور اگر اس نے میت کو کفنایا تو اللہ عزوجل اسے سندس (یعنی نہایت باریک اور نفیس کپڑے) کا لباس پہنائے

۱۷۔(طبرانی کبیر، رقم ۸۰۷۸، ج۸، ص۲۸۱)

12-بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَتَشْيِيْعِهٖ وَحُضُوْرِ دَفْنِهٖ وَكَرَاهَةِ اِتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور دفن کے وقت موجود رہنا اور عورتوں کا جنازوں کے پیچھے جانا مکروہ ہے

(933) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّیَ عَلَيْهَا، فَلَهٗ قِيْرَاطٌ. وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ، فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ: وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حاضر ہو کر جنازہ کی نماز پڑھی اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا۔ اور جو دفن تک اس کے پاس رہا اس کے لیے دو قیراط ملتے ہیں۔ عرض کیا گیا: دو قیراط کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا دو بڑے پہاڑوں کی مقدار۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من انتظر حتی تدفن، ج۲ص۸۸، رقم: ۱۳۲۵، صحیح مسلم، باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها، ج۳ص۵۱، رقم: ۲۲۳۲، السنن الصغرىٰ للبيهقي، باب فضل الصلاة على الجنازة، ج۱ص۳۵۱، رقم: ۱۱۵۶، السنن الكبرىٰ للنسائي، باب ثواب من صلى على جنازة، ج۱ص۶۲۵، رقم: ۲۱۲۱، مسند امام احمد، مسند ابي هريرة رضي الله عنه ج۲ص۲۳۳، رقم: ۷۱۸۸)

شرح حدیث: نمازِ جنازہ پڑھا کرو

حضرتِ سیِّدُنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: نمازِ جنازہ پڑھا کرو یہ تمہیں غمگین کریگا اور غمزدہ (بروزِ قیامت) عرش کے سائے میں ہوگا۔ (المستدرک، کتاب الرقاق، باب ذرالقبور۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۸۰۱۱، ج۵، ص۴۷۰)

مسئلہ: ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اگر چہ وہ کیسا ہی گنہ گار ہو مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی مثلاً:۔

(۱) باغی جو امام برحق پر خروج کرے اور اسی بغاوت میں مارا جائے۔

(۲) ڈاکو جو ڈاکہ زنی میں مارا گیا۔

(۳) ماں باپ کا قاتل۔

(۴) جس نے کئی شخصوں کا گلا گھونٹ کر مار دیا ہو۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۵۔۱۲۸)

مسئلہ: جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اسی طرح جو زنا کاری

کی سزا میں سنگسار کیا گیا یا خون کے قصاص میں پھانسی دیا گیا اسے غسل دیں گے اور جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ (الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۱۲۷/ والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۶۳)

(934) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَاِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ، فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایمان اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ میں گیا اور اس کے ساتھ رہا حتیٰ کہ اس پر نماز پڑھ کر دفن سے فراغت ہوگئی تو وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا۔ ہر قیراط احد کے پہاڑ برابر ہے اور جس نے نماز پڑھی پھر دفن سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اتباع الجنائز من الایمان، ج ۱، ص ۱۸، رقم: ۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۱، ص ۳۲۰، رقم: ۱۰۸۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان دو قیدوں سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کافر کا میت کے ساتھ جانا ثواب کا باعث نہیں کیونکہ اعمال کا ثواب ایمان سے ملتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ریاکاری، قومی نظریئے، کسی مالدار کو خوش کرنے کے لیے ساتھ جانے پر بھی کوئی ثواب نہیں جیسا کہ آج عموماً دیکھا جارہا ہے کہ غریب کے جنازے پر اٹھانے والے بھی مشکل سے جمع ہوتے ہیں اور امیر کے جنازے پر اکثر خوشامدیوں کا ہجوم ہوتا ہے جو بغیر نماز جانے ہوئے بھی بے وضو ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔

عموماً دینار کے بیسویں حصے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسویں حصے کو بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصے کو قیراط کہتے ہیں یہاں تجریداً صرف حصہ مراد ہے نہ کہ دینار کا حصہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی صرف نماز جنازہ میں شرکت کرنے والا آدھا ثواب پاتا ہے اور دفن میں بھی شرکت کرنے والا دگنا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۷۴)

بہت سارے قیراط ضائع کردیئے

حضرت سیدنا عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک صاحبِ مقصورہ حضرتِ سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا، اے عبداللہ ابن عمر! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میت کے ساتھ اس کے گھر سے نکلا اور اس پر نماز پڑھی اور تدفین تک اس کے ساتھ رہا تو اس کے لئے دو قیراط ثواب ہے اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جو نماز پڑھ کر لوٹ آیا اس کے لئے احد

پہاڑ جتنا ایک قیراط ہے۔

توحضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرتِ سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے بارے میں پوچھنے کے لئے ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا اور فرمایا، مجھے بتانا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا جواب دیا ہے۔

اس کے بعد حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجد میں پڑے ہوئے پتھروں میں سے ایک پتھر کو اٹھایا اور حضرتِ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کے لوٹنے تک اسے اپنے ہاتھ میں گھماتے رہے۔ پھر جب حضرتِ سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آکر بتایا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچ کہتے ہیں توحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ میں موجود پتھر زمین پر مارا اور فرمایا، (افسوس) ہم نے بہت سارے قیراط ضائع کر دیئے۔ (مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلوۃ علی الجنازۃ، رقم ۹۴۵، ص ۴۷۲)

(935) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنَاهُ: وَلَمْ يُشَدَّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدَّدُ فِي الْمُحَرَّمَاتِ.

حضرت ام عطیہ ﷺ سے روایت ہے' آپ فرماتی ہیں کہ ہم کو جنازہ کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا اور اس کی ہم پر سختی نہیں کی گئی (یعنی حرام نہیں) (متفق علیہ)

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ منع کر نیپر اس طرح سختی نہیں کی گئی جس طرح دیگر حرام کاموں میں سختی کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اتباع النساء الجنائز، ج۱ص۸۸، رقم: ۱۲۷۸، صحیح مسلم، باب نهی النساء عن اتباع الجنائز، ج۳ص۴۷، رقم: ۲۲۱۰، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ما ورد فی نهی النساء عن اتباع الجنائز، ج۴ص۷۷، رقم: ۷۴۵۱، المعجم الاوسط، من اسمه جعفر، ج۴ص۳۲، رقم: ۲۲۲۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی اتباع النساء الجنائز، ج۱ص۵۰۲، رقم: ۱۵۷۷)

شرح حدیث: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا

مسئلہ: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے، بلکہ دل سے اسے برا جانے اور شریک ہو۔ (صغیری، فصل فی الجنائز، ص ۲۹۳) (والدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۶۲)

مسئلہ: اگر عورتیں جنازے کے پیچھے ہوں اور مرد کو یہ اندیشہ ہو کہ پیچھے چلنے میں عورتوں سے اختلاط ہوگا یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو تو ان صورتوں میں مرد کو آگے چلنا بہتر ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، فی حمل المیت، ج ۳، ص ۱۶۲)

13-بَابُ اسْتِحْبَابِ تَكْثِيْرِ الْمُصَلِّيْنَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعْلِ صُفُوْفِهِمْ ثَلَاثَةً فَاَكْثَرَ

نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور صفوں کا تین یا اس سے زیادہ ہونا مستحب ہے

(936) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَّيِّتٍ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِئَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میت کا جنازہ اتنے مسلمان لوگ ادا کریں جو سو (100) ہو جائیں اور وہ سب اس کی سفارش کریں تو ان کی اس کے متعلق سفارش قبول ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من صلی علیہ مائۃ شفعوا فیہ، ج۱ص۳۰۵، رقم: ۲۲۴۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الجنازۃ والشفاعۃ للمیت، ج۲ص۳۴۷، رقم: ۱۰۲۹، السنن الصغری للبیہقی، باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ، ج۲ص۲۵۳، رقم: ۱۱۰۹، سنن الکبری للنسائی، باب فضل من صلی علیہ مائۃ، ج۱ص۶۴۳، رقم: ۲۱۱۸، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۹۶، رقم: ۱۳۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث چالیس کی روایت کے خلاف نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اولاً سو کی قید ہو پھر رب نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہو، بعض روایات تو اور بھی امید افزاء ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۸۴)

مرنے والے کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو اس کی اچھے لفظوں سے تعریف کی گئی تو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر واجب ہوگئی، اس پر واجب ہوگئی، اس پر واجب ہوگئی۔ پھر ایک جنازہ گزرا تو اسے برے لفظوں سے یاد کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر واجب ہوگئی اس پر واجب ہوگئی اس پر واجب ہوگئی۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ایک جنازہ گزرا اور اسے اچھے لفظوں میں یاد کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر واجب ہوگئی اس پر واجب ہوگئی واجب ہوگئی پھر ایک جنازہ گزرا اسے برے لفظوں سے یاد کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی؟ (یعنی یہ کیا ماجرا ہے؟) تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم کسی میت

کی تعریف کرتے ہوتو اس پر جنت واجب ہوجاتی ہے اور جب تم کسی میت کی برائی بیان کرتے ہوتو اس پر جہنم واجب ہوجاتی ہے، تم لوگ زمین پر اللہ عزوجل کے گواہ ہو۔ (بخاری، کتاب الجنائز، رقم ۱۳۶۷، ج۱، ص ۴۶۰)

(937) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ، فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا، إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس مسلمان میت کے جنازہ پر چالیس ایسے آدمی کھڑے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من صلی علیہ اربعون شفعوا فیہ، ج۳ص۵۳، رقم: ۲۲۴۲ السنن الکبری للبیہقی، باب ما یستدل بہ علی ان عدد الاربعین لہ تاثیر، ج۳ص۱۸۰، رقم: ۸۸۲۹ المعجم الاوسط، من اسمہ مقدام، ج۸ص۳۱۸، رقم: ۸۸۹۸ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع العاشر، فی انتفاع المیت بالصلاۃ علیہ، ج۶ص۲۳۶، رقم: ۴۳۹۰ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۷ص۳۵۱، رقم: ۳۰۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کریب تابعی ہیں، سیدنا ابن عباس کے آزاد کردہ غلام، قدید اور عسفان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقامات ہیں۔

مرقات میں ہے کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے، اس کی برکت سے دوسروں کی بھی۔ خیال رہے کہ یہ ذکر ولی تشریعی کا ہے، ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے ابدال اتنے غوث اور ایک قطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں، ورنہ سینماؤں اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فساق ہوتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۸۸۳)

اپنی صفیں درست کرلو

حضرتِ سیدنا حَکَم بن فَرُّوخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازے پر حضرت سیدنا ابو ملیح رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہہ دی ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا، اپنی صفیں درست کرلو اور میت کے لئے اچھی سفارش کرو۔

حضرت سیدنا ابو ملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ام المؤمنین مَیْمُوْنَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس میت پر لوگوں کا ایک گروہ نماز پڑھ لے تو ان لوگوں کی سفارش میت کے حق میں قبول کرلی جاتی ہے۔ (حضرت سیدنا حکم بن فروخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے سیدنا ابو ملیح

رضی اللہ عنہ سے اس گروہ کی تعداد کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا چالیس۔ (نسائی، کتاب الجنائز، ج ۲، ص ۷۵)

حضرت سیدنا کُریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا، اے ابوکریب! ذرا دیکھو کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں؟ میں نے جا کر دیکھا تو کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں نے انہیں اس کے بارے میں بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ چالیس ہو جائیں گے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اب) میت کو لے چلو کیونکہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان مرجائے اور اس کی میت پر چالیس مسلمان نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔ (مسلم، کتاب الجنائز، رقم ۹۴۸، ص ۴۷۳)

(938) وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا، جَزَّأَهُمْ عَلَيْهَا ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ فَقَدْ أَوْجَبَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب میت پر جنازہ پڑھاتے اور لوگوں کو کم محسوس کرتے تو حاضرین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے پھر کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس پر تین صفیں جنازہ پڑھیں اس کے لیے جنت لازم ہو جاتی ہے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الجنازۃ والشفاعۃ للمیت، ج۲ص۳۲۷، رقم: ۱۰۲۸، سنن ابوداؤد، باب فی الصفوف علی الجنازۃ، ج۳ص۱۸۷، رقم: ۳۱۶۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب صلاۃ الجنازۃ بامام وما یرجی للمیت، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۷۱۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہت امید افزاء ہے کیونکہ یہاں صفوں کی حد بیان فرمائی گئی اگر دو آدمیوں کی صفیں بھی نماز جنازہ میں ہو جائیں تب بھی میت کی بخشش کی قوی امید ہے۔ یہ سب اس امت مرحومہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے رب کی رحمت ہے، رب کی رحمت بہانہ چاہتی ہے قیمت نہیں مانگتی۔

اب بھی فقہاء فرماتے ہیں کہ تھوڑے نمازیوں کو بھی تین صفوں میں بانٹ کر جنازہ پڑھو یہ اسی حدیث پر عمل ہے۔ خیال رہے کہ اور نمازوں میں صف اول افضل ہے مگر نماز جنازہ میں صف آخری بہتر۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بعد نماز جنازہ دعا نہ مانگے کیونکہ اس میں نماز پر زیادتی کا اشتباہ ہے۔ اس کا مطلب ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسی طرح صفیں بنائے ہوئے کھڑے کھڑے دعا نہ مانگیں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ نماز ہو رہی ہے جیسے فرائض کے بعد صفیں توڑ

کرسنتیں پڑھنے کا حکم ہے تاکہ جماعت کا دھوکہ نہ ہو محض دعا منع کیسے ہو سکتی ہے وہ تو سنت ہے۔

یعنی آپ ایسے جنازے کی نماز پڑھا کر لوگوں کو یہ حدیث سنا دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ سے پہلے یا بعد جنازے کے متعلق تھوڑا وعظ کہہ دینا منع نہیں جب کہ اس سے دفن میں دیر نہ لگے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۰)

14۔بَابُ مَا يُقْرَاُ فِي صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ

يُكَبِّرُ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ، يَتَعَوَّذُ بَعْدَ الْاُوْلٰى ثُمَّ يَقْرَاُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ. وَالْاَفْضَلُ اَنْ يُتَمِّمَهُ بِقَوْلِهٖ: كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ -اِلٰى قَوْلِهٖ- اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. وَلَا يَقُوْلُ مَا يَفْعَلُهُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعَوَامِّ مِنْ قِرَاءَتِهِمْ: (اِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ) (الاحزاب: 56) فَاِنَّهٗ لَا تَصِحُّ صَلٰوتُهٗ اِذَا اقْتَصَرَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّالِثَةَ، وَيَدْعُوْ لِلْمَيِّتِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ بِمَا سَنَذْكُرُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثِ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى، ثُمَّ يُكَبِّرُ الرَّابِعَةَ وَيَدْعُوْ. وَمِنْ اَحْسَنِهٖ: اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ. وَالْمُخْتَارُ اَنَّهٗ يُطَوِّلُ الدُّعَاءَ فِي الرَّابِعَةِ خِلَافَ مَا يَعْتَادُهٗ اَكْثَرُ النَّاسِ، لِحَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى الَّذِيْ سَنَذْكُرُهٗ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى.

نماز جنازہ میں کیا پڑھا جائے؟

جنازہ میں چار تکبیریں کہے پہلی تکبیر کے بعد تعوذ پڑھے پھر فاتحہ پڑھے (یاد رہے کہ امام نووی شافعی عالم ہیں اور فقہ شافعی کے مطابق بیان کر رہے ہیں) دوسری تکبیر کہہ کر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے۔ کہے اللھم صل علی محمد وعلی آلِ محمد۔ افضل یہ ہے کما صلیت علی ابراھیم۔ حمید مجید تک مکمل پڑھے۔ اور جس طرح عوام یہ آیت ان اللہ وملئکۃ یصلون علی النبی پڑھتے ہیں اس طرح نہ پڑھے اگر اس پر ہی اکتفاء کیا تو نماز درست نہ ہوگی۔ پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت اور مسلمانوں کے لیے ان کلمات کے ساتھ دعا کرے جو ہم آگے احادیث میں ذکر کر رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر دعا کرے۔ بہتر یہ دعا ہے: اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈال اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ پسندیدہ یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا لمبی کرے عام لوگوں کی طرح نہ کرے۔ اس کی دلیل حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جو عنقریب ہم انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

شرح: نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں تلاوت قرآن پاک مطلقاً خلاف سنت ہے اس میں نہ تو سورہ فاتحہ پڑھی جائے نہ

کوئی اور سورت کہ اگر اس نماز میں صرف حمد الٰہی درود شریف اور دعا پڑھی جاوے ہاں الحمد شریف یا کوئی دوسری سورت ثناء الٰہی یا دعا کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے تلاوت کی نیت سے جائز نہیں، تلاوت اور دعا کی نیتوں کے احکام مختلف ہیں دیکھو ناپاکی (جنابت) کی حالت میں آیت قرآنی تلاوت کی نیت سے پڑھنا حرام ہے، دعا کی نیت سے پڑھنا درست کسی نے پوچھا، آپ کا مزاج کیسا ہے، ہم نے کہا "الحمد للہ رب العالمین" اگر ہم ناپاکی کی حالت میں ہوں تب بھی یہ کہہ دینا جائز ہے، لیکن اگر قرآن کی نیت سے یہ آیت پڑھی تو سخت جرم ہے۔

وَأَمَّا الْأَدْعِيَةُ الْمَأْثُورَةُ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الثَّالِثَةِ، فَمِنْهَا:

تیسری تکبیر کے بعد ماثور دعاؤں میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(939) عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ، فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو عبدالرحمن عوف بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو آپ کی دعا میں نے یاد کر لی آپ کہتے تھے اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اس پر رحم فرما' اس کو محفوظ فرما' اس کو معاف فرما' اس کی مہمان نوازی عزت والی بنا' اس کے داخلہ کی جگہ فراخ بنا۔ اس کو پانی' برف اور اولوں سے دھو دے اور اس کو گناہوں سے پاک صاف فرما دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اس کو اپنے گھر سے بہتر گھر عطا فرما اور اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے عطا فرما۔ اور اس کو اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔ اس کو جنت میں داخل فرما اس کو قبر کے عذاب سے بچا اور اس کو آگ کے عذاب سے بچا۔ (راوی کہتے ہیں آپ کی دعائیں سن کر) میں کہنے لگا کاش کہ وہ میت میں ہی ہوتا۔ (اور رسول اللہ ﷺ کی اتنی دعائیں حاصل کر سکتا)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعا للمیت فی الصلاۃ ج۲ص۵۹ رقم: ۲۲۷۶، السنن الکبری للبیہقی، باب الدعا فی صلاۃ الجنازۃ ج۴ص۴۰ رقم: ۷۲۱۶، جامع الاصول لابن الاثیر، الفرع الثانی فی القراۃ والدعاء ج۶ص۲۲۰ رقم: ۴۳۱۳، المنتقی لابن الجارود کتاب الجنائز ص۱۳۰ رقم: ۵۳۸، مسند البزار، مسند عوف بن مالک ج۱ص۳۲ رقم: ۲۷۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(گناہوں سے پاک صاف فرمادے) یہاں رب کی رحمت کو پانی، برف اور اولہ کہا گیا کیونکہ ٹھنڈے پانی سے نہانے میں دل کو خوشی، دماغ کو فرحت، جسم کی صفائی اور راحت سب کچھ ہی حاصل ہوتی ہے، یعنی مولے اسے دوزخ کی آگ میں تپا کر صاف نہ کرنا بالکل معافی اور رحمت کے ٹھنڈے پانی سے۔

(سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے) سفید کپڑے کی صفائی دور سے محسوس ہوتی ہے اسی لیے سفید کپڑے کی قید لگائی گئی۔

(بہتر گھر عطا فرما) قیامت کے بعد اسے جنت میں گھر دے، غلمان، خدام دے اور حوریں اور دنیا کی بیوی جو وہاں حوروں سے بھی خوبصورت ہوگی اور جس میں دنیا کی سی ظاہر و باطن کوئی خرابی نہ ہوگی وہ اسے نصیب کر، لہذا اس دعا پر اعتراض نہیں کہ جنت میں دنیا کی عورتیں حوروں سے بھی اچھی ہوں گی پھر یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے گئے۔

(کاش کہ وہ میت میں ہی ہوتا) تاکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی دعائیں نصیب ہوتیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اتنی آواز سے پڑھی جو قریب کے مقتدیوں نے سن لی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۷۸)

(940) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ قَتَادَةَ وَاَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ الْاَشْهَلِیِّ، عَنْ اَبِیْهِ - وَاَبُوْهُ صَحَابِیٌّ - رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا، وَصَغِیْرِنَا وَكَبِیْرِنَا، وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِیْمَانِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ، حضرت ابوابراہیم اشہلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں رضی اللہ عنہم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز ادا فرمائی تو دعا کی: اے اللہ! ہمارے زندہ و مردہ، چھوٹے اور بڑے، مذکر و مونث، حاضر و غائب سب کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ۔ اور جس کو فوت کرے ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ فرما، اور اس کے بعد ہم کو آزمائش میں نہ ڈال۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ مِنْ رِوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَالْاَشْهَلِیِّ. وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ مِنْ رِوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ قَتَادَةَ. قَالَ الْحَاكِمُ: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ صَحِیْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ. قَالَ التِّرْمِذِیُّ: قَالَ الْبُخَارِیُّ: اَصَحُّ رِوَایَاتِ هٰذَا الْحَدِیْثِ رِوَایَةُ

اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ابوہریرہ اور اشہلی کی روایت سے بیان کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوقتادہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ والی حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ترمذی

الْاَشْهَلِيْ. قَالَ الْبُخَارِيُّ: وَاَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثُ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ.

نے فرمایا: امام بخاری کہتے ہیں اس حدیث کی روایات میں سے صحیح ترا شہلی کی روایت ہے۔ اور امام بخاری نے فرمایا: اس باب کی احادیث میں سے صحیح تر عوف بن مالک کی حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعا للمیت، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۳۲۰۳، سنن ترمذی، باب ما یقول فی الصلاۃ علی المیت، ج۳ص۳۴۳، رقم: ۱۰۲۴، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الدعا فی الصلاۃ علی الجنازۃ، ج۱ص۴۸۰، رقم: ۱۴۹۸، السنن الکبری للبیہقی، باب الدعا فی صلاۃ الجنازۃ، ج۴ص۴۱، رقم: ۷۲۲۲، المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ص۱۳۱، رقم: ۵۴۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مولنا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادام اللہ تعالیٰ کرامتکم فی الحاضرۃ والآتی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وہ تیرہ ۱۳ دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں۔ فقیر نے انہیں جمع کر کے ایک اور کا اضافہ کیا انہیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمالیں اور بالحاظ معنی جنازہ اہلسنّت پر پڑھا کریں، جن کلمات کو دو خط ہلالی میں لے کر ان پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں اُن کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دُعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع وخشوع سے پڑھیں اور قبرِ فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ادعیہ بعد تکبیر سوم

○ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ (ھا)، وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَہٗ (ھا) ۔ (سنن ابوداؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۱-۱۰۲ جامع الترمذی باب مایقول فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۱ المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۵۸ مسند ابویعلی حدیث ۵۹۸۳ مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت ۵/ ۳۷۶)

⊙ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ (لھا)، وَارْحَمْہُ (ھا)، وَعَافِہٖ (ھا) وَاعْفُ عَنْہُ (ھا) وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ (ھا) وَاغْسِلْہُ (ھا) بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ (ھا) مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَابْدِلْہُ (ھا) دَارًا خَیْرًا مِنْ دَارِہٖ (ھا) وَاَھْلًا خَیْرًا مِنْ اَھْلِہٖ (ھا) وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ (عھ) وَاَدْخِلْہُ (ھا)

الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ (ها) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۱ سنن النسائی الدعاء للمیت مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۸۱)

○ اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ (اَمَتُكَ) وَابْنُ (وَبِنْتُ) اَمَتِكَ يَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَيَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا (اَصْبَحَتْ فَقِيْرَةً) اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَصْبَحْتَ غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهٖ (ها) تَخَلّٰى (تَخَلَّتْ) مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ زَاكِيًا (كَانَتْ زَاكِيَةً) فَزَكِّهٖ (ها) وَاِنْ كَانَ مُخْطِئًا (كَانَتْ مُخْطِئَةً) فَاغْفِرْ لَهٗ (لها) اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (ها) وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ (ها) (عہ) (المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۵۹)

○ اَللّٰهُمَّ (هٰذَا عَبْدُكَ (هٰذِهٖ اَمَتُكَ ابْنُ عَبْدِكَ) بِنْتُ بْنُ اَمَتِكَ مَاضٍ فِيْهِ (ها) حُكْمُكَ، خَلَقْتَهٗ (ها) وَلَمْ يَكُ (تَكُ هِيَ) شَيْئًا مَّذْكُوْرًا، نَزَلَ (لَتْ) بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ ط اللهم لقنه (ها) حجته (ها) و الحقه (ها) بنبيه محمد صلى الله تعالى عليه وسلم وَثَبِّتْهُ (ها) بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فَاِنَّهٗ (ها) اَفْتَقَرَ (افْتَقَرَتْ) اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ (ها) كَانَ يَشْهَدُ (كَانَتْ تَشْهَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاغْفِرْ لَهٗ (ها) وَارْحَمْهُ (ها) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (ها) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (ها) اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ زَاكِيًا (كَانَتْ زَاكِيَةً) فَزَكِّهٖ (ها) وَاِنْ كَانَ خَاطِئًا (كَانت خَاطِئَةً) فَاغْفِرْ لَهٗ (ها)۔

(کنز العمال صلوٰۃ الجنائز حدیث ۴۲۸۶۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۷۱۸)

قال الامام ابن الجزری وشرح حصنه (زاکیا) ای طاهرا من الذنوب فزکه ای فطهره بالمغفرة ورفع الدرجات اھ وتعقبه العلامة القاری بانه لایخفی عدم المناسبة بین تفسیره زاکیا بطاهرای من الذنوب وبین قوله وطهره بالمغفرة اھ

امام ابن الجزری نے اپنی حصن حصین کی شرح میں فرمایا: زاکیا کا معنی گناہوں سے پاک، فزکہ کا معنی: اسے مغفرت فرما کر اور درجات بلند فرما کر خوب پاک کردے اھ اس پر علامہ قاری نے تنقید کی کہ زاکیا کی تفسیر (گناہوں سے پاک) اور (مغفرت فرما کر اسے گناہوں سے پاک کردے) ان دونوں میں مناسبت نہ ہونا واضح ہے اھ

اقول لابدع فی سؤال المغفرة بالطاهرة من الذنوب قدکان سید الطاهرین امام المعصومین صلی الله تعالٰی علیه وعلیهم یستغفر الیه کل یوم مائة مرة وذلك ان العبد وان جل ماجل لایبلغ عما عمله شکر نعمة الله تعالٰی ابدا ولایخلوا عامة الصالحین عن تقصیر ما بالنظر الی ما ینبغی لجلال وجه الکریم فالمغفرة فی حقهم ان یتجاوز عن ذلك ولایعاملهم قدر اعمالهم بل

قدر افضاله والیه اشارة بقوله رحمة الله تعالٰی ورفع الدرجات قال القاری واغرب الحنفی بقوله، الاولی ان یقال ای زدنی زکاته وطهارته اھ۔

اقول جوگناہوں سے پاک ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کوئی اجنبی اور نامناسب چیز نہیں۔ پاکوں کے سردار، معصوموں کے امام حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزانہ خدا کی بارگاہ میں سو بار استغفار کرتے۔ بات یہ ہے کہ بندہ جتنا بھی بزرگ ہوجائے اس کا عمل اللہ تعالٰی کی نعمتوں کے کامل شکر کی حد تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ رب کریم کی بزرگی شان کے لحاظ سے عامہ صالحین کسی نہ کسی کمی سے خالی نہ ہوں گے تو ان کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس سے درگزر فرمائے اور ان کے ساتھ ان کے اعمال کے حساب سے نہیں بلکہ اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے معاملہ فرمائے اور ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کی طرف اپنے قول (اور درجات بلند فرماکر) سے اشارہ فرمایا -- علامہ علی قاری فرماتے ہیں: علامہ حنفی نے یہ عجیب وغریب بات لکھی کہ اس کی تفسیر میں یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اس کی ستھرائی اور پاکی میں اضافہ فرما۔

اقول مرجعه الی ماذکرنا ای ان کان طاهرا من الذنوب فزدنی طهارته بمغفرة التقصیر فی شکرك الخطیر وقد فسره القاری نفسه بقوله ای فزد فی احسانه کما فی روایة اھ لایبعد عن قول الحنفی کثیرا۔

اقول اسکا مآل بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کی اگر گناہوں سے پاک ہے تو اس کی پاکی میں اضافہ فرما اس طرح کہ اپنے عظیم شکر کی بجا آوری میں اس کی تقصیر کو بخش دے -- اور خود مولانا قاری نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: یعنی اس کی نیکی میں اضافہ فرما جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے۔

وانا اقول وبالله التوفیق بل هو من تزکیة الشهود ای ان کان زاکیا فاظهرنی ملکوتك انه ذاك واشهدله بذاك وهذا لیس بتاویل بخلاف ماتقدم وبالله التوفیق کلها منه رضی الله تعالٰی عنه۔ (م) اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی سے ہے) بلکہ یہ تزکیہ شہود سے ہے (گواہوں کا تزکیہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی باطنی عدالت و پرہیزگاری جانچ کر ظاہر کردی جائے) یعنی اگر وہ پاکیزہ ہے تو اپنی بادشاہت میں اس کی یہ حالت عیاں کردے اور اس کے لئے اس پر گواہ لے لے۔ یہ اس کا لفظی معنی ہے، تاویل نہیں کہ گزشتہ معانی تاویل تھے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

① اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ اَمَتُكَ وَابْنُ بِنْتُ اَمَتِكَ احْتَاجَ (احتاجت) اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ (ها) اِنْ كَانَ (كانت) مُحْسِنًا (مُحْسِنَةً) فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ (ها) وَاِنْ كَانَ (كانت) مُسِيْئًا (مُسِيْئَةً) فَتَجَاوَزْ عَنْهُ (عنها)۔ (المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۵۹)

⑥ اَللّٰھُمَّ (عَبْدُکَ) اَمَتُکَ وَ(ابْنُ) بِنْتُ عَبْدِکَ کَانَ (کَانَتْ) یَشْھَدُ (تَشْھَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ (ھا) مِنَّا اِنْ کَانَ (کَانَتْ) مُحْسِنًا (مُحْسِنَۃً) فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ (ھا) وَاِنْ کَانَ (کَانَتْ) مُسِیْئًا (مُسِیْئَۃً) فَاغْفِرْ لَہٗ (ھا) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ (ھا) تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ (ھا)۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۶۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/۳۰ موارد الظمآن کتاب الجنائز مطبوعہ مطبعۃ سلفیہ مدینہ منورہ ا/۱۹۲ مسند ابو یعلٰی حدیث ۶۵۶۷ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/۱۰۶)

⑦ (اَصْبَحَ عَبْدُکَ ھٰذَا) اَصْبَحَتْ اَمَتُکَ ھٰذِہٖ قَدْ (تَخَلّٰی) تَخَلَّتْ عَنِ الدُّنْیَا وَ(تَرَکَھَا) تَرَکْتَھَا لِاَھْلِھَا وَ(افْتَقَرَ) افْتَقَرَتْ اِلَیْکَ وَاسْتَغْنَیْتَ عَنْہُ ھَا وَقَدْ کَانَ یَشْھَدُ کَانَتْ تَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ (لَہٗ) ھَا وَتَجَاوَزْ عَنْہُ (ھا) وَاَلْحِقْہُ (ھا) بِنَبِیِّہٖ (ھا) صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وسلم۔

(المصنف لعبد الرزاق باب القراۃ الصلوۃ علی المیت حدیث ۶۴۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۳/۴۸۷ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/۲۹۲)

⑧ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَاَنْتَ خَلَقْتَھَا وَاَنْتَ ھَدَیْتَھَا لِلْاِسْلَامِ ط وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّھَا وَعَلَانِیَتِھَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَھَا۔

(سنن ابوداؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۰)

⑨ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰھُمَّ (ھٰذَا عَبْدُکَ) ھٰذِہٖ اَمَتُکَ فُلَانُ (ابْنُ) بِنْتُ فُلَانٍ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ (بِھَا) مِنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ (لَھَا)۔

اسے ابونعیم نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں نماز جنازہ سکھائی اللھم اغفر -- آخر حدیث تک -- وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں لوگوں میں سب سے کم عمر ہوں اگر مجھے کوئی خیر معلوم نہ ہو؟ فرمایا: تو تم وہی کہو جو جانتے ہو ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت) (کنز العمال بحوالہ ابونعیم حدیث ۴۲۸۴۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۷۱۴)

⑩ اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ (ابْنُ) بِنْتَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ فَقِہٖ (ھا) مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ ط اَللّٰھُمَّ فَاغْفِرْ لَہٗ (ھا) وَارْحَمْھُمَا اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ (عہ)۔

اسے ابوداود اور ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقاء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (سنن ابی داؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۱ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الدعاء فی الجنازۃ علی الجنازۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹)

(۱) اَللّٰھُمَّ اَجِرْھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ط اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْھَا وَصَعِّدْ رُوْحَھَا وَلَقِّھَا مِنْکَ رِضْوَانًا (عہ)۔

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲)

(۲) اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُکَ ط اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَیْکَ مَعَادُنَا۔

اسے بغوی، ابن مندہ اور مسند الفردوس میں دیلمی نے ابوحاصر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۲۸۴۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۷۱۵)

(۳) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَ(ہ) ھَا وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ(ہ) ھَا۔

اسے بغوی نے ابراہیم اشہلی سے، انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔ (ت)

(کنز العمال بحوالہ بغوی حدیث ۴۲۲۹۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۵۸۶) (شرح السنۃ باب فی صلٰوۃ الجنازۃ والدعاء للمیت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۵)

(۴) اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ، کُفُوًا اَحَدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْکَرِیْمَ اِذَا اُمِرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ یَرُدَّہٗ اَبَدًا وَقَدْ اَمَرْتَنَا فَدَعَوْنَا وَاَذِنْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ فَشَفِّعْنَا فِیْہِ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ وَحْدَتِہٖ (ھَا) فِیْ وَحْشَتِہٖ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ غُرْبَتِہٖ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ کُرْبَتِہٖ (ھَا) وَاَعْظِمْ لَہٗ (ھَا) اَجْرَہٗ (ھَا) وَنَوِّرْ لَہٗ (ھَا) قَبْرَہٗ (ھَا) وَبَیِّضْ لَہٗ (ھَا) وَجْھَہٗ (ھَا) وَبَرِّدْ لَہٗ (ھَا) مَضْجَعَہٗ (ھَا) وَعَطِّرْ لَہٗ (ھَا) مَنْزِلَہٗ (ھَا) وَاَکْرِمْ لَہٗ (ھَا) نُزُلَہٗ (ھَا) یَا خَیْرَ الْمُنْزِلِیْنَ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ وَیَا خَیْرَ الرّٰحِمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ الشَّافِعِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یہ دعا فقیر نے زیادہ کی، رب کریم و قدیر اس کی مغفرت فرمائے ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ترجمہ ادعیہ منقولہ

(۱) الٰہی! بخش دے ہمارے زندے اور مردے، اور حاضر اور غائب، اور چھوٹے اور بڑے، اور مرد اور عورت کو۔ الٰہی! تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اُسے زندہ رکھ اسلام پر، اور جسے موت دے ہم میں سے اُسے موت دے ایمان

پر۔ الٰہی! ہمیں اس میت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

(۲) الٰہی! اس میت کو بخش دے، اور اس پر رحم فرما، اور اسے ہر بلا سے بچا، اور اسے معاف کر، اور اسے عزت کی مہمانی دے، اور اس کی قبر کو وسیع کر، اور اسے دھودے پانی اور برف اور اولوں سے، اور اسے پاک کردے گناہوں سے جیسے تو نے پاک کیا سپید کپڑا میل سے، اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے، اور گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے، اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے۔ اور اسے داخل فرما بہشت میں، اور اسے پناہ دے قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے۔

(۳) الٰہی! یہ میت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچّہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تُو، تیرا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہے کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تُو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے، یہ اکیلا رہا دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے، اگر یہ سُتھرا تھا تُو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخش دے۔ الٰہی! ہمیں محروم نہ کر اسکے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد۔

(۴) الٰہی! یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچّہ ہے، نافذ اس میں حکم تیرا، تو نے اسے پیدا کیا جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اُترے۔ الٰہی! اُسے اس کی حجت سکھا دے اور اُسے اُس کے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملادے، اور اُسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تو اس سے غنی ہے، یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوائے اللہ کے، پس اُسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر، اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی! اگر یہ سُتھرا تھا تو اسے ستھرا فرمادے اور اگر یہ خطا کار تھا اور اسے بخش دے۔

(۵) الٰہی! تیرا یہ بندہ اور تیری باندی کا بچّہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تُو اُسے عذاب کرنے سے غنی ہے، اگر نیک تھا اُس کی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اُس سے درگزر فرما۔

(۶) الٰہی! تیرا یہ بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر اللہ، اور یہ کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور تُو اُس کا یہ حال زیادہ جاننے والا ہے ہم سے، اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تو اسے بخش دے، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔

(۷) تیرے اُس بندے نے صبح کی کہ الگ ہو آیا دنیا سے اور اسے چھوڑ دیا اس کے لوگوں کے لئے، اور تیرا محتاج ہوا اور تُو اس سے غنی ہے۔ اور بیشک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الٰہی! اُسے بخش دے اور اس سے درگزر فرما اور اُسے ملادے اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔

(۸) الٰہی! تو اس جنازے کا پروردگار ہے، اور تو نے اسے پیدا کیا، اور تو نے اسے اسلام کی راہ دکھائی، اور تو نے اس کی

جان قبض کی، اور تو خوب جانتا ہے اُس کا چھپا اور ظاہر حال، ہم حاضر ہوئے ہیں اور شفاعت کرنے تو اسے بخش دے۔

(۹) الٰہی! بخش دے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو اور اصلاح کر دے ہمارے آپس میں، اور ملاپ کر دے ہمارے دلوں میں۔ الٰہی! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی جانتے ہیں اور تجھے اس کا علم ہم سے زیادہ ہے تو ہمیں اور اُسے بخش دے۔

(۱۰) الٰہی! بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوال نکیرین اور عذاب دوزخ سے کہ تو وعدہ پورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے۔ الٰہی! تو اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان۔

(۱۱) الٰہی! اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے، الٰہی دُور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے، اور آسمان پر لے جا اس کی روح کو، اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر۔

(۱۲) الٰہی! بیشک تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تُو ہمارا رب اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے۔

(۱۳) الٰہی! بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور خورد و کلاں اور حاضر اور غائب کو۔ الٰہی! ہمیں محروم نہ کر اُس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں نہ ڈال اُس کے بعد۔

(۱۴) اے اللہ، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان، اے زندہ، اے پائندہ، اے نیا بنانیوالے آسمانوں اور زمینوں کے، اے بزرگی وعزت بخشنے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اس کے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا، نہ کوئی اس کے جوڑ کا۔ الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الٰہی! بیشک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے تو اس سوال کو کبھی رَد نہیں کرتا۔ اور بیشک تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دُعا کی، اور تو نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی، اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے، تو ہماری شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرما، اور اس پر رحم کر اس کی تنہائی میں، اور اس پر رحم کر اس کی گھبراہٹ میں، اور اس پر رحم کر اس کی بیکسی میں، اور اس پر رحم کر اس کی تکلیف میں، اور اسے بڑا ثواب دے، اور اس کی قبر نورانی کر، اور اس کا چہرہ پُرنور کر، اور اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کر، اور اس کی جگہ معطر کرے، اور اسے عزت والی مہمانی دے، اے سب میزبانوں سے بہتر، اے سب بخشنے والوں سے بہتر، اے سب مہربانوں سے بہتر! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔ درود و سلام وبرکات اتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور اُن کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار۔

فائدہ: نویں اور دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نام معلوم نہ ہو اس کی جگہ آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کہے

سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ اگر خود میت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لفظ هٰذَا عَبْدُكَ یا هٰذِهٖ اَمَتُكَ پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یا بنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اُس کی جگہ عَبْدُکَ هٰذَا (یہ تیرا بندہ) یا عورت ہو تو اَمَتُكَ هٰذَا (تیری یہ باندی) کہے۔

فائدہ: میت کا فسق و فجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نویں دُعا میں لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا کی جگہ قَدْ عَلِمْنَا مِنْهُمَا خَیْرًا کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

فائدہ: ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دُعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے، جیسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں وقت جانے تو دائے اول و دوم وسوم اور چہارم بالقول الثابت تک اور ہشتم اور دوازدہم تک پڑھے، ان شاء اللہ یہی کافی ووافی ہے، یہ نصف سے کم بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہارم دہم بھی ملالے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا، اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولی ہے، امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین کہتے رہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۳، ص ۲۱۸۔۲۰۷)

(941) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَى الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَآءَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میت پر جنازہ پڑھ لو تو اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء للمیت، ج۳ص۲۸۸، رقم: ۳۲۰۱ (وقال الالبانی حسن) سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الدعاء فی الصلاۃ علی الجنازۃ، ج۲ص۲۸۰، رقم: ۱۴۹۷ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۷ص۳۴۵، رقم: ۳۰۷۶ (وقال الارنؤوط اسنادہ قوی) السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الدعاء فی صلاۃ الجنازۃ، ج۴ص۶۰، رقم: ۷۰۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ نماز جنازہ میں خالص دعا ہی کرو تلاوت قرآن نہ کرو حمد و ثناء و درود دعاء کے مقدمات میں سے ہے اس صورت میں یہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں تلاوتِ قرآن ناجائز ہے دوسرا یہ کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کیلئے خلوصِ دل سے دعا مانگو اس صورت میں دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہوگا خیال رہے کہ دعا بعد نمازِ جنازہ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے سنتِ صحابہ بھی چنانچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اور بعد میں دعا مانگی حضرت عبداللہ بن سلام ایک جنازہ میں پہنچے نماز ہو چکی تھی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا نماز تو پڑھ چکے میرے ساتھ مل کر دعا تو کر لو۔ جن فقہاء نے اس دعا سے منع کیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کے بعد یونہی کھڑے کھڑے دعا مانگی جائے جس سے آنے والوں کو نماز کا دھوکہ ہو یا بہت لمبی

دعائیں مانگی جائیں جس سے بلاوجہ دفن میں بہت دیر ہو جائے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲، ص۸۹۷)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ کے بعد مانگی جانے والی دعاوں کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

گیارہ ۱۱ سال ہوئے یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآراء رہا، بمبئی وکانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے فقیر نے جواب کبھی تحقیق حدیث اور کبھی تنقیح فقہ سے کام لیا اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز وکافی رسالہ مسمّٰی بہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز لکھا جس میں تحقیق حکم فقہی وتوضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتب فقہ کو بعونہٖ عزوجل ذروہ علیا تک پہنچایا اور بفضلہٖ تعالٰی عرش تحقیق مستقر کردکھایا کہ میت کے لئے دعا قبل نماز جنازہ وبعد نماز جنازہ ہمیشہ مطلقاً مستحب ومندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے قبل وبعد نماز دونوں وقت میت کے لئے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا ثابت ہے، فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے، یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو ۲ صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیر مذکورہ فقہیہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میت کو تعویق میں ڈالنا، مثلاً نماز ہوچکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی، صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ وتطویل کریں یہ ممنوع ہے، اکثر عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، دوسرے یہ کہ بعد نماز اُسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے امام ومقتدی وہیں کھڑے دُعا کریں یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہہ زیادت نہ ہو۔ بعض عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، ان کے سوا تمام صور جن میں نہ خاص دُعا کی غرض سے درنگ وتعویق کریں نہ بعد نماز اُسی انداز میں ہو بلکہ صفیں توڑ کر دعاء قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعاء طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتے، نہ کلمات علماء میں اس کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ بمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہوچکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تام اُسی رسالہ اور اُس کے پہلے کے فتوی میں ملے گی۔

کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا:

فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ، کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم (کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰) (فتاوی رضویہ، ج ۹، ص ۲۰۷-۲۱۸)

(942) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا،

انہی سے رسول اللہ ﷺ سے نماز جنازہ کے ضمن میں روایت ہے کہ آپ نے یوں دعا کی: ''اے اللہ! تو

وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، وَقَدْ جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهُ، فَاغْفِرْ لَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔

اس کا رب ہے اور تو نے اس کو پیدا کیا ہے۔ تو نے اس کو اسلام کے لیے ہدایت عطا کی ہے تو نے اس کی روح کو قبض فرمایا ہے تو اس کے ظاہر وباطن کو جانتا ہے ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں پس تو اس کی مغفرت فرما"۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء للمیت، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۳۲۰۲، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۶۳، رقم: ۸۷۲۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الدعاء فی الصلاۃ، ج۴ص۴۲، رقم: ۷۲۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ روح قبض کرنا ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ رب کے حکم سے کرتے ہیں اس لیے فعل کو رب کی طرف نسبت کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۹۱۱)

(943) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَعَذَابَ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان آدمی پر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جنازہ کی نماز پڑھائی تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے سپرد ہے تیرے پڑوس کی حفاظت میں ہے اس کو قبر کی آزمائش اور آگ کے عذاب سے بچا تو وعدوں کو پورا فرمانے والا اور تعریف والا ہے۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس پر رحم کر یقینا تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعا للمیت، ج۳ص۱۸۹، رقم: ۳۲۰۲، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ ج۷ص۳۴۲، رقم: ۳۰۷۳، مسند امام احمد، حدیث واثلۃ بن الاسقع، ج۶ص۳۹۱، رقم: ۱۶۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں خاص دین حاضر میت کے لیے دعاء ہے یہ بھی جائز ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ عام دعاء بھی پڑھی اور اس کے بعد یہ بھی، قرب عہد سے مراد یا قرآن شریف ہے یا ایمان یعنی یہ بندہ مؤمن ہے قرآن کا ماننے والا، رب

تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ فتنۂ قبر وہاں کے امتحان کی ناکامی ہے اور آگ کا عذاب دوزخ کا عذاب ہے خواہ قبر میں ہو یا دوزخ میں پہنچ کر۔ یہ دعا بہت ہی جامع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۹۰۰)

(944) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَّهُ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُوْ، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَبَّرَ اَرْبَعًا فَمَكَثَ سَاعَةً حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُكَبِّرُ خَمْسًا، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ۔ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: اِنِّيْ لَا اَزِيْدُكُمْ عَلٰى مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، اَوْ: هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنی ایک بیٹی کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے جتنی دیر دو تکبیروں کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے لیے استغفار پڑھی اور دعا مانگی' پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ آپ پانچویں تکبیر کہیں گے۔ پھر آپ نے دائیں بائیں سلام پھیر دیا ہم نے کہا یہ کیا ہے تو فرمایا کہ میں نے اس سے زیادہ نہیں کیا جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یا اسی طرح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (اتحاف الخیرۃ المہرۃ باب الدعا والاستغفار للمیت' ج۲ص۳۶۸ رقم: ۱۹۰۲ السنن الکبری للبیہقی' باب ما روی فی الاستغفار للمیت والدعا' ج۴ص۴۲ رقم: ۶۹۳۳ المستدرک للحاکم' کتاب الجنائز' ج۱ص۷۰۴ رقم: ۱۳۳۰ مسند البزار' مسند عبداللہ بن اوفی' ج۱ص۲۹۷ رقم: ۳۳۵۵)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاوں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی نے فرمایا چار پر اجماع منعقد ہوگیا ولہذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں، یہی صحیح ہے، اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کہے تو یہ سلام پھیر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہو جائے۔

فی الدر المختار لو کبر امام خامسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی۔ (درمختار باب صلوۃ الجنازۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲)

درمختار میں ہے اگر مقتدی کے امام نے پانچویں تکبیر کہی تو وہ امام کی اتباع نہ کرے کیونکہ یہ منسوخ ہے پس مقتدی ٹھہرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، اسی پر فتویٰ ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

وروی عن الامام انه یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقا للمخالفه۔

(ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ا/ ۶۴۵)

امام اعظم سے یہ بھی مروی ہے کہ مقتدی فی الفور سلام کہہ دے امام کا انتظار نہ کرے تاکہ کھلی مخالفت ہو جائے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶ ص ۳۹۶)

15۔ بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

جنازہ کو جلدی لے جانا

(945) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ، فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً، فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ کیونکہ وہ اگر نیک ہے تو بھلائی کی طرف اس کو جلد لے جاؤ اور اگر کچھ اور ہے تو تم اس کو جلد از جلد اپنی گردنوں سے اُتارتے ہو۔ (ذمہ داری پوری کرتے ہو) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ تم اس بھلائی کو آگے کر رہے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الاسراع بالجنازۃ ج۲ص۰۵ رقم: ۲۲۲۹۔ المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۵۲۶۔ السنن الصغریٰ، باب حمل الجنازۃ ج۱ص۲۲۷ رقم: ۱۰۸۰۔ سنن ابوداؤد، باب الاسراع بالجنازۃ ج۳ص۱۷۰، رقم: ۳۱۸۳۔ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی شهود الجنائز، ج۱ص۴۷۳، رقم: ۱۴۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہر نیک اور بد میت کو تیز ہی لے جانا چاہیے، نیک کو اس لیے کہ اس کا اگلا گھر اس کے لیے خیر ہے وہاں جلدی پہنچاؤ، بد کو اس لیے کہ وہ رحمت سے دور ہے تم سے بھی جلدی دور ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برے آدمی کی صحبت مرے بعد بھی اچھی نہیں چہ جائے کہ اس کی زندگی میں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۶۹)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نمازِ جنازہ میں جلدی کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:

نمازِ جنازہ میں جلدی کرنا

عرض: نمازِ جنازہ کی تعجیل (یعنی جلدی کرنے) سے کیا مراد ہے؟

ارشاد: غسل وکفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں، ہاں! اس کے بعد تاخیر نہ کرے۔ بعض لوگ شب جمعہ (یعنی جمعہ کی رات) جس کا انتقال ہوا میت کو تا نمازِ جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نمازِ جُمعہ میں کثرت ہو جائے، یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کُتبِ فِقہ میں موجود ہے۔ اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۴۸)

(946) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ، فَاِنْ کَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ کَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا: يَا وَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جنازہ جب تیار ہو جائے اور لوگ اس کو گردنوں پر اٹھا لیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے مجھے آگے لے جاؤ اور اگر برا ہے تو اٹھانے والوں سے کہتا ہے ہائے خرابی اس کو کہاں لے جاتے ہو اس آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب کلام المیت علی الجنازۃ، ج۱ص۱۰۰، رقم: ۱۳۸۰، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاسراع فی المشی بالجنازۃ، ج۴ص۲۰، رقم: ۷۰۰۳، سنن الکبرٰی للنسائی، باب السرعۃ بالجنازۃ، ج۱ص۶۲۲، رقم: ۲۰۳۹، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۷ص۳۲۸، رقم: ۳۱۱۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۹۲، رقم: ۷۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مردہ بزبان قال یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے، اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت ہی میں جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے، سنتا بھی ہے جیسا کہ باب عذاب قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ احمد، طبرانی، ابن ابی دنیا، معروزی، اور ابن مندہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے۔

(مرقات)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہی ہوتی ہے جسے جانور فرشتہ کنکر، پتھر

سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں۔ دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۷۰)

16-بَابُ تَعْجِيْلِ قَضَاءِ الدَّيْنِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى تَجْهِيْزِهٖ إِلَّا أَنْ يَّمُوْتَ فَجْأَةً فَيُتْرَكَ حَتّٰى يُتَيَقَّنَ مَوْتُهٗ

میت کے قرض ادا کرنے میں اور اس کی تجہیز میں عجلت کرنا ہاں! اگر اچانک فوت ہو تو موت کا یقین ہونے تک اس کو رکھیں گے

(947) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایمان دار کی جان اس کے قرض سے چمٹی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ ادا کیا جائے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال نفس المومن معلقۃ بدینہ، ج۳ص۳۸۹، رقم: ۱۰۷۸، سنن ابن ماجہ، باب التشدید فی الدین، ج۲ص۸۰۶، رقم: ۲۴۱۳، السنن الکبری للبیہقی، باب ما یستحب لولی المیت من الابتداء بقضاء دینہ، ج۳ص۶۱، رقم: ۷۰۲۵، المستدرک للحاکم، کتاب البیوع، ج۲ص۳۲، رقم: ۲۲۱۹، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۵۲، رقم: ۸۶۶۳)

شرح حدیث: اب میت اس سے بری ہے

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک آدمی فوت ہو گیا، ہم نے اسے غسل اور کفن دیا اور خوشبو لگائی، پھر ہم اسے سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس لے کر حاضر ہوئے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کا جنازہ پڑھائیں، ہم نے عرض کی: اس کا جنازہ پڑھایئے۔ پس آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک قدم چلے پھر دریافت فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ ہم نے عرض کی: اس کے ذمہ 2 دینار ہیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم واپس چلے گئے، حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ذمہ داری لے لی تو ہم دوبارہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: 2 دینار میرے ذمہ ہیں۔ تو شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تحقیق قرض خواہ کا حق پورا کر دیا گیا ہے اور اب میت اس سے بری ہے۔ حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر اس کے بعد ایک دن استفسار فرمایا: ان 2 دیناروں کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کی: وہ شخص تو کل فوت ہو گیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آنے والے کل اسے (یعنی قرض خواہ کو) لوٹا دینا۔ حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے وہ ادا کر دیے ہیں۔ تو رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اب اس کا جسم عذاب سے بری ہوگیا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۵۴۳، ج۵، ص۸۳)

(948) وَعَنْ حُصَیْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ طَلْحَۃَ بْنَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا مَرِضَ، فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہُ، فَقَالَ: اِنِّیْ لَا اَرٰی طَلْحَۃَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ فِیْہِ الْمَوْتُ، فَاٰذِنُوْنِیْ بِہٖ وَعَجِّلُوْا بِہٖ، فَاِنَّہٗ لَا یَنْبَغِیْ لِجِیْفَۃِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَیْنَ ظَهْرَانَیْ اَھْلِہٖ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

حضرت حصین بن وحوح ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء بن عازب ﷺ بیمار تھے رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو فرمایا میرا خیال ہے کہ طلحہ میں موت ظاہر ہوگئی ہے اس کے بارے مجھے بتانا اور جلدی کرنا کیونکہ کسی ایمان دار میت کو مناسب نہیں کہ اس کے گھر والوں کے درمیان اس کو روکا جائے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب التعجیل بالجنازۃ و کراھیۃ حبسھا، ج۳ص۱۶۲، رقم: ۳۱۶۱ السنن الکبری للبیھقی، باب ما یستحب من التعجیل بتجھیزہ اذابان موتہ، ج۳ص۳۸۶، رقم: ۶۸۵۹ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی دفن الموتی، ج۱۱ص۱۳۶، رقم: ۸۶۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حصین ابن وحوح صحابی ہیں، انصاری ہیں، آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ میت کے لیے اعلان عام کرنا بھی جائز ہے اور خاص بزرگ و اہل قرابت کو خبر کرنا بھی تاکہ وہ نماز اور دفن میں شرکت کرلیں۔ دوسرے یہ کہ حتی الامکان دفن میں جلدی کی جائے، بلاضرورت دیر لگانا جیسا کہ ہمارے پنجاب میں رواج ہے سخت ناجائز ہے کہ اس میں میت کے پھولنے پھٹنے اور اسکی بے حرمتی کا اندیشہ ہے، مگر اس حکم سے انبیاء کرام مستثنیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن شریف وفات سے تین دن بعد ہوا، مسئلہ خلافت پہلے طے کیا گیا تاکہ زمین خلیفۃ اللہ سے خالی نہ رہے، بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے چھ ماہ یا ایک سال بعد ہوا۔ (قرآن شریف) خیال رہے کہ یہاں جیفہ بمعنی مردہ ہے نہ کہ مردار جیسے قرآن کریم میں ہے کَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَۃَ اَخِیْہِ اس لفظ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مردہ نجس ہوتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۸۴۹)

17-بَابُ الْمَوْعِظَۃِ عِنْدَ الْقَبْرِ

قبر کے پاس نصیحت

(949) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا فِیْ جَنَازَۃٍ فِیْ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ، فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ، وَقَعَدْنَا حَوْلَہٗ وَمَعَہٗ مِخْصَرَۃٌ

حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ ہم غرقد میں ایک جنازہ میں تھے۔ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ پس آپ بیٹھ گئے ہم بھی آپ کے

فَنَكَّسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا، فَقَالَ: اعْمَلُوْا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اردگرد بیٹھ گئے آپ کے پاس چھڑی تھی۔ آپ نے جھکایا اور زمین کریدنے لگے۔ پھر فرمایا تم میں سے ہر ایک کے لیے جنت یا جہنم میں ٹھکانہ لکھا جا چکا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر ہم اپنی تحریر پر اعتماد نہ کرلیں تو آپ نے فرمایا تم عمل کرو ہر ایک کو وہی میسر ہوگا جس کے لیے وہ پیدا ہوا اور پوری حدیث ذکر کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث :(صحیح بخاری، باب موعظة المحدث عند القبر وقعودا صحابه حوله، ج۲ص۹۶، رقم: ۱۳۶۲ صحیح مسلم باب کیفیة الخلق الآدمی فی بطن امه و کتابه رزقه واجله، ج۸ص۴۷، رقم: ۶۹۰۳ مسند عبد بن حمید من مسند ابی الحسن علی بن ابی طالب، ج۱ص۵۰، رقم: ۸۳ مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۵۴، رقم: ۱۳۴۸ مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب ج۱ص۱۱۸، رقم: ۵۸۲)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنی تحریر پر بھروسہ کیوں نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں فرمایا عمل کیئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کے لیئے پیدا ہو اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی کے اعمال آسان ہوں گے اور اگر بدنصیبوں سے ہے تو اسے بدنصیبی کے اعمال میسر ہوں گے پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی لیکن جو خیرات کرے اور پرہیزگار اور ایماندار ہوا الایہ۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شریف علی ابن ابی طالب، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب، لقب حیدر کرار ہے، قرشی ہیں، ہاشمی ہیں، مطلبی ہیں، اسلام کے خلیفہ چہارم ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کہ آٹھ یا دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ حضور کے ساتھ سواء غزوۂ تبوک کے باقی تمام غزدوں میں شریک رہے، آپ کے فضائل حدوشمار سے زیادہ ہیں، آپ ہی نسل جناب مصطفے کی اصل ہیں، اخی الرسول، زوج بتول ہیں، یعنی آپ کا ایک ہاتھ چار یار میں ہے، دوسرا پنجتن پاک میں شاہ خیبر شکن ہیں شعر

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن پرتو دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

آپ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ یعنی عین شہادت عثمان کے دن خلیفہ ہوئے، چار سال نو مہینہ خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر پا کر ۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں شہید کیئے گئے۔ عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے ایک

عورت قطام کے عشق میں مبتلا ہو کر اسی کے کہنے پر شہید کیا۔شہادت سے تیسرے دن وفات پائی، امام حسن وحسین وعبداللہ ابن جعفر نے آپ کو غسل دیا، امام حسن نے نماز پڑھائی،کوفہ کے قبرستان نجف میں دفن ہوئے،قبر انور زیارت گاہِ خلق ہے فقیر نے بھی زیارت کی ہے۔آپ کی نو بیویاں ہوئیں: (۱) فاطمہ زہرا، (۲) ام بنین، (۳) لیلی بنت مسعود، (۴) اسماء بنت عمیس، (۵) امامہ بنت ابی العاص، (۶) خولہ بن جعفر، (۷) صہبا بنت ربیعہ، (۸) اُم سعید بنت عروہ، (۹) محیاء بنت امرؤالقیس ان بیویوں سے ۱۲ بیٹے اور نولڑکیاں ہوئیں۔جن میں سے حسن، حسین، زینب، اُم کلثوم حضرت فاطمہ زہرا سے ہیں۔

(جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں) یہاں وبمعنی اَوْ ہے یعنی لوح محفوظ میں ہر شخص کے متعلق پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ جنتی ہی، یا دوزخی، جنتی ہے تو کسی درجہ کا، اور دوزخی ہے تو کسی طبقہ کا، یہاں یہی مراد ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔

(بھروسہ کیوں نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں) کیونکہ ہوگا وہی جو لکھا جا چکا عمل خواہ کیسے ہی کرے فیصلہ الہی نہیں بدلتا۔

(ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کے لیئے پیدا) یعنی دنیا میں اعمال عموما انجام کی علامتیں ہیں۔جنتی کو نیکیاں آسان اور گناہ بھاری معلوم ہوتے ہیں۔دوزخی کو اس کا اُلٹا،مگر یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں،کبھی عمر بھر کا مجرم جنتی ہو کر مرتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث سہل ابن سعد کے خلاف نہیں۔

(تو اسے بدنصیبی کے اعمال میسر ہوں گے) یعنی لوح محفوظ میں کام اور انجام دونوں لکھے جا چکے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا اور جنت میں جائے گا اور فلاں کفر وغیرہ کرے گا لہذا جہنمی ہوگا۔بندوں پر رب تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے، نیز کوئی شخص دوزخی اور جنتی ہونے پر مجبور نہیں۔

(اور پرہیزگار اور ایماندار ہوا الایہ) یہ آیت اگر چہ ابوبکر صدیق کے ایمان اور سخاوت کے متعلق نازل ہوئی لیکن چونکہ عبارت عام ہے اس لئے ہر جگہ منطبق ہو سکتی ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۱،ص ۸۳)

18-بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهٖ وَالْقُعُوْدِ عِنْدَ قَبْرِهٖ سَاعَةً لِّلدُّعَاءِ لَهٗ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَالْقِرَائَةِ

میت کو دفن کرنے کے بعد دعا کرنا اور قبر کے پاس کچھ دیر بیٹھنا اور اس کیلئے دعا و استغفار کرنا

(950) وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو - وَقِيْلَ: اَبُوْ عَبْدِ اللهِ، وَقِيْلَ: اَبُوْ لَيْلٰى - عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوْا

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کے دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی

لِاَخِیْکُمْ وَسَلُوْا لَهُ التَّثْبِیْتَ، فَاِنَّهُ الْاٰنَ یُسْأَلُ دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔(۱۰۰۲۲)
رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف ج۳ص۲۰۹ رقم ۳۲۲۱، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز ج۱ص۵۲۶ رقم ۱۳۷۲، مسند البزار مسند عثمان رضی اللہ عنہ ج۲ص۹۱ رقم ۴۴۵، جامع الاصول لابن اثیر الدعاء عند الدفن ج۱۱ص۱۶۳ رقم ۸۶۹۵، معرفۃ السنن والآثار، باب ما یقال اذا دخل المیت قبرہ ج۳ص۲۱۱ رقم ۲۳۲۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن زندوں کا مردوں کے پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردوں کے جی بہلنے میں متعلق فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

فصل دوم: احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردوں کے جی بہلنے میں ـــــ ظاہر ہیں کہ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا!

حدیث (۲۲): شفاء السقام امام سبکی واربعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی:

انس مایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا۔

(شرح الصدور بحوالہ اربعین طائیہ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۵)

قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الا استأنس ورد علیہ حتی یقوم۔

(شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور ابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴): صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم وانظر ماذا راجع بہ رسل ربی۔

(صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶)

جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میر قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسول کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۹، ص ۷۱۳-۷۱۴)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن طریقہ تلقینِ قبر کے متعلق فتاوٰی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

طریقہ تلقینِ قبر

حدیث میں (عہ) ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فُلَانَ ابْنَ بِنْتِ فُلَانَۃٍ کہ وہ سُنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے یا فلاں بن بنت فلانہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے، پھر کہے یا فلاں بن بنت فلانہ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر، اللہ تعالٰی تجھ پر رحم فرمائے۔ مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر کہے

اُذْکُرْ (اُذْکُرِی) مَاخَرَجْتَ (خَرَجْتِ) عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا شَھَادَۃَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَاَنَّکَ رَضِیْتَ) اَنَّکِ رَضِیْتِ بِاللہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا ط

(نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس بیٹھیں گے جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، فرمایا: تو حوّا کی طرف نسبت کرے۔

(کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۰۵) (کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۰۵)

عہ عن رواہ الطبرانی المعجم الکبیر والضیاء فی الاحکام وابن شاھین فی ذکر الموت واخرون کماذکرنا فی حیاۃ الموت ۱۲ منہ (م)

اسے طبرانی نے معجم کبیر میں، ضیاء نے احکام میں، ابن شاہین نے ذکر الموت میں روایت کیا اور دوسرے حضرات نے بھی روایت کیا، جیسا کہ ہم نے رسالہ حیاۃ الموت میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

راشد بن سعد (عہ) وضمرہ بن حبیب وحکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یَافُلَانُ قُلْ (قُوْلِی) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تین بار، پھر کہا جائے قُلْ (قُوْلِی) رَبِّیَ اللہُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ ط صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فقیر غفر اللہ تعالٰی اس قدر اور زائد کرتا ہے:

وَاعْلَمُوْا (وَاعْلَمِی) اَنَّ ھٰذَیْنِ الَّذِیْنَ اَتَیَاکَ (کِ) وَیَاْتِیَانِکَ (کِ) ھُوَ عَبْدَانِ لِلّٰہِ لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ اِلَّا

بِاذْنِ اللهِ فَلَا تَخَفْ تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنْ تَحْزَنِیْ وَاشْهَدْ وَاشْهَدِیْ اَنَّ رَبَّكَ اللهُ وَدِیْنَكَ (دِیْنَكِ) الْاِسْلَامُ وَنَبِیَّكَ (نَبِیَّكِ) مُحَمَّدٌ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللهُ وَاِیَّاكَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ O

ترجمہ: کہہ میرا رب اللہ اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پائے پاس آئے یا آئیں گے تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے، نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے۔ تو نہ ڈر اور نہ غم کر، اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام، اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ثابت رکھے ہمیں اللہ، اور تجھ کو ٹھیک بات پر، دُنیا کی زندگی اور آخرت میں۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

ع: رواہ عنہم سعید بن منصور فی سننہ ۱۲ منہ (ن) ان سے اس کو سعید بن منصور نے پنی سنن میں روایت کیا (ت)

حدیثِ تلقین کی تخریج وتقویت فقیر نے کتاب حیٰوۃ الموات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم وفصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایات وتنقیح مقصد سوم فصل سیز دہم میں ذکر کی جس سے بحمد تعالیٰ وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے، وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ اور خدا ہی سے توفیق ہے، اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگا ہے، اور خدائے برتر ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی تمام آل پر رحمت نازل فرمائے اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص۲۲۱۔۲۲۲)

(951) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ، فَاَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ، وَیُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ، وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ. قَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللهُ: وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یُّقْرَاَ عِنْدَهٗ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ، وَاِنْ خَتَمُوا الْقُرْاٰنَ عِنْدَهٗ كَانَ حَسَنًا۔

حضرت عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: جب تم مجھے دفن کرلو تو میری قبر کے گرد اتنی دیر کے لیے ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس کو حاصل کروں اور میں جان لوں کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (مسلم) یہ پوری حدیث گزر چکی۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: مستحب یہ ہے اس کے پاس کچھ قرآن پاک کی تلاوت ہو اور اگر پورا قرآن ختم کرلیں تو زیادہ اچھا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ و کذا الھجرۃ، ج۱ص۷۸، رقم: ۳۳۶ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الکافر الحربی یقتل مسلما ثم یسلم، ج۹ص۹۸، رقم: ۱۸۶۵۳ مستخرج ابی عوانۃ بیان رفع الاثم عن الذی یاتی

الشئ والمنهی عنه قبل علمه، ج۱ص۷۰، رقم:۱۵۱ ،مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ج۱ص۷، رقم:۲۸)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے کہ انہوں نے اپنے فرزند سے بحالت موت فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ والی جائے نہ آگ جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے اردگرد اس قدر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ تم سے مجھے اُنس ہو اور جان لوکہ میں رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم)

حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جنازہ کے ساتھ پیٹنے والی عورتیں بھی جاتی تھیں اور آگ بھی کیونکہ وہ آگ کا احترام کرتے تھے اس لیے آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو یہ وصیت کی اور یہ وصیت دوسروں کو سنانے کے لیے تھی، ورنہ ان کے بیٹے عبداللہ خود صحابی ہیں وہ کیسے یہ کام کرسکتے تھے۔ سبحان اللہ! کیسے پاکباز لوگ ہیں کہ وفات کے وقت بھی تبلیغ کررہے ہیں۔

اس وصیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ دفن کے وقت قبر پر مٹی آہستگی سے ڈالی جائے کیونکہ شن آہستہ مٹی ڈالنے کو کہتے ہیں گویا چھڑکنا۔ دوسرے یہ کہ بعد دفن قبر کے آس پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ میت حاضرین کو جانتا پہنچانتا ہے اور ان کی موجودگی سے اس کی وحشت قبر دور ہوتی ہے، اُنس حاصل ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ حاضرین کا میت کو بعد دفن تلقین کرنا، یعنی کلمہ طیبہ یا اذان سنا کر اسے سوالات نکیرین کے جوابات بتانا سنت سے ثابت ہے۔ آپ کی وصیت کا منشاء یہ ہے کہ بعد دفن قبر کا گھیرا ڈال کر ذکر اللہ کرنا تاکہ تمہاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہو اور تمہارے ذکر سے نکیرین کو جوابات دینے میں آسانی ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۹۳۸)

19-بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالدُّعَآءِ لَهُ

میت کی طرف سے صدقہ کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ) (الحشر: 10)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ان کے بعد آئے کہتے ہیں: اے ہمارے رب ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے۔

(952)وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتی، تو

اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا، قَالَ: نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صدقہ کرتی تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب موت الفجاۃ البغتۃ، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۱۳۸۸ صحیح مسلم، باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ، ج۲ص۹۱، رقم: ۲۲۷۳ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۰، رقم: ۲۴۲۹۶ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یتبع المیت بعد موتہ، ج۳ص۵۸، رقم: ۱۲۰۷۷ مصنف عبد الرزاق، باب الصدقۃ عن المیت ج۹ص۶۰، رقم: ۱۶۳۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سائل حضرت عبادہ ابن عبادہ تھے، ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں، ۵ھ میں ہاٹ فیل (Heat Fail) یعنی حرکت قلب بند ہوجانے سے وفات پاگئیں، ناگہانی موت غافل کے لیے عذاب ہے کہ اسے توبہ اور نیک اعمال کا موقعہ نہیں ملتا مگر ذکر خدا میں رہنے والے مؤمن کے لیے رحمت کہ اللہ تعالٰی اسے بیماری کی شدتوں سے بچالیتا ہے لہذا احادیث پر کوئی اعتراض نہیں، آپ کی والدہ صحابیہ ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرچکی تھیں، بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔

یعنی ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انہیں ضرور ثواب ملے گا۔ لمعات میں حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لیے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ صدقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہلِ حق کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادت کے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے ہم بیر ام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کرچکے ہیں کہ اس قسم کی ایصال ثواب کی احادیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہیں کہ لَیْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰی اور نہ اسکے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادتیں ادا نہیں کرسکتا کہ اس کی طرف سے نمازیں فرض ادا کردیا کرے یا روزے رکھ دیا کرے، ادائے فرض اور ہے ثواب کچھ اور اسی لیے آیات میں کسب اور سعی کا ذکر ہوا نہ کہ ثواب کا، ایصال تو قرآن کریم کی آیت سے ثابت ہے، دیکھو ہماری کتاب "فہرست القرآن"۔ اشعۃ للمعات میں اسی جگہ ہے کہ شیخ عزیز الدین عبدالسلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر اس جہاں میں آکر پتہ لگا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۳ ص۱۷۶)

ایصال ثواب

میرے شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے رسالے مغموم مُردہ سے ایصال ثواب کے مدنی پھول:

(1) فرض، واجب، سنت، نفل، نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ ہر عبادت (نیک کام) کا ایصال ثواب کرسکتے ہے۔

(2) میت کا تیجا، دسواں، چالیسواں، برسی کرنا اچھا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے ذرائع ہیں۔شریعت میں تیجے وغیرہ کے عدمِ جواز کی دلیل نہ ہونا خود دلیلِ جواز ہے اور میت کیلئے زندوں کا دعا کرنا خود قرآن پاک سے ثابت ہے جو کہ ایصالِ ثواب کی اصل ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب اعزوجل ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔(پ۲۸،الحشر:۱۰)

(3) تیجے وغیرہ میں کھانے کا انتظام صرف اسی صورت میں میت کے چھوڑے ہوئے مال سے کر سکتے ہیں جبکہ سارے ورثاء بالغ ہوں اور سب کے سب اجازت بھی دیں۔اگر ایک بھی وارث نابالغ ہے تو نہیں کر سکتے (نابالغ اجازت دے تب بھی نہیں کر سکتے)۔ہاں بالغ اپنے حصے سے کر سکتا ہے۔

(4) میت کے گھر والے اگر تیجے کا کھانا پکائیں تو صرف فقراء کو کھلائیں۔

(5) نابالغ بچے کو بھی ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں جو زندہ ہیں ان کو بھی، بلکہ جو مسلمان ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی پیشگی (ایڈوانس میں) ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

(6) مسلمان جنات کو بھی ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

(7) گیارھویں شریف، رجب شریف (یعنی ۲۲ رجب کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کونڈے کرنا) وغیرہ جائز ہیں۔کھیر کونڈے ہی میں کھلانا ضروری نہیں دوسرے برتن میں بھی کھلا سکتے ہیں۔اس کو گھر سے باہر بھی لے جا سکتے ہیں۔

(8) بزرگوں کے فاتحہ کے کھانے کو تعظیماً نذرونیاز کہتے ہیں اور یہ نیاز تبرّک ہے اسے امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں۔

(9) داستانِ عجیب، شہزادے کا سر، دس بیبیوں کی کہانی اور جنابِ سیدہ کی کہانی وغیرہ سب مَن گھڑت قصے ہیں انہیں ہرگز نہ پڑھا کریں۔اسی طرح ایک پمفلٹ بنام وصیت نامہ لوگ تقسیم کرتے ہیں جس میں شیخ احمد کا خواب درج ہے یہ بھی جعلی ہے اس کے نیچے مخصوص تعداد میں چھپوا کر بانٹنے کی فضیلت اور نہ تقسیم کرنے کے نقصانات وغیرہ لکھے ہیں یہ بھی سب غلط ہیں۔

(10) جتنوں کو بھی ایصالِ ثواب کریں اللہ عزوجل کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملیگا یہ نہیں کہ ثواب تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ملے۔

(11) ایصالِ ثواب کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ امید ہے کہ اس نے جتنوں کو ایصالِ ثواب کیا ان سب کے مجموعہ کے برابر ملیگا مثلاً کوئی نیک کام کیا جس پر اس کو دس نیکیاں ملیں اب اس نے دس

مُردوں کو ایصالِ ثواب کیا تو ہر ایک کو دس دس نیکیاں پہنچیں گی جبکہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو ایک سو دس اور اگر ایک ہزار کو ایصالِ ثواب کیا تو اس کو دس ہزار دس۔ وَعَلٰی ھٰذَا الْقِیَاس

(12) ایصالِ ثواب صرف مسلمان کو کرسکتے ہیں۔ (مفہوم مُردہ ص ۱۱)

(953) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ، اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَّدْعُوْ لَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجائے تو تین چیزوں کے سوا اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں۔ (ایک) صدقہ جاریہ (دوسرے) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (تیسری) یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ، ج۵ص۷۳، رقم: ۴۳۱۰ السنن الصغریٰ للبیھقی، باب ما یلحق المیت بعد موتہ، ج۲ص۱۷، رقم: ۲۲۲۳ سنن ترمذی، باب فی الوقف، ج۳ص۶۶۰، رقم: ۱۳۷۶ سنن النسائی باب فضل الصدقۃ عن المیت، ج۶ص۲۵۱، رقم: ۳۶۵۱ سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعلیم السنن، ج۱ص۱۴۸، رقم: ۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔

یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں، مدرسے، وقف کیے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں، ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف، نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں۔ نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یَدْعُوْا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتی کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۱)

20-بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَی الْمَیِّتِ — لوگوں کا میت کی تعریف کرنا

(954) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى، فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ فَقَالَ: هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے انہوں نے اس کی تعریف کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی پھر ایک اور جنازہ لے کر گزرے لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا: جس کی تم نے اچھی تعریف کی ہے اس کے لیے جنت لازم ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی ہے اس لیے آگ لازم ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ثناء الناس علی المیت، ج۱ص۴۶۰، رقم: ۱۳۶۷، صحیح مسلم، باب فیمن یثنی علیہ خیر او شر من الموتی، ج۱ص۴۷۲، رقم: ۲۲۰۰، السنن الکبری للبیہقی، باب الثناء علی المیت، ج۴ص۷۵، رقم: ۷۲۳۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الثناء الحسن علی المیت، ج۲ص۳۷۳، رقم: ۱۰۵۸، سنن النسائی، باب الثناء، ج۴ص۴۹، رقم: ۱۹۳۲، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۸۶، رقم: ۱۲۹۴۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(لوگوں نے اس کی برائی بیان کی) یہ کہا کہ یہ بڑا منافق تھا، بے دین تھا، بدخلق اور موذی تھا وغیرہ وغیرہ۔ لہذا اس جملہ پر نہ تو یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ سارے صحابہ عادل اور جنتی ہیں، رب فرماتا ہے: كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى پھر یہ میت جہنمی کیسے ہوگئی اور نہ یہ اعتراض ہے کہ مُردوں کو برا کہنا منع ہے، پھر صحابہ نے اس دوسرے کو برا کیوں کہا کیونکہ یہ جنازہ منافق اور فاسق کا تھا۔

(رسول اللہ نے فرمایا: واجب ہوگئی) لہذا تمہارے منہ سے جس کے لیے جو نکلتا ہے اللہ کے ہاں وہی ہوتا ہے زبان خلق نقارہ خدا، اس کی تائید اس آیت سے ہے لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جسے عام مسلمان قدرتی طور پر ولی اللہ کہیں وہ واقعی ولی اللہ ہے، رب تعالیٰ اولیاء اللہ کی علامت بیان فرماتا ہے: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنی ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں کہ عام مسلمان انہیں جنتی کہتے ہیں اور آخرت میں بھی کہ فرشتے انہیں جنتی کہیں گے، لہذا حضور غوث پاک، خواجہ اجمیری، داتا گنج بخش لاہوری، مجدد الف ثانی یقیناً اولیاء ہیں کہ انہیں مسلمان ولی سمجھتے ہیں، ولایت کے ثبوت کے لیے قرآنی آیت ہی ضروری نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو کام مسلمان اچھا اور ثواب سمجھیں وہ واقعی اچھا ہے لہذا گیارھویں میلاد شریف، عرس بزرگان، ختم خواجگان وغیرہ کار ثواب

ہیں کہ انہیں عام مسلمین، اولیاء، صالحین کار ثواب جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں کی گواہی سے مومنین صالحین کی گواہی مراد ہے جو قدرتی طور پر منہ سے نکلتی ہے جس میں نفسانی بغض اور کینہ کو دخل نہیں ہوتا ورنہ روافض صحابہ کو خوارج اہلِ بیت کو بعض بیدین علماء وصالحین کو برا کہتے ہیں وہ گواہی اس میں داخل نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں اَنْتُم میں صرف صحابہ سے خطاب نہیں بلکہ تا قیامت سارے نیک مومنوں سے جیسے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ میں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۸۸۵)

(955) وَعَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَجَلَسْتُ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ، فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰى فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ، فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، قَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَةٌ فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ابی الاسود کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا پس سے ایک جنازہ گزرا اس پر کی تعریف کی گئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لازم ہوگئی پھر ایک اور جنازہ گزرا تو اس مرنے والے کی بھی تعریف بیان کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہوگئی۔ پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی برائی بیان کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لازم ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا لازم ہوگئی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو اسی طرح کہا جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے لیے چار آدمی بھلائی کی گواہی دیں اللہ اس کو جنت میں داخل فرمادے گا ہم نے عرض کیا: اور تین تو فرمایا اور تین، ہم نے عرض کیا: اور دو تو آپ نے فرمایا: دو اور پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال نہ کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ثناء الناس علی المیت، ج۱ص۹۷، رقم: ۱۳۶۸، مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۳۰، رقم: ۲۰۴، السنن الکبری للبیہقی، باب الثناء علی المیت، ج۴ص۷۵، رقم: ۷۲۴۶، سنن الکبری للنسائی، باب الثناء، ج۱ص۶۲۷، رقم: ۲۰۶۱، مسند ابی یعلی، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۱۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہت امید افزاء ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے۔ رحمت والے نبی کی رحمت دیکھو کہ اس عدد میں شر کا ذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے، یعنی دو ایک آدمیوں کے برا کہنے سے جہنمی نہ کہا جائے گا ہاں ان کے اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا۔ مرقات نے فرمایا کہ شریعت میں گواہی کے نصاب دو ہیں، رب تعالٰی فرماتا

ہے: وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ تو جیسے دو گواہیوں سے مقدمہ ثابت ہوجاتا ہے یونہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہوگا۔ یہاں شیخ نے فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے، صحابہ کی عرض پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہوگئی۔ (مِرْاٰۃُ المناجیح، ج ۲ ص ۸۸۶)

21- بَابُ فَضْلِ مَنْ مَّاتَ لَهٗ اَوْلَادٌ صِغَارٌ

اس آدمی کی فضیلت جس کی نابالغ اولاد فوت ہوجائے

(956) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ لَهٗ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنا رحمت وفضل کرکے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قیل فی اولاد المسلمین، ج۱ص۴۶۶ رقم: ۱۳۸۱ صحیح مسلم، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، ج۲ص۳۰۷ رقم: ۱۸۸۶ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی ثواب من اصیب بولده، ج۱ص۵۱۲ رقم: ۱۶۰۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۰۳ رقم: ۱۰۱۲۲ السنن الکبری للبیهقی، باب ما یرجی فی المصیبة بالاولاد اذا احتسبهم، ج۴ص۳۹۹ رقم: ۷۱۴۵)

شرح حدیث: یقیناوہ شخص میں ہی ہوں

حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن اَشْتَر علیہ رحمۃ اللہ الاکبر اپنے والدِ محترم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب حضرتِ سیِّدُنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ صحرائی سفر پر تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھی، میں رونے لگی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا: آپ اس بے آب وگیاہ ویران صحراء میں انتقال کررہے ہیں اور اس وقت نہ تو میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے آپ کے کفن ودفن کا انتظام ہوسکے اور نہ ہی آپ کے پاس، پھر میں کیوں نہ روؤں؟ فرمایا: رونا چھوڑ، تیرے لئے خوشخبری ہے۔ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی دو مسلمان جن کے دو یا تین بچے فوت ہوجائیں اور وہ اس پر صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو وہ کبھی بھی جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔ اور سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، باذنِ پروردگار غیبوں پر خبردار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہم چند لوگوں کو مخاطب کرکے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک شخص صحراء میں مرے گا اور اس کی وفات کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ اس کے پاس پہنچے گا۔ (مسند احمد، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث ۲۱۴۳۱، ج ۸، ص ۸۶۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ابوذر جندب بن جنادۃ، الرقم ۲ ۴۳۳، ج ۴، ص ۱۷۶)

اب ان تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی زندہ نہیں رہا۔ صرف میں اکیلا باقی ہوں اور ان سب کی وفات یا تو شہر میں ہوئی یا آبادی میں۔ اور میں صحراء میں فوت ہو رہا ہوں۔ یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں، اور اللہ عزَّ وَجَلَّ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر ملی، تُو جا اور دیکھ، ضرور کوئی نہ کوئی ہماری مدد کو آئے گا۔ (عیون الحکایات ص ۷۵)

(957) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَا تَمَسُّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَتَحِلَّةُ الْقَسَمِ قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: (وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا) وَالْوُرُودُ: هُوَ الْعُبُورُ عَلَى الصِّرَاطِ، وَهُوَ جِسْرٌ مَنْصُوبٌ عَلَى ظَهْرِ جَهَنَّمَ، عَافَانَا اللهُ مِنْهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اس کو آگ قسم پوری کرنے سے زیادہ نہ چھوئے گی۔ (متفق علیہ)

اور تحلۃ القسم سے مراد اللہ کا ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا تم میں سے ہر ایک نے اس جہنم پر سے گزرنا ہے۔ یہاں وارد ہونے کے لفظ سے مراد پل صراط کے اوپر سے گزرنا ہے۔ یہ جہنم کے اوپر رکھا ہوا ایک پل ہے ہم کو اللہ کریم اس سے عافیت عطا فرمائے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالی "واقسموا باللہ جھد ایمانھم" ج۴ص ۱۳۲ رقم: ۶۶۵۶، صحیح مسلم، باب فضل من یموت لہ ولد فیحتسبہ، ج۸ص۳۹ رقم: ۶۸۶۵، السنن الکبری للبیھقی، باب ما یرجی فی المصیبۃ بالاولاد اذا احتسبھم، ج۴ص۶۷، رقم: ۱۳۸۸، موطا امام مالک، باب الحسبۃ فی المصیبۃ، ج۲ص۲۲۵ رقم: ۵۵۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی ثواب من قدم ولدا، ج۳ص۳۷۳، رقم: ۱۰۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قسم سے مراد رب کا وہ فرمان ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ہر ایک کو دوزخ میں وارد ہونا ہے کیونکہ محشر سے جاتے ہوئے جنت کے راستہ میں دوزخ پڑتی ہے یعنی ایسا صابر دوزخ سے گزرے گا تو ضرور مگر صرف اس قسم کو پورا کرنے نہ کہ عذاب پانے کے لیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۵۱۱)

ایک یہودی کا قبولِ اسلام

حضرتِ سیِّدُنا عاصم بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا کھاتا دار ایک یہودی تھا۔ میں نے اسے مکہ مکرمہ میں گڑگڑاتے اور عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو اس کے حسنِ اسلام نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے اس سے اسلام لانے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں ابو اسحاق ابراہیم آجری نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اینٹوں کی بھٹی کی آگ کو بھڑکا رہے تھے۔ میں ان سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے گیا

تھا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا: مسلمان ہوجاؤ اور اس آگ سے ڈرجس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔تو میں نے کہا: اے ابواسحاق! تمہیں میرے اسلام نہ لانے پر کیا تکلیف ہے تم بھی تو دوزخ میں جاؤ گے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: شاید تمہاری مراد اللہ عزوجل کے اس قول سے ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔(پ16، مریم:71)

میں نے کہا: ہاں۔تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے کپڑے مجھے دے دو۔تو میں نے اپنا کپڑا دے دیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے کپڑے کو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر دونوں کپڑے تنور میں ڈال دیئے۔پھر کچھ دیر بعد وجد میں آگئے اور بلند آواز سے روتے ہوئے تنور میں کود پڑے۔تنور سے آگ کے بھڑکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تنور کے درمیان سے وہ کپڑے دیکتے ہوئے اٹھائے اور بھٹی کے دوسرے دروازے سے نکل آئے ان کے اس عمل نے مجھے خوفزدہ کردیا تھا۔چنانچہ میں تعجب سے دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں کپڑوں کی گٹھڑی صحیح سلامت اسی طرح موجود تھی جیسے آگ میں ڈالنے سے پہلے تھی۔جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گٹھڑی کو کھولا تو میرا کپڑا مکمل طور پر ان کے کپڑے میں لپٹا ہونے کے باوجود جل کر کوئلہ ہوچکا تھا جب کہ ان کا کپڑا صحیح سالم تھا اور اسے آگ نے چھوا تک نہ تھا پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس آیت سے یہی مراد ہے۔تو میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر فوراً ان کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔(بحر الدموع ص۱۸۹)

(958) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ، فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَّفْسِكَ يَوْمًا نَّاْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ، قَالَ: اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ، فَاَتَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَاَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِّنَ الْوَلَدِ اِلَّا كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاثْنَيْنِ مُتَّفَقٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صرف مرد آپ کی احادیث لے گئے آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمادیں تاکہ اس دن ہم حاضر ہوں آپ ہمیں اس میں سے کچھ سکھادیں جو آپ کو اللہ نے سکھلایا ہے۔تو آپ نے فرمایا: تم فلاں فلاں دن اکٹھی ہوجاؤ۔وہ جمع ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے آپ نے اس میں سے انہیں سکھایا جو آپ کو اللہ کریم نے تعلیم دیا ہے۔پھر فرمایا تم میں سے جو عورت تین بچے آگے بھیجے وہ اس کے

عَلَيْهِ۔

لیے آگ سے حجاب ہوں گے۔ ایک عورت نے عرض کیا: اور دو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، ج۱ص۴۲، رقم: ۱۲۴۹، صحیح مسلم، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، ج۶ص۳۹، رقم: ۶۸۶۷، سنن الکبری للنسائی، باب هل یجعل العالم للنساء یوم علی حدة فی طلب العلم، ج۳ص۴۵۱، رقم: ۵۸۹۹، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳۳، رقم: ۱۱۲۱۳، السنن الکبری للبیهقی، باب ما یرجی فی المصیبة، ج۴ص۶۷، رقم: ۷۳۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ ہمیں اس میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو اللہ نے سکھلایا ہے) یعنی مردوں نے آپ کا فیض صحبت بہت حاصل کیا ہر وقت آپ کی احادیث سنتے رہتے ہیں ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا اتنا موقعہ نہیں ملتا مہینہ میں یا ہفتہ میں ایک دن ہم کو بھی عطا فرمائیں کہ اس میں صرف ہم کو وعظ فرمایا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ وغیرہ کے لیئے دن مقرر کرنا بالکل جائز بلکہ سنت ہے۔ آج مدرسوں میں تعلیم، تعطیل، امتحان کے لیئے دن مقرر ہوتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ اسی طرح میلاد شریف، گیارھویں شریف، عرس بزرگانِ دین کے لیئے دن مقرر کرنا جائز ہے کہ ان سب میں دین کی تبلیغ ہوتی ہے، تبلیغ کے لیئے تعین درست۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عورتوں کو وعظ سنانا جائز ہے بشرطیکہ غیر محرم عورتیں پردہ میں رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عورت پر پردہ فرض نہ تھا کہ حضور امت کے لیئے مثل والد کے ہیں پھر بھی حضور بہت احتیاط فرماتے تھے۔

(تم فلاں فلاں دن اکٹھی ہو جاؤ) یوم سے مراد دن ہے اور جگہ شاید مسجد میں ہوگی یا کسی اور جگہ گھر میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ استاد ہی شاگردوں کو اپنے گھر نہ بلائے بلکہ کبھی شاگردوں کے گھر جا کر بھی تعلیم دیا کرے یا کسی تیسری جگہ کو مقرر کر دے جو نہ استاد کا گھر ہو نہ شاگرد کا، لہذا یہ حدیث موجودہ دینی مدرسوں کی اصل ہے جہاں شاگرد استاد جمع ہو کر علم سیکھیں سکھائیں، اگرچہ بہتر یہ ہی ہے کہ شاگرد استاد کے پاس جا کر سیکھے، موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے گئے تھے، خضر علیہ السلام آپ کے پاس نہ آئے تھے۔

(آپ نے اس میں سے انہیں سکھایا جو آپ کو اللہ کریم نے تعلیم دیا ہے) شاید یہ واقعہ ایک ہی بار ہوا اور ہوسکتا ہے کہ بارہا اس مدرسہ میں یہ اجتماع ہوتا رہا کیونکہ علّم باب تفعیل سے ہے جو آہستگی و تدریج بتاتا ہے۔

(تم میں سے جو عورت تین بچے آگے بھیجے) آگے بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ماں کی زندگی میں بچے فوت ہوں اور وہ ان پر صبر کرے، یہ مطلب نہیں کہ انہیں ہلاک کر دے۔

(اور دو تو رسول اللہ نے فرمایا اور دو) یہاں واؤ بمعنی اَوْ ہے اور اِثْنَیْن کی تکرار تاکید کے لیئے ہے یعنی یا دو فوت ہوں یا دو یا دو۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمتِ الٰہی کے بااختیار قاسم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کُن

کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے تو رب تعالیٰ نے تین بچے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا اچھا اب جب جبریل آئیں گے تو ان کے ذریعہ رب سے پوچھوالیں گے بلکہ خود ہی یہ جواب دے دیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۷۵)

22- بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُوْرِ بِقُبُوْرِ الظَّالِمِيْنَ وَمَصَارِعِهِمْ وَاِظْهَارِ الْاِفْتِقَارِ اِلَى اللهِ تَعَالٰى وَالتَّحْذِيْرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

ظالموں کی قبروں اور ان کی جگہوں کے پاس سے گزرتے وقت رونا اور ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار کرنا اور اس قسم کی غفلت سے ڈرانا

(959) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ- يَعْنِيْ لَمَّا وَصَلُوا الْحِجْرَ- دِيَارَ ثَمُوْدَ-: لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ، لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: لَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ، قَالَ: لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ، اَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ، اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ثُمَّ قَنَّعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اَجَازَ الْوَادِيَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فرمایا جب کہ آپ قوم ثمود کے علاقہ حجر میں پہنچے ان عذاب شدہ لوگوں کے علاقوں میں روتے ہوئے داخل ہوا گر نہ روؤ تو ان کے پاس سے نہ گزرو تا کہ تم کو وہ عذاب نہ پہنچ جائے جو ان کو پہنچا تھا۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام حجر سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنے پر ظلم کیا کہ تمہیں وہ عذاب نہ پہنچ جائے جو ان کو پہنچا۔ ہاں جب کہ تم رونے والے ہو (تو اس کیفیت میں گزرو) پھر رسول اللہ ﷺ نے سر جھکایا اور رفتار تیز کر دی حتیٰ کہ وادی عبور کر گئے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف والعذاب، ج ۱ ص ۹۲، رقم: ۴۳۳، صحیح مسلم، باب لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم الا ان تکونوا باکین، ج ۸ ص ۲۲۱، رقم: ۷۶۵۶، مسند عبد بن حمید، احادیث بن عمر ص ۲۵۵، رقم: ۷۹۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من کرہ الصلاۃ فی موضع الخسف والعذاب، ج ۲ ص ۴۵۱، رقم: ۴۵۳۰، صحیح ابن حبان باب بدء الخلق، ج ۱۴ ص ۷۹، رقم: ۶۱۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حجر وہ جگہ ہے جہاں صالح علیہ السلام کی قوم یعنی قوم ثمود آباد تھی، یہ جگہ تبوک جاتے ہوئے راستہ میں پڑی اور یہ واقعہ

غزوہ تبوک کا ہے وہاں عذاب الٰہی آیا تھا اب اس کے کھنڈرات موجود تھے۔

معلوم ہوا کہ جہاں عذاب الٰہی آچکا ہو وہاں جانا نہ چاہیے کہ وہاں اللہ کی لعنت برس رہی ہے کہ تم بھی اسمیں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ اس سے پتہ چلا کہ جہاں اللہ کی رحمتیں آچکی ہوں وہاں ضرور جانا چاہیے کہ وہاں اب بھی نزول انوار ہے تم بھی اس میں کچھ پالو، مثلاً صفا مروہ پہاڑیاں، منیٰ مزدلفہ، عرفات، یوں ہی حضرات اولیاء اللہ کے آستانے تا قیامت انوار الٰہی کے مقامات ہیں۔

قوم ثمود کے کنویں کا پانی پینے سے بھی حضور نے منع فرمادیا بلکہ جن لوگوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا ان کا گوندھا ہوا آٹا بھی پھنکوادیا۔ اس سے پتہ لگا کہ مکین کا اثر مکان میں ہوتا ہے، یوں ہی بندوں کا اثر زمانہ میں ہو جاتا ہے۔ جس جگہ یا جس وقت اللہ کے مقبول بندے نے عبادت کی ہو وہ جگہ وہ وقت قبولیت کے ہو جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم فرماتے ہیں کہ شہر میں بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ بازار ہیں، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اچھے برے لوگوں کی صحبت میں تاثیر ہے۔ (مرقات) مصر میں فرعون پر عذاب نہ آیا لہذا وہاں رہنا ممنوع نہیں، طوفان نوح کفار کے لیے عذاب تھا مگر مؤمنوں کے لیے رحمت لہذا اس کا حکم کچھ اور ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۶۴۹)

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور قوم ثمود

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ نے جب قوم ثمود کو خدا (عزوجل) کا فرمان سنا کر ایمان کی دعوت دی تو اس سرکش قوم نے آپ سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپ اس پہاڑ کی چٹان سے ایک گابھن اونٹنی نکالیے جو خوب فربہ اور ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ہو۔ چنانچہ آپ نے چٹان کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ فوراً ہی پھٹ گئی اور اس میں سے ایک نہایت ہی خوبصورت وتندرست اور خوب بلند قامت اونٹنی نکل پڑی جو گابھن تھی اور نکل کر اس نے ایک بچہ بھی جنا اور یہ اپنے بچے کے ساتھ میدانوں میں چرتی پھرتی رہی۔

اس بستی میں ایک ہی تالاب تھا جس میں پہاڑوں کے چشموں سے پانی گر کر جمع ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھو یہ معجزہ کی اونٹنی ہے۔ ایک روز تمہارے تالاب کا سارا پانی یہ پی ڈالے گی اور ایک روز تم لوگ پینا۔ قوم نے اس کو مان لیا پھر آپ نے قوم ثمود کے سامنے یہ تقریر فرمائی کہ:۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (پ8، الاعراف: 73)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لئے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

چند دن تو قوم ثمود نے اس تکلیف کو برداشت کیا کہ ایک دن اُن کو پانی نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ اس دن تالاب کا سارا پانی اونٹنی پی جاتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے طے کرلیا کہ اس اونٹنی کو قتل کرڈالیں۔

قدار بن سالف:۔ چنانچہ اس قوم میں قدار بن سالف جو سرخ رنگ کا بھوری آنکھوں والا اور پستہ قد آدمی تھا اور ایک زنا کار عورت کا لڑکا تھا۔ ساری قوم کے حکم سے اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ حضرت صالح علیہ السلام منع ہی کرتے رہے، لیکن قدار بن سالف نے پہلے تو اونٹنی کے چاروں پاؤں کو کاٹ ڈالا۔ پھر اس کو ذبح کردیا اور انتہائی سرکشی کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبانہ گفتگو کرنے لگا۔ چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

(پ8،الاعراف77)

ترجمہ کنزالایمان: پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

زلزلہ کا عذاب: قوم ثمود کی اس سرکشی پر عذاب خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ پہلے ایک زبردست چنگھاڑ کی خوفناک آواز آئی۔ پھر شدید زلزلہ آیا جس سے پوری آبادی اتھل پتھل ہوکر چکنا چور ہوگئی۔ تمام عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر تہس نہس ہوگئیں اور قوم ثمود کا ایک ایک آدمی گھٹنوں کے بل اوندھا گر کر مر گیا۔ قرآن مجید نے فرمایا کہ:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا۔ (پ8،الاعراف:78)

حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پوری بستی زلزلوں کے جھٹکوں سے تباہ و برباد ہوکر اینٹ پتھروں کا ڈھیر بن گئی اور پوری قوم ہلاک ہوگئی تو آپ کو بڑا صدمہ اور قلق ہوا۔ اور آپ کو قوم ثمود اور اُن کی بستی کے ویرانوں سے اس قدر نفرت ہوگئی کہ آپ نے اُن لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اُس بستی کو چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے اور چلتے وقت مردہ لاشوں سے یہ فرما کر روانہ ہوگئے کہ:

يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔ (پ۸،الاعراف:۷۹)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قوم ثمود کی پوری بستی برباد و ویران ہوکر کھنڈر بن گئی اور پوری قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی کہ آج اُن کی نسل کا کوئی انسان روئے زمین پر باقی نہیں رہ گیا۔ (تفسیر الصاوی، ج۲، ص۶۸۸، پ۸، الاعراف: ۷۳۔۷۷ تا ۷۹ ملخصاً)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

8-كِتَابُ اٰدَابُ السَّفَر

سفر کے آداب کا بیان

23-بَابُ اسۡتِحۡبَابِ الۡخُرُوۡجِ یَوۡمَ الۡخَمِیۡسِ، وَاسۡتِحۡبَابِہٖ اَوَّلَ النَّہَارِ

جمعرات کے دن اور پہلے پہر سفر پر نکلنا مستحب ہے

(960) عَنۡ کَعۡبِ بۡنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِیۡ غَزۡوَۃِ تَبُوۡكَ یَوۡمَ الۡخَمِیۡسِ، وَکَانَ یُحِبُّ اَنۡ یَّخۡرُجَ یَوۡمَ الۡخَمِیۡسِ. مُتَّفَقٌ عَلَیۡہِ. وَفِیۡ رِوَایَۃٍ فِی الصَّحِیۡحَیۡنِ: لَقَلَّمَا کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَخۡرُجُ اِلَّا فِیۡ یَوۡمِ الۡخَمِیۡسِ.

حضرت کعب بن مالک ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے روز غزوہ تبوک کے لیے نکلے اور آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند کرتے تھے۔ (متفق علیہ) اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے دن کے علاوہ بہت کم ہی سفر پر نکلتے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اراد غزوۃ فوری بغیرھا ومن احب الخروج یوم الخمیس، ج۲ص۳۰ رقم: ۲۹۵۰، الاداب للبیھقی، باب الخروج یوم الخمیس، ج۱ص۳۰۱ رقم: ۹۶۲، مسند امام احمد، حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۶ص۳۸۷ رقم: ۲۷۲۱۹، مصنف عبدالرزاق، باب صلاۃ الجماعۃ فی السفر و کیف تسلیم الحاج ج۵ص۱۶۹ رقم: ۹۲۷۰، سنن ابوداؤد، باب فی ای یوم یستحب السفر، ج۳ص۳۳۰ رقم: ۲۶۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ وہی کعب ابن مالک ہیں جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوسکے تھے جس پر آپ کا بائیکاٹ کیا گیا تھا، پھر سورۂ توبہ میں آپ کی توبہ قبول ہونے بائیکاٹ کھلوانے کا ذکر ہے، بڑی ہی شان کے مالک ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو صادقین میں سے فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کو حکم دیا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ۔

تبوک غیر منصرف ہے علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے۔ بوك سے بنا ہے بمعنی پانی کا جوش مارنا لکڑی وغیرہ رہنے کی وجہ سے، شام کے ایک شہر کا نام تبوک ہے۔ یہ فقیر تبوک کے اوپر سے ہوائی جہاز سے گزرا، مدینہ منورہ سے خیبر ایک سو ساٹھ میل ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک ہے، اس زمانہ میں مدینہ منورہ سے تبوک ایک ماہ کے فاصلہ پر تھا، غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا اور یہ حضور انور کا آخری غزوہ ہے۔ (ازمرقات) فقیر نے خیبر کی زیارات کی ہیں اب حجاز کی سرحد مقام معان تک ہے، معان تبوک سے تقریبًا دو سو میل ہے اور معان سے مقام عمان تین سو میل ہے، عمان اردن کا دارالخلافہ ہے، عمان سے ۹۸ میل بیت المقدس ہے جسے اب قدس کہتے ہیں بیت المقدس فلسطین میں ہے۔

(آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند کرتے تھے) یا تو سفر جہاد کے لیے جمعرات پسند فرماتے تھے یا ہر سفر کے

لیے۔ خیال رہے کہ چند وجوہ سے جمعرات کو سفر کے لیے پسند فرمایا گیا: ایک یہ کہ جمعرات مبارک دن ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ عمل حج کی ابتداء اس دن سے ہو۔ دوسرے یہ کہ جمعرات ہفتہ کا آخری دن ہے۔ تیسرے یہ کہ جمعرات جمعہ کا پڑوسی ہے کہ اس کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جمعرات کو عربی میں خمیس کہتے ہیں تو اس دن روانگی میں نیک فال ہے۔ پانچویں یہ کہ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جو خمیس بمعنی پانچ سے بنا ہے اور غنیمت سے اللہ رسول کے لیے خمس ہی نکالا جاتا ہے اللہ تعالیٰ خمیس کی برکت سے خمس والی غنیمت عطا فرمائے۔ خیال رہے کہ سفر کے لیے ہفتہ، سوموار اور جمعرات نہایت ہی مبارک ہیں جو کوئی ہفتہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے سفر کو نکل جائے ان شاء اللہ کامیاب اور بامراد واپس ہوگا۔ (از مرقات واشعہ مع زیادۃ) مگر خیال رہے کہ اسلام میں کوئی دن یا کوئی ساعت منحوس نہیں ہاں بعض دن بابرکت ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۸۶)

(961) وَعَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ. وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ اَوَّلَ النَّهَارِ، فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ میری امت کے لیے اس کی صبحوں میں برکت عطا فرما۔ آپ جب چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو اس کو دن کے شروع میں بھیجتے۔ اور صخر تاجر تھے وہ اپنا سامان تجارت دن کے شروع میں بھیجتے تو صاحب ثروت ہو گئے اور ان کا مال زیادہ ہو گیا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الابتکار فی السفر، ج۲ص۳۴۰، رقم: ۲۶۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التکبیر فی التجارۃ، ج۳ص۵۱۰، رقم: ۱۲۱۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الابتکار فی السفر، ج۹ص۱۵۱، رقم: ۱۸۴۲۲، سنن ابن ماجہ، باب ما یرجی من البرکۃ فی البکور، ج۳ص۵۰، رقم: ۲۲۳۶، سنن الدارمی، باب بارک لامتی فی بکورھا، ج۲ص۲۸۳، رقم: ۲۴۳۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام صخر ابن عمرو ابن عبداللہ ابن کعب ازدی ہے، آپ صحابی ہیں، طائف میں قیام رہا، شمار اہل حجاز سے ہے۔ (مرقات، اشعہ)

(میری امت کے لیے اس کی صبحوں میں برکت عطا فرما) یعنی میری امت کے تمام ان دینی و دنیاوی کاموں میں برکت دے جو وہ صبح سویرے کیا کرے جیسے سفر طلب علم تجارت وغیرہ۔

یعنی حضور کی دعا وہ تھی جو ابھی بیان ہوئی اور عمل یہ تھا لہٰذا حضور کے دعا و عمل سے یہ وقت برکت والا ہے۔

صحابہ کا تجربہ بھی اس کے متعلق ہو چکا ہے کہ وہ حضرات اس سنت پر عمل کی برکت سے بہت فائدے اٹھا چکے ہیں۔ فقیر نے بھی تجربہ کیا کہ صبح سویرے کاموں میں بہت برکت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو طالب علم مغرب وعشاء کے دوران اور فجر کے وقت محنت کرے پھر عالم نہ بنے تو تعجب ہے اور جو طالب علم ان دو وقتوں میں محنت نہ کرے اور عالم بن جاوے تو بھی حیرت ہے۔

ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ روایت کی الٰہی میری امت کے جمعرات کے دن صبح کے وقت کے کاموں میں برکت دے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج۵ ص ۸۰۲)

24-بَابُ اسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتَأْمِيْرِهِمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُّطِيْعُوْنَهٗ

ساتھی بنانا اور ساتھیوں میں کسی ایک کو اپنا امیر بنانا

(962) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ، مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهٗ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کے بارے وہ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو کوئی بھی تنہا سفر نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السیر وحدہ، ج۲ص۵۰، رقم:۲۹۹۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراھیۃ السفر وحدہ، ج۵ص۲۵۷، رقم:۱۰۳۲۸، سنن الدارمی، باب ان الواحد فی السفر شیطان، ج۲ص۳۷۵، رقم:۲۶۶۹، مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۲، رقم:۴۷۷۰، مسند الحمیدی، احادیث عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۹۲، رقم:۶۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دینی و دنیاوی دونوں نقصان۔ دینی نقصان تو یہ کہ اکیلا آدمی سفر میں جماعت نہیں کر سکتا۔ دنیاوی نقصان یہ کہ اکیلے میں وحشت بھی ہوتی ہے، سفر کے ضروریات بھی پورے نہیں ہوتے، بیماری میں تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے، اگر موت واقع ہو جائے تو کوئی وطن میں خبر پہنچانے والا بھی نہیں ہوتا۔

اگر اکیلے سفر کرنے کے نقصانات کماحقہ معلوم ہوں تو پیدل تو کیا سوار بھی اکیلے سفر کرنے کی جرات نہ کرے لہذا اس میں پیدل کو اکیلے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ خیال رہے کہ اُس زمانہ میں راستے پر امن نہ تھے اکیلے سفر نہایت خطرناک تھا اب ریل ہوائی جہاز موٹروں کی وجہ سے وہ خطرے نہیں ہیں لہذا اب احکام نرم ہوں گے، نیز رات کا اکیلے سفر اس زمانہ میں زیادہ خطرناک تھا وہاں یہ مثل مشہور تھی اللیل اخفی بالویل اس لیے خصوصیت سے رات ہی میں سفر کا ذکر ہوا۔

(مراۃ المناجیح، ج۵ ص ۷۸۷)

انسان کا تنہا سفر کرنا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم، شفیع معظم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیجڑے مردوں پر اور ان مردانی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور بیابان میں تنہا سفر کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابو ہریرۃ، الحدیث: ۷۸۶۰، ج۳، ص۱۳۳)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بُرے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو اکیلا کھائے اور اپنے مہمانوں کو کھانے سے روک دے اور تنہا سفر کرے اور اپنے غلام کو مارے۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جس کے شر سے ڈرا جائے اور اس سے بھلائی کی امید نہ ہو۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت بیچ دے۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو دین کے ذریعے دنیا کھائے۔

(کنز العمال، کتاب المواعظ......الخ، قسم الاقوال، الحدیث: ۴۴۰۳۸، ج۱۶، ص۴۰)

(963) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اکیلا سوار ایک شیطان ہے دو سوار دو شیطان اور تین سوار (گویا کہ) قافلہ ہیں۔ ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهية ان يسافر الرجل وحده، ج۳ص۱۹۳، رقم: ۱۶۷۰، سنن ابوداؤد، باب فی الرجل يسافر وحده، ج۲ص۳۳، رقم: ۲۶۰۷، الاداب للبيهقی، باب كراهية السفر وحده، ج۱ص۳۹۲، رقم: ۶۸۰، المستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۲۴۹۵، سنن الكبرىٰ للنسائی، باب النهی عن سير الراكب وحده، ج۵ص۲۶۶، رقم: ۸۸۴۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جنگل میں اکیلا مسافر آفات کے نرغہ میں ہوتا ہے، نماز باجماعت سے محروم ہے، ضرورت کے وقت اسے مددگار کوئی نہ ملے گا، بلاؤں آفتوں کے خطرے میں ہے خصوصًا اس زمانہ پاک میں جب کہ راستے پر خطر تھے اب اس امن کے زمانہ میں بھی ریل کے ڈبہ میں اکیلے سفر کرنے والے چلتی ٹرین میں لٹ گئے حتی کہ حکومت نے انٹر کلاس کی زنانہ سواریوں کو اجازت دی کہ وہ رات میں اپنی تھرڈ کلاس کی سہیلی کو اپنے ساتھ انٹر میں بٹھا سکتی ہیں سرکار کے فرمان ہمیشہ ہی مفید ہیں۔

اور دو مسافر بھی آفات کے خطرے میں ہیں کہ اگر ایک بیمار ہو جائے تو دوسرا بے یار و مددگار رہ جائے اور تین مسافر ہیں جنہیں صحیح معنی میں قافلہ کہا جاوے۔ رکب اسم جمع ہے جیسے نفر اور رھط اور صحب اس لیے ارشاد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ (رحمت) ہے۔ اس فرمان عالی میں بھی بڑی حکمتیں ہیں سفر میں کسی کی رضا قضا واقع ہو جائے تو باقی اور دو آسانی سے اسے سنبھال سکتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۸۷)

(964) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ حَدِیْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی سفر پر نکلیں تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی القوم یسافرون یؤمرون احدھم، ج۲ص۳۴۰ رقم: ۲۶۱۰ سنن الکبری للبیہقی، باب القوم یؤمرون احدھم اذا سافروا، ج۵ص۲۵۷ رقم: ۱۰۳۳۱ مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۳۱۹ رقم: ۱۰۵۴ المعجم الاوسط للطبرانی، من بقیۃ من اول اسمہ میم، ج۸ص۹۹ رقم: ۸۰۹۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر مسافر تین یا زیادہ ہوں تو انتظام قائم رکھنے کے لیے اپنے میں سے ایک افضل اور تجربہ کار کو اپنا سردار بنائیں جو ہر چیز کا انتظام رکھے اور باقی ساتھی اس کے مشورہ پر عمل کریں اس میں برکت بھی ہوگی اور سفر میں آسانی بھی اس سردار کو چاہیے کہ اپنے کو ان ساتھیوں کا حاکم نہ سمجھے بلکہ خادم تصور کرے، نماز بھی وہ ہی پڑھائے جیسا کہ بزاز نے بروایت حضرت ابوہریرہ مرفوعًا روایت کی کہ جب تم چند آدمی سفر کرو تم میں سے بڑا قاری (عالم) تمہاری امامت کرے اور جب وہ تمہاری امامت کرے تو وہ ہی تمہارا امیر و سردار ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۰۵)

(965) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَیْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ، وَخَیْرُ السَّرَایَا اَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَیْرُ الْجُیُوْشِ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ، وَلَنْ یُّغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِّنْ قِلَّةٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھے ساتھی چار ہیں اور اچھے چھوٹے لشکر کی تعداد چار سو ہے اور بڑے لشکروں میں سے بہتر چار ہزار تعداد والا ہے۔) اور بارہ ہزار کا لشکر عددی قلت کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہ ہوگا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی السرایا، ج۳ص۲۲۵ رقم: ۱۵۵۵ المستدرک للحاکم، کتاب الجهاد ج۲ص۳۴۲ رقم: ۲۴۸۹ سنن ابوداؤد، باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا، ج۳ص۳۱ رقم: ۲۶۱۳ سنن سعید بن

منصور، باب ما جاء فی خیر الجیوش وخیر السرایا وخیر الصحابة، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۲۸۶۔مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۶۷۲، رقم: ۲۶۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابہ جمع ہے صاحب بمعنی ساتھی کی اور فاعل کی جمع بروزن فعالہ اس کے سوا کہیں نہیں آئی۔ (مرقات) یہاں ساتھی سے مراد سفر کے ساتھی ہیں۔ چار ہم سفر ساتھیوں کو اس لیے افضل فرمایا گیا کہ اگر ان میں سے ایک راستہ میں فوت ہو جائے اور ان بقیہ میں سے ایک کو اپنا وصی ومنتظم کر جائے تو باقی دو اس وصیت کے گواہ بن سکتے ہیں۔ بعض شارحین نے کہا کہ پانچ ساتھی چار سے افضل ہیں بلکہ جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اتنا ہی اچھا ہے۔ (اشعہ) جیسے جماعت نماز میں جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اسی قدر اچھا۔

پہلے کہا جا چکا ہے کہ سریہ چھوٹے لشکر کو بھی کہتے ہیں اور اس فوج کو بھی جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں یہاں پہلے معنی میں ہے کیونکہ اس کے مقابل جیوش آ رہا ہے۔

یعنی بہتر یہ ہے کہ لشکر جرار چار ہزار سے کم نہ ہو زیادہ ہو تو بہتر ہے۔

یعنی بارہ ہزار کا لشکر جرار کبھی کمی تعداد کی وجہ سے دشمن کے مقابل شکست نہیں کھائے گا کسی اور وجہ سے شکست کھا جائے جیسے آپس کے جھگڑے، امیر کی نافرمانی، بے صبری، مال غنیمت کی رغبت وغیرہ۔ چنانچہ غزوہ حنین میں حضرات صحابہ نے اولاً ظاہری شکست کمی تعداد کی وجہ سے نہ کھائی بلکہ اپنی کثرت پر اعتماد کرنے رب تعالٰی سے بے توجہ ہو جانے کی وجہ سے کھائی، رب تعالٰی فرماتا ہے: ﴿وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ﴾ اس جنگ میں ہوازن سے مقابلہ تھا، مسلمان بارہ ہزار تھے، دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار وہ مسلمانان مکہ جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ (مرقات) اولاً مسلمانوں کے قدم اکھڑے پھر جب مسلمانوں کی نظر گئی تو فتح پائی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ص۸۰۶)

25-بَابُ اٰدَابِ السَّیْرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَبِیْتِ وَالنَّوْمِ فِی السَّفَرِ وَاسْتِحْبَابِ السُّرٰی وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِّ وَمُرَاعَاةِ مَصْلَحَتِهَا وَاَمْرِ مَنْ قَصَّرَ فِیْ حَقِّهَا بِالْقِیَامِ بِحَقِّهَا وَجَوَازِ الْاِرْدَافِ عَلَی الدَّابَّةِ اِذَا کَانَتْ تُطِیْقُ ذٰلِکَ

سفر میں چلنے اترنے رات گزارنے اور سونے کے آداب اور رات کو روانگی جانوروں سے نرمی کرنے ان کی مصلحت کی رعایت اور سواری پر کسی کو پیچھے بٹھانے کا جواز اگر جانور اس کی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی جانور کے حق میں سستی کرے تو اس کے حق کو ادا کرنے کا حکم

(966) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ، فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ، فَأَسْرِعُوْا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ، فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيْقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. مَعْنَى أَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ أَيْ: اُرْفُقُوْا بِهَا فِي السَّيْرِ لِتَرْعٰى فِي حَالِ سَيْرِهَا، وَقَوْلُهُ: نِقْيَهَا هُوَ بِكَسْرِ النُّوْنِ وَاِسْكَانِ الْقَافِ، وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتُ وَهُوَ: الْمُخُّ، مَعْنَاهُ: أَسْرِعُوْا بِهَا حَتّٰى تَصِلُوا الْمَقْصِدَ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ. وَالتَّعْرِيْسُ: النُّزُوْلُ فِي اللَّيْلِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم خوشحالی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹ کو زمین (چرنے) سے اس کا حق دو اور جب تم قحط کے زمانہ میں سفر کرو تو ان پر سفر تیز کرو اور ان کا گودا ختم ہونے سے پہلے منزل تک پہنچو۔ اور جب تم رات کو آرام کے لیے اترو تو راستہ سے بچو کیونکہ یہ جانوروں کے راستے ہیں اور رات کو کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانہ ہے۔ ''أَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ'' کا مطلب ہے کہ سفر کرنے میں اونٹ سے نرمی کرو تا کہ وہ چلتے ہوئے چر سکے ''نِقْيَهَا'' نون پر زیر قاف ساکن اور یا مثناۃ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے۔ مغز یعنی اس کو تیز لے جاؤ تا کہ سفر کی مشقت سے گودا ختم ہونے سے پہلے منزل تک پہنچ جاؤ۔ (مسلم) تعریس کا مطلب ہے رات کو آرام کے لیے پڑاؤ کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب مراعاۃ مصلحۃ الدواب فی السیر والنھی عن التعریس فی الطریق، ج٦ ص٥٣، رقم: ٥٠٦٨، سنن ابوداؤد، باب فی سرعۃ السیر والنھی عن التعریس فی الطریق، ج٣ ص٣٣٣ رقم: ٢٥٠١، الاداب للبیھقی، باب کیفیۃ السیر فی الجدب والخصب، ج١ ص٣٩١ رقم: ٦٢٣، سنن الکبرٰی للنسائی، باب اعطاء الابل فی الخصب حقھا من الارض، ج٥ ص٢٥٢، رقم: ٨٨١٣، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج٣ ص٢٢٧، رقم: ٨٩٢٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خصب خ کے فتح ص کے سکون سے بمعنی ارزانی کا سال یہاں مراد سرسبزی کا زمانہ ہے جب بارشیں مناسب ہو چکی ہوں جنگل ہر بھرے ہوں تو اس طرح (سفر کرو) کہ تھوڑی تھوڑی دور سفر کر کے اونٹ کو چرنے کے لیے چھوڑ دو کہ وہ بھی زمین کی سبزی کھالے راستہ میں ٹھہرتے اور چراتے ہوئے سفر طے کرو۔

(اور جب تم قحط کے زمانہ میں سفر کرو) راستہ میں بلاضرورت نہ ٹھہرو جلد سفر کر کے منزل پر پہنچو تا کہ اونٹ تھک کر راہ میں ہی نہ رہ جائیں جس سے تم کو بھی مصیبت پڑ جائے۔

عرستم بنا ہے تعریس سے عربی میں تعریس کے معنی ہیں مسافر کا آخری رات میں آرام کرنا، یہاں بطریق تجربہ مطلقًا رات میں آرام کرنا مراد ہے اول رات میں ہو یا آخر رات میں جیسا کہ آئندہ وجہ بیان فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے۔ یہ احکام استحبابی ہیں بطور مشورہ۔

دواب سے مراد مسافروں کے جانور ہیں۔ ہوام سے مراد زہریلے جانور سانپ بچھو وغیرہ بہر حال راستے اور گزرگاہ میں اترنا ٹھہرنا تکلیف دہ بھی ہے خطرناک بھی۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ تعریس سے مراد مطلقا اترنا ہے رات میں ہو یا دوپہری میں۔

نقی نون، قاف، ی بمعنی ہڈی کی مینگ یعنی اس سے پہلے سفر ختم کرکے گھر پہنچ جاؤ کہ جانوروں کی ہڈی کی مینگ ختم ہوجائے اور دبلے ہو کر تھک رہیں۔ بعض شارحین نے نقب ب سے روایت کی ہے بمعنی اونٹ کے پاؤں کا ہلکا ہوجانا یعنی ان کا پاؤں ہلکا پڑ جانے سے پہلے گھر پہنچ جاؤ جب بھی مطلب وہ ہی ہے۔ بعض لوگوں نے نقب بمعنی راستہ کہا مگر یہ غلط ہے کہ پھر مطلب ہی کچھ نہیں بنتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۹۱)

(967) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ، فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى يَمِيْنِهِ، وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى كَفِّهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں رات کے وقت آرام کے لیے اترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹتے۔ اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے آرام کے لیے اترتے تو بازو کو کھڑا کر لیتے اور سر ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: إِنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهُ لِئَلَّا يَسْتَغْرِقَ فِي النَّوْمِ، فَتَفُوتَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ عَنْ أَوَّلِ وَقْتِهَا.

علماء نے فرمایا: بازو کھڑا رکھنا اس لیے تھا کہ نیند گہری نہ ہو تا کہ نماز صبح اپنے وقت یا اول وقت سے رہ نہ جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۵۹۴ مسند امام احمد، حديث ابی قتادة الانصاری، ج۵ص۳۰۹، رقم: ۲۲۶۸۵ الآداب للبيهقي، باب التعريس في السفر، ج۱ص۳۹۱، رقم: ۶۲۵ الشمائل المحمدية للترمذی، باب ما جاء فی نوم رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص۲۴۳، رقم: ۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کی حالت میں کسی جگہ اول رات یا آدھی رات میں اترتے آرام فرماتے تو سونے کی نیت سے لیٹتے تھے داہنی کروٹ پر داہنا رخسارہ داہنی ہتھیلی پر رکھ کر لیٹتے تھے لیٹنے میں سنت طریقہ یہ ہی ہے۔

یعنی اگر آخری شب میں جب صبح صادق ہونے والی ہوتی آپ آرام کے لیے اترتے تو اس طریقہ سے لیٹتے تا کہ نیند نہ آجاوے۔ خیال رہے کہ عرب میں اکثر شب میں سفر کرتے ہیں دن میں کسی منزل پر آرام کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۵۳)

(968) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. اَلدُّلْجَةُ: السَّيْرُ فِي اللَّيْلِ.

نے فرمایا: تاریکی میں سفر کو لازم پکڑو کیونکہ زمین رات میں سمیٹ دی جاتی ہے۔ اسے ابوداؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ دلجہ رات میں سفر کرنے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الدلجة، ج۲ص۳۳۳ رقم: ۲۶۰۳، الاداب للبیهقی، باب کیفیة السیر فی الجدب والخصب ج۱ص۲۹۱ رقم: ۹۲۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج۲ص۳۹۰ رقم: ۲۵۲۵، مصنف عبدالرزاق، باب ذکر الغیلان والسیر باللیل، ج۵ص۱۶۰ رقم: ۹۲۴۷، موطا امام مالک، باب ما یؤمر به من العمل فی السفر، ج۵ص۱۳۲۶ رقم: ۳۵۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اب بھی اہل عرب رات میں سفر زیادہ کرتے ہیں، سمندری جہاز رات میں تیز چلائے جاتے ہیں، تمام حجاج سے بعد نماز عشاء کہہ دیا جاتا ہے کہ اب آرام کرو جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا۔ دلجہ رات کی اندھیری کو کہتے ہیں اسی سے ہے ادلاج۔ اس طرح کہ رات کا مسافر یہی سمجھتا ہے کہ ابھی میں نے سفر کم کیا ہے مگر ہو جاتا ہے زیادہ۔ اس فرمان عالی کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رات میں بھی سفر کیا کرو صرف دن کے سفر پر قناعت نہ کیا کرو، بعض احادیث میں ہے کہ اول دن اور اول رات میں سفر کرو۔ (اشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۸۰۳)

(969) وَعَنْ أَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوْا فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ إِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطٰنِ! فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل میں اترتے تو وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھر جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا ان وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھرنا صرف شیطان کی شرارت ہے۔ پس صحابہ اس کے بعد جہاں بھی اترتے ایک دوسرے سے مل کر اکٹھے ہو جاتے۔ اسے ابوداؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یؤمر من انضمام العسکر وسعته، ج۳ص۲۲۵ رقم: ۲۶۳۰، السنن الکبری للبیهقی، باب ما یؤمر به من انضمام العسکر، ج۹ص۱۵۲ رقم: ۱۸۹۲۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج۲ص۳۹۲ رقم: ۲۵۴۰، صحیح ابن حبان، باب المسافر، ج۶ص۴۰۸ رقم: ۲۶۹۰، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثالث فی السیر والنزول ج۵ص۲۱ رقم: ۳۰۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام جرثوم ہے، کنیت ابوثعلبہ مگر آپ کنیت میں مشہور ہیں، آپ بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، حضور انور

نے آپ کو اپنی قوم خشن کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا، آپ کی تبلیغ سے وہ سب لوگ مسلمان ہوگئے پھر آپ نے شام میں قیام اختیار کیا، ۵۷ھ میں انتقال کیا۔ (اشعہ) مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ۵۵ھ میں حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی رضی اللہ عنہما۔ (مرقات واشعہ)

شعاب جمع ہے شعب کی بمعنی گھاٹی یا پہاڑی راستہ یعنی حضرات صحابہ کرام دوران سفر میں جب کبھی عارضی قیام فرماتے تھے تو متفرق ہو کر کچھ حضرات کہیں کچھ کہیں۔

(شیطان کی شرارت ہے) یعنی تمہارے اس طرح بکھرنے سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ کفار سے تم پر چڑھائی کرادے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ لوگ متفرق ہیں ان پر اچانک ٹوٹ پڑو یہ ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے اس طرح الگ الگ اترنا خطرناک ہے۔ انماذلکم تاکید کے لیے ہے جیسے جسمانی دوری خطرناک ہے ایسے ہی دلی دوری بھی شیطانی اثر سے ہوتی ہے اور سخت خطرناک رب تعالیٰ مسلمانوں میں تنظیم اور یکجہتی نصیب کرے۔

سبحان اللہ! حضور نے مسلمانوں کے صرف جسموں کو یکجا نہ فرمایا بلکہ ان کے دلوں کو بھی یکجا کردیا مسلمان یک دل اور یک جان ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مسافر منزل پر اکٹھے رہیں اس میں بہت فائدے ہیں۔ ہر ایک ایک دوسرے سے خبردار رہتا ہے تعاون کرسکتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۰۸)

(970) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو - وَقِيلَ: سَهْلِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ الْمَعْرُوفِ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: اتَّقُوا اللهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً، وَكُلُوهَا صَالِحَةً رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔

حضرت سہل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سہل بن ربیع بن عمرو انصاری ہیں یہ ابن حنظلیہ کے نام سے معروف ہیں اور یہ اہل بیعت رضوان رضی اللہ عنہم والوں میں سے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے اس کی پشت پیٹ سے لگی تھی۔ آپ نے فرمایا: ان بے زبان چوپاؤں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو ان پر درست ہونے کی حالت میں سواری کرو اور ان کا درست ہونے کی حالت میں گوشت کھاؤ۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

-ہے-

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۲۵۵۰ صحیح ابن خزیمه باب استحباب الاحسان الی الدواب، ج۴ص۱۴۳، رقم: ۲۵۴۵ مسند امام احمد حدیث سهل بن الحنظلیة ج۶ص۱۸۰ رقم: ۱۰۶۲۲ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمه سهل بن الحنظلیة، ج۶ص۹۶ رقم: ۵۶۲۰ صحیح ابن حبان، باب الجار ح۲ص۳۰۲ رقم:

(۵۲۵

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
سہیل کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے، حنظلیہ یا تو ان کی پردادی کا نام ہے یا ان کی ماں کا نام، حضرت سہیل بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، گوشہ نشین عابد تھے، شام میں قیام رہا، امیر معاویہ کی شروع خلافت میں دمشق میں وفات پائی۔ (اشعہ ومرقات)

(اس کی پشت پیٹ سے لگی تھی) یعنی سخت بھوک و پیاس کی وجہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ بڑا ہے کہ انسان تو اپنا دکھ درد کسی سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کسی سے فریاد بھی نہیں کرسکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا چارہ پانی مالک پر واجب ہے، بعض آئمہ کے ہاں ظالم مالک کو حاکم جانور فروخت کردینے پر مجبور کرسکتا ہے۔

(ان پر درست ہونے کی حالت میں سواری کرو) یعنی جو جانور سواری کے لائق ہو اس پر سوار ہو، بیمار اور کمزور، چھوٹے بچے پر نہ سواری کرو نہ بوجھ لادو، یہ ہے اسلامی عدل و انصاف اور یہ ہے حضور کی رحمت علی الخلق، آج حکومتیں جانوروں کے متعلق قوانین بناتی ہیں ظالم مالکوں کا چالان کرتی ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ جانور کو بالکل تھکا کر نہ چھوڑ و بلکہ ابھی اس میں قوت ہو کہ اسے کھول دو کہ وہ دانہ پانی کھا پی لیں اس سے جانور کی تندرستی اور قوت خراب نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جانور کو بوڑھا ناکارہ کرکے محنت سے آزاد نہ کرو بلکہ ابھی اس میں کچھ طاقت ہو کہ اس سے کام لینا موقوف کردو، گائے، بھینس وغیرہ ہے تو انہیں ذبح کرادو، گھوڑا وغیرہ ہے تو اسے کام سے آزاد کردو، کچھ کھانا جاری رکھو اس سے اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے گا اور تمہارے گھر میں برکت دے گا یہ بہت آزمایا ہوا عمل ہے۔ بعض لوگ بوڑھے جانور کو نکالتے نہیں بلکہ کام سے آزاد کردیتے ہیں، کھانا پانی جاری رکھتے ہیں، یہ ہی غلاموں، نوکروں سے برتاؤ کرو بوڑھے نوکروں کو پنشن دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہوسکتی ہے۔ شعر

رسم است کہ مالکان تحریر	آزاد کنند بندہ پیر
اے بار خدا عالم	آرا برسعدی پیر خود بہ بخش

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۸۵)

(971) وَعَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ، وَاَسَرَّ اِلَيَّ حَدِيْثًا لَا

حضرت ابوجعفر عبداللہ بن جعفر ﷺ سے روایت ہے کہ ایک دن مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور مجھے ایک بات راز کی بتائی وہ میں لوگوں میں کسی کو نہ

أُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ، وَكَانَ اَحَبُّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ هَدَفٌ اَوْ حَائِشُ نَخْلٍ. يَعْنِيْ: حَائِطَ نَخْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا مُخْتَصِرًا. وَزَادَ فِيْهِ الْبَرْقَانِيُّ بِاِسْنَادِ مُسْلِمٍ - بَعْدَ قَوْلِهٖ: حَائِشُ نَخْلٍ - فَدَخَلَ حَائِطًا لِّرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَاِذَا فِيْهِ جَمَلٌ، فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَهٗ - اَيْ: سَنَامَهٗ - وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ، فَقَالَ: مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ: هٰذَا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: اَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا، فَاِنَّهٗ يَشْكُوْ اِلَيَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ

بتاؤں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی قضائے حاجت کے لیے کسی ٹیلے یا کھجوروں کے جھنڈ کی اوٹ میں بیٹھنا زیادہ پسند تھا۔ مسلم نے اس کو اسی طرح مختصر روایت کیا ہے اور برقانی نے یہ اضافہ اسی سند مسلم سے ہی حائش نخل کے بعد بیان کیا ہے کہ پھر آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے اچانک وہاں ایک اونٹ تھا اس نے جونہی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس نے آواز نکالی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے آئے اس کی کوہان اور کانوں سے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھا تو اس کو سکون ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے تو ایک انصاری نوجوان حاضر ہوا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ میرا ہے آپ نے فرمایا: کیا اس جانور کے بارے تو اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا تمہیں اس نے مالک بنایا ہے۔ وہ مجھے شکایت کرتا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو کام میں تھکا دیتے ہو۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ كَرِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ.

اسے ابوداود نے برقانی کی طرح روایت کیا ہے۔

قَوْلُهٗ ذِفْرَاهُ: هُوَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الْفَاءِ، وَهُوَ لَفْظٌ مُفْرَدٌ مُؤَنَّثٌ. قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: الذِّفْرٰى: الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يَعْرَقُ مِنَ الْبَعِيْرِ خَلْفَ الْاُذُنِ، وَقَوْلُهٗ: تُدْئِبُهٗ اَيْ: تُتْعِبُهٗ.

ذفراہ یہ دال کے کسرہ اور فا کے سکون سے ہے یہ لفظ مفرد مونث ہے اور اہل لغت نے کہا "الذفری" اونٹ کے کان کے پیچھے کا حصہ جہاں پسینہ آتا ہے۔ تدئبہ یعنی تو اس کو تھکاتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۲۵۵۱، مسند ابی یعلی مسند عبداللہ بن جعفر، ج۱۲ص۱۵۷، رقم: ۶۷۸۷، صحیح مسلم، باب ما یستتر به لقضاء الحاجة، ج۱ص۱۸۴، رقم: ۸۰۰، السنن الکبری للبیهقی، باب نفقة الدواب، ج۸ص۱۳، رقم: ۱۶۲۲۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج۲ص۱۰۸، رقم: ۲۴۸۵)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جانوروں کے پالنے کے متعلق فتاوی رضویہ میں

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور جانوران خانگی مثل عروس وماکیان وکبوتر اہلی وغیرہا کا پالنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ انہیں ایذا سے بچائے اور آب ودانہ کی کافی خبرگیری رکھے، خود حدیث میں مرغ سپید پالنے کی ترغیب ہے: البیھقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدیك یؤذن بالصلوٰۃ من اتخذ دیکا ابیض حفظ من ثلثۃ من شر کل شیطان وساحر وکاھن وفی الباب عن ابی زید الانصاری عند الحارث فی مسندہ وعن انس بن مالك عند ابی الشیخ فی العظمۃ وعن خالد بن معدان مرسلا عند البغوی فی المعجم وعن ام المؤمنین وعن انس عند الحارث وعن غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ (کنز العمال عن ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث ۳۵۲۷۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/۳۴۴)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہوگیا (شیطان کے شر سے (۲) جادوگر کے شر سے (۳) کاہن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابوزید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی سند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابوالشیخ نے العظمۃ میں بیان فرمائی اور خالد نے بن معدان سے مرسلا (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔ اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔ (ت)

مگر خبرگیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستر دفعہ پانی دکھائے کما ورد فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ت) ورنہ پالنا اور بھوکا پیاسا رکھنا سخت گناہ ہے،

فانہ ظلم والظلم علی الحیوان اشد من الظلم علی الذمی الاشد من الظلم علی مسلم کمانص علیہ فی الدر المختار۔ (الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹)

کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت، رواہ الامام احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم والبیہقی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند صحیح۔ (سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸) (مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۶۰ و ۱۹۳ و ۱۹۵)

اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا وہ ذمہ

دار ہوا اس کو ضائع کردے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحت سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت)

رہا جانوران وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب ودانہ میں تقصیر نہ کرے، حیث قال حبس بلبلا فی قفس وعلفها لا یجوز کذا فی القنیۃ۔

(فتاوی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸۱)

جیسا کہ صاحب قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو اور اگر اسے آب ودانہ دے تب بھی جائز نہیں، القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے (ت)

مگر نص صریح حدیث صحیح واقوال ائمہ نقد وتنقیح سے صاف جواب واباحت مستفاد ہے جبکہ خبرگیری مذکور بروجہ کافی بجالائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲۴، ص ۶۴۳)

(972) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا، لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ. وَقَوْلُهُ: لَا نُسَبِّحُ: اَیْ لَا نُصَلِّی النَّافِلَةَ. ومعناه: اَنَّا - مَعَ حِرْصِنَا عَلَى الصَّلٰوةِ - لَا نُقَدِّمُهَا عَلٰى حَطِّ الرِّحَالِ وَاِرَاحَةِ الدَّوَابِّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب کسی اترنے کی جگہ اترتے تو کجاوے کھولنے سے پہلے نفل نہ پڑھتے۔ ابوداؤد نے شرط مسلم کے مطابق اسناد کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ لانسبح ہم نفل نماز ادا نہ کرتے کا مطلب یہ کہ ہم نماز کے شوق کے باوجود نماز نفل کو کجاوے اتارنے اور جانوروں کو آرام دینے سے پہلے ادا نہ کرتے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی نزول المنازل، ج۲، ص۳۲۹، رقم: ۲۵۵۱، مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۱، ص۲۶۶، رقم: ۶۵۲۵، مصنف عبدالرزاق، باب ما یقول اذا نزل منزلا، ج۵، ص۱۶۰، رقم: ۹۲۶۲، مجمع الزوائد للھیثمی، باب ما یقول اذا نزل منزلا، ج۱۰، ص۱۹۰، رقم: ۱۶۱۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم نفلی عبادت پر اس کام کو مقدم رکھتے تھے کہ پہلے اونٹوں پر سے کجاوے وغیرہ اتارتے تھے تاکہ وہ ہلکے ہو جاویں پھر منزل پر نوافل وغیرہ ادا کرتے تھے اس میں اونٹوں کو راحت ہوتی تھی اور ان حضرات کو بے فکری ہو جاتی تھی جس سے نماز اطمینان سے ہوتی تھی اس ایک عمل میں بہت سی حکمتیں۔ سفر میں یہ ہی چاہیے خواہ سفر جہاد ہو یا سفر حج یا اور کوئی سفر۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۸۱۱)

26-بَابُ إِعَانَةِ الرَّفِيْقِ

رفیق سفر کی مدد کا بیان

فِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ تَقَدَّمَتْ كَحَدِيْثِ: وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ ۔ وَحَدِيْثِ: كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَاَشْبَاهِهِمَا۔

اس باب سے متعلق بہت سی احادیث گزر چکی ہیں۔ جیسا کہ یہ حدیث اور اللہ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے اور ہر بھلائی صدقہ ہے اور اس طرح کی دیگر احادیث۔

(973) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِيْ سَفَرٍ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَّهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهُ، فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَهُ، حَتّٰى رَاَيْنَا، اَنَّهُ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِيْ فَضْلٍ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا۔ اور دائیں بائیں دیکھنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زادِ راہ ہے وہ اسے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔ پھر آپ نے مال کی باقی اقسام کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کرلیا کہ ضرورت سے زائد میں ہم میں کسی کا حق نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال، ج٥ص١٢٨، رقم: ٣٦٦٢، السنن الکبری للبیہقی، باب کراھیۃ امساك الفضل، ج٣ص١٨٢، رقم: ٨٠٢٢، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ ج١٢ص٢٢٨، رقم: ٥٤١٩، مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج١ص٣٢٦، رقم: ١٠٦٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا) وہ اونٹ دبلا اور تھکا ہوا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

(سواری پر سوار ہو کر آیا) اپنے اونٹ کو دو طرف مارنے لگا کیونکہ وہ چلتا نہ تھا تھک گیا تھا یا بائیں دائیں نظر مارنے نگاہ دوڑانے لگا تاکہ کوئی اس کا حال زار دیکھ کر اس کی مدد کرتا ہے یا نہیں یعنی وہ شخص شریف النفس تھا کسی سے سوال نہ کیا بلکہ امداد کی امید پر ادھر ادھر دیکھنے لگا شاید یہ شخص اپنے وطن میں امیر آدمی تھا یہاں سفر میں قابل مدد ہو گیا تھا۔ (مرقات) اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دائیں بائیں دوڑانے لگا پریشانی کی وجہ سے اسے کچھ سوجھتا نہ تھا غرضیکہ وہ سخت پریشان تھا۔

(اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں) فلیعد بنا ہے اعادۃ سے بمعنی لوٹانا یعنی جس کے پاس سواری اپنی ضرورت سے زیادہ ہو وہ اس کی طرف لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں یا ہے مگر ناکارہ ہو گئی اور ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ اعداد

سے بنا ہو بمعنی تیار کرنا مہیا کرنا یعنی ایسا غنی آدمی اپنی زائد سواری ایسے بے کس کے لیے مہیا کردے، بہر حال مطلب یہ ہی ہے کہ اسے دے دے اسے مالک بنادے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا درد ہے۔

(جس کے پاس زاد راہ نہیں) غالباً یہ شخص بے توشہ بھی ہو چکا تھا جس کی لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لیے حضور نے سواری کے ساتھ توشہ کا بھی ذکر فرمایا۔

(پھر آپ نے مال کی باقی اقسام کا ذکر فرمایا) جیسے کپڑا، جوتا، مشکیزہ، خیمہ، درہم، دینار وغیرہ ہر قسم کا ماں۔

(ضرورت سے زائد میں ہم میں کسی کا حق نہیں) یعنی حضور نے ایسی خیرات کو ایسی اہمیت دی کہ ہم سمجھے کہ ضرورت سے زیادہ مال ہماری ملک ہی نہیں۔ بس اپنے پر خرچ کرنے سے جو بچے وہ دوسرے کو دے دینا واجب ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانوں ہمارے مالوں کے مالک مطلق ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہاں اولیٰ کے معنی قریب تر بھی کیے گئے ہیں اور مالک تر بھی، دیکھو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب وغیرہ تین صاحبوں کو بائیکاٹ کے زمانہ میں فرمادیا کہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤ وہ بیویاں ان کی منکوحہ تھیں مگر ان سے اختلاط منع فرمادیا، یہ ہے حضور کی ملکیت کچھ عرصہ حکم رہا کہ اپنی قربانیوں کے گوشت تین دن سے زیادہ استعمال نہ کرو تو یہ استعمال ممنوع ہوگیا، پھر زیادہ استعمال کی اجازت دی تب جائز ہوا۔ غرضیکہ ہم سب مسلمان حضور انور کے لونڈی غلام ہیں حضور ہمارے مالک اگر وہ ہم کو اپنی عبدیت وغلامیت میں قبول فرمالیں تو ہمارے نصیب کھل جائیں۔ ایک بار حضرت مرشدی مولائی مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوۃ فرض نہیں، میرے نزدیک اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضور مالک ہیں سارے مسلمان حضور کے لونڈی غلام، مالک اپنے غلاموں کو زکوۃ نہیں دے سکتا، چونکہ حضور کے لیے مصرف زکوۃ موجود نہیں اس لیے آپ پر زکوۃ فرض نہیں، عرض کیا پھر تو ہم پر بھی زکوۃ فرض نہیں ہونی چاہیے کہ غلاموں پر زکوۃ فرض نہیں، فرمایا ہم لوگ عبد ماذون ہیں اور بعض خاص حالات میں ماذون غلام پر زکوۃ ہوجاتی ہے۔ ماذون غلام وہ ہے جسے کاروبار کی اجازت مولیٰ نے دے دی ہو، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

بندگانش حور وغلمان وملک　　　　چاکرانش سبز پوشان فلک

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی تھا جس سے ان حضرات کا بچا ہوا مال خیرات کردینا فرض کردیا گیا تھا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ص۷۹۲)

(974) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ اَرَادَ اَنْ يَّغْزُوَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، اِنَّ مِنْ

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ کا ارادہ کیا فرمایا: اے مہاجرین وانصار کی جماعت تمہارے بھائیوں میں سے کچھ لوگ

إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ، وَلَا عَشِيرَةٌ، فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةَ، فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ يَعْنِي أَحَدِهِمْ، قَالَ: فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً مَا لِي إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ہیں جن کا مال ہے نہ خاندان۔ تو تم میں سے کوئی دو اور تین بھائیوں کو ملا لے تو ہم میں سے جس کی سواری تھی وہ بھی دوسروں کی طرح صرف اپنی باری پر سوار ہوتا فرمایا میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین ملا لیے میرے لیے بھی باری تھی جس طرح میرے اونٹ پر ان کی باریاں تھیں۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الرجل یتحمل بمال غیرہ یغزو، ج۲ص۳۲۵ رقم: ۲۵۳۴ السنن الکبری للبیہقی باب فضل النفقة فی سبیل اللہ عزوجل، ج۹ص۱۷۲ رقم: ۱۸۰۲۲ المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۳۹۰ رقم: ۲۴۵۱ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج۵ص۲۵۸ رقم: ۱۴۹۰۶ جامع الاصول لابن اثیر، النوع الرابع فی اعانة الرفیق، ج۵ص۲۲ رقم: ۳۰۰۸)

شرح حدیث: مسافر کی مدد

حضرت سیِّدُنا زُہَیر بن صالح بن احمد بن حَنْبَل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا: ایک مرتبہ جب میں گھر آیا تو معلوم ہوا کہ میرے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی شدت سے میرا انتظار کر رہے تھے، میں فوراً حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی: اے میرے والدِ محترم! کیا آپ میرا انتظار کر رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں! تمہاری غیر موجودگی میں ایک شخص مجھ سے ملنے آیا تھا، میری خواہش تھی کہ تم بھی اسے دیکھ لیتے لیکن اب تو جا چکا۔ چلو! میں تمہیں اس کے متعلق کچھ بتا دیتا ہوں۔ آج دوپہر کے وقت میں گھر میں تھا کہ دروازے پر کسی کے سلام کرنے کی آواز سنائی دی، میں نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک مسافر تھا جس نے پیوند لگا جُبّہ پہنا ہوا تھا۔ جُبّے کے نیچے قمیص پہنی ہوئی تھی، نہ تو اس کے پاس زادِ راہ رکھنے کا تھیلا تھا، نہ پانی پینے کے لئے کوئی برتن۔ سورج کی تیز دھوپ نے اس کا چہرہ جھلسا دیا تھا۔ میں نے فوراً اسے اندر بلایا اور پوچھا: تم کہاں سے اور کس حاجت کے تحت آئے ہو۔

کہنے لگا: حضور! میں مشرقی وادیوں سے آیا ہوں، میری دلی خواہش تھی کہ اس علاقے میں حاضری دوں، اگر یہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکان نہ ہوتا تو ہرگز یہاں نہ آتا۔ میں صرف آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے کہا: تم اتنی شدید گرمی میں تنِ تنہا بے سروسامانی کے عالَم میں سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے صرف مجھ سے ملاقات کے لئے آئے ہو؟ کہا: جی حضور! مجھے آپ کی زیارت کا شوق یہاں تک لے آیا ہے، اس کے علاوہ میرا یہاں آنے کا کوئی اور مقصد نہیں۔ مسافر کی باتیں سن کر میں بہت حیران ہوا۔ اور دل میں کہا: میرے پاس نہ تو درہم ہیں نہ ہی دینار کہ میں اس غریب مسافر کی مدد کرتا۔ اس وقت میرے پاس صرف چار روٹیاں تھیں میں نے اسے دیتے ہوئے کہا: اے بندۂ خدا! میرے پاس درہم و دینار نہیں ورنہ ضرور تمہیں دیتا، صرف یہ چار روٹیاں میں نے کھانے کے لئے رکھی تھیں، تم یہ قبول کر لو۔ مسافر

نے کہا: حضور! آپ کی دید کا شربت پی لیا اب مجھے درہم و دینار کی فکر نہیں، باقی رہا روٹیوں کا معاملہ تو اگر میرا ان روٹیوں کو لے لینا آپ کی خوشی کا باعث ہے تو تبرُّکاً لے لیتا ہوں۔

میں نے کہا: اگر تم یہ روٹیاں قبول کر لو گے تو مجھے دلی خوشی ہوگی۔ مسافر نے وہ روٹیاں لیں اور کہا: حضور! مجھے امید ہے کہ آپ کی دی ہوئی روٹیاں مجھے اپنے شہر تک کافی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ پھر میرے ہاتھوں کو چوم کر واپسی کی اجازت طلب کرنے لگا۔ میں نے اسے روانہ کیا اور کہا: جاؤ! میں نے تمہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سپرد کیا۔ پھر وہ رخصت ہو گیا میں باہر کھڑا اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ حضرت سیِّدُنا صالح بن احمد بن حَنْبل فرماتے ہیں: میرے والد اکثر اس مسافر کا تذکرہ کیا کرتے۔ (عیون الحکایات ۲۰۱)

(975) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ، فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ، وَيُرْدِفُ وَيَدْعُوْ لَهُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں پیچھے چلتے کمزور کو تیز کرتے یا پیچھے چلاتے اور اس کے دعا کرتے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنة، ج۳ص۳۷، رقم: ۲۶۳۹، الاداب للبیهقی، باب المواساة مع الاصحاب وخدمة بعضهم بعضا، ج۱ص۳۹، رقم: ۱۵۲، المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج۲ص۲۹۲ رقم: ۲۵۴۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تمام سفروں جہاد وغیرہ میں صحابہ کرام کو آگے رکھتے تھے خود تواضع اور تعاون کے لیے پیچھے سفر کرتے تھے۔

یعنی سرکار ابد قرار کے پیچھے رہنے میں یہ حکمتیں تھیں کہ جو مسافر کمزوری کی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ جاتا یا کسی مسافر کی کوئی چیز رہ جاتی وہ خود سرکار لے آتے تھے اس کے علاوہ تمام صحابہ کو سامنے رکھ کر ان کے لیے دعائے خیر فرماتے تھے۔ سبحان اللہ! ایسے رحیم وکریم نبی پر جان قربان۔ شعر

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتی بان
چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتی بان

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۴۹۲)

27- بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَكِبَ دَابَّةً لِلسَّفَرِ

سفر کے لیے سواری پر سوار ہو تو کیا کہے؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں (جن پر تم سوار ہوتے ہو)۔ تاکہ ان کی پشتوں پر تم بیٹھ جاؤ پھر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور کہو اس ذات کے لیے

اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ○) (الزخرف: 12۔13)۔

پاکی ہے جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کیا ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے۔ اور ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

(976) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ، كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ، وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ: اٰئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جانے کے لیے اونٹ پر بیٹھتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر کہتے وہ ذات پاک ہے جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کیا ہم اس کو مطیع بنانے والے نہ تھے یقینا ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی اور تقویٰ مانگتے ہیں۔ اور تیرا پسندیدہ عمل مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے اور اس کی دوری ہمارے لیے لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور تو ہی گھر والوں کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور منظر کی پریشانی اور مال اہل اور اولاد میں پلٹنے پر برائی دیکھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب لوٹتے تو یہی کہتے اور یہ اضافہ بھی فرماتے کہ ہم لوٹنے والے توبہ کرنے والے ہیں اپنے رب کے لیے عبادت کرنے والے ہیں۔ تعریف کرنے والے۔ (مسلم)

مَعْنٰى مُقْرِنِيْنَ: مُطِيْقِيْنَ. وَالْوَعْثَاءُ بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْمَدِّ وَهِيَ: الشِّدَّةُ. وَالْكَاٰبَةُ بِالْمَدِّ وَهِيَ: تَغَيُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَّنَحْوِهٖ. وَالْمُنْقَلَبُ: الْمَرْجِعُ

مقرنین کا معنیٰ ہے طاقت رکھنے والے۔ مطیع کرنے والے۔ وعثاء واو پر زبر عین مہملہ ساکن اور ثاء مثلثہ اور مد کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے سختی۔ الکابۃ مد کے ساتھ غمی وغیرہ میں ہونے والی تبدیلی۔ پریشانی۔ منقلب اس کا مطلب ہے لوٹنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول اذا رکب الی سفر الحج وغیرہ ج۲ص۱۰۳ رقم: ۳۳۳۹ سنن ابوداؤد باب ما یقول الرجل اذا سافر ج۲ص۳۳۸ رقم: ۲۶۰۱ السنن الکبری للبیہقی باب ما یقول اذا رکب ج۵ص۲۵۱ رقم: ۱۰۶۱۵ سنن ترمذی

باب ما یقول اذا رکب الدابۃ، ج۵ص۲۰۰، رقم: ۲۲۲۲، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ج۲ص۱۴۲، رقم: ۶۳۱۱)

شرح حدیث: فرشتہ شریک سفر

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص سوار سفر کے دوران اللہ عزوجل اور اسکے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ایک فرشتہ مسلسل اس کے ساتھ شریک سفر ہوتا ہے اور جو اس کے برعکس ہوتا ہے اسکا ردیف شیطان ہوتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول اذا رکب دابۃ، رقم ۱۷۰۹۶، ج۱۰، ص۱۸۵)

اللہ عزوجل نظر رحمت

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے مجھے اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھایا جب آپ سواری پر سکون سے تشریف فرما ہوگئے تو آپ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ تین تین مرتبہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہا اور پیچھے ہو کر مسکرائے پھر میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا، جو شخص اپنی سواری پر سوار ہوتے وقت اسی طرح کرے جیسے میں نے کیا تو اللہ عزوجل اسکی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور اس سے خوش ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، رقم ۳۰۵۸، ج۱، ص۷۰۷)

(977) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ، وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

هٰكَذَا هُوَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ: اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ بِالنُّوْنِ، وَكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ قَالَ التِّرْمِذِيُّ: وَيُرْوٰى الْكَوْرِ بِالرَّاءِ، وَكِلَاهُمَا لَهُ وَجْهٌ قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَمَعْنَاهُ بِالنُّوْنِ وَالرَّاءِ جَمِيْعًا: الرُّجُوْعُ مِنَ الْاِسْتِقَامَةِ أَوِ الزِّيَادَةِ إِلَى النَّقْصِ. قَالُوْا: وَرِوَايَةُ الرَّاءِ مَأْخُوْذَةٌ مِنْ تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ وَهُوَ لَفُّهَا وَجَمْعُهَا. وَرِوَايَةُ النُّوْنِ، مِنَ الْكَوْنِ

حضرت عبد اللہ بن سرجس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی، لوٹنے پر پریشانی، کمال کے بعد زوال، مظلوم کی بددعاء اور اہل و مال میں برائی دیکھنے سے پناہ چاہتے تھے۔ (مسلم)

صحیح مسلم میں الحور بعد الکون نون کے ساتھ ہے اسی طرح ترمذی اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ جب کہ ترمذی میں ہے الحور بعد الکور راء کے ساتھ معنیٰ دونوں کا ایک ہی ہے۔ علماء نے فرمایا: نون سے ہو یا راء سے دونوں صورتوں میں اس کا مطلب درستگی یا اضافہ کے بعد کمی ہونا ہے۔ علماء نے کہا راء سے ہو تو یہ تکویر العمامہ سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ دستار لپیٹنا ہے

مَصْدَرُ كَانَ يَكُوْنُ كَوْنًا: إِذَا وُجِدَ وَاسْتَقَرَّ.

اور جمع کرنا ہے۔ اور نون والی روایت سے کون یہ کَانَ یَکُوْنُ سے کی مصدر ہے۔ جب کوئی چیز موجود اور ثابت ہوجائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول اذا رکب الی سفر الحج وغیرہ، ج۳ص۱۰۵، رقم: ۳۳۳۰، مسند عبد بن حمید مسند عبداللہ بن سرجس، ص۱۸۲، رقم: ۵۱۰، سنن النسائی الکبری، باب الاستعاذة من دعوة المظلوم، ج۴ص۴۹۰، رقم: ۴۳۷، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا خرج مسافرا، ج۵ص۴۹۷، رقم: ۳۴۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سفر کے نقصانات سے) وعثاء و عثٌ سے بنا بمعنی نقصان یا وہ مشقت جو رب کے ذکر اور آخرت کی فکر سے روک دے، چونکہ سفر کو سقر یعنی دوزخ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے یہ دعا فرماتے۔

(اور واپسی کی تکالیف سے) اس طرح کہ جب گھر لوٹوں تو کوئی نقصان دہ چیز نہ دیکھوں، اسی طرح جب سفر دنیا سے وطن آخرت کی طرف واپس جاؤں تو کوئی مصیبت نہ اٹھاؤں، اس دعا میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

(بھلائی کے بعد برائی سے) کور عمامہ کے پیچ کو کہتے ہیں اور حور اس پیچ کا کھل جانا یعنی زیادتی کے بعد نقصان، اصلاح کے بعد فساد، جمع ہونے کے بعد بکھرنا، جماعت میں ہونے کے بعد الگ ہوجانا، آرام کے بعد تکلیف، بھلائی کے بعد برائی، ثابت قدمی کے بعد بدل جانا ان سب سے تیری پناہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور فرماتا ہے: يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ترقی کے بعد تنزل، توبہ کے بعد گناہ، ذکر کے بعد غفلت، حاضری کے بعد غائب ہوجانا ان سب سے پناہ۔ (لمعات، مرقات مع زیادت)

(مظلوم کی بددعا سے) چونکہ سفر میں ساتھیوں سے جھگڑے بھی ہوجاتے ہیں، خصوصا عرب میں پانی پر اور کبھی ان جھگڑوں میں ظلم بھی ہوجاتا ہے اس لیے سفر کے موقعوں پر مظلوم کی بددعا سے خصوصیت سے پناہ مانگی گئی، مظلوم کی بددعا اور قبولیت کے درمیان حجاب نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۳۹)

(978) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ، قَالَ: شَهِدْتُّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا، قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ، وَاِنَّا اِلٰى

حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب ﷺ کے ساتھ تھا آپ کے پاس جانور سواری کے لیے لایا گیا۔ آپ نے پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا بسم اللہ جب اس کی پشت پر بیٹھ گئے۔ تو کہا "اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کیا

رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقِيْلَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: اِنَّ رَبَّكَ تَعَالٰى يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ: اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ، يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِيْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ: حَسَنٌ صَحِيْحٌ. وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ.

ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے اور یقینا ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں'' پھر آپ نے تین بار الحمد للہ کہا پھر اللہ اکبر تین بار کہا: ''پھر فرمایا: پاک ہے تیری ذات میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو میری مغفرت فرما تیرے بغیر مغفرت کرنے والا کوئی نہیں۔ پھر معمولی آواز کے ساتھ ہنسے۔ کہا گیا کہ اے امیر المومنین! آپ کس چیز پر ہنسے تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جیسا آپ نے کیا جیسا کہ میں نے کیا ہے پھر آپ ﷺ مسکرائے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کس چیز پر ہنسے؟ فرمایا کہ تیرا رب تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب بندہ کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ بخش دے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ کو نہیں بخشتا۔ ابوداؤد اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔ یہ ابوداود کے لفظ ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا رکب، ج۲ص۳۲۹ رقم: ۲۶۰۲ سنن ترمذی، باب ما یقول اذا رکب الناقۃ، ج۵ص۱۰۵ رقم: ۳۴۴۶ سنن الکبری للنسائی، باب التسمیۃ عند رکوب الدابۃ والتحمید والدعاء، ج۵ص۲۳۰ رقم: ۸۸۰۰ مسند ابوداؤد الطیالسی، احادیث علی بن ابی طالب ص۲۰ رقم: ۱۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لغۃ دابۃ ہر جانور کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر اصطلاح میں دابۃ گھوڑے کو کہا جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آپ کی خدمت میں گھوڑا حاضر کیا گیا تھا۔ اور رکاب بمعنی آرہ رکوب جس میں پاؤں رکھ کر سوار ہوتے ہیں۔

(اس اللہ کے لیے حمد ہے) یہ حمد سواری ملنے کے شکریہ پر ہے یعنی خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری آسانی کے لیے ہم کو سواری بخشی، بہت لوگ مجبوراً پیدل سفر کرتے ہیں۔

(یقینا ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں) یہ قرآن شریف کی آیت (کا ترجمہ) ہے، اس کی شرح ابھی فصل اول

میں گزر گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولیٰ ان قوی جانوروں کا ہم کمزور انسانوں کے قبضہ میں آ جانا تیری مہربانی سے ہے، ہم تو مچھر مکھی کو تابع نہیں کر سکتے، پھر ہم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم کو خود اپنے ہاتھ پاؤں پر بھی اختیار و قبضہ نہ رہے گا یعنی بعد موت ہم کو وہ وقت یاد ہے، ہم اس نعمت پر متکبر نہیں تیرے شکر گزار ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی جامع اور برمحل دعا ہے۔

(میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا) یعنی میری خطاؤں و گناہوں کے باوجود تو نے مجھے یہ سواری وغیرہ کی نعمتیں بخشیں تو مجھے امید ہے کہ تو اپنے کرم سے مجھے معافی بھی دے دے گا میں نے وہ ہی کیا جو گنہگار کرتے ہیں تو وہ ہی کر جو ستار وغفار کی شان ہے۔

(پھر آپ مسکرائے) یعنی مسکرائے ٹھٹھا نہ لگایا، مسکرانا اظہار خوشی کے لیے ہوتا ہے ٹھٹھا دل کی غفلت سے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے بہت تھے ٹھٹھا کبھی نہ لگا اور میں قولی و عملی سنتوں پر عمل کر رہا ہوں اس موقعہ پر یہ دعا مانگنا سنت قولی ہے اور اس وقت تبسم کرنا سنت عملی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی نقل کرتے تھے اسے ثواب سمجھتے تھے اور یہ بھی پتہ لگا کہ حضور علیہ السلام کی ہر سنت پر عمل کرنا باعث ثواب ہے حتی کہ ہنسنا اور رونا بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں ہنس رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی موافقت میں تبسم فرمایا تھا تو یہ عملی سنت رسول بھی ہے اور سنت الٰہیہ بھی، رب تعالیٰ تعجب کرنے، ہنسنے سے پاک ہے اس لیے وہاں ان الفاظ کے معنے ہوتے ہیں خوش ہونا۔ رب تعالیٰ کی رضا خوشی اس کی شان کے لائق ہے، ہماری رضا و خوشی ہماری حیثیت کے موافق ہے۔

(کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ کو نہیں بخشتا) معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اس بندے سے بہت راضی و خوشی ہوتا ہے جو اپنے کو بے کس و گنہگار جانے اور رب تعالیٰ کو قادر و غفار جانے، یہ ہی حال بارگاہِ مصطفوی کا ہے کہ وہاں بھی بے کسی پر رحم بہت ہوتا ہے۔ شعر

دیکھی جو بے کسی تو انہیں رحم آ گیا گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

خیال رہے کہ گناہ تو اللہ تعالیٰ ہی بخشتا ہے، اس کے محبوب بندے شفاعت تو کرتے ہیں مگر براہ راست گناہ بخشتے نہیں مگر حقوق بندے بھی معاف کر سکتے ہیں، میں اپنا قرض یا خون معاف کر سکتا ہوں لہذا حدیث بالکل واضح ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے گناہ یا کفارے معاف فرما دیئے وہ باذن الٰہی تھے، ان معافیوں کی بہت مثالیں ہیں جو ہم نے اپنی کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں بیان کی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۱)

28-بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا وَشِبْهَهَا وَتَسْبِيحِهِ إِذَا هَبَطَ الْأَوْدِيَةَ

مسافر جب بلندی وغیرہ پر چڑھے تو تکبیر کہے اور جب پستی میں اترے تو

وَنَحْوِهَا وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهِ

تسبیح پڑھے اور تکبیر وغیرہ کے ساتھ زیادہ آواز بلند کرنا منع ہے

(979) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ ہم جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب ہم اترتے تو تسبیح کہتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسبیح اذا ھبط وادیا، ج۲ص۳۰۰ رقم: ۲۹۹۳ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی ادعیۃ السفر والقفول، ج۴ص۲۹۰، رقم: ۲۲۸۶ مشکوۃ المصابیح، باب الدعوات فی الاوقات، الفصل الثالث، ج۱ص۴۵۲، رقم: ۲۴۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم سفر میں جب کسی ٹیلے پر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے کہ وہ رب کریم تمام اونچوں سے بڑا ہے اور جب نشیبی زمین پر اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے کہ رب تعالیٰ نزول اور اترنے سے پاک ہے کہ اس میں کمی ونقصان کا شائبہ ہے۔ اسے ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۷۰)

(980) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُيُوشُهُ إِذَا عَلَوا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لشکر جب (بلندیوں) گھاٹیوں پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب پستی میں اترتے تو تسبیح کہتے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا سافر، ج۳ص۳۲۸ رقم: ۲۶۰۱ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی، ج۴ص۴۸۰، رقم: ۱۰۳۹ مصنف عبدالرزاق، باب القول فی السفر، ج۵ص۱۶۰، رقم: ۹۲۴۵)

شرح حدیث: نعرۂ تکبیر کی برکت

حضرت سیّدنا محمد سمنین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرماتے ہیں: ایامِ ریاضت میں میری کیفیت یہ تھی کہ جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا۔ ایک مرتبہ میں مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ جہاد پر گیا۔ دشمنوں کے بہت بڑے رومی لشکر نے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا اور غالب آنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ رومی لشکر کی کثرت دیکھ کر مسلمان مجاہدین پر خوف کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں بھی خوف محسوس کر رہا تھا، میرا نفس مجھے اپنے وطن کی یاد دلا رہا تھا۔ جب نفس نے بہت زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کیا تو میں نے اسے ڈانٹا اور شرم دلاتے ہوئے کہا: اے نفسِ کذّاب! تُو تو دعویٰ کرتا تھا کہ تو بہت عبادت گزار اور مجاہدات کا شوقین ہے۔ اب جب وطن سے دور آ گیا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے حالانکہ یہی تو موقع ہے کہ تو

اپنے شوق کا مظاہرہ کرے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے تجھے شرم آنی چاہیے۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ سامنے نہر میں اُتر جاؤں اور غسل کروں۔ چنانچہ، میں نے غسل کیا اور باہر آ گیا۔ اب میری کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ جذبۂ شوق میرے روئیں روئیں سے عیاں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر میرے اندر اتنا جذبہ کہاں سے آ گیا۔ میں نے اپنا اسلحہ زیب تن کیا اور میدان جنگ میں گھس کر بڑی شدت سے دشمنوں کی صفوں پر حملہ کیا۔ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کس طرح لڑ رہا ہوں۔ میں دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے پیچھے چلا گیا اور نہر کے قریب پہنچ کر اللهُ اکبر، اللهُ اکبر، اللهُ اکبر، اللهُ اکبر کی صدائیں بلند کیں۔ دشمنوں نے تکبیر کی آواز سنی تو ان کے ہوش اُڑ گئے، وہ سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی کمک (یعنی مدد) کے لئے مجاہدین کی فوج پہنچ چکی ہے۔ پھر رومی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ دُم دبا کر بھاگ گئے، مسلمان مجاہدین نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ نعرۂ تکبیر کی برکت سے اس جنگ میں رومیوں کے چار ہزار سپاہی مارے گئے اور اللہ ربُّ العزّت نے میرے اس نعرہ کو مسلمانوں کی فتح و نصرت کا سبب بنا دیا۔

(عیون الحکایات ۶۳)

(981) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ، كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. آيِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوْشِ أَوِ السَّرَايَا أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرہ سے واپس پلٹتے تو جب بھی کسی چوٹی یا بلندی پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے پھر کہتے اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ہم لوٹنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں' اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی وہ اس اکیلے نے تمام گروہوں کو شکست دی۔ (متفق علیہ) اور مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ جب بڑے لشکروں' حج یا عمرہ سے واپس لوٹتے۔

قَوْلُهُ: أَوْفَى أَيْ: ارْتَفَعَ، وَقَوْلُهُ: فَدْفَدٍ هُوَ بِفَتْحِ الْفَائَيْنِ بَيْنَهُمَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ سَاكِنَةٌ، وَآخِرُهُ دَالٌ أُخْرَى وَهُوَ: الْغَلِيْظُ الْمُرْتَفِعُ مِنَ الْأَرْضِ

اوفی کا معنی ہے بلندی پر چڑھتے۔ فدفد دونوں جگہ فا پر زبر ہے دال ساکن اور آخری دال کے ساتھ بھی اس کا معنی ہے زمین کا سخت اور بلند حصہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یقول اذا رجع من الحج او العمرۃ، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۷۹۷، صحیح مسلم، باب ما یقول اذا قفل من سفر الحج وغیرہ، ج۲ص۱۰۰۸، رقم: ۳۳۳۳، سنن ابوداؤد، باب فی التکبیر علی کل شرف فی المسیر، ج۳ص۴۳، رقم: ۲۷۷۰، الآداب للبیہقی، باب ما یقول فی القفول، ج۱ص۳۰۰، رقم: ۶۸۱، موطا امام محمد، باب القفول من الحج أو العمرۃ، ج۲ص۲۱۱، رقم: ۵۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اپنے ہر سفر سے واپسی میں یہ فرماتے، مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت سفر دنیا کے لیے کیے ہی نہیں بلکہ آپ کے سفران تین قسموں کے ہی ہوئے اس لیے راوی نے اس طرح بیان کیا۔

(بلندی پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے) تاکہ اس کی حمد مطابق حال کے ہو کیونکہ اس وقت خود زمین سے بلند ہو رہے ہیں اس لیے اللہ کی بلندی کا ذکر کیا اور اترتے وقت رب کی تسبیح پڑھتے تھے۔

(وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے) ان کلمات کی شرح بارہا ہو چکی ہے یہ چوتھے کلمے کے الفاظ ہیں اور رب تعالٰی کی بہترین حمد اس موقع پر یہ اس لیے پڑھا گیا تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا بخیریت لوٹنا رب تعالٰی ہی کی قدرت سے ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کی موت تعجب نہیں بلکہ اس کی زندگی تعجب ہے کہ اتنی آفتوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود کیسے جیتا ہے اور کیسے چلتا پھرتا ہے۔

(اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں) یعنی ہم بفضلہٖ تعالٰی بخیریت اپنے وطن کو لوٹ رہے ہیں اور اس سفر میں جو عبادتوں میں کوتاہی ہوگئی ہو اس سے توبہ کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ رب کے عابد اور اس کے حضور ساجد رہیں گے۔ ترمذی کی روایت میں بجائے سَاجِدُوْنَ کے سَائِحُوْنَ ہے، سَیْح سے مشتق بمعنی پانی کا بہنا یعنی ہم مطلوب کی طرف بآسانی جارہے ہیں۔

(اس اکیلے نے تمام گروہوں کو شکست دی) اس میں خدا کی تین نعمتوں کا ذکر ہے: ایک اسلام کے غلبے کا وعدہ فرمانا ہے اور اسے پورا کر دینا۔ دوسرے اپنے بندہ خاص حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری مدد صحابہ کے ذریعہ اور باطنی مدد ہواؤں اور فرشتوں کے ذریعہ فرمانا اور تیسرے غزوہ احزاب جسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں اس میں کفار کے لشکر جرار کو تیز ہوا سے بھگا دینا ورنہ مسلمان اس وقت بچ نہ سکتے تھے کیونکہ بارہ ہزار کفار کا لشکر مدینہ منورہ پر باہر سے حملہ آور ہوا تھا اور ادھر خود مدینہ کے یہود نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو فنا کرنے کی ٹھان لی تھی، اندیشہ تھا کہ اس موقعہ پر مسلمان ان بیرونی اور اندرونی دشمنوں میں پھنس کر ایسے پس جاتے تھے جیسے چکی میں دانہ، رب تعالٰی خود فرماتا ہے: اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور ہوسکتا ہے کہ احزاب سے مراد کفار کی ساری جماعتیں ہوں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۴۴)

(982) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ   حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یک آدمی

رجلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِيْ، قَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ارادہ ہے کہ میں سفر کروں مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا تو اللہ کے تقویٰ کو اور ہر ٹیلہ پر تکبیر کہنے کو لازم پکڑ۔ پس جب وہ آدمی واپس مڑا تو اس نے دعا کی اے اللہ اس کے لیے دوری سمیٹ دے اور اس پر سفر آسان کر۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا ودع انسانا، ج۵ص۰۰، رقم: ۰۰۰۰، صحیح ابن حبان، باب المسافر ج۶ص۰۰، رقم: ۰۰۰۰، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۰۰۰، رقم: ۰۰۰۰، مسند البزار، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۰۰۰، رقم: ۰۰۰۰، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۰۰۰، رقم: ۰۰۰۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(مجھے کچھ وصیت فرمایئے) جس پر میں سفر میں عمل کرتا رہوں، وصیت اگرچہ مرتے وقت کے کلام کو کہتے ہیں جس کا تعلق بعد موت سے ہو مگر کبھی تاکید حکم کو بھی وصیت کہہ دیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ اور کسی آخری حکم کو بھی یہاں دونوں معنٰی بن سکتے ہیں یعنی مجھے تاکیدی نصیحت فرمادیں، یا آخری نصیحت فرمادیں کیونکہ اب میں بارگاہ عالی سے رخصت ہو رہا ہوں نہ معلوم اب حاضری میسر ہو یا نہ ہو۔

(ہر بلندی پر تکبیر کہو) یعنی ہر جگہ ہر حال میں خوفِ خدا دل میں رکھو کہ یہ تمام نیکیوں اور گناہوں سے بچنے کی اصل ہے اور دورانِ سفر میں جب کسی ٹیلہ یا پہاڑی پر چڑھو تو اللہ اکبر کہہ لو، غرض دل و زبان دونوں کا انتظام فرمادیا، چڑھتے وقت تکبیر کہنے کی حکمتیں ابھی کچھ پہلے عرض کی جاچکی ہیں۔

(اس کے لیے دوری لپیٹ دے) اس طرح کہ دراز سفر اسے مختصر معلوم ہو یا واقعی بڑی مسافت اس کے لیے چھوٹی ہوجائے۔ کراماتِ اولیاء معجزات انبیاء سے یہ بھی ہے کہ ان کے لیے زمین لپٹ جاتی ہے قرآن کریم فرمارہا ہے کہ حضرت آصف برخیا تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے شام میں لے آئے کر گئے بھی لوٹ بھی آئے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ۔

(اس پر سفر آسان کر) یہ تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی وہ نعمت بھی دے اور ہر طرح اسے آسانی میسر فرما۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۴،ص۵۵)

(983) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی پر چڑھتے تو لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے اور ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو اپنے آپ کو اطمینان سے رکھو۔ کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے وہ تمہارے ساتھ ہے وہ سننے والا اور قریب ہے۔ (متفق علیہ)

ارْبَعُوا بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ أَيِ: ارْفُقُوا بِأَنْفُسِكُمْ.

اربعوا باء موحدہ پر زبر کے ساتھ اس کا معنی ہے اپنے آپ پر نرمی کرو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر، ج۲ص۵۰، رقم: ۲۹۹۲، صحیح مسلم، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ج۴ص۴۳، رقم: ۲۷۰۴، السنن الکبری للبیہقی، باب الاختیار، ج۲ص۱۸۴ رقم: ۳۱۳۲، سنن الکبری للنسائی، باب التکبیر علی الشرف من الارض، ج۵ص۲۵۵، رقم: ۸۸۲۲، مسند امام احمد، حدیث ابی موسی الاشعری ج۷ص۲۴۳ رقم: ۱۹۵۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے) اس طرح کہ جوش کے ساتھ تکبیر کے نعرے لگانے لگے نعرہ تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَر یہ نعرے برکت کے لیے تھے نہ کہ کسی خوشی کی وجہ سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہ سفر غزوہ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے خیبر فتح فرمانے تشریف لے جارہے تھے جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے۔

اے لوگو اپنے آپ کو اطمینان سے رکھو) یہاں شیخ نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس نعرہ تکبیر سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لیے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اس لیے تھا کہ صحابہ پر سفر کرتے ہوئے یہ نعرے تکلیف کا باعث تھے اسی لیے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو ورنہ بہت موقعہ پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے تھے۔ چنانچہ جماعتِ نماز کے بعد چیخ کر ذکر کرتے تھے، صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرہ تکبیر لگاتے تھے، نیز اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ خیبر پر ہم اچانک جا پڑیں لوگوں کو اس حملہ کی خبر بھی نہ ہوسکے تاکہ کفار تیاری نہ کرسکیں اور بہت کم خون خراب ہو اور خیبر فتح ہو جائے اس نعرہ سے یہ مقصد فوت ہو جاتا۔ بہر حال ذکر بالجہر منع کرنے والوں کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی۔ ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔

(وہ سننے والا اور قریب ہے) یہاں ذکر بالجہر مفید نہیں، رب تعالیٰ تو آہستہ ذکر بھی سنتا ہے بلکہ تمہیں نقصان وہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہو جائے گا اس لیے آہستہ ذکر کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس لیے چیخ کر اللہ کا ذکر کرنا کہ خدا تعالیٰ آہستہ ذکر سن نہیں سکتا منع ہے ہاں بلند آواز سے بولنا ہے ذکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے، شیطان کو بھگانے، در و دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کے لیے ہوتا ہے اس پر موقعہ پر منحصر ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم، قدرت، رحمت قریب ورنہ حق تعالیٰ قرب مکانی سے پاک ہے، اس کی تفسیر وہ آیت ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ لاحول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے یہ ہی بندگی کا مدار ہے اسی لیے یہ جنت کا خزانہ ہے۔ حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے میں بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت، اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین، اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان نے تین میل سے دور چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی، حضرت آصف بن برخیا پل بھر میں یمن سے تخت بلقیس لے آئے یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب، پنکھے، مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں پاور آجائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آتی ہیں یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ اور دور ہیں، رب تعالیٰ نے فرمایا: وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدَانِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں، دیکھو دون کے معنی الگ یا دور ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لیے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے غیروں میں چھپائے جاتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۷)

29- بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَآءِ فِي السَّفَرِ
سفر میں دعا کا مستحب ہونا

(984) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَلَيْسَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ: عَلٰى وَلَدِهٖ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ ان میں کوئی شک نہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، والد کی دعا اولاد کے خلاف۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت میں عَلٰى وَلَدِهٖ کے الفاظ نہیں۔

(تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب الدعا بظهر الغيب، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۱۵۳۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی دعوة الوالدين ج۳ص۳۱۴، رقم: ۱۹۰۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۵۸، رقم: ۷۵۰۱، الادب المفرد لبخاری باب دعوة الوالدين، ص۲۵، رقم: ۳۲، مسند عبد بن حميد من مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ص۴۱۶، رقم: ۱۴۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا کرنے والوں کا ذکر تھا۔ اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنی یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول ہیں اور اپنے فاعلوں کی برکت سے بھی لائق قبول، اسی لیے وہاں عدل اور روزے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے۔ یہاں مسافر اور باپ کا ذکر ہے جس میں تکلف و مشقت نہیں۔ (مرقات)

اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بددعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لیے دعاء کا ذکر فرمایا، والد سے مراد ماں باپ دونوں ہیں دادا بھی اس میں داخل ہے کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔

یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام دعائیں ہی قبول ہیں مگر اپنے محسن کے لیے دعا اور اپنے ستانے والے پر بددعا بہت قبول ہے۔ (مرقات) اسی طرح مظلوم کی بددعا قبول مگر ستانے والے کے لیے بددعا اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لیے دعاء بہت قبول ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۷۴)

30- بَابُ مَا يَدْعُوْ بِهٖ اِذَا خَافَ نَاسًا اَوْ غَيْرَهُمْ

آدمی جب لوگوں وغیرہ سے ڈرے تو کیا دعا کرے؟

(985) عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کو جب کسی قوم سے خوف ہوتا تو آپ یہ فرماتے: اے اللہ! ہم تجھے (اپنے دفاع کے لیے) ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ساتھ ان کی شرارتوں سے ہم پناہ پکڑتے ہیں۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما يقول اذا خاف قوما، ج۲ص۱۲۷، رقم: ۱۵۳۷، سنن الكبرى للنسائی، باب الدعا اذا خاف قوما ج۵ص۱۸۸، رقم: ۸۶۳۱، السنن الكبرى للبيهقی باب ما يقول اذا خاف قوما، ج۵ص۲۵۳، رقم: ۱۰۳۲۲، صحيح ابن حبان باب الخروج و كيفية الجهاد، ج۱۱ص۸۲، رقم: ۴۷۶۵، مسند امام احمد، حديث ابی موسى الاشعری ج۷ص۲۰۷، رقم: ۱۹۷۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے۔ خیال رہے کہ خوف بہت

طرح کا ہے خوف اطاعت و بندگی صرف رب تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے اور خوف نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے اور خوف بمعنیٰ خطرہ تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہوسکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ سینا میں سانپ سے خوف ہوا، آپ نے فرعونیوں سے خوف کیا یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ کہ وہاں خوف اطاعت مراد اس ہی کی نفی ہے اور خوف بمعنے خطرہ۔

نحر سینہ کو بھی کہتے ہیں اور جانور ذبح کرنے کو بھی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ۔ چونکہ دشمن کے مقابلہ میں سینہ تان کر ہی کھڑے ہوتے ہیں اس مقابلہ کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا، نیز اس میں نیک فال بھی ہے کہ خدایا دشمن کو ذبح کردے کہ وہ ہمارے مقابلہ کے لائق ہی نہ رہے۔

(ان کی شرارتوں سے ہم پناہ پکڑتے ہیں) یعنی ہمارے اور دشمن کی شر کے درمیان تو آڑ ہوجا تا کہ ان کی شر ہم تک نہ پہنچ سکے، یہ دعا بہت ہی مجرب ہے، ایک دشمن کے مقابل بھی کام آتی ہے اور بہت دشمنوں کے مقابل بھی فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی برکت سے شر اعداء سے محفوظ ہے۔

اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیں۔ حصن حصین شریف میں ہے دشمن کے خوف کے وقت لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ پڑھنا بڑی امان ہے۔ امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ لِاِیْلٰفِ کو بہت اولیاء اللہ نے آزمایا ہے، بہت مجرب ہے۔ حضرت زید ابن علی عن عتبہ ابن غزوان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت، نیز حصن حصین شریف میں اسے نقل کیا کہ جب مدد درکار ہو خصوصاً سفر میں تو کہے یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ اے اللہ اے بندو میری مدد کرو ان شاء اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی، کہ بعض اللہ کے غیبی بندے اس پر مامور ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ حدیث یا عباد اللہ حدیث حسن ہے ومشائخ کی مجرب، مسافروں کو اس کی بہت ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو مدد کے لیے پکارنا بھی سنت ہے اور ان سے مدد لینا بھی سنت، یہ شرک نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۸)

31- بَابُ مَا یَقُوْلُ اِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا

آدمی جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے؟

(986) عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهٖ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت خولہ بنت حکیم ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو کسی منزل پر اترا اور اس نے یہ پڑھا کہ میں اللہ کے تامہ کلمات کے ساتھ مخلوق کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں تو جب تک وہ اس منزل پر رہے گا اس کو کوئی چیز ضرور نہ دے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ ج ۷، ص ۶، رقم: ۷۰۵۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یقول اذا نزل منزلا، ج ۵ ص ۲۵۳، رقم: ۱۰۶۲۱، سنن ترمذی، باب ما جاء ما یقول اذا نزل منزلا، ج ۵ ص ۴۹۶، رقم:

۲۶۷۳، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا نزل منزلا، ج۲ص۳۷۵، رقم: ۲۶۸۰، سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول اذا نزل منزلا ج۶ص۱۳۲، رقم: ۱۰۳۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت خولہ بنتِ حکیم) آپ حضرت عثمان ابن مظعون کی بیوی ہیں، نہایت نیک اور عالمہ تھیں مگر آپ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔

(ساری مخلوق کی شر سے) ان کلمات سے مراد یا تو قرآن کریم ہے یا ساری آسمانی کتب یا اسمائے الٰہیہ یا رب کا کلام نفسی یا اس کا علم یا اس کے فیصلے۔ تام سے مراد ہے نقصان و عیب سے پاک۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کلمات اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ ان کی ہر بات وحی الٰہی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور ہمارے حضور کلمات اللہ۔ مخلوق سے وہ مخلوق مراد ہے جس سے شر ہو سکے، اس میں اپنا نفس بھی داخل ہے اور چیزیں بھی۔

(اسے کوئی چیز نقصان نہ دے گی) کفار عرب سفر کی منزلوں میں اترتے وقت کہتے تھے کہ ہم اس جنگل کے سردار کی پناہ لیتے ہیں یعنی جنات کی، اللہ کے محبوب نے تو ہم کو اس کے عوض یہ دعا سکھائی۔ یہ دعا سفر و حضر میں ہمیشہ ہی صبح شام پڑھ کریں، زہریلی چیزوں سے محفوظ رہو گے بہت مجرب ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۴ ص۴۰)

(987) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَاَقْبَلَ اللَّيْلُ، قَالَ: يَا اَرْضُ، رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَّاَسْوَدٍ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے پھر رات آتی تو فرماتے: اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے میں اللہ کے ساتھ تیرے شر سے پناہ پکڑتا ہوں اور جو کچھ تجھ میں ہے اس کے شر سے اور جو تجھ میں پیدا ہوا اس کے شر سے اور شیر اور سیاہ کے شر سے اور سانپ اور بچھو کے شر سے اور اس علاقہ کے رہائشیوں کے شر سے اور جنم دینے والے اور جنم پانے والے کے شر سے۔ (ابوداؤد)

وَالْاَسْوَدُ: الشَّخْصُ، قَالَ الْخَطَّابِيُّ: وَسَاكِنُ الْبَلَدِ: هُمُ الْجِنُّ الَّذِيْنَ هُمْ سُكَّانُ الْاَرْضِ. قَالَ: وَالْبَلَدُ مِنَ الْاَرْضِ: مَا كَانَ مَاْوَى الْحَيَوَانِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ بِنَاءٌ وَّمَنَازِلُ. قَالَ: وَيَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَ: بِالْوَالِدِ اِبْلِيْسُ: وَمَا وَلَدَ: الشَّيَاطِيْنُ.

اسود کا معنی ہے آدمی۔ خطابی نے کہا ساکن البلد سے مراد وہ جنات ہیں جو زمین کے رہائشی ہوتے ہیں۔ کہا اور بلد زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو جانداروں کا مسکن ہو۔ وہاں عمارات و مکانات ہوں یا نہ ہوں۔ اور ممکن ہے کہ والد سے مراد یہاں ابلیس اور

ماولد سے مراد اس کی اولاد ہو۔ چھوٹے شیاطین۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا نزل منزلا، ج۲ص۳۲۹ رقم: ۲۶۰۵ سنن النسائی الکبزی، باب ما یقول اذا کان فی سفر فاقبل اللیل، ج۶ص۱۴۷، رقم: ۱۰۳۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تیرا اور میرا رب اللہ ہے) حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام شجر و حجر کلام بھی کرتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا و کلام کو سنتے بھی ہیں لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین کو یہ خطاب فرمانا حقیقت پر مبنی ہے، رب تعالٰی نے زمین و آسمان سے یوں خطاب فرمایا تھا: یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ اے زمین اپنا پانی نگل جانا اور اے آسمان اپنا پانی روک لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نائب جناب کبریا ہیں، زمین و آسمان حضور علیہ السلام کا کلام سنتے اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ (از مرقات) رب تعالٰی فرماتا ہے: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان کے لیے مسخر و تابع کر دیا کہ ہوا آپ کے حکم سے چلتی تھی۔

(شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) زمین کی شر زلزلہ، دھنسا، گر جانا، راستہ بھول جانا وغیرہ ہیں اور اندرونی زمین کی شر سیلاب، سخت گرمی، سخت ٹھنڈک وغیرہ۔ زمین کی مخلوقات کی شر اندرونی کیڑے مکوڑے وغیرہ ہیں کہ سفر میں انہی کی وجہ سے حادثات زیادہ پیش آتے ہیں۔

(جنے ہوئے کی شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں) اگرچہ یہ چیزیں بھی زمین پر چلنے والوں میں داخل تھیں لیکن چونکہ ان کی شر خصوصًا مسافر کو بہت زیادہ پہنچتی ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا، بعض لوگوں نے والد سے مراد ابلیس اور ولد سے اس کی ذریت لی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو عام رکھا جائے۔ (لمعات) کیونکہ مسافر و اجنبی شہر میں چورا چکوں سے بھی بہت تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۴ص۵۶)

32- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِیْلِ الْمُسَافِرِ الرُّجُوْعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اِذَا قَضٰی حَاجَتَهٗ

مسافر کو کام پورا کرنے کے بعد گھر لوٹنے میں جلدی کرنا مستحب ہے

(988) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ، یَمْنَعُ اَحَدَکُمْ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَنَوْمَهٗ، فَاِذَا قَضٰی اَحَدُکُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ سَفَرِهٖ، فَلْیُعَجِّلْ اِلٰی اَهْلِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. نَهْمَتُهٗ: مَقْصُوْدُهٗ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک حصہ ہے۔ تم میں کسی کو کھانے پینے اور نیند سے روکتا ہے جب تم میں سے کوئی سفر سے اپنا کام پورا کر لے تو اسے گھر لوٹنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ (متفق علیہ) نهمته کا معنی ہے مقصود۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السفر قطعة من العذاب، ج۲ص۹۰، رقم: ۱۸۰۴ صحیح مسلم، باب السفر قطعة من

العذاب واستحباب تعجيل المسافر الى اهله، ج۲ص۵۵۵ رقم: ۷۰۰۰، مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۲۵ رقم: ۹۸۲۸، الاداب للبيهقی، باب الاختيار فی القفول، ج۱ص۲۳۹ رقم: ۶۵۸، سنن ابن ماجه، باب الخروج الی الحج، ج۳ص۹۹۲ رقم: ۲۸۸۲، سنن الدارمی، باب السفر قطعة من العذاب، ج۲ص۳۴۲ رقم: ۲۶۷۰، مسند البزار، مسند ابی هريرة رضی الله عنه ج۱ص۲۷۷ رقم: ۸۹۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سفر عذاب کا ٹکڑا ہے) یہاں عذاب سے مراد تکلیف دہ ہے نہ کہ سزا کیونکہ بعض سفر تو ثواب ہیں جیسے سفر جہاد، سفر حج، سفر طلب علم وغیرہ مگر یہ سارے سفر تکلیف دہ ضرور ہیں جن میں وہ تکالیف ہوتی ہیں جو آگے مذکور ہیں۔

(ایک کو اس کی نیند اس کے کھانے پینے سے روکتا ہے) یعنی عموماً سفر میں انسان وقت پر کھانے، وقت پر سونے، وقت پر باجماعت نماز گھر کی طرح نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اب بھی یہ دیکھا جاتا ہے اگرچہ اب ریل، بس، ہوائی جہازوں کے سفر میں بڑی آسانیاں ہوچکی ہیں۔

(جب کوئی اس طرف سے اپنی حاجت پوری کرے) نہمہ کے معنی ہیں بلوغ الہمۃ اور وجھہ سے مراد اپنی سفر کی جہت ہے یعنی جس طرف سفر کر کے گیا تھا تو جس مقصد کے لیے گیا تھا سفر میں وہ مقصد پورا ہوجائے۔ (مرقات)

(تو اپنے گھر کی طرف جلدی کرے۔) تاکہ نماز کی جماعتیں حقوق کی ادائیگی اچھی طرح سے ہوسکیں، بعض علماء نے فرمایا کہ دنیاوی سفروں کے لیے یہ فرمان ہے۔ سفر حج و سفر جہاد وغیرہ کا یہ حکم نہیں مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں جتنی حاضری نصیب ہوجائے بہتر ہے اسی لیے یہاں نہمتہ فرمایا۔ نہمہ کہتے ہیں دنیاوی ضرورت وحاجت کو، فقیر اس کو ترجیح دیتا ہے، حاکم و بیہقی نے بروایت حضرت عائشہ بجائے نہمتہ کے حجہ روایت کی یعنی حج سے فارغ ہوکر جلد لوٹو جیسا کہ مرقات میں ہے مگر مدینہ آخر مدینہ ہی ہے وہ تو ہر مؤمن کا دیس ہے پردیس ہے ہی نہیں جیسا سکون قلب اداء عبادات میں وہاں میسر ہوتا ہے گھر میں میسر نہیں ہوتا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۷۹۳)

33-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُوْمِ عَلٰى اَهْلِهٖ نَهَارًا وَّ كَرَاهَتِهٖ فِي اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَتِهٖ

سفر سے واپس گھر دن کے وقت آنا چاہیے اور بلا ضرورت رات کو آنا مکروہ ہے

(989) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا اَطَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقَنَّ اَهْلَهٗ لَيْلًا وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّطْرُقَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ لَيْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کسی کا گھر سے غائب رہنا لمبا ہوجائے تو وہ اپنے گھر رات کے وقت نہ آئے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو اپنے گھر رات کے وقت (سفر سے واپس) آنے سے منع

فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یطرق اهله لیلا اذا طال الغیبة، ج۷ص۳۹ رقم: ۵۲۴۴ صحیح مسلم باب کراهة الطروق وهو الدخول لیلا لمن ورد من سفر، ج۳ص۵۶ رقم: ۵۰۷۸ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبدالله، ج۵ص۴۹۶ رقم: ۱۵۲۰۰ سنن النسائی الکبرٰی باب اطراق الرجل اهله لیلا، ج۵ص۳۶۲ رقم: ۹۱۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے گھر رات کے وقت (سفر سے واپس) آنے سے منع فرمایا) یہ حکم اس زمانہ کے لیے تھا جب کہ آنے والا مسافر اپنی آمد کی اطلاع اپنے گھر نہ دے سکتا تھا اب اطلاع دے کر رات میں آنا بالکل جائز ہے۔ یہاں مرقات میں ہے کہ اس ممانعت کے بعد دو شخص آزمائش کے لیے اپنے گھر رات میں پہنچے تو انہوں نے اپنی بیویوں کے پاس اجنبی مرد پائے گویا انہیں اس مخالفت امر کی سزا ملی حضور کے ہر حکم میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ (مِرْاٰۃُ المناجیح، ج ۵ ص ۸۱۵)

(990) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَطْرُقُ اَھْلَہٗ لَیْلًا، وَکَانَ یَاْتِیْھِمْ غُدْوَۃً اَوْ عَشِیَّۃً. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. اَلطُّرُوْقُ: اَلْمَجِیْءُ فِی اللَّیْلِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت (سفر سے واپس) نہ آتے تھے بلکہ ان کے پاس اگلے یا پچھلے پہر تشریف لاتے۔ (متفق علیہ) الطروق کا معنیٰ ہے رات کے وقت (سفر سے) آنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدخول بالعشی، ج۱ص۷، رقم: ۱۸۰۰ صحیح مسلم باب کراهیة الطروق وهو الدخول لیلا لمن ورد من سفر، ج۱ص۵۵ رقم: ۵۰۰۱ الاداب للبیهقی، باب لا یطرق اهله لیلا، ج۱ص۳۰۰ رقم: ۶۹۰ سنن النسائی الکبرٰی باب الوقت الذی یستحب للرجل ان یطرق فیه زوجته، ج۵ص۳۶۲ رقم: ۹۱۴۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۰۲، رقم: ۱۲۳۴۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے گھر رات میں سفر سے نہ آتے تھے) کیونکہ بغیر اطلاع اچانک رات میں مسافر کا گھر پہنچنا گھر والوں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اس زمانہ میں خبر رسانی کے ذرائع بہت محدود تھے اب تو خط، تار، ٹیلی فون وغیرہ سے خبر دی جا سکتی ہے۔ یطرق بنا ہے طرق سے بمعنی دروازہ بجانا کواڑ کھڑکانا، چونکہ رات میں آنے پر اس کھڑکانے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے رات میں آنے والے مسافر کو طارق کہتے ہیں ستارہ کو بھی طارق کہا جاتا ہے کہ وہ رات میں ہی چمکتا ہے۔ (مرقات)

(مگر صبح یا شام کے وقت) صبح صادق سے زوال تک کا وقت غدوہ ہے اور زوال سے سورج ڈوبتے تک کا وقت عشیہ یعنی حضور کی مدینہ منورہ میں آمد یا صبح کے وقت ہوتی تھی یا بعد ظہر۔ (مِرْاٰۃُ المناجیح، ج ۵ ص ۷۹۶)

34- بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ وَإِذَا رَأَى بَلْدَتَهُ

جب سفر سے واپس لوٹے اور اپنے شہر کو دیکھے تو کیا کہے؟

فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ تَكْبِيْرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا.

اس باب سے متعلق حدیث حضرت ابن عمر اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ باب مسافر جب بلندی پر چڑھے تو کیا کہے میں۔ اس میں حضرت ابن عمر کی حدیث تکبیر المسافر اذا صعد الثنایا میں گزری۔

(991) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: «اٰئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ» فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آرہے تھے جب ہم مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو آپ فرمانے لگے: ہم لوٹنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ آپ مسلسل یہ کہتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ پاک میں آگئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول اذا قفل من سفر الحج، ج۲ص۱۰۰، رقم: ۳۳۳۰، سنن النسائی الکبری، باب ما یقول اذا اشرف علی المدینة، ج۶ص۱۲۸، رقم: ۲۲۲۲)

شرح حدیث: تائبین اور صالحین کی علامات

توبہ کرنے والے تنہائی پانے کے لئے ایسے مقامات کی طرف اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح خوفزدہ انسان دارالامان (یعنی امن والی جگہ) کی طرف بھاگتا ہے۔ یہ لوگ وقتِ سحری میں آنسو بہا کر سکون حاصل کرتے ہیں۔ سجدوں نے ان کی پیشانیوں پر نشانِ معرفت کھینچ دیئے۔ یہ لوگ ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں پھر جب سحر پھوٹتی ہے تو ان کی آنکھوں سے اشکوں کے دھارے بہہ نکلتے ہیں۔ پھر جب طلوع فجر ہوتی ہے تو یہ مشاہدات میں کھو جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔

میں ان چمکتے ستاروں، پختہ ارادے رکھنے والوں اور جوانوں پر قربان جاؤں۔ (یہ ہمیں صدا دیتے ہیں کہ) تنہائی اختیار کرو، آخرت میں ہم تمہارے پڑوسی بنیں گے۔ ہم نے مال واسباب، بیوی بچے اور وطن چھوڑ دیئے، نفسانی خواہشات چھوڑ دی ہیں۔ ہم نے فانی دنیا ویران کر دی ہے، اب یہ ایک عرصہ سے ہماری تلاش میں ہے مگر ہم نے اسے ایسی طلاق دے دی ہے جس میں رجوع ممکن نہیں۔ گھر اور گھر والوں کو خود سے جدا کر دیا اور محبت خداوندی عزوجل کا جام پی لیا۔ کاش! ہمیں اس کے کچھ گھونٹ اور مل جائیں۔

یہ حضرات دن میں روزہ رکھتے ہیں، دل کو تقویٰ سے آباد رکھتے ہیں اور زبان کو ذکر سے معمور رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا قرب پانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس تگ و دو میں کسی کی آہیں نکل جاتی ہیں، ولی مدہوش ہو جاتا ہے، کوئی شوق میں دیوانہ ہو کر محبت میں متحیر ہوا جاتا ہے، کسی پر وجد غالب آجاتا ہے تو وہ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ خوف نے ان کو بے حال اور شب بیداری نے لاغر کر رکھا ہے۔ ہر دن انہیں نئی بے چینی لاحق ہوتی ہے۔ خدا عزوجل کی یاد نے ان سے وطن چھڑا دیا ہے۔ یہ لوگ تلاوتِ قرآن کرتے وقت اس میں غور کرتے ہیں۔ جب یہ توکل کے درجات پر فائز ہوئے تو ان کی کمر جھک گئی، خواہشاتِ نفسانی کو بیچ کر یہ تقدیر کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ خوش آمدید ایسے بہادروں کو جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور جو غمگین لہجے میں قرآن پڑھتے ہیں جب خوف ان پر غالب ہوا تو یہ جہنم کے خوف سے بے ہوش ہو گئے۔ (بحر الدموع ص ۲۱۷)

35-بَابُ اسْتِحْبَابِ ابْتِدَاءِ الْقَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِيْ فِيْ جِوَارِهٖ وَصَلَاتِهٖ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ

سفر سے آنے والے کا پہلے قریبی مسجد میں آنا اور اس میں دو رکعت پڑھنا مستحب ہے

(992) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت کعب بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ، ج۲ص۴۰۵، رقم: ۷۱۹۲، سنن الکبری للبیہقی، باب من اراد غزوۃ فوری بغیرھا، ج۲ص۱۳۵، رقم: ۱۸۹۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث کعب بن مالک، ج۲ص۴۵۹، رقم: ۱۵۸۲۰، صحیح بخاری، باب حدیث کعب بن مالک، ج۲ص۱۲۰، رقم: ۴۱۵۶، جامع الاصول، سورۃ براۃ ج۱ص۱۷۷، رقم: ۶۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دن میں آنے کے متعلق ابھی عرض کیا جا چکا سفر کو جاتے وقت مسجد سے روانہ ہونا اور واپسی پر مسجد میں پہلے آنا اگر وقت کراہت نہ ہو تو ان دونوں موقعوں پر دو نفل نماز سفر یا نماز قدوم پڑھنا سب کچھ سنت ہے اس سے سفر میں بڑی برکتیں رہتی ہیں۔

یعنی پہلے اہل مدینہ سے ملاقات فرماتے، ان کے دکھ درد سنتے، ان کے مقدمات کے فیصلے فرماتے، انہیں شرف زیارت بخشتے، پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔ طبرانی اور حاکم نے بروایت ثعلبہ حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد سے ابتدا فرماتے پھر حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے گھر

تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر۔ (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۹۶)

36- بَابُ تَحْرِیْمِ سَفَرِ الْمَرْاَۃِ وَحْدَھَا

عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے

(993) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَحِلُّ لِامْرَاَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِیْرَۃَ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَیْھَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی عورت جو اللہ اور روزِ حشر پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے محرم کے بغیر ایک دن رات کی مسافت سفر کرنا حلال نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی کم یقصر الصلاۃ ج۱ص۳۳، رقم:۱۰۸۶ صحیح مسلم، باب سفر المراۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ج ص۷۰۲، رقم: ۳۳۲۲ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب حجۃ من قال لا تقصر الصلاۃ فی اقل من ثلاثۃ ایام، ج۳ص۱۲۸ رقم: ۵۴۱۵ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۲۶، رقم: ۹۶۲۸ مسند الشافعی الباب الاول فیما جاء فی فرض الحج وشروطہ، ص۱۰۸، رقم: ۷۷۶)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عورت کے سفر پر جانے کے متعلق استفتاء کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اُس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذابِ جہنم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردے کے اندر ہے اُس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امہات المومنین کو حج کرا کر فرمایا ھذہ ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دُوسرا حج ناجائز ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص۱۵۰)

(994) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَۃٍ اِلَّا وَمَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْاَۃُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کوئی مرد کسی عورت کے پاس محرم کے بغیر اکیلا نہ ہو۔ اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر پر نہ جائے۔ ایک آدمی نے عرض کیا:

اللّٰہِ، اِنَّ امْرَاَتِیْ خَرَجَتْ حَاجَّۃً، وَاِنِّیْ اكْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

یارسول اللہ میری بیوی حج کے لیے جاتی ہے۔ اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: جا تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یخلون رجل بامراۃ الاذومحرم والدخول علی المغیبۃ، ج۲،ص۲۷، رقم: ۵۲۳۳، صحیح مسلم، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ج۱ص۷۰۲، رقم: ۳۳۳۶، الاداب للبیہقی، باب لا یخلو رجل بامراۃ اجنبیۃ، ج۱ص۲۶۱، رقم: ۷۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۷۲۲، رقم: ۱۹۳۳، مسند الحمیدی احادیث بن عباس رضی اللہ عنہ، ج۱ص۲۲۱، رقم: ۴۶۸)

شرح حدیث: گناہوں کو بھول جانا

حضرت سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے، کہ ابلیس آپ علیہ السلام کے سامنے آیا اور اس کے سر پر ایک ٹوپی تھی جس میں کئی رنگ چمک رہے تھے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کے قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھ دی اور آپ کو سلام کیا، آپ علیہ السلام نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ابلیس ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے زندہ نہ رکھے، تو کیوں آیا؟ اس نے جواب دیا: چونکہ آپ کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں ایک مقام ومرتبہ حاصل ہے اس لئے آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: میں نے تیرے سر پر جو دیکھا وہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کے ذریعے میں انسانوں کے دل اُچک لیتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: وہ کون سا ایسا عمل ہے جس کے ذریعے تو انسان پر حاوی ہو جاتا ہے؟ شیطان نے جواب دیا: جب وہ اپنے آپ پر اترانے لگتا ہے، اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اور گناہوں کو بھول جاتا ہے۔ (پھر کہنے لگا) میں آپ کو تین باتوں سے ڈراتا ہوں: (۱) کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کریں، کیونکہ جو شخص ایسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں ہوتا ہے، جو اس کے لئے حلال نہیں، تو میں اپنے کارندوں کو بھیجنے کی بجائے خود وہاں جاتا ہوں، یہاں تک کہ انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہوں (۲) جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے وعدہ کریں تو اسے پورا کریں اور (۳) جب صدقہ کا مال نکالیں، تو اسے خرچ کر دیں، کیونکہ جب کوئی شخص صدقہ کا مال الگ کر کے رکھتا ہے، تو میں اسے خرچ کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہوں۔ پھر شیطان یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ہائے افسوس! حضرت موسیٰ کو وہ بات معلوم ہو گئی جس کے ذریعے میں لوگوں کو دھوکا دیتا ہوں۔

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے نوجوانوں کے گروہ! تم پر نکاح کرنا لازم ہے، پس جو عورت کے حقوق پورے کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ روزے رکھے کیونکہ یہ خواہش کو کم کر دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، الحدیث ۵۰۶۶، ج۳، ص۴۲۲، مفہوماً) (لباب الاحیاء، ۲۲۹)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

9- كِتَابُ الْفَضَائِل

فضائل کا بیان

37-بَابُ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

قرآن کریم پڑھنے کی فضیلت

(995) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ، فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ قرآن پڑھو۔ کیونکہ یہ اپنے ساتھیوں کے لیے قیامت کے دن سفارشی بن کر آئے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل قراۃ القران وسورۃ البقرۃ، ج۱ص۵۵۳ رقم: ۸۰۴ السنن الصغرٰی للبیہقی باب فی فضل القران ج۱ص۳۰۷ رقم: ۹۶۲ مسند الشامیین للطبرانی احادیث معاویۃ عن زید بن سلام ج۴ص۱۰۵ رقم: ۲۸۹۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہمیشہ تلاوت کیا کرو اور اس موقعہ کو غنیمت جانو قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے معنی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں مرکب دوائیں معجونیں مفید ہیں ان کے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

گنہگاروں کی مغفرت کی سفارش کرے گا نیک کاروں کی بلندی درجات کی صحابہ سے مراد قرآن کی تلاوت کرنے والے، اس کو سیکھنے سکھانے، اس پر عمل کرنے والے سب ہی مراد ہوتے ہیں مگر یہاں تلاوت کرنے والے مراد ہیں جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۳۴۶)

(996) وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِالْقُرْآنِ وَأَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهِ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهُ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ، تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور وہ قرآن والے جو اس پر دنیا میں عمل کیا کرتے تھے۔ ان کو لایا جائے گا۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران آگے آگے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل قراۃ القران وسورۃ البقرۃ، ج۱ص۵۵۴ رقم: ۱۹۱۲ السنن الکبرٰی للبیہقی باب المعاهدة علی قراۃ القرآن ج۲ص۳۹۵ رقم: ۴۲۲۶ مصنف عبدالرزاق، باب تعلیم القرآن وفضله ج۳ص۳۹۵ رقم: ۵۹۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عزت عظمت کے ساتھ وفد کی شکل میں بارگاہ الٰہی میں پیشی کے لیے لائے جائیں گے رب تعالٰی فرماتا ہے: يَوْمَ

نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔

یہ سورتیں بعض بڑے مخلصین کے لیے سفید بادل کی طرح اور ان سے کم درجہ والوں کے لیے سیاہ شامیانہ کیطرح اوپر سایہ کئے ہوں گی، جن سے یہ لوگ گرمی محشر سے محفوظ ہوں گے یہ بادل وشامیانے ان لوگوں کے ساتھ چلتے ہوں گے تمام محشر والے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں، اب جو کہے کہ قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤمن وکافر کی بھی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹا ہے۔

عربی میں شرق بکری کے کان کی پھٹن کو کہتے ہیں، یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ مراد ہے یہ فاصلہ بسم اللہ شریف کا ہوگا، یہاں بھی بسم اللہ ہی دو سورتوں میں فاصلہ وفرق کرتی ہے، بعض نے فرمایا کہ شرق بمعنی نور و چمک ہے یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ سورتیں خود گھرے بادل کی طرح ہوں گی مگر ان سے اندھیرا نہ ہوگا بلکہ محشر کی جگمگاہٹ ان کے نیچے ہی محسوس ہوگی، یہ چمک سورج وغیرہ کی نہ ہوگی نور الٰہی کی ہوگی، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔

اللہ تعالٰی سے جھگڑ جھگڑ کر اپنے قاری عاملین وعالمین کو بخشوائیں گی پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ جھگڑا مقابلہ کا نہ ہوگا بلکہ نازو انداز کا ہوگا رب تعالٰی ہم کو بھی ان سورتوں کی شفاعت نصیب کرے آمین۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۴۷)

(997) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب خیرکم من تعلم القران وعلمه، ج٣ص١٩٢، رقم: ٥٠٢٧، مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان رضی الله عنه، ج١ص٦٩، رقم: ٥٠٠، سنن ابوداؤد، باب فی ثواب قرأة القرآن، ج١ص٥٣٣، رقم: ١٤٥٢، سنن ترمذی باب ما جاء فی تعلیم القرآن، ج٥ص١٧٣، رقم: ٢٩٠٧، سنن الدارمی، باب خیارکم من تعلم القران وعلمه ج٢ص٥٢٨، رقم: ٣٣٣٧)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا، قاریوں کا تجوید سیکھنا سکھانا، علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث وفقہ سیکھنا سکھانا صوفیائے کرام کا اسرار ورموز قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار واحکام کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالٰی

فرماتا ہے: نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِکَ عمل بالقرآن علم قرآن کے بعد ہے لہذا عالم عامل سے افضل ہے آدم علیہ اسلام عالم تھے فرشتے عامل مگر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام افضل ومسجود رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۳۲۵)

(998) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا تجربہ کار ہے۔ وہ لکھنے والے عزت والے نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو قرآن پاک کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے۔ اور وہ اس پر مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر وثواب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماہر بالقرآن مع الکرام البررۃ، ج۳ص۳۱۶، رقم: ۴۹۳۷ صحیح مسلم، باب فضل الماہر بالقران والذی یتتعتع فیہ، ج۱ص۳۹۵، رقم: ۷۹۸ سنن الدارمی باب فضل من یقرأ القران ویشتد علیہ، ج۲ص۵۲۶، رقم: ۳۳۶۸ سنن ابوداؤد، باب فی ثواب قراۃ القران، ج۱ص۵۳۲، رقم: ۱۴۵۴ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل قارئ القران، ج۵ص۱۷۱، رقم: ۲۹۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن کریم کا ماہر وہ عالم ہے جو الفاظ قرآن، معانی ورسائل قرآن اسرار ورموز قرآن کا واقف ہو، اس کا بڑا درجہ ہے۔

شیخ نے فرمایا کہ یہاں سفرہ سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور کرام بررۃ سے انبیاء کرام مقصود۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔ سَفَرَہ یا تو سفر سے بنا ہے یعنی سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ حق تعالی اور رسولوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں وحی وغیرہ کے لیے یا سِفْر سے بنا بمعنی کتاب، جس کی جمع اسفار ہے یَحْمِلُ اَسْفَارًا یعنی وہ فرشتے جو لوح محفوظ سے مضامین صحیفوں میں نقل کرتے رہتے ہیں یا کاتبین اعمال فرشتے یا سفار بمعنی اصلاح سے بنا یعنی وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر مصلحت ورحمت کی خبریں لاتے ہیں چونکہ یہ فرشتے اول درجہ کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک وصاف اس لیے ان کے یہ تین لقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لیے اس کا حشر بھی انہیں جماعتوں کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ شعر

گر محمد کا ساتھ ہو جائے　　پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

بعض نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں مرقات۔

(دوہرا اجروثواب ہے) سبحان اللہ! عالم بالقرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جو ابھی ذکر ہوا اور جو کند ذہن، موٹی زبان والا قرآن پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک کوشش کیے جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے، شوق محنت۔ خیال رہے کہ یہ دوگنا ثواب عالم قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے، عالم قرآن تو فرشتوں نبیوں اور صحابہ کے ساتھ ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں جو بے تکلف قرآن پڑھ کر بس کردے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۳۸)

(999) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ: رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ: لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ: رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ: لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار جو قرآن پڑھنے والا ہے اس کی مثال ناشپاتی کی ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ اور ذائقہ اچھا ہے۔ اور ایمان دار جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کی خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ میٹھا ہے اور اس منافق کی مثال جو پڑھتا ہے ریحانہ کی ہے جس کی خوشبو عمدہ اور ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کی طرح ہے اس کی خوشبو نہیں اور ذائقہ بھی کڑوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ذکر الطعام، ج۳ص۱۰۱، رقم: ۵۴۲۷ صحیح مسلم، باب فضیلۃ حافظ القرآن، ج۲ص۱۹۳، رقم: ۱۸۹۶ سنن ابوداؤد، باب من یؤمر ان یجالس، ج۴ص۳۰۶، رقم: ۴۸۲۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی مثل المؤمن القاری للقرآن وغیر القاری، ج۴ص۱۵۰، رقم: ۲۸۶۵ سنن الکبرٰی للنسائی، باب مثل المؤمن الذی یقرأ القرآن، ج۵ص۲۷، رقم: ۸۰۸۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(خوشبو عمدہ اور ذائقہ اچھا ہے) یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے منزل نہیں چھوڑتا، معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ معنے سمجھے یا نہ سمجھے، ترنج عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہترین، دماغ اور معدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں۔ اور یہ ہی اس مؤمن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت وثواب دونوں ملتے ہیں، قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے۔

(جس کی خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ میٹھا ہے) ایسے ہی یہ غافل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر خاص اچھا نہیں مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ نہ کچھ باطنی فیض پا لیتے ہیں مؤمن کی صحبت بھی اچھی ہے۔

اندرائن ایک مشہور کڑوا پھل ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے، منافق کا نہ ظاہر اچھا نہ باطن۔
یعنی بے دین جو ریاء کے لیے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے قرآن پڑھے، اگر چہ خود تو بدمزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سننے والوں کو کچھ نہ کچھ راحت ضرور مل جاتی ہے، جیسے ریحانہ گھاس (نیاز بو) کہ ہے تو بدمزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ ضرور معطر ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسے ہی تاثیر قرآن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے انڈے پر "قل ھو اللہ" پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا، اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید ہونی چاہیے دیکھو یہاں مؤمن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مؤمن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر۔ تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والے سے دھوکہ نہ کھاؤ ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں، قرآن کریم ریڈیو کی پیٹی ہے، تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کیطرف لگی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہو گا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو ان شاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے۔
مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جنات نہیں آتے ایک شاعر کہتا ہے۔

کانکم شجر الاترج طاب معا   حملا ونورًا وطاب العود والورق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی محبوب کا پیغام، وطن کا خط پڑھنے، سننے میں بھی مزہ آتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بے کار ہے قرآن عمل کے لیے ہے نہ کہ پڑھنے کے لیے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کے لیے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی، ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لیے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیزوں کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۴۰)

(1000) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ کچھ لوگوں کو بلندی اور کچھ لوگوں کو پستی دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقران ویعلمه وفضل من تعلم حکمة من فقه ج ۱ص ۲۰۱ رقم: ۱۹۳۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه، ج ۱ص ۳۵ رقم: ۲۳۲، السنن الکبری للبیهقی باب امامة

الموالی، ج۳ص۸۹، رقم: ۵۲۲۹، سنن ابن ماجہ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ، ج۱ص۷۹، رقم: ۲۱۸، سنن الدارمی، باب ان اللہ یرفع بہذا القرآن اقواما ویضع آخرین، ج۲ص۵۲۶، رقم: ۳۳۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو صحیح طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا وآخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں، یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا وآخرت میں ذلیل ہوں گے، قرآن کریم سے زندگی و موت طیب ہوتی ہے یہ محبوبین کے لیے ماء (پانی) ہے، اور محجوبین کے لیے دماء (خون) ہے، اب بھی قرآن پاک کے صحیح متبع بڑی عظمت عزت کے مالک ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ حضرت عمر نے ابن ابزی غلام کو مکہ معظمہ کا حاکم بنایا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اگرچہ غلام ہے مگر قرآن کا ماہر ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص ۴۴)

(1001) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اثْنَتَیْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ، فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَهُوَ یُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی قابل رشک ہیں۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ کریم نے قرآن عطا فرمایا وہ اس کے ساتھ رات اور دن کے اوقات میں قیام کرتا ہے۔ اور ایک وہ آدمی جس کو اللہ کریم نے مال دیا تو وہ اس کو رات اور دن کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَالْاٰنَاءُ: السَّاعَاتُ۔ آناء گھڑیاں/اوقات۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی القرآن والعلم، ج۴ص۴۸۲، رقم: ۷۲۳۲، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۱۹۳۰، السنن الصغری، باب ادب القاضی وفضلہ، ج۳ص۲۵۰، رقم: ۴۷۶۹، سنن ابن ماجہ، باب الحسد، ج۱ص۱۲۰۸، رقم: ۴۲۰۹، السنن الکبری للنسائی، باب الاغتباط فی العلم، ج۳ص۴۲۶، رقم: ۵۸۴۱، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۸، رقم: ۴۵۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حسد بمعنی غبطہ، رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیادار پر نہ دین دار پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر مگر مارا گیا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا، رشک کے معنے ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔

(قرآن عطا فرمایا) یعنی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو، اس میں غور و تامل کرتا ہو، یقوم میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن وحدیث میں تامل و غور کرنے

میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن وحدیث کی خدمت میں آئے اللہ نصیب کرے۔ شعر

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جیئے گا اسی میں مرے گا اور ان شاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورۂ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں آئے گا۔

(خرچ کرتا ہے) چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے، اس لیے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی، خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۲۹)

(1002) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ، وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْ، وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ. فَقَالَ: تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا اس کے پاس دوہری رسیوں کے ساتھ گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس کو بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ قریب قریب ہونے لگا۔ اور گھوڑا اس کی وجہ سے اچھلنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو وہ حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: وہ سکینہ ہے جو قرآن کے لیے اترا تھا۔ (متفق علیہ)

الشَّطَنُ بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالطَّاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَلْحَبْلُ.

شطن شین معجمہ اور طا مہملہ پر زبر کے ساتھ رسی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل سورة الكهف ج۳ ص۱۸۸ رقم: ۵۰۱۱ صحیح مسلم، باب نزول السكينة لقراءة القرآن ج۲ ص۱۹۳ رقم: ۱۸۹۲ مسند امام احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب ج۶ ص۲۹۳ رقم: ۱۸۶۱۴ سنن ترمذی باب ما جاء في فضل سورة الكهف ج۵ ص۱۶۱ رقم: ۲۸۸۵ مسند ابوداؤد الطيالسي حديث البراء بن عازب رضي الله عنه ص۱۰۰ رقم: ۷۱۴)

شرح حدیث: (نوٹ: سکینہ ایک خاص نعمت الٰہی ہے اس سے سکون حاصل ہوتا ہے قرآن پاک میں اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اہل ایمان اور ابوبکر صدیق پر اترنے کا ذکر ہے۔)

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(گھوڑا اس کی وجہ سے اچھلنے لگا) گھوڑے کا یہ بدکنا ایک عجیب چیز کے نظارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا۔

(وہ سکینہ ہے) فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے چونکہ ان کے اترنے سے مؤمن کے دل کو سکون وچین حاصل ہوتا ہے اس لیے اسے سکینہ کہتے ہیں مؤمن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقعہ پر بھی یہ فرشتے

اترتے ہیں رب تعالیٰ ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے: فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ۔ صدیق اکبر کو اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا اسی لیے ان پر سکینہ اتری۔ خیال رہے کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے انہیں بھی رب تعالیٰ نے سکینہ فرمایا ہے۔ چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات عمامہ نعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن پاک کراتے ہیں تاکہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عمامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تاکہ سکون قبر میسر ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت ہے۔ صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال تہبند شریف رکھوائے، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۴۳)

(1003) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا، لَا اَقُوْلُ: الٓمّٓ حَرْفٌ، وَلٰكِنْ: اَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف تلاوت کیا۔ اس کو نیکی ملے گی اور نیکی دس مثل کے ساتھ ہے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ الف لام میم ایک حرف ہے لیکن الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن قراء حرفا من القران ماله من الاجر ج۵ص۱۷۵، رقم: ۲۹۱۰ مسند البزار مسند عوف بن مالك ج۲ص۳۴۳ رقم: ۲۷۶۱ مصنف ابن ابی شیبة، باب ثواب من قرأ حروف القران ج۶ص۱۱۸ رقم: ۲۹۹۳۳ معرفة الصحابة لابی نعیم، باب المیم من باب العین ج۳ص۲۱۸ رقم: ۳۰۱۲ شعب الایمان، فصل فی ادمان تلاوة القران ج۲ص۳۴۲ رقم: ۱۹۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو جدا جدا پڑھا جائے لہذا الٓمّٓ تین حرف ہیں۔ چنانچہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف مرقات۔ مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد مطلقاً حرف ہے علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں، لہذا قرآن کریم میں لفظ اللہ پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال رہے کہ قرآن پاک میں خبیث چیزوں کے نام بھی ہیں جیسے ابی لہب، ابلیس شیطان، خنزیر، وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی

ثواب اسی حساب سے ہوگا کہ یہ حروف یا ان کے ترجمے برے نہیں، بلکہ ان کے مصداق خبیث ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے۔

(نیکی دس مثل کے ساتھ ہے) اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یہ تو ادنیٰ ثواب ہے، آگے رب تعالیٰ کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ مرقات میں فرمایا کہ یہ ثواب تو عام تلاوتوں کا ہے، مکہ معظمہ ومدینہ میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کرو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار۔

(میں یہ نہیں کہتا کہ الف لام میم ایک حرف ہے) چونکہ عربی میں حرف، حرف معانی، حرف مبانی، یعنی حرف ہجاء اور جملہ مفیدہ مطلقًا کلمہ سب کو ہی کہا جاتا ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تفسیر فرمائی۔

(اور میم ایک حرف ہے) الف، لام، میم کو حرف فرمانا مجازًا ہے ورنہ یہ حرفوں کے نام یعنی اسمائے حروف ہیں اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ الف میں تین حرف ہیں، ا، ل، ف مگر اس کو ہم ایک حرف ہی مانتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہوکر آتا ہے، اگرچہ اس کے اجزا تین ہیں بعض شارحین نے کہا کہ الم ترکیف میں الم کی تیس نیکیاں ہیں اور الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ میں الٓمّٓ کی نوے نیکیاں ہیں، کیونکہ اس میں حرف نو ہیں اسمائے حروف اگرچہ تین ہیں مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ مکتوبی یعنی لکھے ہوئے حرف مراد ہیں نہ کہ مقروئی یعنی پڑھے ہوئے حرف اور مکتوبی حرف سورۂ فیل وبقرہ میں یکساں ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۲)

(1004) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے سینہ میں قرآن بالکل نہیں وہ برباد گھر کی طرح ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن قرا حرفا من القران ماله من الاجر ج۵ص۱۰۰ رقم: ۲۹۱۳ المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن، ج۲ص۲۲۰ رقم: ۲۰۷۰ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن العباس ج۱۲ص۱۰۹ رقم: ۱۲۶۵۰ سنن الدارمی، باب فضل من قرأ القرآن، ج۲ص۵۲۱ رقم: ۳۳۰۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۲۳ رقم: ۱۹۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جوف کے حقیقی معنے ہیں پیٹ، اسی لیے معتل العین کو اجوف یعنی خالی پیٹ والا کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ مگر یہاں جوف سے مراد دل یا سینہ ہے گھر کی آبادی انسان وسامان سے ہے دل کی

آبادی قرآن سے باطن یعنی روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان وسامان سے خالی گھر۔ شعر

آباد وہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے　　جو یاد سے غافل ہو ویران ہے برباد ہے

(مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۲۶۰)

(1005) وَعَنْ عَبدِ اللّٰہِ بْنِ عَمرِو بْنِ العَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ: اقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا، فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَۃٍ تَقْرَؤُھَا رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن والے کو کہا جائے گا پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور اطمینان سے پڑھ جس طرح تو دنیا میں اطمینان سے پڑھتا تھا۔ کیونکہ تیرے اترنے کی جگہ آخری آیت کی تلاوت کے پاس ہے۔ جس کو تو پڑھے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القران ماله من الاجر، ج۵ص۱۷۷ رقم: ۲۹۱۴ السنن الکبری للبیهقی، باب کیف قراۃ المصلی، ج۲ص۵۳ رقم: ۲۵۲۲ سنن ابوداؤد، باب استحباب الترتیل فی القراۃ، ج۱ص۵۲۷ رقم: ۱۴۶۴ سنن الکبری للنسائی، باب الترتیل، ج۵ص۲۲ رقم: ۸۰۵۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۹۲ رقم: ۶۷۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن والے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو اور اس پر عامل ہو، وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو، اور قرآن اس پر لعنت کرتا ہو کہ یہ تلاوت تو عذاب الٰہی کا باعث ہے، بعض آریہ اور عیسائی بھی قرآن پاک پر اعتراضات کرنے کے لیے قرآن پاک پڑھتے بلکہ حفظ تک کر لیتے ہیں، پنڈت کالی چرن چودہ پاروں کا حافظ ہوا۔ (مرقات)

(پڑھتا جا اور چڑھتا جا) جنت کے درجات اوپر تلے ہیں جس قدر درجے کی بلندی، اسی قدر بہتر ان شاء اللہ اس دن تلاوت قرآن مؤمن کے لیے پروں کا کام دے گی، یا اس سے مراتب قرب الٰہی میں ترقی کرنا مراد ہے، یعنی تلاوت کرتا جا اور مجھ سے قریب تر ہوتا جا۔

(آخری آیت کی تلاوت کے پاس ہے) یعنی جہاں تیرا پڑھنا ختم، وہاں تیرا چڑھنا ختم، وہاں اسی قدر تلاوت کر سکے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرتا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرتا تھا اسی طرح وہاں کرے گا۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جنت کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہی ہیں اور ہر آیت پر ایک درجہ ملتا ہے، اگر درجے اس سے کم ہوں، تو یہ حساب کیسے درست ہو اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ

ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان مرقات۔ دوسرے یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوت قرآن کے، مگر یہ تلاوت لذت اور ترقی درجات کے لیے ہوگی، جیسے فرشتوں کی تسبیح۔ تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوت قرآن کریم کا عادی بعد موت ان شاء اللہ حافظ قرآن ہو جائے گا، ورنہ یہ شخص وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھتا۔ چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو مطلق رکھا گیا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر کرنا محض تلاوت سے افضل ہے، اسی لیے حضرت صدیق اکبر حفاظ صحابہ سے افضل ہوئے جنت میں ساری امت سے اونچے درجے میں وہ ہی ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۹)

38- بَابُ الْأَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْآنِ وَالتَّحْذِيرِ عَنْ تَعْرِيضِهِ لِلنِّسْيَانِ

قرآن پاک کا خیال رکھنے کا حکم اور اس کو بھلانے سے ڈرنا

(1006) عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَعَاهَدُوا هٰذَا الْقُرْآنَ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس قرآن کا خیال رکھو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے وہ رسی کھل جانے کی صورت میں اونٹ کے بھاگنے سے زیادہ بھاگنے والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب استذکار القران وتعاهده، ج ۳ص ۱۹۳، رقم: ۵۰۳۳، صحیح مسلم، باب الامر بتعهد القران و كراهة قول نسيت آية كذا، ج ۱ص ۱۹۲، رقم: ۱۸۸۰، المستدرك للحاكم، كتاب فضائل القرآن، ج ۲ص ۲۱۸، رقم: ۲۰۲۲، مسند امام احمد بن حنبل، حديث ابى موسى الاشعرى، ج ۷ص ۲۹۶، رقم: ۱۹۵۷۳، مسند الحميدى، احاديث عبدالله بن مسعود، ج ۱ص ۵۰، رقم: ۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تعاهد عہد سے بنا، بمعنی حفاظت و نگرانی و مضبوط وعدے کو بھی اسی لیے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے، قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کا دور کرتے رہنا، اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا، خصوصاً حافظ صاحبان کے لیے ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن علوم قرآن اور مسائل قرآن سب ہی ہے یعنی حفاظ اپنے حفظ کی، قاری صاحبان تجوید کی، علماء علوم قرآنیہ کی تجدید و تکرار کرتے رہیں، ورنہ بھول جانے کا اندیشہ ہے۔

عقل عین و قاف کے پیش سے ہے عقال کی جمع، بمعنی رسی جس سے جانور باندھا جاوے، یہاں فی بمعنی من ہے یعنی جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے غافل نہیں ہوتے اسی لیے قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنے یاد پر اعتماد نہ کرو، یہ بہت جلد بھول جاتا ہے کیوں نہ ہو کہ کلام الٰہی قدیم اور ہم حادث، ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے یہ رب تعالیٰ کی

مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی غفلت اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی پان والے ہمیشہ پان کے ڈھیر کو لوٹتے پلٹے رہتے ہیں، تو قرآن والے ہمیشہ اس کی لوٹ ویلٹ رکھیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۲)

(1007) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ، اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا، وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن والے کی مثال رسی سے بندھے اونٹ کی طرح ہے اگر اس کا خیال رکھے گا تو روک لے گا اور اگر اس کو کھول دیا تو چلا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب استذکار القران وتعاهده، ج۳ص۴۱۲، رقم: ۵۰۳۱، صحیح مسلم، باب الامر بتعهد القرآن وكراهة قول نسيت آية كذا، ج۱ص۳۹۰، رقم: ۷۸۹، السنن الكبرى للبيهقى، باب المعاهدة على قراة القرآن، ج۲ص۵۵۵، رقم: ۴۲۲۲، سنن النسائى الكبرى، باب نسيان القرآن، ج۵ص۲۰، رقم: ۸۰۴۲، صحيح ابن حبان، باب قراة القرآن، ج۳ص۱۰، رقم: ۷۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اونٹ تو مضبوط رسی سے کھونٹے پر رہتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ دور کرنے اور تکرار کرتے رہنے سے ذہن میں ٹھہرتا ہے، پھر جیسے اونٹ اگر ٹھہر جائے تو بڑے فائدے پہنچاتا ہے، سواری، باربرداری، گوشت، دودھ، نسل، اون وغیرہ سب ہی دیتا ہے ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان، عرفان رضائے رحمان وغیرہ سب کچھ اسی سے میسر ہوتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۴)

39-بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِيْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حُسْنِ الصَّوْتِ وَالْاِسْتِمَاعِ لَهَا

قرآن پاک کو خوش آوازی سے پڑھنا اور عمدہ آواز والے سے قرأت کرانا اور کان لگا کر سننا مستحب ہے

(1008) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُوْلُ: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ کریم کسی آواز کو اس طرح توجہ سے نہیں سنتا جس طرح وہ خوش آواز نبی کی آواز توجہ اور محبت سے سنتا ہے جو ترنم سے بلند آواز کے ساتھ قرآن پڑھتا ہو۔ (متفق علیہ)

مَعْنٰى اَذِنَ اللّٰهُ: اَيِ اسْتَمَعَ، وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلَى الرِّضَاءِ وَالْقَبُوْلِ.

اذن اللہ کا مطلب ہے: کان لگانا مراد رضا اور قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من لم یتغن بالقرآن، ج۳ص۱۹۱، رقم: ۵۰۲۳، صحیح مسلم، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ج۲ص۱۹۲، رقم: ۱۸۸۱، سنن ابوداؤد، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، ج۱ص۵۴۸، رقم: ۱۴۷۵، المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن، ج۲ص۲۲۰، رقم: ۲۰۹۶، سنن الدارمی، باب التغنی بالقرآن، ج۱ص۳۱۶، رقم: ۱۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی کریم سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکیدی حکم اس کا دیا کہ اپنی کتب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکیدی حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اور ممکن ہے کہ نبی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور قرآن سے مراد یہ ہی قرآن شریف ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا تاکیدی حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں اتنا تاکیدی حکم دوسرا نہ دیا کیونکہ خوش الحانی قرآن کریم کی زینت ہے جس سے قرآن کا حسن اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۱۷)

(1009) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَہٗ:لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَّزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں داؤد علیہ السلام کے سریلے لہجوں میں سے ایک سریلا لہجہ ملا ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَہٗ: لَوْ رَاَیْتَنِیْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ لِقِرَائَتِکَ الْبَارِحَۃَ۔

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا اگر تم مجھے دیکھ لیتے کہ جب میں گزشتہ رات تمہاری آواز کو کان لگا کر سن رہا تھا (تو تم کو کتنی خوشی ہوتی)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حسن الصوت بالقراءۃ للقرآن، ج۳ص۱۹۵، رقم: ۵۰۴۸، صحیح مسلم، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ج۲ص۱۹۲، رقم: ۱۸۸۸، السنن الکبریٰ للبیھقی، باب من جھر بھا اذا کان من حولہ لایتاذی بقراءتہ، ج۳ص۱۲، رقم: ۱۸۹۵، الاحاد والمثانی، حدیث اسید بن حضیر بن رافع، ج۳ص۳۶۹، رقم: ۱۹۲۶)

شرح حدیث: رضائے الٰہی کیلئے قرآن مجید سیکھنے، سکھانے، سننے اور تلاوت کرنے کا ثواب

قرآن مجید فرقانِ حمید کی تعلیم و تعلم اور تلاوت کے کثیر فضائل قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

(1) اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان

رکھتے ہیں۔ (پ1، البقرۃ:121)

(2) وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا۔ (پ15، بنی اسرائیل:45)

(3) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

(پ15، بنی اسرائیل:82)

(4) اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ وَ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ۝ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ۝ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امید وار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا (نقصان) نہیں تا کہ ان کے ثواب انہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی وہی حق ہے اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے بسنے کے باغوں میں داخل ہوں گے وہ ان میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اتارا اپنے فضل سے ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے نہ ہمیں اس میں کوئی تکان لاحق ہو۔ (پ22، الفاطر:29 تا 35)

(5) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○

ترجمہ کنزالایمان: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ (پ23، الزمر:23)

(1010) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِي الْعِشَاءِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ، فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورۃ والتین والزیتون کی تلاوت نماز عشاء میں کرتے ہوئے سنا۔ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز والا کوئی نہیں سنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب القراۃ فی العشاء، ج۱ص۲۷۵، رقم: ۷۶۹، صحیح مسلم، باب القراۃ فی العشاء، ج۱ص۳۱۰، رقم: ۱۰۶۷، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الجهر بالقراۃ فی الرکعتین الاولیین من المغرب والعشاء، ج۲ ص۲۹۳، رقم: ۳۹۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۶ص۴۰۲، رقم: ۱۸۶۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش آواز تھے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے کوئی نبی بدشکل یا بدآواز نہ بھیجا۔ ہر نبی نہایت خوب صورت اور خوش آواز ہوئے۔ پھیر شریف میں ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش آواز اور ادر بلند آواز تھے کہ آپ کی نماز کی تلاوت عورتیں گھروں میں بے تکلف سن لیتی تھیں۔ (مرقات) غرض کہ رب تعالٰی نے اپنے محبوب کو ہر انداز محبوبانہ بخشا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ ص۶۲)

(1011) وَعَنْ اَبِيْ لُبَابَةَ بَشِيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت ابولبابہ بن بشیر بن عبدالمنذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قرآن کو خوش آوازی سے یا ترنم سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مَعْنٰى يَتَغَنّٰى: يُحَسِّنُ صَوْتَهٗ بِالْقُرْاٰنِ.

یتغنی کا مطلب ہے جو قرآن پاک کی خوش آوازی سے تلاوت کرتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، ج۱ص۵۴۸، رقم: ۱۴۶۱، السنن الکبری للبیہقی باب کیف قراءۃ المصلی، ج۲ص۵۴، رقم: ۲۵۲۸، اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر رباح بن مخزوم بن یقظۃ، ج۲ص۳۴۳، رقم: ۲۰۴۴، المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن، ج۲ص۲۳۸، رقم: ۲۰۹۱، سنن الدارمی، باب التغنی بالقرآن، ج۱ص۴۱۷، رقم: ۱۴۹۰، مسند امام احمد، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۶۹، رقم: ۱۴۷۹)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماأذن اللہ لشیئ ماأذن لنبی حسن الصوت یتغنی بالقرآن یجھربہ، رواہ الائمۃ احمد والبخاری۔ ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲/۷۵۱، وصحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱/۲۶۸)(سنن ابی داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۱/۲۰۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ کسی چیز کو ایسی توجہ ورضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الٰہی کی تلاوت بآواز کرتا ہے۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

للہ اشد اذنا الی الرجل احسن الصوت بالقرآن یجھربہ من صاحب القینۃ الی قینۃ، رواہ ابن ماجۃ۔ وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرطھما والبیھقی کلھم عن فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/۵۷۱)(سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۹۶)(السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الشہادات تحسین الصوت القرآن دار صادر بیروت ۱۰/۲۳۰)

یعنی جس شوق ورغبت سے گانے کا شوقین اپنی گائن کنیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند ورضا واکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا ہے۔(ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب اللہ وتعاھدوہ وتغنوا بہ، رواہ الامام احمد عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ

عنه۔ (مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۴۶)

قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو، (امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

زینوا القراٰن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القراٰن حسنا [۱]۔ رواہ الدارمی فی سننہ ومحمد بن نصر فی کتاب الصلٰوۃ بلفظ حسنوا [۲]۔ وباللفظین رواہ الحاکم فی المستدرک کلھم من البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

([۱] سنن الدارمی باب ۳۳ باب التغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۴ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۴۰) (المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/۵۷۵) ([۲] کنز العمال بحوالہ الدارمی ابن نصر حدیث ۲۷۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۶۰۵)

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھا دیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ میں حسنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور سب نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

پانچ حدیثوں صحیح رفیع جلیل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من لم یتغن بالقراٰن رواہ البخاری [۳]۔ عن ابوھریرۃ وابوداؤد عن ابی لبابۃ عبدالمنذر وھو کاحمد وابن حبان عن سعد بن ابی وقاص والحاکم عنہ وعن عائشہ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ ([۳] صحیح البخاری کتاب التوحید ۲/۱۱۲۳ وسنن ابی داؤد باب استحباب الترتیل فی القرآن ۱/۲۰۷) (مسند احمد بن حنبل ۱/۱۷۲ وکنز العمال حدیث ۲۷۶۹-۱/۶۰۵) (المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ۱/۵۶۹)

ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام بخاری نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابولبابہ عبدالمنذر سے اسے روایت کیا۔ نیز اس نے امام احمد اور ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی وایت کی ہے اور حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔(ت)

دسویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذا القراٰن نزل بحزن وکاٰبۃ فاذا قرأتموہ فابکوافان لم تبکوا فتباکوا وتغنوا بہ فمن لم

يتغن به فليس منا رواه ابن ماجة ومحمد بن نصر في الصلوة والبيهقي في شعب الايمان عن سعد بن مالك رضي الله تعالى عنه۔

(سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶)

بیشک یہ قرآن غم وحزن کے ساتھ اترا تو جب اسے پڑھو گریہ کرو اگر رونا نہ آئے بتکلیف روؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو جو اسے الحان خوش سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوۃ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد ابن مالک کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔

ت) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳، ص ۷۶)

(1012) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَقْرَأُ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟! قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰى جِئْتُ إِلٰى هٰذِهِ الْآيَةِ: (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا) قَالَ: حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ قرآن کریم تو آپ پر اترا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں کسی اور سے اپنے سوا سنوں۔ پس میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا "پس کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے" آپ نے فرمایا: بس اب کافی ہے جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح البخارى، باب قول المقرى للقارى حسبك، ج۳ص۱۱۶ رقم: ۵۰۵۰ صحيح مسلم، باب فضل استماع القرآن وطلب القراءة، ج۱ص۱۹۶ رقم: ۱۹۰۵ سنن ابوداؤد، باب فى القصص، ج۳ص۳۶۲ رقم: ۳۶۶۸ سنن ترمذى باب ومن سورة النساء، ج۵ص۲۳۸ رقم: ۳۰۲۵ صحيح ابن حبان، باب قراءة القرآن ج۳ص۹ رقم: ۷۳۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم قرآن پڑھو میں سنو۔ شعر

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید از حدیث دیگراں

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

پڑھوانا نہ تو تعلیم کی لیے تھا نہ اصلاح کے لیے بلکہ صرف سننے کے لیے تھا۔

(قرآن کریم تو آپ پر اترا ہے) یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے، یا قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہیں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے منہ سے سجتی ہے، میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔

(میں کسی اور سے اپنے سواسنوں) کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی، پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں، آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں، عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں، یہ اس حدیث پر عمل ہے۔

(آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے) یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولی یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب "شان حبیب الرحمان" اور "تفسیر نعیمی" میں ملاحظہ کرو۔

(آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے) یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الٰہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہوگئے اور بعض حضرات مر بھی گئے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ بیہقی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم و رنج لیے ہوئے آیا ہے، اس لیے تم اس کی تلاوت پر روؤ۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۲۰)

40- بَابُ الْحَثِّ عَلٰی سُوَرٍ وَّاٰیَاتٍ مَّخْصُوْصَةٍ

مخصوص سورتیں اور آیتیں پڑھنے کی ترغیب کا بیان

(1013) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَاَخَذَ بِيَدِیْ، فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ قُلْتَ: لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ؟ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

حضرت ابوسعید رافع بن معلی ؓ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے بڑی سورت نہ سکھا دوں پھر آپ علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا، جب ہم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن کی سب سے بڑی سکھاؤں گا۔

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

فرمایا: (ہاں) الحمدللہ رب العالمین یہ (سورۃ) ہی سات بار دہرائی جانے والی آیات اور عظیم قرآن ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب ج۳ص۱۶۰ رقم: ۴۴۷۴ مسند امام احمد بن حنبل حدیث أبي سعيد بن المعلى ج۵ص۲۱۱ رقم: ۱۵۷۳۰ السنن الکبری للبیهقي باب ما ابیح له من ان یدعو المصلي ج۲ص۶۳ رقم: ۱۳۷۸۰ سنن النسائي الکبری تأویل قول الله جل ثناؤه "ولقد اتیناك سبعا من المثاني" ج۶ص۳۱۷ رقم: ۹۸۸ صحیح ابن حبان باب قراءة القرآن ج۳ص۵۰ رقم: ۷۷۷)

شرح حدیث: نوٹ: اس سے آپ کا اس اشارہ آیت کی طرف ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ۔

یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابوسعید ابن معلے سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ رسول جب تمہیں بلائیں تو فوراً جواب دو پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے مسجد میں جانے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا جب باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کریم کی عظیم الشان سورہ بتاؤں گا فرمایا وہ الحمدللہ رب العلمین ہے یہ تو وہ سات مکرر آیتیں ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئیں۔ (بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا) یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم برسر منبر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آیت قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ تلاوت فرما رہے تھے انہوں نے تحیۃ المسجد نفل کی نیت باندھ لی ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے۔

(میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا) یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاوا سن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معذرت کے لیے یہ عرض کیا۔

(اللہ رسول جب تمہیں بلائیں تو فوراً جواب دو) یہاں اللہ رسول کے بلانے سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے ورنہ رب تعالیٰ بلاواسطہ کسی کو نہیں بلاتا اس لیے دَعَا واحد کا صیغہ ارشاد ہوا۔ (مرقاۃ) اس فرمان سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اگر عین نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہو جانا واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حاضر ہو جانے سے بلکہ جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجالانے سے نماز نہ ٹوٹے گی نہیں وہ

نماز ہی میں رہے گا، اور خدمت سے فارغ ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کرے گا جیسے حضور سے خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں توڑتا، ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کرتی۔ (مرقات) نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت الٰہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے گی۔

(عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں) پہلے سے یہ فرما کر منتظر بنا دیا، تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات انتظار کے بعد ملے، اس کی قدر ہوتی ہے، سورۃ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں۔ اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۂ فاتحہ میں اور ساری سورۂ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کے ب کے نقطہ میں۔ دیکھو ریلوے ٹائم ٹیبل یا جغرافیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو بڑی سورہ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے۔

(عظیم الشان سورہ بتاؤں گا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وعدہ یاد تھا مگر آپ نے ابتدا نہ تعلیم دی تاکہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں۔

(قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئیں) خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورہ فاتحہ، بہت سی خوبیوں کی جامع سورۃ ہے اس میں حمد الٰہی، نعت پاک مصطفوی، وعدے وعیدیں، حشر ونشر کا ذکر، محبوب و مرذود بندوں کا تذکرہ، رب تعالیٰ سے سوال کی تعلیم، دین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی کلاں، اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں ان کا نزول دوبار ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد یہ سورۃ سات حرفوں سے خالی ہے: ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف لہٰذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مقرر آیتیں، نیز یہ سورت اس امت کی خصوصیت سے ہے کسی کو ہم سے پہلے نہ ملی، اس لیے رب تعالیٰ نے اس کی عطاء کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد ہوا: وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی تھی مگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا لمعات، مرقات۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے اعلیٰ و افضل ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔

(مراۃ، مناجیح، ج ۳ ص ۳۴۴)

(1014) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِيْ: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ): وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِاَصْحَابِهٖ: اَيَعْجِزُ

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے کے بارے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم

أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، وَقَالُوا: أَيُّنَا يُطِيقُ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: (قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ اللهُ الصَّمَدُ): ثُلُثُ الْقُرْآنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہو جاتا ہے کہ ہر رات ایک تہائی قرآن کی تلاوت کرے تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بہت بھاری لگا اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کس کو اتنی طاقت ہے آپ نے فرمایا: قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ○ اللهُ الصَّمَدُ یہ سورۃ ایک تہائی قرآن ہے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل قل ھو اللہ احد فیہ عمرۃ ج۳ص۱۸۹ رقم: ۵۰۱۳ صحیح ابن حبان باب قرأۃ القرآن ج۳ص۷۰ رقم: ۷۹۱ السنن الکبرٰی للبیہقی باب کم یکفی الرجل من قرأۃ القرآن فی لیلۃ ج۳ص۲۱ رقم: ۴۹۵۳ سنن ابوداؤد باب فی سورۃ الصمد ج۱ص۵۳۶ رقم: ۱۴۶۱ السنن الکبرٰی للنسائی باب الفضل فی قرأۃ قل ھو اللہ احد ج۱ص۳۲۱ رقم: ۱۰۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہم میں سے کس کو اتنی طاقت ہے) یعنی روزانہ دس پاروں کی تلاوت مشکل ہے، ایک دو دن تو ہمت کرکے پڑھا جاسکتا ہے۔

(یہ سورۃ ایک تہائی قرآن ہے) شارحین نے اس جملہ کے بہت معنے کئے ہیں، بہترین معنے یہ ہیں کہ ایک بار قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ پڑھنے کا ثواب دس پارے تلاوت کرنے کے برابر ہے۔ لہذا تین بار تلاوت کرلینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے۔ ختم شریف وغیرہ میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں مگر سورۂ اخلاص تین بار، اس عمل کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، قصے، احکام اور سورۂ اخلاص میں ذات وصفات الٰہی کا مکمل ذکر ہے، اس لیے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حمد کی آیت دیگر آیات سے افضل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۵۳)

(1015) وَعَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ جَآءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالُّهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو سنا کہ وہ قل ھو اللہ بار بار پڑھ رہا تھا۔ صبح ہوئی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ سے اس کا ذکر کیا اور گویا کہ اس آدمی نے اس کو بہت گھٹیا سمجھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۱۳۱ رقم: ۶۶۴۳، مسند امام احمد مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳۵ رقم: ۱۱۳۲۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کم یکفی الرجل من قراۃ القرآن فی لیلۃ ج۲ص۲۰ رقم: ۳۸۵۸، سنن النسائی، باب الفضل فی قرأۃ قل ھو اللہ احد، ج۲ص۱۷۰ رقم: ۹۹۵، موطا امام مالک، باب ما جاء فی قراءۃ قل ھو اللہ احد، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۵۰۹)

شرح حدیث: جنت میں ایک محل

حضرتِ سیدنا معاذ بن انس جُہَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، جو شخص دس مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم اسے کثرت سے پڑھا کریں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل بہت زیادہ عطا فرمانے والا اور پاک ہے۔ (مسند احمد، حدیث معاذ بن انس، رر ۱۵۶۱۰، ج ۵، ص ۳۰۸)

(1016) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِيْ: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) اِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (سورۂ اخلاص) کے بارے فرمایا کہ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل قرأۃ قل ھو اللہ احد، ج۲ص۱۹۹ رقم: ۱۹۲۴، شعب الایمان للبیہقی، باب تخصیص سورۃ الاخلاص بالذکر، ج۲ص۵۰۰ رقم: ۲۵۳۷، مشکل الآثار، باب بیان مشکل ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تاویل قول اللہ "ولقد اتیناک سبعا"، ج۳ص۲۲۲، رقم: ۱۰۷۳)

شرح حدیث: اللہ عزوجل محبت فرماتا ہے

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک شخص کو کسی سریہ میں بھیجا تو وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کراتے ہوئے اپنی قراءت کو قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پر ختم کیا کرتا تھا۔ جب وہ لشکر واپس آیا اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا، اس لئے کہ اس میں رحمٰن عزوجل کی تعریف ہے اور میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے خبر دے دو کہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔ (بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء دعاء النبی امتہ الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، رقم ۷۳۷۵، ج ۴، ص ۵۳۱)

(1017) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّیْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ: (قُلْ هُوَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ میں اس سورت (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ

اللّٰہُ اَحَدٌ) قَالَ: اِنَّ حُبَّهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقًا.

اَحَدٌ) سے محبت کرتا ہوں۔فرمایا اس سورت سے تیری محبت تجھ کو جنت میں داخل کردے گی۔امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث ہے۔بخاری نے اپنی صحیح میں اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص، ج۴ص۱۳۹ رقم: ۲۹۰۱ شعب الایمان للبیہقی باب تخصیص سورۃ الاخلاص بالذکر، ج۲ص۵۰۶ رقم: ۲۵۴۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک ج۴ص۲۱۰ رقم: ۱۲۴۳۵ مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالک، ص۳۹۰ رقم: ۱۳۰۶ مسند البزار، مسند انس بن مالک ج۲ص۲۱۷ رقم: ۶۸۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عرض کرنے والے کا نام کلثوم یا کرزم ہے، پہلا قول زیادہ قوی ہے۔(مرقات)

سبحان اللہ! کیسا مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بناء پر اللہ کا پیارا بن جائے گا اور اللہ کے پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے، بعض لوگ سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ، وَالضُّحٰی اور سورۂ فتح و احزاب سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لیے کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں، ان کی یہ محبت بھی ان شاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے۔

یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے پہلی فصل میں ترمذی کی حدیث نقل کی، حالانکہ بخاری میں اس کی مثل موجود تھی۔چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیقاً ایک بڑا واقعہ روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قباء شریف میں امام تھے وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورۂ اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورت اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں امامت چھوڑ دوں گا مگر سورۂ اخلاص پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لیے لوگ ان کی امامت کو غنیمت جانتے تھے، ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء کی زیارت کے لیے تشریف لائے تب یہ مقدمہ بارگاہ عالی میں پیش کیا گیا۔جس پر سرکار نے ان امام کا بیان لے کر یہ فیصلہ دیا۔(مرقات) اس حدیث کو بزاز اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۵۵۶)

(1018) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ: (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھے علم نہیں کہ آج رات کچھ آیات اتری ہیں۔ان جیسی نہیں دیکھی گئیں۔قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل قراءۃ المعوذتین، ج۱ص۲۰۰ رقم: ۱۹۲۷، سنن النسائی الکبری، باب الفضل فی قراءۃ المعوذتین، ج۱ص۲۴۰ رقم: ۱۰۲۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عقبۃ بن عامر الجہنی ج۱۷ص۳۵۰ رقم: ۹۶۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ دونوں سورتیں کلام الٰہی بھی ہیں، دعا بھی اور مخلوق کے شر سے امن بھی، ہر مسلمان کو خصوصاً مسافر کو بہت مفید ہیں۔ خیال رہے کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے ثواب اور فائدے کے لحاظ سے اعلیٰ ہیں اگرچہ سب کلام اللہ ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ کا رکن اسود باقی عمارت سے افضل اگرچہ سارا کعبہ بیت اللہ ہے۔

کہ یہ دو سورتیں فجر جیسی اہم نماز میں کافی ہوگئیں اور ان بڑی سورتوں کے قائم مقام ہوگئیں جو فجر میں پڑھی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سورتوں کو نماز میں پڑھنے کی وجہ سے حضرت عقبہ پر ان کے اسرار کھل گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبہ کچھ دیکھ لیا یہ سورتیں ایسی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۷۶)

(1019) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ، وَعَيْنِ الْاِنْسَانِ، حَتّٰى نَزَلَتْ الْمُعَوِّذَتَانِ، فَلَمَّا نَزَلَتَا، اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابو سعید خدری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنوں کی اور انسانی نظر لگنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ معوذتین اتریں تو آپ نے ان دو کو لے لیا اور باقی چیزوں (تعوذات) کو ترک کر دیا۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرقیۃ بالمعوذتین ج۴ص۱۵ رقم: ۲۰۵۸، سنن النسائی الکبری، باب الاستعاذۃ ج۴ص۴۴۱ رقم: ۷۸۵۳)

شرح حدیث: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی فضیلت اور ثواب

حضرتِ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا، اے جابر! پڑھو۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا پڑھوں؟ فرمایا، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ورقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ پھر میں نے یہ دونوں پڑھیں تو فرمایا، ان دونوں کو پڑھا کرو کیونکہ تم ان کی مثل ہرگز نہ پڑھ سکو گے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب قراءۃ القرآن، رقم ۷۹۳، ج۲، ص۸۴)

حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے سورہ ھود اور سورہ یوسف کی آیتیں پڑھایئے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عُقبہ بن عامر! تم قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے زیادہ اللہ عزوجل کو محبوب اور اس کے نزدیک زیادہ بلیغ کوئی سورت ہرگز نہیں پڑھ سکو گے اگر تم سے ہو سکے تو نماز میں یہ سورت پڑھنا نہ چھوڑو۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، رقم ۱۸۳۹، ج۳، ص۱۵۹)

(1020) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةٌ ثَلَاثُوْنَ اٰیَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَ لَهٗ وَهِیَ: (تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ) رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں۔ اس نے ایک آدمی کے لیے سفارش کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت ہو گئی اور وہ سورت تبارك الذی بیدہ الملك ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ: تَشْفَعُ.

ابوداؤد کی ایک روایت میں شفعت کے بجائے تشفع ہے یعنی کہ سفارش کرے گی۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل سورۃ الملك، ج۵ص۱۶۴، رقم: ۲۸۹۱، سنن ابوداؤد، باب فی عدد الآی، ج۲ص۵۷، رقم: ۱۴۰۰، المستدرك للحاکم، تفسیر سورۃ الملك، ج۲ص۵۴۰، رقم: ۳۸۳۸، اتحاف الخیر المھرۃ للبوصیری، باب سورۃ الملك وفضلھا، ج۶ص۹۶، رقم: ۵۸۸۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۹۹، رقم: ۷۹۶۲)

شرح حدیث: نجات دلانے والی

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا مگر انہیں علم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہاں کسی شخص کی قبر ہے جو سورہ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے پوری سورت ختم کی۔ وہ صحابی رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک قبر پر خیمہ تان لیا مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے جبکہ وہاں ایک ایسے شخص کی قبر ہے جو روزانہ پوری سورۂ الملک پڑھتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہی روکنے والی ہے، یہی نجات دلانے والی ہے جس نے اسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھا۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فضل سورۃ الملک، رقم ۲۸۹۹، ج ۴، ص ۴۰۷)

عذابِ قبر سے روک

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، جب بندہ قبر میں جائے گا تو عذاب اس کے قدموں کی جانب سے آئے گا تو اس کے قدم کہیں گے تیرے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورہ ملک پڑھا کرتا تھا۔ پھر عذاب اس کے سینے یا پیٹ کی طرف سے آئے گا تو وہ کہے گا کہ تمہارے لئے میری جانب سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورہ ملک پڑھا کرتا تھا، پھر وہ اس کے سر کی طرف آئے گا تو سر کہے گا کہ تمہارے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورۂ ملک پڑھا کرتا تھا۔ تو یہ سورت روکنے والی ہے، عذاب قبر سے روکتی ہے، توراۃ میں اس کا نام سورۂ ملک ہے جو اسے رات میں پڑھتا ہے بہت زیادہ اور اچھا عمل کرتا ہے۔

(المستدرک، کتاب التفسیر، باب المانعۃ من عذاب القبر سورۃ الملک، رقم ۳۸۹۲، ج۳، ص ۳۲۲)

(1021) وَعَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قِيْلَ: كَفَتَاهُ الْمَكْرُوْهَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَقِيْلَ: كَفَتَاهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ.

حضرت ابو مسعود بدری ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھیں تو یہ دونوں اس کو کافی ہوں گی۔ (متفق علیہ)

کافی ہونے کا معنی ہے کہ ہر مصیبت سے حفاظت کے لیے کافی ہیں، بعض نے کہا رات بھر کے قیام سے کافی ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل سورۃ البقرۃ، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۵۰۰۸، صحیح مسلم، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ، ج۱ص۳۳۹، رقم: ۱۹۱۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کم یکفی الرجل من قراۃ القرآن فی لیلۃ، ج۳ص۲۰، رقم: ۴۱۵۰، مسند الحمیدی، احادیث أبی مسعود، ج۱ص۲۱۵، رقم: ۴۵۲، مصنف عبدالرزاق، باب تعلیم القرآن وفضلہ، ج۳ص۳۷۷، رقم: ۶۰۲۰)

شرح حدیث: عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل نے مجھے اپنے عرش کے نیچے رکھے ہوئے خزانے میں سے ایسی دو آیتیں عطا فرمائیں جنکے ذریعے (سورۃ) بقرہ کا اختتام فرمایا، لہٰذا انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نماز، قرآن اور دعا ہیں۔ (المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب آیتان من آخر سورۃ البقرۃ الخ، رقم ۲۱۱۰، ج۲، ص ۲۶۸)

آسمان کا دروازہ

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ انہوں نے اپنے سر پر ایک آواز سنی تو اوپر سر اٹھایا اور عرض کیا، یہ آسمان کا دروازہ ہے جو آج ہی کھولا گیا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ نیچے اترا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، یہ ایک فرشتہ ہے جو زمین کی طرف اترا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ پھر اس فرشتے نے سلام کیا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو نوروں کی خوشخبری لیجئے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے اور آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو عطا نہ ہوئے، وہ (سورۃ) فاتحہ اور (سورۃ) بقرہ کی آخری آیتیں ہیں، آپ ان دونوں میں سے جو بھی حرف پڑھیں گے اس کے عوض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عطائیں کی جائیں گی۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ الخ، رقم ۸۰۶، ص ۴۰۳)

(1022) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ، اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ تُقْرَاُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد، ج۱ص۱۸۸، رقم: ۱۸۶۰ السنن الصغری، باب فی فضل القرآن وتخصیص سورۃ البقرۃ ج۱ص۳۰۰، رقم: ۴۰۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، ج۵ص۱۵۷، رقم: ۲۸۷۷ سنن النسائی الکبری، ذکر ما یجیر من الجن والشیطان، ج۶ص۲۴۰، رقم: ۱۰۸۰۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۳۷، رقم: ۸۴۴۳)

شرح حدیث: زمین وآسمان کے درمیان چراغ

حضرت سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے عرض کیا، یارسول اللہ! میں رات کو (سورۂ) بقرہ کی تلاوت کررہا تھا کہ اچانک میں نے کسی چیز کے حرکت کرنے کی آواز سنی مجھے خیال آیا شاید میرا گھوڑا کھل گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ابوعتیک پڑھو۔ میں وہاں سے پلٹا تو دیکھا کہ زمین وآسمان کے درمیان چراغ لٹکے ہوئے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرمارہے ہیں، اے ابوعتیک پڑھو۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ ملائکہ ہیں جو سورۃ بقرہ کی قراءت سننے کے لئے نازل ہوئے ہیں اگر تم پڑھتے رہتے تو بہت سے عجائبات دیکھتے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق باب قراءۃ القرآن، رقم ۷۷۶، ج۲، ص۷۷)

(1023) وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا الْمُنْذِرِ، اَتَدْرِيْ اَيُّ آيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ اَعْظَمُ؟ قُلْتُ: (اَللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ) فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ، وَقَالَ: لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُبی بن کعب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابومنذر کیا تو جانتا ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے بڑی آیت جو تیرے پاس ہے وہ کون سی ہے؟ تو میں نے کہا اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم تو آپ نے میرے سینہ پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا: اے ابومنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی، ج۲ص۱۹۹، رقم: ۱۹۲۱ السنن الصغری، باب تخصیص آیۃ الکرسی بالذکر، ج۱ص۳۰۷، رقم: ۴۰۴ المستدرک للحاکم، ذکر مناقب أبی بن کعب، ج۳ص۳۴۵، رقم: ۵۳۲۶ مسند

امام احمد، حدیث المشایخ عن أبی بن کعب، ج۷ص۱۳۱، رقم: ۲۱۳۱۵، مسند عبد بن حمید، حدیث أبی بن کعب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۹۲، رقم:۱۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابی ابن کعب اور آپ کے تین چچا زاد بھائی اس زمانہ میں پورے قرآن کریم کے حافظ تھے سوال یہ ہے کہ اے ابی ابن کعب بتاؤ جو قرآن کریم تم نے سارا حفظ کیا ہے اس میں بہت شاندار آیت کونسی ہے۔(مرقات) اس زمانہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا حفظ بقدر نزول ہوتا تھا۔

اعظم سے مراد اخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے، یہ زیادتی اضافی ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو۔

پہلی بار نہ بتانے اور پھر بتادینے کی شارحین نے بہت وجوہ بیان کی ہیں فقیر کی نظر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں جواب بطور فیضان القاء فرمادیا پھر پوچھا تو آپ نے وہ ہی القاء کیا ہوا جواب عرض کردیا حضرات صوفیاء کبھی نظر سے کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں، ان طریقوں کی اصل یہ حدیث ہے (از لمعات واشعہ) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کو نظر بھر کر دیکھا جس سے ان کے سینہ میں علوم کے دریا بہ گئے۔

یہ فرمان ہمارے عرض کیے ہوئے مطلب کی تائید ہے یعنی اے ابی تمہیں یہ علم لدنی مبارک ہو کہ بغیر کتابیں پڑھے داتا کی دین اور راہبر کامل کی ایک نگاہ کرم سے تمہیں سب کچھ مل گیا۔(مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۲۳۸)

(1024) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِيْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَبِيْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ، فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی زکوۃ صدقۃ الفطر کی حفاظت میرے سپرد کی پس کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اناج (کھجور) نکالنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتا ہوں تو کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں اور عیال دار ہوں۔ سخت ضرورت ہے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تیرے گزشتہ رات کے چور نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے محتاجی اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے

سَيَعُوْدُ. لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَصَدْتُهُ. فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ. فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: دَعْنِيْ فَإِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُوْدُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، شَكَا حَاجَةً وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ. فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ. فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّكَ لَا تَعُوْدُ! فَقَالَ: دَعْنِيْ فَإِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا. قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ. فَإِنَّهُ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ. فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. فَأَصْبَحْتُ. فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا. فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. قَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: قَالَ لِيْ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ: (اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ) وَقَالَ لِيْ: لَا يَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَنْ يَقْرَبَكَ شَيْطٰنٌ حَتّٰى تُصْبِحَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ. تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ

اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: وہ جھوٹ بول گیا ہے وہ پھر آئے گا' میں نے پہچان لیا کہ وہ آئے گا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا کہ وہ آئے گا۔ میں اس کا انتظار کرنے لگا' وہ آیا اور غلہ (کھجور) لینے لگا۔ میں نے کہا: میں تجھ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو بے شک میں محتاج ہوں۔ میرے ذمہ بچوں کا خرچ ہے۔ میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ پس مجھے ترس آگیا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا' صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! گزشتہ رات تیرے قیدی نے کیا' کیا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے محتاجی اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر آئے گا تو میں اس کے تیسری بار آنے کا انتظار کرنے لگا وہ آیا اور غلہ لینے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تمہیں ضرور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا یہ تیسری مرتبہ ہوگئی' تو ہر بار کہتا ہے کہ لوٹے گا نہیں۔ پھر لوٹ آتا ہے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں کچھ کلمات سکھاتا ہوں۔ ان سے اللہ کریم تمہیں نفع دے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تو بستر پر آئے تو آیۃ الکرسی شروع سے آخری آیت تک پڑھ' اللہ کریم کی طرف سے صبح تک تم پر ایک محافظ رہے گا اور شیطان تیرے نزدیک نہ آسکے گا۔ پس میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پس صبح کو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا' تمہارے رات کے قیدی نے کیا' کیا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ!—

ثَلَاثٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، قُلْتُ: لَا. قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اس نے مجھے کہا کہ میں کچھ کلمات سکھاتا ہوں اور اس سے مجھے نفع ہوگا تو میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کی: اس نے مجھے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی اوّل سے آخر آیت تک پڑھو۔ اور اس نے مجھے کہا کہ (اس کے پڑھنے سے) ہمیشہ اللہ کی طرف سے تم پر نگہبان ہوگا اور شیطان صبح تک تمہارے قریب نہیں آسکے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے تجھے سچی بات بتائی ہے حالانکہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اے ابوہریرہ! تجھے کچھ پتہ ہے کہ تو تین دن سے کس سے مخاطب ہو رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: وہ شیطان تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا فاجازہ الموکل فھو جائز ج۲ص۱۰۰ رقم: ۲۳۱۱، صحیح ابن خزیمہ، باب الرخصۃ فی تاخیر الامام صدقۃ الفطر عن یوم الفطر ج۴ص۹۱ رقم: ۲۴۲۴، مشکوۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول ج۱ص۲۸۱ رقم: ۲۱۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا) یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود فقراء میں تقسیم فرمادیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمالے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابوہریرہ کے سپرد ہوئی۔

(ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا) یعنی فطرے کا گندم چرانے اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت دانہ، غذائیں پھل، مٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں، ساتھ ہی کوئلہ وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہوجاتا ہے، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ ابلیس کے کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے اس لیے آیۃ الکرسی وغیرہ مال پر دم کردی جائے تاکہ جن وانس کی چوری سے محفوظ رہے۔

(میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اولیاء اللہ خصوصًا صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب

اٹھ جاتے ہیں، ان حضرات نے تو بارہا فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے دوسرے یہ کہ شیطان ان کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو اس کی گرفت سے کون چھوٹے۔ تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے، وہاں حاضری کی ہمت نہیں کرتا۔ خیال رہے کہ قرآن کریم شیطان کے متعلق فرماتا ہے: اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ کہ وہ اور اس کی ذریت تو تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا منشا یہ ہے کہ تم ان جنات کو ان کی اصل شکل میں نہیں دیکھ سکتے لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں، تو انہیں دیکھا جاسکتا ہے لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں، مرقات یا آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ۔

(میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے) ادائے قرض وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان جھوٹ بولتا ہے۔ وہ نہ محتاج ہے نہ اس کے بال بچوں کو فاقہ ہے، دفینے کانیں اس کی نگاہ میں ہیں سفلی عمل کرنے والوں کو وہ روزانہ مال پہنچاتا ہے، جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالٰی کی رحمت ہے، ناجائز دستِ غیب حرام۔

(میں نے اسے چھوڑ دیا) یا اس لیے چھوڑ دیا کہ ابھی اس نے چوری نہیں کی تھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کر لی تھی مگر چوری حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے حق العبد رہتی ہے اور وہاں پہنچ کر حق اللہ بن جاتی ہے، پہلی صورت میں بندہ اس سے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے۔ دوسری صورت میں بندہ معاف نہیں کر سکتا ہاتھ ہی کٹیں گے یا اس لیے کہ اگر زکوۃ وخیرات سے فقیر چوری کرے تو ہاتھ نہ کٹیں گے کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے جیسے بیوی بخیل خاوند کے مال سے اپنے حق کے بقدر چوری کرے تو مجرم نہیں کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ اپنا حق لیا بہر حال حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انہیں چور کو چھوڑ دینے کا کیا حق تھا۔

(اے ابو ہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا) یعنی جب میں نماز فجر کے لیے حاضر بارگاہ ہوا تو بغیر میرے کچھ عرض کیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر ظاہر و چھپی چیزیں دیکھتی ہیں کوئی چیز ان سے مخفی نہیں وہ تو قبر کے اندر کے عذاب اور دلوں کے حال سے خبردار ہیں۔

مصرع   چشم تو بینندہ ما فی الصدور   (اقبال)

(میں نے رحم کیا تو اس کو رہا کر دیا) اس جملہ میں فقیر کی عرض کی ہوئی توجیہ کی تائید ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہ کو اس پر رحم کرنے کا بھی حق تھا اور چھوڑ دینے کا بھی اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر عتاب نہ فرمایا کہ ابو ہریرہ تمہیں چھوڑ دینے کا کیا حق تھا۔

(وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر لوٹے گا) اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہوا۔ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالٰی نے علم بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتا رہے ہے

ہیں۔ شعر

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب | علی کل شیئ خبیر آمدی

(یقین ہو گیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اس کی تاک میں رہا) یعنی آج شب کو میں خوب چوکنا رہا سویا نہیں، غافل نہ رہا، اسے پکڑنا بھی تھا اور اس کا تماشا بھی دیکھنا تھا۔

(مجھے رحم آ گیا اسے رہا کر دیا) حضرت ابوہریرہ نے اس کا یہ قول کہ اب نہ آؤں گا اس کی توبہ سمجھا اس لیے چھوڑ دیا، اسے سچا نہ سمجھا، کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو چکا تھا یہ رحمت اس کی توبہ پر ہے نہ کہ اسے غریب سمجھ کر اس بار بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ پر عتاب نہ فرمایا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں یا آپ نے خیال فرمایا کہ یہ جھوٹ سے توبہ کر چکا ہے اور اب سچ بول رہا ہے پہلے جھوٹا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ جھوٹ کی خبر دی تھی اور اب سچ بول رہا ہے۔

(سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آ گیا اسے رہا کر دیا) اس رحم کی وجہ ابھی عرض کر دی گئی اس چھوڑ دینے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آئندہ چھوڑ دینے سے منع نہ کیا تھا۔

(تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آ جاتا ہے) خیال رہے کہ شیطان نے صرف ایک دفعہ یعنی دوسری بار میں ہی کہا تھا کہ میں اب نہ آؤں گا مگر حضرت ابوہریرہ فرما رہے ہیں کہ تو کہہ جاتا ہے میں نہ آؤں گا اس لیے شارحین نے فرمایا کہ یہاں تزعم مضارع ہے مگر بمعنی ماضی ہے یعنی تو کہہ گیا تھا اب نہ آؤں گا اور پھر آ گیا یا حکمی وحقیقی دونوں طرح کہہ جانا مراد ہے یعنی تو پہلی بار میں حکماً اور دوسری بار میں حقیقتاً کہہ گیا تھا کہ اب نہ آؤں گا لہٰذا یہ حدیث واضح ہے۔

(اللہ ان کی برکت سے آپ کو نفع دے گا) یعنی میں آپ پر ایک عمل مجرب بتا کر احسان کرتا ہوں آپ اس کے عوض مجھ پر یہ احسان کر دیں کہ مجھے چھوڑ دیں کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے بہت گھبراتا ہے ورنہ وہ حاضر ہو جانے پر راضی ہو جاتا ہے اب جس کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت نہ ہو وہ شیطان سے بدتر ہے شیطان یا تو خدا سے ڈرتا ہے کہ کہتا ہے: اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیۡنَ یا جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی ہیبت چاہیے ڈاکٹر اقبال یوں دعا کرتے ہیں۔ شعر

مکن رسوا بروئے خواجہ مارا | حساب من ز چشم او نہاں گیر

(جب آپ بستر میں جائیں) یعنی سونے کے لیے لیٹیں بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر، بستر کا ذکر عرف کی بنا پر ہے اور سونا خواہ دن میں ہو یا رات میں۔

(اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا) یعنی خود رب تعالٰی یا اس کا مقرر کردہ فرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر تو گر جانے آگ لگ جانے وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے امان میں رہے گا جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے، یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔

(صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ بھٹکے گا) یعنی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لیے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آسکے گا، مطلقًا قریب آنے کی نفی نہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں رہا کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتلام ہوجاتا ہے اور احتلام شیطان سے ہوتا ہے ہاں آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کرا سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے اولًا تو گھر میں چور سانپ وغیرہ آئیں گے نہیں اگر اتفاقًا آگئے تو شیطان اسے اس موقعہ پر غافل نہ کرسکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے، ان شاء اللہ آنکھ کھل جائے گی اور یہ شخص ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(میں نے اسے چھوڑ دیا) اس بار رحم کھا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض اور اس چھوڑ دینے میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہ تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ کیا تھا۔

(وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا) اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیات قرآنیہ کے احکام و اسرار و اشارات سے بھی خبردار ہے، امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کے اچھے برے اعمال سے تفصیل وار واقف ہے اور ہر شخص کی نیت و ارادہ پر مطلع ہے، اس کے بغیر وہ خلق کو بہکا نہیں سکتا، جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا۔ دوا کی طاقت بیماری سے زیادہ چاہیئے قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ شیطان اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھے یعنی وہ حاضر ناظر ہے کیوں، لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے تو جس کے ذمہ خلق کی ہدایت ہے وہ بھی حاضر و ناظر ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے یہ کہ شیطان کافر بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مؤمن کو چاہیئے جہاں سے اسے علم ملے لے لے، ہاں بے دین کو استاد دین کا نہ بنائے یہاں حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا جیسے قابیل کو کوے نے طریقہ دفن سکھایا، مگر کوا ان کا استاد نہ تھا۔ خیال رہے کہ کافر و بے دین کی اچھی بات پر جلد اعتماد نہ کرے ممکن ہے وہ شہد میں زہر دے رہا ہو، یہاں جناب ابوہریرہ نے شیطان کی جب مانی جب کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی۔ چوتھے یہ کہ آیۃ الکرسی دفع شیطان کے لیے اکسیر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا کہ میرے بھاگنے کا ذریعہ آیۃ الکرسی ہے بھگانے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی، اور بھاگنے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی۔ پانچویں یہ کہ کافر کی سچی بات کی مسلمان تصدیق و تائید کرسکتا ہے۔

(میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے) یعنی ابلیس تھا جو اس مال میں برکت مٹانے آیا تھا ورنہ اسے چوری کرنے کی

کیا ضرورت تھی، یہ حدیث تسخیر جنات کی اصل ہے، بعض عامل حضرات جنات کو اپنے عمل سے قید کر دیتے تھے۔ ہماری ملک ہے دلیل یہ حدیث ہے، فقیر کی اس مذکورشرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے: اول یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کو شیطان نظر کیسے آگیا۔ قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے، دوسرے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کی گرفت میں شیطان کیونکر آگیا، وہ ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جاسکتا۔ تیسرے یہ کہ شیطان کو چوری کی کیا ضرورت ہے، چوتھے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کو اسے پکڑ کر چھوڑ دینے کا کیا حق تھا، پانچویں یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا تو جناب ابو ہریرہ نے اس کی بات کا اعتبار کیوں کیا۔ چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثیر ہے ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابو ہریرہ کا استاد ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۴۹)

(1025) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ. وَفِي رِوَايَةٍ: مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ.

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف کی ابتداء سے دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا اور ایک روایت میں ہے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسی، ج۱ص۱۰۰، رقم: ۱۹۱۹، صحیح ابن حبان، باب قراءة القرآن، ج۳ص۶۶، رقم: ۷۸۶، اتحاف الخيرة المهرة للبوصيری، باب سورة الكهف وفضلها، ج۶ص۲۲۱، رقم: ۵۸۸۸، المستدرك للحاكم، تفسير سورة الكهف، ج۲ص۴۱۶، رقم: ۳۳۹۱، السنن الصغرىٰ، باب تخصيص سورة الكهف بالذكر، ج۱ص۳۱۳، رقم: ۹۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ روزانہ ان کی تلاوت کرلیا کرے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورۂ کہف کی تلاوت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ دجال سے مراد وہی بڑا دجال ہے جو قرب قیامت نکلے گا اس کا فتنہ اتنا سخت ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا یعنی اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانے میں دجال ظاہر ہوا تو ان شاء اللہ اس کے فتنے سے یہ محفوظ رہے گا اور ہوسکتا ہے کہ دجال سے مراد تمام فتنہ گر بے دین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہر بے دین فتنہ گر کے شر سے بچا رہے گا۔ سورۂ کہف میں اصحاب کہف کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا ان کی آیات پڑھنے والے پر ان شاء اللہ وہی فیضان ہوتا ہے بعض روایات میں تین آیات ارشاد ہوئیں مگر دس میں تین بھی داخل ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۲)

(1026) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: بَيْنَمَا جِبْرِيلُ- عَلَيْهِ السَّلَامُ - قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِّنْ فَوْقِهٖ، فَرَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَالَ: هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ وَلَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ، فَقَالَ: هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهَا إِلَّا أُعْطِيْتَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ حضرت جبریل نے اپنے اوپر سے آواز سنی' انہوں نے سر اٹھایا اور کہا آسمان کا یہ دروازہ آج کھلا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہ کھولا گیا پس اس سے فرشتہ اترا تو حضرت جبریل نے کہا یہ فرشتہ کبھی زمین پر نہیں اترا آج کے دن کے علاوہ۔ اس نے سلام عرض کیا: اور عرض کیا: آپ کو دو نوروں کی بشارت ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہ دیے گئے۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں آپ ان میں سے جو حرف پڑھیں گے وہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

اَلنَّقِيْضُ: اَلصَّوْتُ.

نقیض: کے معنی ہیں' آواز۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة' ج۱ص۱۹۸' رقم: ۱۹۱۳۔السنن الصغرٰی للبیہقی' باب تخصیص خواتیم سورة البقرة بالذکر' ج۱ص۳۰۹' رقم: ۹۸۱۔المستدرك للحاکم' کتاب فضائل القرآن ج۱ص۷۲۵' رقم: ۲۰۵۲۔سنن النسائی الکبرٰی' باب فضل فاتحة الکتاب' ج۵ص۱۲' رقم: ۸۰۱۴۔مصنف ابن ابی شیبة' کتاب الفضائل' باب ما اعطی اللہ تعالٰی محمد صلی اللہ علیہ وسلم' ج۶ص۳۱۲' رقم: ۸۱۷۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ نے اوپر سے آواز سنی) سمع کا فاعل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اگلی ضمیریں بھی انہیں کی طرف راجع ہیں نقیض نقض سے بنا بمعنی ٹوٹنا چونکہ لکڑی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت سخت آواز پیدا ہوتی ہے، اس لیے اب ہر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں۔

(جو آج کے سوا کبھی نہ کھولا گیا) خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں، جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں، بعض دروازوں سے رزق آتے ہیں، بعض سے عذاب بعض سے دعائیں و توبہ جاتی ہیں، بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں، ایک دروازہ وہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھولا گیا، آج کا یہ دروازہ اس فرشتے کے لیے کھولا گیا تھا اس سے پہلے نہ یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا اور نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا۔

(یہ وہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج کے سوا کبھی نہ اترا) یعنی نہ کسی کام کے لیے یہ زمین پر آیا نہ کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنانے کے لیے یہ فرشتہ صرف آج ہی آیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں آیا ہے اس فرشتہ کا نزول حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت وعزت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبریل بھی عرض کر سکتے تھے۔

(ان دو نوروں سے جو آپ کو دیئے گئے) چونکہ یہ دونوں سورتیں دنیا میں سیدھے راستہ کی ہادی ہیں اور پلصراط پر روشنی جس کے ذریعہ ان کی تلاوت کرنے والا آسانی سے اسے طے کرلے گا۔ اس لیے انہیں نور فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں پھر آپ پر یہ نور اترے تو بفضلہ تعالیٰ نورٌ علی نور ہوئے۔

(آپ سے پہلے کسی کو نہ دیئے گئے) یعنی آپ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کو ایسی شاندار آیات و سورتیں نہ ملیں تو ریت انجیل وغیرہ میں ایسی شان کی آیت نہیں، یوں تو سارا قرآن شریف ہی ان کتب سے افضل ہے مگر یہ آیات بہت ہی افضل۔

(سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کی آخری آیتیں) یعنی سورۂ بقر کا آخری رکوع لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک۔

(ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو اس کا اجر ملے گا) یعنی ان آیات کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو اور آپ کے صدقہ سے آپ کی امت کو خصوصی ثواب ملے گا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے۔ (اشعہ) یا حرف سے مراد آیت ہے یعنی ان میں جو آیات دعا ہیں، ان میں سے ہر آیت قبول کی اور اس آیت کی دعا ان شاء اللہ منظور ہوگی۔ مرقات ان دونوں جگہ میں بہت شاندار دعائیں ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۰)

41- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَى الْقِرَائَةِ

تلاوتِ قرآن کے لیے جمع ہونا مستحب ہے

(1027) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ، اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر جمع ہوں اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں اور اس میں اس کو پڑھیں یا پڑھائیں تو ان پر سکینہ لازمی طور پر اترتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ کریم ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۳ الاداب للبیهقی، باب من احب الله عزوجل واحب رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج ۲ ص ۲۵، رقم: ۸۸۵ المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۶ ص ۴۲۶، رقم: ۸۱۵۹ سنن

ابوداؤد باب فی المعونۃ للمسلم، ج ۴ص ۳۲۲، رقم: ۴۹۴۶ سنن ترمذی باب ما جاء فی الستر علی المسلم، ج ۲ص ۳۲۶، رقم: ۱۹۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہٰذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے ممکن ہے کہ بیٹھنے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو نیکی ہمیشہ کرنا افضل ہے۔

یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں ذکر الٰہی کے طبقے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کے لیے مخصوص ہے لہٰذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں۔

سکینہ کی شرح "باب فضائل القرآن" میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص ملائکہ ہیں یا دل کا نور یا دلی چین و سکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرماتا ہے: ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ مقربین ہیں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لیے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام میں لوگوں کا ذکر فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں۔ (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ص ۴۸۵)

42-بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ
وضو کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ) اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی: (مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ) (المائدۃ: 6)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے اہل ایمان! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھوؤ''۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''اللہ تم کو تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن وہ تو تم کو پاک کرنے اور تم پر نعمت پوری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ تم شکر کرو تک پڑھیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیِّدُنا مولیٰنا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اور تم بے وضو ہو تو تم پر وضو فرض ہے اور فرائض وضو کے یہ چار ہیں جو آگے بیان کئے جاتے ہیں۔

فائدہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہر نماز کے لئے تازہ وضو کے عادی تھے اگرچہ ایک وضو سے بھی

بہت سی نمازیں فرائض ونوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جُداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت وثواب کا موجب ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جُداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا اور جب تک حَدَث واقع نہ ہو ایک ہی وضو سے فرائض ونوافل سب کا ادا کرنا جائز ہوا۔

اور کہنیاں بھی دھونے کے حکم میں داخل ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، جمہور اسی پر ہیں۔ اسی طرح چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یہ مقدار حدیثِ مغیرہ سے ثابت ہے اور یہ حدیث آیت کا بیان ہے۔

(گٹوں تک پاؤں دھوؤ) یہ وضو کا چوتھا فرض ہے، حدیث صحیح میں ہے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو منع فرمایا اور عطاء سے مروی ہے وہ بہ قسم فرماتے ہیں کہ میرے علم میں اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے بھی وضو میں پاؤں پر مسح نہ کیا۔

مسئلہ: حیض ونفاس سے بھی غسل لازم ہوتا ہے، حیض کا مسئلہ سورۂ بقرہ میں گزر گیا اور نفاس کا موجب غسل ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ تیمم کا بیان سورۂ نساء میں گزر چکا۔ (خزائن العرفان)

(1028) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا 'میری امت قیامت کے دن وضو کے اثر سے روشن اعضاء والی بلائی جائے گی تو جو تم میں سے اپنی روشنی بڑھا سکے اس کو چاہیے کہ وہ بڑھائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء، ج۱ص۳۹، رقم: ۱۳۶، صحیح مسلم، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ج۱ص۱۲۸، رقم: ۶۰۶، السنن الکبریٰ للبیھقی، باب استحباب امرار الماء علی العضد، ج۱ص۵۷، رقم: ۲۶۲، صحیح ابن حبان، باب فضل الامۃ، ج۱۶ص۲۲۵، رقم: ۷۲۴۱، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۱ص۳۰۰، رقم: ۹۱۸۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ، پاؤں اور پیشانی سفید ہوں یہ بہت قیمتی خوب صورت اور طاقتور ہوتا ہے۔ امت سے مراد سارے نمازی مسلمان ہیں کہ قیامت میں انکا چہرہ اور ہاتھ، پاؤں آثارِ وضوء سے چمکتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ اگرچہ پچھلی امتوں نے بھی وضوء کیا مگر یہ نور صرف امت محمدی پر ہوگا، نیز جو صحابہ نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پا گئے، یا اب مسلمانوں کے چھوٹے بچے، یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہوجانے والے لوگ جنہیں نماز اور وضو کا وقت ہی نہ ملا ان پر بھی ان شاء اللہ یہ آثارِ وضوء ہوں گے کیونکہ وہ نمازیوں کے گروہ سے تو ہیں۔ ہاں بے نمازی، فساق جنہوں نے بلاوجہ نماز نہ پڑھنے کی عادت ڈال لی وہ سزاءً اس سے محروم ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور کا اپنی

امت کو پہچاننا اس نور پر موقوف نہ ہوگا کیونکہ آپ نیک کار نورانیوں کو بھی پہچانیں گے اور گنہگار ظلمانیوں کو بھی۔

غالبًا یہ آخری جملہ سیدنا ابو ہریرہ کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضوء حد مفروض سے زیادہ دھوئے تاکہ روشنی اور چمک لمبی ہو اور ممکن ہے کہ سرکار کا فرمان ہو۔ مطلب یہ ہے اعضائے وضوء حد سے کم نہ دھوؤ، زیادہ کچھ دھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خیال رہے کہ غرّہ چہرے کی سفیدی کو کہتے ہیں اور تحجیل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو۔ چونکہ اکثر لوگ چہرہ دھونے میں بے احتیاطی کرتے ہیں کہ کنپٹی وغیرہ خشک رہ جاتی ہے لہٰذا اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۲۷۸)

(1029) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان دار کا زیور وہاں پہنچے گا جہاں تک وضو پہنچتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تبلغ الحلیۃ حیث یبلغ الوضوء، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۲۵۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب استحباب امرار الماء علی العضد، ج۱ص۹۲، رقم: ۲۶۰، سنن النسائی الکبریٰ، باب حلیۃ الوضوء، ج۱ص۹۵، رقم: ۱۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۷۱، رقم: ۸۸۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حِلْیَہ ح کے کسرہ سے، بمعنی رونق وحسن ہے اور ح کے زبر سے بمعنی زیور۔ حدیث میں دونوں قرأتیں ہیں، وضوء واؤ کے پیش سے اس ہی مشہور وضوء کو کہتے ہیں اور واؤ کے زبر سے وضوء کا پانی۔ یہاں واؤ کے زبر سے ہے یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک نور اور رونق وزینت ہوگی یا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا۔ دنیا میں مسلمان مرد کو زیور پہننا حرام تاکہ وہ جہاد کی شجاعت نہ کھو بیٹھے جنت میں زیور وہاں کی نعمتوں میں سے ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۲۷۹)

(1030) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهٖ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا اس کے گناہ جسم سے نکل جائیں گے حتی کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ج۱ص۱۲۹، رقم: ۲۴۵، المعجم الاوسط، من اسمہ عبداللہ، ج۳ص۳۶۱، رقم: ۳۴۳۹، سنن ابن ماجہ، باب ثواب الطہور، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۲۸۲، شعب الایمان للبیہقی، باب فضل الوضوء، ج۳ص۱۲، رقم: ۲۷۳۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۲۶، رقم: ۴۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں اچھے وضوء سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضوء کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضوء کیا کرے تو اس کے سارے

اعضاء کے گناہ اس پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔

لطیفہ: ہم گنہگاروں کے وضوء کا غسالہ ماء مستعمل ہے جس سے دوبارہ وضو نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا مکروہ، کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے، مگر حضور کے وضوء کا غسالہ بلکہ پاؤں شریف کا دھوون متبرک ہے، کیونکہ وہ اعضاء طیبہ میں سے نور لے کر نکلا ہے، ہمارا غسالہ بہت سی بیماریاں خصوصًا مرگی پیدا کرتا ہے۔ حضور کا غسالہ بیماریاں دور کرتا ہے، رب فرماتا ہے: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ آب زمزم حضرت اسماعیل کے پاؤں گا گویا دھوون ہے جس میں ہمارے حضور کی کلی پڑی ہوئی ہے ہم سب کے لیئے شفا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۷۲)

(1031) وَعَنْهُ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِثْلَ وُضُوْئِيْ هٰذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّاَ هٰكَذَا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَمَشْيُهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اس طرح وضو کیا جس طرح میں نے وضو کیا ہے پھر فرمایا جس نے اس طرح وضو کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اور اس کی نماز اور مسجد کی طرف جانا زائد ثواب ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبه، ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۵۶۶، مسند البزار، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنه، ج ۱ ص ۹۰، رقم: ۳۳۲، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم لابی نعیم، کتاب الطھارۃ، ج ۱ ص ۲۹۵، رقم: ۵۳۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی فضل الوضوء، ج ۹ ص ۳۷۶، رقم: ۱۰۰۹)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کے دھلنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور اس مفہوم کی احادیث بکثرت مشہور و معروف ہیں، اور اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلظہ ہے کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوّث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔ امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبانِ کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر و کبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے، اس لئے جس پانی کو مکلّف نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے مقرر فرمائے:

اوّل: وہ نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلّف نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

دوم: نجاست متوسط اس لئے کہ احتمال ہے کہ مکلّف نے صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

سوم: طاہر غیر مطہر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو۔

(المیزان الکبری کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۹)

وفهم جماعة من مقلديه ان هذه الثلثة اقوال فی حال واحد والحال انها فی احوال بحسب حصر الذنوب فی ثلثة اقسام كما ذكرنا اه وفيه ايضا رضی الله عن الامام ابی حنيفة ورحم اصحابه حيث قسموا النجاسة الى مغلظة ومخففة لان المعاصی لاتخرج عن كونها كبائر اوصغائر۔ (المیزان الکبری کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۸)

ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابوحنیفہ کے تین اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اوران کے اصحاب نے نجاست کو مغلظہ اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ معاصی، کبائر ہوں گے یا صغائر۔

وسمعت سيدى عليا الخواص رحمه الله تعالى لوكشف للعبد لرأى الماء الذى يتطهر منه الناس فی غاية القذارة والنتن فكانت نفسه لاتطيب باستعماله كمالا تطيب باستعمال ماء قليل مات فيه كلب اوهرة قلت له فاذن كان الامام ابوحنيفة وابويوسف من اهل الكشف حيث قالا بنجاسة الماء المستعمل قال نعم كان ابوحنيفة وصاحبه من اعظم اهل الكشف فكان اذا رأى الماء الذى يتوضأ منه الناس يعرف اعيان تلك الخطايا التی خرجت فی الماء ويميز غسالة الكبائر عن الصغائر والصغائر عن المكروهات والمكروهات عن خلاف الاولى كالامور المجسدة حسا على حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الكوفة فرأى شابا يتوضأ فنظر فی الماء المتقاطر منه فقال ياولدى تب عن عقوق الوالدين فقال تبت الى الله عن ذلك ورأى غسالة شخص اخر فقال له يااخی تب من الزنا فقال تبت ورأى غسالة اخر فقال تب من شرب الخمر وسماع آلات اللهو فقال تبت۔ (المیزان الکبری الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۹)

اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کتا بلی مرگئی ہو میں نے اُن سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ اور ابو یوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ ابو حنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہل کشف تھے، جب وہ اُس پانی کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ ممتاز کر سکتے

تھے، اور صغائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلاف اولیٰ سے ممتاز کر سکتے تھے اسی طرح جیسے محسوس اشیاء ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے، اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی اھ

وفیہ ایضا رحمہ اللہ تعالی مقلدی الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ حیث منعوا الطھارۃ من ماء المطاھر التی لم تستبحر لما یخر فیھا من خطایا المتوضئین وامروا اتباعھم بالوضوء من الانھار اوالآبار اوالبرك الكبیرۃ وكان سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالی مع كونہ شافعیا لایتوضا من مطاھر المساجد فی اكثر اوقاتہ ویقول ان ماء ھذہ المطاھر لاینعش جسد امثالنا لتقذرھا بالخطایا التی خرت فیھا وكان یمیز بین غسالات الذنوب ویعرف غسالۃ الحرام من المكروہ من خلاف الاولی ودخلت معہ مرۃ میضأۃ المدرسۃ الازھریۃ فاراد ان یستنجی من المغطس فنظر ورجع فقلت لم قال رایت فیہ غسالۃ ذنب كبیر غیرتہ فی ھذا الوقت وكنت انا رأیت الذی دخل قبل الشیخ وخرج فتبعتہ فاخبرتہ الخبر فقال صدق الشیخ قد وقعت فی زنا ثم جاء الی الشیخ وتاب ھذا امرشاھدتہ من الشیخ: اہ كلہ ملتقطا وسقتہ ھھنا لجمیل فائدتہ وجلیل عائدتہ ولیس ماعینتہ انت آلۃ لقربۃ فی معنی ماعینہ الشارع فلا یلتحق۔

اسی میں حضرت امام ابوحنیفہ کے بعض مقلدین سے مروی ہے کہ انہوں نے اُن وضوخانوں کے پانی سے وضو کو منع کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بہتے ہیں، اور اُنہوں نے حکم دیا کہ وہ نہروں کنوؤں اور بڑے حوضوں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باوجود شافعی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو صاف نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوون میں یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلاف اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسۃ الازہر کے وضوخانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنجا کریں، تو اس کو

دیکھ کرلوٹ آئے میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہ کبیرہ کا دھوون دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کردیا ہے، اور میں نے اُس شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت شیخ سے قبل وضوخانہ میں داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا اور اُس کو حضرت شیخ نے جو کہا تھا اس کی خبر دی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے زنا واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر آ کر تائب ہوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اھ یہ سب ماخوذ ہے اس کے عظیم فائدہ کیلئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کو آپ نے قربت کا آلہ قرار دیا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہے جس کو شارع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ ت

(المیزان الکبری کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۰) (فتاوی رضویہ، ج ۲، ۶۳ ـ ۶۴)

(1032) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ - أَوِ الْمُؤْمِنُ - فَغَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ، خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ، خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مسلم یا مومن وضو کرتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے اس کے چہرہ سے پانی کے یا آخری قطرہ کے ساتھ سب گناہ دھل جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے تمام پکڑنے والے گناہ نکل جاتے ہیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے ستھرا ہو جاتا ہے پھر جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے متعلق ہر گناہ پانی سے یا پانی کے آخری قطرہ سے زائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ج۱ص۱۴۸ رقم: ۶۰۰ السنن الصغریٰ للبیہقی باب کیفیۃ الوضوء، ج۱ص۳۵ رقم: ۸۸ مشکوۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، الفصل الاول ج۱ص۶۱ رقم: ۲۸۵ جامع الاصول لابن الاثیر، الفصل الثانی فی فضل الوضوء، ج۹ص۳۷۷ رقم: ۲۰۱۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ انسان کان، ناک، منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں۔ جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز نگاہ سے دیکھنا اس لئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ ان شاء اللہ چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہو جاتے ہیں۔

چلنے سے مراد نا جائز مقام پر جانا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتی کہ دل و دماغ کے بھی گناہ، ان اعضاء کا ذکر اس لیئے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں، لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث حضرت عثمان کے خلاف نہیں اور ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس سے سارے سنن و مستحبات ادا کیئے جائیں وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے، لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۲۷۳)

(1033) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمَقْبَرَةَ. فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا: اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَاْتُوا بَعْدُ قَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ، اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ، قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ، وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان آئے اور فرمایا: اے ایمان دار قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہوں ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے بھائی نہیں تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ اپنی امت کے لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک نہیں آئے۔ تو آپ نے فرمایا: اگر کسی آدمی کے گھوڑے روشن پیشانی روشن اعضاء والے سیاہ گھوڑوں کے درمیان ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ یارسول اللہ! فرمایا: وہ لوگ بروز حشر روشن چہروں روشن اعضاء کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان سے پہلے پہنچا ہوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ج۱ص۱۵۰، رقم: ۶۰۰، السنن الکبرٰی للبیہقی باب اسباغ الوضوء، ج۱ص۸۲، رقم: ۳۹۲، صحیح ابن حبان، باب فضل الوضوء، ج۳ص۳۲۱، رقم: ۱۰۴۶، مسند ابی یعلی مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۱۲ص۲۸۷، رقم: ۶۵۰۲، موطا امام مالک باب جامع الوضوء ج۱ص۳۸، رقم: ۶۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے، جہاں حضور زیارت قبور کے لیئے تشریف لے جاتے تھے۔ دار کے معنی گھر اور حویلی ہیں، اہل پوشیدہ ہے یعنی گھر والے۔ مرقاۃ نے فرمایا عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ

مردے زائرین کو دیکھتے ہیں، پہچانتے ہیں، اس کے کلام وسلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں، کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے، رب فرماتا ہے: وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ الآیۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں، وہ جو حدیث میں ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

(ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں) یعنی عنقریب وفات پا کر تم سے ملاقات کریں گے۔ ان شاء اللہ برکت کے لیے فرمایا ورنہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کے لیے مشکوک ہے۔ یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مرکر مؤمنوں سے ملیں گے۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لیے ہے۔

(میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا پسند کرتا ہوں) یعنی آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے حیات ظاہری میں ملاقات کرتا، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کو دیکھ رہے ہیں ان کو اپنا بھائی فرمانا انتہائی کرم کریمانہ ہے، امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔ رب فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الْاٰیۃ۔

(میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے) یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہوں گے صحابی نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتۂ ایمانی کی بنا پر، ورنہ حضور امت کے لئے روحانی والد ہیں، اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھاوجیں، رشتۂ ایمانی سے سگا باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں، اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو نہ بھائی بہن کہا جاتا ہے، اور نہ ان پر بھائی بہن کے احکام مرتب، حتی کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے، جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے۔ تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔

(یارسول اللہ آپ اپنی امت کے لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک نہیں آئے) صحابہ کا یہ سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کی بنا پر نہیں، ذریعۂ علم کے متعلق ہے، یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے، محض نور نبوت یا وحی سے کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گی جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمر کی، یہ سوال وجواب علیم وخبیر سے ہی ہو سکتے ہیں۔

(کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا) سبحان اللہ! کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنج کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں

میں پڑھنا، نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جا کر نماز پڑھے۔

(دوسری نماز کا انتظار کرنا) یعنی ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا، خواہ مسجد میں بیٹھ کر، یا اس طرح کہ جسم گھر میں، یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہو۔

رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔ اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحدِ اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رُباط ہے۔ رباط بڑی عبادت ہے، رب فرماتا ہے: وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباط ہے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس شیطان کے مقابل حدودِ ایمان کی حفاظت۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۱، ص۲۷۱)

(1035) وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء، ج۱ص۱۴۰، رقم:۵۵۶، سنن البیھقی، باب فرض الطھور، ج۱ص۶۰، رقم:۱۸۴، سنن الدارمی، باب ما جاء فی الطھور، ج۱ص۱۷۲، رقم:۶۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک الاشعری، ج۹ص۳۳۲، رقم:۲۲۹۶۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحافظۃ علی الوضوء، ج۱ص۱۳، رقم:۳۸)

شرح حدیث: حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لبابُ الاحیاء میں لکھتے ہیں:

طہارت کے چار مراتب ہیں:

(۱) اپنے ظاہر کو احداث (یعنی ناپاکیوں اور نجاستوں) سے پاک کرنا۔ (۲) اعضاء کو جرائم اور گناہ سے پاک کرنا۔

(۳) اپنے دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا۔ (۴) اپنے باطن کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے غیر سے پاک رکھنا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت ہے۔

ہر مرتبہ میں طہارت اس عمل کا نصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے اور ہر مرتبہ میں تخلیہ (یعنی خالی کرنا) اور تحلیہ (یعنی مزین کرنا) بھی پایا جاتا ہے تخلیہ عمل کا نصف ہے کیونکہ اجر کا ملنا اسی پر موقوف ہے اسی کی طرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا یہ فرمان بھی اشارہ فرما رہا ہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔ (پ7، الانعام:91)

پس اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان قُلِ اللّٰهُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر سے دل کو مزین کرنا ہے جبکہ (ثُمَّ ذَرْهُمْ) سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ

کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی کرنا ہے اور اسی طرح دل کو برے اخلاق سے پاک کر کے اسے اچھے اخلاق سے مزین کرنا ضروری ہے اور اعضاء کے لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں گناہوں سے خالی اور اطاعت سے مزین کیا جائے۔

ان مراتب میں سے ہر ایک مرتبہ اپنے بعد والے مرتبہ میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے اس لئے سب سے پہلے ظاہر کو، پھر اعضاء کو، اس کے بعد دل کو اور پھر باطن کو پاک کیا جائے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طور پر پاک ہونا ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود فوت ہو جائے گا اور یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ یہ مراتب صرف خواہش کرنے سے آرزو کرنے اور آسانی سے حاصل ہو جائیں گے بے شک اگر تو ساری زندگی بھی اس کے حصول میں کمر بستہ رہے تو صرف بعض مقاصد میں ہی کامیابی پائے گا۔ (لباب الاحیاء ۴۷-۴۸)

وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهِ فِيْ بَابِ الصَّبْرِ. وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِيْ اٰخِرِ بَابِ الرَّجَاءِ، وَهُوَ حَدِيْثٌ عَظِيْمٌ، مُشْتَمِلٌ عَلٰى جُمَلٍ مِّنَ الْخَيْرَاتِ.

باب الصبر میں یہ روایت تفصیل سے گزر چکی ہے اس باب میں عمرو بن عبسہ والی حدیث جو باب الرجاء کے آخر میں ہے وہ بہت بڑی حدیث ہے بہت سے بھلائی کے کاموں پر مشتمل ہے۔

(1036) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَّتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ - اَوْ فَيُسْبِغُ - الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی وضو کرے تو وہ کامل وضو کرے پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم)

وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ.

ترمذی کی روایت میں یہ اضافہ ہے اے اللہ مجھے خوب توبہ کرنے والوں خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم. باب الذکر المستحب عقب الوضوء. ج۱ص۱۴۴. رقم: ۵۷۶ صحیح ابن خزیمة باب فضل التهلیل والشهادة للنبی صلی الله علیه وسلم بالرسالة. ج۱ص۱۱۱. رقم: ۲۲۲ شعب الایمان للبیهقی باب فضل الوضوء ج۳ص۲۰. رقم: ۲۷۵۲ مشکوة المصابیح. کتاب الطهارة. الفصل الاول. ج۱ص۶۲. رقم: ۲۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہاء پر پہنچادے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ مِنکم فرما کر اشارۃً فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، گمراہوں، بے دینوں کو نہیں، دوائیں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مُردوں کو۔

ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے، بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنزَلنَا پڑھے، بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، مرقاۃ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۔

اور اس عمل کی برکت سے اللہ تعالٰی اس کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ ان کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لیے ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص ۲۷۷)

43-بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ

اذان کی فضیلت کا بیان

(1037) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا اِلَّا اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَیْهِ، وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَیْهِ، وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش کہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان اور پہلی صف کی کیا فضیلتیں ہیں پھر اس کا موقع قرعہ اندازی کے بغیر نہ ملے تو وہ اس کے لیے قرعہ اندازی کریں اور اگر اس کو جان لیں جو نماز کے لیے جلد آنے میں فضیلت ہے تو اس کی طرف دوڑ کر آئیں اور اگر وہ جان لیں جو عشاء اور صبح کی نماز میں فضیلت ہے تو ان دونوں کے لیے حاضر ہوں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

اَلْاِسْتِهَامُ: اَلْاِقْتِرَاعُ. وَالتَّهْجِیْرُ: اَلتَّبْكِیْرُ اِلَی الصَّلٰوةِ۔

استہام: قرعہ اندازی کو کہتے ہیں۔ تہجیر: کا مطلب ہے نماز کی طرف جلدی آنا۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الاستہام فی الاذان، ج۱، ص۲۲، رقم: ۶۱۵ صحیح مسلم باب تسویة الصفوف

واقاموھا، ج۲،ص ۳۱، رقم: ۱۰۰۹،السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الاستھام علی الاذان، ج۱،ص ۶۲۸، رقم: ۲۰۱۷،سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج۱،ص ۲۳۷،رقم: ۲۲۵،صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج۳،ص ۲۰۳، رقم: ۱۶۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کردیئے لیکن اس کے باوجود کماحقہ بیان نہیں ہوسکے، وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گے پتہ لگا کہ فی سبیل اللہ اذان وتکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں، خصوصًا امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہوسکتی۔

یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب۔

یعنی ظہر وجمعہ کی نماز اگرچہ دیر میں ہو مگر اس کے لئے جلدی پہنچنا کہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے، مدینہ پاک میں نماز ظہر کے لئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصًا جمعہ کے دن۔

یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱،ص ۵۹۰)

پہلی صف میں نماز پڑھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم صف پر تشریف لاتے تو قوم کے سینوں اور کاندھوں کو برابر فرماتے اور فرمایا کرتے، جدا جدا نہ رہو کہیں تمہارے دل جدا نہ ہوجائیں، بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(ابن خزیمہ، باب التغلیظ فی ترک تسویۃ الصفوف، رقم ۱۵۵۱، ج۳، ص ۲۴)

حضرتِ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف یا اگلی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب فضل الصف المقدم، رقم ۹۹۷، ج۱، ص ۵۲۸، بتغیر قلیل)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن العیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! اور دوسری صف پر؟ تو نبیِّ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا، بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر عرض کیا یارسول اللہ! اور دوسری صف پر؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور دوسری پر بھی۔

(مسند احمد، مسند الانصار/حدیث ابی امامۃ الباھلی، رقم ۲۲۳۲۶، ج ۸، ص ۲۹۵)

اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اذان دینے کا ثواب

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔ (پ24، حم السجدہ:33)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ آیت مؤذنین کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابی صَعْصَعہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدنا ابوسَعِید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم جانوروں اور جنگل میں رہنے کو پسند کرتے ہو، لہٰذا جب تم جنگل میں ہوا کرو اور نماز کے لئے اذان دو تو بلند آواز کے ساتھ اذان دیا کرو کیونکہ مؤذِن کی آواز کو جو کوئی جن یا انسان یا دوسری چیز سنے گی وہ قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دے گی۔ حضرت سیدنا ابوسَعِید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات رحمتِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے سنی۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء، رقم ۶۰۹، ج ۱، ص ۲۲۲)

ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ بیشک میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ موذن کی آواز کو جو بھی درخت، پتھر، جن یا انسان سنے گا وہ اس کے لئے گواہی دے گا۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ آواز کی انتہا تک مؤذن کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر خشک و تر چیز اس کے لئے گواہی دے گی۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے، اسے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے ثواب کی مثل ثواب ملے گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت بالاذان، رقم ۵۱۵، ج ۱، ص ۲۱۸)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، آواز کی انتہاء تک موذن کی مغفرت کردی جاتی ہے اور اس کے لئے ہر خشک و تر چیز استغفار کرتی ہے۔ (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر بن خطاب، رقم ۶۲۱۰، ج ۲، ص ۵۰۰)

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں اور موذن کی آواز کی انتہاء تک

اس کی مغفرت کردی جاتی ہے، اس کی آواز جو خشک وتر چیز سنتی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور اسے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی مثل ثواب ملتا ہے۔ (سنن نسائی، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالاذان، ج ۲، ص ۱۳)

وضاحت

موذن کی آواز کی انتہا تک مغفرت کردیئے جانے سے مراد یہ ہے کہ جیسے جیسے اس کی آواز بلند ہوتی جاتی ہے مغفرت بھی غایت تک پہنچتی جاتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر موذن کے مقام سے اذان کی آواز پہنچنے کی انتہا تک موذن کے گناہ بھر دیئے جائیں تو اللہ تعالیٰ وہ گناہ بھی معاف فرمادیگا۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رحمن عزوجل کا دستِ قدرت موذن کے سر پر ہوتا ہے اور بیشک موذن کی آواز کی انتہاء تک اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۱۹۸۷، ج ۱، ص ۵۳۹)

لوگ جب اذان اور صف اول کے ثواب کو جان لیں گے تو ہر ایک یہی چاہے گا کہ اسے اذان کا موقع دیا جائے تو ایسی صورت میں نزاع ختم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا، مگر افسوس! کہ لوگ ان دونوں اعمال کے ثواب اور ان کی فضیلت سے لاعلم ہیں۔

(1038) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت معاویہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ موذن لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی (اور بلند) گردنوں والے ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعه، ج ۲، ص ۰، رقم: ۸۷۸ سنن ابن ماجه باب فضل الاذان، ج ۱، ص ۲۴۰، رقم: ۷۲۵ صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج ۴، ص ۵۵۵، رقم: ۱۶۶۹ مسند الحارث، باب الاذان، ج ۱، ص ۱۷۰، رقم: ۱۸ مصنف عبدالرزاق، باب البغی فی الاذان، ج ۱، ص ۴۸۳، رقم: ۱۸۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گردن فراز اور سر بلند ہوں گے، یا سر اٹھائے رب کی رحمت کے منتظر، یا بلند قامت ہوں گے کہ دور سے پہچان لئے جائیں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے جسم چھوٹے اور صرف گردنیں لمبی ہوں گی کہ یہ بدزیبی ہے۔ بعض مفسرین نے اعناق کو ہمزہ کے زیر سے پڑھا ہے، بمعنی تیز رفتاری و لمبے قدم، یعنی موذن جنت کی طرف دوڑتے ہوئے لمبے قدم رکھتے ہوئے جائیں گے، دوسروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۴۱۵)

اَلْفَزَعُ الْاَكْبَر سے بے خوفی

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن تین اشخاص سیاہ مشک کے ٹیلے پر ہوں گے، انہیں اَلْفَزَعُ الْاَکْبَر (یعنی بڑی گھبراہٹ) خوف زدہ نہیں کرے گی اور نہ ہی ان کا حساب ہوگا (۱) وہ شخص جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کے لئے قرآن پڑھے اور کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہو (۲) وہ شخص جو رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کسی مسجد میں اذان دے کر لوگوں کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف بلائے اور (۳) وہ شخص جو دنیا میں غلامی میں مبتلا ہوا مگر غلامی نے اُسے طلبِ آخرت سے دور نہ کیا۔ (شعب الایمان، الحدیث ۲۰۰۲، ج۲، ص ۳۴۸)

لمبی گردنوں والے

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو سونے کی کرسیاں لائی جائیں گی جو موتیوں اور یاقوت سے جڑی ہوں گی، اس پر باریک اور سبز ریشمی کپڑے بچھے ہوں گے پھر ان پر نور کے گنبد بنائے جائیں گے اور یہ ندا کی جائے گی: مؤذنین کہاں ہیں؟ پس وہ کھڑے ہوں گے اور اُن کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی ان سے کہا جائے گا: ان گنبدوں کے نیچے ان کرسیوں پر بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ لوگوں کا حساب فرمادے، بے شک آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔

(تاریخ بغداد، الرقم: ۴۴۸۰ داود بن ابراھیم بن داود ...... الخ، ج۸، ص ۳۷۴)

(1039) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي صَعْصَعَةَ: اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ لَهُ: اِنِّي اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ - اَوْ بَادِيَتِكَ - فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ، وَلَا اِنْسٌ، وَلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری ﷛ نے ان سے کہا میرا خیال ہے کہ تو بکریاں اور جنگل پسند کرتا ہے تو جب تو اپنی بکریوں میں یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان کہہ اور اذان میں آواز بلند کر کیونکہ مؤذن کی آواز کو جو بھی چیز (جن ہو یا انسان یا کوئی شے) سنتی ہے تو وہ قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گی حضرت ابوسعید خدری ﷛ کہتے ہیں میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رفع الصوت بالنداء، ج۱ ص۱۲۵، رقم: ۶۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ ص۳۵، رقم: ۱۱۳۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب رفع الصوت بالاذان، ج۱ ص۳۹۷، رقم: ۱۹۳۴، سنن النسائی، باب

رفع الصوت بالاذان، ج۱، ص۱۱۷، رقم: ۶۴۴ صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج۳، ص۳۶، رقم: ۱۶۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عرض کریں گے کہ مولے! یہ مسلمان ہے، نمازی ہے، ہم نے اسے اذان دیتے دیکھا، اور کلمۂ شہادت پڑھتے سنا۔ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات، جمادات کو کچھ گویائی سننے کی طاقتیں بخشیں ہیں، ان میں سے ہر ایک کا ثبوت قرآن کریم کی صریح آیات سے ہے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ایک حدیث منقول ہے کہ روزانہ شام کے وقت پہاڑ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر کرنے والا بھی گزرا، جب ان میں سے کوئی کہتا ہے ہاں تو سب خوش ہوتے ہیں۔ چاہیئے کہ اذان بلند آواز سے دی جائے تاکہ گواہ زیادہ میسر ہوں غالبًا جن میں فرشتے بھی داخل ہیں اور انسان سے عام انسان مراد ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۴۱۷)

(1040) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ، اَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ، وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ، فَاِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ، حَتّٰى اِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ، حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ، يَقُوْلُ: اُذْكُرْ كَذَا وَاذْكُرْ كَذَا - لِمَا لَمْ يَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ - حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ مَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اَلتَّثْوِيْبُ: اَلْاِقَامَةُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے اس کی ہوا آواز کے ساتھ خارج ہوجاتی ہے۔ تاکہ اذان نہ سنے جب اذان مکمل ہوجاتی ہے تو آجاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کے لیے تکبیر ہوتی ہے تو بھاگ جاتا ہے۔ جب تکبیر مکمل ہوجاتی ہے تو آجاتا ہے۔ حتیٰ کہ آدمی اور اس کی جان کے درمیان کھٹکتا ہے کہتا ہے اس بات کو یاد کر اس بات کو یاد کر ایسی باتیں جو اس کو پہلے یاد نہ تھیں۔ حتیٰ کہ آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں اسے یاد نہیں رہتا۔ (متفق علیہ) تثویب کا مطلب ہے اُقامت۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا لم یدر کم صلی ثلاثا او اربعا سجد سجدتین، ج۱، ص۴۱۹، رقم: ۱۲۳۱ صحیح مسلم، باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعہ، ج۲، ص۲۰، رقم: ۸۸۸ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الترغیب فی الاذان، ج۱، ص۴۳۲، رقم: ۲۱۱۵ سنن ابو داؤد، باب رفع الصوت بالاذان، ج۱، ص۲۰۲، رقم: ۵۱۶ سنن الدارمی، باب الشیطان اذا سمع النداء فر، ج۱، ص۲۹۵، رقم: ۱۲۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ نماز میں بلانے کے لیے دی جائے یا کسی اور مقصد کے لئے، جیسے بچے کے کان میں یا بعد دفن قبر پر وغیرہ۔ لِلصَّلٰوۃِ اس لیے فرمایا تاکہ کوئی اذان کے لغوی معنی نہ سمجھ جائے۔

یہاں بھاگنے کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں اوراذان میں دفع شیطان کی تاثیر ہے اسی لیے طاعون پھیلنے پر اذان کہلواتے ہیں کہ یہ وباء جنات کے اثر سے ہے۔بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں کہ اس کی پیدائش پر شیطان موجود ہوتا ہے جس کی مار سے بچہ روتا ہے۔دفن کے بعد قبر کے سرہانے اذان دی جاتی ہے کیونکہ وہ میت کے امتحان اورشیطان کے بہکانے کا وقت ہے،اس کی برکت سے شیطان بھاگے گا،نیز میت کے دل کوسکون ہوگا،نئے گھر میں دل لگ جائے گا،نکیرین کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے۔اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھو۔گوز مارنے سے مراداس کی انتہائی ذلت اورخوف ہے کہ ایسی حالت میں ڈرنے والا گوز مارتا ہواہی بھاگا کرتا ہے۔

تثویب سے مراداقامت یعنی تکبیر ہے اس میں بھی اذان کی طرح اثر ہے۔

چیزوں سے مرادنماز سے غیر متعلق خیالات ہیں،تجربہ ہے کہ نماز میں وہ باتیں یاد آتی ہیں جو نماز کے باہر یادنہیں آتیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے شیطان کوانسانوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی قدرت دی ہے انسانوں کی آزمائش کے لئے،کتنی ہی کوشش کی جائے مگران وسوسوں سے کلی نجات نہیں ملتی۔چاہیئے کہ وسوسوں کی پرواہ نہ کرے نماز پڑھتا رہے،مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہ چھوڑے۔

مسئلہ فقہی یہ ہے کہ اگر پہلی بار یہ واقعہ پیش آئے تو نئے سرے سے نماز پڑھے اوراگر آتا رہتا ہوتو کم رکعتوں کا لحاظ کرے،مثلاً اگر شبہ ہوگیا کہ چار پڑھیں یا تین تو تین مانے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی افضل سے مفضول کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔دیکھونماز،تلاوت قرآن اوررکوع اورسجود سے شیطان نہیں بھاگتا۔بھاگتا ہے تواذان سے حالانکہ اذان سے نماز افضل ہے،حضور فرماتے ہیں کہ عمر سے شیطان بھاگتا ہے حالانکہ ابوبکر صدیق افضل ہیں۔(مرآۃ المناجیح،ج۱ص۶۱۶)

(1041) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: أَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ؛ فَإِنَّہٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا جب تم اذان سنوتو اس طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو۔کیونکہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ کریم اس پر دس بار خصوصی رحمت فرماتا ہے۔پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ یہ جنت کا ایک مقام جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا توجس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیااس کے لیے شفاعت ثابت ہوگئی۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۲۰۳ رقم: ۸۷۵، سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا سمع المؤذن، ج۱ص۲۰۶ رقم: ۵۲۳، سنن ترمذی، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۳۸۶ رقم: ۳۶۱۴، سنن النسائی الکبرٰی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان، ج۱ص۵۱۰ رقم: ۱۶۲۲، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۸ رقم: ۶۵۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ کلمات اذان سارے دہرائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ بھی حَیَّ عَلَی الْفَلَاح بھی اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم بھی۔ اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر لَا حَوْلَ پڑھے۔ چاہیئے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے، بعض مؤذن اذان سے پہلے ہی درود شریف پڑھ لیتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں، ان کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔ شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے، بلا وجہ اسے منع نہیں کہہ سکتے۔

خیال رہے کہ وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں، چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے، اس لیے وسیلہ فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ "امید کرتا ہوں" تواضع اور انکساری کے لئے ہے ورنہ وہ جگہ حضور کے لئے نامزد ہو چکی ہے۔ (مرقاۃ واشعہ) ہمارا حضور کے لیے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان ومال کی دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے، ہم بھکاری ہیں، حضور داتا، انہیں دعائیں دینا، مانگنے، کھانے کا ڈھنگ ہے۔

یعنی میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کروں گا۔ یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے، ورنہ حضور ہر مؤمن کے شفیع ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بہت قسم کی ہے۔ شفاعت کی پوری بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" جلد سوم میں دیکھو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۶۱۸)

ایک ہی بندے کے شایانِ شان

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب تم مؤذن کو اذان کہتے سنو تو اسی طرح کہو (یعنی اذان کا جواب دو) پھر مجھ پر درودِ پاک بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درودِ پاک بھیجے گا اللہ عزوجل اس پر 10 رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر اللہ عزوجل سے میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو، وسیلہ جنت میں ایک جگہ کا نام ہے اور وہ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک ہی بندے کے شایانِ شان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، لہٰذا جو اللہ عزوجل سے میرے لئے وسیلہ کا سوال کریگا اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہو جائے گی (یعنی اسے میری شفاعت ضرور ملے گی)۔ (سنن النسائی، کتاب الآذان، باب الصلاۃ علی النبی ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۷۹، ص ۱۲۰)

(1042) وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُوْلُوْا كَمَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اس طرح کہو جس طرح مؤذن اذان کہتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یقول اذا سمع المنادی، ج۱ص۱۲۶ رقم: ۶۱۱ صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ج۲ص۴ رقم: ۸۴۸ سنن ابن ماجه، باب ما یقال اذا اذن المؤذن، ج۱ص۲۲۸ رقم: ۷۲۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۱۰ رقم: ۱۱۰۲۲ مصنف عبدالرزاق، باب القول اذا سمع الاذان والانصات له، ج۱ص۴۷۸ رقم: ۱۸۴۲)

شرح حدیث: اذان کا جواب دینے والا جنّتی ہوگیا

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب جن کا بظاہر کوئی بہت بڑا نیک عمل نہ تھا، وہ فوت ہوگئے تو رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالٰی نے اسے جنّت میں داخل کردیا ہے۔ اس پر لوگ متعجب ہوئے کیونکہ بظاہر ان کا کوئی بڑا عمل نہ تھا۔ چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ اُن کے گھر گئے اور ان کی بیوہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے پوچھا کہ اُن کا کوئی خاص عمل ہمیں بتایئے تو اُنہوں نے جواب دیا: اور تو کوئی خاص بڑا عمل مجھے معلوم نہیں، صرف اتنا جانتی ہوں کہ دن ہو یا رات، جب بھی وہ اذان سنتے تو جواب ضرور دیتے تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج 40 ص 412،413 ملخصًا)

(1043) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ، وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سن کر کہا اے اللہ اس کامل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب حضرت محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے تو اس کے لیے بروزِ حشر میری شفاعت لازم ہوگئی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعا عند النداء، ج۱ص۱۲۶ رقم: ۶۱۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج۵ص۳۵۳ رقم: ۱۴۸۵۹ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه سیف، ج۳ص۸۷ رقم: ۳۶۶۲ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الدعا عند الاذان، ج۱ص۲۰۸ رقم: ۵۲۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی یقول الرجل اذا أذن المؤذن، ج۱ص۴۱۲ رقم: ۲۱۱)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقام کا نام "وسیلہ" ہے اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام

مقام محمود ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولہا بنائے جائیں گے، سارے اولین و آخرین، کفر و مؤمن ین، انبیاء و مرسلین، بلکہ خود رب العالمین حضور کی ایسی تعریفیں کریں گے جو آج ہمارے خیال و وہم سے وراء ہیں، وہ مقام نہ معلوم کیسا عظیم الشان ہے جس کا رب نے قرآن شریف میں اعلان فرمایا اور ہم لوگوں کو ہر اذان کے بعد اس کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا، اسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اور یہیں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دروازۂ شفاعت کھلے گا۔

یعنی اس دعا کی برکت سے اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور وہ میری شفاعت عامہ و خاصہ کا مستحق ہوگا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کے بعد دعا بہت قبول ہوتی ہے، لہذا مصیبت زدہ کو چاہئے کہ اس وقت دعا مانگا کرے اسی لیے مسلمان اس دعا کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ خدایا ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۶۲۰)

(1044) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مؤذن کی اذان سننے کے بعد کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ اکیلے کے بغیر کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد (ﷺ) اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے حضرت محمد (ﷺ) کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ج ۱ ص ۳، رقم: ۸۷۷، سنن ابوداؤد باب ما یقول اذا سمع المؤذن، ج ۱ ص ۲۰۷، رقم: ۵۲۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما یقول اذا فرغ من ذلك، ج ۱ ص ۴۱۰، رقم: ۲۰۱۰، سنن ترمذی، باب ما جاء ما یقول الرجل اذا أذن المؤذن، ج ۱ ص ۲۱۱، رقم: ۲۱۰، مسند امام احمد، مسند سعد بن ابی وقاص ج ۱ ص ۱۸۱، رقم: ۱۵۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ دعا اذان کے اول پڑھی جائے گی، جب مؤذن کی اذان کی آواز کان میں آئے کیونکہ درمیان میں یہ دعا پڑھنے سے جواب اذان میں خلل واقع ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۶۲۲)

(1045) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دعا اذان اور تکبیر کے درمیان مانگی جائے وہ رد نہیں کی جاتی۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے

وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب فی العفو والعافیۃ ج۵ص۲۶۶ رقم: ۳۶۰۵ سنن ابوداؤد باب ما جاء فی الدعا بین الاذان والاقامۃ ج۱ص۲۰۰ رقم: ۵۲۱ اتحاف الخیرۃ المھرۃ باب الدعا عند الاذان ج۲ص۲۸۹ رقم: ۹۰۲ السنن الکبرٰی للنسائی باب الترغیب فی الدعاء بین الاذان والاقامۃ ج۹ص۲۲ رقم: ۹۸۹۵ مسند امام احمد مسند انس بن مالک ج۴ص۱۱۱ رقم: ۱۲۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان وتکبیر کے درمیان کا سارا وقت مراد ہے کہ اس میں جب بھی دعا مانگے قبول ہوگی مگر بہتر یہ ہے کہ اذان سے متصل دعا مانگے تاکہ اگلی حدیث پر عمل ہو جائے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ہم اس وقت کیا دعا مانگیں؟ فرمایا دین ودنیا کی امن وعافیت مانگو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۴۳۲)

44-بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ

نمازوں کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ) (العنکبوت: 45)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔

شرح: حضرت صدرالاَفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ممنوعاتِ شرعیہ سے لہٰذا جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا حضور سے اس کی شکایت کی گئی فرمایا اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ میں اس نے توبہ کی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ (خزائن العرفان)

(1046) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ، قَالَ: فَذٰلِكَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو جس سے وہ روزانہ پانچ بار غسل کرتا ہو تو کیا اس کی میل میں سے کچھ باقی رہے گا۔ انہوں نے عرض کیا: نہیں فرمایا تو یہی پانچ نمازوں

مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کی مثال ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ غلطیاں معاف فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی بہ الخطایا، ج۱ص۱۳۱، رقم: ۱۵۵۴، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب فرائض الخمس، ج۱ص۳۶۱، رقم: ۱۶۹۲، سنن ترمذی، باب مثل الصلوات الخمس، ج۵ص۱۵۱، رقم: ۲۸۶۸، سنن النسائی الکبریٰ، باب فضل الصلوات الخمس، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۳۲۲، سنن الدارمی، باب فی فضل الصلوات ج۱ص۲۸۳، رقم: ۱۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے دو وجہ سے: ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں، نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا ہے، یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو۔ دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور جانا بھی نہیں پڑتا۔ خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میلِ دل کے لیے پانی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۳۰)

(1047) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ نمازوں کی مثال تم میں سے کسی کے دروازہ پر گہرے پانی والی بہتی نہر کی طرح ہے جس میں وہ پانچ دفعہ نہاتا ہو۔ (مسلم)

اَلْغَمْرُ بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ: اَلْكَثِيْرُ.

غمر: غین معجمہ پر زبر ہے اس کا مطلب ہے زیادہ گہری۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی بہ الخطایا، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۱۵۵۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ صدی بن العجلان، ج۸ص۱۶۳، رقم: ۷۷۰۰، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج۳ص۶۳، رقم: ۴۷۵۲، اتحاف الخیرۃ المہرۃ، کتاب الایمان، باب فرض الصلاۃ، ج۱ص۳۱۳، رقم: ۷۵۸، التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمہ ابراھیم بن محلس، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۱۰۶۱، مجمع الزوائد، باب فضل الصلاۃ، ج۲ص۳۱، رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: پانچ مرتبہ غوطے

حضرتِ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو بھائی تھے، ان میں سے ایک بھائی کا دوسرے

بھائی کی وفات سے چالیس راتیں پہلے انتقال ہوگیا۔ان میں سے پہلے مرنے والے کا ذکر سرورِ عالم ،نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں کیا گیا اور اس کی فضیلت بیان کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا دوسرا بھائی مسلمان نہیں تھا؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، کیوں نہیں اور اس میں کوئی برائی نہیں تھی ۔تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نماز نے اسے کہاں پہنچا دیا؟ نماز کی مثال ایسی ہے کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر میٹھے پانی کی بڑی نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غوطے لگائے تو تمہارا کیا خیال ہے اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہے گی؟ تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نماز نے اسے کہاں تک پہنچا دیا؟

(مسند احمد ،مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص ،رقم ۱۵۳۴،ج۱،ص۳۷۵)

(1048) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنَ امْرَاَةٍ قُبْلَةً، فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) (هود: 114) فَقَالَ الرَّجُلُ اَلِيَ هٰذَا؟ قَالَ: لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت کا بوسہ لیا پھر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس نے عرض کیا: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''دن کی دو طرفوں میں نماز قائم کر اور رات کے اوقات میں یقیناً نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں''۔ اس آدمی نے عرض کیا' کیا: یہ میرے لیے خاص ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ کفارۃ ج۱ص۱۱۱،رقم: ۵۲۶ وصحیح مسلم، باب قولہ تعالیٰ " ان الحسنات یذھبن السیئات" ج۴ص۱۰۱،رقم: ۱۷۶۳ وسنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، ج۴ص۱۲۱،رقم: ۴۲۵۴ وصحیح ابن خزیمہ، باب فی فضائل الصلوات الخمس، ج۱ص۱۶۱،رقم: ۳۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان مرد کا نام ابوالیسر ہے،کھجوروں کی دکان کرتے تھے،ایک عورت خریدنے کے لئے آئی،ان کا دل اس کی طرف مائل ہوگیا،بولے اچھی کھجوریں گھر میں ہیں،اس بہانے سے اندر لے جا کر بوسہ لے لیا،وہ بولی اللہ کے بندے خدا سے ڈر،یہ سخت نادم ہوئے اس لئے ثابت ہوا کہ اجنبی عورت سے تنہائی بڑی خطرناک ہے۔(اشعہ مرقاۃ)

صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس آیت پر یہ عمل کرتے ہوئے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الایہ۔اب بھی ہم گنہگاروں کو معافی کے لیے اس آستانے پر حاضری ضروری ہے۔یہ خیال نہ کرو کہ وہ صرف مدینہ میں رہتے ہیں بلکہ مؤمنوں کے سینے ان کا کاشانہ رحمت ہیں۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتا ہوں عصر کے بعد یہ آیت اتری۔خیال رہے کہ نماز فجر اور ظہر دن کے اس کناروں کی نمازیں ہیں اور عصر و مغرب دوسرے کنارے کی اور عشاء رات کی،لہذا یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہے،زلف زلفت سے بنا،بمعنی قرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دن سے قریب ہے۔رب تعالٰی فرماتا ہے:وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۔

(تو آپ نے فرمایا:میری تمام امت کے لیے ہے)یعنی یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اتری مگر اس کا حکم عام ہے۔کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس و کنار گناہ صغیرہ ہے،ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس و کنار کرنا کہ نماز سے معاف کرالیں گے کفر ہے،کہ یہ اللہ پر امن ہے۔یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقًا ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے،لہذا احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔یہاں مِنْ اُمَّتِی فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اس امت کے لئے ہیں گزشتہ امتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔

(مرآۃ المناجیح،ج ۱ ص ۵۳۱)

(1049) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک کے درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ مکفرات، ج ۱ ص ۱۴۴، رقم: ۵۵۲ التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمه عمر بن اسحاق، ج ۶ ص ۵۰، رقم: ۲۱۰۹ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۲۱۱، رقم: ۳۰۲، سنن الکبری للبیہقی، باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلۃ من الصلوات اکثر من خمس، ج ۲ ص ۲۹۶، رقم: ۳۱۲۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصلوات الخمس، ج ۱ ص ۱۱۸، رقم: ۲۱۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے،اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ ہے،اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے،لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک،زنا،چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہ ہوتے۔

خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں، چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کے لیے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۵۲۹)

(1050) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلٰوةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهَا، وَخُشُوْعَهَا، وَرُكُوْعَهَا، إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَا لَمْ تُؤْتَ كَبِيْرَةٌ وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس آدمی کو فرض نماز کا وقت آجائے وہ اس کو وضو کرکے خشوع اور رکوع کے ساتھ بطریق احسن ادا کرے تو یہ اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ (فضیلت وثواب) زمانہ بھر کے لیے ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ ج۱ص۱۳۲، رقم: ۶۱۵ صحیح ابن حبان، باب فضل الوضوء، ج۳ص۳۱۶، رقم: ۱۰۴۳ السنن الصغرٰی للبیہقی، باب الخشوع فی الصلاۃ ج۱ص۲۶۷، رقم: ۸۸۸ مجمع الزوائد للہیثمی، باب فضل الصلاۃ ج۱ص۳۳، رقم: ۱۶۵۳ مسند امام احمد حدیث ابی امامۃ الباہلی ج۸ص۲۶۰، رقم: ۲۲۲۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ اور جمعہ۔ خیال رہے کہ فرض کا ذکر احترازی نہیں، کیونکہ نماز تہجد و اشراق و عیدین کے وضو کا بھی یہی حال ہے۔ چونکہ اکثر وضو نماز پنجگانہ کے لیئے ہی ہوتے ہیں اس لیئے ان کا ہی ذکر فرمایا، نیز اگر کوئی وقت سے پہلے وضو کرے تب بھی یہی ثواب ہوگا۔

نماز کا خشوع یہ ہے کہ اس کا ہر رکن صحیح ادا کرے، دل میں عاجزی اور خوف خدا ہو، نگاہ اپنے ٹھکانے پر رہے کہ قیام میں سجدہ گاہ، رکوع میں پاؤں کی پشت، سجدہ میں ناک کے نتھنے اور قعدہ میں گود میں رہے۔ خشوع نماز کی روح ہے، رب فرماتا ہے: ﴿هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ صرف رکوع کا اسی لئے ذکر فرمایا کہ یہ سجدہ کا پیش خیمہ ہے اور بمقابلہ سجدہ کے اس میں مشقت زیادہ ہے، نیز یہ مسلمانوں کی نمازوں کا خاصہ ہے، یہود و نصاریٰ کی نمازوں میں نہ تھا، اس کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے، نیز رکوع مستقل عبادت نہیں، صرف نماز ہی میں عبادت ہے اور سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت ہے۔ جیسے سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت وغیرہ۔

یعنی اس سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے صرف صغیرہ معاف ہوتے ہیں، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ والے کے صغیرہ بھی معاف نہیں ہوتے۔ (لمعات)

یعنی یہ ثواب کسی خاص نماز کا نہیں بلکہ عمر میں ہر نماز کا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۵۲۹)

45 بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

نمازِ صبح وعصر کی فضیلت کا بیان

(1051) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. اَلْبَرْدَانِ: اَلصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

حضرت ابوموسیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (متفق علیہ) البردان صبح وعصر کی نمازیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ الفجر، ج ۱ ص ۲۱۱، رقم: ۵۷۴، السنن الکبری للبیہقی، باب من قال هی الصبح، ج ۱ ص ۶۶۹، رقم: ۲۱۶۷، سنن الدارمی، باب فضل صلاۃ الغداۃ ج ۱ ص ۳۹۱، رقم: ۱۴۲۵، صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس، ج ۱ ص ۸۳۲، رقم: ۱۷۳۹، صحیح مسلم، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما، ج ۱ ص ۲۹۱، رقم: ۱۴۴۰)

شرح حدیث: میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دن اور رات میں کچھ فرشتے تمہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ نمازِ فجر وعصر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر جب تمہارے ساتھ رات گزارنے والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں تو ان کا رب عزوجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہیں ان سے زیادہ جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم ان سے جدا ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جبکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (فرشتے عرض کرتے ہیں) اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن ان کی مغفرت فرما دینا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم ۳۲۲۳، ج ۲، ص ۳۸۵)

(1052) وَعَنْ اَبِیْ زُهَیْرٍ عُمَارَةَ بْنِ رُؤَیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: لَنْ یَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا یَعْنِیْ: اَلْفَجْرَ وَالْعَصْرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوزہیر عمارہ بن رویبہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے قبل (ہمیشہ) نماز ادا کی وہ ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ یعنی فجر اور عصر کی نماز۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر والمحافظة علیهما، ج ۲ ص ۱۱۳ رقم: ۱۴۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمارة بن رویبة رضی الله عنه، ج ۶ ص ۱۳۶، رقم: ۱۷۲۴۹، مسند الحمیدی حدیث عمارة بن رویبة ج ۲ ص ۳۸۰، رقم: ۸۶۱، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصبح وصلاۃ العصر، ج ۲ ص ۱۶۳، رقم: ۳۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ فجر وعصر کی پابندی کرنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہ جائے گا، اگر گیا تو عارضی طور پر، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ بعض لوگ قیامت میں نمازیں لے کر آئیں گے مگر

ان کی نمازیں اہل حق کو دلوادی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ فجر وعصر کی پابندی کرنے والوں کو ان شاء اللہ باقی نمازوں کی بھی توفیق ملے گی اور سارے گناہوں سے بچنے کی بھی کیونکہ یہی نمازیں زیادہ بھاری ہیں جب ان پر پابندی کرلی تو ان شاء اللہ بقیہ نمازوں پر بھی پابندی کرے گا، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ نجات کے لئے صرف یہ دو نمازیں ہی کافی ہیں باقی کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ ان دو نمازوں میں دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، نیز یہ دن کے کناروں کی نمازیں ہیں، نیز یہ دونوں نفس پر گراں ہیں کہ صبح سونے کا وقت ہے اور عصر کاروبار کے فروغ کا، لہٰذا ان کا درجہ زیادہ ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۶)

(1053) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَانْظُرْ يَا ابْنَ آدَمَ، لَا يَطْلُبَنَّكَ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ کے ذمہ وعہد میں ہے۔ تو اے ابن آدم! دیکھ اللہ کریم اپنے ذمہ میں سے کسی چیز کا تجھ سے تقاضا نہ کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ج۲ص۱۲۵ رقم: ۱۵۲۵، السنن الکبری للبیہقی، باب من قال ہی الصبح، ج۱ص۶۹۲ رقم: ۲۲۶۸، اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری، باب من صلی الصبح فہو فی ذمۃ اللہ، ج۲ص۳۳ رقم: ۱۲۲۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سمرۃ بن جندب الفزاری، ج۷ص۲۲۳ رقم: ۶۹۵۰، مسند البزار، مسند سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۵۶ رقم: ۲۰۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی ہے اور نمازی کی امان اور قسم کی، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

یعنی ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنت الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۹)

(1054) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ، وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوا فِيْكُمْ، فَيَسْأَلُهُمُ اللهُ - وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ - كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں رات اور دن کے فرشتے باری باری سے آتے ہیں اور نماز صبح ونماز عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر وہ جو رات بھر تمہارے پاس رہے، پھر جب چڑھتے ہیں تو اللہ کریم ان سے پوچھتا ہے حالانکہ اس کو ان کا خوب علم ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں ہم نے ان کو چھوڑا تو

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تو بھی وہ فرشتے پڑھ رہے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ العصر، ج۱ص۲۰۲، رقم: ۵۵۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال ھی الصبح، ج۱ص۶۲۰، رقم: ۲۰۰۷، سنن النسائی الکبرٰی، باب فضل صلاۃ الفجر، ج۱ص۱۷۰، رقم: ۴۵۹، صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس، ج۵ص۲۸، رقم: ۱۷۳۶، صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر والمحافظۃ علیھما، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۶۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں فرشتوں سے مراد یا تو اعمال لکھنے والے دو فرشتے ہیں یا انسان کی حفاظت کرنے والے ساٹھ فرشتے۔ ہر نابالغ کے ساتھ ساٹھ فرشتے رہتے ہیں اور بالغ کے ساتھ ۶۲، اسی لئے نماز کے سلام اور دیگر سلاموں میں ان کی نیت کی جاتی ہے، ان ملائکہ کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں دن میں اور رات میں مگر فجر وعصر میں پچھلے فرشتے جانے نہیں پاتے کہ اگلے ڈیوٹی والے آجاتے ہیں تاکہ ہماری ابتداء وانتہا کے گواہ زیادہ ہوں۔

(پھر جب چڑھتے ہیں) اپنے ہیڈکوارٹر کی طرف جہاں ان کا مقام ہے۔

(میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا) یہ سوال یا تو ان فرشتوں کو گواہ بنانے کے لئے ہے یا نمازوں کی عظمت ان کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے کیونکہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے کہا تھا کہ اے رب تو فسادی اور خون ریزیاں کرنے والوں کو خلافت کیوں دے رہا ہے؟ معلوم ہوا کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں اگر حضور نے کسی سے کوئی بات پوچھی تو اس سے آپ کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی۔

اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فرشتے نمازیوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ آس پاس کی نیکیوں کا ذکر اور درمیان کے گناہوں سے خاموشی یا یہ مطلب ہے کہ اے مولا جن بندوں کی ابتداء اور انتہا ایسی اعلیٰ ہو ان کے درمیانی اعمال بھی اچھے ہوں گے، جس دکان کی بونی اچھی ہو اس میں ہمیشہ برکت ہی رہتی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۹)

(1055) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا، فَافْعَلُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ نے چودھویں کی رات چاند کی طرف دیکھا فرمایا تم یقیناً اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کو دیکھنے میں تم کوئی مشقت نہیں کر رہے ہو تو اگر ہو سکے تو تم طلوع آفتاب سے قبل کی اور نماز غروب آفتاب سے قبل کی نماز میں مغلوب نہ ہو تو ایسا کرو۔ (متفق علیہ) اور ایک

عَشْرَۃَ. روایت میں ہے چودہویں رات کے چاند کی طرف دیکھا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل صلاۃ العصر ج۱ص[illegible] رقم: [illegible] صحیح مسلم باب فضل صلاۃ الصبح والعصر والمحافظۃ علیہما ج۱ص[illegible] رقم: [illegible] السنن الکبری للبیہقی باب اوّل فرض الصلاۃ ج۱ص[illegible] رقم: [illegible] سنن ابوداؤد باب فی الرویۃ ج۴ص[illegible] رقم: [illegible] سنن ابن ماجہ باب فیما انکرت الجہمیۃ ج۱ص[illegible] رقم: [illegible] صحیح ابن حبان باب وصف الجنۃ واھلھا ج۱۶ص[illegible] رقم: [illegible])

شرح حدیث: یہ مکمل روایت بخاری شریف میں یوں ہے:

حضرت سیِّدُنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں، ہم نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے چودھویں رات کا چاند دیکھا تو ارشاد فرمایا: بے شک تم اپنے رب عزَّوجلَّ کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اُس کے دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا، اگر تم سے ہوسکے تو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے کی نماز (یعنی نمازِ فجر وعصر) ادا کرو۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ (پ16، طہ:130) (صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، الحدیث ۵۵۴، ص۴۵)

حکیمُ الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مؤمن رب تعالیٰ کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے، خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں، یہ حدیث ان کی سخت تردید کررہی ہے اس پر سوالات وجوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت وسمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت وسمت سے پاک ہے۔

(آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے چودھویں رات کا چاند دیکھا) یعنی رحمان کے چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا ڈوبنے والے گہنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو نہ غروب ہو نہ گہنے، ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل وجان روح وایمان کو چمکاتا ہے، رات میں چمکنے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو ابدالآباد تک ہر وقت دن رات چمکتا ہے اور چمکے گا میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے اللھم صل وسلم وبارک علی بدر النبوۃ وشمس الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یوں کہہ لو کہ اس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکاتا ہے جو ڈوبوں پر دن نکال دیتا ہے۔ شعر

پاشس نظرت الی لیلی چوبہ طیبہ رسی عرضے بکی

توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی موری شب نے نہ دن ہونا جانا

چاند بھی خوش نصیب ہے جسے محبوب نے دیکھا یہ چاند وہ ہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں پڑی ہیں۔

لا تضامون یا تو بنا ہے ضیم سے بمعنی ظلم و نقصان تو میم پر پیش ہے شد نہیں یا بنا ہے ضم سے بمعنی ملنا بھیڑ کرنا تب میم پر شد اور پیش ہے یعنی تم دیدار الٰہی میں نقصان میں نہ رہو گے کہ کسی کو دیدار ہو کسی کو نہ ہو، کسی کو یقین سے ہو کسی کو مشکوک طریقہ سے یا تم رب تعالیٰ کو بھیڑ کر کے دشواری سے نہ دیکھو گے بلکہ آرام سے دیکھو گے اطمینان کے ساتھ۔ (اشعہ، مرقات) یہ دیدار قیامت میں تو ہو گا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔

خیال رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی خواہ اپنے اعمال کا خواہ اس کے اعمال کا جس کی طفیل جنت میں گیا مگر دیدار الٰہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خالص عطاء ذوالجلال ہوگی، ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت و قابلیت پیدا کرے گی یعنی فجر و عصر کی پابندی دنیا میں نماز ایسے پڑھو کہ گو یا تم خدا کو دیکھ رہے ہو کیونکہ یہاں حجاب ہے وہاں حجاب اٹھ جائے گا گویا ختم ہو جائے گا اسے دیکھ کر اس سے کلام کرو۔ (اشعہ)

(پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی) اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں تسبیح وتحمید سے مراد نماز ہے، چونکہ فجر و عصر کی نماز میں رات و دن کے محافظ فرشتے جمع ہو جاتے ہیں، نیز فجر کی نماز سونے کی غفلت کا وقت ہے اور نماز عصر کاروبار سیر و تفریح کی غفلت کا وقت، ان وجوہ سے ان نمازوں کی تاکید زیادہ کی ہے، رب فرماتا ہے: اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡهُوۡدًا، نماز عصر کے متعلق فرماتا ہے: حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۹)

(1056) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عصر کو ترک کیا اس کے عمل ضائع ہو گئے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من ترک العصر، ج۱ص۱۵۵، رقم: ۵۵۳ سنن النسائی، باب من ترک صلاۃ العصر، ج۱ص۲۳۶، رقم: ۴۷۴ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراھیۃ تاخیر العصر، ج۱ص۴۴۴، رقم: ۲۱۷۰ مسند امام احمد، حدیث بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ، ج۹ص۲۳، رقم: ۲۳۰۰۶ مصنف عبد الرزاق، باب من ترک الصلاۃ، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۵۰۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالباً عمل سے مراد وہ دنیوی کام ہے جس کی وجہ سے اس نے نماز عصر چھوڑی۔ حَبِطَ سے مراد اس کام کی برکت کا ختم ہونا، یا یہ مطلب ہے کہ جو عصر چھوڑنے کا عادی ہو جائے اس کے لئے اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے جس سے اعمال ضبط

ہو جائیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ عصر چھوڑنا کفر وارتداد ہے۔ خیال رہے کہ نماز عصر کو قرآن کریم نے بیچ کی نماز فرما کر اس کی بہت تاکید فرمائی، نیز اس وقت رات ودن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور یہ وقت لوگوں کی سیر وتفریح اور تجارتوں کے فروغ کا وقت ہے، اس لئے کہ اکثر لوگ عصر میں سستی کر جاتے ہیں ان وجوہ سے قرآن شریف نے بھی عصر کی بہت تاکید فرمائی اور حدیث شریف نے بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۵۵۸)

46-بَابُ فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الْمَسَاجِدِ
مساجد کی طرف جانے کی فضیلت کا بیان

(1057) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّ اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو صبح کے وقت مسجد کی طرف گیا یا شام کے وقت تو اللہ کریم نے اس کے لیے جنت میں مہمان نوازی کا سامان تیار کیا ہے جب بھی وہ صبح کو جاتا ہے یا شام کو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من غدا الی المسجد وراح، ج ۱ص۲۲۵، رقم: ۶۶۲ صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی بہ الخطایا وترفع بہ الدرجات، ج ۱ص۱۳۲، رقم: ۱۵۵۶ السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج ۳ص۶۲، رقم: ۵۱۹۹ مستخرج ابو عوانۃ، باب بیان ثواب، ج ۱ص۳۱۱، رقم: ۸۷۲ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما جاء فی لزوم المساجد، ج ۲ص۱۱۵، رقم: ۳۳۶۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے، یعنی جو ہمیشہ نماز کے لیے مسجد میں جانے کا عادی ہوگا اسے ہمیشہ جنتی رزق ملے گا۔ نُزُل اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکایا جائے، چونکہ وہ پر تکلف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق، اس لئے جنتی کھانے کو نُزُل فرمایا گیا، ورنہ جنتی لوگ وہاں مہمان نہ ہوں گے مالک ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۴۵۸)

(1058) وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ مَضَى إِلَى بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللهِ، لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِّنْ فَرَائِضِ اللهِ، كَانَتْ خُطُوَاتُهُ، إِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِيئَةً، وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے گھر میں خوب پاکیزگی حاصل کی پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف گیا۔ تاکہ اللہ کریم کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ایک اس کے گناہ کو گراتا ہے اور دوسرا اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی بہ الخطایا، ج ۳ص۱۳۱، رقم: ۶۵۲ السنن الکبری للبیہقی باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج ۳ص۶۲، رقم: ۵۱۶۶ صحیح ابن حبان باب الامامۃ والجماعۃ، ج ۵ص۳۹۲، رقم:

۲۰۰۰، مسند ابی یعلی، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج۱۱ص۶۵ رقم: ۶۲۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کر کے مسجد کو جانا ثواب ہے کیونکہ یہ چلنا عبادت ہے اور عبادت باوضو افضل۔ بعض لوگ بیمار پرسی کرنے باوضو جاتے ہیں۔

یہ گنہگاروں کے لیے ہے۔ نیک کاروں کے لئے ہر قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند کیونکہ جس چیز سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں۔

غالبًا یہاں صلوۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت، اور بہت سی توجیہیں ہو سکتی ہیں۔

اور انتظار نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھتا گویا نماز ہی میں رہتا ہے، اسی لیے اس وقت انگلیوں کی تشبیک منع ہے اور فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں، اور وہاں ریح نہ نکالے۔ خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں ریح نکالنا منع ہے، معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۴۶۲)

(1059) وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَتْ لَا تُخْطِئُهُ صَلٰوةٌ، فَقِيْلَ لَهُ: لَوْ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا لِتَرْكَبَهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ، قَالَ: مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ يُّكْتَبَ لِيْ مَمْشَايَ اِلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوْعِيْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰى اَهْلِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی تھا میرا خیال ہے کہ وہ مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی کوئی نماز جماعت سے نہ رہتی اس کو میں نے یا کسی اور نے کہا کہ تو گدھا خرید لے تا کہ اندھیرے اور گرمی کے وقت اس پر سوار ہو کر آیا کرے اس نے کہا مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرا گھر مسجد کے پڑوس میں ہو میرا ارادہ یہ ہے کہ میرا مسجد میں آنا اور لوٹنا لکھا جائے جب میں گھر جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ سب تمہارے لیے جمع کر دیا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد، ج۱ص۲۲۴، رقم: ۱۰۲۶ سنن الکبرٰی باب فضل بعد الممشی الی المسجد، ج۳ص۶۳، رقم: ۵۱۶۸ سنن ابو داؤد، باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلاۃ ج۱ص۲۰۸ رقم: ۵۵۰ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی عثمان النھدی ج۷ص۱۳۲ رقم: ۲۱۲۵۰ مسند عبد بن حمید، حدیث ابی کعب رضی اللہ عنہ ص۸۳ رقم: ۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیاتم جانتے ہو؟

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے ساتھ نماز پڑھنے جایا کرتا تھا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درمیانے قدم چلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیاتم جانتے ہو کہ میں درمیانے قدم کیوں چلتا ہوں؟ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا، جب تک بندہ نماز کی طلب میں ہوتا ہے نماز ہی میں ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں درمیانے قدم اس لئے چلتا ہوں تا کہ نماز کی طلب میں زیادہ قدم چل سکوں۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب کیف المشی الی الصلوۃ، رقم ۲۰۹۲، ج ۲، ص ۱۵۱)

(1060) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ اَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ: بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ. فَقَالَ: بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ فَقَالُوْا: مَا يَسُرُّنَا اَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِّوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

حضرت جابر ﷺ سے ہی روایت ہے کہ مسجد کے نزدیک کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی آپ نے ان کو فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو انہوں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے بنو سلمہ! اپنے گھروں کو لازم پکڑ و تمہارے گھروں سے تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ تمہارے گھروں سے تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ہمیں یہاں سے اب منتقل ہونا بالکل پسند نہیں ہے۔ (مسلم) بخاری نے اس کا معنی حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد ج ۱ص ۲۰۱، رقم: ۱۵۵۱ مسند امام احمد بن حنبل مسند جابر بن عبداللہ ج ۵ص ۲۳۲، رقم: ۱۴۶۰۶ صحیح ابن خزیمہ باب فضل المشی الی المساجد للصلاۃ ج ۱ص ۲۳۰، رقم: ۴۵۱ تخریج احادیث الکشاف سورۃ یٰس الحدیث الاول ج ۱ص ۱۶، رقم: ۱۰۷۱ جامع الاصول لابن اثیر النوع الثانی المشی الی المساجد ج ۹ص ۳۱۸، رقم: ۷۰۹۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا) یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جن کے گھر مسجد نبوی شریف سے بہت دور تھے۔

یعنی ان لوگوں نے یہ کوشش نہ کی کہ اپنے محلے میں الگ مسجد بنالیں، بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کے لئے اپنے گھر چھوڑ دینا اور محلہ خالی کر دینا گوارا کرلیا۔

(تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں) تمہارے نامۂ اعمال میں ثواب کے لیے کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت ہے یا تمہاری اس مشقت کا تذکرہ حدیث کی کتب میں اور علماء کی تصانیف میں لکھا جائے گا، واعظین اس پر وعظ کریں گے، جو تمہارے واقعے سن کر دور سے مسجد میں آیا کریں گے، ان سب کا ثواب تمہیں ملا کرے گا۔ خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کے لئے باعث ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کے لئے آئے گا مگر غافلوں کے لئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے یعنی غافلوں کے لیے دوری گھر نحوست ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۶۰)

(1061) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ أَبْعَدُهُمْ إِلَيْهَا مَمْشًى، فَأَبْعَدُهُمْ، وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِّنَ الَّذِي يُصَلِّيهَا ثُمَّ يَنَامُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کے اجر کے اعتبار سے سب سے زیادہ وہ ہے جو اس کی طرف زیادہ دور سے چل کر آتا ہے۔ اس کے بعد باقیوں میں سے زیادہ دور سے آنے والا۔ اور جو نماز کا انتظار کرتا ہے حتی کہ امام کے ساتھ پڑھتا ہے تو وہ اس سے زیادہ اجر والا ہے جو نماز پڑھے اور سو جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعۃ، ج ۱ ص ۱۳۲، رقم: ۶۵۱ صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد، ج ۲ ص ۱۳۰، رقم: ۱۰۳۵ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل بعد الممشی الی المسجد، ج ۳ ص ۹۳، رقم: ۵۰۰۰ صحیح ابن خزیمہ، باب فضل المشی الی المساجد، ج ۲ ص ۳۷۸، رقم: ۱۵۰۱ مسند ابی یعلی، حدیث ابی موسی الاشعری، ج ۱۳ ص ۲۲۳، رقم: ۷۲۴۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس کا گھر اپنی مسجد سے دور ہو، پھر وہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے اسے بقدر قدم ثواب ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ محلے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں پہنچا کرے، ہاں اگر محلے کی مسجد کا امام بدعقیدہ ہے تو دور جگہ جاسکتا ہے۔

(جو نماز پڑھے اور سو جائے) خواہ اکیلے نماز پڑھ کر، خواہ دوسرے امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ کر کیونکہ جماعت

اول کا زیادہ ثواب ہے اور جماعت اول وہی ہے جو امام مسجد کے ساتھ پڑھی جائے، ہاں اگر وہ امام وقت مکروہ میں نماز پڑھتا ہو تو اکیلا ہی پڑھ لے، جیسا کہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۴۵۹)

(1062) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَشِّرُوا الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تاریکیوں میں مسجدوں کی طرف چلنے والوں کو روزِ حشر پورے نور کی خوشخبری دو۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی المشی الی الصلاۃ فی الظلم، ج۱ص۲۲۰، رقم: ۵۶۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ، ج۱ص۲۳۵، رقم: ۲۲۳ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد بالصلاۃ، ج۳ص۶۳، رقم: ۵۱۶۷ المستدرک للحاکم، کتاب الامامۃ وصلاۃ، ج۱ص۳۹۰، رقم: ۷۶۸ سنن ابن ماجہ، باب المشی الی الصلاۃ، ج۱ص۲۵۷، رقم: ۷۸۱)

شرح حدیث: احرام باندھنے والے حاجی کی طرح

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے چلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو صرف چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا، اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح پڑھنا کہ درمیان میں کوئی لغو بات نہ کی جائے علیین میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی فضل المشی الی الصلوۃ، رقم ۵۵۸، ج۱، ص۲۳۱)

(1063) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ. فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی وضو کرے کامل وضو کرے پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (جو بندہ ایسا کرے اور کہے) اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ج۱ص۱۰۳، رقم: ۶۰۲ سنن الکبری ... رقم: ۲۹۰ مستدرک الحاکم، کتاب الطہارۃ، ج۱ص۱۹۶، رقم: ۳۹۰ سنن ابن ماجہ باب

ما جاء فی اسباغ الوضوء ج ۱ص ۱۴۸ رقم: ۴۲۷، سنن ترمذی باب ما جاء فی اسباغ الوضوء ج ۱ص ۳۸ رقم: ۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہاء پر پہنچادے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ منکم فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، گمراہوں، بے دینوں کو نہیں، دوائیں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مُردوں کو۔

(پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں) یعنی ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے، بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے، بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، مرقاۃ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۔

(جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں) یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالٰی اس کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقہ میں اسے بھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ ان کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لئے ہے۔

(مِرْاٰۃُ المناجیح، ج ۱ص ۲۷۷)

(1064) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ. قَالَ اللّٰہُ - عَزَّوَجَلَّ: (اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ) اَلْاٰیۃَ (توبہ 18) رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ. وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد میں آتا ہے تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو اللہ نے فرمایا: اللہ کریم کی مسجدوں کو صرف وہ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی حرمۃ الصلاۃ ج ۵ص ۱۲ رقم: ۲۶۱۶، السنن الکبرٰی للبیہقی باب فضل المساجد وفضل عمارتھا بالصلاۃ ج ۳ص ۹۶ رقم: ۵۱۸۷، المستدرک للحاکم کتاب الامامۃ والصلاۃ ج ۱ص ۳۹۱ رقم: ۷۷۰، سنن ابن ماجہ باب لزوم المساجد وانتظار الصلاۃ ج ۱ص ۲۶۲ رقم: ۸۰۲، سنن الدارمی باب المحافظۃ علی الصلوات ج ۱ص ۳۰۲ رقم: ۱۲۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ہر نماز کے لیے وہاں حاضر ہو، وہاں کی صفائی کرے، مرمت کا خیال رکھے، جائز زینت میں مشغول ہو، وہاں بیٹھ کر دینی مسائل بیان کرے، وہاں درس دے یہ سب مسجد کی خبر گیری میں داخل ہیں۔

کیونکہ یہ چیزیں ایمان کی علامتیں ہیں۔ خیال رہے کہ یہ گواہی ایسی ہی ہے جیسے کسی کا لباس اور شکل دیکھ کر ہم اسے مؤمن سمجھتے اور کہتے ہیں۔ گواہی سے مراد قطعی فیصلہ نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث "باب الایمان بالقدر" کی احادیث کے خلاف نہیں کہ عائشہ صدیقہ نے ایک انصاری بچے کو جو فوت ہو گیا تھا، جنت کی چڑیا کہا، حضور علیہ السلام نے اس سے منع کیا، فرمایا تمہیں کیا خبر یہ کہاں جائے گا۔ نیز اگر کسی کا کفر ظاہر ہو اور وہ مسجد کی خدمت کرے تو اسے مؤمن نہ کہا جائے گا، جیسے اس زمانہ کے نمازی منافق اور اس زمانہ کے نمازی اور مسجدوں کے خدمت گار مرزائی، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔

اور اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ کہ مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عموماً مؤمنوں ہی کو ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مسجدیں بنانے اور آباد کرنے کا حق صرف مؤمنوں کو ہے کفار کو نہیں اسی لیے منافقوں کی مسجد ضرار گرا دی گئی تھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں مسجد کی آبادی میں مسجدوں میں چراغاں کرنا، اس کو سجانا سب داخل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص ۶۸)

47-بَابُ فَضْلِ انْتِظَارِ الصَّلٰوةِ
نماز کے انتظار کی فضیلت کا بیان

(1065) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ لَا يَمْنَعُهٗ اَنْ يَّنْقَلِبَ اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک نماز میں ہی ہوتا ہے جب تک نماز اس کو روکتی ہے۔ اس کو گھر والوں کی طرف لوٹنے سے صرف نماز ہی روکتی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، ج۱، ص۱۲۲، رقم: ۶۵۹، صحیح مسلم، باب فضل الصلاۃ الجماعۃ وانتظار الصلاۃ، ج۲، ص۱۲۹، رقم: ۱۵۴۲، السنن الکبری للبیہقی، باب فضل المساجد وفضل عمارتها بالصلاۃ فیها، ج۲، ص۶۵، رقم: ۲۱۸۳، سنن ابو داؤد، باب فی فضل القعود فی المسجد، ج۱، ص۱۰۶، رقم: ۴۷۰، سنن ترمذی باب ما جاء فی القعود فی المسجد وانتظار الصلاۃ من الفضل، ج۲، ص۱۵۰، رقم: ۳۳۰)

شرح حدیث: حضرت سیّدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لباب الاحیاء میں لکھتے ہیں:

حُسنِ نیت کی بدولت

اگر عمل بغیر نیت اور نیت بغیر عمل کا آپس میں موازنہ کیا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عمل کے بغیر صرف نیت بلا نیت عمل سے بہتر ہے، کیونکہ ایسا عمل جس سے پہلے نیت ہو اس کا ثواب اس سابقہ نیت کی وجہ سے ہے لہٰذا نیت بہتر ہے

کیونکہ یہ وہ ارادہ ہے جو اصل علم سے پیدا ہوتا ہے اور یہ دل کے زیادہ قریب ہوتا ہے بس ہر حال میں مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں گزرا۔

جہاں تک اعمال کا تعلق ہے تو وہ گناہ، عبادات اور مباحات کی طرف تقسیم ہوتے ہیں، پس جو چیز فی نفسہٖ گناہ ہے وہ نیت عبادت سے عبادت نہیں بنتی۔ اور عبادات میں نیت ضروری ہے کیونکہ عبادت اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتی جب تک اس کے ساتھ نیت نہ ہو، پھر واضح اور اچھی نیت عبادت کے درجہ کو بڑھا دیتی ہے، کیونکہ بعض اوقات ایک فعل تعداد کے اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ حُسنِ نیت کی بدولت وہ بہت سی عبادات بن جائے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: بے شک جو بندہ مسجد میں بیٹھا، اس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کیا اور جس کی زیارت کی جائے اس پر لازم ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کا اِکرام کرے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، فضل المشی الی المساجد، الحدیث ۲۹۴۳، ج ۳، ص ۸۲) (المعجم الکبیر، الحدیث ۶۱۴۵، ج ۶، ص ۲۵۵)

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دیدار کی نیت کرے، نماز کے انتظار کی نیت کرے اور نماز کا انتظار کرنے والا نماز میں ہی ہوتا ہے، مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے، اعضاء کو گناہوں سے روکنے اور مسجد کو اپنے لئے پناہ گاہ بنانے کی نیت کرے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر اور قرآنِ حکیم کی تلاوت سننے کی نیت کرے، تو یہ سب پے در پے نیکیاں ہیں جنہیں نیت کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک مباحات کا تعلق ہے تو وہ بھی حُسنِ نیت سے عبادت کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں، اس پر توجہ دینی چاہیے، اسی طرح تمام حرکات و سکنات حُسنِ نیت سے عبادت بن جاتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے اور اس نیت کے ذریعے جانوروں سے ممتاز رہے کیونکہ جانوروں کا طریقہ ہے کہ وہ ہر کام ارادہ و نیت کے بغیر کرتے ہیں۔ (لباب الاحیاء، ۳۶۷)

(1066) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ. اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تم میں سے کسی کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے جب تک بے وضو نہیں ہوتا۔ فرشتے یوں کہتے ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحدث فی المسجد، ج ۱، ص ۹۶، رقم: ۴۴۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاہ، ج ۲، ص ۱۸۵، رقم: ۳۱۳۹، سنن ابو داؤد، باب فی فضل القعود فی المسجد، ج ۱، ص ۱۰۶، رقم: ۴۶۹، سنن ترمذی،

باب ما جاء فی القعود فی المسجد وانتظار الصلاۃ ج۲ص۱۵۰ رقم:۳۳۱ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۳ص۲۹۹ رقم:۸۶۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا یہاں صلوۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت، اور بہت سی توجیہیں ہوسکتی ہیں۔

یعنی انتظارِ نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھتا گویا نماز ہی میں رہتا ہے، اسی لیے اس وقت انگلیوں کی تشبیک منع ہے۔

یعنی فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں، اور وہاں ریح نہ نکالے۔ خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں ریح نکالنا منع ہے، معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۶۶۲)

(1067) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ لَيْلَةً صَلوٰةَ الْعِشَاءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَمَا صَلّٰى، فَقَالَ: صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا، وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلوٰةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز عشاء کو آدھی رات تک موخر فرمایا۔ پھر نماز پڑھانے کے بعد ہماری طرف اپنے رخ انور کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم ہمیشہ نماز میں ہو جب تک تم اس کا انتظار کرتے رہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد ج۱ص۱۳۳ رقم:۶۶۱ صحیح ابن حبان باب مواقیت الصلاۃ ج۳ص۳۹۶ رقم:۱۵۲۹ مسند امام احمد بن حنبل مسند جابر بن عبداللہ ج۵ص۴۶۰ رقم:۱۴۹۹۲ مصنف ابن ابی شیبۃ باب من قال من انتظر الصلاۃ فھو فی صلاۃ ج۱ص۳۰۲ رقم:۲۰۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نماز پڑھنے سے مراد پڑھنے کا ارادہ کرنا ہے۔ صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ حضور خواہ کتنی ہی دیر میں تشریف لاتے مگر نہ حضور کو نماز کے لئے بلاتے تھے نہ اکیلے پڑھ لیتے اور نہ اپنی جماعت علیحدہ کر لیتے، وہ سمجھتے تھے کہ حضور کے ساتھ قضا علیحدہ ادا سے افضل ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجدوں میں عشاء پڑھ لی یا وہ عورتیں، بچے جو گھروں میں اکیلے عشاء پڑھ کر سو گئے، اہل کتاب مراد نہیں کیونکہ ان کے دین میں عشاء تھی ہی نہیں۔

شطر لیل سے مراد تقریبًا آدھی رات ہے یعنی تہائی۔ اَخَّرَ سے معلوم ہوا کہ حضور کو نمازیں آگے پیچھے کرنے کا

اختیار دیا گیا ہے، آپ بعطاءِ الٰہی احکام شرعیہ کے مالک ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ نماز کا انتظار مطلقاً عبادت ہے مگر مسجد میں بیٹھ کر انتظار بڑی عبادت، اسی لیے اس حالت میں انگلیوں میں انگلی ڈالنا منع ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۸۰)

48-بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

باجماعت نماز کی فضیلت کا بیان

(1068) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنے سے تنہا نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنھا، ج۱ص۱۲۲ رقم: ۱۵۰۹ السنن الکبری للبیھقی، باب ما جاء فی فضل صلاۃ الجماعۃ، ج۳ص۸۵، رقم: ۵۰۱۵ صحیح ابن حبان، باب الامامۃ والجماعۃ، ج۵ص۳۰۰، رقم: ۲۰۵۲)

شرح حدیث: منافقت سے براءت

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا: جو شخص مؤذن کی آواز سن کر اس کا جواب نہ دے اس نے بھلائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ شہنشاہِ خوش خِصال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: جو شخص چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور اس کی تکبیرِ اُولیٰ (یعنی پہلی تکبیر) فوت نہ ہو تو اللہ عزَّوجلَّ اس کے لئے دو براءتیں لکھ دیتا ہے: (۱) منافقت سے براءت (۲) دوزخ کی آگ سے براءت۔

(جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی فضیلۃ التکبیرۃ الاولی، الحدیث ۲۴۱، ج ۲ ص ۱۶۶، بتغیر)

(1069) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلَاتِهٖ فِیْ بَيْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا. وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ. ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ. لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ. فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّیْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ. مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کی باجماعت نماز اس کی گھر اور بازار والی نماز پر پچیس گنا بڑھادی جاتی ہے اور یہ اس لیے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کی طرف نکلے اور اسے صرف نماز ہی نکالے تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹایا جاتا ہے۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز والی جگہ میں رہے جب تک بے وضو نہ ہو۔ وہ کہتے

وَلَا يَزَالُ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

ہیں: اے اللہ اس پر رحم فرما! اے اللہ اس پر مہربانی فرما اور وہ اس وقت تک نماز میں ہوتا ہے جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۶۴۷، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثانی المشی الی المساجد، ج۹ص۴۱۲، رقم: ۶۸۰۵، مشکوۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلاۃ الفصل الاول، ج۱ص۱۵۵، رقم: ۷۰۲)

شرح حدیث: باجماعت نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا عبیداللہ بن عمر قَوارِیری علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: میں نے ہمیشہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی مگر افسوس! ایک مرتبہ میری عشاء کی جماعت فوت ہوگئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ میرے ہاں ایک مہمان آیا، میں اس کی خاطر مُدارات (مہمان نوازی) میں لگا رہا۔ فراغت کے بعد جب مسجد پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ اب میں سوچنے لگا کہ ایسا کون سا عمل کیا جائے جس سے اس نقصان کی تلافی ہو۔ یکایک مجھے اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان یاد آیا کہ باجماعت نماز، منفرد کی نماز پر اکیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔ اسی طرح پچیس اور ستائیس درجے فضیلت کی حدیث بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، الحدیث ۶۴۵۔۶۴۶، ص ۵۲، لم اجد باحدی وعشرین)

میں نے سوچا، اگر میں ستائیس مرتبہ نماز پڑھ لوں تو شاید جماعت فوت ہوجانے سے جو کمی ہوئی وہ پوری ہوجائے۔ چنانچہ، میں نے ستائیس مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی، پھر مجھے نیند نے آلیا۔ میں نے اپنے آپ کو چند گھڑسواروں کے ساتھ دیکھا، ہم سب کہیں جارہے تھے۔ اتنے میں ایک گھڑسوار نے مجھ سے کہا: تم اپنے گھوڑے کو مشقت میں نہ ڈالو، بے شک تم ہم سے نہیں مل سکتے۔ میں نے کہا: میں آپ کے ساتھ کیوں نہیں مل سکتا؟ کہا: اس لئے کہ ہم نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی ہے۔ (عیون الحکایات ۹۴)

(1070) وَعَنْهُ قَالَ: اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰى، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَرَخَّصَ لَهٗ، فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ: "هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ؟" قَالَ: نَعَمْ. قَالَ:

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ساتھ کوئی چلنے والا نہیں جو مجھے مسجد میں لائے تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ پس آپ نے اس کو اجازت دے دی جب وہ واپس پلٹا تو آپ نے

فَاَجِبْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس کو بلایا فرمایا کیا تو اذان سنتا ہے اس نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ نے فرمایا پھر آ (یعنی مسجد میں آ کر باجماعت نماز پڑھا کرو)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب یجب اتیان المسجد علی من سمع النداء، ج۱ص۲۳۲، رقم: ۱۵۱۸، السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء من التشدید فی ترک الجماعۃ، ج۳ص۵۰، رقم: ۵۱۲۳، سنن النسائی الکبری، باب المحافظۃ علی الصلوات الخمس حیث ینادی بھن، ج۱ص۲۹۷، رقم: ۹۲۲، المحرر فی الحدیث لابن عبد الھادی، باب صلاۃ الجماعۃ، ص۲۳۲، رقم: ۳۶۲، مشکوۃ المصابیح، باب الجماعۃ وفضلھا، الفصل الاول، ج۱ص۲۳۲، رقم: ۱۰۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مؤذن کے بلاوے کو قبول کرو اور مسجد میں حاضر ہو جاؤ۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچے وہاں تک کے لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے، وہ دور کے لوگ جہاں اذان نہ پہنچی ہو ان کے لیے بھی مسجد آنا بہت بہتر ہے مگر اتنی سختی نہیں، اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔ دوسرے یہ کہ ہر بیماری عذر نہیں جو جماعت یا مسجد کی حاضری کو معاف کردے بلکہ وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہو جائے، دیکھو نابینا ہیں بیمار ہیں مگر انہیں حاضری کا حکم ہوا، بعض روایات میں ہے کہ عتبان ابن مالک نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی یا تو ان کا گھر دور ہوگا جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہوگی یا ان کا راستہ اتنا خراب ہوگا کہ بغیر ساتھی کے مسجد نہ پہنچ سکیں اور ساتھی کوئی ہوگا نہیں، لہذا احادیث میں تعارض نہیں اذان کی آواز پہنچے سے مراد آج کل کے لاؤڈ اسپیکر کی آواز نہیں یہ تو دو دو میل تک پہنچ جاتی ہے۔ بعض علماء نے ان احادیث کی بناء پر جماعت کو فرض عین مانا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۷۸)

(1071) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ - وَقِيْلَ: عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ - الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْمُؤَذِّنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَحَيَّهَلًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَمَعْنٰى حَيَّهَلًا: تَعَالَ.

حضرت عبداللہ سے روایت ہے اور کہا گیا کہ حضرت عمرو بن قیس المعروف حضرت ابن ام مکتوم ﷺ مؤذن (رسول اللہ) انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مدینہ میں کیڑے مکوڑے اور درندے بہت ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم حی علی الصلوۃ۔ حی علی الفلاح سنتے ہو تو پھر مسجد میں آیا کرو۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ اور حیھلا کا معنی ہے: آؤ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ، ج۱ص۲۱۷، رقم: ۵۵۳، السنن الکبری للبیہقی، باب ما

جاء فی التشدید فی ترک الجماعۃ من غیر عذر، ج۱ص۸۵ رقم: ۵۱۷،سنن النسائی باب المحافظۃ علی الصلوات حیث ینادی بھن، ج۲ص۱۰۹،رقم: ۸۵۱،صحیح ابن خزیمۃ،باب امر العمیان بشھود صلاۃ الجماعۃ، ج۲ص۳۶۷،رقم: ۱۴۰۹)

شرح حدیث: امامِ اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

وللبیھقی عنہ سألہ ان یرخص لہ فی صلاۃ العشاء والفجر قال ھل تسمع الاذان قال نعم مرۃ اومرتین فلم یرخص لہ فی ذلک ۱؎ ولہ عن کعب بن عجرۃ جاء رجل ضریر الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیہ ایبلغک النداء قال نعم قال فاذا سمعت فاجب ۲؎ ولاحمد وابی یعلی والطبرانی فی الاوسط وابن حبان عن جابر واللفظ لہ قال اتسمع الاذان قال نعم قال فأتھا ولو حبوا ۳؎

(۱؎ مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲ / ۴۳)(۲؎ مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲ / ۴۲)(۳؎ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجماعۃ والاعذار التی مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴ / ۲۵۲)

بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت کیا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس بات کی رخصت چاہی کہ ان کو عشاء اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت دے دیں۔ فرمایا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ ایک یا دو دفعہ پوچھا آپ نے انہیں اس بارے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تجھے اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ بتایا: جب تو سنتا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں حاضری دے) مسند، ابویعلی، طبرانی کی اوسط میں اور ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الفاظ ابن حبان کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔

ف: یہ دونوں حوالے مجمع سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے، ہوسکتا ہے یہ لفظ للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو کیونکہ مجمع نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

فکان ذلک فیما نری واللہ تعالٰی اعلم انہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن یشق علیہ المشی وکان یھتدی الی الطریق من دون حرج کما یشاھد الاٰن فی کثیر من العمیان ثم راجعت الزرقانی علی الموطا فرأیتہ نص علی ذلک نقلا فقال وحملہ العلماء علی انہ کان لایشق علیہ المشی وحدہ ککثیر من العمیان۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا فضل صلوۃ الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبری مصر ۱ / ۲۶۷)

اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی

میں پہنچنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے راستہ پا لیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا لوگوں کو دیکھا

مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زرقانی علی المؤطا کا مطالعہ کیا تو اس میں ابوعمر کی بات منقول تھی کہ تمام اہل علم

کی یہی رائے ہے کہ ان پر تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا افراد پر تنہا چلنا دشوار نہیں

ہے اھ

وبه ترجح بحث العلامة الشامي حيث بحث ايجاب الجمعة على امثال هؤلاء فقال بل يظهر لي

وجوبها على بعض العميان الذي يمشي في الاسواق ويعرف الطرق بلا قائد ولا كلفة ويعرف اي

مسجد اراده بلا سؤال احد لانه حينئذ كالمريض القادر على الخروج بنفسه بل ربما تلحقه

مشقة اكثر من هذا تأمل۔ (ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۰۲)

اور اب علامہ شامی کی وہ بحث بھی ترجیح پائے گی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر جمعہ واجب قرار دیتے ہوئے کی

ہے تو کہا بلکہ مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمعہ واجب ہوگا جو بغیر کسی قائد اور بلا مشقت

تمام راستہ جان کر چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر پوچھے پہنچ سکتے ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کرنی ہو

کیونکہ یہ اس وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود بخود نکلنے پر قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے

کہیں زیادہ مشقت اٹھانا ہوتی ہے تامل اھ

ثم رأيت الامام النووي نقل في شرح مسلم ما ذكرنا انه حكى من معنى الرخصة عن الجمهور

فقال اجاب الجمهور عنه بانه سأل هل له رخصة ان يصلي في بيته وتحصل له فضيلة

الجماعة بسبب عذره فقيل لا قال ويؤيد هذا ان حضور الجماعة يسقط بالعذر باجماع

المسلمين ودليله من السنة حديث عتبان بن مالك اھ

(شرح مسلم للنووی مع مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۲)

پھر میں نے امام نووی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انہوں نے دونوں محققین کا جمہور سے معنی رخصت ذکر کیا ہوا

نقل کرکے فرمایا جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے پر اسے

جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب نفی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید

ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر حاضری جماعت کے سقوط پر تمام امت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس پر دلیل سنت سے وہ

حدیث ہے جو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس بارے میں مروی ہے اھ (ت)

اقول وقد علمت ملتقى هذا الاستشهاد فان الشان في ثبوت الحرج له وعدمه تعلق عذره وعدمه

عتبان کان ممن یتحرج بالمشی وحدہ دون ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہما، ثم ان الامام النووی استشعر ورود قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجب فاجاب باحتمام انہ بوحی نزل فی الحال وباحتمال تغیر اجتہادہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبان الترخیص کان بمعنی عدم الوجوب وقولہ فاجب ندب الی الافضل۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتبان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد فاجب کے ورود سے یہ بات سمجھی تو جواب احتمال سے دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی حال میں وحی نازل ہونے کے ساتھ دیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رخصت بمعنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کررہا ہو۔

اقول اما الاولان فتسلیم للقول واما حمل فاجب علی الندب فخلاف الظاہر لاسیما مع بنائہ علی سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافہم واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) پہلے دونوں احتمال قول کی وجہ سے تسلیم مگر فاجب کو ندب پر محمول کرنا خلاف ظاہر خصوصاً جب اس کی بنا اذان کے سماع پر ہو کیونکہ ندب تو ہر حال میں حاصل تھا، فافہم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ، ج ۷، ص ۷۴-۷۵)

(1072) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْتَطَبَ، ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لیے اذان کا حکم دوں پھر کسی آدمی کو حکم دوں وہ لوگوں کو امامت کرائے پھر میں ان آدمیوں کی طرف جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے تو ان پر ان کے گھروں کو جلادوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ج۱ص۲۳۱، رقم:۶۴۴ صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنہا، ج۲ص۱۲۳، رقم:۱۵۱۳ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء من التشدید فی ترک الجماعۃ من غیر عذر، ج۳ص۵۵ رقم:۵۱۲۶ سنن ابوداؤد، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ، ج۱ص۲۱۳، رقم:۵۴۸ سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی

(التعليق على الجماعة: ج۲، ص۱۵۲، رقم: ۲۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز کی جماعت قائم کرا کر خود تحقیقات کے لیے محلے میں جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سلطان دینی ضرورت کے وقت جماعت چھوڑ سکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تشریف لے جانا تبلیغ کے لیے ہوتا۔

(جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے) یعنی بلا عذر، لہذا اس سے چھوٹے بچے، عورتیں معذور بیمار علیحدہ ہیں۔ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے کیونکہ کوئی صحابی بلا وجہ جماعت اور مسجد کی حاضری نہیں چھوڑتے تھے۔ لہذا روافض کا یہ کہنا کہ صحابہ فاسق یا تارک جماعت تھے غلط ہے، رب نے ان کے تقویٰ اور جنتی ہونے کی گواہی دی اگر یہاں صحابہ مراد ہوں تو حدیث قرآن کے خلاف ہوگی۔

(ان کے گھروں کو جلا دوں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر جماعت کی نماز بھی واجب ہے اور مسجد کی حاضری بھی، کیونکہ نور مجسم رحمت عالم سراپا اخلاق تارکین جماعت کے گھر جلانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کو گھر بار جلانے کی سزا نہ دی جائے سوائے تارک جماعت کے کہ سلطان اس کو یہ سزا دے سکتا ہے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑے اہم ہیں۔

ان لوگوں کے نزدیک جماعت اور مسجد کی حاضری دنیوی معمولی نفع کے برابر بھی نہیں کہ تھوڑے نفع کے لیے جاگ بھی لیں سفر بھی کر لیں مشقتیں بھی اٹھالیں مگر جماعت کے لیے مسجد میں آتے جان نکلتی ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو امام بن کر پیسوں اور روٹیوں کے لیے تو نمازی ہو جائیں اور امامت سے الگ ہو کر جماعت تو کیا نماز بھی چھوڑ دیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۷۷)

(1073) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى غَدًا مُّسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى، وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کل (قیامت کے روز) مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو اس کو ان نمازوں کی حفاظت کرنی چاہیے۔ جب بھی ان کے لیے پکارا جاتا ہے پس بے شک اللہ کریم نے تمہارے رسول اللہ ﷺ کے لیے کچھ مؤکدہ سنتیں بنائی ہیں۔ اور یہ (یعنی باجماعت نماز) مؤکدہ سنتوں میں سے ہے اور اگر تم اس طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھو جس طرح یہ پیچھے رہ جانے والا۔ اپنے گھر میں نماز

بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پڑھتا ہے تو تم نے اپنے نبی (ﷺ) کی سنت کو ترک کر دیا اور اگر تم نے اپنے نبی (ﷺ) کی سنت کو ترک کر دیا تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور ہم نے دیکھا کہ ہم میں سے صرف وہ آدمی جماعت سے پیچھے رہتا جس کا منافق ہونا معلوم ہوتا۔ (پھر یہ کیفیت ہوگئی) کہ ایک آدمی کو دو کے درمیان سہارے سے چلا کر لایا جاتا حتیٰ کہ صف میں اس کو کھڑا کر دیا جاتا۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ.

ان ہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مؤکدہ سنتیں سکھائیں اور مؤکدہ سنتوں میں سے ایک نماز ہے جس میں اذان دی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی، ج۱ص۲۳۲، رقم:۱۵۲۰، السنن الکبرٰی للبیھقی باب ما جاء من التشدید فی ترک الجماعۃ من غیر عذر، ج۳ص۵۸، رقم:۵۱۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۲ص۳۸۲، رقم:۳۶۲۳، مصنف عبدالرزاق، باب شھود الجماعۃ، ج۱ص۵۱۶، رقم:۱۹۶۱، مسند ابن ابی شیبۃ، ما رواہ عبداللہ بن مسعود، ص۶۲۹، رقم:۳۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث نے گزشتہ عتاب کی احادیث کو واضح کر دیا کہ وہاں خطاب منافقوں سے تھا کیونکہ صحابہ نماز کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ مریض سے وہ بیمار مراد ہے جو کسی طرح مسجد میں نہ پہنچ سکے نہ چل کر نہ کسی کے کندھوں پر جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔

یہ صحابہ کا عزیمت پر عمل ہے کہ جن میں خود چلنے کی طاقت نہ ہوتی وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح مسجد میں آتے کہ پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوتے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحۃً آیا۔ ایسی حالت میں رخصت ہے کہ گھر پڑھ لے۔ سبحان اللہ!

جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادت کریمہ کے طور پر کئے وہ سنت زوائد ہیں جیسے بالوں میں کنگھی کرنا، کدو رغبت سے کھانا اور جو کام عبادۃً کئے وہ سنت ہدیٰ ہیں۔ سنت ہدیٰ کی دو قسمیں ہیں: مؤکدہ اور غیر مؤکدہ، جو کام حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ کئے وہ مؤکدہ ہیں اور اگر ان کا حکم بھی دیا وہ واجب اور جو کام کبھی کبھی کئے وہ غیر مؤکدہ ہیں لہذا جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری، حق یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں۔

جہاں جماعت ہوتی ہے کیونکہ اذان جماعت ہی کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد اور جماعت کی

پابندی کرنے والے کو ان شاء اللہ ایمان وتقویٰ پر خاتمہ نصیب ہوگا، یہ حدیث ان کے لیئے بڑی بشارت ہے۔

پنجگانہ نمازیں مسجد میں باجماعت سنت ہدیٰ میں سے ہیں۔

مرقاۃ وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم گھروں میں باجماعت بھی نماز پڑھ لو تب بھی حاضری مسجد کی سنت کے تارک ہو۔ ھٰذَا الْمُتَخَلِّفُ میں کسی خاص منافق کی طرف اشارہ ہے جو تارک جماعت تھا۔ خیال رہے کہ جماعت واجب ہے، اسے یہاں سنت فرمانا اس لئے ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔ یہ خوش خبریاں اس کے لیے ہیں جو گھر سے وضو کر کے مسجد کو جائے اور بہتر یہ ہے کہ درود شریف پڑھتا یا کوئی اور ذکر کرتا ہوا جائے جیسا کہ "باب المساجد" میں عرض کیا جا چکا ہے۔

اس کی شرح پہلے گزر گئی، صحابہ میں یہ عمل کیوں نہ ہوتا، انہوں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بیماری کی حالت میں اس طرح مسجد میں آتے دیکھا تھا۔ خیال رہے کہ عاشق کو محبوب کی ہر ادا پیاری ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے پیارے ہیں اور جماعت کی نماز، مسجد کی حاضری، مسواک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اسے یہ چیزیں پیاری ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری کام مسواک کیا کہ مسواک کر کے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۹۶)

(1074) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ، وَلَا بَدْوٍ، لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَاِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تین آدمی اگر کسی بستی یا جنگل میں ہوں اور جماعت نہ قائم کی جائے تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے۔ تم جماعت کو لازم پکڑو بھیڑیا ریوڑ سے دور جانے والی بکری کو ہی کھاتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التشدید فی ترک الجماعة، ج۱ص۲۱۳، رقم: ۵۴۷ سنن نسائی، باب التشدید فی ترک الجماعة، ج۲ص۱۰۶، رقم: ۸۴۷ مسند ابن ابی شیبة، ما رواہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۳۵ رقم: ۱۲۱ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، باب ما جاء فی ترک حضور الجماعة، ج۲ص۱۴۰، رقم: ۱۲۰۸ السنن الکبرٰی للبیهقی باب فرض الجماعة فی غیر الجمعة علی الکفایة، ج۳ص۵۴، رقم: ۵۱۲۶ مسند امام احمد، بقیة حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنه ج۶ص۴۴۶، رقم: ۲۷۵۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ انہیں دوسرے ذکر واذکار سے بھی روک دیتا ہے معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنا غفلت کا دروازہ ہے۔

کیونکہ وہ چرواہے کی نگاہ سے دور ہو جاتا ہے ایسے ہی جماعت کا تارک جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۹۱)

49-بَابُ الْحَثِّ عَلٰى حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ

صبح وعشاء کی جماعت میں حاضر ہونے کی ترغیب دینا

(1075) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ، كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

اور ترمذی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عشاء کی نماز باجماعت میں شامل ہوا اس کے لیے آدھی رات کا قیام ہے اور جو عشاء و فجر کی نمازوں میں جماعت سے حاضر ہوا اس کے لیے پوری رات کے قیام کی طرح ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ ج۱ص۱۲۵ رقم: ۱۵۲۳، السنن الکبری باب ما جاء فی فضل صلاۃ الجماعۃ ج۳ص۶۰ رقم: ۵۱۱۲، سنن ابوداؤد باب فی فضل صلاۃ الجماعۃ ج۱ص۲۱۰ رقم: ۵۵۵، سنن الدارمی باب المحافظۃ علی الصلوات ج۱ص۳۰۲ رقم: ۱۲۲۴، مسند امام احمد بن حنبل مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج۱ص۵۸ رقم: ۴۰۸، سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ ج۱ص۲۳۳ رقم: ۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ عشاء کی باجماعت نماز کا ثواب آدھی رات کی عبادت کے برابر ہے اور فجر کی باجماعت نماز کا ثواب باقی آدھی رات کی عبادت کے برابر، تو جو یہ دونوں نمازیں جماعت سے پڑھ لے اسے ساری رات عبادت کا ثواب۔ دوسرے یہ کہ عشاء کی جماعت کا ثواب آدھی رات کے برابر ہے اور فجر کی جماعت کا ثواب ساری رات عبادت کے برابر کیونکہ یہ جماعت عشاء کی جماعت سے زیادہ بھاری ہے، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ جماعت سے

مراد تکبیر اولی پانا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۵۹۲)

(1076) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ فجر وعشاء کی نماز باجماعت میں جو کچھ فضیلت ہے جان لیں تو ان کے لیے ضرور آئیں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔
(متفق علیہ)

وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ.

اس سے پہلے یہ حدیث تفصیل سے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الاستهام فی الاذان، ج۱ ص۲۲۰ رقم: ۶۱۵ صحیح مسلم، باب تسویة الصفوف واقامتها ج۱ ص۳۲۵ رقم: ۱۰۰۹ السنن الکبری للبیهقی، باب الاستهام علی الاذان، ج۱ ص۴۲۸ رقم: ۲۰۰۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج۱ ص۴۳۷، رقم: ۲۲۵ صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج۳ ص۴۰۴، رقم: ۱۶۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۵۹۰)

ساری رات عبادت کرنے سے بہتر

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سُلَیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولها، رقم ۲۲۳۴، ج ۳، ص ۵۳)

اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو

امام طبرانی ایک شخص کا نام لئے بغیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سنی ہوئی ایک حدیث سناتا ہوں، (پھر فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگرچہ گھسٹتے ہوئے تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ العشاء الآخرۃ والصبح فی جماعۃ، رقم ۲۱۴۹، ج ۲ص ۱۶۵)

(1077) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ صَلٰوۃٌ اَثْقَلَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِیْہِمَا لَاَتَوْھُمَا وَلَوْ حَبْوًا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافقوں پر سب سے زیادہ مشکل نمازیں فجر و عشاء ہیں۔ ان میں جو ثواب ہے اگر اس کے بارے لوگ جان لیں تو ان میں ضرور حاضر ہوں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، ج۱ص۲۳۲، رقم: ۶۵۷ صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنھا، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۱۵۱۴ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل الصف الاول، ج۳ص۱۰۲، رقم: ۵۲۹۸ سنن الدارمی، باب ای الصلاۃ علی المنافقین اثقل، ج۱ص۳۲۹، رقم: ۱۲۷۲ مسند احمد بن حنبل، حدیث أبی بصیر العبدی ج۷ص۱۲۱، رقم: ۲۱۳۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ منافق صرف دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور وقتوں میں تو خیر جیسے تیسے پڑھ لیتے ہیں مگر عشاء کے وقت نیند کا غلبہ، فجر کے وقت نیند کی لذت انہیں مست کر دیتی ہے۔ اخلاص و عشق تمام مشکلوں کو حل کرتے ہیں وہ ان میں ہے نہیں، لہٰذا یہ دو نمازیں انہیں بہت گراں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان ان دو نمازوں میں سستی کرے وہ منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔ (مِراٰۃ المناجیح، ج۲ص۵۹۱)

50-بَابُ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ وَالنَّهْيِ الْاَكِيْدِ وَالْوَعِيْدِ الشَّدِيْدِ فِيْ تَرْكِهِنَّ

فرض نمازوں کی حفاظت کا حکم اور ان کے ترک پر سخت وعید اور سخت ممانعت کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی) (البقرۃ: 238).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ) (التوبۃ: 5).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

(1078) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ، قَالَ: اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ، قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ، قَالَ: اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: نماز وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا فرمایا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاۃ لوقتھا، ج۱ص۱۹۶، رقم: ۵۲۷ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۶۴ سنن الدارقطنی، باب ما جاء فی ان افضل الاعمال الصلاۃ، ج۱ص۲۳۱، رقم: ۱۰ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۲ص۲۰۹، رقم: ۳۸۹۰ مسند ابی عوانۃ، بیان افضل الاعمال ص۶۵، رقم: ۱۸۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

حدیث ۴: ابوداود طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

انی فرضت علی امتك خمس صلوات، وعهدت عندی عهد انه من جاء يحافظ عليهن لوقتهن ادخلته الجنة، ومن لم يحافظ عليهن فلا عهد له عندی۔

(سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۳۰ دار احیاء السنۃ النبویۃ مصر ۱/۱۱۷)

میں نے تیری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے پاس عہد مقرر کر لیا جو اُن کے وقتوں پر اُن کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنّت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لئے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

حدیث ۵: دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے:

من صلی الصلاة لوقتها فاقام حدها كان له علی عهد ا دخله الجنة ومن لم يصل الصلاة لوقتها ولم يقم حدها لم يكن له عندی عهد ان شئت ادخلته النار وان شئت ادخلته الجنة۔

(سنن الدارمی، باب استحباب الصلوٰۃ فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۲۲۳)

جو نماز اُس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنّت میں داخل فرماؤں، اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اُس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنّت میں۔

حدیث ۶: طبرانی بسند صالح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: تمہارا رب جل وعلا فرماتا ہے:

وعزتی وجلالی لایصلیها عبد لوقتها الا ادخلته الجنة ومن صلاها لغیر وقتها ان شئت رحمته وان شئت عذبته۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعۃ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۸۱)

مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب۔

حدیث ۷: نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی الصلوٰۃ لوقتها واسبغ لها وضؤها واتم لها قیامها وخشوعها ورکوعها وسجودها خرجت وهی بیضاء مسفرۃ تقول حفظك الله کماحفظتنی، ومن صلا الصلوٰۃ لغیر وقتها فلم یسبغ لها وضؤها ولم یتم لها خشوعها ولا رکوعها ولاسجودها خرجت وهی سوداء مظلمۃ تقول ضیعك الله کما ضیعتنی حتّٰی اذاکانت حیث شاء الله لفت کمایلف الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه۔ (معجم اوسط حدیث نمبر ۳۱۱۹ مکتبہ المعارف ریاض ۴/۸۶)

جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو وقیام وخشوع ورکوع وسجود پورا کرے وہ نماز سفید روشن ہوکر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو وخشوع ورکوع وسجود پورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہوکر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزّوجل چاہے پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین)

حدیث ۸: ابوداؤد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال علمنی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فکان فیا علمنی وحافظ علی الصلوات الخمس۔ (سنن ابی داؤد باب المحافظۃ علی الصلوات مطبوعہ مجتبائی پاکستان ۱/۶۱)

مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائلِ دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی محافظت کر۔

حدیث ۹: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلاۃ علی وقتھا۔

میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پُوچھا سب میں زیادہ کیا عمل اللہ عزّوجل کو پیارا ہے، فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔ (بخاری شریف باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶)

حدیث ۱۰: بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال جاء رجل فقال یا رسول اللہ ای شیئ احب الی اللہ فی الاسلام قال الصلاۃ لوقتھا ومن ترک الصلاۃ فلا دین لہ والصلاۃ عماد الدّین۔

(شعب الایمان باب فی الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳/۳۹)

ایک شخص نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ! اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالٰی کو پیاری ہے، فرمایا: نماز وقت پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔

حدیث ۱۱: طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلث من حفظھن فھو ولی حقا، ومن ضیعھن فھو عدو حقا، الصلاۃ والصیام والجنابۃ۔

(معجم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتب المعارف ریاض ۹/۴۴۵)

تین ۳ چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکّا دشمن، نماز اور روزے اور غسلِ جنابت۔

حدیث ۱۲: امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی:

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کتب الی عُمّالہ ان اھم امرکم عندی الصلاۃ فمن حفظھا وحافظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع الحدیث۔

(مؤطا امام مالک وقوت الصلواۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵)

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کرلی اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔

(نوعِ آخر) حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جُدا وقت معین کیا۔

حدیث ۱۳: بخاری و مسلم صحاح اور امام مالک و امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو محمد عبداللہ دارمی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیین اوقات عرض کی: بھذا امرت (اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے)۔ (بخاری شریف کتاب مواقیت الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۵)

ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں:

عن ابن شھاب انه سمع عروة بن الزبیر یحدث عمر بن عبدالعزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغیرة بن شعبة اخر الصلاة فدخل علیه ابومسعود فقال ان جبریل نزل علی محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم فصلی وصلی وصلی وصلی وصلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم قال ھکذا امرت۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا باب وقوت الصلٰوۃ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۵)

(یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیین اوقات کرکے عرض کی: ایسا ہی حضور کو حکم ہے)۔

مسند امام ابن راہویہ میں مطول و مفصل ہے:

فی اخرہا ثم قال جبریل ما بین ھذین وقت صلاة۔

(نصب الرایۃ بحوالہ مسند ابن راہویہ باب المواقیت مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۲۲۳)

(پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے)۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۵، ص ۲۷۸)

(1079) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷠ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الایمان وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ج۱ص۱۱ رقم: ۸ صحیح مسلم باب قول النبی صلی للہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ج۱ص۳۴ رقم: ۱۲۱ السنن الکبرٰی للبیہقی باب اصل فرض الصلاۃ، ج۱ص۳۵۸ رقم: ۱۷۸۸ سنن ترمذی باب ما جاء بنی الاسلام علی خمس ج۵ص۵ رقم: ۲۶۰۹ سنن النسائی الکبرٰی باب علی کم بنی الاسلام، ج۶ص۵۳۱ رقم: ۱۱۷۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طوی کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور اعمل بالسنۃ

تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(اللہ کے رسول ہیں) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جائے۔

(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

(بیت اللہ کا حج کرنا) اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲)

(1080) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ، اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ یہ کام کرلیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا سوائے حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کریم کے ذمہ ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلهم، ج۱ص۱۰، رقم: ۲۵ صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ج۱ص۲۸، رقم: ۱۳۳ سنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی قتال الضرب الثانی من اهل الردۃ بعد رسول اللہ، ج۸ص۱۷۷، رقم: ۱۶۱۷۷ سنن النسائی، باب وجوب الجهاد، ج۲ص۱، رقم: ۳۰۹۰ سنن سعید بن منصور، باب جامع الشهادۃ، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۲۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حَتّٰی بمعنی کہ ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخل الجنۃ یعنی مجھے حکم الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنیہ

کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔لہٰذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لیے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لاویں یا قتل وقید وعبدیت وغیرہ۔رب فرماتا ہے: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل وقید وغیرہ رب فرماتا ہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے: تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۔باغیوں کے لیے یا قتل یا بغاوت سے توبہ،رب فرماتا ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ لہذا آیات واحادیث متفق ہیں۔

اور چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے،اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔تارکین نماز وزکوۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی۔

چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے،کلمہ،نماز وزکوۃ ایمان کی علامت تھی،اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان ومال محفوظ ہے،اب بہت مرتد فرقے کلمہ،نماز،زکوۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہ ہی حکم ہے۔

(حق اسلام کے ساتھ) یعنی اگر اسلام لاکر قتل،زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔

یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز وزکوۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے،اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔(مرأۃ المناجیح، ج ا ص ۱۰)

(1081) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: اِنَّكَ تَأْتِيْ قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنَّهٗ

حضرت معاذ ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف (قاضی) بنا کر بھیجا۔تو فرمایا: تو ایسے لوگوں کے پاس جا رہا ہے جو اہل کتاب ہیں ان کو اس طرف بلانا کہ وہ یہ گواہی دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔پس اگر وہ یہ گواہی دیں تو ان کو بتانا کہ اللہ کریم نے ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ کریم نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاج لوگوں میں بانٹ دی جائے گی۔اگر وہ یہ

لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تسلیم کرلیں تو اپنے آپ کو ان کے عزت والے مالوں سے بچانا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج ۱، ص۱۰۲، رقم ۱۳۹۵، صحیح مسلم، باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام، ج ۱، ص۳۷، رقم ۱۳۰، سنن الکبری للبیہقی، باب من قال لا تخرج صدقۃ قوم منہم من بلدھم، ج ۷، ص۸، رقم ۱۳۰۰۲، سنن ابوداؤد، باب فی زکاۃ السائمۃ، ج ۲، ص۱۹، رقم ۱۵۸۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ اخذ خیار المال فی الصدقۃ، ج ۲، ص۱۲۲، رقم ۶۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور خود بنفس نفیس انہیں ثنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل، ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جا رہے تھے وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر۔

(جو اہل کتاب ہیں) اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

یعنی صرف مشرکین کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دعوت دو اور تمام کفار کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحد، کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیے اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سنت ہے اور حکام اور آفیسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیے اور یہ کہ آفیسران و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے۔

(ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں) یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز کے احکام سنا دو سکھاؤ، چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اس لیے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا صرف پانچ نمازوں کا فرمایا یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرما دی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص خاص کا ہے اسی لیے روزے کا ذکر نہیں زکوۃ کا ہے حالانکہ روزہ زکوۃ سے پہلے فرض ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے۔

یہاں اِنْ بمعنی اِذَا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتا دینا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں تب تو زکوۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کردیں تو زکوۃ نہ سکھانا کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہو جانے کی اجازت نہیں لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوۃ کے لیے نماز شرط ہے۔

(محتاج لوگوں میں بانٹ دی جائے گی) یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوۃ وصول کر کے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے کمانے کے لیے ہے بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (۱) ایک یہ کہ کافر زکوۃ نہیں دے سکتے۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلا سخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ (۳) تیسرے یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوۃ نہیں لے سکتا جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ھُم سے معلوم ہوا۔ ضرورۃً زکوۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوۃ خود غنی ہی ادا کرے گا اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گا، یہاں تُؤخَذُ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔

زکوۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ اس جملہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اموالھم ارشاد ہوا۔

(مظلوم کی بد دعا سے بچنا) یعنی اے معاذ! تم حاکم بن کر یمن جا رہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم، نہ مالی نہ زبانی کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے۔ اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تھا لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱)

(1082) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ، تَرْكَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی اور شرک و کفر کے درمیان ترک نماز کا فاصلہ ہے۔ (مسلم)

الصَّلٰوۃِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ج ص ۶۱، رقم: ۲۵۶، السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی تکفیر من ترک الصلاۃ عمداً من غیر عذر، ج۳ص۳۶۶، رقم: ۶۴۳۰، مسند ابی عوانۃ، باب بیان افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم: ۱۷۷)

شرح حدیث: جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا

اللہ عزوجل نے جہنمیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے۔ (پ29، المدثر: 42تا45)

آنکھوں کی سیاہی

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میری آنکھوں کی سیاہی باقی رہنے کے باوجود میری بینائی جاتی رہی تو مجھ سے کہا گیا: ہم آپ کا علاج کرتے ہیں کیا آپ کچھ دن نماز چھوڑ سکتے ہیں؟ تو میں نے کہا: نہیں، کیونکہ دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے نماز چھوڑی تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب فرمائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فی تارک الصلاۃ، الحدیث: ۱۶۳۲، ج ۲، ص ۲۶)

(1083) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: العَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت بریدہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان (نومسلموں) کے درمیان ہے نماز ہے جس نے اس کو ترک کر دیا وہ کافر ہوا۔ امام اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (اس حدیث میں کفر ناشکری کے معنی میں ہے یا یوں کہ جو نماز ترک کرنے کو گناہ نہ جانے وہ مراد ہے۔)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ، ج۵ص۱۳، رقم: ۲۶۳۱، سنن النسائی، باب الحکم فی تارک الصلاۃ، ج ص ۲۳۱، رقم: ۴۶۳، السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی تکفیر من ترک الصلاۃ عمداً من غیر عذر، ج۳ص۳۶۶، رقم:

۱۶۴۳؎ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی من ترک الصلاة، ج۱ص۳۴۲ رقم: ۱۰۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بریدة الاسلمی رضی الله عنه، ج۹ص۲۲۹ رقم: ۲۲۹۸۶)

شرح حدیث: امامِ اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

قد جاء عن عمرو عبد الرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی هریرة وغیرهم من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم ان من ترک صلاة فرض واحد متعمدا حتی یخرج وقتها فهو کافر مرتد، ولایعلم لهؤلاء مخالف۔ (الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ عمداً مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۹۳)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرہ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جوشخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ م) انتہی۔

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ وابوداؤد طیالسی وابوبکر بن ابی شیبہ وزہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے۔

ذکر کل ذلک الامام الحافظ زکی الدین عبد العظیم المنذری رحمة الله تعالٰی علیه۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار ومرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

عند احمد فی الروایة المکفرة انه یقتل کفرا، وهی المختارة عند جمهور اصحابه، علی ماذکره ابن هبیرة۔ (حلیۃ المحلی)

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے، جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید، کمافصل جملة منها خاتمة المحققین سیدنا الوالد قدس سره الماجد فی الکتاب المستطاب، الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب، وفی جواهر البیان فی اسرار الارکان وغیرها من تصانیفه النقیة العلیة الرفیعة الشان، اعلی الله تعالٰی درجاته فی غرفات الجنان، امین!

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور اسرار القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری، بلند مرتبہ و عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے، آمین!

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدمائے اہسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہہ وہ اُس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رُو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے،

حلیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور، منهم اصحابنا ومالك والشافعي واحمد في رواية، الى انه لايكفر۔ ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك فقال الائمة الثلاثة، نعم، ثم هل يكون حداً او كفراً، فالمشهور من مذهب مالك، وبه قال الشافعي، انه حد۔ وكذا عند احمد في هذه الرواية الموافقة للجمهور في عدم الكفر۔ (حلیۃ المحلی)

جمہور، جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدمِ کفر والی روایت۔ (ت)

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال و استخفاف و جحود و کفران و فعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے

ہیں یعنی فرضیتِ نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترکِ نماز سخت کفرانِ نعمت وناشکری ہے۔

کما قال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام لیبلونی ءاشکر ام اکفر۔

(القرآن،سورہ النمل ۲۷،آیت ۴۰)

جیسا کہ سیدنا سلیمٰن علیہ السلام نے فرمایا تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزار بنتا ہوں یا ناشکرا یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی غیر ذلک مما عرف فی موضعہ۔ ومن الجادۃ المعروفۃ رد المحتمل الی المحکم، لاعکسہ، کما لایخفی، فیجب القول بالاسلام۔

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس کا اُلٹ، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑے گا۔(ت)

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں) الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من لم یأت بھن فلیس لہ عند اللہ عھد ان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ۔

(سنن النسائی باب المحافظۃ علی الصلوات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/۸۰)

(جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے) رواہ الامام مالک وابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ (اسے امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثۃ، فدیوان لایغفر اللہ منہ شیأ، ودیوان لایعبؤ اللہ بہ شیأ، ودیوان لایترک اللہ منہ شیأ، فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ، واما الدیوان الذی لایعبؤ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ، من صوم یوم ترکہ او صلاۃ ترکھا، فان اللہ تعالٰی یغفر ذلک ان شاء ویتجاوز، واما الدیوان الذی لایترک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد، بینھم القصاص لامحالۃ۔ رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔ (مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/۲۴۰)

دفتر تین ۳ ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک

دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ دفتر جس کی اللہ سبحنہ وتعالٰی کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالٰی چاہے تو اُسے معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اُس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م) اسے امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا (ت)

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے ائمہ ثلٰثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اُسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجائے امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خُون بہادیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہٰذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت فرمائی بنظرِ تالیف وہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لئے فرض ہے۔

وھذا منه، کقاتل نفسه، بل اولی فان قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غیرہ، وقتل المؤمن اکبر عند اللہ من ترك الصلاۃ۔ وقد قال فی الدر من قتل نفسه، ولو عمدا، یغسل ویصلی علیه، به یفتی، وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ۔ (درمختار باب صلوۃ الجنازہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲)

اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خودکشی کرنے والا۔ بلکہ بطریقِ اولٰی، کیونکہ خودکشی کرنا دوسرے مومن کو قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور درمختار میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کردے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی، اسی پر فتوی ہے، اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے بڑا ہے۔

قال فی ردالمحتار به یفتی لانه فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد، وان کان باغیا علی نفسه، کسائر فساق المسلمین۔ زیلعی۔ (درمختار باب صلوۃ الجنازۃ مطبوعہ مجتبائی مصر ا/ ۶۴۳)

شامی میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد پھیلانے والا نہیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان۔ زیلعی۔ (ت)

مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علماء وفضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المدیون وفی قاتل نفسہ بغرض جروتنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جدا رہیں کوئی حرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم وگنہگار ر

ہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الامن استثنی ولیس ھذا منھم (مگر جو مستثنی تھے، اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ت) نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

ھی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعة، بغاة، وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب، ومکابر فی مصر لیلا، وخناق خنق غیر مرة۔ (درمختار باب صلوۃ الجنازۃ مطبوعہ مصطفی البابی دہلی ۱/ ۱۲۲)

نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مرجائے۔ سوائے چار آدمیوں کے، باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کرنیوالا اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔ (ت)

اسی طرح غسل دینا، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا اماتنا اللہ تعالٰی علی الاسلام الصادق، انہ رؤف رحیم ا مین۔ وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ا مین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص۱۰۵۔۱۰۶)

(1084) وَعَنْ شَقِيْقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ التَّابِعِيِّ الْمُتَّفَقِ عَلٰى جَلَالَتِهٖ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت شفیق بن عبداللہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی جلالت شان پر اتفاق ہے فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ نماز کے علاوہ کسی عمل کے ترک کو کفر نہ سمجھتے تھے۔ ترمذی نے کتاب الایمان میں اسناد صحیح کے ساتھ اس روایت کو بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ، ج۴ص۱۷، رقم: ۲۶۲۲، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج۱ص۳۸، رقم: ۱۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایرون شیئا من الاعمال ترکہ کفراً غیر الصلاۃ۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب الصلاۃ الفصل الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۵۹)

اصحابِ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م)

رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطھما وروی الترمذی عن عبداللہ بن شقیق العقیلی مثلہ۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری ومسلم کی شروط کے مطابق ہے، اور ترمذی نے عبداللہ ابن شقیق عقیلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)

لہٰذا بہت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے سیدنا امیر المومنین علی مرتضی مشکل کشا کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم فرماتے ہیں: من لم یصل فھو کافر۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلاۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔م) رواہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: من ترک الصلاۃ فقد کفر۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلاۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(جس نے نماز چھوڑی وہ بیشک کافر ہو گیا۔م) رواہ محمد بن نصر المروزی وابو عمر بن عبدالبر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: من ترک الصلاۃ فلا دین لہ۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلوۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔م) رواہ المروزی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: من لم یصل فھو کافر۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلوۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(بے نماز کافر ہے۔م) رواہ ابو عمر۔

ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: لا ایمان لمن لا صلاۃ لہ۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلوۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(بے نماز کیلئے ایمان نہیں۔م) رواہ ابن عبدالبر۔

ایضاً امام اسحٰق فرماتے ہیں:

صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تارک الصلاۃ کافر وکذلك كان رأی اھل العلم من لدن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تارك الصلاۃ عمدا من غیر عذر حتی یذھب وقتھا کافر۔ (الترغیب والترہیب من ترک الصلوۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاۃ کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔ (م)

اسی طرح امام ابو ایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترک الصلاۃ کفر لا یختلف فیہ۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلوۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(ترکِ نماز بے خلاف کفر ہے۔م)

ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمر و عبد الرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی ہریرۃ وغیرہم من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ان من ترک صلاۃ فرض واحد متعمدا حتی یخرج وقتہا فہو کافر مرتد، ولا یعلم لہؤلاء مخالف۔ (الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ متعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۹۳)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرہ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ م) انتہی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۱۵)

(1085) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ، فَاِنْ صَلَحَتْ، فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ، وَاِنْ فَسَدَتْ، فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ -عَزَّوَجَلَّ-: اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ، فَيُكَمَّلُ مِنْهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ؛ ثُمَّ تَكُوْنُ سَائِرُ اَعْمَالِهٖ عَلٰى هٰذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس عمل کا سوال ہوگا وہ نماز ہے اگر درست ہوگی تو وہ فلاح پا گیا اور کامیاب ہو گیا اور اگر خراب ہوئی تو وہ خائب وخاسر ہوا پس اگر اس کے فرض میں کچھ کمی ہوئی تو رب عزوجل ارشاد فرمائے گا۔ دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نوافل ہیں؛ تو ان کے ساتھ فرضوں کی کمی پوری کر دو پھر اس کے باقی اعمال اسی طرح ہوں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ الصلاۃ، ج۱ص۲۶۸، رقم:۴۱۳ السنن الکبری للبیہقی، باب ما روی فی اتمام الفریضۃ من التطوع فی الاخرۃ، ج۲ص۳۸۶، رقم:۱۸۱ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی اول ما یحاسب بہ العبد الصلاۃ، ج۱ص۴۵۸، رقم:۱۴۲۵ سنن الدارمی، باب اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ ج۱ص۳۱۱، رقم:۱۳۵۵ سنن النسائی، باب المحاسبہ علی الصلاۃ ج۱ص۲۳۲، رقم:۴۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں پہلے قتل وخون کا یا نیکیوں میں پہلے نماز کا حساب ہے اور گناہوں میں پہلے قتل کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ پہلے قتل اور خون کا حساب ہوگا یعنی اگر نماز کے حساب میں بندہ ٹھیک نکلا تو اگلے حساب ان شاء اللہ آسان ہوں گے، اور اگر ان میں بندہ پھنس بھی جائے گا تو رب تعالٰی نمازوں کی برکتوں سے اس کے چھٹکارے کی سبیل پیدا فرمادے گا، مثلاً اگر اس کے ذمہ حقوق العباد ہیں تو حق

والے کو جنت دے کراسے معاف کرادے گا اور اگر حقوق اللہ ہیں تو انہیں رحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ سے خود بخش دے گا۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ نماز کے پابند کو گناہوں سے بچنے اور دوسری نیکیاں کرنے کی دنیا ہی میں توفیق مل جاتی ہے لہٰذا وہاں جس کی نمازیں ٹھیک نکلیں اس کے دوسرے اعمال خود بخود ٹھیک نکلیں گے۔ غرض کہ حدیث بالکل صاف ہے اس پر چکڑالویوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

یہاں کمی سے ادا میں کمی مراد نہیں بلکہ طریقہ ادا میں کمی مراد ہے یعنی اگر کسی نے فرائض ناقص طریقہ سے ادا کیئے ہوں گے تو وہ کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ بندہ فرض نماز نہ پڑھے نفل پڑھتا رہے اور وہاں نفل فرض بن جائیں۔ (لمعات) لہٰذا حدیث پر چکڑالویوں کا اعتراض نہیں پڑسکتا۔

کہ فرائض کی کمی سنتوں اور نوافل سے پوری کی جائے گی، کمی کے معنی ابھی عرض کیئے جاچکے کیوں نہ ہو کہ وہ سنتوں والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہماری کمی پوری کرنے ہی تشریف لائے ہیں۔ گرتوں کو اٹھانا اور بگڑتوں کا بنانا انہیں کا کام ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۵۶۱)

51- بَابُ فَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْأَمْرِ بِإِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْأَوَّلِ وَتَسْوِيَتِهَا وَالتَّرَاصِّ فِيْهَا

پہلی صف کی فضیلت اور اگلی صفوں کو مکمل کرنے درست کرنے اور خوب مل کر کھڑے ہونے کا بیان

(1086) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْأُوَلَ، وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم پر رسول اللہ ﷺ نکلے فرمایا کیا تم اس طرح صفیں نہیں بناتے جس طرح فرشتے رب کی بارگاہ میں صفیں بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! فرشتے اپنے ربّ کی بارگاہ میں کس طرح صفیں بناتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں خوب مِل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بالسکون فی الصلاۃ والنھی عن الاشارۃ بالید، ج۱ص۲۹، رقم: ۹۹۶ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب اتمام الصفوف المقدمہ، ج۳ص۱۰۱، رقم: ۵۲۴۳ سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج۱ص۲۶۹، رقم: ۶۶۱ سنن ابن ماجہ، باب اقامۃ الصفوف، ج۱ص۳۱۷، رقم: ۹۹۲ سنن النسائی، باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربۃ بینھا، ج۱ص۲۸۹، رقم: ۸۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم مسجد میں الگ الگ حلقے بنائے بیٹھے تھے ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ الگ حلقے میں تھا تب آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مسجدوں میں یہ امتیازات مٹادو، یہ واقعہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے پیش آیا تھا جیسا کہ باب الجمعہ میں آئے گا۔ خیال رہے کہ عزین جمع عِزَۃٌ کی ہے، بمعنی جماعت۔

یعنی مسجد میں صفیں بنا کر بیٹھا کرو تا کہ تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ ملائکہ مقربین تو ہمیشہ سے صفیں باندھے رب کی عبادتیں کر رہے ہیں اور مدبرات امر اپنی ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر صفیں بنا کر عبادتیں کرتے ہیں، بعض زمین پر، بعض آسمان پر، بعض عرش اعظم کے پاس جس کی تحقیق ان شاء اللہ آئندہ کی جائے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۲۱۵)

(1087) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذان اور صف اول میں جو ثواب ہے اگر لوگ جان لیں تو پھر قرعہ اندازی کے بغیر اس کا حل نہ پائیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الاستهام فی الاذان، ج۱ ص۲۲، رقم: ۶۱۵، صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف واقامتها، ج۲ ص۳۱، رقم: ۱۰۰۹، السنن الکبری للبیهقی، باب الاستهام علی الاذان، ج۱ ص۴۲۸، رقم: ۲۰۰۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج۱ ص۳۲۶، رقم: ۲۲۵، صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج۴ ص۵۴۳، رقم: ۱۶۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کر دیئے، لیکن اس کے باوجود کما حقہ بیان نہیں ہو سکے، وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گے پتہ لگا کہ فی سبیل اللہ اذان و تکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں، خصوصاً امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہو سکتی۔

یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب۔

یعنی ظہر و جمعہ کی نماز اگرچہ دیر میں ہو مگر اس کے لئے جلدی پہنچنا کہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے، مدینہ پاک میں نماز ظہر کے لئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصاً جمعہ کے دن۔

یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص ۵۹۰)

(1088) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا،

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی صفوں میں سے بہتر پہلی صف اور بری آخری

وَيَرْمِ خَيْرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ اٰخِرُهَا. وَيَرْمِ اَوَّلُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سے افضل آخری اور بری پہلی صف ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفضل الاول، ج۲ص۳۲ رقم: ۱۰۱۳ سنن ابو داؤد، باب صف النساء و کراھیۃ التاخر عن الصف الاول، ج۱ص۲۵۳ رقم: ۶۷۸ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب لا یاتم الرجل بامراۃ ... رقم: ۵۳۳۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج۱ص۳۳۵ رقم: ۲۲۴ سنن النسائی، ذکر خیر صفوف النساء وشر صفوف الرجال، ج۲ص۲۸۹ رقم: ۸۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مردوں کی پہلی صف امام سے قریب ہوگی، اس کے حالات دیکھے گی، اس کی قرأت سنے گی، عورتوں سے دور رہے گی اور عورتوں کی آخری صف میں پردہ حجاب زیادہ ہوگا، مردوں سے دور ہوگی، بعض منافقین آخری صف میں کھڑے ہوتے اور بحالت رکوع جھانکتے تھے ہوسکتا ہے کہ یہاں ان کی طرف اشارہ ہو، اس صورت میں لفظ شر اپنے ظاہری معنی پر ہے۔(مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۳۱۶)

(1089) وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: تَقَدَّمُوْا فَاْتَمُّوْا بِيْ، وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ. لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے کچھ کے پیچھے ہٹنے کو محسوس کیا۔ تو فرمایا: آگے آؤ میری اقتداء کرو۔ تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں۔ کچھ لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کو اللہ کریم پیچھے ہٹا دے گا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفضل الاول، ج۲ص۳۱ رقم: ۱۰۱۰ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراھیۃ التاخر عن الصفوف المقدمۃ، ج۳ص۱۰۲ رقم: ۵۰۰۲ سنن ابو داؤد، باب صف النساء و کراھیۃ التاخر عن الصف الاول، ج۱ص۲۵۳ رقم: ۶۸۰ سنن ابن ماجہ، باب من یستحب أن یلی الامام، ج۱ص۳۱۳ رقم: ۹۷۸ سنن النسائی، باب الائتمام بمن یأتم بالامام، ج۲ص۸۳ رقم: ۷۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے صحابہ میں کچھ پیچھے رہنا دیکھا) نماز کی صفوں میں یا علم سیکھنے میں سستی، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں، یعنی صف اول میں آنے کی کوشش کم دیکھی۔

(تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں) یعنی صف اول والے مجھے دیکھ کر نماز پڑھیں اور پچھلی صفوں والے اگلی صفوں کو دیکھ کر یا صحابہ براہ راست میری پیروی کریں اور تاقیامت مسلمان صحابہ کی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اسلام کی صف

ہیں ہم لوگ پچھلی صفیں یا وہ حضرات ریل کا اگلا ڈبہ ہیں جو انجن سے ملا ہوا ہے اور ہم لوگ پچھلے ڈبے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فیوض ہمیں صحابہ کے ذریعہ ملیں گے۔ پتہ لگا کہ جو لوگ صحابہ کو مومن نہیں مانتے وہ خود بھی مومن نہیں کہ اگر ریل کا پہلا ڈبہ ہی منزل پر نہ پہنچا انجن سے کٹ گیا تو پچھلے ڈبے منزل پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔

(اللہ انہیں پیچھے کر دے گا) یعنی اگر مسلمان صف اول میں پہنچنے یا اور دینی کاموں میں سستی کریں گے تو ثواب رحمت رب کے فضل اور دخول جنت میں پیچھے رہیں گے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہو کر ہر نیک کام میں سبقت کرتے تھے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ ص ۳۱۴)

(1090) وَعَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ، وَيَقُوْلُ: اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیر کر فرماتے برابر ہو جاؤ آگے پیچھے نہ رہو کہ اس طرح تمہارے دل بھی آگے پیچھے ہو جائیں گے تم میں سے عقل و دانش والے اور پرہیزگار لوگ مجھ سے متصل کھڑے ہوں پھر جو ان سے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، ج۱ص۲۰۰، رقم: ۱۰۰۰، سنن الکبری للبیہقی، باب الرجال یأمون بالرجل ومعھم صبیان ونساء، ج۳ص۱۰۰، رقم: ۲۷۷۳، سنن ابوداؤد، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف وکراھیۃ التاخر، ج۱ص۲۵۲، رقم: ۶۷۴، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عبداللہ بن مسعود، ج۱۰ص۸۸، رقم: ۱۰۰۶۱، المحرر فی الحدیث لابن دقیق العید، باب صلاۃ الجماعۃ، ص۲۲۹، رقم: ۳۸۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تمہارے دل الگ ہو جائیں گے) یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں کیونکہ قالب کا اثر قلب پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے، نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی و غم کا اثر چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔

(پھر وہ جو ان سے قریب ہوں) یعنی صف اول میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبد اللہ ابن عباس و عبد اللہ ابن مسعود وغیرہم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کر کے اوروں کو سمجھائیں اور بوقت ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم و عقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں۔ سبحان اللہ! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔

تم لوگوں نے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا، اس لیے تم میں آپس کے جھگڑے و اختلافات پیدا ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کی صدہا مسائل کی اصل ہے۔ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مردوں کی صف ہو، پھر بچوں

کی، پھر خنثوں کی، پھر عورتوں کی اس کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۳۱۴)

(1091) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: سَوُّوا صُفُوْفَكُمْ، فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبُخَارِیِّ: فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو درست کرو کیونکہ صف کا درست کرنا نماز کی تکمیل سے ہے۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کا درست کرنا نماز کو قائم کرنے سے ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اقامۃ الصف من تمام الصلاۃ، ج۱ص۱۴۵ رقم: ۷۲۳، صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا ج۱ص۳۲۰ رقم: ۱۰۰۳، السنن الکبری للبیہقی، باب اقامۃ الصفوف وتسویتھا، ج۳ص۱۴۰ رقم: ۵۳۸۱، سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج۱ص۲۵۱ رقم: ۶۶۸، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۳۷۹ رقم: ۱۳۰۰۱)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

درباره صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہورہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم۔

(صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۲)

اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کروگے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ رواہ مسلم عن النعمٰن بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنھما (اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

راصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیدہ انی لاری الشیطین تدخل من خلل الصف کانھا الحذف۔ رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۳)

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنہ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملئکۃ وحاذوا بین المناکب۔ رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر وابن خزیمۃ والحاکم وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷)(مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۹۸)

صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تصفون کما تصف الملئکۃ عن ربھا۔

(صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱)(سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷)

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟

فرمایا:

یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱)(سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷)

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:
اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر۔ رواہ الائمۃ احمد وابوداود والنسائی وابن حبان وخزیمۃ والضیاء باسانید صحیحۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔
(سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ا/۹۸) (سنن النسائی فضل الصف الاول مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ا/۹۴)
پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں ہو۔ اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:
من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ۔ رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وھو من تتمۃ حدیثہ الصحیح المذکور سابقا عند احمد وابی داؤد والثلثۃ الذین معھما۔
(سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ا/۹۷) (سنن النسائی من وصل صفا مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ا/۹۴)
جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، یہ عبداللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔
ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:
من نظر الی فرجۃ فی صف فلیسدھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار فلیتخط علی رقبتہ فانہ لاحرمۃ لہ۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔
(المعجم الکبیر مروی از ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/ ۱۰۵۔ ۱۱۳)
جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کر دے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں۔ اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الله وملئكته يصلون على الذين يصلون الصفوف ومن سد فرجة رفعه الله بها درجة۔ رواه احمد و ابن ماجه وابن حبان والحاكم وصححه واقروه عن ام المؤمنين الصديقة رضی الله تعالى عنها۔ (مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۸۹)

بیشک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے اللہ تعالی اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے۔

سوم: تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

صفا كانهم بنيان مرصوص (القرآن ۶۱/ ۴)

ایسی صف کے گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔

رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولی سبحنہ وتعالی دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں، اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم:

اقيموا صفوفكم وتراصوا فانى اراكم من وراء ظهرى۔ رواه البخارى و النسائى عن انس رضى الله تعالى عنه۔ (صحیح بخاری باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۰)

اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۷، ص ۲۲۰۔ ۲۲۱)

(1092) وَعَنْهُ، قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: اَقِيمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا ؛ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهِ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ: وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ.

انہی سے روایت ہے کہ تکبیر ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ ہم پر اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوئے پس فرمایا اپنی صفیں درست کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں اس کے ہم معنی مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور قدم قدم سے ملاتا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اقبال الامام على الناس عند تسوية الصفوف ج۱ص۱۴۵ رقم: ۷۱۹، صحیح

مسلم باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۰۰۶، السنن الکبرٰی للبیھقی: باب لا یکبر الامام حتی یامر بتسویۃ الصفوف ج۲ص۲۰، رقم: ۲۲۸۱، سنن النسائی: باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربۃ بینھا، ج۲ص۹۲، رقم: ۸۱۳، مسند امام احمد: مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳، رقم: ۱۱۰۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ کی آنکھ آگے پیچھے اور پس پردہ اندھیرے اجیالے میں یکساں دیکھتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ صرف نماز سے خاص نہیں تھا نہ حیات شریف سے۔ وہ حدیث کہ میں دیوار کے پیچھے کی چیز نہیں جانتا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا اور اصلے نیست اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے حضرت عیسیٰ روح اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھر میں کھا کر بچا کر آتے ہو میں بتا سکتا ہوں، یہ تو حبیب اللہ کی آنکھ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۱۰)

(1093) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم اپنی صفوں کو رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں (تمہارے درمیان) مخالفت پیدا فرمادے گا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا، حَتّٰى كَأَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَأٰى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ، فَرَأٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ: "عِبَادَ اللّٰهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ".

اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے حتی کہ تیروں کے ساتھ آپ ہمیں سیدھا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے جان لیا کہ اب ہم سمجھ دار ہو گئے۔ ایک دن آپ نکلیں پس آپ کھڑے ہو گئے اب تکبیر قریب ہی تھی کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے اپنا سینہ صف سے باہر نکالا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو! اپنی صفیں برابر رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرما دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۷۱۷، صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف واقامتھا ج۱ص۲۱۲، رقم: ۱۰۰۶، سنن الکبرٰی للبیھقی: باب قامۃ الصفوف وتسویتھا، ج۳ص۱۰۰، رقم: ۵۲۸۵، سنن ابوداؤد: باب تسویۃ الصفوف ج۱ص۲۵۰، رقم: ۶۶۳، صحیح ابن حبان: باب فرض متابعۃ الامام، ج۳ص۱۳۷، رقم: ۲۰۰۵، مسند امام احمد بن حنبل: حدیث النعمان بن بشیر، ج۳ص۲۷۱، رقم: ۱۸۴۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری ہیں اور نوعمر صحابی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چودہ مہینہ بعد پیدا ہوئے، بعد ہجرت انصار میں سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے اور مہاجرین میں عبداللہ ابن زبیر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی۔

(تیروں کے ساتھ آپ ہمیں سیدھا کرتے تھے) یعنی نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر آگے پیچھے کرتے تھے تاکہ صف بالکل سیدھی ہوجاوے۔ خیال رہے کہ تیر کی لکڑی کو پَر اور پیکان لگنے سے پہلے قدح کہتے ہیں اور اس کے لگنے کے بعد سہم، قدح نہایت سیدھی کی جاتی ہے اسے سیدھا کرنے کے لیے نہایت سیدھی لکڑی لیتے ہیں، جس کے برابر قدح کو لیتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے جیسے قدح سیدھی کرنے والی لکڑی۔

(آپ نے جان لیا کہ اب ہم سمجھ دار ہوگئے) تب آپ نے کندھے پکڑ کر سیدھا کرنا چھوڑ دیا، صرف زبان شریف سے سیدھا کرنے کی ہدایت فرمادیتے تھے۔

(تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرمادے گا) یعنی اگر تمہاری نماز کی صفیں ٹیڑھی رہیں تو تم میں آپس میں اختلاف اور جھگڑے پیدا ہوجائیں گے، شیرازہ بکھر جائے گا یا تمہارے دل ٹیڑھے ہوجائیں گے کہ ان میں سوز و گداز، درد، خشوع خضوع نہ رہے گا یا اندیشہ ہے کہ تمہاری صورتیں مسخ ہوجائیں جیسے گزشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے، یعنی یہاں، وجہ بامعنی ذات ہے یا بمعنی چہرہ۔ خیال رہے کہ عام مسخ وغیرہ ظاہر عذاب حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہوگئے لیکن خاص مسخ وغیرہ اب بھی ہوسکتے ہیں۔ (مرٲۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۰۹)

(1094) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَّاحِيَةٍ إِلٰى نَاحِيَةٍ، يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَاكِبَنَا، وَيَقُوْلُ: لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْأُوَلِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف کے درمیان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چلتے اور ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے آگے پیچھے نہ ہو ورنہ تمہارے دل آگے پیچھے ہوجائیں گے اور آپ فرماتے تھے کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج۱ص۲۵۰، رقم: ۶۶۴ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل الصف الاول ج۳ص۱۰۳، رقم: ۵۰۰۱ سنن النسائی، باب کیف یقوم الامام الصفوف ج۱ص۲۹۶، رقم: ۸۸۵ مسند امام احمد حدیث

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۸۵، رقم: ۱۸۵۲۹، مصنف عبدالرزاق، باب الصفوف، ج۲ص۵۰، رقم: ۲۴۳۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگلی صف کے نمازیوں کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی نزول رحمت فرماتا ہے، رب فرماتا ہے: ہُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُہٗ۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی اور فرشتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور نوعیت کا ہے اور نمازیوں پر اور نوعیت کا، لہٰذا اس آیت وحدیث سے یہ لازم نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو جائیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی قرآن میں یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ فرمایا اور ہمارے لیے بھی یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ ارشاد ہوا جیسا کہ چکڑالویوں نے سمجھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتوں کی بارشیں ہو رہی ہیں اور ہم پر چھینٹا ہے۔

معلوم ہوا کہ پیاری جگہ جانے کے لیے قدم بھی اللہ کو پیارے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ جوان قدموں سے حرمین شریفین جائیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۱۹)

(1095) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ، وَحَاذُوْا بَیْنَ الْمَنَاکِبِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ، وَلِیْنُوْا بِاَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ، وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّیْطٰنِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَّصَلَہُ اللّٰہُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَہُ اللّٰہُ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفیں درست کرو اور کندھوں کو برابر کرو، صفوں میں خلاء کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم پڑ جاؤ۔ اور شیطان کے لیے خالی جگہ (صف کے درمیان) نہ چھوڑو، جو صف کو ملائے اللہ کریم اس کو ملائے اور جو صف کاٹے اس کو اللہ کاٹے۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج۱ص۲۵۱، رقم: ۶۶۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب اقامۃ الصفوف وتسویتھا، ج۳ص۱۰۱، رقم: ۵۲۹۱، سنن النسائی، باب من وصل صفا، ج۲ص۹۳، رقم: ۸۱۹، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر ج۲ص۹۷، رقم: ۵۷۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صف کا ملانا یہ ہے کہ صف میں جگہ دیکھے اس میں کھڑا ہو کر جگہ پر کردے اور توڑنا یہ ہے کہ اپنے ساتھی سے دور کھڑا ہو، یا ملا ہوا کھڑا تھا اور بلا عذر وہاں سے ہٹ جائے۔ یہ کلام یا دعا ہے یا خبر یعنی جو صف کو ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت وکرم سے ملائے، اور جو صف میں فاصلہ اور کشادگی رکھے خدا اسے اپنے کرم و رحمت سے دور رکھے یا جو صف میں ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت سے ملائے گا الخ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۲۶)

(1096) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ، وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا، وَحَاذُوْا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنِّيْ لَأَرَى الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ، كَأَنَّهَا الْحَذَفُ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو خوب ملا لو اور قریب قریب ہو اور گردنیں برابر کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ صف کے درمیان خلا میں سے یوں گھس جاتا ہے جیسے کہ وہ بکری کا بچہ ہو۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد نے اسے شرط مسلم کے مطابق اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اَلْحَذَفُ بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ وَّذَالٍ مُّعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَتَيْنِ ثُمَّ فَاءٌ وَهِيَ: غَنَمٌ سُوْدٌ صِغَارٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ.

الحذف: حا مہملہ اور ذال معجمہ دونوں پر زبر اور پھر فا کے ساتھ اس کا مطلب ہے چھوٹی کالی بکری جو یمن میں پائی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف ج۱ص۲۵۱، رقم: ۶۶۷ السنن الکبری للبیہقی، باب اقامۃ الصفوف وتسویتھا، ج۳ص۱۰۰، رقم: ۵۱۸۴ سنن النسائی، باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربۃ بینھا، ج۲ص۹۲، رقم: ۸۱۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۴ص۴۶۰، رقم: ۱۳۷۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رُصُّوْا رَصٌّ سے بنا جس کے معنی ہیں سیدھا کر کے ملانا، معنی یہ ہوئے کہ نماز کی صفیں سیدھی بھی رکھو اور ان میں مل کر کھڑے ہو کہ ایک دوسرے کے آپس میں کندھے ملے ہوں۔

(قریب قریب ہو) یعنی صفیں قریب قریب رکھو اس طرح کہ دو صفوں کے درمیان اور صف نہ بن سکے یعنی صرف سجدہ کا فاصلہ رکھو، نماز جنازہ میں چونکہ سجدہ نہیں ہوتا اس لیے وہاں صفوں میں اس سے بھی کم فاصلہ چاہیے۔

(گردنیں برابر کرو) اس طرح کہ اونچے نیچے مقام پر نہ کھڑے ہو، ہموار جگہ کھڑے ہو تاکہ گردنیں برابر رہیں، لہذا یہ جملہ مکرر نہیں آگے پیچھے نہ ہونا رُصُّوْا میں بیان ہو چکا تھا۔ خیال رہے کہ گردنوں کا قدرتی طور پر اونچا نیچا ہونا معاف ہے کہ بعض لمبے اور بعض پستہ قد ہوتے ہیں۔

(میں شیطان کو دیکھتا ہوں) یعنی خزب شیطان جو نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ صف کی کشادگی میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہو کر نمازیوں کو وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ شیطان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے، دیکھو اس شیطان کی شکل اپنی تو کچھ اور ہے مگر اس وقت بکری کی شکل میں بن جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ رب تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طاقت بخشی ہے کہ خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بھی ہر مخلوق پر نظر رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب شیطان جیسی غیبی مخلوق آپ کی نگاہ سے غائب نہیں تو انسان آپ سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۱۷)

(1097) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ، ثُمَّ الَّذِيْ يَلِيْهِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی صف کو مکمل کرو پھر جو اس سے ملتی ہے تو جو کمی ہو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج۱ص۲۵۲، رقم: ۶۷۱ السنن الکبرٰی للبیہقی باب اتمام الصفوف المقدمۃ، ج۳ص۱۰۲، رقم: ۵۲۴۹ مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۳۲۳، رقم: ۱۳۴۶۳ مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۲ص۳۲۳، رقم: ۷۰۷۱ صحیح ابن حبان، باب فرض متابعۃ الامام، ج۵ص۵۲۸، رقم: ۲۱۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ صفوف نماز کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اگلی صفیں پوری کی جائیں اگر آدمی صف سے کم ہوں تو یہ کمی آخری صف میں ہونی چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۳۱۸)

(1098) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَفِيْهِ رَجُلٌ مُخْتَلَفٌ فِيْ تَوْثِيْقِهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کریم اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں پر رحمتیں نچھاور کرتے ہیں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ شرط مسلم پر روایت کیا ہے اور اس میں ایک آدمی کی توثیق میں اختلاف ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف و کراھیۃ التاخر ج۱ ص۲۵۳ رقم: ۶۷۶ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی فضل میمنۃ الصف ج۳ص۱۰۳ رقم: ۵۳۰۴ صحیح ابن حبان باب فرض متابعۃ الامام ج۵ص۵۳۳ رقم: ۲۱۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلی صف والوں پر عمومی رحمت تھی اور داہنی صف والوں پر خصوصی رحمت ہے، پھر صف اول کے داہنے والوں پر اور زیادہ خاص رحمت ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں رب کی رحمتیں لاکھوں قسم کی ہیں۔ خیال رہے کہ داہنی صف پر رحمت اس وقت آئے گی جب بائیں طرف بھی نمازی برابر ہوں اگر سارے نمازی داہنی طرف ہی کھڑے ہو جائیں بائیں طرف کوئی نہ ہو یا تھوڑے ہوں تو یہ داہنے والے ناراضی الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۳۲۰)

(1099) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت براء (بن عازب) ﷛ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم دائیں

وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ، فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ-اَوْ تَجْمَعُ-عِبَادَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

طرف ہونا پسند کرتے کہ آپ ہماری طرف متوجہ ہوں گے۔ پس میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا اے میرے رب! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو بندوں کو اٹھائے گا یا (کہا) تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب یمین الامام، ج۱ص۱۵۳، رقم: ۱۶۴۲ السنن الکبرٰی للبیہقی باب الامام ینحرف بعد السلام، ج۲ص۲۲۱، رقم: ۳۱۲۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشه ج۵ص۱۷۰، رقم: ۳۴۱۱ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب رضی الله عنه، ج۳ص۲۹۰، رقم: ۱۸۵۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور علیہ السلام اکثر داہنی جانب منہ کر کے دعا مانگتے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضور کا چہرہ پاک دیکھنا بہترین عبادت ہے کہ صحابہ کرام محض اس لیے صف کی داہنی جانب پسند کرتے تھے تاکہ بعد نماز دیدار یار نصیب ہو، علماء فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل ہے کیونکہ روضہ اطہر سے قریب ہے یہ باتیں وہ جانے جسے اس محبوب سے دل لگا ہو۔

یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے، ورنہ ہم جیسے گنہگاران شاءاللہ حضور علیہ السلام کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے حضور علیہ السلام کو عذاب سے کیا تعلق۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۷۳)

(1100) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَسِّطُوا الْاِمَامَ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُد.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام کو درمیان میں رکھو، ورخالی جگہوں کو پر کرو۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب مقام الامام من الصف، ج۱ص۲۵۷، صحیح مسلم باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبیان عددهن، ج۲ص۱۶۲، رقم: ۹۲۹ سنن الدارمی، باب فی صلاة السنة، ج۱ص۳۹۶، رقم: ۱۴۲۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه ج۲ص۳۱۸، رقم: ۱۰۳۱۶ مصنف ابن ابی شیبة باب فی ثواب من ثابر علی اثنتی عشرة رکعة من التطوع ج۲ص۲۰۳، رقم: ۲۲ اطراف المسند المعتلی، من اسمه سعید ابو عثمان التبان ج۰ص۲۸۰، رقم: ۸۵۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو باقی داہنے بائیں برابر کسی جانب زیادہ نہ ہوں اگر کوئی شخص صف میں شامل ہوتے وقت دیکھے کہ دو طرفہ نمازی برابر ہیں تو یہ داہنی طرف کھڑا ہو کہ اتنی زیادتی معاف ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۷۳)

52-بَابُ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ مَعَ الْفَرَائِضِ وَبَيَانِ اَقَلِّهَا وَاَكْمَلِهَا وَمَا بَيْنَهُمَا

فرائض کے ساتھ والی مؤکدہ سنتیں ان کی کم از کم اور مکمل اور ان کی درمیانی تعداد کا بیان

(1101) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ تَعَالٰى كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيْضَةِ، اِلَّا بَنَى اللهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، اَوْ اِلَّا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اُم المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو بندہ مسلم اللہ کے لیے روزانہ فرضوں کے بغیر نفل کی بارہ رکعت پڑھتا ہے۔اس کے لیے اللہ جنت میں مکان بنا دیتا ہے یا اس کے لئے جنت میں مکان تعمیر کر دیا جاتا ہے۔(مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے،کنیت ابوحبیبہ امیر معاویہ کی بہن ہیں،آپ کی والدہ صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان غنی کی پھوپھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا، ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(جنت میں مکان بنا دیتا ہے) یعنی جنت کا اعلیٰ درجے کا محل اس کے لیئے نامزد کیا جائے گا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے ہی موجود ہیں یا ان سنن کی برکت سے اس کے لیئے نیا خصوصی گھر استعمال ہوگا کیونکہ جنت کا بعض سفیدہ بھی ہے جہاں اعمال کے مطابق محل تعمیر ہوتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

یعنی بارہ سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے ظہر کا ذکر اس لیئے پہلے کیا کہ حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی نماز یہ ہی پڑھائی اس لیئے اسے صلوۃ اولیٰ کہتے ہیں ان میں سنت فجر بہت تاکیدی ہیں حتیٰ کہ بعض نے انہیں واجب کہا۔سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اگر میں سنت فجر چھوڑ دوں تو خطرہ ہے کہ رب مجھے نہ بخشے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۳)

(1102) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے اور بعد میں دو دو رکعتیں پڑھی ہیں اور جمعہ کے بعد دو رکعت بعد از مغرب

بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور عشاء کی بھی دو دو رکعت ادا کی ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ج۱ص۵۶، رقم: ۱۱۶۹ صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل، ج۲ص۱۶۲، رقم: ۱۶۹۸ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب ذکر النوافل التی ھی اتباع الفرائض ج۱ص۲۳۹، رقم: ۳۲۱ المنتقی لابن الجارود، باب فی رکعات السنۃ، ص۷۰، رقم: ۲۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۷۷، رقم: ۵۴۳۲ مصنف عبدالرزاق، باب التطوع قبل الصلاۃ، ج۳ص۶۵، رقم: ۴۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے: اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

(بعد از مغرب اور عشاء) یعنی میں نے مغرب و عشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی ہمشیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیئے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۸۴)

(1103) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. الْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ: الْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ.

حضرت عبداللہ بن مغفل ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے دو اذانوں سے مراد اذان اور تکبیر ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء، ج۱ص۱۲۸، رقم: ۶۲۷ صحیح مسلم، باب بین کل اذانین صلاۃ ج۱ص۲۰۲، رقم: ۱۹۷۷ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب ذکر النوافل التی ھی اتباع الفرائض ج۱ص۲۳۰، رقم: ۴۰۲ سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ قبل المغرب، ج۲ص۳۵، رقم: ۱۲۸۳ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الرکعتین قبل المغرب ج۲ص۳۶۸، رقم: ۱۱۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو اذانوں سے مراد اذان و اقامت ہے، جیسے چاند و سورج کو قمرین، حضرت صدیق و فاروق کو عمرین، حضرت حسن و حسین کو حسنین کہہ دیتے ہیں یا اذان سے مراد اطلاع ہے، اذان تو وقت نماز کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے اور اقامت تیاریٔ جماعت کی اطلاع کے لیے، بہر حال حدیث پر اعتراض نہیں۔

یا تو صلوۃ بمعنی دعا ہے، یعنی اذان و تکبیر کے درمیان دعا مانگا کرو کہ یہ وقت قبولیت ہے یا بمعنی نماز، یعنی اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھا کرو، کہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل، نیز اس سے نماز میں سستی نہ ہوگی، انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کر کے نفل پڑھ کر تکبیر اولیٰ پا سکے۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذان مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں، فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا حضرت بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، "خلا صلوۃ المغرب" سوا نماز مغرب کے۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے) یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے، یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جس کے چھوڑنے کی عادت نہایت بری ہے، عصر اور عشاء کی غیر مؤکدہ، مغرب کی منع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۲۳)

53- بَابُ تَاكِيدِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الصُّبْحِ
فجر کی دو سنتوں کی تاکید کا ذکر

(1104) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنها: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور صبح سے پہلے دو رکعت کو نہ چھوڑتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرکعتین قبل الظهر، ج۱ص۵۹، رقم: ۱۱۸۲ سنن النسائی، باب المحافظة علی الرکعتین قبل الفجر، ج۱ص۳۵۲، رقم: ۱۳۵۱ السنن الصغری للبیهقی، باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظهر، ج۱ص۲۲۱، رقم: ۴۲۸ سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنة، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۲۵۵ سنن الدارمی، باب فی صلاة السنة، ج۱ص۳۹۷، رقم: ۱۴۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں سنت مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۶)

(1105) وَعَنْهَا، قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) کے برابر کسی اور نفل نماز کا اتنا سخت

تَعَاهُدًا مِّنهُ عَلٰی رَکْعَتَی الْفَجْرِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ اہتمام نہ کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تعاھد رکعتی الفجر ومن سماھما تطوعا، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۱۶۹، صحیح مسلم باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث علیھما، ج۱ص۱۶۰، رقم: ۱۶۱۹، السنن الکبرٰی للبیھقی باب تاکید رکعتی الفجر ج۲ص۴۷۰، رقم: ۴۶۳۳، سنن ابوداؤد، باب رکعتی الفجر، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۲۵۶، سنن النسائی الکبرٰی، باب المعاھدة علی الرکعتین قبل صلاة الفجر، ج۱ص۱۴۵، رقم: ۴۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمقابلہ دوسری سنتوں کے فجر کی سنتوں کی بہت پابندی کرتے تھے کہ سفر وحضر میں نہ چھوڑتے تھے اور اگر فجر قضا پڑھتے تو سنتوں کی بھی قضا کرتے۔ اسی لیئے فقہا فرماتے ہیں کہ یہ سنتیں بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھے اسی لیئے اگر جماعت فجر میں کوئی پہنچے اور سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علیحدہ سنتیں پڑھے، پھر جماعت میں مل جائے۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں دیکھو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۷)

(1106) وَعَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: لَهُمَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا۔

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہیں۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دو رکعتیں مجھے تمام دنیا سے زیادہ پیاری ہیں۔"

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب سنة الفجر والحث علیھما، ج۱ص۱۶۰، رقم: ۱۶۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی اللہ عنھا، ج۹ص۲۹۶، رقم: ۲۶۳۴۹، السنن الصغرٰی، باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظھر ورکعتی الفجر، ج۱ص۱۲۱، رقم: ۲۲۶، مستدرك للحاکم کتاب صلاة التطوع، ج۱ص۶۱۳، رقم: ۱۱۵۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی رکعتی الفجر من الفضل، ج۱ص۲۷۵، رقم: ۴۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سنت فجر مال واولاد اور تمام دنیاوی سامان سے پیاری ہونا چاہئے اور دیگر سنتوں و مستحبات سے افضل ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۸)

(1107) وَعَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ اَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِيُؤْذِنَهُ بِصَلٰوةِ الْغَدَاةِ، فَشَغَلَتْ عَائِشَةُ بِلَالًا بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ، حَتّٰى اَصْبَحَ جِدًّا، فَقَامَ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ

حضرت ابو عبد اللہ بلال بن رباح ﷺ جو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن ہیں، سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نماز صبح کی اطلاع کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ ﷺ نے حضرت بلال ﷺ کو کسی کام میں مصروف کردیا۔ جس کے متعلق وہ حضرت بلال سے

بِالصَّلٰوةِ وَتَابَعَ اَذَانَهُ. فَلَمْ يَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا خَرَجَ صَلَّى بِالنَّاسِ، فَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰى اَصْبَحَ جِدًّا، وَاَنَّهُ اَبْطَاَ عَلَيْهِ بِالْخُرُوْجِ فَقَالَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: اِنِّيْ كُنْتُ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ اَصْبَحْتَ جِدًّا؟ فَقَالَ: لَوْ اَصْبَحْتُ اَكْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ، لَرَكَعْتُهُمَا، وَاَحْسَنْتُهُمَا وَاَجْمَلْتُهُمَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

پوچھنا چاہتی تھیں۔ حتیٰ کہ خوب صبح ہوگئی۔ پھر حضرت بلال کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز کی اطلاع دی اور بار بار عرض کیا لیکن رسول اللہ ﷺ باہر نہ نکلے۔ پھر جب آپ باہر تشریف لائے تو لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت بلال کھڑے ہوئے اور حضرت بلال نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ نے ان کو ایک کام کہا جس کی وجہ سے وہ مصروف رہے۔ حتیٰ کہ خوب صبح ہوگئی۔ اور آپ نے نکلنے میں دیر کردی۔ تو آپ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں فجر کی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ آپ نے خوب صبح کردی۔ فرمایا: اگر میں اس سے بھی زیادہ دیر کرتا تو بھی میں فجر کی دو سنتیں پڑھتا اور ان کو حسین وجمیل بنا کر پڑھتا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی تخفیفھما، ج۱ص۴۸۰، رقم: ۱۲۵۱، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب تاکید رکعتی الفجر، ج۱ص۴۲، رقم: ۴۶۲۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بلال رضی اللہ عنہ، ج۹ص۱۷، رقم: ۲۳۹۵۹، مسند البزار، مسند بلال رضی اللہ عنہ، ج۱ص۲۲۸، رقم: ۱۳۸۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز فجر کی اہمیت کے متعلق فتاوٰی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

فی الدرالمختار، اخاف فوت الوقت لاشتغاله بسنتها ترکها والالابل یصلیها عندباب المسجد[1] وفی ردالمحتار ای خارج المسجد کما صرح به القهستانی وقال فی العنایة لانه لوصلاها فی المسجد کان متنفلا فیه عنداشتغال الامام بالفریضة وهومکروه ومثله فی النهایة والمعراج[2] اه مختصرین۔

([1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹-۱۰۰)([2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۶)

درمختار میں ہے جب نمازی کو سنن میں مشغولیت سے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انہیں ترک کرے ورنہ ترک نہ کرے بلکہ انہیں مسجد کے دروازے کے پاس ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے یعنی مسجد سے باہر ادا

کرے، جیسا کہ اس پر قہستانی نے تصریح کی ہے۔ عنایہ میں ہے اگر اس نے سنن مسجد میں ادا کیں تو یہ امام کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت نوافل پڑھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسی کی مثل نہایہ اور معراج میں ہے اھ دونوں کتابوں کی عبارت اختصاراً منقول ہے (ت)

بعینہ یہ صورت سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انہوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حجرۂ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرے میں پڑھ کر پھر مسجد میں آ کر شامل جماعت ہوئے۔ امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسی ثنا شیبان بن عبدالرحمٰن عن یحیی بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الرکعتین قبل صلٰوۃ الصبح فصلاھما فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ثم انہ صلی مع الامام ففی ھذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ صلاھما فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا من المسجد۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۸)

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما آئے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے فجر کی دو سنتیں ابھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ مبارکہ میں انہیں ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرۂ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مسجد کا حصہ تھا۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۴۵۱)

ابو داود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آپڑیں۔ (سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب فی تخفیفھما، الحدیث: ۱۲۵۸، ج ۲، ص ۳۱)

54- بَابُ تَخْفِيفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَا يَقْرَأُ فِيهِمَا وَبَيَانِ وَقْتِهِمَا

فجر کی دو سنتوں کو مختصر پڑھنے ان میں قراءت کرنے اور ان کے وقت کا بیان

(1108) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی اذان و تکبیر کے درمیان دو ہلکی (مختصر) رکعتیں پڑھتے۔ (متفق علیہ)

وفی روایۃٍ لَّھُمَا: یُصَلِّیْ رَکْعَتَی الْفَجْرِ، فَیُخَفِّفُھُمَا حَتّٰی اَقُوْلَ: ھَلْ قَرَاَ فِیْھِمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: کَانَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَی الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَیُخَفِّفُھُمَا. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

اور ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ آپ فجر کی دو رکعتیں اتنی مختصر پڑھتے کہ میں کہتی کیا آپ نے ان میں فاتحہ پڑھی ہے؟ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صبح کی اذان سن کر فجر کی دو رکعتیں پڑھتے اور ان میں تخفیف کرتے۔ اور ایک روایت ہے کہ جب طلوع فجر ہوئی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاذان بعد الفجر، ج۱ص۲۲۶، رقم: ۶۱۹، صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر والحث علیھما، ج۱ص۳۵۹، رقم: ۱۷۲۱، السنن النسائی، باب وقت رکعتی الفجر، ج۱ص۲۵۶، رقم: ۱۶۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حفصۃ أم المؤمنین رضی اللہ عنھا، ج۱۰ص۲۸۳، رقم: ۲۶۴۷۷، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۴ص۲۰۰، رقم: ۲۴۵۳)

شرح حدیث: سنتوں اور نفلوں کا بیان

سنت کی دو قسمیں ہیں ایک سنت مؤکدہ اور دوسری سنت غیر مؤکدہ۔

مسئلہ: سنت مؤکدہ یہ ہیں دو رکعت سنت فجر کی سنت فرض نماز سے پہلے، چار رکعت ظہر کی سنت فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت بعد میں، مغرب کے بعد دو رکعت سنت، عشاء کے بعد دو رکعت سنت، جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت اور جمعہ کے بعد چار رکعت سنت۔ یہ سب سنتیں مؤکدہ ہیں یعنی ان کو پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے بلا عذر ایک مرتبہ بھی ترک کرے تو ملامت کے قابل ہے اور اس کی عادت ڈالے تو فاسق جہنم کے لائق ہے اور اس کے لئے شفاعت سے محروم ہو جانے کا ڈر ہے ان مؤکدہ سنتوں کو سُنَنُ الْھُدٰی بھی کہتے ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی السنن والنوافل، ج۲، ص۵۴۵)

مسئلہ: سنت غیر مؤکدہ یہ ہیں چار رکعت عصر سے پہلے، چار رکعت عشاء سے پہلے، اسی طرح عشاء کے بعد دو رکعت کی بجائے چار رکعت اور جمعہ کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد بجائے چار رکعت سنت کے چھ رکعت۔ سنت مغرب کے بعد چھ رکعت صلوۃ الاوابین اور دو رکعت تحیۃ الوضوء اگر مکروہ وقت نہ ہو، دو رکعت تحیۃ المسجد دو رکعت نماز اشراق، کم سے کم دو رکعت نماز چاشت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت، کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت نماز تہجد، صلوۃ التسبیح، نماز استخارہ، نماز حاجت وغیرہ ان سنتوں کو اگر پڑھے تو بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر نہ پڑھے تو کوئی گناہ نہیں ہے ان سنتوں کو سنن الزوائد اور کبھی سنت مستحبہ کہتے ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، ج۱، ص۱۱۲ / الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل مطلب فی السنن والنوافل، ج۲، ص۵۴۶، ۵۴۷) (جنتی زیور ۳۰۲)

(1109) وَعَنْ حَفْصَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَذَّنَ

حضرت حفصہ ﷥ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔ جب مؤذن اذان

الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

دیتا اور صبح واضح ہو جاتی۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر طلوع ہونے کے بعد صرف دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرکعتین قبل الظھر، ج۱ص۳۹۵، رقم: ۱۱۸۱، صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث علیهما، ج۱ص۲۵۶، رقم: ۱۶۸۱، السنن الکبری للبیهقی، باب من لم یصل بعد الفجر الا رکعتی الفجر، ج۲ص۵۰۳، رقم: ۴۶۱۲، سنن النسائی الکبری، باب الصلاة بعد طلوع الفجر، ج۱ص۲۸۶، رقم: ۱۵۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حفصة أم المؤمنین رضی الله عنها، ج۱۰ص۲۸۳، رقم: ۲۶۴۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ سنت فجر جو گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے۔ بعض صوفیاء اس کی رکعت اول میں الم نشرح اور دوسری میں الم ترکیف پڑھتے ہیں بعد میں ۷۰ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض، اس عمل سے بواسیر سے امن رہتی ہے، گھر میں برکت و اتفاق، چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ ہوتے تھے اس لیے حضرت حفصہ سے روایت کی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۴)

(1110) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ، وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَكَاَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دو دو رکعت پڑھتے اور رات کے آخر میں ایک رکعت ملا کر وتر بنا لیتے اور آپ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا کرتے حالانکہ اذان آپ کے کانوں میں پڑ رہی ہوتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ساعات الوتر، ج۱ص۳۳۷، رقم: ۹۹۵، صحیح مسلم، باب صلاة اللیل مثنی مثنی والوتر رکعة من آخر اللیل، ج۱ص۳۰۲، رقم: ۱۷۹۶، سنن النسائی، باب عدد الوتر، ج۱ص۲۰۰، رقم: ۱۶۷۷، سنن ابن ملجه، باب ما جاء فی الوتر برکعة، ج۱ص۲۷۱، رقم: ۱۱۷۴، صحیح ابن خزیمه، باب ذکر الاخبار المنصوصة عن النبی صلی الله علیه وسلم أن الوتر رکعة، ج۲ص۱۳۹، رقم: ۱۰۷۳)

شرح حدیث: وتر کی تین رکعتیں ہیں

وتر کی نماز، یک سلام سے تین رکعت ہیں: حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت (تہجد) ادا کرتے پھر آپ تین

رکعت (وتر) ادا فرماتے ۔(بخاری، کتاب التہجد، جلد اول، حدیث 1077، ص 472، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، مسلم شریف، جلد اول، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرہا، حدیث 1620، ص 573، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ دو دو رکعت کر کے چھ رکعت (تہجد) پڑھی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے تین رکعت وتر ادا کئے۔

(مسلم شریف، جلد اول، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرہا، حدیث 1696، ص 597، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔(سنن نسائی، جلد اول، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، حدیث 1702، ص 540، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے کہا اہل علم صحابہ کرام وتابعین کرام رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(جامع ترمذی جلد اول، ابواب الوتر حدیث 448، ص 283، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور/ زجاجۃ المصابیح باب الوتر جلد 2، ص 263)

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہے۔ (طحاوی شریف)

حدیث شریف: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وتر کی تین رکعتوں میں تین سورتیں تلاوت فرماتے۔ سبح اسم ربك الاعلیٰ اور قل یاایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد۔

(سنن نسائی، جلد اول حدیث نمبر 1706، ص 541، مطبوعہ فرید بک لاہور پاکستان)

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ وتروں میں کیا پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ، دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔(سنن ابن ماجہ، جلد اول، باب ماجاء فیما یقرا فی الوتر، حدیث نمبر 1224، ص 336، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز فجر کی اہمیت کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری فعل تین رکعت وتر ہے:

وانما یؤخذ بالآخر فھو الاخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آپ کے آخری عمر کے اعمال پر عمل کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی ہے (ت)

اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجوہ کثیرہ ان کے ضالہ کے سبب کفر لازم، جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فروعی مسائل اسلامی میں نیا دخل دینے کا کیا حق، ان سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے

یا آہستہ، تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس، وتر ایک ہو یا تین یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے وہ ان مسائل میں اِس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل، اُس طرف عمل کرے تو باطل، پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ اُن کی بات سننی جائز، نہ اس کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔

اور جب کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت) (القرآن ۶/ ۶۸)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔

(صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۰)

تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمہیں گمراہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۶، ص ۱۸۶)

(1111) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُوْلَى مِنْهُمَا: (قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا) الْاٰيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ مِنْهُمَا: (اٰمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ) وَفِي رِوَايَةٍ: وَفِي الْاٰخِرَةِ الَّتِي فِي اٰلِ عِمْرَانَ: (تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا والی آیت جو سورۃ بقرہ میں ہے پڑھتے اور دوسری رکعت میں اٰمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ پڑھتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دوسری میں آل عمران کی آیت اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر والحث علیھما، ج ۱ص ۲۶۱، رقم: ۱۰۰۲۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب قراتہ فی رکعتی الفجر بعد الفاتحۃ، ج ۳ص ۴۲، رقم: ۴۰۰۰، سنن النسائی باب القراۃ فی رکعتی الفجر، ج ۱ص ۳۲۸، رقم: ۱۰۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کے فرضوں میں رکعت اول میں سورۂ بقر کا یہ رکوع اور دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران کا وہ رکوع پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ رکوع ملانا بھی سنت ہے اگرچہ پوری سورۃ ملانا زیادہ بہتر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر یہ عمل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۷)

(1112) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِي رَكْعَتَيِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی دو رکعتوں میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ

الْفَجْرِ: (قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ) وَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت فرمائی۔ (مسلم)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث علیهما ج۱ص۱۰ رقم: ۱۶۲۲ سنن ابوداؤد باب فی تخفیفهما ج۱ص۴۸۷ رقم: ۱۲۵۸ سنن النسائی باب القرأة فی رکعتی الفجر ج۱ص۳۲۸ رقم: ۱۰۱۴ السنن الصغری للبیهقی باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظهر ورکعتی الفجر ج۱ص۲۲۱ رقم: ۶۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کی سنتوں میں رکعت اول میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور رکعت دوم میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے کیونکہ سرکار ایک آدھ آیت اونچی بھی پڑھ دیتے تھے اس لیے صحابہ کرام کو یہ پتہ لگ جاتا تھا اور اگر فجر کے فرض مراد ہوں تو یہ واقعہ کسی سفر کا ہوگا ورنہ حضور گھر میں فجر میں اکثر طوال مفصل کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۷۰)

(1113) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، شَهْرًا فَکَانَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: (قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ) وَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب غور سے مہینہ بھر دیکھا کہ آپ فجر کی دو رکعتوں میں (سنتوں) میں قل یایها الکفرون اور قل هو الله احد کی تلاوت کرتے تھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی تخفیف رکعتی الفجر وما کان النبی صلی الله علیه وسلم یقراء فیهما ج۱ص۴۲۶ رقم: ۴۱۶ صحیح ابن حبان باب النوافل ج۶ص۲۱۱ رقم: ۲۴۵۹ مصنف ابن ابی شیبة باب ما یقرأ به فیهما ج۲ص۲۴۲ رقم: ۱۶۴)

شرح حدیث: چوتھائی قرآن

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اِذَا زُلْزِلَت نصف قرآن کے برابر ہے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء سورۃ الاخلاص۔۔۔الخ، رقم ۲۹۰۳، ج ۴، ص ۴۰۹)

قل ھو اللہ احد پڑھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے کوئی شخص رات میں تہائی قرآن کیوں نہیں پڑھتا؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، کوئی شخص تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، رقم ۸۱۱، ص ۴۰۵)

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن کے تین جزء فرمادیئے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو قرآن کے اجزاء میں سے ایک جزء بنا دیا۔ (مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، رقم ۸۱۱، ص ۴۰۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا، اکٹھے ہوجاؤ کیونکہ ابھی میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جنہیں جمع ہونا تھا وہاں جمع ہوگئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی اور واپس تشریف لے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے، شاید آسمان سے کوئی خبر آئی ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ تشریف لائے تو فرمایا کہ میں نے تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھنے کا کہا تھا تو سن لو کہ یہی سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، رقم ۸۱۲، ص ۴۰۵)

اللہ عزوجل اس سے محبت فرماتا ہے

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ایک شخص کو کسی سریہ میں بھیجا تو وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کراتے ہوئے اپنی قراءت کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر ختم کیا کرتا تھا۔ جب وہ لشکر واپس آیا اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا، اس لئے کہ اس میں رحمن عزوجل کی تعریف ہے اور میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے خبر دے دو کہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔ (بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء دعاء النبی امتہ الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، رقم ۷۳۷۵، ج ۴، ص ۵۳۱)

55- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ اَمْ لَا

فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنے کا مستحب ہونا اور اس کی ترغیب اگرچہ رات کو تہجد پڑھی ہو یا نہیں

(1114) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الضجعة علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر، ج۱ص۵۵، رقم: ۱۱۶۰ مسند اسحاق بن راھویہ باب ما یروی عن عروة بن زبیر، ج۲ص۳۰۱، رقم: ۸۲۲ سنن ابن ماجه باب ما جاء فی الضجعة بعد الوتر وبعد رکعتی الفجر، ج۱ص۳۶۸، رقم: ۱۱۹۸ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۱ص۲۵۰، رقم: ۲۶۲۱۲ اطراف المسند المعتلی من اسمه عروة بن الزبیر، ج۹ص۱۲۱، رقم: ۱۱۶۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت دردولت پر حاضر ہوکر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔اس حدیث سے دومسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۱۴)

(1115) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلوةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلوةِ الْفَجْرِ، وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ، وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، هٰكَذَا حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت ملا کر وتر بنالیتے۔ جب نماز فجر کی اذان سے مؤذن خاموش ہوجاتا اور فجر واضح ہوجاتی تو آپ کے پاس مؤذن آتا آپ دو مختصر رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتی کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے حاضر ہوتا۔ (مسلم)

قَوْلُهَا: يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ هٰكَذَا هُوَ فِيْ مُسْلِمٍ وَّمَعْنَاهُ: بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ.

ان (حضرت عائشہ) کا قول دو رکعتوں پر سلام پھیرتے۔ مسلم میں اسی طرح ہر دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے کے الفاظ ہیں اس کا معنی ہے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی الله علیه وسلم ج۲ص۱۶۵ رقم: ۱۷۵۲ السنن الکبری للبیهقی، باب صلاة اللیل مثنی مثنی، ج۲ص۳۸۶ رقم: ۴۷۶۳ سنن ابوداؤد، باب فی صلاة اللیل، ج ص۵۱۱ رقم: ۱۳۳۸ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی کم یصلی باللیل، ج۱ص۴۳۲ رقم: ۱۳۵۸ صحیح ابن حبان، باب النوافل ج۶ص۲۱۸ رقم: ۲۴۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے) اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہو سکتی۔

(ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے) اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کیے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۂ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنے کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہٰذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بِرَكْعَةٍ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

(ایک رکعت ملا کر وتر بنالیتے) یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکریہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

(آپ دو مختصر رکعتیں پڑھتے) جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام المؤمنین تبیَّنَ نہ فرماتیں۔

(حتی کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے حاضر ہوتا) یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت دردولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۱۴)

(1116) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں

صَلّٰى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَي الْفَجْرِ، فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ادا کر لے تو وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر ج۲ص۲۸۱ رقم: ۴۲۰ السنن الکبری باب ما ورد فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر ج۳ص۴۵ رقم: ۵۰۰۷ سنن ابوداؤد باب الاضطجاع بعدها ج۲ص۴۸۸ رقم: ۱۲۶۳ صحیح ابن حبان باب النوافل ج۶ص۲۲۰ رقم: ۲۴۶۸ صحیح ابن خزیمه باب استحباب الاضطجاع بعد رکعتی الفجر ج۲ص۱۶۷ رقم: ۱۱۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ حکم استحبابی ہے اور اس کے لیئے ہے جو تہجد میں جاگتا رہا ہوتا کہ کچھ آرام کرکے فرض فجر بہ آسانی ادا کرے۔ اسی لیئے علماء فرماتے ہیں کہ یہ عمل گھر میں کرے مسجد میں نہ کرے تاکہ لوگوں کو اپنی تہجد پر مطلع نہ کرے مگر خیال رہے کہ اس طرح بیٹے کے نیند یا اونگھ نہ آنے پائے ورنہ وضو جاتا رہے گا اور سنت یہ ہے کہ فجر کی سنتیں و فرض ایک وضو سے پڑھے اگر تہجد نہ پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے اس وقت کچھ لیٹ جائے تو حرج نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۳۳۲)

56-بَابُ سُنَّةِ الظُّهْرِ
ظہر کی سنتوں کا بیان

(1117) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت بعد میں پڑھی ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی ج۱ص۵۶ رقم: ۱۱۶۵ صحیح مسلم باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل ج۲ص۱۶۲ رقم: ۱۷۹۰ السنن الصغری للبیهقی باب ذکر النوافل التی هی اتباع الفرائض ج۱ص۲۳۹ رقم: ۶۲۲ المنتقی لابن الجارود باب فی رکعات السنة ص۷۹ رقم: ۲۷۶ مسند امام احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمر ج۲ص۶۳ رقم: ۵۳۳۰ مصنف عبدالرزاق باب التطوع قبل الصلاۃ ج۳ص۶۵ رقم: ۴۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح باقی سنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے: اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں

جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کرکے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۴)

(1118) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت کو نہ چھوڑتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرکعتین قبل الظھر، ج۱ص۳۹۵، رقم: ۱۱۸۲ سنن النسائی، باب المحافظۃ علی الرکعتین قبل الفجر، ج۱ص۲۵۲، رقم: ۱۷۵۱ السنن الصغری للبیھقی، باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظھر، ج۱ص۲۲۱، رقم: ۷۰۵، سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنۃ، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۲۵۵ سنن الدارمی، باب فی صلاۃ السنۃ، ج۱ص۳۹۶، رقم: ۱۴۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں سنت مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۶)

(1119) وَعَنهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے پھر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے۔ اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں داخل ہو کر دو رکعت ادا کرتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز النافلۃ قائماً وقاعداً وفعل بعض الرکعۃ قائماً، ج۱ص۱۶۲، رقم: ۷۳۰ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من قال ھی ثنتا عشرۃ رکعۃ فجعل قبل الظھر اربعاً، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۴۵۲ سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنۃ، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۲۵۱ صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب صلاۃ التطوع قبل المکتوبات، ج۲ص۲۰۸، رقم: ۱۱۹۹ مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۳۰، رقم: ۲۴۰۶۵)

شرح حدیث: پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فکرِ مدینہ....

حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ہاں جلوہ فرمایا کرتے تو ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں پابندی سے ادا فرمایا کرتے اور فرماتے، بے شک جب زوال کا وقت ہوتا ہے تو

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ دوبارہ بند نہیں ہوتا اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میں میری طرف سے کوئی نیکی اٹھائی جائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الاربع قبل الظہر وبعدہا، رقم ۱۲۷۰، ج ۲، ص ۳۵)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

امام فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالٰی نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا اے موسیٰ! فجر کی دو ۲ رکعتیں احمد اور اس کی اُمت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے گناہ اُس کے بخش دُوں گا اور وہ میرے ذمہ میں ہوگا۔ اے موسیٰ! ظہر کی چار ۴ رکعتیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی اُنہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دُوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلّہ بھاری کردوں گا اور تیسری کیلئے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے، اور چوتھی کے بدلے اُن کیلئے آسمان کے دروازے کشادہ کردُوں گا، بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ! عصر کی چار ۴ رکعتیں احمد اور ان کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت آسمان وزمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اسے ہرگز عذاب نہ دُوں گا۔ اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعت ہیں انہیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان کیلئے کھول دُوں گا، جس حاجت کا سوال کرینگے اسے پورا ہی کردوں گا۔ اے موسیٰ! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انہیں احمد اور ان کی اُمت، وہ دنیا ومافیہا سے اُن کیلئے بہتر ہیں، وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ! وضو کرے گا احمد اور اسکی اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤں گا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان وزمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ! ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی اُمت اور وہ ماہ رمضان ہے عطا فرماؤں گا اسکے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہر اور عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری وصدق سے ایک بار استغفار کریگا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مرگیا اسے تیس ۳۰ شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ اے موسیٰ! اُمتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور، اور ان میں سے کسی پر بابِ توبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے اھ (فقیر محمد حامد رضا غفرلہ) (فتاوٰی رضویہ، ج ۵، ص ۵۵)

(1120) وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا،

حضرت ام حبیبہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے اور بعد میں چار چار رکعتوں پر ہمیشگی کی اس کو اللہ کریم آگ پر حرام فرما

حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

دیتا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی الرکعتین بعد الظهر ج۱ص۴۹۲ رقم: ۴۲۸ المستدرك للحاكم كتاب صلاة التطوع ج۱ص۶۲۰ رقم: ۱۱۷۵ سنن ابوداؤد باب الاربع قبل الظهر وبعدها ج۱ص۳۹۰ رقم: ۱۲۶۹ سنن النسائی باب ثواب من ثابر على اثنتى عشرة ركعة فى اليوم والليلة ج۱ص۳۹۳ رقم: ۱۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے، کنیت ابوحبیبہ امیر معاویہ کی بہن ہیں، آپ کی والدہ صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان غنی کی پھوپھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا، ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

اس طرح کہ پہلی چار ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کیونکہ یہ چاروں مؤکدہ ہیں اور بعد کی چار دو سلاموں سے تاکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ مخلوط نہ ہوجائیں کیونکہ ان میں پہلی دو مؤکدہ ہیں بعد کی دو غیر مؤکدہ۔

(آگ پر حرام فرما دیتا ہے) یعنی آگ میں ہمیشگی سے مطلقاً بچائے گا اس طرح کہ اسے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق دے گا۔ معلوم ہوا کہ سنت کی پابندی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۹۱)

(1121) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے اور فرماتے کہ اس گھڑی آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس میں میرے نیک عمل اوپر چڑھیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی الصلاة عند الزوال ج۲ص۳۴۲ رقم: ۴۷۸ مسند امام ابن ابی شیبة احادیث عبدالله بن السائب ص۸۵۵ رقم: ۸۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں، تابعی بھی ہیں، جو صحابی ہیں انہوں نے ابی ابن کعب سے قرآن سیکھا ہے اور ان سے حضرت مجاہد نے، مخزومی ہیں، قریشی ہیں، مکہ مکرمہ میں رہے وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی غالبًا یہاں صحابی مراد ہیں ت۔

حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کرکے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے

سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لیئے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض ہی کیوں نہ پڑھ لیئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۹۳)

(1122) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی ظہر سے پہلے چار رکعت نہ ادا کر سکتے تو بعد از نماز ان کو ادا فرما لیتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرکعتین بعد الظھر ج ۱ص ۲۱۱ رقم: ۴۲۶ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثالث فی راتبۃ الظھر ج ۶ص ۲۲ رقم: ۲۰۱۸)

شرح حدیث: امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرنا صبح میں چار رکعتیں ادا کرنے کی طرح ہے اور اس گھڑی میں ہر چیز اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتی ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ، عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ

ترجمہ کنز الایمان: اس کی پرچھائیاں داہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔

(پ ۱۴، النحل: ۴۸) (سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النحل، رقم ۳۱۳۹، ج ۵ ص ۸۸)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور غیر مؤکدہ سنن کا حکم بھی یہی ہے مثلاً عصر اور عشاء کی پہلی سنتیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے لیکن وہ چار سنن موکدہ جو مثلاً ظہر اور جمعہ سے پہلے ہیں تو ان کا حکم نوافل سے فائق ہوتا ہے اس جگہ علماء کا بہت زیادہ اختلاف ہے اکثر نے ان سنن موکدہ کو نوافل کا درجہ دیا ہے اب اگر جماعت ظہر کھڑی ہوگئی یا امام نے خطبہ شروع کر دیا تو جو شخص سنن کی پہلی دو رکعات میں ہے وہ دو رکعت پر سلام کر دے۔ یہ روایت نوادر امام ابو یوسف سے ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے، اور امام اعظم سے بھی مروی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اور اس قول کی طرف امام شیخ الاسلام علی سغدی نے رجوع کیا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور قاضی نسفی نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ شامی میں وجیز سے اور حلبی کی غنیہ کے اوقات مکروہہ میں قاضی خاں سے ہے، اور امام بقالی نے بھی اسی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ شیخ کمال نے فرمایا، اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ یہ بھی مذکور ہے اور اسی کی اتباع غنیہ اور مراقی الفلاح اور رد المحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ لیکن اس عبد ضعیف کو اس میں توقف

ہے

وظاہر ⑤ ہدایہ اختیار اوست کما فی الشامی وظاہر⑥ کافی شرح وافی للامام النسفی نیز کما رأیته فیہ وبرہمیں ⑨ جزم کردہ است علامہ⑩ طرابلسی درہربان و مواهب الرحمن و مولی خسرو در درر و علامہ کرکی⑪ درفیض وظاہر اعلامہ⑫ علی مقدسی رانیز ہمیں سو میلان ست کما فی ردالمحتار و علامہ ⑬ ابراهیم حلبی در متن ملتقی ہمبریں اعتماد کرد وقول دیگر رابلفظ قیل آورد و درخانیہ ⑭ اول الصلوٰۃ فصل معرفة الاوقات فرمود بہ اخذ المشائخ و در فتح انه او جه تلمیذ ⑮ محقق علامہ محمد حلبی در حلیہ پس از نقلش فرماید هو کما قال در نور الایضاح⑯ علامہ شرنبلالی ونیز در ادراك الفریضہ از حاشیہ اوبر درر الحکام است هو الاوجه خاتمہ المحققین علامہ شامی نیز ہمیں را تایید وتشیید کرد بریں قول ایں دو رکعت کہ گزاردہ است نفل محض گردد و دو باقی راقضا نیست علی ما هو ظاہر الروایة و ارجح التصحیحین کما حققه فی ردالمحتار باز بعد از فرض بلکہ علی اولی الترجیحین عندی کما حققته علی هامش حاشیة الشامی پس از سنت بعدیہ ایں سنن قبلیہ را ادا کند تاہم سنت ادا شود وہم فضل جماعت و استماع خطبہ از دست نرود فی نور الایضاح وشرحه مراقی الفلاح العلامة الشرنبلالی ان کان فی سنة الجمعة فخرج الخطیب او فی السنة الظهر فاقیمت الجماعة سلم علی رأس رکعتین، وهو الاوجه لجمعه بین المصلحتین، ثم قضی السنة اربعا بعد الفرض مع مابعده فلا یفوت الاستماع ولاداء علی وجه اکمل اه مخلصا۔

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۵)

ظاہر اً ہدایہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں ہے اور کافی شرح وافی للامام نسفی سے بھی یہی ظاہر ہے جیسا کہ میں نے اسے دیکھا ہے، اور اسی پر علامہ طرابلسی نے برہان اور مواہب الرحمن میں جزم کیا، ملا خسرو نے درر، علامہ کرکی نے فیض اور علامہ علی مقدسی نے بھی ظاہراً اسی کی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور دوسرے قول کو لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا، خانیہ نے باب الصلوٰۃ کی فصل فی معرفة الاوقات میں فرمایا کہ مشائخ نے اسی پر عمل کیا ہے۔ فتح میں ہے کہ یہی مختار ہے، تلمیذ محقق علامہ محمد حلبی نے حلیہ میں اسے نقل کر کے کہا وہ اسی طرح ہے جو انھوں نے فرمادیا ہے، نور الایضاح میں علامہ شرنبلالی اور اس کے ادراک الفریضہ کے حاشیہ میں درر الحکام سے ہے کہ یہی مختار ہے، خاتمۃ المحققین علامہ شامی نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے، اس قول پر یہ جو رکعات ادا کی گئی ہیں محض نفل ہیں اور باقی دونوں کی قضا نہیں جیسا کہ ظاہر الروایت سے واضح ہے اور دونوں اقوال کی تصحیح میں یہی راجح ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تفصیل ہے، پھر فرض کے بعد بلکہ

میرے نزدیک دونوں ترجیحات میں سے پہلی ہے جیسا کہ میں نے شامی کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے ان میں پہلی سنتوں کو بعد کی سنتوں کے بعد ادا کرلے تاکہ سنت ادا ہوجائے اور فضیلت جماعت اور خطبہ کی سماعت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہیں جائیگا۔ نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے اگر نمازی جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے اور خطیب آگیا یا ظہر کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو تکبیر جماعت کہی گئی تو دو رکعات پر سلام پھیر دے کیونکہ دونوں مصلحتوں کو جمع کرلینا ہی مختار ہے پھر فرائض کے بعد ان پہلی چار سنتوں قضا کرلے تو اب خطبہ کا سننا (جو فرض تھا) فروت نہ ہوا اور ادائیگی بھی وجہ کامل پر ہوگی اھ ملخصاً (فتاوٰی رضویہ، ج۸، ص۱۳۲)

57-بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ
عصر کی سنتیں

(1123) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت علی ابن ابوطالب ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے۔ ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے تابع اہل اسلام و ایمان پر سلام کہہ کر فاصلہ کرتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر، ج۱ص۲۹۷، رقم: ۴۲۹، السنن الکبرٰی، باب الخبر الذی جاء فی الصلاۃ التی تسمی صلاۃ الزوال، ج۱ص۱۸۰، رقم: ۵۱۱۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الرابع فی راتبة العصر قبلها وبعدها، ج۶ص۲۶، رقم: ۴۱۰۵، مشکوۃ المصابیح، باب السنن وفضائلها، الفصل الثانی، ج۱ص۲۵۹، رقم: ۱۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ درمیان کے سلام سے نماز کا سلام ہی مراد ہے جس پر نماز ہوتی ہے یا ان میں دو رکعتیں تحیۃ الوضو کی تھیں اور دو عصر کی یا چاروں عصر کی، بیان جواز کے لیئے ان کے درمیان سلام پھیرا گیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سلام سے مراد التحیات ہے کیونکہ اس میں سلام ہوتا ہے اس صورت میں یہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے ہوں گی مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ص۳۹۵)

(1124) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَحِمَ اللهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھیں اس پر اللہ کریم رحم فرمائے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ قبل العصر، ج۱ص۳۹۰ رقم:۱۲۷۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر ج۱ص۲۹۵ رقم:۴۳۰، السنن الکبریٰ للبیہقی باب من جعل قبل العصر اربع رکعات ج۲ص۶۷۲ رقم:۴۱۶۲، صحیح ابن حبان باب النوافل ج۲ص۲۰۷ رقم:۲۴۵۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر ج۲ص۱۱۷ رقم:۵۹۹۰)

شرح حدیث: اچھوں کی نقل بھی اچھا بنا دیتی ہے

حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بہروپیے نے دھوکا دینا چاہا۔ بادشاہ نے فرمایا: اگر دھوکا دے دیا تو جو مانگے پائے گا۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن حضرت عالمگیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جب دیکھا پہچان لیا۔ آخر مُدّتِ مدید (یعنی طویل عرصے) کا بُھلاوا دے کر صوفی زاہد عابد بن کر ایک پہاڑ کی کھو میں جا بیٹھا۔ رات دن عبادتِ الٰہی (عزّوجلّ) میں مشغول رہتا۔ پہلے دہاتیوں کا ہجوم ہوا، پھر شہریوں، پھر اُمرا، وُزرا سب آتے اور یہ کسی طرف التفات (یعنی توجہ) نہ کرتا۔ شُدہ شُدہ (یعنی آہستہ آہستہ) بادشاہ تک خبر پہنچی۔ سلطان کو اہل اللہ سے خاص محبت تھی، خود تشریف لے گئے۔ بہروپیے نے دُور سے دیکھا کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے، گردن جھکالی اور مراقبہ میں مشغول ہوگیا۔ سلطان منتظر رہے۔ دیر کے بعد نظر اٹھائی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، سلطان مؤدّب بیٹھ گیا۔ اُن کا مؤدّب بیٹھنا تھا کہ بہروپیا اٹھا اور جھک کر سلام کیا کہ جہاں پناہ! میں فلاں بہروپیا ہوں۔ بادشاہ خَجِل (یعنی شرمندہ) ہوئے اور فرمایا: واقعی اِس بار میں نے نہ پہچانا۔ اب مانگ جو مانگتا ہے۔ اُس نے کہا: اب میں آپ سے کیا مانگوں! میں نے اُس (یعنی ربّ عزّوجلّ) کا نام جھوٹے طور پر لیا، اُس کا تو یہ اثر ہوا کہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ میرے دروازے پر باادب حاضر ہوا۔ اب سچے طور پر اس کا نام لے دیکھوں۔ یہ کہا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کو چلا گیا۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ۲۵۷)

(1125) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ قبل العصر، ج۱ص۳۹۱ رقم:۱۲۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کبھی چار کبھی دو لہٰذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں اسی لیئے امام اعظم فرماتے ہیں نمازی کو اختیار ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے یا دو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۹۶)

58-بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

مغرب کے بعد اور پہلے کی سنتوں کا بیان

تَقَدَّمَ فِيْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ

ان ابواب میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ

وَحَدِيثُ عَائِشَةَ، وَهُمَا صَحِيحَانِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ.

ﷺ سے مروی احادیث اس سے پہلے گزر چکی ہیں اور دونوں احادیث صحیح ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔

شرح: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش تک پہنچ جائے گا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی بن ابی طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت ادا کی اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ کوئی رکاوٹ نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش تک پہنچ جائے گا۔ (شرح الزرقانی للموطا، کتاب الشعر، باب ماجاء فی المتحابین۔۔۔الخ، تحت الحدیث: ۱۸۱۳، ج ۴، ص ۴۶۹)

(1126) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ قال في الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھو تیسری بار فرمایا کہ جو چاہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ قبل المغرب، ج۱ص۴۰۰، رقم: ۱۱۸۳، سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ قبل المغرب، ج۱ص۴۹۴، رقم: ۱۲۸۳، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من جعل قبل صلاۃ المغرب رکعتین، ج۲ص۴۷۴، رقم: ۴۶۹۹، صحیح ابن حبان، باب مواقیت الصلاۃ، ج۴ص۴۵۷، رقم: ۱۵۸۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن مغفل، ج۷ص۵۵، رقم: ۲۰۵۶۱)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتیں کے متعلق فتاوٰی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام ابن الہمام فتح القدیر میں رکعتیں قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کرکے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا هو نفي المندوبية اما ثبوت الكراهة فلا الا ان يدل دليل اخر۔

(فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹)

پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب ومستحب نہیں لیکن مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوتِ کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج۸، ص ۶۲۲)

(1127) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُ کِبَارَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ صحابہ کو دیکھا ہے کہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف (یعنی سنتیں پڑھنے کے لیے) جلدی کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کم بین الاذان والاقامة ومن ینتظر الاقامة، ج۱ص۱۲۷، رقم:۶۲۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۸۰، رقم:۱۲۰۱۵، السنن الکبرٰی، باب من جعل قبل صلاة المغرب رکعتین، ج۲ص۴۷۶، رقم:۴۱۸۸، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۳ص۲۳۶، رقم:۲۴۸۹)

شرح حدیث: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں ان میں فرض اور سنتوں کے درمیان زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

(1128) وَعَنْهُ قَالَ: کُنَّا نُصَلِّیْ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقِیْلَ: اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا؟ قَالَ: کَانَ یَرَانَا نُصَلِّیْهِمَا فَلَمْ یَاْمُرْنَا وَلَمْ یَنْهَنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مغرب کی نماز سے پہلے سورج غروب ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے کہا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پڑھا ہے؟ تو فرمایا آپ علیہ السلام ہمیں دیکھتے تھے کہ ہم یہ پڑھ رہے ہیں اور آپ نے ہمیں نہ منع کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب رکعتین قبل صلاة المغرب، ج۱ص۲۱۱، رقم:۱۹۵۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من جعل قبل صلاة المغرب رکعتین، ج۲ص۴۷۵، رقم:۴۱۶۳، سنن ابوداؤد، باب الصلاة قبل المغرب، ج۱ص۴۹۲، رقم:۱۲۸۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الخامس فی راتبة المغرب، ج۶ص۳۲، رقم:۴۱۱۲)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت مختار ابن فلفل سے فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے عصر کے بعد کے نفلوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت عمر بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ ہمیں پڑھتے دیکھتے تھے تو نہ ہمیں حکم کرتے تھے اور نہ منع کرتے تھے۔ (مسلم)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت مختار ابن فلفل) آپ تابعی ہیں، مخزومی ہیں، کوفی ہیں، حضرت انس سے ملاقات ہے، سفیان ثوری نے آپ

سے احادیث لیں۔

(بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے) یعنی بطور سزا قمچیاں لگاتے تھے تا کہ لوگ اس سے باز آجائیں۔ خیال رہے کہ یہاں بعد عصر سے مراد نماز مغرب سے پہلے نفل بھی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے۔

(مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے) یہ ہے فاروق اعظم کی شکایت کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نفل پڑھتے تھے اور فاروق اعظم ان پر مارتے تھے آپ نے ہم کو ایک سنت صحابہ سے روک دیا مگر یہ شکایت درست نہیں کیونکہ آپ کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی حضرت عمر فاروق کو نسخ کا علم تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے نفل مکروہ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۰۳)

(1129) وَعَنْهُ، قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلوٰةِ الْمَغْرِبِ، ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ، فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ، حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلوٰةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ شریف میں تھے تو مؤذن مغرب کی اذان کہتا تو لوگ سنتوں کے لیے ستونوں کی طرف جلدی کرتے۔ پس دو رکعت ادا کرتے حتیٰ کہ مسافر آدمی مسجد میں داخل ہوتا تو نفل نماز پڑھنے والوں کی کثرت کی وجہ سے یہ سمجھتا کہ نماز ادا ہو چکی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب رکعتین قبل صلاۃ المغرب، ج ۲ص ۲۱۲ رقم: ۱۹۶۱ السنن الکبری للبیہقی، باب من جعل قبل صلاۃ المغرب رکعتین، ج ۲ص ۶۶۷ رقم: ۴۱۶۷ مصنف عبدالرزاق، باب الرکعتین قبل المغرب ج ۱ص ۴۲۵ رقم: ۲۹۸۶)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتیں کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا نفي المندوبية اما ثبوت الكراهة فلا الا ان يدل دليل اخر۔

(فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹)

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں۔ رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، ج ۸، ص ۶۲۲)

59- بَابُ سُنَّةِ الْعِشَاءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

عشاء سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان

فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ. وَحَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. كَمَا سَبَقَ.

اس میں حضرت ابن عمر کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور عبداللہ بن مغفل کی حدیث ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جیسا کہ گزر چکا۔ (متفق علیہ)

شرح: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو اذانوں سے مراد اذان و اقامت ہے، جیسے چاند سورج کو قمرین، حضرت صدیق و فاروق کو عمرین، حضرت حسن و حسین کو حسنین کہہ دیتے ہیں یا اذان سے مراد اطلاع ہے، اذان تو وقت نماز کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے اور اقامت تیاریٔ جماعت کی اطلاع کے لیے، بہر حال حدیث پر اعتراض نہیں۔

یا تو صوۃ بمعنی دعا ہے، یعنی اذان و تکبیر کے درمیان دعا مانگا کرو کہ یہ وقت قبولیت ہے یا بمعنی نماز، یعنی اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھا کرو، کہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل، نیز اس سے نماز میں سستی نہ ہوگی، انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کر کے نفل پڑھ کر تکبیر اولیٰ پا سکے۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذان مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں، فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا حضرت بریدہ اسمی کی روایت میں ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، خلا صلوۃ المغرب سوا نماز مغرب کے۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے) یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے، یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جس کے چھوڑنے کی عادت نہایت بری ہے، عصر اور عشاء کی غیر مؤکدہ، مغرب کی منع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۲۳)

60-بَابُ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کی سنتوں کا بیان

(1130) فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس باب میں حضرت ابن عمر ﷺ کی گزشتہ حدیث کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء، ج ۱ ص ۱۲۸، رقم: ۶۲۷، صحیح مسلم باب بین کل اذانین صلاۃ ج ۲ ص ۲۱۲، رقم: ۱۹۷۷، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب ذکر النوافل التی ھی اتباع الفرائض، ج ۱ ص ۲۰۰، رقم: ۳۰۰، سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ قبل المغرب، ج ۱ ص ۴۹۵، رقم: ۱۲۸۵، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الرکعتین قبل المغرب، ج ۱ ص ۳۶۸، رقم: ۱۱۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر چونکہ مکہ معظمہ میں مسافر ہوتے تھے اس لیے جمعہ کی سنتیں مسجد ہی میں ادا کرتے مگر فرق کے لیے جگہ بدل دیتے تاکہ فرائض و نفل میں جدائی بھی ہو جائے اور مسجد کے چند مقامات گواہ بھی بن جائیں۔ یہ حدیث امام ابو یوسف کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چھ سنت مؤکدہ ہیں مگر وہ فرماتے ہیں کہ پہلے چار پڑھے پھر دو اور یہاں ہے کہ آپ نے پہلے دو پڑھیں پھر چار۔

یعنی سنت جمعہ مکہ معظمہ میں مسجد ہی میں پڑھتے تھے اور مدینہ منورہ میں گھر میں اور بعد جمعہ چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ خیال رہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں بالاتفاق مؤکدہ ہیں اور دو کے مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں پہلے پڑھے دو بعد میں تاکہ فرض اور سنت مؤکدہ میں فاصلہ ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلف رہے ہیں کبھی کسی طرح ادا فرمائیں، کبھی کسی طرح لہذا جائز ہر طرح ہیں صرف بہتر ہونے میں اختلاف ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص ۴۱۳)

(1131) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُم الْجُمُعَةَ، فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھے تو اس کو جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۲ص۱۶، رقم: ۲۰۷۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۳ص۲۳۹، رقم: ۶۱۲۹، سنن الدارمی، باب ما جاء فی الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۱ص۴۴۶، رقم: ۱۵۰۵، السنن النسائی الکبرٰی، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۱ص۵۲۸، رقم: ۱۷۲۳، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۲۸، رقم: ۲۴۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چار سنت مؤکدہ ہیں، امام یوسف کے ہاں چھ، اس طرح کہ فرض جمعہ کے بعد پہلے چار رکعتیں پڑھے پھر دو۔ اس کی بحث پہلے گزر چکی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص ۳۹۰)

(1132) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے بعد نماز نہ پڑھتے حتی کہ آپ اپنے گھر میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۲ص۱۷، رقم: ۲۰۷۷، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الامام ینصرف الی منزلہ فیرکع فیہ، ج۳ص۲۴۰، رقم: ۶۱۵۳، سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنۃ، ج۱ص۴۸۶، رقم: ۱۲۵۴، سنن

النسائی باب الصلاۃ بعد الظہر ج۲ص۱۱۹، رقم: ۸۶۳، مصنف عبد الرزاق باب التطوع قبل الصلاۃ ج۳ص۶۵، رقم: ۴۹۱۰)

شرح حدیث: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

مسئلہ ۱: سنت مؤکدہ یہ ہیں:

(۱) دو رکعت نماز فجر سے پہلے

(۲) چار ظہر کے پہلے، دو بعد

(۳) دو مغرب کے بعد

(۴) دو عشا کے بعد اور

(۵) چار جمعہ سے پہلے، چار بعد یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں اور علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ رکعتیں۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۴۵)

مسئلہ ۲: افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار پڑھے، پھر دو کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(غنیۃ المتملي، فصل في النوافل، ص ۳۸۹) (بہار شریعت صفحہ ۶۶۳ جلد ۴)

61-بَابُ اسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي الْبَيْتِ سَوَاءٌ الرَّاتِبَةُ وَغَيْرُهَا وَالْأَمْرِ بِالتَّحَوُّلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَّوْضِعِ الْفَرِيْضَةِ اَوِ الْفَصْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ

نوافل گھر میں ادا کرنا مستحب ہے وہ مؤکدہ سنتیں ہوں یا غیر مؤکدہ اور فرض کی جگہ سے پھر کر یا درمیان میں گفتگو کے ذریعے وقفہ کرکے نفل پڑھنے کا حکم

(1133) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: صَلُّوا اَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوْتِكُمْ. فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ آدمی کی زیادہ فضیلت والی نماز وہ ہے جو اس نے اپنے گھر میں ادا کی سوائے فرض نماز کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب صلاۃ اللیل ج۱ص۲۶۰، رقم: ۷۳۱، صحیح مسلم باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد ج۲ص۱۸۸، رقم: ۱۸۶۱، السنن الکبرٰی للبیہقی باب من زعم ان صلاۃ التراویح وغیرھا من صلاۃ اللیل ج۲ص۶۹۳، رقم: ۴۶۹۰، سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت ج۲ص۳۱۲، رقم: ۴۵۰، صحیح ابن حبان باب النوافل ج۶ص۲۳۸، رقم: ۲۴۹۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل و بعد کے سنن مؤکدہ میں بھی بربنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل صلٰوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ۔ (صحیح مسلم باب صلٰوۃ النافلۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶)

فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے (ت)

مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے، چند بار ایسا ہو تو فاسق مردود الشہادۃ ہوگا، حدیث میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(سنن الدارقطنی باب الحث لجار المسجد علی الصلٰوۃ فیہ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰)

مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج ۷، ص ۷۳)

(1134) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اجْعَلُوا مِنْ صَلَوٰتِكُمْ فِي بُيُوْتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی نمازوں میں سے کچھ (نفلی) گھروں میں ادا کرو ان کو قبریں نہ بناؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کراهیة الصلاة فی المقابر، ج۱ص۱۰۷، رقم: ۴۳۲، صحیح مسلم، باب استحباب صلاة النافلة فی بیته وجوازها فی المسجد، ج۱ص۱۸۷، رقم: ۱۸۵۱، السنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی النهی عن الصلاة فی المقبرة والحمام، ج۲ص۴۱۷، رقم: ۴۳۲۸، سنن ابوداؤد، باب صلاة الرجل التطوع فی بیته، ج۱ص۴۰۲، رقم: ۱۰۴۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل صلاة التطوع فی البیت، ج۲ص۳۱۲، رقم: ۴۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ فرض مسجد میں پڑھو اور سنت و نفل گھر میں آ کر یا نماز پنجگانہ مسجد میں پڑھو اور نماز تہجد، چاشت وغیرہ گھر میں، تاکہ نماز کا نور گھروں میں رہے اور عورتوں و بچوں کو تمہیں دیکھ کر نماز کا شوق ہو، نیز گھر کی نماز میں ریاء کم ہوتی ہے۔

(ان کو قبریں نہ بناؤ) یعنی قبرستان کی طرح انہیں نماز سے خالی مت رکھو یا گھروں میں مردے دفن نہ کرو۔ خیال

رہے کہ گھر میں دفن ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کو یہ شرف نصیب ہوا۔ دوسروں کو شہر سے باہر قبرستان ہی میں دفن کرنا چاہیئے۔ بعض لوگ اپنی تعمیر شدہ مسجد یا مدرسے میں اپنی قبر کی جگہ رکھتے ہیں اور وہیں دفن کیے جاتے ہیں اور وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتے کیونکہ اس سے وہ جگہ قبرستان نہیں بن جاتی۔ قبورًا میں اسی طرف اشارہ ہے نہ ان کی قبر کھود کر لاش نکالنا جائز کہ بعد دفن میت نکالنا جائز نہیں، الاّ لحق آدمی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۷۳)

(1135) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهٗ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی مسجد میں اپنی نماز پوری کر لے۔ تو اس کو اپنی نماز میں سے ایک حصہ گھر کے لیے بنانا چاہیے۔ کیونکہ اس کی نماز کی وجہ سے اللہ کریم اس کے گھر میں بھلائی دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد، ج۱ص۱۸۷، رقم: ۱۸۵۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری ج۴ص۱۹، رقم: ۱۱۱۲۷ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب من استحب رد النافلۃ الی بیتہ، ج۱ص۲۱۸، رقم: ۶۵۳ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی التطوع فی البیت، ج۲ص۲۲۸، رقم: ۱۳۷۶ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من امر بالصلاۃ فی البیوت، ج۲ص۱۵۵، رقم: ۶۵۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مصنف یہ حدیث تراویح کے باب میں اس لیئے لائے کہ اس حکم میں تراویح بھی داخل ہے لہذا تراویح گھر میں پڑھنا افضل۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ تراویح اس حکم سے خارج ہے۔ صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا کہ تراویح مسجد میں اور جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ زمانہ نبوی میں گھر میں پڑھنا افضل تھا جس کی وجہ پہلے گزر چکی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۳۲)

(1136) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ: اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّائِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ: نَعَمْ، صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ. فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ، قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ، فَصَلَّيْتُ. فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ، فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ. اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ.

حضرت عمر بن عطاء ﷺ کہتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیر نے انہیں حضرت سائب بن اخت نمر کے پاس کسی چیز کے بارے میں پوچھنے بھیجا جو ان سے حضرت معاویہ ﷺ نے نماز میں دیکھی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا: ہاں میں نے ان کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ جب امام نے سلام پھیرا میں نے اسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ جب حضرت معاویہ گھر چلے گئے تو مجھے بلایا اور فرمایا جو تم نے کیا وہ دوبارہ نہ کرنا۔ جب جمعہ کی

...أَنْ لَا نُوصِلَ صَلوٰةً بِصَلوٰةٍ حَتّٰی نَتَکَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ.

رَوَاہُ مُسْلِمٌ

نماز پڑھ لے تو اس کو کسی نماز سے نہ ملائے حتیٰ کہ گفتگو کرے یا نکل جائے۔ کیونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی حکم فرمایا کہ ہم ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ نہ ملائیں جب تک کہ بات نہ کرلیں یا وہاں سے ہٹ نہ جائیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۱ص۴۱۷، رقم: ۸۸۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الامام یحول عن مکانہ اذا اراد ان یتطوع فی المسجد، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۳۰۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یستحب للامام یوم جمعۃ اذا سلم ان یدخل، ج۲ص۴۳، رقم: ۵۰۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(امیر معاویہ نے ان سے نماز میں دیکھی ہو) یعنی نافع ابن جبیر ابن مطعم نے عمرو ابن عطا کو حضرت سائب کے پاس یہ پوچھنے بھیجا کہ کیا تمہاری کوئی نماز یا نماز کا کوئی عمل حضرت معاویہ نے دیکھا ہے اور اس کی تائید یا تردید کی ہے چونکہ امیر معاویہ فقیہ صحابی ہیں اس لیئے ان کی تائید یا تردید حجت شرعیہ ہے۔ خیال رہے کہ عمرو ابن عطا اور جبیر ابن مطعم دونوں تابعی ہیں اور حضرت سائب اور امیر معاویہ دونوں صحابی مگر حضرت معاویہ فقیہ صحابی ہیں۔

(امیر معاویہ کے ساتھ مقصورے میں جمعہ پڑھا) مقصورہ جامع مسجد کا وہ خاص مقام ہے جہاں مکبر یا سلطان اسلام کھڑے ہوکر جماعت سے نماز ادا کریں، چونکہ یہ جگہ ان لوگوں پر مقصور و محدود ہوتی ہے اس لیئے اسے مقصورہ کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ جب سے حضرت عمر فاروق کو نماز میں شہید کیا گیا تب سے بادشاہوں کے لیئے مسجد میں خاص جگہ مقرر کی جانے لگی جہاں صرف وہی کھڑے ہوں آس پاس ان کے خاص آدمی پیچھے حفاظتی پولیس تاکہ نماز میں ان پر کوئی حملہ نہ کرسکے۔

(جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ کھڑا ہوگیا) اور سنت و نفل وہاں ہی ادا کرلیئے جگہ نہ بدلی فرض و سنن میں فاصلہ بھی نہ کیا۔

(کوئی بات کرلو یا ہٹ جاؤ) اس سے معلوم ہوا کہ فرائض و نوافل میں کچھ فاصلہ ضروری ہے جگہ کا فاصلہ ہو یا دعا وظیفہ یا کلام کا، بلکہ بہتر یہ ہے کہ دعا بھی مانگے جگہ بھی قدرے بدل لے بلکہ مقتدی لوگ صفیں بھی توڑ دیں پھر سنتیں ادا کریں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہورہی ہے اسی لیئے بعد نماز جنازہ صفیں توڑ کر بلکہ بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔

(بغیر ہٹے نماز کو نماز سے نہ ملائیں) یعنی نوافل فرائض سے نہ ملاؤ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۳۰۳)

62- بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلٰوةِ الْوِتْرِ وَبَيَانِ أَنَّهٗ سُنَّةٌ مُّؤَكَّدَةٌ وَبَيَانِ وَقْتِهٖ

نمازِ وتر کی ترغیب اس کا سنت مؤکدہ ہونا اور اس کا وقت کیا ہے ان باتوں کا بیان

(1137) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ، وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ، فَأَوْتِرُوْا يَا أَهْلَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وتر فرضوں کی طرح لازم نہیں ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس (نماز وتر) کو مقرر فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے تو اے قرآن والو: وتر ادا کیا کرو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء أن الوتر لیس بحتم ج۲ص۳۱٦ رقم: ۴۵۳، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلة من الصلوات اکثر من خمس، ج۲ص۴٦۸ رقم: ۴٦۲۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الوتر، ج۱ص۳۷۰ رقم: ۱۱٦۹، سنن الدارمی، باب الحث علی الوتر، ج۱ص۳۲۸ رقم: ۱۵۸۰، سنن النسائی، باب الامر بالوتر، ج۱ص۱۷۱، رقم: ۴۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں وتر فرد عدد کو کہتے ہیں جو تقسیم نہ ہوسکے اکیلا ہو، رب تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔ اس کے وتر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ذات وصفات اور افعال میں اکیلا ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کے صفات انعال قابل تقسیم، اسی معنی سے اسے واحد اور احد کہتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ وتر وشفع ہونا عدد کے حالات ہیں اللہ تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔

وتر نماز کو پسند کرتا ہے کہ وتر ہونے میں اسے رب تعالیٰ سے نسبت ہے، لہذا اس پر ثواب دے گا یا اس شخص کو پسند کرتا ہے جو دنیا سے اکیلا ہو کر رب کا ہو رہے جب رب تمہارا ہے تو تم بھی رب کے ہو جاؤ۔ (از مرقات)

(تو اے قرآن والو) یعنی اے قرآن ماننے والو مسلمانو! نماز وتر پڑھا کرو اس پر بہت ثواب ہے یا اے قرآن ماننے والو دنیا سے منقطع ہو کر رب کے ہو رہو۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی بنا پر کہا کہ وتر ایک رکعت ہے کیونکہ یہاں وتر کو اللہ تعالیٰ سے نسبت دی گئی اللہ تو ایک ہے وتر بھی ایک ہونی چاہیے مگر یہ بات بہت کمزور ہے کیونکہ یہاں مناسبت صرف وتر یعنی طاق ہونے میں ہے اور طاق تو تین بھی ہیں ایک ہونے میں نسبت نہیں، ورنہ رب تعالیٰ اجزا سے پاک ہے اور وتر نماز اگرچہ ایک رکعت ہی ہو اجزا والی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص۵۰۴)

(1138) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَمِنْ أَوْسَطِهٖ، وَمِنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رات کے پہلے درمیان والے اور آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ نے وتر ادا کیے اور آخری دور میں آپ کے وتر سحری کے وقت

اٰخِرِہٖ وَانْتَھٰی وِتْرُہٗ اِلَی السَّحَرِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

ہوتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب ساعات الوتر، ج۱ص۳۳۵، رقم: ۹۹۶ صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۱۶۸، رقم: ۱۷۴۰ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من کل اللیل اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۳ص۳۵، رقم: ۵۰۲۰ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الوتر آخر اللیل، ج۱ص۳۷۵، رقم: ۱۱۸۶ سنن النسائی، باب وقت الوتر، ج۱ص۳۳۲، رقم: ۱۶۸۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سحر سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لیئے اور کبھی عشاء پڑھ کر سوئے اور درمیان رات جاگ کر تہجد و وتر پڑھے مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے، مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائے گا اگرچہ آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۹۹)

(1139) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے وقت اپنی نمازوں کے آخر میں وتر ادا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لیجعل آخر صلاتہ وترا، ج۱ص۳۳۵، رقم: ۹۹۸ صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل، ج۱ص۱۶۳، رقم: ۱۷۹۱ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال یجعل آخر صلاتہ وترا، ج۳ص۴۳، رقم: ۵۰۲۳ سنن ابوداؤد، باب فی وقت الوتر، ج۱ص۵۴۰، رقم: ۱۴۳۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۵۷۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح ابھی عرض کی جاچکی ہے کہ یہ حدیث تہجد والوں کے لیئے تہجد کے اعتبار سے ہے اور تہجد نہ پڑھنے والوں کے لیئے عشاء کے اعتبار سے یعنی تہجد والے وتر تہجد سے پہلے نہ پڑھیں اور دوسرے لوگ وتر عشاء سے پہلے نہ پڑھیں لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۹۶)

(1140) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوا رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح سے پہلے وتر ادا کرلیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل، ج۱ص۱۶۳، رقم: ۱۸۰۰ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب وقت الوتر، ج۳ص۳۲۸، رقم: ۴۶۹۱ المستدرک للحاکم، کتاب الوتر، ج۱ص۳۳۳، رقم: ۱۱۲۴ سنن ابن ماجہ، باب من نام عن وتر او نسیہ، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۱۱۸۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر، ج۱ص۳۳۲، رقم: ۴۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح تک ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتی کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمداً وتر بغیر قضاء کیئے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امام اعظم کا قول ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سو جائے وہ صبح کے بعد پڑھ لے اس لیئے امام شافعی بھی قضاء وتر کے قائل ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۹۷)

(1141) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوتَهٗ بِاللَّيْلِ، وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ، اَيْقَظَهَا فَاَوْتَرَتْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز پڑھتے حالانکہ وہ (یعنی میں) آپ کے سامنے لیٹی ہوتی۔ تو جب وتر باقی رہ جاتے تو مجھے بیدار کر دیتے تو میں وتر پڑھ لیتی۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ، قَالَ: قُوْمِيْ فَاَوْتِرِيْ يَا عَائِشَةُ.

ایک اور روایت ہے کہ آپ (ﷺ) فرماتے: اے عائشہ اُٹھ جاؤ اور وتر ادا کرو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۱۶۸، رقم: ۱۷۱۹، سنن ابوداؤد، باب من قال المرأۃ لا تقطع الصلاۃ ج ۱ ص ۲۶۰، رقم: ۷۱۱)

شرح حدیث: مسئلہ: جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے، پھر اگر پچھلے کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے وتر کا اعادہ جائز نہیں۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی طلوع الشمس من مغربہا، ج ۲، ص ۴۴)

مسئلہ: وتر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کا تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا پڑھی ہے، لہٰذا کبھی تبرکاً انہیں پڑھے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۷۸)

اور کبھی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ کی جگہ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ۔

(1142) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح سے پہلے پہلے وتر ادا کیا کرو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی وقت الوتر ج ۲ ص ۵۴ رقم: ۱۴۳۶، سنن ترمذی باب ما جاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر ج ۲ ص ۳۳۱ رقم: ۴۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی باب وقت الوتر ج ۳ ص ۵۳، رقم: ۴۶۴۷، صحیح ابن حبان باب الوتر ج ۲ ص ۶۸، رقم: ۲۴۴۵، صحیح مسلم باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل ج ۲ ص ۱۷۳ رقم: ۱۷۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح تک ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتی کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمداً وتر بغیر قضاء کیئے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امام اعظم کا قول ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سوجائے وہ صبح کے بعد پڑھ لے اس لیئے امام شافعی بھی قضاءِ وتر کے قائل ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۹۷)

(1143) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ اَنْ لَا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ، فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَقُوْمَ اٰخِرَهُ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ، فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ، وَذٰلِكَ اَفْضَلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو خطرہ ہو کہ پچھلی رات نہ بیدار ہوسکے گا۔ تو اس کو شروع رات میں وتر پڑھ لینے چاہئیں۔ اور جس کو امید ہو کہ بیدار ہو جائے گا تو اسے رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنے چاہئیں۔ کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز میں فرشتے حاضر کیے جاتے ہیں اور یہ افضل ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوّلہ، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۱۸۰۲، مسند الشافعی، الباب العشرون فی الوتر، ج۱ص۲۱۱، رقم: ۵۳۹، مصنف ابن ابی شیبۃ، من قال یجعل الرجل آخر صلاتہ باللیل وترا، ج۱ص۸۰، رقم: ۶۸۰۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ امر وجوبی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروق آخر شب میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر تم احتیاط پر عمل کرتے ہو اور اے عمر تم قوت واجتہاد پر۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو آخر شب میں اللہ کی رحمتیں لے کر اترتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ مشہود کے معنی ہیں عظمت کی گواہی دی ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۹۸)

63۔ بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الضُّحٰى وَبَيَانِ اَقَلِّهَا وَاَكْثَرِهَا وَاَوْسَطِهَا، وَالْحَثِّ عَلَى الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا

نماز چاشت کی فضیلت اس میں قلیل وکثیر اور متوسط رکعتوں کا بیان اور اس کی محافظت کی ترغیب کا بیان

(1144) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے

أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَرْقُدَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میرے خلیل ﷺ نے مجھے ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنے اور چاشت کی دو رکعت ادا کرنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ (متفق علیہ)

وَالْإِيْتَارُ قَبْلَ النَّوْمِ إِنَّمَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَا يَثِقُ بِالْاِسْتِيْقَاظِ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَإِنْ وَثِقَ، فَاٰخِرُ اللَّيْلِ أَفْضَلُ.

سونے سے پہلے وتر پڑھنا اس کے لیے مستحب ہے۔ جس کو پچھلی رات جاگنے کا اعتماد نہ ہو۔ اگر مطمئن ہو تو پچھلی رات میں وتر پڑھنا زیادہ افضل ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، ج۲ص۵۸، رقم: ۱۱۷۸، صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلھا رکعتان واکملھا ثمان رکعات، ج۲ص۱۵۸، رقم: ۱۶۷۰، السنن الکبری للبیھقی، باب الاختیار فی وقت الوتر ج۳ص۳۶، رقم: ۵۰۳۶، سنن ابوداؤد، باب فی الوتر قبل النوم، ج۱ص۵۳۷، رقم: ۱۴۳۲، سنن الدارمی، باب صلاۃ الضحی، ج۱ص۴۰۲، رقم: ۱۴۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس لیئے کہ آپ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی حدیثیں یاد کرتے تھے۔ دیر میں سوتے اس لیئے تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا۔ (مرقاۃ واشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لیئے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں ان کے لیئے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ بعض صحابہ کرام خصوصا ابو ہریرہ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۹۸)

(1145) وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کے ہر جوڑ پر صبح کے وقت صدقہ ہے ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ ان تمام کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا کافی ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلھا رکعتان واکملھا ثمان رکعات، ج۱ص۲۵۸،

۲۰۲، مسند امام احمد، مسند ابی ذر، ج ۸ص۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۳، مسند ابوعوانہ، بیان ثواب صلاة الضحی، ج ۲ص۰۰، رقم:
۲۰۰۰، معجم لابن عساکر ص۱۱۰، رقم: ۱۰۲۹، اطراف المسند المعتلی، من اسمہ ابو الاسود الدئلی، ج ۲ص۹۹، رقم: ۸۱۰۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان سب میں صدقہ نفلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے لہذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکریہ ادا کرے گا باقی نعمتیں بہت دور ہیں۔

یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے، اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذکر خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے ان شاءاللہ عمرہ کا ثواب پائے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۵۴۵)

(1146) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اَرْبَعًا، وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چار رکعت ادا کرتے اور جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا اس میں اضافہ کر لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الرکعتین فی المسجد لمن قدم من سفر اول قدومه، ج۱ص۱۵۷، رقم: ۱۱۹۸، سنن النسائی، باب عدد صلاة الضحی فی الحضر، ج۱ص۱۸۰، رقم: ۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشہ رضی الله عنها، ج۹ص۱۲۳، رقم: ۲۴۹۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی آپ نے نماز چار رکعت سے کبھی کم نہ پڑھی، ہاں کبھی زیادہ کر دیتے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ ان رکعتوں میں والشمس، واللیل، والضحی، الم نشرح پڑھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۵۴۴)

(1147) وَعَنْ اُمِّ هَانِيءٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّهٗ يَغْتَسِلُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ، صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، وَذٰلِكَ ضُحًى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا مُخْتَصَرُ لَفْظِ اِحْدٰى رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ.

حضرت اُم ہانی فاختہ بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے آٹھ رکعت نماز ادا کی یہ چاشت کا وقت تھا۔ (متفق علیہ) یہ مختصر الفاظ روایات مسلم میں سے ایک روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاة الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج۱ص۵۰، رقم: ۷۰۱، السنن الصغری، باب صلاة الضحی، ج۱ص۲۶۶، رقم: ۸۲۶، موطاء امام مالک، باب الصلاة فی الثوب الواحد، ج۱ص۲۵۱،

رقم:۱۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث نماز چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ خیال رہے کہ ام ہانی کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب ہے، علی مرتضی کی حقیقی بہن ہیں، آپ مجبوراً مکہ معظمہ سے ہجرت نہ کر سکی تھیں۔

یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ہلکی، رکوع سجدے تو ویسے ہی دراز تھے مگر قیام اور قعدہ ہلکا تھا لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام وقعدہ پورا نہ کیا۔

(یہ چاشت کا وقت تھا) یعنی یہ نماز شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی تھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴۳)

64- بَابُ تَجْوِيزِ صَلوٰةِ الضُّحٰى مِنَ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ اِلٰى زَوَالِهَا وَالْاَفْضَلُ اَنْ تُصَلّٰى عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّ وَارْتِفَاعِ الضُّحٰى

چاشت کی نماز سورج کے بلند ہونے سے زوال تک جائز ہے تاہم گرمی کی شدت اور چاشت کے بلند ہونے کے وقت پڑھنا زیادہ افضل ہے

(1148) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ رَاٰى قَوْمًا يُّصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى، فَقَالَ: اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلوٰةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلوٰةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا خبردار ان لوگوں کو علم ہے کہ اس گھڑی کے سوا (کسی اور وقت) میں یہ نماز زیادہ فضیلت کی حامل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہے جب اونٹوں کے بچے (کے پاؤں) گرمی کی شدت سے جلنے لگیں۔ (مسلم)

تَرْمَضُ بِفَتْحِ التَّاءِ وَالْمِيْمِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، يَعْنِيْ: شِدَّةَ الْحَرِّ وَالْفِصَالُ جَمْعُ فَصِيْلٍ وَهُوَ: الصَّغِيْرُ مِنَ الْاِبِلِ

تَرْمَضُ: تا اور میم پر زبر اور ضاد معجمہ کے ساتھ سخت گرمی کو کہتے ہیں۔ اَلْفِصَالُ: فصیل کی جمع ہے اونٹ کے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاۃ الاوابین حین ترمض الفصال، ج۲ص۱۷۱، رقم ۱۰۸۰، السنن الکبری باب من استحب تاخیرھا حتی ترمض الفصال، ج۳ص۴۹، رقم: ۵۱۰۵، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۸۰، رقم: ۲۵۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، ج۷ص۳۶۷، رقم: ۱۹۲۸۹، مسند البزار، مسند زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ج۲ص۱۲۲، رقم: ۴۳۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اشراق سے متصل چہارم دن گزرنے سے پہلے جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ چاشت کا وقت بھی طلوع آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ چہارم دن گزرنے پر پڑھے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ زید ابن ارقم نے افضل فرمایا، یہ نہ کہا کہ یہ نماز وقت سے پہلے پڑھ رہے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں گھڑی نہ تھی اس لیے اوقات کا ذکر علامت سے ہوتا تھا آپ نے دوپہر کو اسی علامت سے بیان فرمایا کہ اونٹ کے بچے اون کی وجہ سے جب گرم ہو جائیں یعنی خوب دن چڑھ جائے وقت گرم ہو جائے، چونکہ اس وقت دل آرام کرنا چاہتا ہے اس لیے اسوقت نماز بہتر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴۶)

65-بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلٰوةِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوْسِ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ اَيِّ وَقْتٍ دَخَلَ وَسَوَآءٌ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ اَوْ صَلٰوةِ فَرِيْضَةٍ اَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ اَوْ غَيْرِهَا

تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز کی ترغیب اور دو رکعت نفل پڑھنے سے پہلے مسجد میں بیٹھنے کی کراہت چاہے کسی بھی وقت مسجد میں داخل ہو چاہے یہ دو رکعت تحیۃ المسجد یا فرض نماز یا سنت مؤکدہ یا کوئی اور نماز پڑھے

(1149) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعت پڑھنے سے قبل نہ بیٹھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی ج ۱ ص ۵۱ رقم: ۱۱۶۳ صحیح مسلم باب استحباب تحیۃ لمسجد برکعتین و کراھۃ الجلوس قبل صلاتھما ج ۲ ص ۱۵۵ رقم: ۱۶۸۷ السنن الکبرٰی للبیھقی باب من دخل المسجد لا یجلس حتی یرکع رکعتین ج ۳ ص ۱۹۳ رقم: ۵۹۰۴ مسند امام احمد بن حنبل حدیث أبی قتادۃ الانصاری ج ۸ ص ۴۱۱ رقم: ۲۲۶۰۶ مصنف عبدالرزاق باب الرکوع اذا دخل المسجد ج ۱ ص ۴۲۸ رقم: ۱۶۷۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ نفل "تحیۃ المسجد" ہیں جو مسجد میں داخلے کے وقت پڑھے جاتے ہیں جب کہ وقت کراہت نہ ہو، لہذا فجر اور مغرب کے سوا، باقی نمازوں میں یہ نفل پڑھنا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہ حکم عام مسجدوں کے لیے ہے، مسجد حرام کے لیے بجائے ان نوافل کے طواف بہتر ہے اور یہ حکم غیر خطیب کے لئے ہے، خطیب جمعہ کے دن مسجد میں آتے ہی خطبہ پڑھے گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۶۴)

(1150) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول

اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد میں تھے۔ آپ نے فرمایا: دو رکعت پڑھ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ اذا قدم من سفر، ج۱ص۱۹۶ رقم: ۴۴۳، صحیح مسلم، باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین و کراھۃ الجلوس قبل صلاتھما، ج۲ص۱۵۵ رقم: ۱۶۸۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی ھبۃ المشاع ج۶ص۱۷۱ رقم: ۱۲۲۰۸، مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبداللہ، ص۳۳۱ رقم: ۱۰۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسجد سے مراد یا حضرت جابر کے محلے کی مسجد ہے یا مسجد نبوی شریف دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے مسجد اللہ کا گھر ہے وہاں حاضر ہونا گویا رب تعالیٰ سے ملاقات کرنا ہے اس کا استحباب حدیث فعلی سے بھی ثابت ہے اور حدیث قولی سے بھی۔ (مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۸۰۱)

66- بَابُ اسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے

(1151) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ: يَا بِلَالُ، حَدِّثْنِي بِاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْاِسْلَامِ، فَاِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِي مِنْ اَنِّي لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِي اَنْ اُصَلِّيَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو فرمایا۔ اے بلال مجھے اسلام میں اپنے سب سے زیادہ قبولیت والے عمل کی خبر دو کیونکہ میں نے تمہارے جوتوں کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی ہے۔ عرض کیا: میں نے اس سے زیادہ امید والا عمل کوئی نہ کیا کہ میں نے رات یا دن کی جس بھی گھڑی میں وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو سے نماز ادا کرتا ہوں جو میرے لیے لکھی گئی۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اَلدَّفُّ بِالْفَاءِ: صَوْتُ النَّعْلِ وَحَرَكَتُهُ عَلَى الْاَرْضِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اَلدَّفُّ: فا کے ساتھ جوتے کی آواز اور اس کی حرکت جو زمین پر چلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الطھور باللیل والنھار وفضل الصلاۃ بعد الوضوء ج۱ص۵۳ رقم: ۱۱۴۹، صحیح مسلم، باب من فضائل بلال رضی اللہ عنہ، ج۷ص۱۳۶ رقم: ۶۴۷۸، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل صلاۃ التطوع فی عقب کل وضوء یتوضأہ المحدث، ج۲ص۲۱۳ رقم: ۱۲۰۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج۳ص۳۳۲ رقم: ۸۳۹۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شب خواب میں معراج ہوئی تب اس کے سویرے کو حضرت بلال سے یہ سوال فرمایا کیونکہ جسمانی معراج کے سویرے تو فجر جماعت سے پڑھی نہ تھی یا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا مگر یہ سوال کسی اور دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا، یہ ہی معنی زیادہ ظاہر ہیں۔
حضرت بلال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جنت میں جانا ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کون سا کام کیا جس سے تم کو میری یہ خدمت میسر ہوئی۔ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں گئے نہ آپ کو معراج ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا کہ تمام خلق سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے اس طرح کہ حضرت بلال خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالٰی نے حور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام پر خبردار کیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی اور کون کس درجہ کا جنتی دوزخی ہے، یہ علوم خمسہ میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان و آنکھ لاکھوں برس بعد ہونے والے واقعات کو سن لیتے ہیں، دیکھ لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اس تاریخ سے کئی لاکھ سال بعد ہوگا مگر قربان ان کانوں کے آج ہی سن رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ انسان جس حال میں زندگی گزارے گا اسی حال میں وہاں ہوگا۔ حضرت بلال نے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری وہاں بھی خادم ہوکر ہی اٹھے۔ اللہ تعالٰی حضرت بلال کے صدقے مجھے نصیب کرے کہ وہاں بھی اپنے پیارے محبوب کے گن گاؤں، ان کی نعتیں لکھوں اور پڑھوں۔ شعر

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لیے

(تو میں اس دضو سے نماز ادا کرتا ہوں) یعنی دن رات میں جب بھی میں نے وضو یا غسل کیا تو دو نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیے مگر یہاں اوقات غیر مکروہ میں پڑھنا مراد ہے تاکہ یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال سے یہ پوچھنا اسی لیے تھا تاکہ آپ یہ جواب دیں اور امت اس پر عمل کرے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر شخص کے ہر چھپے کھلے عمل سے واقف ہیں، نیز یہ درجہ صرف حضرت بلال کو ان نوافل کا ہے۔ ہزارہا آدمی یہ نوافل پڑھیں گے یا پابندی کریں گے مگر انہیں یہ خدمت نصیب نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۵۵۴)

67-بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَوُجُوْبِهَا وَالْاِغْتِسَالِ لَهَا وَالطِّيْبِ وَالتَّبْكِيْرِ اِلَيْهَا

جمعہ کے دن کی فضیلت اور اس کی فرضیت اس کے لیے غسل کرنا خوشبو لگانا جاتے

وَالدُّعَاءِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَالصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْہِ بَیَانِ سَاعَۃِ الْاِجَابَۃِ وَاسْتِحْبَابِ اِکْثَارِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی بَعْدَ الْجُمُعَۃِ

ہوئے راستے میں تکبیر پڑھنا جمعہ کے روز دعا مانگنا اور رسول اللہ پر درود پڑھنا اس میں قبولیت کی وہ گھڑی اور نماز جمعہ کے بعد کثرت سے ذکر کرنا مستحب ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْكُرُوا اللّٰہَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) (الجمعة: 10)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

(1152) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ: فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ، وَفِیْہِ اُدْخِلَ الْجَنَّۃَ، وَفِیْہِ اُخْرِجَ مِنْھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن اس سے نکالے گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل یوم الجمعة، ج۲ص۹، رقم: ۲۰۱۲، السنن الکبرٰی للبیهقی باب الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۳ص۲۵۱، رقم: ۶۲۱۶، سنن النسائی الکبرٰی، باب کفارة من ترك الجمعة من غیر عذر ج۱ص۵۱۱ رقم: ۱۶۶۲، صحیح ابن حبان باب صلاۃ الجمعة، ج۷ص۷ رقم: ۲۷۷۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه ج۲ص۴۱۸ رقم: ۹۳۹۹)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں طور کی طرف گیا تو کعب احبار سے ملا، ان کے پاس بیٹھ انہوں نے مجھے تورات کی باتیں سنائیں اور میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جو حدیثیں میں نے انہیں سنائیں ان میں یہ بھی تھا کہ میں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین وہ دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں اتارے گئے، اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی میں وفات پائی، اسی میں قیامت قائم ہوگی ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن صبح سے آفتاب نکلنے تک قیامت کا ڈر تے ہوئے منتظر نہ ہو جن وانس کے سواء اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مسلمان نماز پڑھتے ہوئے نہیں پاتا کہ اللہ سے کچھ مانگے مگر رب اسے دیتا ہے کعب بولے کہ یہ ہر سال میں ایک بار ہے میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے تو کعب نے توریت پڑھی تو بولے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن سلام سے ملا تو میں نے انہیں کعب کے پاس بیٹھنے اور جو کچھ میں نے ان سے جمعہ کے بارے میں گفتگو کی سنائی میں نے کہا کہ کعب بولے یہ ہر سال میں ایک دن ہے تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ کعب نے غلط کہا تب میں نے ان سے کہا پھر کعب نے توریت پڑھی تو فرمایا بلکہ وہ ہر جمعہ میں ہے تب عبداللہ ابن سلام بولے کہ کعب نے سچ کہا پھر عبداللہ ابن سلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی ساعت ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ مجھے بتا دیجئے اور بخل نہ کیجئے عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں میں بولا کہ وہ جمعہ کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے عبداللہ ابن سلام بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی جگہ نماز کے انتظار میں بیٹھے تو وہ نماز پڑھنے تک نماز ہی میں ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں فرمایا وہ یہی ہے۔(مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور احمد نے صدق کعب تک روایت کی۔

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں طور کی طرف گیا) ظاہر یہ ہے کہ طور سے مراد وہ مشہور طور پہاڑ ہی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے۔

(تو کعب احبار) آپ کا نام کعب ابن مانع، کنیت ابو اسحاق، قبیلہ حمیر سے ہیں، یہود کے بڑے مشہور عالم تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے، عہد فاروقی میں ایمان لائے اور خلافت عثمانی ۳۲ھ مقام حمص میں وفات پائی لہذا آپ تابعین میں سے ہیں۔

(میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں) صحابہ کرام مؤمنین علمائے بنی اسرائیل سے توریت شریف کی وہ آیات سنا کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں تاکہ ان سے ایمان تازہ اور دل روشن ہو۔ جن احادیث میں توریت پڑھنے سے حضرت عمر کو منع فرمایا گیا وہ توریت کی وہ ایات مراد ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں یا اس سے ہدایت لینے کے لیئے پڑھنا مراد ہے، اب ہدایت صرف قرآن وحدیث میں ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

(اسی میں قیامت قائم ہوگی) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عاشورہ کے دن ہوگی مگر اس کا سنہ بتانے کی اجازت نہ تھی۔

(قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر نہ ہو) یعنی جمعہ کے دن ہر جانور منتظر ہوتا ہے کہ شاید آج قیامت ہو، جب بخیریت سورج نکل آتا ہی تب سمجھتا ہے کہ آج قیامت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو بھی یہ معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کو آوے گی اور انہیں ہمارے دنوں کی بہت خبر رہتی ہے کہ آج فلاں دن ہے۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بگڑی ہوئی توریت میں بھی جمعہ کے فضائل اور

اس میں قبولیت کی ساعت کا ذکر تھا مگر حضرت کعب کی یاد نے غلطی کی کہ وہ سمجھے توریت میں یہ ہے کہ سال کے ایک جمعہ میں قبولیت کی ساعت ہوتی ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں کی خبر دی تو جو توریت کے چوٹی کے عالم پر چھپی رہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بتادیں۔

(کعب نے غلط کہا) یہاں کذب بمعنی جھوٹ نہیں بلکہ بمعنی بھول جانا یا غلطی کرنا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ایک عالم کے غلط فتوے کو دوسرا عالم درست کر کے سائل کو بتا سکتا ہے کہ وہ غلط تھا۔

(کعب نے سچ کہا) سبحان اللہ! یہ حضرات بالکل بے نفس تھے انہیں کسی کی ذات سے عناد نہ تھا اصل مسئلے سے بحث تھی۔امام بخاری نے بخاری شریف میں جو امام ابوحنیفہ پر سخت لہجہ میں اعتراضات کیئے ہیں انہیں بھی امام اعظم سے عناد نہ تھا وہ سمجھے کہ یہ مسائل غلط ہیں اور حدیث کے خلاف ہیں اسی لئے اس طرح اعتراضات کر گئے،ان کا ماخذ یہ حدیث ہے لہذا اب ہم امام بخاری کو برا نہیں کہہ سکتے۔

(اور بخل نہ کیجئے) تَضَنَّ ضَنٌّ سے بنا،بمعنی بخل،رب تعالٰی فرماتا ہے:"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ"۔خیال رہے کہ مال کے بخل سے علم کا بخل زیادہ برا کیونکہ علم خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں،ہاں یہ ضروری ہے کہ نااہل سے علم کے اسرار چھپاؤ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوجائے گا۔

(جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے) غالب یہ ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ فرمایا؛ ذرا اور ہوسکتا ہے کہ توریت میں دیکھ کر یا اپنے بزرگوں سے سن کر فرمایا ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ آپ کو اسلام لانے کے بعد توریت پر اعتماد نہ رہا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایسا جرم کرسکتے تھے۔

(مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے) یعنی اس وقت نماز مکروہ ہے کہ نہ فرض جائز نہ نفل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ اسے نماز پڑھتا ہوا پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز کا ہے،لہذا آپ کا قول اس حدیث کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔

(میں نے کہا ہاں فرمایا وہ یہی ہے) یعنی تمہاری حدیث میں نماز سے حقیقی نماز مراد نہیں بلکہ حکمی نماز مراد ہے،چونکہ اس وقت مغرب قریب ہوتی ہے،لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھتے ہیں تو نماز ہی میں ہوتے ہیں،اب اگر دعا مانگ لیں تو نماز میں بھی ہیں اور دعا بھی مانگ رہے ہیں۔خیال رہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ یہ ساعت مغرب کے قریب ہوتی ہے۔بہتر یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان بھی دعا مانگ لے اور خطبہ اور نماز کے درمیان بھی اور اس وقت بھی۔ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس ساعت کے بارے میں چالیس قول ہیں۔(مرأۃ المناجیح،ج ۲ص ۵۸۹)

(1153) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آیا پس کان

اِلَى الْجُمُعَةِ، فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ، غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

لگا کر سنا اور خاموش رہا تو اس سے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ کے درمیان جو غلطیاں سرزد ہوئیں معاف کردی جاتی ہیں اور تین دن زیادہ کے بھی معاف ہوتے ہیں اور جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے فضول کام کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل من استمع وانصت فی الخطبۃ، ج ۲ص ۸، رقم: ۲۰۲۵ سنن ابو داؤد، باب فضل الجمعة، ج ۱ص ۴۰۶ رقم: ۱۰۵۲ المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم، کتاب الصلاۃ، ج ۲ص ۴۲۸، رقم: ۱۹۳۳ تلخیص الحبیر للعسقلانی، کتاب الجمعه، ج ۲ص ۶۷، تحت رقم: ۶۵۵ تحفة الاشراف للمزی، من اسمه ابو معاویة الضریر، ج ۹ص ۳۴۷، رقم: ۱۲۵۰۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جس نے اچھی طرح وضو کیا) اس طرح کہ وضو کے فرائض، سنتیں، مستحبات سب ادا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں، سنت ہے۔ جو صرف وضو ہی کرے وہ گنہگار نہیں۔ امام مالک کے ہاں یہ غسل واجب ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

(پس کان لگا کر سنا اور خاموش رہا تو) اس طرح کہ اگر دور ہو تو صرف خاموش رہے اور اگر امام سے قریب ہو کہ خطبہ کی آواز آرہی ہو تو کان لگا کر سنے۔

(جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے فضول کام کیا) یعنی خطبہ کے وقت صرف زبان سے خاموشی کافی نہیں بلکہ سکون واطمینان سے بیٹھنا بھی ضروری ہے، کنکر پتھروں سے کھیلنا بھی ممنوع ہے۔ اسی لیئے علماء فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت دامن یا پنکھے سے ہوا کرنا بھی منع ہے اگرچہ گرمی ہو، اس وقت ہمہ تن خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۶۱۱)

(1154) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَّا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کو مٹانے والے ہیں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہ سے بچے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة مکفرات، ج ۱ص ۱۴۴، رقم: ۵۷۰ التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمه عمر بن اسحاق، ج ۶ص ۵۲، رقم: ۱۹۵۶ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الایمان، ج ۱ص ۴۱، رقم: ۵۵، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلة من الصلوات اکثر من خمس، ج ۲ص ۴۶۶، رقم: ۴۶۲۲

سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصلوات الخمس، ج۱ص۱۱۸، رقم: ۲۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے، اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ ہے، اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہ ہوتے۔

خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں، چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں۔ لہٰذا احادیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کے لیے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۲۹)

(1155) وَعَنْهُ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ عَلَى أَعْوَادِ مِنْبَرِهِ: لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللهُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر کی لکڑیوں پر فرماتے ہوئے سنا۔ ضرور کچھ لوگ اپنے جمعوں کو چھوڑنے سے رک جائیں گے یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا۔ پھر وہ بندہ ضرور غافلوں میں سے شمار ہو گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ، ج۲ص۱۰، رقم: ۲۰۳۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التشدید علی من تخلف عن الجمعۃ ممن وجبت علیہ، ج۳ص۱۷۱، رقم: ۵۵۸۱، سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعۃ، ج۱ص۶۱۰، رقم: ۷۹۴، سنن الدارمی، باب فیمن یترک الجمعۃ من غیر عذر، ج۱ص۴۴۴، رقم: ۱۵۷۰، مسند ابی یعلی مسند عبداللہ بن عمر، ج۱۰ص۱۳۳، رقم: ۵۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو سستی سے جمعہ ادا نہ کرے اس کے دل پر غفلت کی مہر لگ جائے گی جس کی وجہ سے ان کے دل گناہ پر دلیر ہوں گے اور نیکیوں میں سست۔ خیال رہے کہ یہاں روئے سخن یا تو ان منافقوں کی طرف ہے جو جمعہ میں حاضر نہ ہوتے تھے یا آیندہ آنے والے مسلمانوں کی طرف ہے ورنہ کوئی صحابی تارک جمعہ نہ تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۶۰۰)

(1156) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا جَاءَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو

أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اسے غسل کر لینا چاہیے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۳۰۲ رقم: ۸۷۷، صحیح مسلم، باب الجمعة، ج۱ص۱۰ رقم: ۱۱۸۸، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الدلالة علی ان الغسل للجمعة سنة اختیار، ج۱ص۲۹۳ رقم: ۱۳۵۶، سنن ابوداؤد، باب فی الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۱۳۲ رقم: ۳۴۰، سنن الدارمی، باب الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۴۳۲ رقم: ۱۵۳۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امام اعظم اور جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم وجوب کا نہیں بلکہ سنت کا ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ امام مالک اور احمد کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے ان کے ہاں غسل نماز جمعہ واجب ہے، مگر امام اعظم کا قول قوی ہے، جیسا کہ آئندہ صحیح روایت میں آرہا ہے کہ جمعہ کے غسل کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے۔ خیال رہے کہ غسل نماز جمعہ کے لیے سنت ہے، لہذا جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لئے یہ غسل سنت بھی نہیں جیسا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا، بعض علماء نے اَحَدُ کو نصب اور جمعہ کو ضمہ پڑھا ہے اور حدیث کے معنی یہ کیے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس جمعہ کا دن آئے غسل کرے، ان کے نزدیک غسل جمعہ مطلقًا سنت ہے، نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو، لہذا چاہیے یہ کہ جمعہ کا غسل صبح کے بعد کیا جائے رات میں کر لینے سے یہ سنت ادا نہ ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۰۳)

(1157) وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ (متفق علیہ)

اَلْمُرَادُ بِالْمُحْتَلِمِ: الْبَالِغُ. وَالْمُرَادُ بِالْوَاجِبِ: وُجُوْبُ اخْتِيَارٍ، كَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ: حَقُّكَ وَاجِبٌ عَلَيَّ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

اور مُحْتَلِمِ سے مراد بالغ ہے اور واجب سے وجوب اختیاری ہے جیسے کوئی اپنے ساتھی سے کہے تمہارا حق مجھ پر واجب ہے۔ واللہ اعلم!

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۳۰۲ رقم: ۸۷۹، صحیح مسلم، باب وجوب الغسل الجمعة علی کل بالغ من الرجال، ج۱ص۳ رقم: ۱۹۹۳، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الغسل للجمعة، ج۱ص۲۹۳ رقم: ۱۳۵۳، سنن ابوداؤد، باب فی الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۱۳۲ رقم: ۳۴۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۳۴۶ رقم: ۱۰۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر واجب بمعنی ثابت ہو تو حدیث محکم ہے منسوخ نہیں اور اگر بمعنی ضروری ہے تو منسوخ ہے، جیسے کہ آئندہ آرہا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ جمعہ کے دن کی وجہ سے ہے، نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو۔ بہت سے علماء کا یہ بھی قول ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۰۴)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ جمعہ کے دن آپ غسل واجب جانتے ہیں؟ فرمایا نہ، ہاں یہ زیادہ طہارت ہے اور جو نہائے اس کے لیے بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، الحدیث: ۳۵۳، ج ۱، ص ۱۶۰)

(1158) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو بھی ٹھیک ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل زیادہ فضیلت والا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، ج ۱ ص ۱۳۹ رقم: ۳۵۴ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الوضوء یوم الجمعۃ، ج ۱ ص ۳۶۹ رقم: ۴۹۷ المنتقی لابن الجارود، باب الجمعۃ، ص ۸۱ رقم: ۲۸۵ مسند امام احمد بن حنبل ومن حدیث سمرۃ بن جندب، ج ۷ ص ۱۶ رقم: ۲۰۱۸۹ مسند البزار، مسند سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۱۵۲ رقم: ۴۵۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ غسل جمعہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے۔ اس کی تائید مسلم شریف کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا حضور نے جو جمعہ کے دن غسل کر کے نماز کے لئے آئے، مجھ سے قریب بیٹھے، خاموشی سے خطبہ سنے تو اس کے دس دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۰۶)

(1159) وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور حتی الامکان پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور تیل لگاتا ہے یا گھر کی خوشبو میں سے لگاتا ہے۔ پھر (نماز کے لیے) نکلتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا پھر جو اس کے لیے تقدیر میں لکھا ہے وہ پڑھتا ہے۔ پھر امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدھن للجمعۃ، ج ۱ ص ۳۰۶ رقم: ۸۸۳ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب السنۃ فی التنظیف یوم الجمعۃ، ج ۳ ص ۲۴۲ رقم: ۶۱۶۸ مسند امام احمد، حدیث رفاعۃ بن شداد، ج ۹ ص ۲۳۸ رقم: ۲۳۶۶۱ مسند ابن ابی

شہبہ-حدیث سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ-ص۲۶۶-رقم: ۲۳۸۷ المعجم الکبیر للطبرانی-من اسمہ سہیل بن حنظلۃ-ج۶-ص۲۶۱-رقم:۶۰۸۹

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا کیونکہ نماز جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے مَنْ اَتَى الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اس لیئے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے، مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں۔ (مرقاۃ)

(گھر کی خوشبو میں سے لگاتا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصًا جمعہ کو ملنا سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔

(دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا) اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں۔

(پھر جو اس کے لیے تقدیر میں لکھا ہے وہ پڑھتا ہے) تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت جمعہ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ غرضکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔

(امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔

(دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں) دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گزشتہ، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداؤد کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۶۰۹)

(1160) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْاُوْلٰى فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کیا پھر پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے آیا تو اس نے گویا اونٹ کی قربانی کی، دو دوسری گھڑی میں آیا تو اس نے گویا گائے کی قربانی کی اور جو تیسری گھڑی

السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ. فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ. وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ. فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً. وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ. فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً. فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ، حَضَرَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: غُسْلَ الْجَنَابَةِ أَيْ غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِي الصِّفَةِ.

میں جمعہ کے لیے آیا تو اس نے گویا سینگوں والا مینڈھا قربانی کیا۔ اور جو چوتھی گھڑی میں آیا تو اس نے گویا مرغی بطور تقرب دی اور جو پانچویں گھڑی میں آیا تو گویا اس نے انڈا قرب کے لیے دیا۔ پس جب امام آجائے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔ (متفق علیہ) غسل جنابہ اس کا مطلب ہے ایسا غسل جو غسل جنابت کی طرح اطمینان اور صفائی سے کیا جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الجمعة، ج۱ص۳، رقم: ۸۸۱، السنن الكبرى للبيهقي، باب السنة في التنظيف يوم الجمعة، ج۳ص۳۲۲، رقم: ۶۱۹۹، سنن ابوداؤد، باب في الغسل يوم الجمعة، ج۱ص۱۳۷، رقم: ۳۵۱، سنن ترمذي، باب ما جاء في التكبير الى الجمعة، ج۲ص۳۷، رقم: ۴۹۹، صحيح مسلم، باب الطيب والسواك يوم الجمعة، ج۲ص۳، رقم: ۲۰۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے، اعمال لکھنے والے نہیں، بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی طلوع فجر سے کھڑے ہوتے ہیں، بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے، مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر اولاً سو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اول ہیں۔

(پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے آیا) یعنی جو سورج ڈھلتے ہی وقت جمعہ داخل ہوتے ہی مسجد میں آجائے اسے مکہ معظمہ اونٹ، گائے کہ ہدی بھیجنے والے کا ثواب ہے۔

(تو گویا اس نے انڈا قرب کے لیے دیا) اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ حج صرف امیروں پر فرض ہے اسی لیئے ان کی ہدی صرف اونٹ، گائے کی ہوگی مگر جمعہ غریبوں پر بھی فرض ہے اسی لیئے ان کی یہ ہدی مرغی کے انڈے کی بھی قبول ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہدی تو صرف اونٹ، گائے، بکری کی ہوتی ہے یہاں مرغی، انڈے کا ذکر کیوں ہوا۔ خیال رہے کہ ہدی قربانی کا وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ ذبحہ کے لیئے بھیجا جائے گا کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے۔

(پس جب امام آجائے) یعنی جب امام خطبہ کے لیئے منبر پر آتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفتر لپیٹ کر انتہائی توں کے ساتھ خطبہ سننے لگتے ہیں، اب جو اس وقت آئے گا نہ اس کا نام ان کے دفتر میں لکھا جائے گا نہ اسے جلد آنے کا ثواب ملے گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۱۲)

(1161) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: فِيْهَا سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ يَسْاَلُ اللّٰهَ شَيْئًا، اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَاَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پھر فرمایا اس میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو اس طرح پالے کہ اس وقت کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ سے کچھ مانگتا ہو تو اللہ کریم اس کو ضرور عطا فرما دیتا ہے اور آپ ہاتھ کے اشارے سے گھڑی کا تھوڑا ہونا بیان کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۱ص۱۳، رقم: ۹۳۵ صحیح مسلم، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۲ص۵، رقم: ۲۰۰۶ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۳ص۲۴۹، رقم: ۶۲۱۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة، ج۲ص۳۶۲، رقم: ۴۹۱ سنن الدارمی، باب الساعة التی تذکر فی الجمعة، ج۱ص۴۴۳، رقم: ۱۵۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وہ ساعت قبولیت دعا کی ہے، رات میں روزانہ وہ ساعت آتی ہے مگر دنوں میں صرف جمعہ کے دن۔ یقیناً نہیں معلوم کہ وہ ساعت کب ہے۔ غالب یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان یا مغرب سے کچھ پہلے۔

یعنی اس ساعت میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی۔ نمازی متقی کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ فساق و فجار کی جو جمعہ تک نہ پڑھیں صرف دعاؤں پر ہی زور دیں۔ یُصَلِّی میں اسی جانب اشارہ ہے ورنہ نماز کی حالت میں دعا کیسے مانگی جائے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۵۸۷)

(1162) وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ شَاْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا کیا تو نے اپنے باپ کو جمعہ کی خاص گھڑی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا آپ نے فرمایا کہ یہ گھڑی امام کے بیٹھنے سے نماز مکمل ہونے کے درمیان ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۲ص۶، رقم: ۲۰۱۲ سنن ابوداؤد، باب الاجابة آیة

ساعۃ ھی فی یوم الجمعۃ، ج ا ص ۳۰۶، رقم: ۱۰۵۱، شعب الایمان، باب فضل الجمعۃ، ج ۳ ص ۹۳، رقم: ۳۰۰۰)

شرح حدیث: جمعہ کی خاص گھڑی

اس ساعت کی تعیین میں علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک کا وقت ہے ان کی دلیل میرے علم میں نہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس ساعت سے مراد امام کے خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھنے سے نماز جمعہ پڑھ لینے تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل مسلم شریف کی حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ساعت سے مراد امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ ختم ہونے تک کا وقت ہے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔ ان کی دلیل ابن ماجہ میں حضرتِ سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم قرآن مجید میں جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت کا تذکرہ پاتے ہیں جس میں کوئی مومن بندہ اس گھڑی میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ عزوجل سے کسی شے کا سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ شے ضرور عطا فرمائے گا۔ تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یا ساعت کا کچھ حصہ (یعنی تمہاری مراد ساعت کا کچھ حصہ تو نہیں؟) تو میں نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، یہی میری مراد ہے۔ پھر میں نے عرض کیا، یہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا، دن کی آخری ساعت۔ میں نے عرض کیا، یہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ فرمایا، کیوں نہیں بندہ جب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

اور ان کی دوسری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، جمعہ کے دن میں بارہ گھنٹے ہیں ان میں جو بندہ اللہ عزوجل سے کچھ مانگے تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز ضرور عطا فرمائے گا، لہٰذا! جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری گھڑی میں اسے تلاش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب (بخاری شریف، کتاب الجمعہ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ، رقم ۹۳۵، ج ۱، ص ۳۲۱)

جمعہ دنوں کا سردار

حضرتِ سیدنا ابولُبابہ بن عَبْدُ الْمُنْذِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا بے شک جمعہ دنوں کا سردار اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دیگر ایام سے زیادہ مرتبے والا اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔ اس میں پانچ خصلتیں ہیں، (۱) اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو اسی دن پیدا فرمایا اور (۲) اسی دن اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا اور (۳) اسی دن میں اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا آدم علیہ السلام کو وفات عطا فرمائی، (۴) اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں بندہ اللہ عزوجل سے جو کچھ مانگے گا اللہ عزوجل اسے عطا فرمائے گا جب تک وہ حرام شے طلب نہ کرے، (۵) اسی میں قیامت قائم ہوگی اور کوئی مقرب فرشتہ یا آسمان یا زمین یا ہوا یا پہاڑ یا سمندر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن

سے نہ ڈرتا ہو۔ (ابن ماجہ، کتاب الاقامۃ الصلاۃ، رقم ۱۰۸۴، ج۲، ص۸)

(1163) وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے فضیلت والے دونوں میں جمعہ کا دن ہے اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ یقینا تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، ج۱ص۳۷۹، رقم: ۸۸۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اوس بن اوس الثقفی، ج۶، ص۳۸۹، رقم: ۱۰۰۰۵، المستدرک للحاکم، کتاب الجمعۃ، ج۱ص۴۱۳، رقم: ۱۰۲۹، سنن ابن ماجہ، باب فی فضل الجمعۃ، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۰۶۵، سنن الدارمی، باب فی فضل الجمعۃ، ج۱ص۴۴۵، رقم: ۱۵۷۲)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بے ہوشی ہے لہذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں لوگ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے آپ تو رمیم ہوچکے ہوں گے (یعنی گلی ہڈی) فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کردیئے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی۔ بیہقی، دعوات کبیر)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

(لہذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی اہم واقعہ کبھی ہوجائے وہ دن اور تاریخ تاقیامت اہم بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عبادات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو اور کھیل کود سے، یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارھویں شریف، عید معراج، عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں، دیکھو "جاء الحق" حصہ اول۔

(تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں) یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل، لہذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے، خصوصی قبولیت۔ (مرقاۃ)

(آپ تو رمیم ہو چکے ہوں گے) یہ سوال انکار کے لیئے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے، یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے زکریا علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی خوش خبری پا کر عرض کیا تھا خدایا میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بانجھ۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے نہ کہ انکاراً، لہذا اس پر روافض کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر۔ (مرقاۃ)

(انبیاء کے جسم حرام کر دیئے) لہذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتا۔ جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے، زندگی میں امتحاناً یہ ہو سکتا ہے جیسے تلوار جادو اور ڈنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا اس جملہ کے معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، وہ زندگی بھی دنیاوی جسمانی اور حقیقی ہے نہ کہ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی۔ اس کی پوری تحقیق جَذْبُ الْقُلُوْب اور تَارِیْخ مَدِیْنَۃ میں ملاحظہ کیجئے۔ (اشعۃ) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شَرْحُ الصُّدُوْرِ فِیْ اَحْوَالِ الْقُبُوْرِ میں حیات انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں مگر نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔ (مرقاۃ)

اس روایت کو ابن حبان، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا، حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، علی شرط بخاری ہے، نووی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ (نزہۃ المتاجر، ج۲ ص۵۹۱)

68-بَابُ اسْتِحْبَابِ سُجُوْدِ الشُّكْرِ عِنْدَ حُصُوْلِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ اَوِ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

ظاہری نعمت ملنے یا ظاہری مصیبت ٹلنے پر سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے

(1164) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے ارادہ سے نکلے جب ہم عزوراء کے مقام کے قریب پہنچے

بِنْ عَزْوَرَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا، فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا - فَعَلَهُ ثَلَاثًا - وَقَالَ: إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَشَفَعْتُ لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي الثُّلُثَ الْآخَرَ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

تو آپ علیہ السلام سواری سے اترے۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے ایک گھڑی دعا کی پھر سجدہ میں گرے اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک گھڑی دعا کی پھر سجدہ میں گرے۔ آپ نے اس طرح تین بار کیا۔ اور فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور امت کے لیے شفاعت کی تو اس نے مجھے میری امت کا ایک تہائی عطا فرمایا۔ پس میں اپنے رب کے لیے سجدہ شکر کرتے ہوئے گر گیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور میں نے اپنے رب سے امت کے لیے سوال کیا۔ اس نے مجھے ایک تہائی عطا فرمایا پھر میں اپنے رب کے لیے سجدہ شکر میں گر گیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا تو اس نے مجھے آخری ثلث بھی عطا فرمادیا۔ پس میں نے اپنے رب کے لیے سجدہ کیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی سجود الشکر، ج۳ص۹۰، رقم: ۲۷۷۵، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب سجود الشکر، ج۲ص۳۷۰، رقم: ۴۱۰۵)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں سجدہ شکر کے متعلق ایک جگہ فرماتے ہیں:

(پڑھنا پڑھانا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک) جائز ہے مگر جب عصر میں وقتِ کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدہ شکر تو بعد نمازِ فجر وعصر مطلقاً مکروہ، دُرِّمختار میں ہے:

وکرہ تحریما، وکل مالایجوز مکروہ، صلاۃ مطلقا، ولوقضاء اوواجبۃ اونفلا اوعلی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو، مع شروق واستواء وغروب۔

(درمختار کتاب الصلوٰۃ یستحب تاخیر العصر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۱)

مکروہ تحریمی ہے اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی ہوتا ہے نماز مطلقاً خواہ قضا ہو، واجب ہو، نفل ہو یا نماز جنازہ ہو۔ اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو۔ بوقتِ طلوع، استواء اور غروب۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے: یکرہ ان یسجد شکرا بعد الصلاۃ فی الوقت الذی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ۔

(ردالمحتار کتاب الصلوۃ مطلب طلوع الشمس من مغربہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱ / ۲۷۳)

نماز کے بعد سجدہ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے جن میں نماز مکروہ ہے، اس کے علاوہ مکروہ نہیں (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۵، ص ۳۲۳)

69-بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ رات کے وقت قیام کرنے کی فضیلت

شرح: حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی الادب فی الدین میں فرماتے ہیں:

نماز تہجد کے آداب

(تہجد گزار کو چاہیے کہ) کھانے پینے کے معاملے میں بقدر کفایت کھائے، دن کے اوقات کو جھوٹ، غیبت اورلغویات سے پاک رکھنے کی کوشش کرے، حرام وناجائز کی طرف دیکھنے سے بچے، اللہ تبارک وتعالٰی کا خوف رکھتے ہوئے رات میں عبادت کرنے کی عادت بنائے، کامل وضو کرے اور آسمانوں کی وسیع کائنات میں غور وفکر کرے، دعا کرے اورحضورِ قلبی کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ جو کچھ تلاوت کررہا ہے اس کا مطلب بھی سمجھے۔ (الادب فی الدین ص ۲۵)

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) (بنی اسرائیل: 79).

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

تہجد نماز کے لئے نیند کو چھوڑنے یا بعدِ عشا سونے کے بعد جو نماز پڑھی جائے اس کو کہتے ہیں، نمازِ تہجد کی حدیث شریف میں بہت فضیلتیں آئی ہیں، نمازِ تہجد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی جمہور کا یہی قول ہے، حضور کی امت کے لئے یہ نماز سنّت ہے۔

مسئلہ: تہجد کی کم سے کم دو ۲ رکعتیں اور متوسط چار اور زیادہ آٹھ ہیں اور سنّت یہ ہے کہ دو دو رکعت کی نیّت سے پڑھی جائیں۔

مسئلہ: اگر آدمی شب کی ایک تہائی عبادت کرنا چاہے اور دو تہائی سونا تو شب کے تین حصّے کرلے درمیانی تہائی میں تہجد پڑھنا افضل ہے اور اگر چاہے کہ آدھی رات سوئے آدھی رات عبادت کرے تو نصفِ اخیر افضل ہے۔

مسئلہ: جو شخص نمازِ تہجد کا عادی ہو اس کے لئے تہجد ترک کرنا مکروہ ہے جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث شریف میں

۴۔(ردالمحتار)

اور مقام محمود مقامِ شفاعت ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین حضور کی حمد کریں گے اسی پر جمہور ہیں۔(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) (السجدة: 16) الْآيَة.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ) (الذاريات: 17).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ رات میں کم سویا کرتے۔

(1165) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا، يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت قیام کرتے حتیٰ کہ آپ کے قدمانِ اقدس پھٹ جاتے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ(ﷺ) آپ یہ کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلے پچھلے تمام خلافِ اولیٰ کام بخش دیے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔(متفق علیہ)

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ نَحْوُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور اسی طرح حضرت مغیرہ کی روایت سے بھی ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ، ج ۱ص۴۱۳، رقم: ۱۱۳۰صحیح مسلم، باب اکثار الاعمال واجتھاد فی العبادۃ، ج ۲ص۱۷۱، رقم: ۷۳۰۲سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاجتھاد فی الصلوۃ، ج ۱ص۲۶۸، رقم: ۴۱۲اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب المساجد، ج ۱ص۶۶۸، رقم: ۱۷۰۹مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۹ص۱۱۵، رقم: ۲۴۸۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے کھڑے قدم پر ورم آگیا یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں اور ان صوفیا کی دلیل ہے جو تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو۔

(حضرت مغیرہ کی عرض) یعنی یا حبیب اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ تعالےٰ اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخشنے کی بہت

توجیہیں عرض کی جاچکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی۔

(کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں) یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیئے نہیں بلکہ مغفرت کے شکریہ کے لیئے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عبد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہٗ ہیں، ہم لوگ شاکر ہو سکتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر نے والے مقبول بندے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں، دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عبد ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے احرار ہیں۔ (ربیع الابرار و مرقاۃ)

(مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۴۹)

(1166) وَعَنْ علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَفَاطِمَۃَ لَیْلًا، فَقَالَ: أَلَا تُصَلِّیَانِ؟ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ طَرَقَہٗ: أَتَاہُ لَیْلًا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے اور حضرت فاطمہ کے رات کے وقت پاس آئے اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ (متفق علیہ)

طرقہ: اس کا مطلب آپ رات کو آئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاۃ اللیل والنوافل، ج۲ص۰۰رقم: ۱۱۲۷ صحیح مسلم، باب ما روی فیمن نام اللیل اجمع حتی اصبح، ج۲ص۱۸۷، رقم: ۱۸۵۷ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الترغیب فی قیام اللیل، ج۲ص۵۰۰، رقم: ۴۸۲۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۹۰۰ مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۰۶، رقم: ۵۰۲)

شرح حدیث: میاں بیوی کا نماز کے لئے ایک دوسرے کو جگانا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی زوجہ کو نماز کے لئے جگاتا ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اسکے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے، اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو نماز کے لئے جگاتی ہے اگر اس کا شوہر اٹھنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فیمن ایقظ اہلہ من اللیل، رقم ۱۳۳۶، ج ۲، ص ۱۲۸)

حضرتِ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص رات کو اٹھ کر اپنی زوجہ کو جگاتا ہے اگر اس کی زوجہ پر نیند غالب ہوتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے پھر وہ دونوں اٹھ کر اپنے گھر میں نماز پڑھتے ہیں اور ایک گھڑی اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۳۴۸، ج ۳، ص ۲۹۵)

حضرتِ سیدنا عَمرو بن عَبَسَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ عزوجل بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے اگر تم اس

عمری میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو سکو، تو شامل ہو جاؤ۔

(صحیح ابن خزیمہ، جماع ابواب صلوۃ التطوع باللیل، باب استحباب الدعاء فی نصف اللیل الخ، رقم ۱۱۴۷، ج ۲، ص ۱۸۲)

(1167) وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب ﷜ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر رات کے وقت نماز پڑھا کرے تو حضرت سالم کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عبداللہ رات کے وقت بہت کم سویا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل قیام اللیل، ج ۱، ص ۳۸۰، رقم: ۱۱۲۲، صحیح مسلم، باب من فضائل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ج ۲، ص ۱۵۸، رقم: ۶۵۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۲، ص ۱۳۶، رقم: ۶۳۳۰، سنن الدارمی باب النوم فی المسجد، ج ۱، ص ۳۷۹، رقم: ۱۴۰۰)

شرح حدیث: زیادہ نرم بستر

حضرت سیدنا عبدالعزیز بن رواد علیہ رحمۃ اللہ الجواد رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر آتے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے: تُو نرم ہے لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! جنت میں تجھ سے زیادہ نرم بستر ملے گا پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے۔

(احیاء العلوم، ج ۱، ص ۴۶۷)

(1168) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ تو فلاں کی طرح نہ ہونا کہ وہ رات کے قیام کا عادی تھا پھر اس نے رات کے قیام کو ترک کر دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ج ۱، ص ۶۵۲، رقم: ۱۱۵۲، صحیح مسلم باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ او فوت بہ حقا، ج ۲، ص ۱۶۳، رقم: ۲۷۹۰، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل، ج ۳، ص ۱۲، رقم: ۴۷۰۶، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج ۲، ص ۲۲۴، رقم: ۱۳۳۱، سنن الکبرٰی للنسائی باب الحث علی قیام اللیل، ج ۱، ص ۶۱۱، رقم: ۱۳۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بلاعذر محض سستی کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے

بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۲۷۲)

(1169) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى أَصْبَحَ، قَالَ: ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنَيْهِ - أَوْ قَالَ: فِيْ أُذُنِهِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر ہوا جو صبح تک رات بھر سوتا رہا فرمایا وہ ایسا آدمی ہے کہ شیطان نے اس کے کانوں میں پیشاب کیا ہے یا فرمایا اس کے کان میں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة ابلیس وجنوده، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۳۲۷۰، صحیح مسلم، باب ما روی فیمن نام اللیل اجمع حتی اصبح، ج۱ص۱۸۶، رقم: ۱۸۵۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من نام علی غیر نیة ان یقوم حتی اصبح، ج۳ص۱۵، رقم: ۱۹۱۳، سنن النسائی، باب الترغیب فی قیام اللیل، ج۳ص۲۰۴، رقم: ۱۶۰۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۴۰۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نماز تہجد کے لیئے یا نماز فجر کے لیئے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ صحابہ کرام فجر ہرگز قضاء نہ کرتے تھے، ور ممکن ہے کسی منافق کا واقعہ ہو جو فجر میں نہ آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں نہ جاگنا بڑی نحوست ہے، نیز کوتاہی کرنے والوں کی شکایت اصلاح کی غرض سے کرنا جائز ہے غیبت نہیں۔

حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ شیطان کھاتا بھی ہے، پیتا بھی ہے، تے بھی کرتا ہے گوز بھی، رتا ہے لہذا پیشاب بھی کرتا ہے چونکہ کان ہی سے اذان کی آواز سنی جاتی ہے اس لیئے وہ خبیث غافل کے کان ہی میں موتتا ہے یعنی اسے ذلیل بھی کرتا ہے اور غافل بھی۔ (لمعات) خیال رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیئے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تعریس کی رات صبح کو نہ جاگنا رب کی طرف سے تھا تاکہ امت کو نماز فجر قضاء پڑھنے کے احکام معلوم ہوں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۲۵۰)

(1170) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ، إِذَا هُوَ نَامَ، ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ، فَذَكَرَ اللهَ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے کہ شیطان تم میں سے کسی کے سر کی گدی میں تین گرہیں لگاتا ہے جب وہ سوجاتا ہے تو کہتا ہے لمبی رات باقی ہے سو جاؤ تو اگر وہ بیدار ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ وضو

ثَلٰثُ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ كُلُّهَا فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کرتا ہے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں تو وہ تازہ دم خوش خوش صبح کرتا ہے ورنہ سست اور بدحالی میں صبح کرتا ہے۔

(متفق علیہ)

قَافِيَةُ الرَّأْسِ: اٰخِرُهٗ۔

قافیۃ الرأس: کا مطلب ہے سر کی چوٹی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب عقد الشیطان علی قافیۃ الراس اذا لم یصل باللیل، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۱۱۴۲، صحیح مسلم باب ما روی فیمن نام اللیل اجمع حتی اصبح، ج۱ص۱۸۶، رقم: ۱۸۵۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الترغیب فی قیام اللیل ج۱ص۵۰۰، رقم: ۴۸۲۶، موطا امام مالک باب جامع الترغیب فی الصلاۃ ج۱ص۱۶۷، رقم: ۴۲۲، سنن ابوداؤد، باب قیام اللیل ج۲ص۳۳، رقم: ۱۳۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں گرہ کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بلا وجہ تاویل کی ضرورت نہیں جادوگر دھاگے یا بالوں میں کچھ دم کر کے گرہ لگا دیتے ہیں جس کا اثر مسحور پر ہو جاتا ہے ایسے ہی شیطان انسان کے بالوں میں یا دھاگے میں صبح کے وقت غفلت کی تین گرہیں لگا دیتا ہے اسی لیئے صبح کے وقت بڑے مزے کی نیند آتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین گرہوں کے کھولنے کے لیئے تین عمل ارشاد فرمائے۔

(لمبی رات باقی ہے سو جاؤ) یعنی یہ لفظ کہہ کر دم کرتا ہے اور گرہ لگا دیتا ہے جس کے اثر سے انسان پر غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ مشائخ اللہ کا ذکر کر کے دھاگے پر پھونکتے اور گرہ لگاتے ہیں پھر مریض کے گلے میں ڈال دیتے ہیں اس کا ماخذ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ گنڈا حق ہے جس گنڈے کی حدیث شریف میں برائی آئی ہے وہ وہ گنڈا ہے جس پر شرکیہ الفاظ پڑھ کر دم کیا جائے۔

(اللہ کا ذکر کرتا ہے) یہاں اللہ کے ذکر سے وہ ذکر مراد ہے جو اٹھتے ہی مومن کرتا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا یہ ذکر اس جادو کا اتار ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ پر درود شریف بھی اللہ کا ذکر ہے اگر درود پر آنکھ کھلے تب بھی یہی فائدہ ہوگا۔

(تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں) ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اسی لیئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے اور اگر کوئی نماز فجر کے لیئے اٹھے اور یہ عمل کرے تب بھی ان شاء اللہ یہ فوائد ہوں گے۔ بعض روایات میں اسی جگہ عُقَدٌ ہے عُقْدَہ کی جمع معنی یہ ہوئے کہ اگر نماز پڑھ لے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں کیونکہ جب تیسری گرہ کھل گئی تو سب ہی کھل گئیں یا چونکہ نمازی آدمی وضو بھی کرتا ہے ذکر اللہ بھی لہٰذا نماز میں وہ دونوں چیزیں آ گئیں۔ خیال رہے کہ جن عورتوں کی نماز معاف ہے وہ بھی معافی کے زمانہ میں جلد جاگیں، اللہ کا ذکر کریں، وضو کر لیں تو بہت اچھا ورنہ تڑکے ہی

منہ ہاتھ دھولیں۔

(وہ تازہ دم خوش خوش صبح کرتا ہے) یعنی نماز تہجد کی برکت سے دل میں خوشی، نفس میں پاکی نصیب ہوتی ہے جو اس سے محروم ہے وہ ان دونوں کے کمال سے محروم ہے۔ (مرقاۃ) اور جو نماز فجر سے غافل رہا اسے سستی بہت ہی ہوتی ہے، صبح کا اٹھنا تندرستی کی اصل ہے صبح سوتے رہنا بیماریوں کی جڑ ہے اسی لیئے سمجھ دار کفار بھی اندھیرے منہ جاگتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۴۸)

(1171) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ: اَفْشُوا السَّلَامَ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! سلام عام کرو کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں، اپنے رب کی جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل اطعام الطعام، ج۴ص۲۸۶، رقم: ۱۸۶۲، الاداب للبیھقی، باب فی اکل الطعام و... ج۱ص۳۰، رقم: ۷۷، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی قیام الیل، ج۱ص۴۲۳، رقم: ۱۳۳۴، سنن الدارمی، باب فضل صلاۃ الیل ج... ص۴۰۵، رقم: ۱۴۹۰، مسند امام احمد، حدیث عبداللہ بن سلام، ج۹ص۲۵۱، رقم: ۲۳۸۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کی کنیت ابو یوسف ہے، یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، علماء یہود میں سے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں وفات ہوئی، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑے ہوئے آئے کھجوریں گود ہی میں تھیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتے ہی دل میں ایمان آگیا۔

باغ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لیے آئے تو دیکھا کہ اس شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو پروانوں نے گھیرا ہوا ہے، لوگ فدا ہو رہے ہیں۔

(فرماتے ہیں) کہ میں نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو توریت شریف میں مذکور ہیں آپ کے چہرے انور سے ملائیں تو بالکل موافق پائیں بال برابر فرق نہ تھا تب میں نے یقین کرلیا کہ آپ کا دعویٰ نبوت برحق ہے غلط نہیں۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو جھٹلایا تھا اس لیے آپ یہ فرمارہے ہیں۔ بعض علماء نے اس کے یہ معنے بیان کیئے کہ میں نے فراست سے معلوم کیا کہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے۔

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو) یعنی میں نے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی، چونکہ وہاں ہجوم عاشقاں تھا اس لیے الناس سے خطاب فرمایا۔ سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو رواج دو، اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا رواج نہ تھا صبحک اللہ بالخیر وغیرہ کہتے تھے جیسے ہندوستان میں آداب عرض، گڈ مارننگ، بندگی، کورنش وغیرہ کہے جاتے تھے اسلام نے السلام علیکم کہنا سکھایا۔ کھانا کھلانے سے مراد ہے مہمانوں، فقیروں، یتیموں کو کھانا دو۔ بعض لوگوں نے کہا کہ سلام اونچی آواز سے کہو جو سامنے والا سن لے اور اپنے بچوں کو کھانا دو مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔

(اپنے رب کی جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ) یعنی قرابت داروں کے حق ادا کرو، ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اور نماز پنجگانہ پر ہی قناعت نہ کرو بلکہ آخری رات میں جب عموماً لوگ سوتے ہوتے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کر لیا تو عذاب وحجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے۔ ہماری اس شرح سے معلوم ہوا کہ بسلام کے دو معنے ہیں، چونکہ ابھی تک زکوۃ، روزہ، حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ ص ۱۳۳)

(1172) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ: صَلٰوةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے نزدیک محرم کے ہیں۔ اور فرض نماز کے بعد زیادہ فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم، ج۱ص۱۲۹، رقم: ۲۸۱۲، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصوم فی المحرم، اذا هو افضل الصیام بعد شهر رمضان ج۳ص۲۸۲، رقم: ۲۰۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۲۲، رقم: ۸۵۱۵، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ص۴۱۶، رقم: ۱۴۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں: آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ

میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہٰذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت بہتر ہے۔ یہ حدیث بہت سے صوفیانہ وعالمانہ مسائل کا ماخذ ہے۔ صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھئے۔

فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نمازِ تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ رب تعالٰی نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کردیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے ان شاء اللہ! وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۶۷)

(1173) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے پس جب تجھے صبح (ہونے) کا خطرہ ہو تو ایک رکعت ملا کر وتر بنا لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی الوتر، ج۱ص۳۳۰ رقم: ۹۹۰، صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من اخر اللیل، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۱۷۸۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی، ج۱ص۳۸۶ رقم: ۴۵۲۰، المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراھیم، ج۳ص۱۲۸، رقم: ۲۶۹۳، المنتقی لابن الجارود، باب الوتر، ص۷۷، رقم: ۲۶۹)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا آسمان ابر آلود تھا آپ نے صبح کا خوف کیا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی پھر بادل کھل گیا تو دیکھا کہ ابھی آپ پر رات ہے تو ایک رکعت سے شفعہ بنا دیا پھر دو دو رکعتیں پڑھتے رہے جب صبح کا خوف ہوا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی۔ (مالک)

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ دو رکعت سے ایک رکعت ملا دی جس سے وہ نماز وتر بن گئی اور اگر یہ معنی ہیں کہ ایک رکعت وتر پڑھی تو یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ان سے زیادہ فقیہ ہیں تین وتر پڑھتے تھے۔

یعنی تیسری رکعت میں انہیں پتہ لگا کہ ابھی رات زیادہ ہے تو اس ہی میں ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت پڑھ لیں جو

تہجد کے نفل ہوگئے یہ بھی حضرت ابن عمر کا اجتہاد ہے ورنہ وتر واجب ہیں انہیں شروع کر کے دیدہ و دانستہ نفل نہیں بنایا جاسکتا آپ نے یہ عمل کیا اس لیئے تا کہ وتر آخری نماز رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہو جائے۔

یہاں ایک شب میں دو وتر نہ ہوئے جو ممنوع ہے بلکہ پہلی بار کے وتر تو نفل بنا دیئے تھے اب یہ نماز وتر ہوئی اور اس کے معنی یہی ہیں کہ آپ نے ایک رکعت دوسے ملا کر تین وتر پڑھے، ب استعانت کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۱۸)

(1174) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ. متفقٌ عَلَيْهِ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت ملا کر وتر ادا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ساعات الوتر، ج۱ص۳۴۰، رقم: ۹۹۵ صحیح مسلم، باب صلاۃ الیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر الیل، ج۱ص۳۷۶، رقم: ۷۴۹ سنن النسائی، باب عدد الوتر، ج ص۱۱۰، رقم: ۳۲۰ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الوتر برکعۃ، ج ص۳۷۰، رقم: ۱۱۷۴ صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر الاخبار المنصوصۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن الوتر رکعۃ، ج۲ص۱۳۹، رقم: ۱۰۷۲)

شرح حدیث: لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟

حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے ہیرے جواہرات نکلتے ہیں جبکہ اس کی جڑوں سے سونے کے گھوڑے نکلتے ہیں جن کی لگامیں موتی اور یاقوت سے مزین ہیں اور وہ بول و براز (یعنی پاخانہ، پیشاب) نہیں کرتے ان کے پَر ہوتے ہیں اور وہ حدِ نگاہ پر قدم رکھتے ہیں اہلِ جنت ان پر اُڑتے ہوئے سواری کریں گے اور جب ان سے کم درجے والے لوگ کہیں کہ اے اللہ عزوجل! ان لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سو جایا کرتے تھے یہ دن میں روزہ رکھا کرتے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے جبکہ تم جہاد سے فرار اختیار کرتے تھے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، فصل فی ترا ورھم ومراکبھم، رقم ۱۱۷، ج ۴، ص ۳۰۴)

(1175) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَا يَصُوْمَ مِنْهُ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا. وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ. وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں روزے رکھنا چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ اب اس مہینے میں (نفلی) روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور روزہ رکھنا شروع کر دیتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ اس میں کوئی روزہ نہ چھوڑیں گے۔ اور آپ کا حال یہ تھا

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کہ اگر تم چاہتے کہ آپ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں تو دیکھ سکتے اور اگر تم آپ کو نیند کی حالت میں دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافطارہ، ج۱ص۳، رقم: ۱۹۷۲، مشکوۃ المصابیح، باب القصد فی العمل، الفصل الاول، ج۱ص۲۴۶، رقم: ۱۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ اس میں بالکل افطار نہ کریں گے) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ مسلسل افطار۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عملی ہے۔

(سوتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے) یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر رات جاگتے اور بعد تہجد پھر سو جاتے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۷۹)

(1176) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً - تَعْنِيْ فِي اللَّيْلِ - يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ أَنْ يَّرْفَعَ رَأْسَهٗ. وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھتے۔ آپ ایک ایک سجدہ اتنا طویل کرتے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی پچاس آیتیں تلاوت کر لے۔ اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھاتے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے۔ پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن نماز کے لیے آپ کے پاس آتا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی الوتر، ج۱ص۲۵، رقم: ۹۹۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفتها، ج۳ص۷، رقم: ۱۸۱۲، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۴ص۳۲۶، رقم: ۲۶۱۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۸۸، رقم: ۲۴۶۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رات کی نماز سے تہجد مراد ہے۔ یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض رہی، پھر امت سے فرضیت منسوخ ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک رہی۔ (اشعہ) تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں زیادہ سے زیادہ بارہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے

تھے کبھی کم وبیش۔ حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیئے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بری الذمہ ہوئے۔ تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشا پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے۔ چونکہ یہ بہترین نوافل ہیں اسی لیئے ان کا علیحدہ باب ہوا جو شخص تہجد پڑھنا شروع کر دے پھر نہ چھوڑے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

ضروری مسئلہ: تہجد سے پہلے سو لینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے۔ جن بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوث اعظم یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما وہ حضرات رات میں اس قدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہو جائے لہذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابو الدرداء، ابوذر غفاری وغیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے ان کا بھی یہی عمل تھا۔

(رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھتے) اس جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کیئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۂ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنے کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہو گئی یعنی بِرَکْعَةٍ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

(پچاس آیتیں تلاوت کر لے) یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکریہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام المومنین تَبَیَّنَ نہ فرماتیں۔

حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف

میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۲۱۴)

(1177) وَعَنْهَا، قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ - فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ - عَلَى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً: يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ تہجد کی رکعتیں نہ پڑھتے۔ آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے طول اور حسن وخوبی کے بارے میں نہ پوچھو پھر چار رکعت ادا کرتے تم ان کی حسن وخوبی اور طول کے بارے میں نہ پوچھو پھر تین رکعت پڑھتے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) کیا وتر پڑھنے سے پہلے آپ سوتے ہیں فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ، ج۱ص۳۰۲، رقم: ۱۱۴۷، صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۲۶۶، رقم: ۷۳۸، السنن الکبری للبیہقی باب کان ینام ولا یتوضأ، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۶۱۹، سنن ابوداؤد، باب فی صلاۃ اللیل، ج۱ص۵۱۲، رقم: ۱۳۴۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی وصف صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۳۰۲، رقم: ۴۳۹، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۶، رقم: ۲۴۲۹۰)

شرح حدیث: مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ذکر تین طرح کا ہوتا ہے:

(۱) لسانی

(۲) قلبی

(۳) بالجوارح۔

ذکرِ لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے، خطبہ، توبہ، استغفار، دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکرِ قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا، اس کی عظمت وکبریائی اور اس کے دلائلِ قدرت میں غور کرنا۔ علماء کا استنباطِ مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔ ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لیے سفر کرنا، یہ ذکر بالجوارح میں

داخل ہے۔ نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے۔ تسبیح وتکبیر، ثناء وقراءت تو ذکرِ لسانی ہے اور خشوع وخضوع، اخلاص ذکرِ قلبی اور قیام، رکوع وسجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ قرآن وحدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں۔ ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی۔ (پ2، البقرۃ:152)

(1178) وَعَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ، وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے ابتدائی حصہ میں سو جاتے اور آخری حصہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من نام اول اللیل واحیا آخرہ، ج۱ص۳۸۴ رقم: ۱۱۴۶، صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۶۶، رقم: ۱۶۱۲، السنن الکبری للبیہقی، باب ذکر الخبر الذی ورد فی الجنب ینام ولا یمس ماءً، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۱۰۱۱، سنن النسائی الکبری، باب ای صلاۃ اللیل افضل، ج۱ص۴۱۲، رقم: ۱۳۰۹، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۳۲۲، رقم: ۲۵۸۹)

شرح حدیث: چند ایمان افروز روایات

حضرتِ سیدتنا حبیبہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ عشاء کی نماز ادا فرمالیتیں تو اپنی چھت پر کھڑی ہوجاتیں اور اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر عرض کرتیں، یاالٰہی عزوجل! تارے نکل آئے اور آنکھیں سوگئیں، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کرلیے اور ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں چلا گیا جبکہ میں تیری بارگاہ میں کھڑی ہوں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہا نماز میں مشغول ہوجاتیں۔ جب پو پھٹ جاتی اور فجر طلوع ہوجاتی تو عرض کرتیں، یاالٰہی عزوجل! رات گزر گئی اور دن روشن ہوگیا مگر میں نہیں جانتی کہ تو نے میری اس رات کو قبول کیا کہ میں خوشی مناؤں؟ یا اسے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا کہ میں سوگ مناؤں؟ مجھے تیری عزت کی قسم! جب تک تو مجھے زندہ رکھے گا میرا یہی معمول رہے گا، اگر تو نے مجھے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا پھر بھی میرے دل میں تیرے جود وکرم کی امید باقی رہے گی۔

حضرتِ سیدتنا معاذہ عَدَوِیَہ رحمۃ اللہ علیہا روزانہ صبح کے وقت فرماتیں، (شاید) یہ وہ دن ہے جس میں مجھے مرنا ہے۔ پھر شام تک کچھ نہ کھاتیں پھر جب رات ہوتی تو کہتیں، یہ وہ رات ہے جس میں مجھے مرنا ہے۔ پھر صبح تک نماز پڑھتی رہتیں۔

حضرتِ سیدنا قاسم بن راشد شیبانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا زمعہ علیہ الرحمۃ مُحَصَّب میں ہمارے پاس آئے۔ آپ کی زوجہ اور بیٹیاں بھی ہمراہ تھیں۔ آپ علیہ الرحمۃ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ جب سحری کا وقت ہوا تو بلند آواز

سے فرمایا، اے رات میں پڑاؤ کرنے والے قافلہ کے مسافرو! کیا ساری رات سوتے رہو گے؟ کیا اٹھ کر سفر نہیں کرو گے؟ تو لوگ جلدی سے اٹھ گئے اور کہیں سے رونے کی آواز آنے لگی اور کہیں سے دعا مانگنے کی، ایک جانب سے قرآن پاک پڑھنے کی آواز سنائی دی تو دوسری جانب سے وضو کرنے والے کی۔ پھر جب فجر کا وقت ہوا تو آپ نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا، رات کو سفر کرنے والی قوم صبح کے وقت اللہ عزوجل کی حمد کرتی ہے۔

حضرتِ سیدنا سفیان بن عینیہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صفوان بن سلیم علیہ الرحمۃ نے قسم اٹھائی کہ اللہ عزوجل سے ملنے تک اپنے پہلو زمین پر نہ رکھوں گا۔ پھر تیس سال سے زیادہ عرصہ اس قسم پر قائم رہے۔ جب آپ کی موت کا وقت ہوا اور نزع و بیماری نے زور پکڑا تو اس وقت بھی آپ بجائے لیٹنے کے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے بیٹے نے عرض کیا، اے ابو جان! اگر آپ لیٹ جائیں تو؟ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر میں نے ایسا کر لیا تو اللہ عزوجل سے مانی ہوئی نذر اور اس سے اٹھایا ہوا حلف پورا نہ کر سکوں گا۔ اور بیٹھے ہی رہے حتی کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ (المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح ص ۱۵۰)

بزرگوں کا سونا جاگنا دونوں باعث برکت

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ کثرت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر کرتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے۔ حضرت سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نیک سیرت بیٹی تھی جو رات شب بیداری میں اور دن روزے میں گزارتی۔ وہ صالحین کے واقعات کو بہت پسند کرتی تھی اور حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو دیکھنا چاہتی تھی کیونکہ ان کے والدِ محترم امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت زیادہ عظمت و شان بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں رات گزاری۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی بہت خوش ہوئی۔ اُسے اُمید تھی کہ آج امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال یعنی ان کی عبادت، اور کلام کو دیکھنے اور سننے کا خوب موقع ملے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور یادِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی چت لیٹے رہے۔ بچی فجر تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی حالت میں دیکھتی رہی اور صبح اپنے باپ سے عرض کی: میں نے دیکھا کہ آپ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن میں نے تو ان کو آج رات نماز، ذکر یا دیگر اوراد و وظائف میں مشغول نہیں پایا۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی تشریف لے آئے۔ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: رات کیسی گزری؟ ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ برکت و نفع والی اور اچھی رات میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی۔ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو فرمانے لگے: وہ یوں کہ میں نے آج رات پیٹھ کے بل لیٹے لیٹے سو مسائل اَخذ کئے، جو تمام کے تمام مسلمانوں کے نفع کے لئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے رخصت لی اور تشریف لے گئے۔ حضرت سیّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: یہ حضرت سیّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا آج رات کا عمل تھا۔ وہ سوئے ہوئے اس سے افضل عمل کر رہے تھے جو ہم نے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہوئے کیا۔ (الرّوض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۲۰۷)

(1179) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ! قِيْلَ: مَا هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے طویل قیام کیا حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کرلیا۔ کسی نے پوچھا وہ کیا تھا تو فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نماز چھوڑ دوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص ۳۸۱، رقم: ۱۱۳۵، صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص ۵۵۰، رقم: ۱۸۵۱، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلوات، ج ۱ص ۴۵۶، رقم: ۱۴۱۸، صحیح ابن حبان، باب فرض متابعۃ الامام، ج ۱ص ۹۱۲، رقم: ۲۱۳۱، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل طول القیام فی صلاۃ، ج ۱ص ۵۸۶، رقم: ۱۱۵۴)

شرح حدیث: نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، طویل قیام والی نماز۔ (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، قصرھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، رقم ۷۵۶، ص ۳۸۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن حُبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، طویل قیام۔
(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین، رقم ۱۳۲۵، ج ۲، ص ۵۳)

(1180) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِئَةِ، ثُمَّ مَضٰى، فَقُلْتُ: يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ فَمَضٰى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا: إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيْهَا

حضرت حذیفہ (بن یمان) ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کی میں نے کہا سو آیات پر رکوع کریں گے آپ گزر گئے پس میں نے کہا اس سورۃ کے ساتھ رکوع کریں گے آپ آگے پڑھتے گئے۔ پس میں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا پھر

تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ. ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يَقُولُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ. ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ. ثُمَّ سَجَدَ. فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

آپ نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی اور اس کو مکمل کیا۔ پھر آپ نے سورۃ آل عمران شروع کی اور اسے پڑھا اور اطمینان سے پڑھا۔ آپ جب کسی تسبیح والی آیت کے پاس سے گزرتے تو تسبیح کہتے اور جب سوال (والی آیت) کے پاس سے گزرتے تو سوال کرتے جب (والی آیت) تعوذ سے گزرتے تو تعوذ پڑھتے پھر آپ نے رکوع کیا اور آپ نے سبحان ربی العظیم کہنا شروع کیا۔ تقریباً قیام کی مقدار تک یہی کہتے رہے پھر آپ علیہ السلام نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہا پھر تقریباً رکوع جتنی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہتے رہے اور آپ کا سجود آپ کے قیام کے قریب دورانیہ پر مشتمل تھا''۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القراۃ فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص۵۸۶، رقم: ۱۸۵۰، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب الوقوف عند آیۃ الرحمۃ، ج ۲ص۳۰۹، رقم: ۳۸۲۸، مستخرج ابی عوانۃ، بیان صفۃ الصلوۃ، ج ۲ص۲۲۳، رقم: ۱۳۵۱، مسند الحارث، باب قیام اللیل، ج ۱ص۳۶۵، رقم: ۲۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورۂ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورۂ بقرہ پڑھی، پھر رکوع بھی اس قدر دراز فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شبینہ میں ایک رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں ڈھائی پارہ پڑھے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دراز قیام زیادتی سجود سے افضل ہے، یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تنہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے دراز کرے۔

یعنی دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا یہ جلسہ سجدے کے قریب دراز ہو گیا، یہ دعا تعلیم امت کے لیئے ہے۔

یعنی شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مائدہ پڑھی یا انعام، اگلی رکعتوں میں تردد نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۴۶)

(1181) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: طُوْلُ الْقُنُوْتِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْمُرَادُ بِالْقُنُوْتِ: اَلْقِيَامُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی نماز زیادہ فضیلت والی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: لمبے قیام والی۔ (مسلم) قنوت سے مراد قیام ہے۔

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب افضل الصلاة طول القنوت، ج۱ص۱۸۵، رقم: ۱۸۰۴، السنن الكبرى للبيهقى، باب افضل الصلاة طول القنوت، ج۳ص۸، رقم: ۴۸۶۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فى طول القيام فى الصلوات، ج۱ص۳۵۶، رقم: ۱۴۲۱، سنن ترمذى، باب ما جاء فى طول القيام فى الصلاة، ج۲ص۲۲۹، رقم: ۳۸۷، سنن النسائى الكبرى، باب صدقة جهل المقل، ج۱ص۳۱، رقم: ۲۳۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قنوت کے چند معنی ہیں: اطاعت، خاموشی، دعا، نماز کا قیام، یہاں آخری معنی (قیام) مراد ہیں یعنی بہترین نماز وہ ہے جس میں قیام دراز ہو۔ خیال رہے کہ بعض علماء دراز قیام کو بہتر کہتے ہیں کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اسی میں تلاوت قرآن ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنا دراز قیام فرماتے تھے کہ پاؤں شریف پر ورم آجاتا تھا۔ بعض کے نزدیک زیادہ سجدے افضل کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ سے فرمایا کہ اگر جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو زیادہ سجدے کرو، نیز فرمایا کہ انسان سجدے میں رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، نیز رب فرماتا ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ بعض کے نزدیک تہجد میں دراز قیام افضل اور دن میں زیادہ سجدے افضل، رب فرماتا ہے: قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ بعض نے فرمایا کہ بعض اعتبار سے لمبا قیام افضل ہے اور دوسرے اعتبار سے زیادہ سجدے افضل، ہمارے امام صاحب پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۹)

(1182) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ. وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ. كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پیاری نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ اور سب سے پیارے روزے اللہ کی بارگاہ میں داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ آپ آدھی رات سوتے۔ تیسرا حصہ قیام کرتے پھر چھٹا حصہ سوتے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخارى، باب من نام عند السحر، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۱۳۱، صحيح مسلم، باب النهى عن صوم الدهر لمن تضرر او فوت به حقا، ج۱ص۱۶۵، رقم: ۲۷۸۷، صحيح ابن حبان، باب النوافل، ج۳ص۳۲۵، رقم: ۲۵۹۰، مستخرج ابى عوانة باب

ذکر الخبر المبین ان احب الصیام الی اللہ، ج۴ص۱۲۷، رقم: ۲۳۴۳)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اور روزے سے نفلی روزے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام بھی تہجد اور نفلی روزے ادا کرتے تھے مگر ان کے طریقے اور تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا جو یہاں مذکور ہے۔

(تیسرا حصہ قیام کرتے) یعنی دو تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات جاگتے تھے اور اس جاگنے اور نماز کو دو نیندوں کے درمیان کرتے اب بھی یہی چاہیئے۔

(اور ایک دن افطار کرتے) اسی طرح نوافل تہجد اور نفلی روزوں کی محبوبیت کی چند وجوہ ہیں: ایک یہ کہ اس میں روح کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور نفس کا حق بھی، تمام رات سونے ہمیشہ افطار کرنے سے روح کا حق رہ گیا۔ اور رات بھر جاگنے، ہمیشہ روزے میں نفس کا حق مارا گیا۔ دوسرے یہ کہ اس طرح تہجد، روزے نفس پر بھاری ہیں لہذا رب کو پیارے ہیں کیونکہ ہمیشہ روزے رکھنے میں روزہ عادت بن کر آسان معلوم ہونے لگتا ہے مگر اس طرح ہر روزے میں نئی لذت محسوس ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس میں جسمانی طاقت بحال رہتی ہے گھٹتی نہیں طاقت ہی سے ساری عبادتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تیرھویں، چودھویں، پندرھویں روزے رکھے کبھی، یہ بھی کیا کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے، کچھ میں مسلسل افطار تا کہ امت پر آسانی ہو، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالوقت ہیں جو عمل کریں وہ افضل ہے۔ رات کی ہر ساعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل سے شرف حاصل ہوا اور مہینہ کی ہر تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سے عزت ملی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۵۴)

(1183) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً، لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَّسْأَلُ اللهَ تَعَالَى خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا رات میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان آدمی اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کے معاملہ سے کسی بھلائی کا طلب گار ہو تو اس کو وہ اللہ کریم عطا فرما دیتا ہے اور یہ ہر رات میں ہے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیہا الدعاء، ج۱ص۳۰۵، رقم: ۱۸۰۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج۵ص۲۳، رقم: ۱۴۳۴۳، مشکوۃ المصابیح، باب التحریض علی قیام اللیل، الفصل الاول ج۱ص۲۴۲، رقم: ۱۲۲۴)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض علماء نے فرمایا کہ روزانہ شب کی یہ ساعت قبولیت پوشیدہ ہے جیسے جمعہ کی ساعت مگر حق یہ ہے کہ پوشیدہ نہیں گزشتہ حدیثوں میں بتادی گئی ہے یعنی رات کا آخری تہائی خصوصًا اس تہائی کا آخری حصہ جو ساری رات کا آخری چھٹا حصہ ہے جو صبح صادق سے متصل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت مومن کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی اگر قبولیت چاہتے ہو تو ایمان کامل کرو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۵۳)

(1184) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی رات کے وقت قیام کرے تو ابتداء دو مختصر رکعتوں سے کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعا فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ج۱ص۱۸۳، رقم: ۱۸۴۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب افتتاح الصلاۃ اللیل برکعتین خفیفتین، ج۳ص۱۰، رقم: ۴۸۱، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۳۲۰، رقم: ۲۶۰۶، صحیح ابن خزیمہ، باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتی خفیفتین، ج۲ص۱۸۳، رقم: ۱۱۵۰، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج۳ص۲۷۸، رقم: ۷۷۳۳)

شرحِ حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن تہجد کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم و اہم، قرآن و احادیث حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ترغیب سے مالا مال، عامہ کتب مذہب میں اسے مندوبات و مستحبات سے گنا اور سنت مؤکدہ سے جدا ذکر کیا، تو اس کا تارک اگرچہ فضل کبیر و خیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں، بحر الرائق و عالمگیری و درمختار و فتح اللہ المعین السید ابو السعود الازہری میں ہے: المندوبات صلٰوۃ اللیل۔ (فتح المعین حاشیۃ علی الکنز باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۴)

(رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

سن تحیۃ المسجد وندب صلٰوۃ اللیل۔

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان النوافل مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۲۱۶۔۲۱۵)

(تحیۃ المسجد سنت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ت)

غنیۃ شرح منیہ میں ہے:

من النوافل المستحبۃ قیام اللیل۔

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص۴۳۲)

(نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ت)

حلیہ میں ہے: مشی صاحب الحاوی القدسی علی انها مندوبة۔ (حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی)

صاحب الحاوی القدسی کی رائے یہی ہے کہ رات کی نماز مستحب ہے۔(ت)

جامع الرموز میں ہے:

الاحسن اتمام السنن المؤقتة بذكر صلوة الضحى والمستحبات بذكر التهجد اه ملخصاً۔

(جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۰۷)

وقتی سنن میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں تہجد کا ذکر ان کا اچھا اتمام ہے اھ ملخصا (ت)

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہۃ النفل میں اس کا استحباب ہی مصرح ہے، ہاں بعض علمائے مالکیہ وشافعیہ مثل امام ابن عبدالبر وامام ابوزکریا نووی جانب سنیت گئے، اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری وعبیدہ سلمانی ومحمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے کمایظهر بمطالعة عمدة القاری وشرح الموطا الزرقانی وغیرهما (جیسا کہ عمدۃ القاری، شرح المؤطا للزرقانی وغیرہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے۔ت) قول وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالف جماعت بتاتے ہیں کمافیهما وفی شرح مسلم للنووی والبخاری للقسطلانی والمواهب للزرقانی وغیرهما (جیسا کہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم للنووی، شرح بخاری للقسطلانی اور مواہب للزرقانی وغیرہ میں ہے۔ت) اور ہمارے علماء وجوب وسنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

ثمان رکعات بتسلیمة اوتسلیمتین للتهجد وقیل له رکعتان سنة وقیل فرض کمافی المحیط۔ (جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۰۷)

تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آٹھ رکعات ہیں بعض کے نزدیک دو رکعات سنت ہیں بعض کے نزدیک یہ فرض ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔(ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت واستحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انہیں کے اتباع سے اُن کے تلمیذ علامہ حلبی نے حلیہ میں اسے اشبہ فرمایا، یہ ان امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص بآنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند اُن کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو، تو اس مسئلہ کی بناء حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت اُمت کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

قال قدس سرہ بقی ان صفة صلوة اللیل فی حقنا السنیة اوالاستحباب یتوقف علی صفتها فی

حقه صلى الله تعالیٰ علیہ وسلم فان کانت فرضا فی حقه فهی مندوبة فی حقنا لان الادلة القولية فیها انما تفید الندب والمواظبت الفعلية لیست علی تطوع لتکون سنة فی حقنا وان کانت تطوعا لمسنة لنا۔ (فتح القدیر، باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۱)

امام ابن ہمام قدس سرہ، نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب، تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ ادلہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنت بن جائے اور اگر آپ کے لئے یہ نفل تھی تو ہمارے لئے یہ سنت ہوگی۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۴۰۰)

(1185) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلوتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کے وقت قیام کرتے تو اپنی نماز دو مختصر رکعتوں سے شروع کرتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ج ص ۱۸۳، رقم: ۱۸۴۲، السنن الکبری للبیهقی، باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین خفیفتین، ج ۳ ص ۵، رقم: ۴۸۸۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنها ج ص ۳۰، رقم: ۲۴۰۶۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا قام الرجل من اللیل فلیفتتح برکعتین، ج ص ۲۷۲، رقم: ۶۶۸۲)

شرح حدیث: حُور کے چہرے کا نور

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان درانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی عبادت گاہ میں کھڑا اپنے وظائف مکمل کر رہا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ طاری ہوا چنانچہ میں بیٹھ گیا اور بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں ایک نہایت ہی خوبصورت حور کو دیکھا جس کے رخساروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ میں اس حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ رہ گیا، اتنے میں اس نے مجھے اپنے پاؤں سے ہلکی سی ٹھوکر لگائی اور کہنے لگی، بڑے افسوس کی بات ہے! میں جنت میں تیرے لئے بنی سنوری بیٹھی ہوں اور تم سو رہے ہو؟ یہ سن کر میں نے اسی وقت نذر مان لی کہ اب کبھی نہیں سوؤں گا۔

میری یہ حالت دیکھ کر حور مسکرا دی جس سے میرا سارا کمرہ نور سے جگمگا اٹھا اور میں بڑی حیرانی سے اس چھپے ہوئے نور کو دیکھنے لگا۔ اس نے میری حیرت کو بھانپ لیا اور کہنے لگی، جانتے ہو کہ میرا چہرہ اتنا روشن کیوں ہے؟ میں نے کہا، نہیں۔ وہ کہنے لگی کہ، تمہیں یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ سخت سردیوں کی رات تھی، تم نے اٹھ کر وضو کیا، اس کے بعد نماز ادا کرنا شروع کی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے تمہاری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے، اسی وقت رب عزوجل کی طرف مجھے حکم دیا گیا

کہ فردوس بریں سے سینۂ زمین پر اتر کر تمہارے ان آنسوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ لوں۔ پھر میں نے تیرے آنسوؤں کا ایک قطرہ اپنے چہرے پر مل لیا تھا، میرے چہرے کی یہ چمک تمہارے انہی آنسوؤں کی وجہ سے ہے۔

(حکایات الصالحین ص ۳۹)

(1186) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَّجَعٍ أَوْ غَيْرِهٖ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تہجد کی نماز کسی درد وغیرہ کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کے وقت بارہ رکعت ادا کر لیتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ص ۲۶۶، رقم: ۱۷۷۷سنن الکبری للبیهقی، باب من اجاز قضاء النوافل علی الاطلاق، ج ۲ص ۴۸۸، رقم: ۴۲۲۲، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه زرارة بن اوفی ج ۱۱ص ۴۰۵، رقم: ۱۶۱۰۵، الاوسط لابن المنذر جماع ابواب صلاۃ التطوع ص ۲۷، رقم: ۲۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زوال سے پہلے پہلے یا اس لیئے پڑھتے کہ آپ پر نماز تہجد فرض تھی اور فرض کی قضا ضروری ہے تب تو یہ قضا آپ کی خصوصیت ہے یا اس لیئے کہ جس کی تہجد رہ جائے اور وہ زوال سے پہلے بارہ رکعتیں پڑھ لے تو تہجد کا ثواب پائے گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۲۵۳)

(1187) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَرَأَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهٗ كَأَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّيْلِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے رات کے ورد سے سو یا رہے یا اس کا کچھ حصہ سو جانے کی وجہ سے رہ جائے تو اس کو نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لے اس کے لیے ایسے ہی ثواب لکھا جاتا ہے جیسا کہ اس نے رات کے وقت اس کو پڑھا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع الصلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ص ۲۷۱، رقم: ۱۷۷۹، سنن الکبری للبیهقی باب من اجاز قضاء هما بعد طلوع الشمس، ج ۲ص ۴۸۴، رقم: ۴۲۷۰، سنن ابوداؤد باب من نام عن حزبه ج ۱ص ۵۰۶ رقم: ۱۳۱۵ سنن ابن ماجه باب ما جاء فیمن نام عن حزبه من اللیل، ج ۱ص ۲۲۶، رقم: ۱۳۴۳ صحیح ابن خزیمه باب ذکر الوقت من النهار ج ۱ص ۲۹۵ رقم: ۱۱۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے بعض علماء نے فرمایا کہ تہجد رہ گئی ہو تو دوپہر سے پہلے اتنے نفل پڑھ لے تو ان شاء اللہ تہجد کا ثواب مل جائے

گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کا خلیفہ دن ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لہذا رات کے اعمال دن میں ہو سکتے ہیں، نیز دن کے اول حصہ پر رات کے بعض احکام جاری ہیں اسی لیئے نفل اور رمضان کے روزے کی نیت ضحوہ کبریٰ سے پہلے ہو سکتی ہے گویا اس نے رات سے ہی نیت کی۔(از مرقاۃ وغیرہ) اسی طرح اگر دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں ادا کرلے کیونکہ دن کا خلیفہ رات ہے۔(لمعات وغیرہ)(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۸۵)

(1188) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ امْرَاَتَهُ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ایسے آدمی پر رحم کرے جو رات کے وقت قیام کرے اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کے وقت بیدار ہو کر نماز پڑھے اور اور اپنے شوہر کو بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ ابوداؤد نے اسے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الحث علی قیام اللیل، ج۱ص۳۳، رقم: ۱۴۵۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الترغیب فی قیام اللیل، ج۲ص۵۰۱، رقم: ۴۸۲۸، المستدرک للحاکم، کتاب صلاۃ التطوع، ج۱ص۳۱۷، رقم: ۱۱۶۴، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۴ص۳۰۶، رقم: ۲۵۶۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج۳ص۱۵۰، رقم: ۷۴۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بیوی کا یہ پانی چھڑکنا خاوند کی نافرمانی یا اس کی بے ادبی نہیں بلکہ اسے نیکی کی رغبت دینا اور اس پر امداد کرنا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے جبرًا نیکی کرانا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (مرقاۃ) خیال رہے کہ لوگ عوام کی بزرگوں کی مشائخ کی دعا لینے کے لیئے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں۔ دوستو اگر جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینی ہے تو خود بھی تہجد پڑھو اور اپنی بیویوں کو بھی پڑھاؤ۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس جوڑے کو ہرا بھرا رکھے۔(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۶۹)

(1189) وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَيْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا۔ اَوْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا، كُتِبَا فِي الذَّاكِرِيْنَ

ان ہی سے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کے وقت مرد اپنی بیوی کو بیدار کرے پھر دونوں نماز پڑھیں یا دونوں دو رکعت پڑھیں تو ان کو ذکر کرنے

وَالذّٰكِرَاتِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

والے مردوں اور عورتوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔ ابوداؤد نے اسے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب قیام اللیل، ج۲ص۵۰۰، رقم: ۱۳۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی صلاۃ اللیل، ج۶ص۷۶، رقم: ۴۱۷۷، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراھیم، ج۲ص۲۱۸، رقم: ۲۶۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زمرے میں آجاتا ہے۔ حدیث شریف میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَالذّٰكِرِيْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللهُ لَهُمْ الآیہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۷۶)

(1190) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ، فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ اَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ، لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ سو جائے۔ حتیٰ کہ اس کی نیند (کا غلبہ) ختم ہوجائے کیونکہ تم میں سے جب کوئی اونگھتے ہوئے نماز پڑھے تو ممکن ہے کہ وہ اپنے لیے استغفار کرنا شروع کرے تو اپنے آپ کو گالی دینے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسۃ، ج۱ص۸۷، رقم: ۲۱۲، صحیح مسلم، باب امر من نعس فی صلاتہ، ج۱ص۲۹۲، رقم: ۱۸۶۱، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب من نعس فی صلاتہ فلیرقد، ج۳ص۱۶، رقم: ۴۹۱۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاۃ عند النعاس، ج۱ص۱۸۶، رقم: ۳۵۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۴۲، رقم: ۱۲۴۲۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے کہ جس کی وجہ آگے آرہی ہے۔

مثلًا اونگھتے ہوئے بجائے اِغْفِرْ لِیْ کے اِعْفِرْ لِیْ کہہ جائے غفر کے معنی ہیں بخشنا، عفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا، ذلیل و خوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہوجاتا ہے اس لیئے بہت احتیاط چاہیئے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیے مگر اس اونگھ کی وجہ سے نماز باجماعت نہ چھوڑنی چاہیئے، یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہورہے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۸۳)

(1191) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کے وقت

قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ، فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ، فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ، فَلْيَضْطَجِعْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کھڑا ہو پس قرآن اس کی زبان پر مشکل ہو جائے اور اس کو پتہ بھی نہ چلے کہ وہ کیا کہتا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہیے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (سنن ابوداوٗد، باب النعاس فی الصلاۃ ج ص ۵۰۰ رقم: ۱۳۱۲ السنن الکبرٰی للبیہقی باب من نعس فی صلاتہ فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم ج ۳ ص ۱۶ رقم: ۴۹۱۸ صحیح مسلم، باب امر من نعس فی صلاتہ او استعجم علیہ القرآن ج ۱ ص ۱۱ رقم: ۱۸۷۲ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی المصلی اذا نعس ج ۱ ص ۳۳۶ رقم: ۱۳۷۲ مسند امام احمد مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۱۸ رقم: ۸۲۱۳)

شرح حدیث: عبادت گزاروں کا راستہ اور تائبین کا طریقہ

اے راہ صالحین سے دور رہنے والے! تجھ پر اپنے نور بصارت کی اصلاح لازم ہے ۔۔۔۔۔۔ تاریک دل شکوک کے کانٹوں پر چل رہا ہے اور تُو بے خبر ہے ۔۔۔۔۔۔ توبہ کرنے والا اپنی عمر عبادت میں گزارتا ہے، دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات میں عبادت کرتا ہے جبکہ آرام پسند اور کاہل آدمی کا وقت غفلت میں گزرتا ہے، اس کی بصیرت غور و تفکر سے بے بہرہ ہوتی ہے کیونکہ جو شخص دنیا سے بے رغبتی کا مزہ چکھ لیتا ہے اسے شب بیداری اور رات میں نماز پڑھنے میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے ۔۔۔۔۔۔ اگر تمہیں رات کے اوائل میں تہجد پڑھنے والے نظر نہیں آتے تو سحری کے وقت انہیں دیکھ لیا کرو اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ کہ اب تو اس بڑھاپے کی فجر طلوع ہو چکی ہے اگر تو بارگاہِ خداوندی عزوجل سے پیچھے رہ گیا تو یہ پیچھے رہ جانا تجھے ذلت میں ڈال دے گا۔

عبادت گزار کیسا ہو؟

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی برے غلام کی طرح نہ بنے کہ اگر خوفزدہ ہو تو عمل کرے اور بے خوف ہو تو عمل نہ کرے اور نہ ہی تم میں سے کوئی برے مزدور کی طرح بنے اگر زیادہ اجرت نہ ملے تو کام نہ کرے۔(اتحاف السادۃ المتقین، کتاب المحبۃ والشوق والانس، باب بیان ان المستحق للمحبۃ ھو اللہ وحدہ، ج ۱۲، ص ۳۴۸)

70-بَابُ اسْتِحْبَابِ قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيْحُ

قیام رمضان کا استحباب اور وہ تراویح کی نماز ہے

(1192) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید سے قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب تطوع قیام رمضان من الایمان، ج۱ص۱۶، رقم:۳۷، صحیح مسلم، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ج۲ص۱۶۶، رقم:۱۸۱۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب قیام شہر رمضان، ج۲ص۳۴۲، رقم:۴۵۹۰، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شہر رمضان، ج۱ص۵۲۰، رقم:۱۳۷۲، سنن ترمذی، باب الترغیب فی قیام رمضان، ج۱ص۲۷۱، رقم:۸۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسبٌ سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہوجائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔

مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہوجاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہوگئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۴)

(1193) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ، فَيَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے قیام کا شوق دلاتے تھے لیکن آپ نے اس کو فرض وضروری نہیں کیا پس آپ فرماتے کہ جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید سے قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث:(صحیح مسلم، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ج۲ص۱۶۶، رقم:۱۸۱۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب قیام شہر رمضان، ج۲ص۴۹۲، رقم:۴۷۸۲، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شہر رمضان، ج۱ص۵۲۰، رقم:۱۳۷۳، سنن ترمذی، باب الترغیب فی قیام رمضان، ج۲ص۲۷۱، رقم:۸۰۸، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۸۱، رقم:۷۷۸۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تراویح کو فرض یا واجب نہ قرار دیا لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ سنت مؤکدہ بھی نہ ہوں۔

(اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں) یعنی تراویح کی پابندی کی برکت سے سارے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ سے اور حقوق العباد حق والے کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں، اس کا ذکر بارہا گزر چکا۔ لوگ باقاعدہ پابندی سے تراویح کی جماعت نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عذر تو معلوم ہو چکا۔ صدیق اکبر نے مختصر سے زمانہ خلافت میں جہادوں سے فراغت نہ پائی، عہدِ فاروقی میں اس کا باقاعدہ انتظام ہو گیا جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۳)

71-بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ أَرْجَى لَيَالِيهَا

لیلۃ القدر کے قیام کی فضیلت اور اس کی زیادہ امید والی رات کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ) (القدر: 1) إِلَى اٰخِرِ السُّوْرَةِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ آخر سورۃ تک۔

شرح: حضرت صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شب قدر شرف و برکت والی رات ہے اس کو شب قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت و قدر کے باعث اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں اعمال صالحہ منقول ہوتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان و اخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اس شب میں کثرت سے استغفار کرے اور رات عبادت میں گذارے سال بھر میں شب قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور روایاتِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی رات میں۔ بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہوتی ہے یہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس رات کے فضائلِ عظیمہ اگلی آیتوں میں ارشاد فرمائے جاتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ) (الدخان: 3) الْاٰيَاتِ.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔

(1194) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں

الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ثواب کے حصول کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل یقال رمضان او شهر رمضان، ج۲ص۰۰۰، رقم: ۱۰۰۰، صحیح مسلم، باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح، ج۱ص۰۰۰، رقم: ۱۸۱۸، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فضل لیلة القدر، ج۴ص۳۰۰، رقم: ۸۶۸۹، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۲۲، رقم: ۸۰۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسبٌ سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔

مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۳)

(1195) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ کو خواب میں لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب آخری سات راتوں کے بارے میں متفق ہو گئے ہیں، تو جو شخص اس کو تلاش کرنا چاہے اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التماس لیلة القدر فی السبع الاواخر، ج۲ص۰۰، رقم: ۲۰۱۵، صحیح مسلم، باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها، ج۱ص۰۰، رقم: ۲۸۱۸، موطا امام مالک [illegible]

۱۱۲۲سنن النسائی الکبری باب التواطؤ علی الرؤیا ج۲ص۳۸۳ رقم:۶۱۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے) یہ ترجمہ بہت احتیاط سے کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے، کسی نے دیکھا کہ تیئسویں ہے، کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا انتیسویں کہا یعنی آخری عشرہ کی طاق راتیں، چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنی تیئسویں سے انتیسویں تک اس لیے آخری ہفتہ ارشاد ہوا۔ اس جملہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشواری ہوئی ہے، فقیر نے جو عرض کیا وہ زیادہ قرین ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

(تمہارے خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہوگئیں ہیں) یعنی اے صحابہ تمہاری خوابیں شخصی تعیین میں تو مختلف ہیں مگر نوعی تعیین میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا۔

(وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے) اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کا خواب معتبر ہے خصوصاً جب کہ نبی کی تصدیق بھی ہوجائے، دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے، ایسے ہی یہ بھی ہے لہذا اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں میں اس کی تلاش کی جائے۔ اس کی تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۱)

(1196) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَيَقُوْلُ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے اور فرمایا کرتے۔ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر فیه عبادۃ، ج۱ص۶۶۰ رقم: ۲۰۲۰، صحیح مسلم، باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبها، ج۱ص۱۴۳ رقم: ۲۸۲۳، السنن الکبری للبیهقی، باب الترغیب فی طلبها العشر الاواخر من رمضان، ج۴ص۳۰۷ رقم: ۸۷۰۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی لیلۃ القدر، ج۲ص۱۵۸ رقم: ۷۹۲، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنها، ج۹ص۲۰۷ رقم: ۲۴۵۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

امت محمدیہ کی خصوصیت

شب قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی۔ قدر کے معنے ہیں اندازہ لگانا، عزت وعظمت و تنگی، چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیئے جاتے

ہیں، ملک الموت کو سال بھر میں مرنے والوں کی فہرست مل جاتی ہے، حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست عطا ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ۔ نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا اس لیے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں، نیز اس رات کی عزت وعظمت بہت زیادہ ہے، اس شب میں عبادت کرنے والا رب تعالیٰ کے ہاں عزت پاتا ہے لہذا اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے۔ بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی مہینہ اور کسی تاریخ میں، دوسرے سال کسی مہینہ اور تاریخ میں، بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں، بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں ہے اکیسویں تیئسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ ان شاءاللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں 9 حرف ہیں، یہ لفظ سورۂ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے تو یہ ستائیس ہوتے ہیں، نیز سورۂ قدر میں تیس حرف ہیں جن میں سے ستائیسواں حرف ہے "ھی" یہ ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹتی ہے۔ (روح البیان) اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنے کے اعمال ہماری کتاب "مواعظ نعیمیہ" اور "اسلامی زندگی" میں ملاحظہ کرو۔

اعتکاف عبادت ہے

اعتکاف عکف سے بنا بمعنی ٹھہرنا یا قائم رہنا رب تعالیٰ فرماتا ہے: یَّعۡکُفُوۡنَ عَلٰۤی اَصۡنَامٍ لَّہُمۡ اور فرماتا ہے: وَ اَنۡتُمۡ عٰکِفُوۡنَ فِی الۡمَسٰجِدِ۔ شریعت میں بہ نیت عبادت مسجد میں خاص ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ واسمٰعیل علیہما السلام سے فرمایا تھا: اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡعٰکِفِیۡنَ وَ الرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ۔ اعتکاف تین قسم کا ہے: اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف، اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن و رات ہے۔ اعتکاف سنت، یہ بیسویں رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے۔ اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہہ دے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں۔ حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کر سکتا ہے جہاں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو مگر عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کر کے وہاں ہی اعتکاف کر لے جسے مسجد خانہ کہتے ہیں (لمعات مرقات) وغیرہ۔

(1197) وَعَنۡهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهَا: اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَحَرَّوۡا لَيۡلَةَ الۡقَدۡرِ فِي الۡوِتۡرِ مِنَ الۡعَشۡرِ الۡاَوَاخِرِ مِنۡ رَمَضَانَ رَوَاهُ

حضرت عائشہ ﷺ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

الْبُخَارِیُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ج۱ص۶۶۲، رقم: ۲۰۱۷، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الترغیب فی طلبہا فی الوتر من العشر الاواخر، ج۴ص۵۰۷، رقم: ۸۶۸۳، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۴۲۰، رقم: ۲۴۳۴۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں، وہ بھی طاق تاریخوں میں، قرآن کریم بھی اس کی تائید فرما رہا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے: **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ** جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے: **اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ** جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں جب کہ شب قدر رمضان میں ہو۔ خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالٰی نے ہم سے چھپالیا تاکہ ہم اس کی تلاش میں بہت راتوں میں عبادات کریں۔ تلاش کرنے سے مراد عبادتیں کرنا ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی۔ اسم اعظم کی طرح عوام سے اسے چھپا رکھا تاکہ اس کی تلاش رہے اور اچھی چیز کی تلاش بھی عبادت ہے لہٰذا یہ چھپانا ہمارے لیے بہتر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۳۱۰)

(1198) وَعَنْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ، اَحْيَا اللَّيْلَ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو پوری رات کو (عبادت) زندہ رکھتے۔ گھر والوں کو بیدار کرتے اور کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ج۱ص۶۶۴، رقم: ۲۰۲۴، صحیح مسلم، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر من شہر رمضان، ج۱ص۵۹۵، رقم: ۱۱۷۴، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ج۴ص۵۱۳، رقم: ۸۵۲۲، صحیح ابن حبان، باب فضل رمضان، ج۸ص۲۲۲، رقم: ۳۴۳۶، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شہر رمضان، ج۱ص۵۲۲، رقم: ۱۳۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستر ہوجاتے) میزر ازار سے بنا، بمعنی تہبند یا پائجامہ، لفظی معنے ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لیے تیار ہوجاتے جیسے کہا جاتا ہے اٹھ باندھ کمر کیا بیٹھا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے قطعًا علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی۔

(اور گھروالوں کو جگاتے) یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریباً تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے تمام رات بیداری وعبادت کبھی نہ کیں۔ خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کے لیے جاگنا اور لیلہ اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے لیے جاگتے، ہوسکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کردیتے یا زندہ رکھتے جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مردہ۔ جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی، طبرانی نے بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے وہ گویا آدمی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھ لے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۷)

(1199) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِيْ رَمَضَانَ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ، وَفِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْهُ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں اس قدر مجاہدہ کرتے کہ باقی دنوں میں اتنا مجاہدہ نہ کرتے تھے۔ اور آخری عشرہ میں دوسرے (رمضان کے دنوں) کی بہ نسبت زیادہ مجاہدہ فرماتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ج۲ص۸۳۲، رقم: ۱۱۷۵، مسند امام احمد، حديث السيدة عائشه رضى الله عنها، ج۹ص۳۸۲، رقم: ۲۲۵۰۲، صحيح ابن خزيمه، باب استحباب الاجتهاد فى العمل فى العشر الاواخر، ج۳ص۳۲۲، رقم: ۲۲۱۵، جامع الاصول لابن اثير، الفصل الخامس فى قيام شهر رمضان، ج۹ص۱۱۳، رقم: ۶۲۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عموماً شب بیداری بھی یا تو اس لیے کہ اس عشرہ میں شب قدر ہے یا اس لیے کہ مہمان جارہا ہے الوداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے یا اس لیے کہ مہینہ کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو۔ بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دنیا سے کنارہ کرکے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب چلتا وقت ہے جو ہوسکے کرلیں۔ شعر

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہوسکے کرلے ۔۔۔ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۶)

(1200) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ: قُوْلِيْ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ

انہی سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں جان لوں کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس میں کیا کہوں آپ نے فرمایا کہ تو کہہ

فَاعْفُ عَنِّي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے تو مجھ کو معاف فرما۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۳۲۳، رقم: ۳۵۱۳ سنن ابن ماجہ، باب الدعاء بالعفو والعافیة، ج۴ص۱۲۶۵، رقم: ۳۸۵۰ مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۱۷۱، رقم: ۲۵۴۲۳ سنن النسائی الکبری، باب سورۃ القدر، ج۶ص۵۱۹، رقم: ۱۱۶۸۸ المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۱۹۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں اور میں شجر وحجر کو سجدہ کرتے، فرشتوں کو اترتے، شب قدر کا نور پھیلتے، روح فرشتہ کو زمین پر آتے دیکھوں جس سے معلوم کرلوں کہ یہ شبقدر ہے تو میں اس میں دعا کیا مانگوں۔ معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کبھی شبقدر را اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے کہ شب قدر کو چھپانا سنت ہے۔ (مرقاۃ)

یہ دعا مختصر ہے اور بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالٰی نے بندے کو معافی دے دی تو سب کچھ دے دیا۔ خیال رہے کہ گنہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کار نیکی کر کے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ خداوند تیری بارگاہ کے لائق نیکی نہ ہوسکی تو معاف فرمانے والا ہے معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دے دے۔ شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از اطاعت استغفار

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالٰی کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں، پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا، گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۳۱۸)

72- بَابُ فَضْلِ السِّوَاكِ وَخِصَالِ الْفِطْرَةِ مسواک کی فضیلت اور فطری عادتوں کا بیان

(1201) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي - أَوْ عَلَى النَّاسِ - لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت پر مشقت کا سبب نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السواک یوم الجمعة، ج۱ص۳، رقم: ۸۸۷ صحیح مسلم، باب السواک، ج۱ص۱۵۱، رقم: ۶۱۲ المنتقی لابن الجارود، باب ما جاء فی السواک، ص۲۷، رقم: ۶۳ سنن ابن ماجہ، باب السواک، ج۱ص۱۰۵، رقم: ۲۸۷ سنن ترمذی، باب ما جاء فی السواک، ج۱ص۳۵، رقم: ۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان پر فرض کردیتا کہ، اور ہر نماز کے لیے وضو کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور باذن الٰہی۔ احکام کے مالک

ہیں، جو چاہیں فرض کریں، جو چاہیں حرام کہ فرماتے ہیں میں فرض کر دیتا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے، کیونکہ ابن خزیمہ، حاکم، بخاری شریف نے "کتاب الصوم" میں انہی ابوہریرہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے صَلٰوۃ کے عِنْدَ کُلِّ وُضُوْءٍ ہے اور احمد وغیرہ کی روایت ہے عِنْدَ کُلِّ طُھُوْرٍ وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔ خیال رہے کہ وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ ص۳۵۹)

(1202) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

الشَّوْصُ: الدَّلْكُ.

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے خوب صاف کرتے۔ (متفق علیہ)

الشَّوْصُ کا معنی ہے: ملنا، رگڑنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السواک، ج۱ص۱۰۸ رقم: ۲۴۵ صحیح مسلم، باب السواک، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۶۱۹ السنن الکبریٰ، باب تاکید السواک عند الاستیقاظ من النوم، ج۱ص۳۸ رقم: ۱۶۶ سنن ابوداؤد، باب السواک لمن قام من اللیل، ج۱ص۲۱، رقم: ۵۵ سنن ابن ماجه، باب السواک، ج۱ص۱۰۵، رقم: ۲۸۶ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفة بن الیمان ج۹ص۲۹۰، رقم: ۲۳۳۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وضو بلکہ استنجے سے بھی پہلے، پھر وضو میں اس کے علاوہ کیونکہ مسواک بیدار ہونے کی بھی سنت ہے اور وضو کی بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ ص۳۶۱)

(1203) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ، فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ أَنْ يَّبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے آپ کی مسواک اور وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیتے۔ رات کو جب اللہ تعالیٰ چاہتا آپ کو بیدار کر دیتا۔ پس آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نماز پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج۲ص۱۶۸ رقم: ۱۷۷۳ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب تاکید السواک عند الاستیقاظ من النوم، ج۱ص۳۹ رقم: ۱۶۸ مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی اللہ عنها ج۱۰ص۵۲ رقم: ۲۴۳۱۴ مصنف عبد الرزاق، باب صلاۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم من اللیل ووترہ ج۳ص۳۹ رقم: ۴۷۱۳ سنن ... باب کیف الوتر بتسع، ج۳ص۱۶۳، رقم: ۳۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور وضو کا پانی آپ کے سرہانے اول رات ہی میں رکھ دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سرہانے رکھ کر سونا سنت ہے اور یہ خدمت بیوی کے ذمہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ ص۲۵۹)

(1204) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں مسواک کے بارے میں بہت تاکید کی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السواك یوم الجمعة، ج۱ص۳۰۷، رقم: ۸۸۸، السنن الکبری للبیهقی، باب فی فضل السواك، ج۱ص۳۵، رقم: ۱۳۵، سنن الدارمی، باب فی السواك، ج۱ص۱۸۴، رقم: ۶۸۱، سنن النسائی، باب الاکثار فی السواك، ج۱ص۱۱، رقم: ۶، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۲ص۲۷۰، رقم: ۱۰۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بار بار اور ہر طرح تمہیں مسواک کی رغبت دی کہ کبھی اس کے دینی فائدے بیان کئے اور کبھی دنیوی، نیز ہمیشہ اس پر عمل کر کے دکھایا تا کہ تم بھی ہمیشہ مسواک کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کرنا فرض نہیں ورنہ روش بیان کچھ اور ہوتی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۲۶۹)

(1205) وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيءٍ، قَالَ: قلت لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو کس کام سے ابتداء کرتے تو انہوں نے فرمایا: آپ مسواک کے ساتھ ابتداء کرتے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب السواك، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۶۱۳، السنن الکبری للبیهقی، باب فی فضل السواك، ج۱ص۳۴، رقم: ۱۳۲، سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یستاك بسواك غیرہ، ج۱ص۱۹، رقم: ۵۱، سنن النسائی الکبری، باب السواك فی کل حین، ج۱ص۶۳، رقم: ۶، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۲ص۳۵۶، رقم: ۱۰۷۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ حضرت شریح مجتہدین تابعین سے ہیں، اور آپ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں، حضرت شریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانی سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بچے ہیں؟ عرض کیا تین۔ شریح، عبداللہ اور مسلم۔ فرمایا تمہاری کنیت ابوشریح ہے، آپ سیدنا علی مرتضی کے مخصوص ساتھی ہیں، بلکہ آپ کے قاضی رہے ہیں، جنگ جمل و صفین میں آپ کے ساتھ تھے، ۷۸ھ میں شہید کئے گئے۔

معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہیئے۔مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ مسواک کے ستر فائدے ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے،یہ" پائیریا" سے محفوظ رکھتی ہے، گندہ دہنی دور کرتی ہے، دانتوں و معدے کو قوی کرتی ہے، آنکھوں میں روشنی دیتی ہے۔دیکھو شامی وغیرہ۔اورافیون میں ستر برائیاں ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے خرابی خاتمہ کا اندشیہ ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۳ص ۳۶۰)

(1206) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہوا تو مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر تھا۔(متفق علیہ) یہ حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب السواک، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۲۵۴، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل السواک، ج۱ص۵۶، رقم: ۱۳۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب کیف یستاک، ج۱ص۱۲، رقم: ۳، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۳ص۳۵۵، رقم: ۱۰۷۳، صحیح ابن خزیمہ، باب صفة استیاک النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۷۳، رقم: ۱۴۱)

شرح حدیث: مسواک پسندیدہ

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس میرے بھائی حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔میرے سرتاج، صاحبِ معراج صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کی طرف دیکھنے لگے۔میں نے جان لیا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مسواک پسند فرمارہے ہیں۔عرض کی: کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے ان سے لوں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اشارہ سے فرمایا: ہاں۔میں نے مسواک لی اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو پیش کردی۔آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کو اپنے منہ میں داخل کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو سخت لگی۔میں نے عرض کی: کیا میں اسے نرم کردوں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں۔میں نے مسواک چبا کر نرم کی اور دستِ اقدس میں دے دی۔آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سامنے پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، اس میں اپنا دستِ اقدس داخل کیا اور فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی سختیاں بہت ہے۔پھر اپنا دستِ اقدس بلند کر کے ارشاد فرمایا: اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى، اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى، اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے۔یہاں تک کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا وصال ہوگیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، الحدیث ۴۴۴۹، ج ۳، ص ۱۶۵)

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم

صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے میرے گھر، میری باری کے دن، میری گردن اور سینے کے درمیان وصال فرمایا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے موت کے وقت میرا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا لعابِ اقدس ملا دیا۔ (المرجع السابق، الحدیث ۴۴۵۱)

(1207) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ فِي صَحِيْحِهِ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے کا اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔ اسے نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح ابن خزیمہ، باب فضل السواک وتطھیر الفم بہ، ج۱ص۷۰، رقم: ۱۳۵ سنن النسائی الکبرٰی، باب الترغیب فی السواک، ج۱ص۶۳، رقم: ۴ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب فی فضل السواک، ج۱ص۳۴، رقم: ۱۳۶ سنن الدارمی، باب السواک مطھرۃ للفم، ج۱ص۱۸۴، رقم: ۶۸۴ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنھا، ج۱ص۹۲، رقم: ۲۴۲۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اس میں دین ودنیا کی بھلائی ہے۔ خیال رہے کہ مسواک سے مسلمان کا مسواک کرنا بحیثیتِ عبادت مراد ہے، کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتاً مسواک اگرچہ منہ تو صاف کردے گی مگر رضائے الٰہی کا ذریعہ نہ بنے گی، نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں، مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے۔ یا اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا کیونکہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں۔ منہ کی صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب رب راضی ہوگیا پھر کیا کمی رہ گئی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱ص۲۶۳)

(1208) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ، اَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ: اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْاِبِطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال فطرت پانچ ہیں یا فرمایا پانچ چیزیں اعمال فطرت سے ہیں ختنہ کرانا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، مونچھوں کے بال کاٹنا۔ (متفق علیہ)

اَلْاِسْتِحْدَادُ: حَلْقُ الْعَانَةِ، وَهُوَ حَلْقُ الشَّعْرِ الَّذِيْ حَوْلَ الْفَرْجِ.

اَلْاِسْتِحْدَادُ: زیر ناف بال مونڈنا یہ وہ بال ہیں جو شرم گاہ کے اردگرد ہوتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قص الشارب، ج۷ص۱۶۰، رقم: ۵۸۸۹ صحیح مسلم، باب خصال الفطرۃ، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۶۲۰ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب السنۃ فی الاخذ من الاظفار والشارب، ج۱ص۱۴۹، رقم: ۷۰۶ سنن ابو داؤد، باب فی اخذ الشارب، ج۴ص۱۳۸، رقم: ۴۲۰۰ سنن ابن ماجہ، باب الفطرۃ، ج۱ص۱۰۷، رقم: ۲۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(پانچ چیزیں اعمال فطرت سے ہیں) سنت قدیمہ جو گزشتہ انبیاء کرام کا بھی طریقہ رہا ہو اسے فطرت کہتے ہیں گویا وہ انسان کی پیدائشی عادت ہے۔ یہاں پانچ کا ذکر حد کے لیے نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی سنتیں انبیاء ہیں جو دوسری احادیث میں مذکور ہیں۔

ختنہ امام اعظم کے ہاں سنت ہے، امام شافعی کے ہاں فرض۔ (مرقات) سات سال کی عمر تک ختنہ کر دینا چاہیے، نو مسلم جوان آدمی کا نکاح ایسی عورت سے کر دیا جاوے جو ختنہ کرنا جانتی ہو پھر ختنہ کے بعد چاہے تو طلاق دیدے، جو بچہ ختنہ شدہ پیدا ہو اس کے ختنہ کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ چودہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے: حضرت آدم، شیث، نوح، صالح، شعیب، یوسف، موسیٰ، زکریا، سلیمان، عیسیٰ، حنظلہ ابن صفوان جو اصحاب رُسل کے نبی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضرات ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے، عورتوں کا ختنہ ہمارے ہاں مکروہ ہے۔

(زیر ناف بال صاف کرنا) یعنی ناف کے نیچے اور پاخانہ کے مقام کے بال استرہ سے صاف کرنا سنت ہے مرد کے لیے اور کسی دواء سے صاف کر دینا مرد کے لیے خلاف سنت ہے قینچی سے یہ بال کاٹ دینا مرد و عورت دونوں کے لیے خلاف سنت ہے، بحالت جنابت کوئی بال کاٹنا مونڈھنا بہتر نہیں۔ (مرقات)

(مونچھوں کے بال کاٹنا) اوپری ہونٹ کے بالوں کو مونچھ کہا جاتا ہے۔ یہ اتنے کاٹے جاویں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ خوب کھل جاوے، پانی پیتے وقت یہ بال پانی میں نہ ڈوب سکیں، مونچھیں مونڈنا یا بہت زیادہ پست کر دینا خلاف سنت ہے۔ محیط میں ہے کہ مردوں کو سر منڈانا عام حالات میں اچھا نہیں احرام کھولتے وقت سنت ہے۔ حلق کے بال نہ منڈائے، بھویں اور چہرے کے کچھ کچھ بال الگ کر دینا جائز ہے جب کہ ہیجڑوں سے تشبہ نہ ہو، سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈھنا یا کترنا مستحب نہیں۔ (مرقات)

(ناخن کاٹنا) اس طرح ناخن تراشے کہ ہاتھوں کے پہلے پاؤں کے بعد میں، داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی شروع کرے چھنگلی تک کاٹ دے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرے انگوٹھے تک کاٹ دے پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کاٹ دے۔ جو کوئی جمعرات کے دن ناخن تراشا کرے ان شاء اللہ فقیر نہ ہوگا۔ حجامت جمعرات کو چاہیے اور غسل تبدیلی لباس خوشبو جمعہ کو افضل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم پر ناخن کا لباس تھا جنت سے باہر آکر یہ کپڑوں کا لباس عطا ہوا، آپ کا جسم ساٹھ ہاتھ تھا۔ (مرقات)

(بغلوں کے بال اکھیڑنا) بغل کے بال اکھیڑنا سنت ہے منڈانا جائز، امام شافعی منڈایا کرتے تھے۔ ناک کے بال اکھیڑنا ممنوع ہے اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۶۳)

(1209) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ

قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْاَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْاِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ الرَّاوِيْ: وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ۔ قَالَ وَكِيْعٌ - وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ - اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ: يَعْنِي الْاِسْتِنْجَاءَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ مونچھیں کاٹنا' داڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی چڑھانا (وضو میں) ناخن کاٹنا' انگلیوں کے جوڑوں کو پچھلی طرف سے دھونا' بغلوں کے بال اکھیڑنا' زیر ناف بال مونڈنا اور استنجا کرنے کے لیے پانی استعمال کرنا' راوی کہتے ہیں دسویں بات میں بھول گیا ہوں شاید وہ کلی کرنا ہے۔ایک روایت میں حضرت وکیع کہتے ہیں انتقاص الماء سے استنجاء کرنا مراد ہے۔(مسلم)

اَلْبَرَاجِمُ بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْجِيْمِ: وَهِيَ عُقَدُ الْاَصَابِعِ، وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ مَعْنَاهُ: لَا يَقُصُّ مِنْهَا شَيْئًا۔

البراجم: باموحدہ اور جیم کے ساتھ انگلیوں کے جوڑوں کو کہتے ہیں اور اعضاء اللحیۃ کا معنٰی ہے داڑھی میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب خصال الفطرۃ' ج۱ص۱۵۳ رقم: ۶۲۷' السنن الکبرٰی للبیھقی' باب اسلیل علی ان السواک سنۃ لیس بواجب' ج۱ص۳۶' رقم: ۱۵۹' سنن ابوداؤد' باب السواک من الفطرۃ' ج۱ص۱۹' رقم: ۵۳' سنن ابن ماجہ' باب الفطرۃ' ج۱ص۱۰۷' رقم: ۲۹۳' سنن ترمذی' باب ما جاء فی تقلیم الاظفار' ج۵ص۹۱' رقم: ۲۷۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دس چیزیں فطرت سے ہیں) فطرت کے لغوی معنی ہیں پیدائش، رب فرماتا ہے: فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مگر اصطلاح میں ان سنت انبیاء کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر ہمارے حضور بھی عامل رہے۔

(مونچھیں کاٹنا) اتنی کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی نمودار ہوجائے، اس سے زیادہ کترانا بھی منع ہے اور منڈانا بھی ممنوع۔بعض علماء نے مجاہدین کو بحالت جنگ مونچھیں بڑھانے کی اجازت دی ہے۔(اشعۃ اللمعات)

(داڑھی بڑھانا) چار انگشت واجب اس سے قدرے زیادہ جائز ہے، بہت زیادہ مکروہ، چار انگشت سے کم کرنا سخت منع اور منڈانا حرام، نیز ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔اگر عورت کے داڑھی نکل آئے تو اسے منڈا دے۔خیال رہے کہ ٹھوڑی کے نیچے والے بال ایک مشت کے بعد کٹوائے اور اس کے آس پاس اسی مناسبت سے کہ بالوں کا حلقہ بن جائے جیسا کہ سیدنا ابن عمر کا طریقہ تھا(بخاری شریف) قرآن حکیم فرماتا ہے: لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ۔ معلوم ہوا کہ ایک مشت داڑھی سنت انبیاء ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہے۔

(ناخن کاٹنا) ہاتھوں اور پاؤں کے اس طرح کہ پہلے داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے شروع کر کے چھنگلی پر ختم کر دے، پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کر دے، پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ لے، اس کے بعد داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرے۔ جمعہ کے دن کٹوانا مستحب ہے اور جمعرات کے دن بعد نماز عصر بہت بہتر۔ ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک بار کاٹ لے۔ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔

(انگلیوں کے جوڑوں کو پچھلی طرف سے دھونا) کھانا وغیرہ کھا کر یا کوئی اور کام کر کے، مراد پوروں سے پوری انگلیاں ہیں۔

(بغلوں کے بال اکھیڑنا) اکھیڑنا سنت ہے، منڈانا جائز ہے۔

(زیر ناف بال مونڈنا) سنت ہے۔ چونے وغیرہ سے صاف کر دینا بھی جائز، قینچی سے کاٹ دینا خلاف۔ سنت ان احکام میں عورتیں اور مرد برابر ہیں۔ (مرقاۃ)

(استنجا کرنے کے لیے پانی استعمال کرنا) یعنی پیشاب پاخانہ کا استنجاء پانی سے کرنا سنت ہے، اور اگر نجاست روپے بھر سے زیادہ ہو تو فرض۔

(راوی کہتے ہیں) راوی سے مراد مصعب ہیں یا زکریا ابن ابی زائد ہیں۔ (مرقاۃ)

لڑکے کا ختنہ سنت ہے۔ ساتویں دن سے لے کر ساتویں سال تک کر دیا جائے، بلوغ سے پہلے ہونا ضروری ہے، بعد بلوغ ستر اس کے لیے کھولنا حرام ہے۔ جو جوان آدمی ایمان لائے تو اگر ممکن ہو تو ختنہ کا کام جاننے والی عورت سے اس کا نکاح کر دیا جائے، کہ وہ ختنہ کرے ورنہ نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۲۶۳)

(1210) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اعفاء اللحی، ج۴ ص۷۶، رقم: ۵۸۹۳ صحیح مسلم، باب خصال الفطرۃ، ج۱ ص۱۵۳، رقم: ۶۲۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی اعفاء اللحیۃ، ج۴ ص۹۵، رقم: ۲۷۶۳ المعجم الصغیر للطبرانی، باب المیم من اسمہ محمد ج۲ ص۵۰، رقم: ۸۰۷ سنن النسائی الکبریٰ، باب الامر باحفاء الشوارب واعفاء اللحی ج۱ ص۶۶، رقم: ۲)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن داڑھی کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع و حرام اور کفار کا شعار۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحیة الحدیث، رواہ مسلم۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹)

یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی حد شرع تک چھوڑ دینا (اس کو مسلم نے روایت کیا۔ ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح میں فرماتے ہیں:

حلق کردن لحیہ حرام ست و روش افرنج وہنود وجوالقیان کہ ایشاں راقلندریہ نیز گویند وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست وآں کہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک در دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنت ست چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند۔

(اشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ باب السواک الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۲)

داڑھی منڈانا حرام ہے، یہ افرنگیوں، ہندؤوں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے جو قلندریہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ یہ سنت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت کے ساتھ ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔ (ت)

اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں:

خالفوا المشرکین وادفوا اللحی واعفوا الشوارب۔ رواہ الشیخان فی صحیحھما۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵) (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹)

مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پوری اور مونچھیں کم کردو (اس کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ت)

اور بعض احادیث میں وارد مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوسی کی سی شکل نہ بناؤ، سنت سنیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ترک اور مشرکین ومجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں، علاوہ بریں اس میں تغییر خلقت خدا بطریق ممنوع ہے اور وہ بنص قرآن اثر اضلال شیطان اور بحکم حدیث رسالت پناہی موجب لعنت الٰہی ہے:

قال اللہ عزاسمہ حاکیا عن ابلیس ولاضلنھم ولامنینھم ولاٰمرنھم فلیبتکن اذان الانعام ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ (القرآن الکریم ۴/۱۱۹)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ متفق علیہ۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹) (صحیح مسلم کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۵)

اللہ تعالٰی معزز نام والے نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: میں (یعنی شیطان) لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا اور انھیں امیدوں اور آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور (بذریعہ وسوسہ اندازی) حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں اور انھیں کہوں گا کہ اللہ تعالٰی کی خلقت (یعنی بناوٹ) میں تبدیلی کریں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی خال گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرے، بال اکھاڑنے والی عورتوں پر خوبصورتی کے لئے دانتوں میں (مصنوعی) فاصلہ بنانے والیوں پر اور بناوٹِ خداوندی میں ردوبدل کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ناجائز و ممنوع۔ ایسے شخصوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لوگوں کو خبر دے دو کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان سے بیزار ہیں رواہ الترمذی اور پر ظاہر کہ داڑھی کتروانا یا منڈانا چڑھانے سے سخت تر ہے کہ اس میں فقط تغییر صفت سنت ہے اور ان میں تغییر یا اعدام اصل معہذا اگر تو بہ نصیب ہو تو یہ سریع الزوال اور ان کا ازالہ نہ ہوگا مگر بعد ایک زمانہ کے جب چڑھانے کی نسبت ایسی وعید شدید وارد اور حضور اس کے مرتکب سے اپنی بیزاری ظاہر فرمائیں تو کترنے اور منڈانے سے کس قدر ناراض و بیزار ہوں گے اور العیاذ باللہ اس حبیب مرتجٰی و رسول مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی وسلم کی ناراضی پر دنیا و آخرت میں جو ثمرات بد مرتب ہیں دل مومن ان سے خوب واقف ہے باقی عذر مذکور فی السوال وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں بلکہ قائل کی سفاہت و ضلالت پر دال ہے اس میں شک نہیں کہ اصلاح باطن آرائش ظاہر سے اہم تر مگر اس کے ساتھ افساد ظاہر وارتکاب محرمات و ممنوعات کی کس نے اجازت دی کیا تعیل حکم شرع واتباع سنت شارع کہ داڑھی بڑھانے اور نیچی رکھنے میں پائی جاتی ہے آراستگی باطن میں کچھ خلل انداز ہے بلکہ وہ اپنے اس دعوے ہی میں جھوٹا ہے کہ باطن میرا آراستہ ہے اگر چہ داڑھی خلاف شرع ہو کہ اگر فی الواقع باطن اس کا زیور اصلاح سے مزین اور بحکم خدا و رسول منقاد ہوتا تو اتباع سنت چھوڑ کر شعار کفر و شرک و بدعت کی پیروی پسند نہ کرتا اور حکم شرع سن کر سر جھکاتا اپنے فعل شنیع پر مصر نہ ہوتا اور ایسے بیہودہ عذروں کو سپر نہ بناتا استغفر اللہ ایسے اعذار باردہ موجب تحلیل محرمات نہیں ہوسکتے نہ ان سے وبال میں کچھ کمی ہو بلکہ موجب زیادت نکال ہیں کہ جب ارتکاب ممنوع کے ساتھ ندامت واعتراف بجرم لاحق ہو تو وہ باعث تخفیف عذاب اور عزم مع الترک موجب محو گناہ ہو جاتی ہے اور جب حکم شرع کے سامنے گردن نہ جھکائیں بلکہ باصرار پیش آئیں اور ایسے جھوٹے بہانوں کا دامن پکڑیں تو شامت اس کی ایک سے ہزار ہو جاتی ہے اور اگر داڑھی چھوڑنے یا نیچی رکھنے کی تحقیر اور ان لوگوں سے کہ ایسا کرتے ہیں استہزاء اور انھیں تشبیہات و تمثیلات قبیحہ سے یاد کرے گا تو قطعاً کافر ہے کہ یہ سنن سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت، ایسی سنت کی توہین وتحقیر اور

اس کے اتباع پر استہزاء بالا جماع کفر کما ھو مصرح فی الکتب الفقہیۃ والکلامیۃ (جیسا کہ فقہ اور علم کلام کی کتابوں میں صراحۃ یہ مذکور ہے۔ت) عورت اس کی نکاح سے نکل جائے گی اور بعد اس کے جو بچے ہوں گے اولاد حرام ہوں گے اہل اسلام کو اس سے معاملہ کفار برتنا لازم۔ بعد مرگ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں بلکہ جہاں تک ممکن اس جنازہ ناپاک کی تذلیل کریں کہ اس نے ایسے عزت والے پیغمبر افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو ذلیل سمجھا العیاذ باللہ، واللہ نسئل حسن الخواتیم والعلم بالحق عند ربی ان ربی خبیر علیم (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں اور حق کا علم میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔ بلاشبہ میرا پروردگار (ہر چیز سے) پوری طرح خبردار اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ت) (فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۷۵-۱۷۵)

73-بَابُ تَأْكِيْدِ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

زکوۃ کے فرض ہونے کی تاکید اس کی فضیلت کا بیان اور اس کے متعلقہ مسائل

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ) (البقرة: 43).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ) (البينة:5).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نِرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا) (التوبة: 103)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو۔

(1211) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ. وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ. وَحَجِّ الْبَيْتِ. وَصَوْمِ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷠ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا' بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الایمان وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ج۱ ص۱۱، رقم:

۸صحیح مسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "بنی الاسلام علی خمس" ج۱ص۳۳ رقم: ۱۲۱ السنن الکبرٰی للبیہقی باب اصل فرض الصلاۃ، ج۱ص۳۵۸ رقم: ۱۶۲۲ سنن ترمذی، باب ما جاء بنی الاسلام علی خمس، ج۵ص۵ رقم: ۲۶۰۹ سنن النسائی الکبرٰی، باب علی کم بنی الاسلام، ج۶ص۵۳۱ رقم: ۱۱۶۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طویٰ کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور اعمل بالسنۃ تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(اس بات کی گواہی دینا) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔

(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

(زکوٰۃ ادا کرنا) اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (مراۃ المناجیح، ج۱ص۲)

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ فرض ہے اس کا انکار کرنے والا کافر اور نہ دینے والا فاسق وجہنمی اور ادا کرنے میں دیر کرنے والا گنہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیرھا وصفتھا وشرائطھا، ج۱، ص۱۷۰)

نماز کی طرح اس کے بارے میں بھی بہت سی آیتیں وحدیثیں آئی ہیں جن میں زکوٰۃ ادا کرنے کی سخت تاکید ہے اور نہ ادا کرنے والے پر طرح طرح کے دنیا اور آخرت کے عذابوں کی وعیدیں آئی ہیں۔

مسئلہ: اللہ کے لئے مال کا ایک حصہ جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی فقیر کو مالک بنا دینا شریعت میں اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیرھا وصفتھا وشرائطھا، ج۱، ص۱۷۰)

مسئلہ: زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا یعنی کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں (۲) بالغ ہونا یعنی نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں (۳) عاقل ہونا یعنی دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں (۴) آزاد ہونا یعنی لونڈی غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں (۵) مالک نصاب ہونا یعنی جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں (۶) پورے طور پر مالک ہو یعنی اس پر قبضہ بھی ہو تب زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں مثلاً کسی نے اپنا مال زمین میں دفن کر دیا اور جگہ بھول گیا پھر برسوں کے بعد جگہ یاد آئی اور مال مل گیا تو جب تک مال نہ ملا تھا اس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ نصاب کا مالک تو تھا مگر اس پر قبضہ نہیں تھا (۷) نصاب کا قرض سے فارغ ہونا اگر کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے مگر وہ ایک ہزار کا قرض دار بھی ہے تو اس کا مال قرض سے فارغ نہیں لہٰذا اس پر زکوٰۃ نہیں۔ (۸) نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا حاجت اصلیہ یعنی آدمی کو زندگی بسر کرنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً اپنے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں کے کپڑے، گھریلو سامان یعنی کھانے پینے کے برتن، چار پائیاں، کرسیاں، میزیں، چولہے، پنکھے وغیرہ ان مالوں میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ سب مال و سامان حاجت اصلیہ سے فارغ نہیں ہے (۹) مال نامی ہونا یعنی بڑھنے والا مال ہونا خواہ حقیقۃً بڑھنے والا مال جیسے مال تجارت اور چرائی پر چھوڑے ہوئے جانور یا حکماً بڑھنے والا مال ہو جیسے سونا چاندی کہ یہ اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں اور بیچی جائیں تاکہ نفع ہونے سے یہ بڑھتے رہیں لہٰذا سونا چاندی جس حال میں بھی ہو زیور کی شکل میں ہوں یا دفن ہوں ہر حال میں یہ مال نامی ہیں اور ان کی زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے (۱۰) مال نصاب پر ایک سال گزر جانا یعنی نصاب پورا ہوتے ہی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی بلکہ ایک سال تک وہ نصاب ملک میں باقی رہے تو سال پورا ہونے کے بعد اس کی زکوٰۃ نکالی جائے۔

(الفتاویٰ الهندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیرہا وصفتہا وشرائطہا، ج۱، ص۱۷۱۔۱۷۴)

(1212) وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ، وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ، حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجد میں سے بکھرے بالوں والا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ ہمیں اس کی گنگناہٹ سنائی دی سمجھ کچھ نہ آئی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا اس نے اسلام کے بارے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس نے کہا کیا میرے ذمہ ان کے سوا بھی کچھ ہے فرمایا نہیں ہاں تو اگر چاہے نفلی عبادت کر (تیری مرضی) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور ماہ رمضان کے روزے ہیں اس نے عرض کیا: اس کے سوا تو میرے ذمہ

وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ. فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا. إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

نہیں فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے تو راوی نے فرمایا: اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے زکوۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے کہا: کیا میرے ذمہ ان کے سوا بھی کچھ ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ ہاں اگر تو نفلی خیرات کرے تو پس وہ آدمی پھرا اور اس نے کہا اللہ کی قسم میں اس میں نہ کمی کروں گا نہ بیشی کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے صحیح کہا تو کامیاب ہوگیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الزکاۃ من الاسلام، ج۱ص۱۸، رقم: ۴۶ صحیح مسلم، باب بیان الصلوات التی هی احد ارکان الاسلام، ج۱ص۳۱، رقم: ۱۰۹ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فرائض الخمس، ج۲ص۸، رقم: ۲۲۱۵ المنتقی لابن الجارود باب فرض الصلوات الخمس، ج۱ص۳۵، رقم: ۱۴۴ سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ من الاسلام، ج۱ص۱۵۰، رقم: ۳۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کی کنیت ابومحمد ہے، قرشی ہیں، ابوبکر کے بھتیجے، قدیم الاسلام ہیں، تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، جنگ احد میں حضور کے لیے ڈھال بنے اور چوبیس زخم کھائے، آپ کے جسم پر کل ۷۵ زخم تھے جو غزوات میں کھائے تھے، جنگ جمل ۶ ۳ھ میں بصرہ میں شہید ہوئے، وہاں ہی آپ کا مزار پرانوار ہے، فقیر نے مزار پاک کی زیارت کی ہے، حضور کی دعوت اور دعوت کے معجزات آپ کے ہاں ظاہر ہوئے جو مشہور ہیں۔

نجد عرب کا ایک صوبہ ہے جو مکہ معظمہ اور عراق کے درمیان واقع ہے۔ اس صوبہ کے متعلق حضور نے دعاء خیر نہ فرمائی اور وہاں سے وہابی فرقے کے نکلنے کی خبر دی جو آخر کتاب میں ان شاءاللہ ذکر ہوگا۔

(ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں) یعنی ان پانچ نمازوں کے سوا اور نماز اسلام کا فرض نہیں، عیدین اور وتر واجب ہے، نماز جمعہ ظہر کی قائم مقام ہے لہذا یہ ان ہی پانچ میں شامل ہے۔

(اگر چاہے نفلی عبادت کر) نفل سے لغوی معنی مراد ہیں فرض پر زائد، رب فرماتا ہے: "فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ" لہذا اس میں وتر وعیدین داخل ہیں۔ یا اس وقت تک یہ نماز اسلام میں آئی نہ تھیں، بہرحال یہ حدیث وتر وعیدین کے وجوب کے خلاف نہیں احناف کے مخالف نہیں۔

(ہاں اگر تو نفلی خیرات کرے) یہ جملہ بھی فطرے اور قربانی کے وجوب کے خلاف نہیں جیسے کہ پہلے ا کی تقریر سے واضح ہے۔

(اگر اس نے صحیح کہا) یعنی اگر صدق دل سے وعدہ کیا ہے تو کامیاب ہوگا یا اگر اس وعدے کو پورا کر دکھائے تو کامیاب

ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پہلے ایک سائل کے ان ہی الفاظ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاح وکامیابی کا قطعی حکم دے دیا، اس نجدی کے ان ہی الفاظ پر مشکوک طریقہ سے کامیابی بیان فرمائی۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۴)

(1213) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو اس بات کی طرف بلاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ اس بات کا اقرار کرلیں تو انہیں یہ سکھانا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر انہیں یہ سکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو تم میں سے امیروں سے لے کر غریبوں کی طرف لوٹا دی جائے گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج ۱ص۱۰۲، رقم: ۱۳۹۵ صحیح مسلم، باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام، ج ۱ص۳۷، رقم: ۱۳۰ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال لا یخرج صدقۃ قوم منھم من بلدھم، ج ۱ص۹، رقم: ۱۳۵۱۴ سنن ابوداؤد، باب فی زکاۃ السائمۃ، ج ۲ص۱۹، رقم: ۱۰۸۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ اخذ خیار المال فی الصدقۃ ج ۱ص ۲۱۲، رقم: ۱۲۵)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جارہے ہو توانہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں اگر وہ اس میں فرماں برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جوان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی پھر اگر یہ بھی مان لیں توان کے بہترین مالوں سے بچنا اور ستم رسیدہ کی بددعا سے ڈرنا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور خود بنفس نفیس انہیں ثنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

پیدل، ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جارہے تھے وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر۔

(کہ تم اہلِ کتاب قوم کے پاس جارہے ہو) اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

(یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں) یعنی صرف مشرکین کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی دعوت دو اور تمام کفار کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحد، کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیے اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سنت ہے اور حکام اور آفیسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیے اور یہ کہ آفیسران و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں ورنہ وہ تبلیغ نہیں کرسکتے۔

(پانچ نمازیں فرض فرمائیں) یعنی جب وہ مسلمان ہوجائیں تو انہیں نماز کے احکام سناؤ سکھاؤ، چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اس لیے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا صرف پانچ نمازوں کا فرمایا یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص خاص کا ہے اسی لیے روزے کا ذکر نہیں زکوۃ کا ہے حالانکہ روزہ زکوۃ سے پہلے فرض ہوچکا تھا۔ لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے۔

(زکوۃ فرض کی ہے) یہاں اِنْ بمعنی اِذَا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتادینا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں تب تو زکوۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کردیں تو زکوۃ نہ سکھانا کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہوجانے کی اجازت نہیں لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوۃ کے لیے نماز شرط ہے۔

(انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی) یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوۃ وصول کرکے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے کمانے کے لیے ہے بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (۱) ایک یہ کہ کافر زکوۃ نہیں دے سکتے۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلاسخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ (۳) تیسرے یہ کہ مالدار

صاحب نصاب زکوۃ نہیں لے سکتا جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ہُمْ سے معلوم ہوا۔ ضرورۃً زکوۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوۃ خود غنی ہی ادا کرے گا اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گا، یہاں تُؤخَذُ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔

(ان کے بہترین مالوں سے بچنا) یعنی زکوۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ اس جملہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اموالھم ارشاد ہوا۔

(رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں) یعنی اے معاذ! تم حاکم بن کر یمن جا رہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم، نہ مالی نہ زبانی کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے۔ اس میں درحقیقت تا قیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تھا لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظلم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱)

(1214) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ پس جب انہوں نے ایسا کرلیا تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلیے مگر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم ج ا ص ۱۳ رقم: ۲۵ صحیح مسلم باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ج ا ص ۳۸ رقم: ۱۳۳ سنن الکبریٰ للبیہقی باب ما جاء فی قتال الضرب الثانی من اہل الردۃ بعد رسول اللہ، ج ۸ ص ۱۷۷ رقم: ۱۶۱۷۷ سنن النسائی باب وجوب الجہاد ج ۶ ص ۶ رقم:

سنن سعید بن منصور، باب جامع الشهادة، ج۲ص۳۲۲ رقم: ۲۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں) یہاں حَتّٰی بمعنی کہ ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخل الجنۃ یعنی مجھے حکم الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنیہ کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لاویں یا قتل وقید وعبدیت وغیرہ۔ رب فرماتا ہے: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل وقید وغیرہ رب فرماتا ہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے: تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ۔ باغیوں کے لیے یا قتل یا بغاوت سے توبہ، رب فرماتا ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ لہذا آیات واحادیث متفق ہیں۔

(وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں) چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے، اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوٰۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز وزکوٰۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی۔

(خون اور مال محفوظ کر لیے) چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے، کلمہ، نماز وزکوٰۃ ایمان کی علامت تھی، اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان ومال محفوظ ہے، اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوٰۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہی حکم ہے۔

(مگر حق اسلام کے ساتھ) یعنی اگر اسلام لا کر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔

(اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے) یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز وزکوٰۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱ص۱۰)

(1215) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ - وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے کئی قبائل کافر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگوں سے کیسے لڑیں گے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا

وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ، فَإِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ. وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِيْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حکم ہے۔حتیٰ کہ وہ کہیں لاالہ الا اللہ جب وہ یہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنے مال اور خون کو محفوظ کر لیا مگر حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کریم کے ذمہ ہے۔تو حضرت ابوبکر نے کہا اللہ کی قسم جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔اس سے میں ضرور لڑوں گا۔یقیناً زکوٰۃ مال کا حق ہے۔اللہ کی قسم اگر مجھ سے ایک رسی بھی وہ روکیں گے جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف ادا کرتے تھے۔تو میں ان سے جنگ کروں گا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تو اللہ کی قسم مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کریم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو جنگ کے لیے کھول دیا ہے تو میں نے پہچان لیا کہ یہی حق ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتدا بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۱۳، رقم: ۷۲۸۴، صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، ج۱ص۳۸، رقم: ۱۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من لا تؤخذ منہ الجزیہ من اھل الاوثان، ج۹ص۱۸۲، رقم: ۱۹۰۹۶، سنن ابوداؤد، باب وجوب الزکاۃ، ج۲ص۱۰، رقم: ۱۵۵۸، سنن ترمذی، باب ما جاء امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، ج۵ص۳، رقم: ۲۶۰۶)

شرح حدیث: صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۳۶۷ھ) اس روایت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زری کلمہ گوئی اسلام کیلئے کافی نہیں، جب تک تمام ضروریات دین کا اقرار نہ کرے اور امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بحث کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کے علم میں پہلے یہ بات نہ تھی، کہ وہ فرضیت کے منکر ہیں یہ خیال تھا کہ زکوٰۃ دیتے نہیں اس کی وجہ سے گنہگار ہوئے، کافر تو نہ ہوئے کہ ان پر جہاد قائم کیا جائے، مگر جب معلوم ہو گیا تو فرماتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ وہی حق ہے، جو (سیدنا) صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا اور کیا۔(بہارِ شریعت، ج۱، حصہ ۵، ص۸۷۰)

(1216) وَعَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ. قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ، وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے تو آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب وجوب الزکاۃ ج۱ص۴۷۰ رقم: ۱۳۹۷ صحیح مسلم باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة ج۱ص۲۲ رقم: ۱۲ الاداب للبیہقی باب فی صلة الرحم ج۱ص۱۰ رقم: ۵ السنن الکبرٰی للنسائی باب ثواب من اقام الصلاۃ ج۱ص۱۲۵ رقم: ۳۲۸ صحیح ابن حبان باب فضل الزکاۃ ج۸ص۷ رقم: ۳۲۴۵)

شرح حدیث: سونے کے دروازے

عبید بن عمیر لیثی اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا، بیشک نمازی اللہ عزوجل کے اولیاء ہیں اور وہ جس نے اللہ عزوجل کی فرض کردہ پانچ نمازیں قائم کیں اور رمضان کے روزے رکھے اور ان کے ذریعے ثواب کی امید رکھی اور خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کی اور اُن کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا جن سے اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ ارشاد فرمایا، نو (۹) ہیں، ان میں سب سے بڑا گناہ کسی کو اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا ہے اور (بقیہ گناہوں میں سے) کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا، میدانِ جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، جادو کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام جو تمہارے زندوں اور مُردوں کا قبلہ ہے، کو حلال سمجھنا (یعنی اس کی حرمت کو پامال کرنا) لہٰذا! جو شخص ان کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے پھر مرجائے تو وہ جنتی محل میں محمد (ﷺ) کا رفیق ہوگا جس کے دروازے سونے کے ہوں گے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۰۱، ج ۱۵۔۱۷، ص ۴۸)

(1217) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ، دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا. فَلَمَّا وَلّٰى، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ کسی ایسے عمل پر میری رہنمائی فرمائیں کہ جب میں وہ کرلوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا: تو اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا نماز قائم کر زکوٰۃ ادا کر ماہ رمضان کے روزے رکھ اس نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس میں اضافہ نہ کروں گا۔ جب وہ پھرا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ جنتی کو دیکھ لے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس

آدمی کی طرف دیکھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج۲ص۱۰۵، رقم: ۱۳۹۷، صحیح مسلم، باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة، ج ص۳۲ رقم: ۱۱۲، الاداب للبیہقی، باب المؤمن قل ما یخلو من البلاء لما یراد به من الخیر، ج۱ص۴۲۳ رقم: ۲۸، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۲۲ رقم: ۸۴۹۱)

شرح حدیث: صدقہ کیا ہوا مینڈھا

ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مَیں عالمِ شباب (یعنی جوانی) میں جہالت کی وجہ سے زکوۃ ادا نہیں کرتا تھا میرے پاس کافی بھیڑ، بکریاں تھیں مَیں جن کی زکوۃ ادا نہ کرتا تھا۔ ایک دن کسی فقیر نے مجھ سے ضرورت وحاجت کی شکایت کی تو میں نے اسے ایک مینڈھا دے دیا، اس رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ میری تمام بھیڑ، بکریاں میری طرف آ کر مجھے سینگوں سے مار رہی ہیں اور میں رو رہا ہوں اور بھاگ بھی نہیں سکتا اور نہ وہاں کسی مدد کرنے والے کو پاتا ہوں اتنے میں وہی مینڈھا آ گیا جسے میں نے فقیر پر صدقہ کیا تھا وہ ان کو مجھ سے ہٹانے لگا جب بھی اس ریوڑ میں سے کوئی مینڈھا مجھے سینگ مارنے کے لئے بڑھتا تو وہ مینڈھا سامنے کھڑا ہو جاتا اور اسے سینگ مار مار کر مجھ سے دُور کر دیتا لیکن چونکہ وہ زیادہ تھے اور یہ اکیلا، اس لئے وہ اس پر غالب آ جاتے قریب تھا کہ وہ مجھے ہلاک کر دیتے اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور خوف سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا مَیں نے اسی وقت عزم کر لیا کہ اللہ عزوجل کی قسم! مَیں ضرور اس صدقہ کئے ہوئے مینڈھے میں اضافہ کروں گا۔ چنانچہ مَیں نے اپنے جانوروں میں سے دو تہائی صدقہ کر دیا اور زکوۃ ادا نہ کرنے سے توبہ کر لی اور بے شک میں نے صدقہ نہ کی ہوئی بکریوں کی اپنے ساتھ عداوت اور صدقہ کی ہوئی بکریوں کا اپنے ساتھ عجیب معاملہ دیکھا۔ (قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن ص ۷۴)

(1218) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جریر بن عبداللہ ﷜ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے پر بیعت کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب البیعة علی اقام الصلوۃ، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۵۲۴، صحیح مسلم، باب بیان أن الدین النصیحة، ج۱ص۵۴، رقم: ۲۰۸، سنن الدارمی، باب فی النصیحة، ج۲ص۲۲۲، رقم: ۲۵۴۰، المنتقی لابن الجارود باب اول کتاب الزکاۃ ص۹۱، رقم: ۳۳۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جریر بن عبداللہ البجلی، ج۲ص۲۹۸، رقم: ۲۲۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے ایمان تقویٰ پر بھی بیعت لیتے تھے اور نیک اعمال پر بھی یعنی میری معرفت رب تعالیٰ سے یہ وعدہ کرو کہ ہم نیک اعمال کریں گے گناہوں سے بچیں گے۔ بیعت کی بہت قسمیں ہیں یہاں بیعت اعمال مراد

ہے۔ بیعت کی اقسام ہماری کتاب شانِ حبیب الرحمن کے ضمیمہ میں ملاحظہ کرو۔ ایک بار حضرت جریر نے ایک شخص سے گھوڑا تین سو درہم میں خریدا سودا طے ہو جانے پر فرمایا کہ تیرا گھوڑا زیادہ قیمت کا ہے اچھا چار سو دوں گا پھر کہا نہیں پانچ سو دوں گا حتی کہ آٹھ سو درہم تک بڑھا کر خرید لیا بائع حیران ہو کر بولا حضرت یہ کیا فرمایا میں نے حضور سے بیعت کی ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی پر۔ یہ اس پر عمل ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۴۹۷)

حضرت جریر کے حق میں دعا

حضرت جریر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ نہیں سکتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ذوالخلصہ کے بت خانہ کو توڑنے کے لئے بھیجنا چاہا تو انہوں نے یہی عذر پیش کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کو گھوڑے پر جم کر بیٹھنے کی قوت عطا فرما اور اس کو ہادی و مہدی بنا اس دعا کے بعد حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کا لشکر لے کر گئے اور اس بت خانہ کو توڑ پھوڑ کر جلا ڈالا اور مزاحمت کرنے والے کفار کو بھی قتل کر ڈالا جب واپس آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے اور قبیلہ احمس کے حق میں دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل جریر بن عبداللہ، الحدیث:۶۳۷۷، ص۱۳۴۵)

(1219) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ، وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ، وَجَبِيْنُهُ، وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيْدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَالْإِبِلُ؛ قَالَ: وَلَا صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَّاحِدًا، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی سونے، چاندی والا ان کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن سونے چاندی کے تختے بنا کر جہنم کی آگ سے گرم کر کے اس شخص کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو اس سے داغا جائے گا جب بھی وہ ٹھنڈے ہوں گے ان کو دوبارہ گرم کیا جائے گا۔ ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر وہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! پھر اونٹ تو فرمایا اور جو اونٹوں والا اس میں حق ادا نہیں کرتا اور اس کے حق میں سے ہے اس کو پانی پلانے کے دن اس کا دودھ دوہنا (ضرورت مندوں کو دینا) تو جب قیامت کے دن آئے گا تو ایک چٹیل میدان میں اس کو لٹا دیا جائے گا۔ اور ان

كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرٰى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: وَلَا صَاحِبِ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ، بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا، لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ، تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرٰى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ۔ فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَّفَخْرًا وَّنِوَاءً عَلٰى أَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي ظُهُورِهَا، وَلَا رِقَابِهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٍ وَّكُتِبَ لَهُ عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَأَبْوَالِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا، وَأَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ مَا

اونٹوں میں سے کسی بچے کو بھی کم نہ پائے گا۔ اور یہ خوب موٹے تازے ہوں گے وہ اس کو پاؤں سے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے۔ جب اس پر ان کا پہلا گزر جائے گا تو پچھلا لوٹایا جائے گا۔ ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ حتیٰ کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا۔ پھر یہ اپنا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ تو گائے اور بکریاں فرمایا' جو گائے بکریوں کا مالک ان کا حق ادا نہیں کرتا۔ تو جب قیامت کا دن ہوگا۔ ان کے لیے اس کو کھلے میدان میں لٹا دیا جائے گا ان میں سے کوئی غائب نہ ہوگا اور نہ ان میں کوئی مڑے سینگ والا اور نہ بے سینگ والا اور نہ ٹوٹے سینگ والا جانور ہوگا۔ وہ اس کو اپنے سینگوں سے ماردیں گے اور پاؤں سے روندیں گے جب بھی پہلا گزرے گا تو اس پر آخری لوٹایا جائے گا۔ ایسے دن میں جس کو مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔ حتیٰ کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہوجائے گا تو وہ اپنا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ تو گھوڑوں کے بارے میں فرمائیں ارشاد فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہیں۔ ایک آدمی کے لیے یہ گناہ ہے اور ایک کے لیے آڑ اور ایک کے لیے ثواب جس کے لیے گناہ ہے وہ وہ ہے جس کو ریاکاری' تکبر اور اہل اسلام کی مخالفت کے لیے باندھتا ہے۔ اور جس کے لیے آڑ ہے وہ وہ ہیں جن کو اللہ کی راہ میں باندھا پھر ان کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ کے حق کو نہ بھولا تو یہ پردہ ہے اور جس کا اجر وثواب ہے وہ وہ ہے جس کو اہل اسلام

شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَالْحُمُرُ؟ قَالَ: مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

کے لیے کسی باغ یا چراگاہ میں باندھے وہ اس چراگاہ یا باغ میں سے کچھ بھی کھائے تو اس کے کھانے کے برابر اس آدمی کو نیکیاں عطا فرمائے گا اور اس کے گوبروں اور پیشابوں کی تعداد کے برابر اسے نیکیاں عطا ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی رسی تڑوا کر دوڑے ایک یا دو ٹیلے چڑھ جائے تو اس کے قدموں اور گوبروں کی گنتی کے برابر اس شخص کو اجر وثواب عطا ہوتا ہے۔ اور اس کا مالک ان کو لے کر کسی نہر کے پاس سے گزرے تو وہ اس سے پانی پی لے حالانکہ اس کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا۔ تو اس کے پینے کی مقدار اس کے لیے اللہ تعالیٰ ثواب دیا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ گدھوں کے بارے میں فرمائیں۔ ارشاد فرمایا گدھوں کے بارے میں کوئی خاص حکم مجھ پر نہیں اتارا گیا۔ صرف یہ اکیلی آیت جو جامع ہے تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر گناہ کیا وہ اس کو بھی دیکھ لے گا۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الخیل لثلاثۃ ج۲ص۲۷ رقم: ۲۸۶۰ صحیح مسلم باب اثم مانع الزکاۃ ج۱ص۰ رقم: ۲۲۲۶ السنن الکبری للبیھقی باب من رای فی الخیل صدقۃ ج۴ص۱۱۹ رقم: ۷۶۶۸ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۳ص۲۸۳ رقم: ۸۹۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوۃ مفروضہ ہے کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔

(اس سے داغا جائے گا) یعنی اس کا سونا چاندی اولاً سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لیے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے ﴿يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے، نیز آگ کے

پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا۔

(پہلو پیشانی اور پیٹھ) چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا اس لیے ان دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اس نے ان سے ہی چوری کی۔

یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو تپا کر پھر اس کے بدن پر ہی لوٹائے جائیں گے بار بار گرم کر کے لگائے جائیں گے یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا رہے گا لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہوں گے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے اور اس تکلیف کی وجہ سے اسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز۔

(پھر وہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھ لے گا) یعنی بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے۔ یری معروف ہے یا مجہول یعنی یہ عذاب تو زکوۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالیٰ بخش دے تو جنت میں بھیج دے اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں بھیج دے اس جملہ کی یہ ہی توجیہ قوی ہے۔

(یارسول اللہ! پھر اونٹ) یعنی سونے چاندی تو بخیل کو تپا کر لگائے جائیں گے اگر اونٹوں کی زکوۃ نہ دی ہو تو ان کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے۔

عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لیے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا، اونٹ والے اونٹنیاں دوہ کر ان فقراء اور مسافروں کو دودھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے۔ خیال رہے کہ جانوروں کی زکوۃ تو فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا لہذا یا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنی شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا۔ مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پیاسی اونٹنیوں کو نہ دوہو صرف گھاٹ پر لانے کے دن پانی پلا کر دوہو، یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے۔

(وہ اس کو پاؤں سے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے) یعنی اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اوندھا ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائے گا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہوں گے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔

(تو پچھلا لوٹایا جائے) یعنی یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہوں گے کہ اس پر یہ قطار روندتی گزر جائے اور اس کا چھٹکارا ہو جائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہوں گے اور آخری اونٹ کے گزرنے پر پھر پہلا اونٹ اس

پر آجائے گا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنی اخری کا ذکر پہلے تھا اولیٰ کا بعد میں جیسا کہ مسلم کی بعض روایات میں ہے۔ مبالغہ کے لیے آخری کو اولیٰ فرمادیا گیا یعنی اس طرح لگاتار ہوکر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہوجائے گا اور پہلا پچھلا، چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لیے یہ سزا بھی دائمی ہوئی، درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے۔

(یارسول اللہ تو گائے اور بکریاں) ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے۔

مِنْهَا میں مِنْ بمعنی اجل یا بمعنی لام ہے یعنی بکریوں کی وجہ سے جو زکوۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ (مرقات)

(وہ اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گے) یعنی اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں اور بعض بالکل منڈی مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالٰی فرماتا: اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ پھر بعد میں ان کے حالات بدلیں گے لہذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں سب کو سینگ ملیں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

(اور پاؤں سے روندیں گے) عربی میں گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں، جمع اظلاف۔ اور گھوڑے کی ٹاپ کو سُم یعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینگ بھی گھونپیں گے اور کھروں سے بھی روندیں گے۔ غرضکہ قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہوگا اور بے زکوتے جانور بخیل پر سواری کریں گے جیسے اچھے معدے والا جو بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہوجاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے۔

(ایسے دن میں جس کو مقدار پچاس ہزار سال ہوگی) اس کی شرح پہلے گزر چکی یعنی قیامت کے دن دوران حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(یارسول اللہ تو گھوڑوں کے بارے میں فرمائیں) خیال رہے کہ احناف کے نزدیک سائمہ گھوڑوں میں بھی زکوۃ فرض ہے، شوافع کے ہاں نہیں لہذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائمہ یعنی گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لیے بھی ہو جس میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے اور اگر گھوڑے میں زکوۃ فرض نہ ہوتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خچر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا لہذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوۃ نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالٰی نے جواب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو۔ (قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ

سائل کے حال کے مطابق ہے۔

(ایک کے لیے آڑ) یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لیے نہ ہو وہ کسی کے لیے ثواب کا باعث ہے اور کسی کے لیے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لیے اس کی نیت کے اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت ویسا پھل یہ ہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ لباس پہننے کا ہے۔

(جس کو ریاکاری تکبر) یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل وخوار نظر آئیں اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں، چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں جیسا کہ عام نمبردار چوہدری اور چور، ڈاکو گھوڑے اسی لیے رکھتے ہیں ان کے لیے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے۔

(جن کو اللہ کی راہ میں باندھا پھر ان کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ کے حق کو نہ بھولا) یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں یہ تو تیسری قسم میں آئے گا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کے لیے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔

(جس کو اہل اسلام کے لیے) اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لیے عاریۃً گھوڑا دے دے جس سے وہ اپنا کام نکال لے یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا بلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکالنا ہے۔ خیال رہے کہ نر گھوڑے، بیل، بھینسے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوۃ دے فی سینکڑہ ڈھائی روپے، یہ جملہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ سائمہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوۃ ہے جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آ گئے تھے۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوۃ میں ملاحظہ کریں۔ خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار (اشرفی) دیدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ستادن روپے سے چالیسواں حصہ زکوۃ نکال دے۔ چنانچہ حضرت عمر نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو۔ (ہدایہ، کفایہ وغیرہ)

یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہوں گے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے۔

جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لیے لاَهْل الاسلام بھی فرمایا گیا۔اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگانِ خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔

(اس کے گوبروں اور پیشابوں کی تعداد کے برابر اسے نیکیاں عطا ہوتی ہیں) کیونکہ اس کھانے اور پیشاب ولید وغیرہ نے ان گھوڑوں کی بقا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے، نیز یہ چارہ و گھاس مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اس چارہ سے بنا۔معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہیں۔

(اس کے پینے کی مقدار اس کے لیے اللہ تعالیٰ ثواب دیا ہے) یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پئیں وہ تو اس مالک کے لیے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رسی کو توڑ کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے۔خیال رہے کہ ثواب کے لیے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا مر بھی جائے تو اسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے بناتے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ خیال رہے کہ لید و پیشاب کا ذکر فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلۂ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا، گھوڑا صرف مثال کے لیے ہے اب گولی، بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لیے ہوں سب کا یہ ہی حکم ہے۔یعنی یہ سب کام کرتا ہے گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ ابھی بیان ہو چکی۔

(گدھوں کے بارے میں کوئی خاص حکم مجھ پر نہیں اتارا گیا) یعنی گدھوں میں زکوۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خچر وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے اور اگر بدنیتی سے پالے گئے تو عذاب اور اگر دنیوی کاروبار کے لیے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ اس لیے اسے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ ایک ہی بے مثال آیت ہے اس لیے اسے فاذّة فرمایا گیا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوۃ ہے، گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں تو ان میں زکوۃ تجارت ہوگی۔(مراٰۃ المناجیح، ج ۳، ص ۲)

74۔بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ

رمضان کے روزوں کی فرضیت فضیلت اور اس کے مسائل کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (البقرۃ:۱۸۳)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والوتم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے روزہ شرع میں اس کا نام ہے کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا حیض و نفاس سے خالی عورت صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت خورد و نوش و مجامعت ترک کرے (عالمگیری وغیرہ) رمضان کے روزے ۱۰ شعبان ۲ ھ کو فرض کیے گئے (درمختار و خازن) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے عبادت قدیمہ ہیں۔ زمانہ آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں میں فرض ہوتے چلے آئے اگرچہ ایام و احکام مختلف تھے مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم رہے (خزائن العرفان)

اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی: (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ) (البقرۃ: 183-185)۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

(۱) یہ کہ رمضان وہ ہے جس کی شان و شرافت میں قرآن پاک نازل ہوا۔

(۲) یہ کہ قرآن کریم میں نزول کی ابتداء رمضان میں ہوئی۔

(۳) یہ کہ قرآن کریم بتمامہ رمضان المبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور بیت العزت میں رہا یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتضائے حکمت جتنا جتنا منظور الٰہی ہوا جبریل امین لاتے رہے یہ نزول تیئیس سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔ (خزائن العرفان)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِي الْبَابِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ

احادیث پچھلے باب میں گزر چکی ہیں۔

(1220) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ، فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ: اِنِّيْ صَائِمٌ. وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: يَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ، وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِيْ الصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزہ کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے تو جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو وہ نہ بے حیائی کی بات کرے اور نہ تشدد کرے۔ تو اس کو اگر کوئی گالی دے یا لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جو اسے خوش کرتی ہیں۔ ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اس کی رب کی ملاقات کے وقت (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث بخاری کے ہیں۔ اور ان کی ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اپنے کھانے اور پینے کو میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہی ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا تک ملتا ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يضاعَف، الحسنةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ؛ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ. وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ

— اور مسلم کی روایت یہ ہے کہ ابن آدم کے ہر اچھے کام کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سوائے روزہ کے کیونکہ وہ تو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ اپنے کھانے اور شہوت کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور

الْمِسْكِ.

ایک اس کی رب سے ملاقات کے وقت اور اس کی منہ کی بو اللہ کریم کے نزدیک یقیناً کستوری کی خوشبو سے عمدہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل يقول انى صائم اذا شتم، ج۲ص۲۶، رقم: ۱۹۰۴، صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۷۶۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الصائم ینزه صیامه عن اللغط والمشاتمة، ج۴ص۴۷۰، رقم: ۸۵۶۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۷۳، رقم: ۷۶۷۹، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما یؤمر به الصائم من قلة الکلام وتوقی الکذب، ج۲ص۲۷۱، رقم: ۸۸۷۹)

شرح حدیث: روزے کا ثواب دیدارِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ ہے

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک مرتبہ گرمیوں میں روزہ رکھا پھر سو گئے۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا: اے ابوسلیمان دارانی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ)! کیا آپ آج کے روزے کا ثواب ایک ہزار دینار کے عوض بیچتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواباً فرمایا: میرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی عزت کی قسم! میں نہیں بیچتا۔ پھر پوچھا گیا: کس چیز کے عوض بیچیں گے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا: میں یہ ثواب دُنیا و مافیہا (یعنی دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے) کے بدلے بھی نہیں بیچتا۔ البتہ! اپنے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ کے دیدار کے عوض بیچ دوں گا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کہا گیا: پھر روزہ رکھئے! اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! عنقریب آپ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کریں گے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آسمانی کتابوں میں ارشاد فرمایا: اے میرے بندے! میری ملاقات کے لئے تیار ہو جا، عنقریب تو مجھ سے ملے گا۔ اور میری بندگی بجا لا کیونکہ میں ہی تیرا مالک ہوں، وہ شخص مجھے کس آنکھ سے دیکھے گا جس نے میری نافرمانی کی؟ یا وہ شخص کس منہ سے ملے گا جو میری عظمتِ شان کو بھول چکا ہے؟ وہ بندہ خسارے میں ہے جسے میں اپنے دیدار سے محروم کر دوں گا۔ جب سچائی کے پیکر میرے قریب ہوں گے اور بدبخت میری بارگاہ سے دھتکار دیئے جائیں گے، پھر میں حجاب اُٹھا کر اُن پرہیزگاروں پر تجلّی فرماؤں گا جو مجھے محبوب رکھتے ہیں۔ اے میرے بندے! میرے دروازے پر کھڑا ہو جا کہ میں کریم ہوں اور میری پناہ مانگ کہ میرا راستہ ہی سیدھا ہے۔ (اَلرَّوضُ الفَائِق فِی المَوَاعِظ وَالرَّقَائِق ۹۴)

(1221) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ نُوْدِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَا عَبْدَ اللهِ هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ،

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا۔ اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے یہ زیادہ اچھا ہے تو جو نماز والوں سے ہو گا اس کو دروازۂ نماز سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والا ہو گا اس کو

وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جہاد کے دروازوں سے پکارا جائے گا اور جو روزہ داروں سے ہوگا اسے ریان دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور جو صدقہ والوں سے ہوگا اس کو صدقہ کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس کو اس کی ضرورت نہیں کہ کس کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ لیکن کوئی ایسا ہوگا جس کو ان سب دروازوں سے آواز دی جائے۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں سے ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الریان للصائمین، ج۱ص۶۲۵، رقم: ۱۸۹۷ صحیح مسلم، باب من جمع الصدقة واعمال البر ج۳ص۹۱ رقم: ۲۴۱۸ السنن الکبری للبیہقی، باب فضل النفقة فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۷۱ رقم: ۱۸۰۲۴ سنن ترمذی، باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما، ج۵ص۶۱۴ رقم: ۳۶۷۴ سنن النسائی الکبری، باب وجوب الزکاة، ج۲ص۹، رقم: ۲۲۰۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کسی چیز کا جوڑا خیرات کرے) یعنی ایک جنس کی دو چیزیں جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو روٹیاں وغیرہ۔ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہیں: مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ اور ممکن ہے کہ زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا علانیہ اور خفیہ صدقہ مراد ہو۔ مرقات نے فرمایا ہوسکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لیے نفلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لیے خیرات۔

(جنت کے دروازں سے بلایا جائے گا) یعنی باب الصدقہ سے یہاں احد پوشیدہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا۔ (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات کرنے والے کو ہر دروازہ سے جانے کا حق ہو اظہار عزت کے لیے۔

(وہ دروازہ ریان سے بلایا جائے گا) یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائے گا۔ عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض وواجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اس کی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستے سے جنت میں جائے گا۔ ریان ریّ سے بنا جس کے معنے ہیں سرسبزی، سیرابی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بحالت روزہ خشک لب، تشنہ دہن رہا اس لیے اس کے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لبی کا عوض ہوجائے۔

(کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے) یعنی جنت میں داخلے کے لیے ایک دروازہ سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکار پڑنے کی ضرورت نہیں مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازے سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو۔ اس جملہ میں مَا نافیہ ہے اور مِنْ ضَرُوْرَةٍ کی مِنْ زائدہ اور ضَرُوْرَةٍ مَا کا اسم، اَعْلٰی مَنْ دُعِیَ الخ اس کی خبر۔

(مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو) یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہوگا وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ ہر طرف اس کے نام کی دھوم مچ جائے گی اور چونکہ اے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو لہٰذا تم بھی ان ہی میں سے ہوگے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اَتْقٰی فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم ہی کو بنایا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور رب تعالیٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا، اپنے زانو پر سلانا، اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ۔ جب قرآن کریم کی رحل باقی لکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر دنیوی اخروی حال سے واقف ہیں حتی کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا اور کس دروازہ سے جائے گا، صحابہ کا یہی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریموں کا امید دلانا یقین کے لیے ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہوں گے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازں پر پڑے گی، اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہوں گے رضی اللہ عنہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۱۶)

(1222) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے۔ اس سے ان کے سوا کوئی نہ جائے گا کہا جائے گا کہاں ہیں روزہ دار پس وہ کھڑے ہوں گے اور اس سے ان کے علاوہ کوئی نہ داخل ہوگا' جب وہ داخل ہو جائیں گے تو بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اور نہ

داخل ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الریان للصائمین، ج۱ص۲۵۰، رقم: ۱۸۹۶، صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۱ص۱۵۸، رقم: ۲۷۶۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل شہر رمضان وفضل الصیام، ج۴ص۳۰۵، رقم: ۸۴۴۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک سہل بن سعد، ج۸ص۳۳۲، رقم: ۲۲۸۶۰، مسند عبد بن حمید، مسند سہل بن سعد الساعدی، ص۱۶۸، رقم: ۴۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تا کہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں۔

ریان بروزن فعلان ری سے بنا، بمعنی تر و تازگی، سیرابی و سبزی۔ چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لیے ان کے داخلے کے لیے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب، سبزہ، پھل فروٹ اور سیرابی ہے، اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۳)

(1223) وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُوْمُ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس کے چہرہ کو آگ سے ستر برس دور کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، ج۲ص۲۶۰، رقم: ۲۸۴۰، صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۱ص۱۵۸، رقم: ۲۷۶۷، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، ج۳ص۲۹۸، رقم: ۲۱۱۳، مسند عبد بن حمید، من مسند أبی سعید الخدری، ص۳۰۱، رقم: ۹۰۷، سنن الدارمی، باب من صام یوما فی سبیل اللہ عزوجل، ج۲ص۲۶۷، رقم: ۲۳۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہلِ عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں اس لیے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ روزے سے نفلی روزہ مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ رکھے اور اللہ قبول

کرے تو دوزخ میں جانا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۱)

(1224) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ماہ رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی امید سے رکھے اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صوم رمضان احتسابا من الایمان، ج۱ص۱۱، رقم: ۳۸صحیح مسلم، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ج۲ص۱۷۷، رقم: ۱۸۱۷السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل شھر رمضان وفضل الصیام، ج۴ص۳۰۳، رقم: ۸۶۹۱المنتقی لابن الجارود، باب الصیام، ص۱۰۸، رقم: ۴۰۰سنن ابوداؤد، باب فی قیام شھر رمضان، ج۱ص۴۰۲، رقم: ۱۳۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسبٌ سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہوجائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہوجاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہوگئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۸۴)

(1225) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے۔ تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۳۱۰۳صحیح مسلم، باب فضل شھر

رمضان، ج۲ص۱۲۱، رقم: ۸۵۲۴، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما روی فی کراھیۃ قول القائل جاء رمضان وذھب رمضان ج۴ص۲۰۲، رقم: ۸۱۶۰، سنن الدارمی، باب فی فضل شهر رمضان، ج۲ص۴۱، رقم: ۱۷۷۵، سنن النسائی الکبرٰی، باب فضل شهر رمضان، ج۲ص۶۴، رقم: ۲۴۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رمضان رمض سے بنا بمعنی گرمی یا گرم، چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں، نیز یہ اللہ کی رحمت، محبت، ضمان، امان اور نور لے کر آتا ہے اس لیے رمضان کہلاتا ہے۔ خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں: روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن، اسی مہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیل وار فضائل ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" جلد دوم میں دیکھو۔

حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا اور وہ روزہ داروں کے لیے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں) یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنے پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقعی دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی۔ وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے اور حقیقت میں ابلیس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے۔ فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات دفع ہو گئے مثلاً یہ کہ جب ابھی جنت میں کوئی جاہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں گرمی کہاں سے آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس مہینہ میں گناہ کیسے ہوتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۲)

(1226) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ، فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔ اگر چاند تم پر مخفی رہے تو شعبان کی گنتی پوری تیس کر لو۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور روایت مسلم کے الفاظ یوں ہیں تو اگر تم پر بادل چھا جائے تو تم تیس دن روزہ رکھو۔

یوما.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصوم لمن خاف علی نفسه الغروبة، ج۲ص۲۷، رقم: ۱۹۰۹ صحیح مسلم، باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال والفطر لرویة الهلال، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۲۵۶۶ السنن الکبری للبیہقی، باب الصوم لرؤیة الهلال او استکمال العدد ثلاثین، ج۴ص۲۰۵، رقم: ۸۱۸۶ سنن الدار قطنی، کتاب الصیام، ج۲ص۲۵۲، رقم: ۲۱۶۶ المنتقی لابن الجارود باب الصیام، ص۱۰۹، رقم: ۳۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صُوْمُوْا کا فاعل سارے مسلمان ہیں، لِرُؤْیَتِہٖ میں ہ ضمیر کا مرجع چاند ہے، لِرُؤْیَتِکُمْ نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائے گا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقہ والوں کے لیے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے۔ شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لَھُم رُؤْیَتُھُم وَلَنَا رُؤْیَتُنَا" اس کا جواب ان شاء اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائے گا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا۔ بعض جہلا تیسویں رمضان کو عید کا چاند عصر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آ گیا روزہ کھول دو یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

چاند مشتبہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا شرعی گواہی نہ پہنچے۔ فقیر نے ریڈیوں کی خبر کے متعلق فتویٰ یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کہیں چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا، پہلا غیر معتبر دوسرا معتبر۔ حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائر، گولہ، چراغاں وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے۔ اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاوٰے نعیمیہ میں دیکھو۔ خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتویٰ اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے اراکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۱۹۶)

75-بَابُ الْجُوْدِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ وَالْاِکْثَارِ مِنَ الْخَیْرِ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ وَالزِّیَادَۃِ مِنْ ذٰلِکَ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْہُ

ماہ رمضان میں سخاوت اور بھلائی کے کام بکثرت کرنا اور آخری عشرہ میں نیکیوں میں اضافہ کرنے کا بیان

(1227) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ. فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخاوت والے تھے اور ماہ رمضان میں جب جبرائیل علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی تو جود وسخا کا آپ سے زیادہ ظہور ہوتا۔ اور جبرائیل ماہ رمضان کی ہر رات آپ سے ملا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دَور کیا کرتے تو رسول اللہ ﷺ سے جب جبرائیل ملتے تو آپ بھلائیاں عطا کرنے میں کھلی تیز ہوا سے بھی زیادہ جود وسخاوت والے ہوتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اجود ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان، ج۱ص۶۲۶، رقم: ۱۹۰۲، صحیح مسلم، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر من الریح المرسلۃ، ج۲ص۶۲، رقم: ۱۲۹، السنن الکبری للبیہقی، باب الجود والافضال فی شہر رمضان، ج۴ص۳۰۵، رقم: ۸۴۷۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس ج۱ص۳۶۳، رقم: ۳۴۲۵، صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب الجود بالخیر والعطایا فی شہر رمضان، ج۳ص۱۹۳، رقم: ۱۸۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(زیادہ سخاوت والے تھے) کہ ہمیشہ ہی مال کی، اعمال کی، علم کی، ہر رحمت الہیہ کی سخاوت کرتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سی سخاوت آج تک نہ کسی نے کی نہ کوئی کرسکتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی صفت جواد کے مظہر اتم ہیں قرآن کریم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کریم یعنی سخی داتا فرمایا۔ شعر

یارب تو کریمی و رسول تو کریم　　　صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

(اور ماہ رمضان میں) کہ ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے، جنت مانگنے والوں کو جنت، رحمت کے سائلوں کو رحمت، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کو مانگنے والوں کو اپنی توجہ کرم، مال مانگنے والوں کو مال، اعمال، کمال، لقائے ذوالجلال غرضکہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا۔ بعض عشاق اب بھی رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں مسلمانوں کو بھی رمضان میں بہت سخاوت کرنا چاہیئے کہ یہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ہر رات آپ سے ملا کرتے تھے) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع تجوید و مخارج حروف کے دور فرماتے تھے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ رمضان میں دور قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی۔ دوسرے یہ کہ

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں، نزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کیلیے ہوا، کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں، حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا، نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ تلاوت خصوصیت سے اعتکاف میں ہوتی تھی اس لیے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے۔

(کھلی تیز ہوا سے بھی زیادہ) یعنی جیسے ہوا کی سخاوت پر عالم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے ہی سانس لیتا ہے اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے، ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچاتی ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات جبریل کے موقعہ پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی رمضان میں بہت جودوکرم فرماتا ہے، اس سنت الٰہیہ کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے، ہوئے جورب تعالٰی کے مظہر اتم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرأة المناجیح، ج ۳ ص ۲۲۵)

(1228) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو پوری رات کو (عبادت) زندہ رکھتے۔ گھر والوں کو بیدار کرتے اور کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ج ۱ ص ۶۶۴، رقم: ۲۰۲۴، صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۲ ص ۱۶۵، رقم: ۲۸۴۴، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شهر رمضان، ج ۱ ص ۵۲۲، رقم: ۱۳۷۶، سنن ابن ماجه، باب فی فضل العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۱ ص ۵۶۲، رقم: ۱۷۶۸، صحیح ابن حبان، باب فضل رمضان، ج ۲ ص ۶۲، رقم: ۳۴۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

میزر ازار سے بنا، بمعنی تہبند یا پائجامہ، لفظی معنے ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لیے تیار ہوجاتے جیسے کہا جاتا ہے اٹھ باندھ کمر کیا بیٹھا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے قطعًا علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی۔

یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریبًا تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے تمام رات بیداری و عبادت کبھی نہ کیں۔ خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کے لیے جاگنا اور لیلہ اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے

لیے جاگتے، ہوسکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کردیتے یا زندہ رکھتے جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مردہ۔ جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی، طبرانی نے بروایت حضرت ابوامامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے وہ گویا آدھی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھ لے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۷)

76-بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَقَدُّمِ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ إِلَّا لِمَنْ وَصَلَهُ بِمَا قَبْلَهُ أَوْ وَافَقَ عَادَةً لَّهُ بِأَنْ كَانَ عَادَتُهُ صَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَوَافَقَهُ

نصف شعبان کے بعد رمضان سے پہلے روزے رکھنا منع ہے سوائے اس شخص کے جو اس کو ماقبل سے ملانے کا یا پیر یا جمعرات کا روزہ رکھنے پر عامل ہو اور یہ نصف آخر اس کی عادت کے موافق ہوجائے

(1229) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ ہاں ایسا آدمی جو اس روزہ کا عادی ہو تو وہ اس دن روزہ رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یتقدمن رمضان بصوم یوم ولا یومین، ج۱ص۲۸، رقم: ۱۹۱۴، صحیح مسلم، باب صوم سرر شعبان، ج۳ص۱۲۸، رقم: ۲۸۱۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب النہی عن استقبال شہر رمضان بصوم او یومین، ج۴ص۲۰۷، رقم: ۸۱۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفلی روزے نہ رکھے تاکہ نفل وفرض مخلوط نہ ہوجائیں جیسے فرض نماز سے ملا کر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کرکے جگہ تبدیل کرکے پڑھے یا اس لیے نہ ملائے تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ ہوجائے لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی عوام کے لیے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں اور کسی پر ظاہر نہ کریں تو درست ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے۔ (لمعات ومرقات) اس سے معلوم ہوا کہ قضاء اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلاکراہت جائز ہے۔

اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سوموار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفلی روزہ رکھا کرتا ہے اور اتفاقاً انتیسویں شعبان اسی

دن آئی تو اسے بلا کراہت یہ نفلی روزہ رکھ لینا جائز ہے کہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے، نہ یہ تعین حرام ہے اور نہ یہ تقرر مکروہ لہٰذا ہر ماہ کی بارہویں میلاد شریف کرنا، گیارہویں تاریخ کو غوث پاک کی فاتحہ کرنا، اس میں نوافل پڑھنا، ختم قرآن کرنا، صدقہ و خیرات کرنا جائز اور باعث ثواب ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ نفلی عبادات میں مقرر کرنا حرام ہے، خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلیں و امتحانات مقرر دنوں میں ہوتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۹۹)

احناف کے نزدیک یوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کرلے کہ یہ روزہ نفل ہے تردد نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۲۰۰، والدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الصوم، مبحث فی صوم یوم الشک، ج ۳، ص ۴۰۳)

(1230) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ، صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَإِنْ حَالَتْ دُوْنَهٗ غَيَايَةٌ فَأَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر اسے دیکھنے میں بادل چھا جائیں تو تیس دن پورے کرلو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث صحیح ہے۔

اَلْغَيَايَةُ بِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتُ الْمُكَرَّرَةِ وَهِيَ: السَّحَابَةُ.

اَلْغَيَايَةُ عین معجمہ اور یا مثناۃ کے تکرار کے ساتھ بادل کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والافطار له، ج ۲ ص ۷۰، رقم: ۶۸۸، مسند ابی یعلی مسند ابی عباس ج ۲ ص ۲۲۳، رقم: ۲۳۵۵، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یتقدم شهر رمضان بصوم ج ۳ ص ۲۰، رقم: ۹۱۰۲)

شرح حدیث: امامِ اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن چاند دیکھنے کے متعلق فتاوی رضویہ میں یک جگہ فرماتے ہیں:

شارع علیہ الصلوۃ والتسلیم نے صوم وفطر کو منوط برؤیت فرمایا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا الرؤیتہ وافطروا الرؤیتہ کما فی الصحاح۔

(صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ جیسا کہ احادیث صحاح میں ہے (ت)

پس ہر شہر اور اس کی رؤیت اور اسی پر ابتنائے عدت، مجرد اخبارات وخطوط، صالح تعویل واعتماد نہیں نہ صرف شہرت افواہ (کہ فلاں بلد میں فلاں روز چاند ہُوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشتہر ہوجاتی ہیں اور اُن کا اشاعت کنندہ معلوم نہیں) قابلِ اعتبار، ہاں اگر کسی شہر جماعات متعددہ آئیں اور ہر ایک بیان کرے کہ فلاں روز وہاں رؤیت ہُوئی تو بیشک اس خبر مستفیض پر عمل واجب ہوگا اگرچہ ان دو بقاع میں بعد المشرقین ہو کہ مذہب معتمد پر اختلاف مطالع غیر معتبر ہے۔

قال العلامۃ المفتی عمدۃ المتاخرین محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الدر المختار شرح تنویر الابصار، نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب مجتبٰی وغیرہ انتھی وفیہ ایضا ان اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئك بطریق موجب کما مر وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر لکن قال الکمال، الاخذ بظاھر الروایۃ احوط انتھی (ملخصا) (درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹)

عمدۃ المتاخرین علامہ مفتی محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمختار شرح تنویر الابصار میں فرمایا: ہاں اگر ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر میں خبر مشہور کے طور پر ہوجائے تو ان پر صحیح مذہب کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہوجائیگا مجتبٰی وغیرہ انتہی، اور اسی میں ہے کہ اختلاف مطالع ظاہر مذہب کے مطابق معتبر نہیں، اسے بحر نے خلاصہ سے نقل کیا ہے، پس اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت سے روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ اہلِ مشرق کے ہاں یہ بات بطریق موجب ثابت ہو جیسا کہ سابق میں گزرا۔ امام زیلعی نے فرمایا مشابہ بحق یہ ہے کہ (اختلاف مطالع) معتبر ہے لیکن امام کمال کہتے ہیں کہ ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے انتہی (ملخصا)

قلت وقد ذکروا ان الفتوی اکد من الاشبہ وان الفتوی متی اختلف رجح ظاھر الروایۃ کما فی البحر والدر وغیرھما، (بحر الرائق، کتاب الرضاع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۲۲)

قلت فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ لفظ فتوٰی لفظ اشبہ سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے اور جب فتوٰی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ بحر، در وغیرہ میں ہے،

وفی حاشیۃ ردالمحتار للفاضل السید محمد امین ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ عن الشیخ مصطفی الرحمتی الانصاری رحمہ اللہ، ان معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ، لا مجرد الشیوع من غیر یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لا ندری من قالھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ (قال الشامی) قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع انتھی۔ (ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲)

فاضل سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے شیخ مصطفی رحمتی انصاری رحمہ اللہ تعالٰی سے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں نقل کیا ہے، مشہور ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام اس بات کی اطلاع دیں کہ وہاں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو، جیسا کہ کبھی کبھی بعض خبریں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخری دور میں شیطان جماعت کے درمیان بیٹھ کر کوئی بات کرے گا تو لوگ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے اس کا قائل کون ہے، تو ایسی باتیں سُننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ ان سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ امام شامی کہتے ہیں قلت یہ تمام گفتگو نہایت ہی خوب ہے اور ذخیرہ کی یہ عبارت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے جب خبر مشہور اور متحقق ہو جائے، کیونکہ تحقق محض شہرت اور پھیل جانے سے نہیں ہوتا انتہی (ت)

پس ہر شہر میں اپنی رؤیت، خواہ غیر شہر کی شرعاً معتبر خبر پر، جو پہلی رمضان کی قرار پائے اسی پر بنائے کار رکھیں اور روزہ متروک ہو جانا ثابت ہو تو بعد رمضان قضا کریں اُسی یکم کے اعتبار سے شمار ثلثین کامل کر کے عید کر لیں لیکن اگر اکتیسویں شب کو باوجود صفائے مطلع چاند نظر نہ آئے اور ابتدائے صیام صرف ایک شاہد کی شہادت پر کی گئی ہو تو اس صورت میں تیس کے بعد عید حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ناروا فرماتے ہیں کہ کذب اُس شاہد واحد کا ظاہر ہو گیا اور یہی مذہب و مرجح،

ھذا ماتحرر لنا من اقوال متشتتۃ وکلمات متشوشۃ، ولنذکر طرفا من کلام الشامی فی ھذا المقام لیستبین لک ما لخصتہ عن المرام، قال العلامۃ الشارح رحمہ اللہ فی الدر وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر وبقول عدل حیث یجوز وغم ھلال الفطر لا یحل علی المذھب

خلا فالمحمد کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا انتھی مختصرا۔ (درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹)

یہ وہ تمام گفتگو تھی جو متفرق اقوال اور تشویش میں ڈالنے والے کلمات سے اخذ کی گئی، یہاں امام شامی کی کچھ گفتگو نقل کرنا نہایت ہی مناسب ہے تاکہ وہ مقصد واضح ہو جائے جس کی خاطر میں نے یہ خلاصۂ گفتگو نقل کی ہے، علامہ شارح رحمہ اللہ تعالٰی نے در میں فرمایا جبکہ دو عادلوں کے قول سے روزہ رکھا ہو تو تیس دن کے بعد افطار حلال ہے یعنی جائز ہے اور حال یہ ہو کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو، تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر، اس میں امام محمد کا اختلاف ہے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عید کے چاند کے دن بادل وغیرہ ہو تو بالاتفاق افطار حلال یعنی جائز ہے، زیلعی میں ہے اگر چاند بادل وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے تو عید حلال ہے ورنہ نہیں انتہی اختصاراً۔

قال الفاضل المحشی قولہ حل الفطر ای اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لومصحیۃ علی ماصححہ فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وصححہ عدمہ فی مجموع النوازل والسید الامام الاجل ناصر الدین کمافی الامداد نقل العلامۃ نوح، الاتفاق علی حل الفطر فی الثانیۃ ایضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیہ من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ قلت وفی الفیض، الفتوی علی حل الفطر الخ۔

(ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۳-۱۰۲)

فاضل محشی نے کہا قولہ حل الفطر یعنی اگر اکتیسویں رات ابر آلود ہو تو بالاتفاق عید جائز ہو گی، اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع صاف ہو تب بھی یہی حکم ہے، مجموع النوازل میں اور السید امام اجل ناصر الدین نے اس کے برخلاف تصحیح کی ہے جیسا کہ امداد میں ہے، اور علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوھرہ سے نقل کیا ہے کہ دُوسری صورت میں بھی بالاتفاق عید جائز ہو گی، اور کہا کہ یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں اختلاف جو منقول ہے تو وہ بعض مشائخ کا ہے قلت فیض میں ہے فتوی عید کے جواز پر ہے الخ

ثم قال قولہ لکن الخ استدراک علی ماذکرہ المصنف من ان خلاف محمد فیما اذاغم ھلال الفطر بان المصرح بہ فی الذخیرۃ وکذافی المعراج عن المجتبٰی ان حل الفطر ھنا محل وفاق وانما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم یرالھلال فعندھما لایحل الفطر وعند محمد یحل قال شمس الائمۃ الحلوانی وحررہ الشرنبلالی فی الامداد قال فی غایۃ البیان وجہ قول محمد وھو الاصح

ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناءً وتبعاً الخ۔

(ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۳)

پھر کہا قولہ لکن الخ یہ استدراک ہے اس پر جو مصنف نے کہا کہ جب موسم ابر آلود ہو تو ہلال فطر کے بارے میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ اسی طرح ذخیرہ میں اور معراج میں مجتبٰی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور اختلاف اسی صورت میں ہے جب موسم ابر آلود نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے تو اب شیخین کے نزدیک عید جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا اور شرنبلالی نے امداد میں نقل کیا کہ غایۃ البیان میں کہا ہے کہ امام محمد کے قول کی دلیل اور وہی اصح ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ابتداء ثابت نہیں ہوتا بلکہ تبعاً اور بناءً ثابت ہوا ہے الخ

ثم قال قولہ وفی الزیلعی الخ نقلہ لبیان فائدۃ لم تعلم من کلام الذخیرۃ وھی ترجیح عدم الفطر ان لم یغم شوال لظھور غلط الشاھد لانہ الاشبہ من الفاظ الترجیح لکنہ مخالف لما علمتہ من تصحیح غایۃ البیان لقول محمد بالحل، نعم حمل فی الامداد ما فی غایۃ البیان علی قول محمد بالحل اذا غم شوال بناء علی تحقق الخلاف الذی نقلہ المصنف وقد علمت عدمہ وح فما فی غایۃ البیان فی غیر محلہ لانہ ترجیح لما ھو متفق علیہ تامل انتھی ملتقطا فعلیک بتلطیف القریحۃ فی ھذا الباب کیلا تغفل فیستزلک الاضطراب، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔ (درمختار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۳)

پھر فرمایا قولہ وفی الزیلعی الخ یہ اس فائدہ کے لیے منقول ہے جو کلامِ ذخیرہ سے نہ جانا گیا اور وہ یہ ہے کہ اگر شوال ابر آلود نہ ہو تو عدمِ افطار کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ اس سے گواہ کا غلط ہونا واضح ہوگا کیونکہ یہ لفظ اشبہ الفاظِ ترجیح میں سے ہے لیکن یہ اس کے مخالف ہے جو آپ غایۃ البیان کی تصحیح میں جان چکے ہیں جو امام محمد کے قول بالحل (جواز) سے متعلق تھی، ہاں امدادیہ میں غایۃ البیان کی عبارت کو امام محمد کے قول بالحل (جواز) پر محمول کیا جائے گا جبکہ شوال کا چاند ابر آلود ہو، اس بنا پر جو اختلاف مصنف نے نقل کیا ہے حالانکہ آپ نے جان لیا اختلاف نہیں، اب جو کچھ غایۃ البیان میں ہے وہ بے محل ہے کیونکہ یہ تو متفق علیہ کو ترجیح دینا ہے، غور کرو انتہی ملتقطا اس معاملہ میں خوب باریک بینی سے کام لو تا کہ غفلت دُور ہو اور اضطراب ختم ہو جائے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۰، ص ۳۸۹۔ ۳۹۴)

(1231) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان رہ جائے تو روزہ

بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

نہ رکھو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ الصوم فی النصف الباقی من شعبان ج۲ص۱۷۱ رقم: ۷۳۵ وللحدیث اطراف أخری منہا "اذا انتصف شعبان فلا تصوموا" السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الخبر الذی ورد فی النھی عن الصیام، ج۴ص۲۰۹، رقم: ۸۲۱۹، سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ ذلک ج۲ص۲۲۷، رقم: ۲۳۳۷، صحیح ابن خزیمہ باب اباحۃ وصل صوم شعبان بصوم رمضان، ج۳ص۲۸۲، رقم: ۲۰۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ممانعت ان کمزور لوگوں کے لیے ہے جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لیے جو شروع شعبان میں تو روزے نہ رکھیں پندرھویں شعبان کے بعد بلا وجہ مسلسل روزے شروع کر دیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لیے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۲۰۰)

(1232) وَعَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ، فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا: جس نے شک والے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روای کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ صوم یوم الشک، ج۲ص۲۷، رقم: ۶۸۹، سنن الدارمی، باب فی النھی عن صیام یوم الشک، ج۲ص۵، رقم: ۱۶۸۲، سنن النسائی، باب صیام یوم الشک، ج۲ص۸۵، رقم: ۲۴۹۸، صحیح ابن حبان، باب الصوم المنھی عنہ، ج۵ص۳۵۱، رقم: ۳۵۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس نافرمانی کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ سارے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے صرف شک کے دن بلا وجہ نفلی روزہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ شک کے دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے۔ تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متردد نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے تو یہ روزہ فرضی ہے اور اگر شعبان کی تیسویں ہے تو یہ روزہ نفلی ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ بری کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں۔ مرقات میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کا رمضان سے ملانا عوام کے لیے

ناپسند کرتے تھے۔

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا اور بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا، حاکم نے اسے بشرط شیخین بتایا، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا۔ غرض کہ یہ حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موضوع بتایا انہوں نے سخت غلطی کی۔ خیال رہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلح ابن زفر فرماتے ہیں کہ ہم شک کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے، آپ کی خدمت میں بھنی بکری لائی گئی بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے تب آپ نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اس قسم کی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۰۳، ۱۰۲)

77-بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

پہلی کا چاند دیکھنے کی دعا کا بیان

(1233) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ، هِلَالُ رُشْدٍ وَّخَيْرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی کا چاند دیکھتے تو کہتے اے اللہ! اس کو امن و ایمان و سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما۔ میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ ہدایت اور بھلائی کا چاند ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول عند رؤیۃ الھلال، ج۵ص ۲۰۰، رقم: ۳۴۶۲ سنن الدارمی، باب ما یقال عند رؤیۃ الھلال، ج۲ص۷، رقم: ۱۶۸۸ مسند البزار، مسند طلحۃ بن عبید اللہ، ج۳ص۱۶۷، رقم: ۹۴۰ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الھلال یری ما یقال، ج۷ص۱۹، رقم: ۹۸۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جب پہلی کا چاند دیکھتے) عربی میں پہلی دوسری تیسری رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، پھر قمر یعنی جب سرکار مہینہ کا چاند پہلی بار دیکھتے تو یہ دعا مانگتے۔

(اسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما) اس طرح کہ یہ چاند ہمارے لیے تیری یہ نعمتیں لایا ہو اور اس مہینہ میں ہمیں تیری یہ نعمتیں ملیں۔ خیال رہے کہ اوقات راحات و آفات کا ظرف تو ہیں مگر کبھی سبب بھی ہوتے ہیں جیسے گرمی اور سردی کا سبب وقت ہے، نمازوں کے وجوب کا سبب وقت ہے، ایسے ہی کبھی روحانی حالات کا سبب بھی وقت بن جاتے ہیں لہٰذا یہ دعا اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے) اس میں مشرکین کی تردید ہے جو چاند سورج کو معبود جان کر ان کی پوجا کرتے

تھے، خطاب چاند سے ہے سنانا انسان کو ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۶)

78- بَابُ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَتَأْخِيْرِهٖ مَا لَمْ يَخْشَ طُلُوْعَ الْفَجْرِ

سحری کو مؤخر کرنے کی فضیلت جب تک طلوع فجر کا خطرہ نہ ہو

(1234) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَحَّرُوْا، فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو سحری کھانے میں برکت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب ج۲ص۲۷، رقم: ۱۹۲۳، صحیح مسلم، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ، ج۲ص۱۲۰، رقم: ۲۶۰۳، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب استحباب السحور، ج۲ص۲۱، رقم: ۱۳۱۲، المنتقی لابن الجارود باب الصیام، ص۱۰۰، رقم: ۳۸۳، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی السحور، ج۲ص۲۰، رقم: ۱۶۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سحری کھایا کرو) یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ روزہ کے لیے سحری مستحب ہے واجب یا فرض نہیں۔ صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں اور اس وقت کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا، سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے۔

سحور سین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے، بعض نے فرمایا کہ سحور سین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے زبر سے اس وقت کی غذا۔ (مرقات واشعہ) سحری کا کھانا مبارک ہے اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارکہ ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ علماء سے روشنائی، دوپہری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے تو دنیا دین ہو جاتی ہے تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہو جائے وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا: وَّجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا مجھے اللہ نے مبارک بنایا یہ حضرات بذات خود مبارک ہیں اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۰۸)

(1235) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ. قِيْلَ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ:

حضرت زید بن ثابت ﷺ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ کہا گیا ان دونوں کے درمیان وقفہ

قَدْرُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کتنا تھا جواب دیا پچاس آیت کی مقدار۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قدر کم بین السحور وصلاۃ الفجر، ج۲ص۲۹، رقم: ۱۹۲۱ صحیح مسلم، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ، ج۳ص۱۳۱، رقم: ۲۶۰۶ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی تاخیر السحور، ج۱ص۵۴۰، رقم: ۱۶۹۴ صحیح ابن خزیمہ، باب تاخیر السحور، ج۳ص۲۱۵، رقم: ۱۹۴۱ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یستحب تاخیر السحور، ج۲ص۲۷۶، رقم: ۸۹۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سحری بالکل آخر وقت کھائی اور فجر بالکل اول وقت پڑھی۔ مرقات نے فرمایا کہ سحری اور نماز فجر میں صرف اتنا فاصلہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے کیونکہ آپ دین میں خطاء سے معصوم تھے حضور کو سحری اور نماز کے اوقات کا یقینی علم تھا، ہمیں صرف اتنے فاصلہ پر فجر جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہم وقت کی پہچان میں غلطی کر کے، یا سحری وقت کے بعد کھالیں، یا نماز وقت سے پہلے پڑھ لیں۔ خیال رہے کہ فجر جلدی پڑھنے کی عملی احادیث ہیں لیکن قولی حدیث ایک بھی نہیں مگر دیر سے فجر پڑھنے کی قولی حدیثیں بہت موجود ہیں، لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ ص ۵۶۲)

(1236) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ: بِلَالٌ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا اِلَّا اَنْ يَّنْزِلَ هٰذَا وَيَرْقٰى هٰذَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷠ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دے دیتے ہیں، تو تم کھایا پیا کرو حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دے۔ فرمایا اور ان کا درمیانی وقفہ بس اتنا ہوتا کہ ایک اترتا اور دوسرا چڑھتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذان الاعمی اذا کان لہ من یخبرہ، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۶۱۷ صحیح مسلم، باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر، ج۳ص۱۲۹، رقم: ۲۵۸۰ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب السنۃ فی الاذان لصلاۃ الصبح قبل طلوع الفجر، ج۱ص۲۸۰، رقم: ۱۸۵۸ سنن ترمذی، باب فی وقت اذان الفجر، ج۱ص۲۸۸، رقم: ۱۱۴۰ صحیح ابن حبان، باب السحور ج۸ص۲۵۰، رقم: ۳۴۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا ہمیشہ صبح کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں ایک تہجد اور سحری کے لئے، دوسری نماز فجر کے لئے، پہلی اذان سیدنا بلال دیتے تھے اور دوسری اذان سیدنا ابن ام مکتوم۔ اب بھی مدینہ منورہ میں تہجد کی اذان ہوتی ہے چونکہ ان دونوں اذانوں کی آوازوں اور طریقہ ادا میں فرق ہوتا تھا اس لیے لوگوں کو اشتباہ نہ ہوتا تھا۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اذان صرف نماز کے لئے خاص نہیں اور مقاصد کے لیے بھی ہوسکتی ہے۔ دیکھو سیدنا بلال کی یہ اذان سحری کو جگانے کے لئے ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہوجائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی۔ دیکھو سیدنا بلال کی اذان پر اکتفا نہ کی گئی، امام اعظم کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کے ہاں اذان فجر وقت سے پہلے بھی جائز ہے، اسی حدیث کی بناء پر مگر یہ دلیل کمزور ہے ورنہ دوبارہ اذان کی کیا ضرورت تھی۔ تیسرے یہ کہ نابینا کو اذان کے لیے مقرر کرسکتے ہیں جب کہ اسے وقت بتانے والا کوئی ہو۔ چوتھے یہ کہ ایک مسجد میں دو یا زیادہ مؤذن ہوسکتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ سحری کو جگانے کے لیے اذان دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر یہ جب ہوگا جب لوگ اس اذان سے شبہ میں نہ پڑ جائیں ورنہ ہرگز نہ دی جائے۔ ہمارے ملک میں اذان صبح صادق کی علامت ہے اگر یہاں سحری کی اذان دی گئی تو کوئی فجر کے شبہ میں سحری نہ کھاسکے گا یا کوئی دوسری اذان کو پہلی سمجھ کر دن میں کھا کر روزہ خراب کرلیگا اس لیے اب ہرگز اس پر عمل نہ کیا جائے۔ بہت سی چیزیں عہد صحابہ میں درست تھیں، اب ممنوع ہیں۔ دیکھو اُس زمانہ میں جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور مع جوتے نماز پڑھنا مروج تھا اب ممنوع ہے۔ پختہ مکان بنانے منع تھے، اب جائز ہے۔ کھیتی باڑی سے لوگوں کو روکا گیا تھا اب ضروری ہے۔ زکوۃ کے مصرف آٹھ تھے اب سات ہیں۔ حالات بدل جانے سے ہنگامی احکام بدل جاتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۴۱۶)

(1237) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَكْلَةُ السَّحَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ کا فرق سحری کا کھانا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ، ج ۳ص ۱۳۰، رقم: ۲۶۰۴، السنن الصغری للبیہقی باب استحباب السحور، ج ۱ص ۴۲۱، رقم: ۱۴۱۳، سنن ابوداؤد، باب فی توکید السحور، ج ۲ص ۱۷۷، رقم: ۲۳۴۵، سنن الدارمی باب فی فضل السحور، ج ۲ص ۱۱، رقم: ۱۶۹۹، مسند عبد بن حمید حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ص ۱۲۱، رقم: ۲۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اکلہ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے، بمعنی لقمے یا نوالے اور الف کے زبر سے بمعنی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمان اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہوجاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پوپھٹنے تک کھانا پینا حلال کردیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ۔ اُکْلَہ فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۰۹)

79- بَابُ فَضْلِ تَعْجِيْلِ الْفِطْرِ وَمَا يُفْطَرُ عَلَيْهِ، وَمَا يَقُوْلُهُ بَعْدَ الْإِفْطَارِ

جلد افطار کی فضیلت اور کس چیز سے افطار کرے اور بعد افطار کیا کہے؟

(1238) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تعجیل الافطار، ج۲ص۳۶، رقم: ۱۹۵۷، صحیح مسلم، باب فضل السحور وتاکید استحبابه، ج۲ص۱۳۱، رقم: ۲۶۰۸، السنن الکبری للبیہقی، باب ما یستحب من تعجیل الفطر وتاخیر السحور، ج۴ص۳۳۶، رقم: ۸۲۷۹، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی تعجیل الافطار ج۲ص۳۰۲، رقم: ۱۶۹۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی تعجیل الافطار ج۲ص۸۲، رقم: ۶۹۹، مسند امام احمد، حدیث أبی مالك سهل بن سعد، ج۵ص۳۳۲، رقم: ۲۲۸۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہوجانے پر افطار کرلیا جائے پھر دیر نہ لگائی جائے۔ خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں: وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ۔ وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے۔ وقت مباح تارے گتھنے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گتھے جانے پر افطار کرنا مکروہ۔ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطارتے ہیں، اس میں ان سے مشابہت ہے اور جلدی افطارنے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ (مرقاۃ) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب وعشاء کو ملانے کے لیے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ سنت رسول اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے، نفس کشی کے لیے سنت کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۲۱۰)

(1239) وَعَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ، قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ: رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوعطیہ کہتے ہیں میں اور مسروق حضرت عائشہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ مسروق نے آپ سے عرض کیا: حضرت محمد ﷺ کے صحابہ میں سے دو آدمی ہیں

وَسَلَّمَ. كِلَاهُمَا لَا يَأْلُو عَنِ الْخَيْرِ، أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ؛ فَقَالَتْ: مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ؟ قَالَ: عَبْدُ اللهِ - يَعْنِي: ابْنَ مَسْعُودٍ - فَقَالَتْ: هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ يَصْنَعُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَوْلُهُ: لَا يَأْلُو أَيْ: لَا يُقَصِّرُ فِي الْخَيْرِ.

بھلائی میں سستی کرنے والا ان میں سے کوئی نہیں ان میں سے ایک مغرب اور افطار میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا مغرب وافطار میں دیر کرتا ہے۔تو آپ نے فرمایا: مغرب وافطار میں جلدی کون کرتا ہے۔ جواب دیا: حضرت عبداللہ بن مسعود۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔(مسلم) لَا یَأْلُوْا: کا مطلب ہے بھلائی میں سستی نہیں کرتے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم. باب فضل السحور وتاکید استحبابه. ج۱ص۱۳۱، رقم: ۲۶۱۱. جامع الاصول لابن اثیر. النوع الثانی فی تعجیل الافطار. ج۶ص۳۷۵، رقم: ۴۵۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت ابوعطیہ اور حضرت مسروق) یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعی ہیں، ان میں نماز مغرب اور افطار روزہ میں اختلاف ہوا، فیصلہ کے لیے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں۔

نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطًا دیر لگانا ہے نہ کہ تارے گتھ جانے تک کی تاخیر لہٰذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رخصت پر۔

(مغرب وافطار میں جلدی کون کرتا ہے) سبحان اللہ! جناب ام المؤمنین کا کیسا حکیمانہ سوال ہے، دیر لگانے والے کا نام نہ پوچھا تاکہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو۔

حضرت ام المؤمنین نے جناب عبداللہ کے عمل کو سنت مستحبہ کے موافق بتایا اور قدرے تاخیر کو مستحب قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ جناب ام المؤمنین مزاج شناس رسول ہیں اور احوال دان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو پہنچی ہوگی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کرلی ہوگی، صحابہ سے یہ توقع ہوسکتی ہی نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہوکر اس کے خلاف کام کریں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص ۲۲۲)

(1240) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللهُ - عَزَّ وَجَلَّ -: أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندوں میں سے مجھے زیادہ پیارا ان میں سے جلدی افطار کرنے والا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث

حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی تعجیل الافطار، ج۲ص۸۳ رقم: ۷۰۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب من تعجیل الفطر وتاخیر السحور، ج۴ص۲۳۷، رقم: ۷۳۶۸، صحیح ابن حبان، باب الافطار وتعجیلہ، ج۸ص۲۷۵، رقم: ۳۵۰۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۲۷، رقم: ۷۲۴۰، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۴۳، رقم: ۸۸۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہود ونصاریٰ یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور جلدی افطار میں رب تعالٰی کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجت مندی کا اظہار ہے۔(ترمذی) (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۲۱۵)

(1241) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن خطاب ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات یہاں تک آجائے اور دن یہاں تک چلا جائے اور سورج غروب ہوجائے تو روزہ دار روزہ افطار کردے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب متی یحل فطر الصائم وافطر، ج۱ص۳۲۶ رقم: ۱۸۵۳، صحیح مسلم، باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النہار، ج۲ص۱۳۲ رقم: ۲۶۱۲، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب وقت الصوم، ج۱ص۲۰۸ رقم: ۱۳۵۰، مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، ج۱ص۳۶۰ رقم: ۲۶۰، مسند الحمیدی، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۲، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے اِدھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے اِدھر سے سمت مشرق مراد، چونکہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے اس لیے اس سید الفصحاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا، دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہوجانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صاحبین کے ہاں وقت عشاء آجاتا ہے اسی لیے اگلا جملہ ارشاد ہو رہا ہے۔

(روزہ دار روزہ افطار کردے) اس جملہ نے دن جانے کی شرح فرمادی یعنی سورج چھپتے ہی روزہ افطار و اب نفس کشی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو، اب خواہ مخواہ دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ وہم ہے۔(مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۲۱۵)

(1242) وَعَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ: يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ أَمْسَيْتَ؟ قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ: فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: اجْدَحْ بِجِيمٍ ثُمَّ دَالٍ ثُمَّ حَاءٍ مُهْمَلَتَيْنِ، أَيْ: اخْلِطِ السَّوِيقَ بِالْمَاءِ.

حضرت ابو ابراہیم عبداللہ ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے رہے حالانکہ آپ روزہ دار تھے۔ تو جب سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے لوگوں میں سے کسی سے فرمایا: اے فلاں اتر اور ہمارے لیے ستو تیار کر۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! شام کریں تو بہتر ہے۔ فرمایا کہ اتر ہمارے لیے ستو تیار کر عرض کی ابھی ہم پر دن موجود ہے فرمایا اتر اور ستو ہمارے لیے تیار کر اور راوی کہتے ہیں کہ وہ اترا اور اس نے ان کے لیے ستو تیار کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا پھر فرمایا جب تم دیکھو کہ رات اس جگہ سے آگے ہو گئی ہے تو روزہ دار کا روزہ افطار ہو گیا اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ (متفق علیہ) اجدح: جیم کے ساتھ پھر دال پھر حا مہملہ کے ساتھ اس کا معنی ہے: ستو تیار کر پانی کے ساتھ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یفطر بما تیسر من الماء او غیرہ، ج[illegible] رقم: [illegible]، صحیح مسلم، باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار، ج[illegible] رقم: [illegible]، السنن الکبری للبیہقی، باب الوقت الذی یحل فیہ فطر الصائم ج[illegible] رقم: [illegible]، سنن ابوداؤد، باب وقت فطر الصائم، ج[illegible] رقم: [illegible]، صحیح ابن حبان، باب الافطار وتعجیلہ ج[illegible] رقم: [illegible])

شرح حدیث: ستّو سے افطاری

حضرت سیدنا صالح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حضرت سیدنا خُلَیْد بن حسان علیہما رحمۃ المنان سے روایت کرتے ہیں: حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سخت گرمیوں میں بھی نفلی روزے رکھتے۔ ایک دن ہم افطاری کے وقت کھانا لے کر ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ہمارے کھانے سے روزہ افطار کرنا چاہا تو کسی نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی:

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ۝ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور درد

ناک عذاب۔ (پ29، المزمل: 12۔13)

یہ آیت سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا ہاتھ کھانے سے روک لیا اور ایک لقمہ بھی نہ کھایا اور فرمایا: یہ کھانا یہاں سے ہٹالو۔ دوسرے دن پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روزہ رکھا۔ افطار کے وقت جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کھانا رکھا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پھر وہی آیت یاد آگئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک لقمہ بھی نہ کھایا اور فرمایا: یہ کھانا مجھ سے دور لے جاؤ۔ اسی طرح تیسرے دن بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر کچھ کھائے اسی طرح روزہ رکھ لیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے نے جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ حالت دیکھی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر کھائے پیئے تین دن گزار دیئے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوئے اور زمانے کے مشہور ولی حضرت سیدنا ثابت بنانی، حضرت سیدنا یحییٰ اور دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: حضور! آپ جلد از جلد میرے والد کی مدد کو پہنچئے، انہوں نے مسلسل تین دن صرف چند گھونٹ پانی پی کر روزہ رکھا ہے اور تین دن سے کھانے کا ایک لقمہ تک نہیں کھایا۔ ہم جب بھی ان کے سامنے سحری یا افطاری کے لئے کھانا پیش کرتے ہیں تو انہیں قرآن پاک کی یہ آیت یاد آجاتی ہے:

إِنَّ لَدَيْنَآ أَنكَالًا وَّجَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا أَلِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور درد ناک عذاب۔ (پ29، المزمل: 12۔13)

اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھانے سے انکار فرمادیتے ہیں، خدارا! جلدی چلئے اور یہ معاملہ حل فرمائیے۔ یہ سن کر تمام حضرات حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس آئے، جب افطاری کا وقت ہو تو پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مذکورہ آیت یاد آگئی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھانا کھانے سے انکار کردیا لیکن جب حضرت سیدنا ثابت بنانی، حضرت سیدنا یحییٰ اور دیگر بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے پیہم اصرار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بمشکل ستو ملا پانی پینے پر راضی ہوئے اور ان لوگوں کے اصرار پر تیسرے دن ستو ملا ہوا شربت پیا۔

(عُیُونُ الحِکَایَات ص ۳۰۷)

(1243) وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ، فَإِنَّهُ طَهُورٌ رَوَاهُ أَبُو

حضرت سلمان بن عامر ضبی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے اگر نہ پائے تو پانی سے افطار کرے یہ یقیناً پاک کرنے والا

دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[illegible] ہے۔ [illegible] حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ، ج [illegible]، رقم [illegible] [illegible] الاختیار ان یؤثر بزکاۃ فطرہ، ج [illegible]، رقم [illegible] الاحاد والمثانی ومن خمسۃ بن [illegible]، ج [illegible]، رقم [illegible] الکبیر للطبرانی من اسمہ زید بن سہل ابو طلحۃ، ج [illegible]، رقم [illegible] سنن ابن ماجہ، باب فضل الصدقۃ، ج [illegible]، رقم [illegible])

شرح حدیث: سیدنا عتبہ غلام علیہ رحمۃ اللہ السلام کی حکایت

حضرت سیدنا ابراہیم خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق فرماتے ہیں: حضرت سیدنا عتبہ غلام علیہ رحمۃ اللہ السلام اولیاء اللہ میں سے تھے اور مخلصین میں معروف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض اوقات رات کو میرے پاس تشریف لایا کرتے، ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے پاس رات گزاری۔ جب میں نے رات کا کھانا حاضر کیا تاکہ روزہ افطار کریں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف پانی سے افطار کر لیا۔ جب عشاء کی نماز ادا کر لی تو عبادت پر کمربستہ ہوگئے اور وقتِ سحر تک نماز پڑھتے رہے۔ میں نے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں دعا کر رہے تھے: اے مالک ومولیٰ عزَّوَجَلَّ! اگر تو مجھے عذاب دے تو بھی میں تیرا محب ہوں اور اگر مجھ پر رحم فرمائے تو بھی تیرا محب ہوں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے اور زوردار آواز نکالی اور بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے عرض کی: اے عتبہ! آپ کی رات کیسی گزری؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے: اے ابراہیم! بہت جلد حساب لینے والے کی بارگاہ میں پیشی کی فکر نے محبین کے جسم کے جوڑ کاٹ کر رکھ دیئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو سرِ اقدس اٹھایا اور عرض کرنے لگے: اے میرے مالک ومولیٰ عزَّوَجَلَّ! اس شخص کے متعلق تیرا کیا ارادہ ہے جو تجھ سے محبت کرتا ہے؟ کیا تو اُسے آگ کا عذاب دے گا یا اس کے دل کو ہجر وفراق کے عذاب میں مبتلا کریگا؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہاتفِ غیبی کی یہ آواز سنائی دی: ہرگز نہیں، جو اللہ عزَّوَجَلَّ کا محب ہو اور جس کو اللہ عزَّوَجَلَّ نے چن لیا ہو، اُسے کوئی عذاب نہ دیا جائے گا۔ (الروض الفائق فی المواعظ والرقائق، ص ۲۰۰)

(1244) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى رُطَبَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے قبل چند تازہ کھجوروں سے افطار کرتے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو دوسری چند خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری کرتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔ ابوداؤد اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ

حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء ما یستحب علیہ الافطار ج۲ص۹۰ رقم: ۶۹۶ السنن الکبری للبیہقی باب ما یفطر علیہ ج۴ص۳۲۹ رقم: ۸۲۸۹ جامع الاصول لابن اثیر النوع الثالث فیما یفطر علیہ ج۶ص۳۷۷ رقم: ۴۵۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار افطار پہلے کرے نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ بعض روایات میں تین خرمے کا ذکر ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لیے تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں یا اس لیے کہ اتفاقاً اس وقت افطار نے کے لیے کچھ موجود نہ ہوتا۔ بہر حال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت، ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو تو بعد نماز افطار کرلے یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے، بہر حال حدیث واجب التاویل ہے۔

(خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری کرتے) اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطارنا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں تو خشک چھواروں پر افطار کرنا، ہمارے رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں، مسجدوں میں بھیجتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(تو پانی کے کچھ گھونٹ پی لیتے) غرضکہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا کہ سگریٹ سے روزہ افطارتے ہیں، نعوذ باللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیے سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے اور اس سے روزہ افطارنا معزصحت بھی ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے بلکہ گرمی میں پانی سے سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی پکی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہیئے تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطاریں یہ غلط ہے سنت کے خلاف ہے، سنت ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ ص۔۲۱۷)

80- بَابُ اَمْرِ الصَّائِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهٖ وَجَوَارِحِهٖ عَنِ الْمُخَالِفَاتِ وَالْمُشَاتَمَةِ وَنَحْوِهَا

خلاف شرع امور اور گالی گلوچ سے روزہ دار کو اپنی زبان اور اعضاء کو بچانے کا حکم

(1245) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ، فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ، فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ بے حیائی کی بات نہ کرے اور نہ شور کرے۔ اگر اس کو کوئی گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل یقول انی صائم اذا شتم، ج۲ص۲۶، رقم: ۱۹۰۴ صحیح مسلم باب فضل الصیام، ج۲ص۱۵۷، رقم: ۲۷۶۲ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الصائم ینزه صیامه عن اللغط والمشاتمة، ج۴ص۲۷۰، رقم: ۸۵۹۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۸۳، رقم: ۷۶۰۹، مصنف ابن ابی شیبة باب ما یؤمر به الصائم من قلة الکلام وتوقی الکذب، ج۲ص۲۷۱، رقم: ۸۸۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اور نہ شور کرے) شور سے مراد جنگ وجدال کا شور ہے۔ شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضاء کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے۔

(میں روزہ دار ہوں) لہذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں اس پر ان شاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہوجائے گا یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا ویارب کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر و ریا کے لیے نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۵)

(1246) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جھوٹی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کریم کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم، ج۲ص۲۶، رقم: ۱۹۰۳ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الصائم ینزه صیامه عن اللغط والمشاتمة، ج۴ص۲۷۰، رقم: ۸۵۹۸ سنن ابوداؤد، باب الغیبة للصائم ج۲ص۲۶۹، رقم: ۲۳۶۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی التشدید فی الغیبة للصائم، ج۲ص۸۷، رقم: ۷۰۷ سنن ابن ماجه باب ما جاء فی الغیبة والرفث للصائم ج۱ص۵۳۹، رقم: ۱۶۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان، غیبت، چغلی، تہمت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا، چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے

مذہب ہے۔ فلیتم امر ہے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔

(اللہ تعالیٰ نے ہی کھلایا اور پلایا ہے) یعنی یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھا پی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطانی اثر سے ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ پھر اسے رب کی طرف منسوب کیوں فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ ص۲۲۹)

(1248) وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ؛ قَالَ: أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے وضو کے بارے میں بتائیں تو آپ نے فرمایا: وضو مکمل کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی کھینچنے میں مبالغہ کرو لیکن اگر تم روزے سے ہو تو ایسا نہ کرو۔ ابوداؤد اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستنثار، ج۱ ص۹۶ رقم: ۱۴۲، سنن ترمذی باب ما جاء فی کراہیۃ مبالغۃ الاستنشاق للصائم، ج ص۱۵۵، رقم: ۷۸۸، السنن الکبری للبیہقی، باب المبالغۃ فی الاستنشاق الا ان یکون صائما، ج ص [illegible] رقم: ۲۳۱، المستدرک للحاکم، کتاب الطہارۃ، ج ص [illegible] رقم: [illegible]، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج ص [illegible] رقم: [illegible])

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے، کنیت ابورزین عقیلی ہیں، مشہور صحابی ہیں، طائف والوں میں آپ کا شمار ہے۔

(لیکن اگر تم روزے سے ہو تو ایسا نہ کرو) یعنی اعضاء پورے دھوؤ اور تین تین بار دھوؤ ہاتھوں، اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو، اگر پاؤں کی انگلیاں چپٹی ہوئی ہوں کہ بغیر خلال ان میں پانی نہ پہنچے تو خلال ضروری ہے، ورنہ سنت۔ حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلال کرنا چاہیے، اس خلال میں چھنگلی شرط نہیں جیسے بھی ہو جائے کافی ہے۔ ناک میں پانی بانسے تک پہنچانا ضروری ہے حتی کہ غسل میں فرض ہے اور اتنا چڑھانا کہ حلق میں اتر جائے بہتر ہے مگر روزے کی حالت میں صرف بانسے تک پہنچائے، اگر حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (اشعۃ اللمعات)(مرآۃ المناجیح، ج [illegible] ص [illegible])

(1249) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فجر کا وقت ہو جاتا حالانکہ آپ بیوی کی وجہ سے حالت جنابت میں ہوتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھ لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصائم یصبح جنبا، ج۱ص۶۳۹، رقم: ۱۹۲۵، صحیح مسلم، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب، ج۲ص۱۳۰، رقم: ۲۶۳۶، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الرجل یصبح جنبا وهو یرید الصیام، ج۲ص۳۰۲، رقم: ۱۷۰۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الجنب یدرکه الفجر وهو یرید الصوم، ج۲ص۱۳۹، رقم: ۷۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم، ج۱۰ص۲۰۸، رقم: ۲۶۶۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور فوراً غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نماز فجر کے وقت پو پھٹنے کے بعد کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصاً رمضان شریف میں۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوسکتا کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں بلکہ جو بیبیاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الغسل میں عرض کرچکے ہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتی منی کے باعث۔ حق یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے بھی محفوظ ہیں یہاں حضرت ام المؤمنین کا مِنْ غَیْرِ حُلُمٍ فرمانا یہ بتانے کے لیے ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ منشا نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے۔ حضرت ام المؤمنین کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مخالطت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں۔ (مرقاۃ و اشعہ)

(اور روزہ رکھ لیتے) اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل، یہ قول صحیح ہے۔ حضرت ابوہریرہ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سویرا پالے اس کا روزہ نہیں مگر یہ حدیث سن کر رجوع فرماگئے اور بولے کہ حضرت عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ جانتی ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ نیز اس آیت سے بھی اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ کیونکہ جب رمضان میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی تو پو پھٹنے تک صحبت جائز ہوئی اب لامحالہ غسل پو پھٹنے پر ہی ہوگا، نیز اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں، بعض علماء نے فرض و نفل میں فرق کیا ہے مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۲۷)

(1250) وَعَنْ عَآئِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتَا: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ، ثُمَّ يَصُوْمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احتلام کے بغیر حالت جنابت میں صبح کرتے پھر روزہ رکھ لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اغتسال الصائم، ج۱،ص۶۳۰، رقم: ۱۹۳۰، صحیح مسلم، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب، ج۱،ص۳۷۱، رقم: ۲۵۹۳، سنن ابوداؤد، باب فیمن اصبح جنبا فی شهر رمضان، ج۲،ص۴۸۸، رقم: ۲۳۹۰، السنن الکبری للبیهقی، باب من اصبح جنبا فی شهر رمضان، ج۴،ص۳۶۲، رقم: ۸۲۵۲، مسند امام احمد بن حنبل حدیث اُم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج۱۰،ص۳۰۸، رقم: ۲۶۷۷۲)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن حالت جنابت میں روزے سے متعلق فتاوٰی رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا اور قصداً دن بھر افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو کیا یہ روزہ اُس کا بغیر کسی نقص کے درست ہوگا یا نہیں؟ اور روزے کے لیے طہارت شرط ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے جو بے طہارت صحیح ہو؟

الجواب: وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذابِ جہنم کا مستوجب ہُوا مگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل نہ آیا طہارت باجماعِ ائمہ اربعہ شرطِ صوم نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم۔ (القرآن ۲/۱۸۷)

روزے کی راتوں میں تمہارے لئے بیویوں سے جماع حلال کیا گیا ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے ہر جزوِ شب میں جماع وتکبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشادی ارشاد ہوا۔ **فالٰن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم** (القرآن ۲/۱۸۷)

اور اب ان سے مباشرت کرو اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے (ت)

اور ظاہر ہے کہ جزوِ اخیر شب کو بھی لیلة الصیام شامل، اور وہ بھی اس احل لکم اور باشروھن کے امر میں داخل، اور اسے بحالتِ جنابت صبح کرنا اور تا تمامی غسل، روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم، تو قرآن عظیم اس کی حلّت ودخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثناء فرمادیتا، پھر صاحبِ شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اُس کا بے نقص وبے خلل ہونا فرمادیا۔ صحیحین میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ وام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: **ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان یدرکه الفجر وھو جنب من اھله ثم یغتسل ویصوم۔** (البخاری باب الصائم یصبح جنبا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہوجاتی جب تک نہ نہاتے ان کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

صحیح مسلم وموطا مالک وسنن ابی داؤد ونسائی میں اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وھو واقف علی الباب وانا اسمع یا رسول

اللہ انی اصبح جنبا وانا ارید الصیام فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام فاغتسل واصوم فقال الرجل یا رسول اللہ انک لست مثلنا قد غفر اللہ لک ما تقدم وما تاخر فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال انی ارجوان اکون اخشٰیکم للہ واعلمکم بما اتقی۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصائم آفتاب عالم پریس لاہور ا / ۳۲۵)

یعنی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے دراوزہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سُن رہی تھی کہ یارسول اللہ! میں صبح کو جب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اُس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پُوری معافی عطا فرمادی ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غضب ناک ہُوئے اور فرمایا: بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔

اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا ورنہ وہ صاحب سائل تھے محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا، سکوت کیسا اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں، نہ یہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہئے۔ اور پُر ظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزے میں ہُوئی تو موجب نقص ہوگی اور اس کے اوّل یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی، ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انہیں آیات واحادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو کچھ مضر نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

او اصبح جنبا ولو استمر علی حالتہ یوما او ایاما لقولہ تعالٰی فالئٰن باشروھن لاستلزام جواز المباشرۃ الی قبیل الفجر وقوع الغسل بعد ضرورۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام واغتسل واصوم۔

(مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی باب فی بیان مالا یفسد الصوم نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۶۲)

یا کسی نے حالتِ جنب میں صبح کی اگرچہ وُہ اسی حالت میں ایک دن یا کئی دن رہا، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی اب تم مباشرت کرسکتے ہو۔ اس بات کا متقضی ہے کہ فجر سے تھوڑا سا پہلے تک مباشرت جائز ہو اور اس کے بعد غسل لازم ہو، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی میں نے حالتِ جنابت میں صبح کی ہے اور میں روزے کا ارادہ رکھتا ہوں میں غسل کروں گا اور روزہ رکھوں گا۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے: لو اصبح جنبا لایضرہ کذا فی المحیط۔

(البحر الرائق، باب فی بیان مالا یفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۲۷۳)

اگر کسی نے حالتِ جنب میں صبح کی تو نقصان وہ نہیں، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

ومن اصبح جنبا اواحتلم فی النہار لم یضرہ کذا فی محیط السرخسی۔

(الفتاوی الہندیۃ الباب الثامن منطبعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۰۰)

جس نے بحالتِ جنابت صبح کی یا دن کو احتلام ہوگیا تو یہ اسے نقصان دہ نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے (ت)

ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ اس کی نورانیت بالصوم میں فرق آئے گا، نہ اس لیے کہ جب تھا کہ جنابت سے نورانیت میں تفاوت آتا تو بحالِ جنابت صبح کرنے سے بھی آتا بلکہ اس لیے کہ نماز فوت کی، یہاں تک کہ اگر نماز بحالِ جنابت ہو سکتی تو دن بھر بلکہ مہینہ بھر جنب رہنے سے بھی حصول نورانیت بصوم میں فرق نہ ہوتا، یہ فرق بوجہ فوت نماز ایسا ہوگا جیسے روزہ میں کسی کو ظلماً مارنے ۔۔۔ مگر اس سے کوئی نہ کہے گا کہ نفسِ صوم میں کوئی نقص آگیا، گناہ کے سبب روزے میں خلل آنا ظاہریہ کا مذہب فاسد ہے، اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی ریشمیں کپڑے پہن کر قرآن عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہوا نہ اُس کے ثواب میں کمی، ہاں نجاستِ گناہ ملنے کے باعث اُس کے لیے نورانیتِ خالصہ نہ رہی۔ یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے:

واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیئا۔ (القرآن ۹/ ۱۰۲)

اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دُوسرا بُرا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

قرأ القراٰن ولم یعمل بموجبہ یثاب علی قرأتہ کمن یصلی ویعصی۔

(الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸)

کسی نے قرآن حکیم پڑھا لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کیا تو تلاوت پر ثواب ملے گا، جیسا کہ کوئی نماز پڑھے اور گناہ کرے (ت)

طحاوی وردالمحتار میں ہے:

یثاب علی قرأتہ وان کان یأثم بترك العمل فالثواب من جھۃ والاثم من اخرٰی۔

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۸۱)

قراءتِ قرآن پر ثواب ملے گا اگرچہ ترکِ عمل کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، تو ثواب ایک جہت سے اور گناہ دوسری جہت سے ہے۔ (ت)

بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں، جیسے یاد پر تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور

نہیں اور قرآن عظیم کو بے چھوئے دیکھنا، کعبہ معظمہ پر بیرون مسجد سے نظر کرنا، عالم کو بنگاہِ تعظیم دیکھنا، ماں باپ کو بنظرِ محبت دیکھنا، عالم سے مصافحہ کرنا، یہ سب عباداتِ بدنیہ ہیں اور سب بحالِ جنابت بھی روا ہیں۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس من العبادة قلة الطعم والقعود فی المساجد والنظر الی الکعبة والنظر الی المصحف والنظر الی وجه العالم۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔

(الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۹۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۹۵)

پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔
(اسے مسند فردوس میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ت)
دار قطنی وغیرہ کی روایت یوں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خمس من العبادة النظر الی المصحف والنظر الی الکعبة والنظر الی الوالدین والنظر فی زمزم وھی تحط الخطایا والنظر فی وجه العالم۔ (کنز العمال بحوالہ دار قطنی حدیث ۴۳۴۹۴ التراث الاسلامی مصر ۵/۸۸۰)

پانچ چیزیں عبادت سے ہیں مصحف کو دیکھنا اور ماں باپ کو دیکھنا اور زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اُترتے ہیں اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔
صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معه حتی قعد فانسللت فاتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وھو قاعد فقال این کنت یا ابا ھریرۃ فقلت له فقال سبحان اللہ یا ابا ھریرۃ ان المؤمن لاینجس۔

(الصحیح للبخاری کتاب الغسل باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اچانک ملاقات ہوگئی حالانکہ میں حالتِ جنابت میں تھا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے ساتھ چلتا رہا حتی کہ آپ تشریف فرما ہوئے تو میں چپکے سے نکل گیا رہائش گاہ میں جاکر غسل کیا پھر واپس آیا تو آپ تشریف فرما تھے، فرمایا: اے ابوھریرہ! کہاں چلے گئے تھے؟ میں نے ساری بات عرض کی تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ، ابوھریرہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔(ت)
اور افضل و اعلیٰ تمام عباداتِ بدنیہ جن کے لیے طہارت صغری، نہ کبری، کچھ شرط نہیں، ذکر الٰہی ہے اور دعا و ذکر کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصلِ جملہ عبادات ہے قال تعالیٰ اقم الصلوٰۃ لذکری (القرآن ۲۰/۱۴)
(میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہے: الدعاء مخ العبادۃ۔ رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (جامع للترمذی ابواب الدعوات، ما جاء فی فضل الدعاء امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳)

دعا مغز عبادت ہے (اسے ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور ان کے لیے طہارت شرط نہ ہونا ظاہر، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے جمیع اوقات میں ذکرِ الٰہی فرماتے تھے (اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ت)

جنب کو بہ نیتِ دعا وثنا الحمد وآیۃ الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے والمسئلۃ مشہورۃ وفی الکتب مزبورۃ (یہ مسئلہ نہایت مشہور ہے اور کتب میں مسطور ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۱۰، ص ۵۵۴۔۵۵۵)

◆◆◆◆◆